رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ



# اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

## اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی
مسلم مشنری
مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کر آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمدنی جب تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ⅓ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔

جلد (۴) | بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر (۱)



فہرست مضامین



یونین سٹیم پریس لاہور میں [illegible] پرنٹر کے اہتمام سے چھپ کر مرزا یعقوب بیگ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

# جزاکم اللہ احسن الجزا

مندرجہ ذیل بہی خواہان مسلم مشن ووکنگ نے اجراء رسالہ سے آج تک رسالہ اسلامک ریویو انگریزی مجریہ لنڈن اور اسکے اردو ترجمہ اشاعت اسلام کا دائرہ اشاعت وسیع کرنے میں ہمہ تن جد وجہد سے کام لیکر عملی رنگ میں اپنی ہمدردی در خدمت اسلامی کا ثبوت دیا ہے گو ہم ایک ایک کو فرداً فرداً بذریعہ خطوط انکی سعی بلیغ کا شکریہ ادا کرتے رہتے ہیں لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی انکا شکریہ ادا کیا جائے ممکن ہے کہ قارئین کرام میں سے کسی کیلئے تحریص کا موجب ہو آیندہ بھی ہمیں اپنے برادران ملت سے یہی امید ہے کہ اپنے قیمتی اوقات کا ایک حصہ اس احسن اسلامی خدمت کے لئے وقف فرما کر عنداللہ ماجور ہونگے اس وقت کاغذ کی انتہائی گرانی ہے اس گرانی کاغذ کا مقابلہ فقط رسالجات کی وسیع اشاعت ہی کر سکتی ہے ادھر جنگ کی وجہ سے ووکنگ کے اخراجات بھی روز افزوں ترقی پر ہیں لیکن ووکنگ مسلم مشن اللہ تعالے کا بنا کردہ مشن ہے وہی اسکی آبیاری فرمائیگا۔ اور وہی اسکے اخراجات عظیم کا کفیل ہے لیکن مبارک ہے وہ انسان جو وقت شناسی کر کے دعوت الی الخیر کے زمرہ میں شامل ہوتا ہے۔ امید ہے کہ دلدادگان اسلام مندرجہ بالا سطور کا جواب عملی رنگ میں دیکر عنداللہ ماجور ہونگے

جناب امام بخش ناظر صاحب - [illegible]
" مولوی غلام حسن صاحب - پشاور
" چودھری غلام [illegible] صاحب - [illegible]
" ملک [illegible] محمد صاحب - [illegible]
" خواجہ جمال الدین صاحب - "
" خواجہ [illegible] الدین صاحب - [illegible]
" چودھری نواب [illegible] صاحب - جہلم
" شیخ عطا محمد " گلگت
" مولا بخش " سیالکوٹ
" راجہ محمد [illegible] خاں " منڈی [illegible]
" ڈاکٹر [illegible] احمد " کھوڑہ
" عبداللہ [illegible] صاحب " سرگودھا
" محمد اسمٰعیل " [illegible] آباد
" عبدالصمد [illegible] اللہ " دہلی
" فیروز الدین صاحب - [illegible]
" مسٹر [illegible] " [illegible]
" جناب [illegible] " موگا
" علی بخش [illegible] " [illegible]

جناب ایم [illegible] شاہ صاحب - مدراس
" غلام مصطفیٰ کامل " علیگڈھ
" [illegible] حسن [illegible] " [illegible]
" سعید حسن " اعظم گڑھ
" سید فضل الرحمن " کانپور
" محمد عارف خاں " بلوچستان
" سلطان احمد " رہتک
" عبدالحلیم " بنارس
" محمد ذکریا " [illegible] گنج
" سید [illegible] حسن " میسور
" سید [illegible] حسن " "
" ایس - محمد خاں " [illegible] پوری
" محمد [illegible] " گورکھپور
" عبدالحق " ڈھاکہ
" شیخ نظام الدین " [illegible]
" احمد حسین " [illegible]
" [illegible] " جلال آباد
" محمد دستگیر " میسور

جناب ایس - کے - احمد صاحب - ہزاری باغ
" محمد اللہ داد " کلکتہ
" آغا محمد " رنگون
" [illegible] الٰہی احمد " سرگودھا
" اے - ار - خطیب " [illegible]
" خادم حسین " اناؤ
" محمد یوسف " رنگون
" منشی برکت اللہ " اناؤ
" احمد مرتضیٰ " مراد آباد
" عجب خان " [illegible]
" ہدایت اللہ " پشاور
" نور محمد " نینی تال
" قادر بادشاہ " ارکاٹ
" [illegible] حسن صاحب " بھوپال
" محمد اکرام " سامانہ
" ظفر حسن " قنوج
" غلام [illegible] " رائچور
" [illegible] " میسور

معاونین کے بقیہ اسمائے گرامی ٹائٹل پیج کے صفحہ ۳ پر درج ہیں +



بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

# اشاعتِ اسلام

ترجمۂ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مُسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۴) بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء نمبر (۱)

## شذرات

گو سال گذشتہ کا بڑا حصہ خواجہ کمال الدین صاحب کی بیماری کی وجہ سے نومسلمین کے اعلانات سے خالی گذرا مگر خدا کا شکر ہے کہ اس ساری کمی کو سال کے آخر میں ایک ہی شخص نے پورا کر دیا۔ یعنی

**مارمیڈیوک پکتھال صاحب**

نے جو ایک مدت سے اسلام کے قریب بلکہ اندر ہی تھے۔ اور کئی بیش قیمت مضامین نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور اسلام پر لکھ چکے تھے آخر اعلان اسلام کیا۔ یہ ایک بڑے اعلےٰ پایہ کے فاضل انسان ہیں۔ اور ایک پادری کے صاحبزادے ہیں اور مشہور اہل قلم ہیں۔ گذشتہ جلسۂ مولود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر جو لندن میں ہؤا ایک تقریر کی تھی جو رسالہ میں چھپ چکی ہے۔ جس کا اثر ذی ثروت حلقہ میں بہت ہؤا +

---

اگر غور کیا جائے تو محض گنتی کوئی شے نہیں کام کے آدمی تھوڑے بھی ہوں تو ان سے جو تقویت ملتی ہے اور جس قدر قوم کے خیالات پر اثر انکی وجہ سے پڑتا ہے۔ وہ نتائج محض گنتی سے حاصل نہیں ہو سکتے خدا کا یہ احسان ہے کہ جب سے یہ سلسلہ تبلیغ اسلام کا ولایت میں شروع ہؤا ہے ہر سال کوئی نہ کوئی مشہور

۲- یہ تقریر دفتر رسالہ اشاعت اسلام سے ۳ کے ٹکٹ آنے پر آ سکتی ہے +

اور دی اثر انسان اعلان اسلام کرتا رہا ہے۔ حتے کہ یہ سال بھی جو کام کے اجراء کے لحاظ سے مشکلات کا سال گذرا ہے اِس فضل کے جذب کرنے میں ناکام نہیں رہا۔ بلکہ ایک ایسا انسان ہم میں آگیا ہے جو سینکڑوں نہیں ہزاروں کا قائمقام ہو سکتا ہے +

---

ہمیں یہ بھی کوئی فخر نہیں کہ اس قسم کے انسان ہماری کوششوں سے حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں جو کسی دن ایک عظیم الشان انقلاب ملک کے مذہبی خیالات میں کر سکتے ہیں ہم کیا اور ہماری کوششیں کیا۔ سب کچھ اللہ تعالے کے فضل سے ہی ہو رہا ہے۔ کہ طبائع کے اندر خود بخود ایک تحریک منجانب اللہ اسلام کی طرف پیدا ہوئی ہے۔ اور یہی وہ امر ہے جو یقین دلاتا ہے کہ اسلام کا آفتاب ہدایت مغربی دُنیا کو اب اپنے نور سے منور کر کے رہیگا۔ ہماری کوشش تو صرف اسقدر ہے کہ اسلام کی پاک تعلیم کا لوگوں کو علم ہوتا رہے۔ اور ان کو یہ سمجھ آجائے کہ دُنیا میں معقولیت اور حکمت کا مذہب صرف ایک ہی ہے اور وہ وہی ہے جو عرب کے رہنے والے ایک اُمّی نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر سکھایا تھا۔ ہاں یہ بھی اللہ تعالے کا ہزار ہزار احسان ہے کہ اُس نے ہمیں آج اس قدر کامیابی عطا فرمائی۔ کہ اب اسلام کے متعلق غلط بیانیاں کرنیوالوں کے بھی دانت کھٹے ہو گئے +

---

وہ جو اعلان اسلام کر رہے ہیں درحقیقت ایک جُزو اس بڑے حصہ کا ہیں جو اندر ہی اندر اسلام کی صداقت کا قائل ہو چکا ہو گو انہیں ابھی یہ احساس نہ ہو کہ جن نتائج پر وہ پہنچے ہیں وہ اصُول اسلامی ہیں۔ ہاں اکثر لوگ گو مسلمان نہیں تو ان کے اصول کے لحاظ سے ہم نیم مسلم ضرور ماتے ہیں۔ اور ابھی اس جنگ عظیم نے جو مختلف نتائج مترتب کرنے ہیں ان میں سے ایک بڑا عظیم الشان نتیجہ خدمت دین حقہ ہے۔ وہ اُمور جن کا تعلق معاشرت اسلامی سے تھا۔ اور جنہیں آج تک یورپ میں نفرت کی نگہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آج لوگ ٹھنڈے دل سے ان پر غور کر رہے ہیں بلکہ بعض امور کو ایک یا دوسری شکل میں اختیار کرتے چلے جاتے ہیں +

---

کسی دوسری جگہ اس رسالہ میں قارئین کرام سنہ ۱۹۱۶ء کا حساب آمد و خرچ متعلق ووکنگ مشن و

اسلامک ریویو ملاحظہ فرمائینگے بعض شپر چشم لوگ جو نور کی شعاعوں کو پھیلتا ہوا برداشت نہیں کرسکتے ایک یا دوسرے رنگ میں نیک کاموں کے متعلق بھی لوگوں کے دلوں میں وسوسے پیدا کرتے رہتے ہیں ووکنگ مشن کے اخراجات کا حساب ایک ایسی چیز ہے جسے جو چاہے دیکھ سکتا ہے۔ ہمیں شک نہیں کہ کاروبار کے دو جگہ ہونے کی وجہ سے سال کے آخر پر فوراً حساب کتاب شائع نہیں ہوسکتا۔ اور اس سال بڑی رکاوٹ حساب کے شائع ہونے میں خواجہ صاحب کی بیماری ہی ہی بہر حال سنہ ۱۹۱۶ء کا حساب کتاب ناظرین رسالہ کے سامنے ہے اور سنہ ۱۹۱۷ء کا حساب بھی انشاء اللہ تعالےٰ جلد ان صفحات میں شائع کر دیا جائیگا +

---

سنہ ۱۹۱۶ء میں خواجہ کمال الدین صاحب کی ہندوستان میں موجودگی خاص تحریک کا موجب تھی۔ مگر باایں آمد اخراجات کے مقابلہ کیلئے کافی ثابت نہیں ہوئی۔ یعنی کل آمد ۲۱۹۷۷ روپے ہے۔ اور خرچ ۲۶۸۶۸ روپے ہے۔ گویا آمدنی خرچ سے قریباً پانچہزار روپے کم ہے۔ ایس سے قریباً اڑھائی ہزار روپے کی رقم بیشک ایک غیر معمولی خرچ ہے جو عملہ کے تغیر و تبدل کی وجہ سے ہوا۔ مگر باایں بھی آمدنی خرچ کیلئے مکتفی نہیں۔ اور یہ وہ امر ہے جس کی طرف بہی خواہان اسلام کو بالخصوص توجہ کرنی ضروری ہے۔ اس کام کی ترقی جو قربانی آپ لوگوں سے چاہتی ہے وہ سوال بھی درپیش نہیں گو اسکے لئے ہمیں ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔ کیونکہ اختتام جنگ پر ہماری زبردست جدوجہد بہت سے قیمتی نتائج پیدا کرسکتی ہے بہر دست ہم کو یہ فکر کرنا ضروری ہے۔ کہ آمدنی مستقل طور پر کم از کم اس قدر ہونی چاہئیے جو اخراجات موجودہ کو جن میں اب لندن کے اخراجات نے شامل ہوکر اور بھی اضافہ کر دیا ہے پورا کر دے۔ اور کام چلانیوالوں کو روپے کیلئے اپیل کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے یہ کام خریداران اسلامک ریویو و اشاعت اسلام کا ہے +

---

اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ اس مجمع کی تصویر شائع ہوتی ہے جس کا اجتماع ۲۷ ستمبر سنہ ۱۹۱۷ء کو بتقریب عید الضحےٰ ہوا۔ یہ تصویر اخوت اسلامی کا عملی نمونہ ہے محض فضل الٰہی سے گورے اور کالے کا امتیاز اسلام کے پھریرے تلے اڑ گیا ہے مشرق اور مغرب کے مسلمین و مسلمات اکٹھے ملے جلے دوش بدوش بیٹھے ہیں نیز اسی رسالہ کے ساتھ قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کا نمونہ بھی منسلک کیا جاتا ہے قسم اول قرآن کریم انشاء اللہ تعالےٰ فروری سنہ ۱۹۱۸ء تک ہندوستان پہنچ جاویگی۔ اور قسم دوم ہندوستان پہنچ چکی ہے جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے۔ اور جس کی قیمت مبلغ ۲ روپے علاوہ محصولڈاک ہے +

# خدائے یہوواکا غضب
# سبت کی حُرمت میں دستاندازی کی وجہ سے

ماہ اگست میں جو طوفان باراں قریباً تمام انگلستان پر رہا۔ اس سے غلے اور کھیتوں کو بہت نقصان پہنچا۔ بقول بشپ صاحب برمنگھم چیمسفورڈ کے گرجے کا پادری کہتا ہے کہ اتوار کے دن جو تقسیم عمل ہوئی وہ قادر مطلق کو ناپسند تھی۔ اور اس وجہ سے باران بے محل ہوئی۔ بشپ صاحب کی رائے میں ایسی گفتگو مذہب سے ہنسی کرنا ہے۔ بشپ صاحب فرماتے ہیں کہ پادری نے تو خدا کی ذات کو بہت محدود اور حقیر کر دیا ہے۔ اور اگر کوئی اور اس ہتک کا ذکر نیوالا نہیں تو کم از کم میں اتنی دلیری رکھتا ہوں کہ ڈنکے کی چوٹ اعلان کردوں کہ یہ بات بالکل بے انصافی پر مبنی ہے۔ اور اگر یہ بات سچ ہو تو نتیجہ اس کا یہ ہوگا۔ کہ خدا کی پیاری اور بغرض مخلوق کا اکثر حصہ خدا کی رحمت سے مایوس ہو جائے۔

میرے خیال میں اگر بشپ صاحب خود اپنے عقاید ایمان کو ذرا ٹھنڈے دل سے سوچتے تو کبھی پادری صاحب پر ایسے الزامات عاید کرنے کی جرات نہ کرتے۔ کیا ان کا خدا ایک ہی لمحہ میں اور ایک ہی طرز و طریق سے مندرجہ ذیل دو احکام نازل نہیں کرتا۔ کہ شجر علم سے ہرگز ہرگز تو (آدم) نہ کھائے گا۔ اور کہ ساتواں دن تمہارے خدا کا سبت ہے۔ اور اس دن تو (آدم) کسی قسم کا کام نہیں کریگا۔ اگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا نے بوجہ سبت کی حُرمت میں خلل آنے کے (اور وہ بھی پادری صاحبان کی عین حاضری میں) اپنے غصے کا ظہور بصورت باران بے محل کیا۔ اور وہ تمام کھیت برباد کر دیئے۔ جن کی آبپاشی سبت کے دن کی گئی تھی۔ کہ کیا ہم خدا کی اس حرکت کو کہ اس نے آدم کے شجر ممنوع کے پھل کھانے پر اس قدر غصہ اور ناراضگی دکھائی۔ ایک حرکتِ طفلانہ نہیں کہہ سکتے۔ فرمایا۔ دیکھو انسان اب ہمارے جیسا ہوگیا ہے۔ نیک و بد کی تمیز کر سکتا ہے۔ خبردار کہیں وہ ہاتھ بڑھائے۔ اور شجر زندگی کا پھل بھی کھائے اور ابدی زندگی حاصل کرے۔ اگر چیمسفورڈ کے پادری صاحب کے وعظ سے مخلوق خدا رحمت الٰہی سے مایوس ہو جاتی ہے تو کیا خدا نے تمام نسل انسانی کو اس سے ہزار گنہ زیادہ نا اُمید نہیں کیا جیساکہ بائبل میں

صاف لکھا ہے کہ اس نے انسان کو بوجہ صرف ایک حکم کی نافرمانی کے جنت سے باہر نکال دیا اور اس پر طرہ یہ کہ اس کے ساتھ ہی تمام اسکی نسل کو بھی ملعون کر دیا +

خدا کا یہ کہنا کہ انسان اب ہم جیسا ہو گیا ہے۔ اور اب خبردار رہنا چاہئے کہ کہیں وہ شجر زندگی کا پھل کھا کر ابدی زندگی حاصل نہ کرلے"۔ ایک معمولی انسان کے اخلاق کا ایک تاریک پہلو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اور انسان کی ہمسری سے خائف ہو کر اس کو ایک طرف پھینک دینا تا کہ ابدی زندگی حاصل کرنے کا موقع ہی اُسے نہ ملے کیا یہ ایک محب والد کا کام ہے یا ایک بزدل رقیب کا لیکن اس کے ساتھ ہی ہم کو یہ سُنایا جاتا ہے کہ خدا انسانوں کو اس قدر محبت کرتا تھا کہ اس نے اپنا اکلوتا بیٹا بھیجا۔ تا کہ اس کے ذریعے سے ہم ابدی زندگی حاصل کریں کیا یہ دو متضاد قول خدا کو اپنے عزم میں راسخ اور اپنے ارادے میں پکا دکھاتے ہیں۔ اور پھر اگر قانون (جیسا کہ مسیحی لوگ بموجب عقیدہ سینٹ پال مانتے ہیں) ہی دنیا میں گناہ لایا۔ اور اسکی سزا لعنت اور جہنم مقرر ہوئی۔ اور رحمت الٰہی بعد میں نازل ہوئی۔ تا کہ ہمیں اس گناہ کی سزا سے بچائے جو کہ جنت کے باغ میں ہوا تھا۔ تو خدا کو کیا ضرورت تھی کہ اس نے بار بار قانون کو مسیح کے آنے سے پہلے بھیجا۔ کیا اس بار بار قانون (سبب لعنت بموجب سینٹ پال) کے بھیجنے سے اور بنی آدم کو ایک دائمی لعنت میں دیکھنے سے خدا کی شان زیادہ بڑھ گئی۔ اور اگر یہ کہا جاوے کہ خدا قانون کی ایک اور آزمائش کرنا چاہتا تھا جیسا کہ ایک نے سمجھ فقیہہ کہیگا تو کیا قانون خدا اور ایک معمولی قانون ملکی مساوی نظر نہیں آتے۔ کیونکہ دونوں بوجہ محکوموں کی تکالیف اور مصائب کے ناکامیاب ثابت ہوا۔ اور پھر ان کی منسوخی اور اصلاح لازم آئی +

بشپ صاحب پہلے اپنے گریبان میں تو مُنہ ڈالکر دیکھیں پھر کسی دوسرے پر جرح کریں۔ اُن کو چاہئے کہ پہلے ایمان اور عقائد کی پڑتال اچھی طرح کرلیں تو ان کو معلوم ہوگا کہ ان کا ایمان چند متضاد عقاید کا مجموعہ ہے۔ اور ان کو خدا کے بہت سے مضحکہ انگیز نام ماسوا۔ کے تجویز کرنے پڑینگے +

سید عرفان علی بیرسٹر

# والدین سے اچھا سلوک ازروئے قرآن وانجیل

ایک نومسلمہ حنیفہ بیگم کی قلم سے

وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا۔ اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما (قرآن کریم شورۃ ۱۷۔ آیت ۲۴) تمہارا خدا تم کو حکم دیتا ہے۔ کہ سوا اسکے کسی کی عبادت نہ کرنا اور اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔ اگر والدین کا ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچیں تو ان کے آگے اُف تک بھی نہ کرنا۔ اور نہ ہی ان کو جھڑکنا۔ اور ان سے ادب سے گفتگو کرنا +

ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا وحملہ وفصلہ ثلثون شھرا حتی اذا بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃ قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضہ واصلح لی فی ذریتی (الاحقاف آیت ۱۵) ترجمہ۔ اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی ہے۔ کس مشکل سے اسکی ماں نے اسکو پیٹ میں رکھا۔ اور مشکل ہی سے اسکو جنا اور اس کا پیٹ میں رہنا اور اس کا دودھ چھوٹنا تیس مہینے میں جاکر تمام ہوتا ہے یہانتک کہ آدمی اپنی پوری قوت کو پہنچتا ہے یعنی چالیس برس کو پہنچتا ہے تو دعا کرتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھ کو توفیق دے کہ تونے جو مجھ پر اور میرے والدین پر احسانات کئے ہیں ان کا شکریہ ادا کرتا رہوں۔ اور اچھے نیک عمل کروں جن سے تو راضی ہو۔ اور میری اولاد بھی نیک بختی پیدا کرے +

مندرجہ بالا آیات قرآنی میں سے پہلی کو پڑھ کر ہم دیکھتے ہیں کہ والدین کی اطاعت اپنے خالق کی اطاعت سے معاً بعد لکھی گئی ہے۔ اور حق بھی انہیں کا ہونا چاہیئے۔ کیونکہ والدین سے بڑھکر کسی اور مرد یا عورت کا حق ہم پر نہیں ہوسکتا۔ والدین کی اطاعت تمام اخلاقی تعلیموں کا سرچشمہ ہے اس سے تمام قسم کی اطاعتیں نکلی ہیں۔ اور اسی سے سب سیراب ہوتی ہیں۔ ان وجوہات کے ماتحت کوئی عجیب بات نہیں کہ اسلامی تعلیم میں والدین کی اطاعت کو ایسا رتبہ بلند دیا جائے۔ اور اس قدر

تاکید اکید اسلام کے پیروں کو اس بات کی کی جائے +

برخلاف اس کے جب ہم نئے عہدنامہ میں اس ازبس ضروری معاملے کی بابت جو کچھ لکھا ہے پڑھتے ہیں تو ایک بہت بڑی حیرانگی اور مایوسی ہم پر چھا جاتی ہے۔ چند قصے بطور نمونہ یہاں درج کیے جاتے ہیں:-

تب اس سے کسی نے کہا کہ دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے تجھ سے بات کیا چاہتے ہیں۔ پر اُس نے جواب میں خبر دینے والوں سے کہا۔ کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی اور اپنا ہاتھ اپنے شاگردوں کی طرف بڑھا کے کہا کہ دیکھ میری ماں اور میرے بھائی" (متی باب ۱۲ آیت ۴۷ و ۴۸)

"اور جب مے گھٹ گئی یسوع کی ماں نے اس سے کہا۔ کہ ان کے پاس مے نہیں رہی یسوع نے اس سے کہا کہ اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام" (یوحنا باب ۲ آیت ۳ سے ۴) +

مندرجہ بالا دو قولوں سے اور اس قسم کے اور بہت سے اقوال سے جو کہ انجیلوں میں مسیح کی طرف منسوب کیے گئے ہیں صاف ظاہر ہے کہ وہ تو معاشرت خانہ کے فطرتی تقاضے سے بالکل لاپرواہ تھا۔ ان کی بابت تو یہ بھی مشہور ہے۔ کہ ایکدفعہ آپ نے فرمایا میرا اس دُنیا میں آنے کا مقصد خانہ جنگی اور نا اتفاقی کا بیج بونا ہے۔ اور ان کی طرف ایک اس قسم کا فقرہ بھی منسوب کیا جاتا ہے کہ میں انسان کو اس کے باپ کے برخلاف لڑکی کو ماں کے برخلاف اور بہو کو ساس کے برخلاف اُٹھانے آیا ہوں +

جناب مسیح کے ان اقوال کو ایک آدمی اس طرح معقول ٹھیرا سکتا ہے کہ خدا کا وفادار بندہ تمام دنیوی رشتہ داروں کی محبت کو اپنا عشق الٰہی دکھانے کیلئے قربان کر دیتا ہے۔ لیکن اس کے جواب میں ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ بدقسمتی سے انجیل ایک ایسی کتاب ہے۔ جس کا مدعا علاوہ دیگر اغراض کے یہ بھی ہے کہ وہ ان طفلان کم عمر کو بھی جن کا فہم خام ان اصولہائے اعلےٰ وارفع کو سمجھ نہیں سکتا تعلیم دے۔ ان کیلئے مسیح صرف خدا کا بیٹا یا خود خدا ہے۔ اور ایک ایسا بہترین نمونہ ہے جس کی پیروی دنیاوی زندگی میں کرنی چاہیئے۔ ان حالات کے ماتحت وہ اس امر کو ذرا بھی قبیح خیال نہیں کرتے کہ وہ اپنے والدین سے غیر مہذب طور پر یا سختی سے پیش آویں۔ اور اپنے اس شنیع رویہ کو وہ اپنے آسمانی باپ کے مرقوم سلوک کی آڑ میں چھپا لیتے ہیں +

برخلاف اس کے قرآن شریف کس احسن طریق سے اس مضمون پر مندرجہ ذیل آیات میں بحث کرتا ہے فرمایا:-

ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصالہ فی عامین ان اشکرلی ولوالدیک الی المصیر۔ وان جاھدک علی ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا معروفاً واتبع سبیل من اناب الی

(سورہ لقمن آیت ۱۴ و ۱۵) ہم نے انسان کو اسکے والدین کے حق میں تاکید کی۔ اسکی ماں نے اسکو جھٹکے پر جھٹکا اٹھا کر پیٹ میں رکھا۔ اور دو سال میں اس کا دُودھ چھوٹتا ہے۔ کہ ہمارا شکرگزار رہے۔ اور اپنے والدین کا بھی۔ اور میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر تیرے ماں باپ مجبور کریں کہ تو ہمارے ساتھ شریک خدا بنا جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس امر میں ان کا کہنا نہ ماننا۔ ہاں دنیا میں ان کی رفاقت کرو۔ اور ان لوگوں کی پیروی کرو جو ہماری طرف رجوع بجالاتے ہیں +

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کریم باوجود والدین کی اطاعت پر اس قدر خاص زور دینے کے اس بات کی اطلاع دینے سے بھی غافل نہیں ہوا۔ کہ اس فرض کو نامناسب بے محل اہمیت دیجاوے خصوصاً اس حالت میں جب کہ وہ اپنے سے بالا فرائض کے برخلاف تعلیم دیں اور ان حالات میں بھی اسبات کا دھیان رکھا جاوے کہ اس خانہ میں کسی طرح کا خلل نہ آوے ایک مسلم کسی کام میں خدا کے بتائے ہوئے رستے کے برخلاف اپنے والدین کا حکم نہیں مان سکتا لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنے باپ کی مخالفت کرے اور لڑکی اپنی ماں کی مخالفت کرے بلکہ اسکو لازم ہے کہ وہ اس دنیا میں ان سے احسن سلوک کرے +

میرا یہ کہنا بھی غیر محل نہ ہوگا۔ کہ ایک آدمی مشرق اور مغرب میں والدین کی اطاعت میں ایک بین فرق دیکھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مشرق میں تعلقات خانگی متبرک سمجھے جاتے ہیں۔ اور بھائی بہنوں بلکہ داداؤں ناناؤں کی محبت کو بھی مذہبی اہمیت دیجاتی ہے بائیبل میں تو لکھا ہے۔ کہ آدمی پر لازم ہے کہ ماں باپ کو چھوڑے اور بیوی سے چمٹا رہے۔ افسوس کہ اکثر دفعہ یہ مشاہدہ کیا جاتا ہے بیوی سے قطع تعلق کر لیتا ہے۔ اور بہنوں کو تو برسوں نہیں دیکھتا حتے کہ یہ

بھی اسکو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کہاں ہیں۔ اس قسم کی امثال مشرقی ممالک میں قریباً معدوم ہیں بیٹے والدین کی خدمت جان و دل سے کرتے ہیں۔ اور مسلم ممالک میں بہت کم سُننے میں آتا ہے کہ بیٹا تو امیر کبیر ہو اور والدین اُس کے افلاس و غربت زدہ ہوں۔ کاش کہ مغرب میں بھی ایسا ہی ہوتا تو کس قدر زندگیاں تبدیل ہو جاتیں۔ میں اس وقت بھی ایسی مثالیں پیش کر سکتی ہوں۔ جن میں بیٹوں کو تعلیم دی گئی۔ اور انکے اخراجات ہر قسم کے ذرائع اور خرچ خانہ سے مہیا کیئے گئے اُنھوں نے دُنیا میں عروج حاصل کیا اور نام بھی پایا لیکن اُن کی مائیں جن میں سے اکثر بیوہ ہیں بڑی مشکل سے قوتِ لایموت حاصل کرتی ہیں۔ میں پوچھتی ہوں کیا یہ روا اور جائز ہے اور اسلام کے اصولہائے حقہ پر عمل در آمد کریں اور مسیح جس نے جیسا کہ پیشاوپر بیان کیا اپنی ماں سے اس قدر بے تعلقی ظاہر کی اسکی تعلیم کی پیروی چھوڑ دیں۔ ماں کی محبت تمام رُوے زمین کی اُلفتوں سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ اس واسطے چاہئے کہ تو اپنے ماں اور باپ کی عزت کرے اور تیری زندگی اس دُنیا میں دراز ہو۔ دوسرے لوگ جب وہ مسیح کی اسبابت کو سُنینگے۔ کہ اُنھوں نے اپنی والدہ ماجدہ کی اس قدر تھوڑی وقعت کی تو اُن کو بھی مجھ سا رنج و قلق محسوس ہوگا۔ ایک مسلم ایسے درد و رنج سے بالکل محفوظ ہے۔ کیونکہ وہ انجیل کی اس تعلیم کے برخلاف قرآن میں ماں کی عزت کی تعلیم پاتا + ہمارے قرآن نے مسیح کے مُنہ سے یہ الفاظ کہلوائے۔ واوصٰنی بالصلوۃ والزکوۃ مادمت حیا۔ وبرا بوالدتی ولم یجعلنی جبارا شقیا (سورہ مریم آیت ۳۱ و ۳۲) مجھ کو حکم دیا کہ میں نماز پڑھوں اور زکوٰۃ دوں جب تک زندہ رہوں مجھ کو ماں کا خدمتگذار بنایا اور مجھ کو سخت گیر اور بدراہ نہیں کیا ٭

یہ سُن کر ہنسی آتی ہے۔ کہ ایک نبی اللہ جو کہ اپنی زندگی کو بطور نمونہ پیش کرے تاکہ دیگر انسان اسکی پیروی کریں۔ اور وہ خود اپنی ماں کو اس قدر نخوت سے کہے کہ اے عورت میرا تیرا کوئی واسطہ نہیں +

# مذہب کلیسیا کا بانی مغرب میں کون تھا؟

ایک انگریز نومسلم کے قلم سے

ہم ایک نئے مذہبی دور کے قریب پہنچ رہے ہیں آفتابِ صداقت طلوع ہو رہا ہے۔ اور اپنا گلابی رنگ جہالت اور توہم پرستی کے بادلوں پر ڈال رہا ہے۔ اندھی تقلید اب صداقت اور دلائل کی خواہش کے آگے مغلوب ہو رہی ہے۔ اور سب سے زیادہ دلخوش کن بات وہ بہتری کی جدوجہد ہے جو کہ آخر کار خود کلیسیا کے اندر شروع ہو گئی ہے۔ عیسائی عقاید پھر کٹھالی میں ڈالے گئے ہیں تاکہ ایک نئی شکل اختیار کریں۔ چند دن ہوئے کہ سالہا سال کی اندھی تقلید کے بعد کلیسائے انگلستان کے بڑے بڑے عمائدین نے بالاتفاق کلیسیا کے مسلم مجموعہ کتب مقدس کے صحت کے خلاف فیصلہ دیا۔ ضرورت زمانہ کے مطابق اب ایک صوفیا کا گروہ کلیسیا میں پیدا ہو گیا ہے جو کہ مسیح کے معجزات کو ایک استعارہ کی تمثیل پر محمول کرتا ہے وہ مسیحی فقہ جو کہ پہاڑی والی وعظ میں مندرج ہے اور جو کہ آج تک بطور ایک اعلےٰ ترین مذہب کے پیش کیا جاتا تھا اور جو کہ مسیحی فقہ کی برتری دوسرے مذاہب پر ثابت کرنے کیلئے ایک ثبوت کامل شمار کیا جاتا تھا اسی کو آج عیسائی کلیسیا کے عمائد نے ایک طور سے رد کر دیا ہے۔ ان مذہبی پیشواؤں کو اب استعارہ میں سخت شکوک پڑنے شروع ہو گئے ہیں۔ کہ آیا مسیحی کلیسیا (ان معنوں میں جو کہ آج کل اس سے سمجھے جاتے ہیں) اپنے مالک عیسیٰ مسیح ہی کے ہاں سے شروع ہوا تھا یا کسی اور سے +

ایک بہت پرجوش بحث ۹ اگست ۱۹۲۱ء کو کیمبرج گرٹن کالج میں ہوئی مضمون زیر بحث یہ تھا کہ کیا مسیح نے کلیسیا کی بنیاد رکھی (مندرجہ ذیل عبارت کی صحت کا ذمہ وار ۱۰۔ اگست کا اخبار ٹائمس ہے) +

## کلیسیا کی بنیاد۔ کیمبرج کانفرنس کا واقعہ

موڈرن چرچمین کا جلسہ جس کو چرچمین یونین نے قائم کیا تھا۔ کل گرٹن کالج کیمبرج میں زیر صدارت پروفیسر پرسی گارڈنر جو کہ کانفرنس کمیٹی کے صدر ہیں منعقد ہوا +

ڈین انج صاحب نے ایک مضمون "کیا مسیح نے کلیسیا کی بنیاد رکھی ہے" پڑھا اور کہا کہ مسیح اُن کے ہمعصر پادریوں کے نقطۂ خیال سے ایک پیغمبر ہیں۔ اُس نے کبھی یہودی مذہب کے برخلاف یا بالمقابل ایک گروہ پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس نے مذہبی آزادی کا اعلان تو کیا لیکن ساتھ ہی اپنے وقت اور ملک کے قانون کو قبول کیا یہودی مذہب سے الگ ہوتا تو لابد تھا لیکن اس نے ایک الگ عیسائی گروہ بنانے کا کوئی سامان مہیا نہیں کیا۔ ٹے آر ولکنسن صاحب جنہوں نے مباحثہ شروع کیا اُنہوں نے بھی ڈین صاحب کے خیالات کی تائید کی۔ اور دیگر واعظین کے نام مندرجہ ذیل ہیں +

سی ڈبلیو ایمٹ لیشپ مرسر ریورنڈ ایل پٹیرسن ریورنڈ الف مین ریورنڈ ایچ سی مینڈس ریورنڈ اور ایچ اے میجر۔

ارچڈیکن فورڈ صاحب نے ڈین صاحب کے سوال کا جواب کہ کیا مسیح نے کلیسیا کی بنیاد رکھی مثبت میں دیا۔ اور مسٹر پرنگل نے کہا کہ صرف فورڈ صاحب ہی ایک صاحب ہیں جنہوں نے مین مباحثہ میں سوال پیش شدہ کا جواب مثبت میں دیا +

بشپ مرسر صاحب بولے۔ مینے تو کہا تھا کہ کلیسیا کی تعلیم ہمارے خدا یسوع مسیح کی تعلیم سے فطرتاً خود بخود پیدا ہوگئی +

سی ڈبلیو ایمٹ صاحب نے کہا کہ میں نے بھی تو یہی بڑی صراحت سے بیان کیا تھا +

ڈین انج صاحب نے کہا کہ مین بھی یہی کہونگا +

اس پر مسٹر پرنگل صاحب نے کہا۔ میں آپ صاحبان سے معافی مانگتا ہوں اور افسوس کرتا ہوں کہ آپنے اپنا مدعا و مطلب واضح طور پر بیان نہیں کیا - ایک تھوڑی سی جرات ایمان زیادہ ہوتی تو مباحثہ کا اختتام بالکل آسانی سے درپیش سوال کی نفی میں ہو جاتا۔ لیکن ان پر غور کرنے سے اصل مطلب صاف صاف نظر آجاتا ہے۔ طرز گفتگو جو اختیار کی گئی ہے بالکل صاف ہے اور آسانی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ماسوا ارچڈیکن فورڈ کے جن دیگر اصحاب نے مباحثہ میں حصہ لیا انمیں ایک کو بھی اس بات کی صحت میں شک نہ تھا کہ مسیح اس کلیسیا کا بانی نہیں جو اس کے نام سے مشہور ہے اور ایک معمولی فہم کا آدمی بھی اگر انجیل کو سرسری طور ہی سے پڑھے تو وہ بھی اسی نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے + یسوع ایک ربی تھا اور یہودیوں میں کا ایک یہودی تھا جس کو اپنی قوم اور مذہب سے بہت الفت تھی اسکے دوست اور دشمن یکساں طور پر اسکو ربی خیال کرتے تھے +

"تب یسوع نے منہ پھیر کر اور انہیں پیچھے آتے دیکھ کر ان کو کہا تم کیا ڈھونڈھتے ہو اُنہوں نے اُس سے کہا۔ اے ربی (جس کا ترجمہ ہے اے اُستاد) تو کہاں رہتا ہے" (یوحنا باب پہلا آیت ۳۸)

"اُس نے رات کو یسوع پاس آ کر کہا کہ اے ربی ہم جانتے ہیں کہ تو خدا کی طرف سے اُستاد ہو کر آیا ہے" (یوحنا باب ۳ آیت ۲) +

مسیح نے شریعت کو رد نہیں کیا بلکہ اُسکی تعلیم دی اور خود بھی اُس پر عمل کیا۔ فرمایا۔ یہ مت خیال کرو۔ کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے کو آیا ہوں۔ میں منسوخ کرنے نہیں آیا بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں (متی باب ۵ آیت ۱۷) اس قسم کا قول ایک مذہب قدیم کے پکے فرمانبردار ہوشیلے شعلہ کے منہ میں زیادہ زیب دیتے ہیں نسبت اسکے کہ وہ ایک نئے مذہب کے بانی کے منہ سے نکلیں وہ موسیٰ کی شریعت کو بڑھانے گھٹانے نہیں آیا تھا۔ اور جب اُس سے پوچھا گیا کہ اے اُستاد زندگی حاصل کرنے کیلئے کیا کروں تو اُس نے جواب دیا کہ موسیٰ کی شریعت پر عمل کر +

مندرجہ بالا مثالوں سے صاف ظاہر ہے کہ اُس نے شریعت موسوی سے نہ روگردانی کی بلکہ فرمانبرداری کی۔ اور قانون ہر لکی لفظی اور سخت پابندی کی اصلاح کرنے میں اُس نے صرف اس رائے کا اظہار کیا جو کہ اُس وقت کے اکثر عمائدین یہود کی رائے تھی۔ ہمیں شک نہیں کہ اُس نے فریسیوں کو اپنا دشمن بنایا۔ اور جس کی وجہ سے وہ صلیب پر چڑھایا گیا لیکن یہ اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھنی چاہتا تھا بلکہ اس وجہ سے کہ مسیح کاہنوں کی قوم کو شریعت موسیٰ پر عامل خیال نہ کرتا تھا۔ اور اُن کی منافقت کا پردہ اس نے چاک کر دیا۔ چنانچہ فرمایا۔

کیونکہ میں تمہیں کہتا ہوں کہ اگر تمہاری راستبازی فقیہوں اور فریسیوں سے زیادہ نہ ہو تو تم آسمان کی بادشاہت میں کبھی طرح داخل نہ ہوگے (متی باب ۵ آیت ۲۰)

اِس قول سے صاف پتہ لگتا ہے کہ مسیح کاہنوں کے قوم کی کس قدر وقعت کرتا تھا۔ اور اُس کا یقینی نتیجہ یہ تھا کہ جب وہ کاہن قوت اور طاقت میں زیادہ ہوں تو اسکو تکلیف پہنچے یسوع اپنی تمام عمر جو کچھ تورات کی پہلی پانچ کتابوں میں لکھا ہے اس پر رشک کرتا رہا۔ اور اپنے حواریوں کو اکثر کہا کرتا تھا کہ فقیہہ اور فریسی موسےٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ اسلئے وہ جو کچھ تمہیں ماننے کو کہیں مانو اور عمل میں لاؤ (متی باب ۲۳ آیت ۲-۳) +

اس نے تو اپنے پیرووں کا کوئی نیا نام بھی تجویز نہ کیا۔ یہ تو کونسل آف انٹی اوک کے پادریوں کی طبع زاد کا

نتیجہ ہے کہ اس کے پیروؤں کو عیسائی بُلایا گیا۔ مسیح دیگر یہودیوں کی طرح سبت ہفتہ کے آخری دن کو منایا کرتا تھا۔ پہلے دن یا وہ سبت کا ساتواں دن منایا جاتا بعد میں شروع ہوا ہفتہ کا پہلا دن رومن جنتریوں کے مطابق سُورج کا دن تھا ہیڈرین شاہ روما کا ارادہ تھا کہ مسیح کے نام پر ایک مندر بنوائے اور اُسکو بھی دیوتاؤں کے زمرے میں شمار کرے (لیمپریڈیس باب پہلا آیت ۴۳) لیکن ہیڈرن اپنے ارادہ کو پورا نہ کر سکا لیکن اس کے خلیفہ کانسٹنٹائن نے جس کا محبوب دیوتا اپولو تھا۔ اُس نے سُورج دیوتا کو مسیح کے اوتار میں دیکھا اور اس واسطے ہفتہ کا پہلا دن سبت مقرر ہو گیا۔ مسیح تو بار بار اسبات کا اعلان کرتا تھا۔ کہ اُس کا کام صرف یہودیوں سے تھا۔ اور اُسکی تعلیم صرف بنی اسرائیل کیلئے مخصوص تھی۔ اس نے چند معجزے دکھائے اس نیت سے نہیں کہ اپنی اُلوہیت کا ثبوت دے۔ بلکہ اسلیئے کہ یہ کام جو باپ نے مجھے سونپے ہیں انکو پُورا کروں یعنی یہ کام جو میں کرتا ہوں مجھ پر گواہی دیتے ہیں کہ باپ نے مجھے بھیجا ہے (یوحنا باب ۵ آیت ۳۶)۔ مَیں آپ سے کچھ کر نہیں سکتا" (یوحنا باب ۵ آیت ۳۰) میں اسلیئے نہیں آیا کہ جہان پر حکم کروں (یوحنا باب ۱۲ آیت ۴۷)۔ اس نے کبھی یہ دعویٰ نہ کیا کہ وہ گناہوں کی شفاعت کریگا۔ یا خود ان کو معاف کریگا اس نے تو دُعا کی "اے باپ ان کو معاف کر کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ کیا کرتے ہیں" (لوقا باب ۲۳ آیت ۳۴) یہ تھے اُس کے آخری الفاظ۔ اُس نے صاف طور پر اقرار کیا کہ جو کچھ اُس پر وحی کیا گیا اسکے سوا اسکو کوئی اور علم غیب نہ تھا۔ مگر اس دن اور گھڑی کی بابت سوائے باپ کے نہ تو فرشتے جو آسمان پر ہیں اور نہ بیٹا کوئی نہیں جانتا ہے۔" (مرقس باب ۱۳ آیت ۳۲) اس کا خدا ضرور واحد تھا۔ فرمایا "وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے" (مرقس باب ۱۲ آیت ۲۹) اور اس سے بزرگ تر تھا۔ فرمایا۔ "کیونکہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے" (یوحنا باب ۱۴ آیت ۲۸)۔

ان تمام آیات انجیل سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ محض ایک نبی تھے جو یہودیوں کے مذہب کی اصلاح کرنے آئے تھے۔ نہ کہ ایک نیا مذہب قائم کرنے کیلئے۔ موجودہ عیسائی کلیسیا حضرت عیسیٰ کو ایک بالکل ہی اور مختلف شکل میں پیش کرتا ہے۔ اور موجودہ مذہب عیسائیت کا ڈھانچہ پولوس کی تحریروں کا نتیجہ ہے۔ موجودہ کلیسیا میں مسیح مندرجہ ذیل اشکال میں پیش کیا جاتا ہے۔ بڑا کاہن۔ کلام اللہ۔ خدا کا اوتار۔ خدائے ثانی۔ خدا کا اکلوتا بیٹا۔ خدا کے تخت پر ہمنشین۔ خدا در جسم انسانی۔ بدیہ بار رہنا نے سب سے بڑا بچانے والے جس نے گناہوں کی گٹھڑی اپنے کندھوں پر اُٹھالی۔ ایک کامل نمونہ جس کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ منصف

"شفاعت کنندہ" "زندگی کی خوراک یا سہارا"۔ ابدی زندگی دینے والا۔ ایک ایسی ہستی حضرت جس پر ایمان لانے کی وقعت خدا کے نزدیک مجسم نیکی سے زیادہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ ایک اہل بصیرت بڑی آسانی سے کہہ سکتا ہے کہ موجودہ کلیسیا جس کو مسیح کی طرف سونپا جاتا ہے اس کا بانی پولوس تھا نہ کہ مسیح۔ ٹالسٹائی مسیح اور سینٹ پال کی تعلیموں کو مطابقت نہ دے سکا اور اس عقدہ مشکل کا حل یوں کیا کہ سینٹ پال اور اسکی تعلیم کو رد کر دیا +

اس میں شک نہیں کہ مسیح صداقت کو کامل اور اکمل طور پر بیان نہ کر سکا ایک آدمی سینٹ پال کو روح القدس سے بھرپور خیال کرکے کہہ سکتا ہے کہ اس نے کامل طور پر صداقت کو بیان کیا۔ جیسا کہ تسکین دہندہ نے بموجب پیشگوئی حضرت مسیح کرنا تھا لیکن یہ صرف اس صورت میں ہو سکتا تھا جبکہ مسیح اور سینٹ پال کی تعلیموں میں کوئی بین فرق نمایاں نہ ہوتا۔ اور نیز اگر سینٹ پال کی وحی اور عقاید کا سراغ انسانی ذرائع تک نہ پہنچتا۔ مسئلہ کلام جو کہ یوحنا نے اپنی انجیل کے شروع میں بیان کیا ہے وہ تو یقیناً افلاطونی فلسفہ کا ایک مسئلہ تھا جس کو اسکندریہ فلسفہ نے بہت عروج دیا۔ جو کچھ سینٹ پال کے خطوط میں مسیح کی بابت لکھا ہے۔ وہ تو اس وقت کے عام فلسفہ دانوں کا پیشتر از وعظ پال تھا سینٹ پال نے مختلف فلسفہ دانوں کی پیچ در پیچ تعلیمات کو ایک نئی شکل دے کر مسیح کو اس شکل میں پیش کر دیا اور موجودہ کلیسیا بھی مسیح کو اس شکل میں مانتا ہے۔ جب سینٹ پال کے اپنے ہم مذہبوں یعنے عیسائیوں نے اسکی تعلیم کو رد کر دیا۔ تو اسکو مجبوراً عام آدمیوں کو جن کو یہودی شریعت کے سخت قوانین کی پابندی میں بڑی دقت پیش آتی تھی وعظ کرنا شروع کیا سینٹ پال نے اپنے عقائد منوانے میں سہولت پیدا کرنے کیلئے اس وقت کے رائج عقائد اور اپنے عقاید کو بڑی چالاکی سے ایکدوسرے کے مشابہ کرکے پیش کیا۔ "وہ جو کہ شریعت کے ماتحت ہیں۔ اُن کیلئے میں بحیثیت مطیع شریعت آیا ہوں۔ تاکہ ان کو اپنے ساتھ ملا لوں۔ اور وہ جو کہ شریعت سے باہر ہیں۔ ان کیلئے میں بحیثیت بیرون از شریعت آیا ہوں تاکہ ان کو بھی میں اپنے ساتھ ملا لوں (پہلا قرنتھیوں باب ۹ آیت ۲۰-۲۱) اسکی اپنی قوم ایک مسیح کی منتظر تھی جس نے داؤد علیہ السلام کی گمشدہ بادشاہت ان کو واپس دلانی تھی۔ اور کلام کی بابت فلسفہ دانوں کا جو خیال تھا وہ بھی یہودی قوم

اسکے بہت سے افراد کے دلوں کو لبھا رہا تھا سینٹ پال نے اِن دونوں باتوں کو جمع کر کے پیش کردیا۔ اور یہی موجودہ کلیسائے مسیحی ہے۔ مَیں یہاں پر چند اقوال فائلو کے جو کہ ایک مشہور و معروف یہودی فلاسفر تھا درج کردیتا ہوں۔ اور ان عالم اور فاضل اصحاب پر جنہوں نے مسیح کی بحث میں حصہ لیا اسبات کا فیصلہ چھوڑتا ہوں کہ درحقیقت کلیسیا کا بانی کون تھا۔ ان اقوال کو مَیں نے ڈاکٹر جان ڈینہم پارسن مصنّف ہمارا خدا اسو رچ سے لیا ہے +

"کلام جس سے دُنیا بنائی گئی تھی خدائے تعالےٰ کا اوتار ہے"۔ جس طرح وہ لوگ جو کہ سُورج پر نظر نہیں جما سکتے۔ اور اسکی عکسی شعاعوں کو سُورج خیال کر لیتے ہیں اسی طرح خدا کا اوتار یعنی اس کا کلام خود خدا تسلیم کیا جاتا ہے"۔ "بڑا پوجاری کون ہے خدا کا پلوٹھا بیٹا"۔ "اس کا کلام اس کا ترجمان ہے"۔ "پھر وہ بشکل انسان آیا"۔ "اس کا پلوٹھا بیٹا"۔ "چنانچہ کلام تمام فانی چیزوں کا پیرِدکار ہے"۔ "بحیثیت خدا کا اوتار ہونے کے اور تمام ذی فہم مخلوق میں پلوٹھا ہونے کے" "خدا کے ساتھ بغیر کسی حدّ فاصل کے ہمنشین ہے"۔ "ہم ایمان رکھتے ہیں کہ بڑے کاہن سے مُراد کلام ہے جو کہ بوجہ آسمانی ماں باپ رکھنے کے تمام ان گناہوں سے مُنزّہ ہے جو بالاارادہ یا بلاارادہ کیئے جاویں"۔ "خدا تعالےٰ کامل انتظام اور انصاف سے حکومت کرتا ہے اس نے اپنے پلوٹھے بیٹے یعنے کلام راست کو اپنے متبرک گلّے کی حفاظت کے لئے مقرر کیا ہے۔ جس طرح ایک طاقتور شہزادہ اپنے نائب مقرر کرتا ہے"۔ "یہ ہے روٹی یعنی وہ خوراک جو خدا نے انسان کی رُوح یعنی کلام کیلئے مُہیّا کی۔ خدا سب چیزوں کا سرچشمۂ اوّل ہے اور کلام اللہ نمبر دو"۔ "اسکے متبرک گلّے کا نگہبان گڈریا +

کیا عجیب بات ہے کہ ان دقیانوسی اقوال سے ہمارے کان نا آشنا معلوم نہیں ہوتے بلکہ جو کچھ ہم روزمرّہ گرجا میں سُنتے ہیں اُس سے بہت کچھ مشابہت رکھتے ہیں۔ اس مواصلت سے کیا یہ امر ثابت نہیں ہو جاتا کہ سینٹ پال کی تحریرات اور یوحنّا کی انجیل کے بعض حصّے فائلو اور اُسکے ہمعصر فلسفہ دانوں کے خیالات کی گونج ہیں۔ انہوں نے بھی اسیطرح کلام کو سرچشمۂ فیوض قرار دیا۔ اور اس قسم کے فقرے اکثر ان کی تقریروں میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً کلام۔ خدائی میں دوسرے درجہ پر کوان ہے۔ خدا کی شکل کے مطابق بنایا گیا۔ خدا کے داہنے ہاتھ پر مسند نشین معصوم انسان۔ بدی کی خوراک

اور ہمارا یہ خالق اور مخلوق کے مابین شفیع وغیرہ وغیرہ۔الغرض اگر ان تمام باتوں کا جو کلیسیائے مسیحی کے حقیقی بنیادی اصول ہیں ان کا سراغ فائلو اور دیگر فلاسفروں تک بوساطت سینٹ پال پہنچے اور ساتھ ہی مسیح کے الفاظ اسکی کسی طرح تائید نہ کرتے ہوں تو ہم ہرگز یہ تسلیم نہیں کرسکتے کہ کلیسا کی بنیاد وحی اور الہام پر ہے۔ اور ہم یہ بھی نہیں مان سکتے کہ موجودہ کلیسیا اس مسیح کے الفاظ کا نتیجہ ہے جو یہودیوں کا پیغمبر تھا۔ کیا مندرجہ ذیل دو قول ان باتوں کے عین مشابہ نہیں جو کہ ہم عموماً گرجاؤں کی منبروں سے سنتے ہیں جبکہ پادری صاحب اس مضمون پر وعظ کررہے ہوں کہ مسیح کا خون نجات اور روح انسانی کی قیمت اور تاوان ہے +

کون ایسا انسان ہے جو فہم رسا رکھتا ہو اور جب وہ عوام کے افعال قبیحہ کو دیکھے اور بآواز بلند خدا تعالےٰ سے جو کہ سب سے بڑا بچانے والا ہے یہ نہ کہہ اُٹھے کہ ہم کو اس گناہ کی گٹھڑی سے آزاد کرو۔ اور روح کی ایک قیمت اور تاوان مقرر کرکے اسکو حقیقی آزادی اسکو عطا فرمادو (دی کونفیوس لنگ باب اول آیت ۱۷۸) اس وجہ سے وہ ان تمام لوگوں کو جو کہ زندگی کی دوڑ میں کوشش کرنے کے قابل ہیں اُبھارتا ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے کلام کی طرف پورے زور سے رُخ کریں۔ کیونکہ وہی تمام عقل کا سرچشمہ ہے۔ اور جس کے متبرک چشمہ سے سیراب ہوکر وہ بجائے موت کے ابدی زندگی کا صلہ حاصل کرے گا۔
ڈی پروفیوجس باب اول آیت ۵۶۰ و ۳۱ +

(چارلس سلمان بیلیچ)

# ترجمۃ القرآن انگریزی کے متعلق ایک انگریز مصنف کی رائے

مسٹر الیس۔ ایچ لیڈر جو بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری انگلستان کو ترجمۃ القرآن انگریزی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

مجھے ترجمۃ القرآن کی ایک کاپی موصول ہوئی ہے اور میں بعجلت تمام آپ کو قرآن مجید کے ایسی پاکیزہ اور دیدہ زیب صورت میں نکلنے پر مبارکباد دیتا ہوں۔ اس کتاب کو تو محض ہاتھ میں لینا ہی ایک خاص لطف رکھتا ہے لیکن جب کہ ان خزائن علمیہ کی طرف توجہ کیجائے جو موجب ہدایت و نور ہیں۔ تو انسان کا قلب اس محنت کے لئے جس سے یہ کتاب تیار ہوئی ہے تشکر و امتنان سے لبریز ہو جاتا ہے میں اس سے خوش ہوں کہ قرآن مجید اب میری مادری زبان میں ہو گیا ہے۔ اور اسکی تفسیر ایک متقی علامہ مسلمان نے کی ہے۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ یہ تصنیف دنیا کی مذہبی زندگی میں ایک نیا دور شروع کردیگی۔ یہ تصنیف مشرق کے خزائن الہیات کو مغربی دنیا کے قریب لے آئیگی + قیمت۔ کپڑے کی جلد ۲۰ روپے + اعلےٰ درجہ۔ انڈیا پیپر مجلد چرم کی قیمت بلا محصول ڈاک [illegible]

ملنے کا پتہ۔ دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خلاصہ حساب آمد و خرچ بابت سنہ ۱۹۱۶ء از کتب منشی بلال نور احمد منیجر دفتر ووکنگ از جنوری سنہ ۱۹۱۶ء تا ۲۳ دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء و از یادداشت ملک عبد القیوم محاسب دفتر ووکنگ بابت آخری آٹھ یوم دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء و از کتب خواجہ عبد الغنی منیجر دفتر لاہور بابت سنہ ۱۹۱۶ء

# نقشہ آمد و خرچ بابت سال سنہ ۱۹۱۶ء

| آمد | پائی | آنہ | روپیہ | خرچ | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| امداد مشن در انگلستان ہمراہ نقشہ (ا) | ۰ | ۱۰ | ۱۶۲۶ | تنخواہ مینیجر ریلیجس مشن و دیگر عملہ مشن ووکنگ ہمراہ نقشہ (د) | ۰ | - | ۶۳۴۷ |
| امداد مشن در ہندوستان ہمراہ نقشہ (ب) | ۹ | ۹ | ۴۲۱۱ | اخراجات طبع اسلامک ریویو و محصول ڈاک در انگلستان (ہ) | ۰ | - | ۷۷۱۹ |
| آمد رسالہ اسلامک ریویو در انگلستان بمد قیمت | ۰ | ۲ | ۱۰۹۶ | اخراجات لنگر خانہ و دیگر اخراجات ووکنگ (و) | ۰ | ۱۲ | ۸۰۴۴ |
| آمد " " در ہندوستان " | | ۳ | ۶۷۸۵ | کرایہ جہاز تبدیلی عملہ (ز) | ۰ | ۶ | ۲۵۸۷ |
| آمد بغرض مفت تقسیم رسالہ و دیگر لٹریچر در ہند (ج) | ۰ | ۰ | ۱۳۵۰ | اخراجات دورہ خواجہ صاحب در ہند و دیگر ایجنٹان (ح) | ۰ | ۸ | ۶۳۵ |
| امداد خصوصی برائے مفت تقسیم رسالہ امداد مشن | ۰ | ۰ | ۶۰۰۰ | تیاری پارچات وغیرہ عملہ جو ولایت کو گیا | - | ۸ | ۱۲۱ |
| از عالیجناب ہز ہائینس میر حمید اللہ خان صاحب بہادر بحصول بابت مفت تقسیم رسالہ و دیگر لٹریچر بابت سال سنہ ۱۹۱۶ء ...... | ۰ | ۰ | ۶۰۰ | محصول ڈاک متعلقہ اسلامک ریویو وی پی وغیرہ در ہند | ۹ | ۷ | ۳۸۱ |
| | | | | سٹیشنری مع کاغذ بیرنگ مہر | ۹ | ۱۲ | ۷۸ |
| | | | | واپسی رقم جو آگئی جو غلطی سے ووکنگ فنڈ میں جمع ہوئیں درصل ووکنگ فنڈ کی نہ تھیں | ۰ | ۸ | ۸۳ |
| | | | | قرضہ حسنہ | ۹ | ۶ | ۶۰۰ |
| سفر خرچ از انجمن فرخ آباد | ۰ | ۰ | ۵۵ | قیمت اشیاء جو وقتاً فوقتاً ووکنگ کو ارسال ہوئیں مثلاً لحاف کمبل بستر وغیرہ | ۰ | ۷ | ۱۲۲ |
| قیمت کتاب ام الالسنہ و دیگر کتب بکڈپو | ۹ | ۱ | ۳۵۳ | متفرق در ہندوستان و انگلستان جس میں تھیلے دفتر کی الماریاں بھی شامل ہیں | ۰ | ۱۵ | ۱۲۰ |
| میزان کل | ۶ | ۱۰ | ۲۱۹۷۷ | میزان کل | ۳ | ۱۱ | ۲۴۸۶۸ |

| دستخط | دستخط | دستخط |
|---|---|---|
| خواجہ عبد الغنی صاحب منیجر دفتر لاہور | بلال نور احمد سابق محاسب ووکنگ | ملک عبد القیوم محاسب |
| | حال محاسب اسلامک ریویو دفتر لاہور | دفتر اسلامک ریویو ووکنگ |

# نقشہ الف

| تفصیل آمد امداد مشن در انگلستان | پنس | شلنگ | پونڈ | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|---|---|---|
| امداد مشن جو انگلستان میں وصول ہوئی ۔ .. .. .. .. | ۴ | ۴ | ۳۸ | | | |
| از گورنمنٹ وار آفس بابت دعوت مسلم سپاہیان جو عید کے موقع پر شامل نماز ہوئے ۔ .. .. .. .. | ۰ | ۰ | ۱۵ | - | - | - |
| از بورڈران بابت خوراک جو ووکنگ میں رہے .. .. .. | ۶ | ۹ | ۵۵ | | | |
| **کل میزان** | ۱۰ | ۸ | ۱۰۸ | - | ۱۰ | ۱۶۲۶ |

نوٹ ۔ میموریل ہوس ملحقہ مسجد ووکنگ میں علاوہ عملہ مشن کے بعض اور احباب بھی عارضی طور پر آکر وقتاً فوقتاً مسنونہ میعاد مہمانداری سے زیادہ عرصہ کیلئے رہتے ہیں ایسے احباب خرچ خوراک اپنا دیتے ہیں انہیں میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنے واپسی انگلستان پر اپنے آپ کو شامل کیا ہے +

العبـــــــــــــــد
بلال نور احمد و ملک عبدالقیوم محاسب ووکنگ

# نقشہ ب فہرست زر عطیہ و امداد ووکنگ مسلم مشن سنہ ۱۹۱۶ء

| | پائی | آنہ | روپیہ | | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| از شیخ صاحب منگرول .. .. | ۰ | ۰ | ۷۵۰ | از منافع رسالہ اشاعت اسلام | ۰ | ۰ | ۳۰۰ |
| اعانت از نواب صاحب ٹانبہ .. .. | ۰ | ۰ | ۲۰۰ | اعانت اہلیہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب مشنری ووکنگ معہ تحریک | ۰ | ۰ | ۱۰۰ |
| آمدنی فنڈ مسز ناٹڈو از دکن .. .. .. | ۳ | ۱ | ۹۰۰ | از نظام کلب دکن بار چہارم بہ تفصیل ذیل مولوی سید زین العابدین صاحب بلگرامی بار | ۰ | ۰ | ۱۵۸ |

نوٹ ۔ ریاست منگرول کا چندہ اعانت جو سپرد کردگی عالیجناب الامراتب شیخ صاحب منگرول وصول ہوا تیرہ سو روپیہ تھا ۔ جو حسب ایماء شیخ صاحب ذیل مدات معینہ میں تقسیم کردیا گیا مبلغ ۵۰ روپیہ امداد اغراض مشن درج نقشہ ۔ ۲۵ روپیہ مفت تقسیم رسالہ جو نقشہ ج میں اندراج ہوا ہے ۔ ۳۰۰ بمد طبع قرآن کریم جو کمیٹی ترجمۃ القرآن کریم نے ادا کیا گیا اس چندہ میں زیادہ رقم عالیجناب شیخ صاحب منگرول کی جیب خاص سے تھی ۔

۲ اسکی تفصیل جو انہوں نے دی وہ حسب ذیل ہے ۔ مبلغ ۵۲۱ از مسز ناٹڈو ۔ قیمت رسالہ اردو ۱۵ قیمت رسالہ اردو بصیغہ حالی ... مسجد کا چندہ ... کل ... انگریزی ... کل ... روپے اسمیں ... روپیہ جسمیں خرچ اشتہارات وغیرہ جو لیکچر ٹاؤن ہال پر خرچ ہوا ۔ اور چندہ ... انہوں نے بابت ... خرچ علیحدہ رکھے ... جس سے ... اور بقیہ فیس ... وغیرہ ہوگی ۔

| | |
|---|---|
| جناب مولوی فضل الرحمن صاحب بلگرامی ... | جناب صالح محمد صاحب ... صہ |
| جناب سید محمد حسن صاحب .. عیسہ | حاجی حبیب حاجی پیر محمد ۔ صہ |
| مولوی ابو محمد صاحب ... عسہ | حاجی آدم حسین صہ |
| مولوی خواجہ شجاعت اللہ صاحب عمہ | داؤد محمد ابل عاہ |
| بحث از بار سوم ... میزان ماہ | محمد اسمٰعیل عیسیٰ عاہ |
| جو بہ سکہ انگریزی ... ماہ | حافظ ابراہیم محمد ہہ |
| منی آرڈر ... ماہ | طیب عبد الغنی ہہ |
| نبس آرڈر ... ۱ | ولی محمد حاجی غنی ہہ |
| بہ قبضہ کاتب ... ۱ | آدم علی سنی ہہ |
| معرفت عالیجناب حاجی احمد صاحب | عبد الشکور یوسف ہہ |
| جائنٹ سکریٹری نظام کلب دکن بارنجم | احمد عبد الکریم اسمٰعیل ہہ |
| معرفت ایجنٹان دفتر بتفصیل ذیل | آدم ایوب کٹھا ہہ |
| چندہ نزاہمی در کاٹھیاواڑ ... | ولی محمد احمد لطیف ہہ |
| حاجی پیر محمد قاسم صاحب باٹوا ... عمہ | عبد الشکور ہاشم ہہ |
| حسین قاسم دادا ... عمہ | عیسیٰ عبد اللہ قاسم ہہ |
| خان مرتضیٰ خان جی ... عمہ | احمد حاجی تارا ہہ |
| خان سلطان محمد خاں ... عمہ | کریم حاجی احمد ہہ |
| آدم حاجی پیر محمد ... عمہ | طیب عثمان قاسم ہہ |
| محمد حاجی غنی ... عمہ | عبد الغنی عبد اللطیف ہہ |
| حاجی یوسف حبیب ... ۸ | عبد الرحمن کریم ہہ |
| حاجی عمر ابا ... ۸ | پیر محمد حبیب ہہ |
| حاجی آدم عبد اللطیف ... صہ | حاجی آدم حاجی احمد ہہ |
| حبیب احمد موسیٰ ... صہ | عبد الشکور عبد الکریم ہہ |
| * اسکی تفصیل اب تک موصول نہیں ہوئی + | |

* مندرجہ بالا رقم ایجنٹوں نے کاٹھیاواڑ (منگرول، باٹوا، کتیانہ، جوناگڈھ) کے علاقے سے فراہم کی اور مسٹر کتیانہ کے جانب امانت مسٹن ... خاص طور پر حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ...
[illegible]

[illegible]

| نام | روپیہ | آنہ | پائی |
| --- | --- | --- | --- |
| جناب دادر علی محمد حسین صاحب باٹوا | ۴ہ/ | | |
| " عبدالکریم محمد " " | ۴ہ/ | | |
| " عبدالسلیمان سنگہ " | ۴ہ/ | | |
| " محمد عثمان قاسم " " | ۴ہ/ | | |
| " ولی محمد حاجی دادا " " | ۴ہ/ | | |
| " شکور حاجی غنی " " | ۴ہ/ | | |
| " آدم کریم سورتی " " | ۸/ | | |
| " آدم حاجی کریم " " | ۸/ | | |
| " داؤد غیب " " | ۸/ | | |
| " آدم حسین " " | ۸/ | | |
| " آدم علی محمد " " | ۸/ | | |
| " شکور ہاشم " " | عہ/ | | |
| " ابراہیم عبدالغنی حبیب " | عہ/ | | |
| " داؤد حاجی غنی بھوسرا " | عہ/ | | |
| " حبیب حاجی طاہر محمد " " | عہ/ | | |
| " داؤد حاجی جینہ بار " | عہ/ | | |
| " حاجی حسین حاجی غنی " " | عہ/ | | |
| " حاجی غنی حاجی طیب " " | عہ/ | | |
| " حاجی پیر محمد موسی " " | عہ/ | | |
| " آدم جمال دادا " " | ۱۰/ | | |
| " علی سیٹھ صاحب موتی ڈونگر — کتیانہ کاٹھیاواڑ | صہ | | |
| حاجی محمد منصور صاحب پدیسی - کتیانہ | صہ | | |

| نام | روپیہ | آنہ | پائی |
| --- | --- | --- | --- |
| جناب حاجی جمال غنی صاحب نبدر وغیرہ - کتیانہ | عہ | | |
| " سیٹھ محمد علی صاحب آدمانی " | عہ | | |
| " سیٹھ ایوب حاجی ولی محمد صاحب " | عہ | | |
| " سیٹھ احمد اباکیا " " | عہ | | |
| " صالح محمد حاجی ولی " " | عہ | | |
| " حاجی موسی عیسی کپنی " " | عہ | | |
| " حاجی خان محمد صاحب شمار " | عہ | | |
| " آدم حاجی ولی محمد صاحب " | عہ | | |
| " غنی داؤد اسوانی صاحب " | عہ/ | | |
| " بابا رحمت اللہ صاحب سوانی " | ۸/ | | |
| " حاجی لطیف صاحب ... " | ۸/ | | |
| " حاجی ایوب جمال صاحب " | ۸/ | | |
| " ہاشم لطیف صاحب " | ۸/ | | |
| " حاجی بابا اکھانی صاحب ... " | ۸/ | | |
| " معرفت ماسٹر صاحب مدرسہ " | | | |
| " ولایت حسین لال میاں صاحب " | ۸/ | | |
| " قاسم بھائی علی محمد " " | ۸/ | | |
| " قادر بھائی ابراہیم " " | ۸/ | | |
| " حسین میاں حامد میاں " " | ۸/ | | |
| " غلام نبی غلام حیدر " " | ۴/ | | |
| " سید علی محمد میاں " " | ۴/ | | |
| " دیارام مکھن رام " " | ۴/ | | |
| " جمال حسن سراج دین " " | ۴/ | | |

| | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|
| جناب بیا شنکر جیا نند صاحب کتبانہ ہم/ | | | |
| ″ مولا بخش صاحب ″ ہم/ | | | |
| ″ تلسی داس ″ ″ ہم/ | | | |
| ″ علی بھائی محمد بھائی ″ ہم/ | | | |
| ″ بڈو کھوکھر ۔ ″ کتبیانہ صہ/ | | | |
| ″ حیات خان صاحب سرودنی صہ/ | | | |
| ″ ابوبکر حاجی فقیر محمد جاملاصب صہ/ | | | |
| ″ حاجی محمد صاحب کھانی عمہ/ | | | |
| ″ ابوبکر حاجی داؤد صاحب عہ/ | | | |
| ″ یوسف حاجی قاسم صاحب دراول کاٹھیاواڑ عسہ | | | |
| ″ معلوم الاسم ۔ مانا وڈ اسٹیٹ ۔ صہ | | | |
| ″ آغا عبدالرحمن خان صاحب بی اے سپرنٹنڈنٹ جوناگڈھ کالج عسہ | | | |
| ″ نواب سلطان محمد خان صاحب جوناگڈھ عسہ | | | |
| مندرجہ ذیل رقم صہ ۸ نوٹ جناب عبدالوہاب صاحب سوداگر صدر بازار دہلی فراہم ہوئیں بتفصیل ذیل | | | |
| ″ فخر الدین ۔ دہلی ۔ عہ/ | | | |
| ″ محمد فاروق صاحب ″ ″ عہ/ | | | |
| ″ عبدالعزیز ″ ″ ″ عہ/ | | | |
| ″ شفیع اللہ ″ ″ عہ/ | | | |
| ″ انعام الٰہی ″ ″ عہ/ | | | |
| ″ عبدالرحیم عبدالرشید عہ/ | | | |

| | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|
| جناب عبدالحق صاحب دہلی مہ/ | | | |
| ″ عبدالخالق ″ ″ عہ/ | | | |
| ″ عبدالوحی عبدالستار ″ مہ/ | | | |
| ″ شفیع اللہ محمد صدیق ″ ے/ | | | |
| ″ نور الدین صاحب ″ عہ/ | | | |
| ″ نور الٰہی محمد سلیمان ″ مہ/ | | | |
| ″ حاجی محبوب علی ″ ″ عہ/ | | | |
| ″ عبدالکریم ″ ″ عہ/ | | | |
| ″ محمود حق ″ ″ صہ/ | | | |
| ″ محمد احمد ″ ″ عہ/ | | | |
| ″ خلیل الرحمن ″ ″ ۶/ | | | |
| ″ نور حسن ″ ″ عہ/ | | | |
| ″ محمد اشفاق ″ ″ عہ/ | | | |
| ″ محمود حق ″ ″ عہ/ | | | |
| ″ نور دین ″ ″ عہ/ | | | |
| ″ محمد اسحق اللہ دیا ″ عمہ/ | | | |
| ″ محمد امین ″ ″ عہ/ | | | |
| ″ مبارک علی ″ ″ عہ/ | | | |
| ″ فیاض الدین حسینی ″ ″ عہ/ | | | |
| ″ عباد اللہ و احسان اللہ ″ عہ/ | | | |
| ″ حاجی میاں و جان محمد میاں ″ عہ/ | | | |
| ″ احمد دین و عبدالکریم ″ عہ/ | | | |
| ″ نور حسن و محمد شریف حسن ″ عہ/ | | | |

| نام | رقم | نام | رقم | باقی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|---|---|---|
| بابو کرم الٰہی صاحب دہلی | عہ/ | بابو فضل الٰہی و محبوب الٰہی صاحبان دہلی | عہ/ | | | |
| " عبد الظفر و محمد صدیق صاحب دہلی | عہ/ | " کرم الٰہی دلال کمپنی " " | عہ/ | | | |
| " عبد الغنی صاحب کلکتہ " | ۸/ | " محمد بخش گلکٹ والا " | ۸/ | | | |
| " محمد ابراہیم صاحب " | ۸/ | " محمد صدیق و محمد حسن صاحب " | ۸/ | | | |
| " محمد اسحاق " " | عہ/ | " ابو الحسن " " | عہ/ | | | |
| " شہاب الدین " " | عہ/ | " نور الدین " " | عہ/ | | | |
| " حاجی عبد الرزاق " " | عہ/ | " عبد السلام " " | ۸/ | | | |
| " محمد اسحاق " " | عہ/ | " محمد صادق " " | ۸/ | | | |
| " محمد اسحاق " " | ۸/ | " عبد القادر [illegible] | عہ/ | | | |
| " منشی محمد صدیق " " | عہ/ | " محمد شفیع " " | ۸/ | | | |
| " [illegible] " " | ۸/ | " عبد العزیز [illegible] | ۸/ | | | |
| " [illegible] محمد خان " | عہ/ | " عبد العزیز محمد [illegible] | ۸/ | | | |
| " رفیع الدین " " | عہ/ | " محمد حسن " " | ۸/ | | | |
| " محمد رفیع " " | عہ/ | " محمد [illegible] " | ۸/ | | | |
| " محمد یعقوب " " | ۸/ | " حاجی احسان اللہ " " | ۸/ | | | |
| " محمد ابراہیم " " | عہ/ | " سراج الدین " " | ۸/ | | | |
| " محمد صدیق " " | ۸/ | " محمد اسمٰعیل " " | عہ/ | | | |
| " محمد حسن " " | عہ/ | " نور الٰہی " " | ۸/ | | | |
| " ذکاء اللہ " " | عہ/ | " اسمٰعیل و ابراہیم " " | ۸/ | | | |
| " عبد الرزاق " " | عہ/ | " محمد رفیع " " | عہ/ | | | |
| " عبد الرحمٰن " " | عہ/ | " محمد صدیق الدین " " | عہ/ | | | |
| " محمد شفیع " " | عہ/ | " عبد الحق " " | عہ/ | | | |
| " عبد الغنی " " | عہ/ | " محمد امین " " | عہ/ | | | |

| نام | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|
| [illegible] بخش الٰہی صاحب دہلی [illegible] | | | |
| [illegible] عبدالرحمن [illegible] | | | |
| [illegible] محمد [illegible] | | | |
| محمد احمد و محمد سعید [illegible] دہلی [illegible] | | | |
| [illegible] جی [illegible] دہلی [illegible] | | | |
| [illegible] اللہ [illegible] | | | |
| [illegible] | | | |
| محمد [illegible] و عبد [illegible] | | | |
| [illegible] | | | |
| [illegible] | | | |
| [illegible] | | | |
| از منگرول از طرف جناب حاجی یار محمد اللہ صاحب | | | |
| یوسف [illegible] صاحب منگرول [illegible] | | | |
| [illegible] | | | |
| [illegible] | | | |
| نور محمد [illegible] | | | |
| حاجی نور [illegible] محمد [illegible] | | | |
| احمد عبد الکریم [illegible] | | | |
| [illegible] حاجی [illegible] | | | |
| [illegible] اللہ [illegible] | | | |
| ابراہیم یوسف [illegible] | | | |
| [illegible] علی [illegible] | | | |
| کریم [illegible] علی [illegible] | | | |
| حاجی اسمٰعیل [illegible] | | | |

| نام | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|
| جناب عبداللطیف صاحب منگرول [illegible] | | | |
| قاسم غنی [illegible] | | | |
| ابراہیم قاسم [illegible] | | | |
| موسیٰ [illegible] [illegible] | | | |
| اسمٰعیل [illegible] [illegible] | | | |
| [illegible] علی صالح [illegible] | | | |
| کریم [illegible] [illegible] | | | |
| حبیب [illegible] [illegible] | | | |
| غنی موسیٰ [illegible] | | | |
| ہاشم علی [illegible] | | | |
| کریم نور محمد [illegible] | | | |
| یوسف [illegible] [illegible] | | | |
| [illegible] سلیمان [illegible] | | | |
| [illegible] سلیمان [illegible] | | | |
| اسمٰعیل سلیمان [illegible] | | | |
| [illegible] علی [illegible] | | | |
| حاجی اسحٰق [illegible] | | | |
| یوسف عمر [illegible] | | | |
| کریم موسیٰ [illegible] | | | |
| محمد [illegible] [illegible] | | | |
| عثمان غنی [illegible] | | | |
| کریم اسمٰعیل [illegible] | | | |
| کریم نور محمد [illegible] | | | |

| تفصیل | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|
| جناب جمعدا باجی صاحب منگاول ۶/ | | | |
| " عثمان ملا " " ۴/ | | | |
| " کریم خان " " ۶/ | | | |
| " محمد حبیب " " ۸/ | | | |
| " غنی سبب " " ۱۰/ | | | |
| " یوسف سلیمان " " ۴/ | | | |
| " اسمعیل صالح " " ۸/ | | | |
| " محمد حاجی ابراہیم " " ۱۰/ | | | |
| " عبد اللہ محمد " " ۸/ | | | |
| " محمد حاجی نور محمد " " ۴/ | | | |
| " عمر لطیف حاجی " " ۸/ | | | |
| " ابراہیم کنتنو والا " " ۸/ | | | |
| " بائی عائشہ بیبی صاحبہ " ۴/ | | | |
| " بائی حنیفہ صاحبہ " ۱۰/ | | | |
| " یوسف حاجی سلیمان صاحب " ۱۰/ | | | |
| " حاجی محمد صاحب " ۴/ | | | |

| تفصیل | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|
| چندہ مفت تقسیم رسالہ از جملہ مسلمین ہندوستان بہ تفصیل ذیل - - - | ۰ | ۰ | ۵۵ |
| جناب عبد المتین صاحب قائم گنج ۱۰/ | | | ایک عدد رسالہ مفت |
| " معین الدین " " ۵ | | | ۲ عدد رسالہ مفت |
| " معدوم الاسم " : ۱۰/ | | | ۱ عدد رسالہ مفت |
| " محمد عبد الحافظ " " ۱۰/ | | | ۱ عدد رسالہ مفت |
| " عبد الحق " " ۱۰/ | | | ۱ عدد رسالہ مفت |
| " فضل امام " " ۵ | | | ۲ عدد رسالہ مفت |
| " حبیب علی شاہ صاحب ۵ | | | ۲ عدد رسالہ مفت |
| جناب اہلیہ صاحبہ شیخ نور احمد صاحب وکیل ایبٹ آباد ۱۰/ | | | یک عدد رسالہ مفت |
| قیمت اخبار از جملہ مسلمین ہندوستان بہ تفصیل ذیل | ۰ | ۹ | ۹۶۹ |
| جناب خواجہ عبد المجید صاحب علیگڑھ ۵ | | | |
| معرفت جناب کرم الٰہی صاحب اسسٹنٹ سرجن نوشہرہ از طرف مسلمانان نوشہرہ ۱/۵ | | | |
| جناب سید غلام مصطفٰی صاحب وکیل علیگڑھ ۱۲/ | | | |
| جناب فضل الٰہی صاحب معرفت کامل صاحب ۸/ | | | |
| " فضل کریم " " ۴/ | | | |
| جناب کامل صاحب کی معرفت بابت قیمت کتب للعوام ۸/ | | | |
| جناب محمد شریف محمد اسمعیل باتھن شاہ شد ۵ | | | |
| " سید غوث صاحب کرگ ۱۰/ | | | برائے مفت تقسیم رسالہ |
| " عبد العزیز " میسور ۱۰/ | | | " " |

جناب میر کمال الدین صاحب میسور صہ ر
" میر حسن صاحب ٹمکور عہ
" مشتاق احمد صاحب گجرات صہ ر
" سلطان خان صاحب خانصاحب سیالکوٹی ۱۲ ر
" ڈاکٹر غلام محمد صاحب ۔ وخشہو زکوٰۃ ۴ ر
" شیخ ظہیر الدین صاحب جموں ۱۵ ر
امانت معرفت جناب پیر محمد صاحب نینی تال ۔ سفیر دفتر انجمن کاری چندہ فراہم شدہ ۱۲ ر
جناب سید فضل الرحمن صاحب کانپور ۔ عطیہ ۱۲ ر
" میر صاحب علی صاحب بابت دو گنگ ۶ صہ ر
" سید ناظر الحسن صاحب بستی خلیل آباد عہ
جناب نور جہاں بیگم صاحبہ معرفت منہاج الدین صاحب انجنیر مظفر گڈھ ۹ ر
جناب حافظ سیف اللہ خانصاحب برلٹن کینٹ کابل عہ
چندہ برہمکاری معرفت جناب پیر محمد خانصاحب سفیر دفتر ہذا ۔ نینی تال
جناب شیخ عبد الرشید صاحب رئیس الہ آباد عہ

جناب حبیب اللہ صاحب دہلوی ۲۰
ولیسی قرض حسنہ
جناب خانصاحب بہنہ کانشیبل اول ونگی گورد صہ ر
معرفت جناب پیر محمد صاحب نینی تال سفیر دفتر ہذا صہ
معلوم الاسم ۳ ر
جناب نصیر الدین صاحب رام بن جموں ۱۵ ر
جناب عبد الصمد صاحب صہ ر
جناب محمد رشید احمد صاحب بلند شہر ۱۰
" محمد عزیز الدین صاحب ترچنا پلی
" حکیم رافت اللہ صاحب گورکھپور ۳۰
" نصیر الدین صاحب رام بن جموں ۱۵ ر
" سید محمد حسین صاحب میر ضلع مظفر گڑھ عہ
جناب مولوی سعد الدین صاحب بلندن حضرت شیخ صاحب ۔ وزیر کوٹ ۔ ۔ شیخ صاحب مع کرامات ۱۲۵
جناب محمد سلیم خانصاحب مردان خیل ۱۱ ر
چندہ معرفت حضرت خواجہ کمال الدین صاحب از مختلف اشخاص ۱۵ ر
جناب شیخ عبد الرحمن صاحب ۔ ۔ ۔ ۶۰

دستخط
خواجہ عبد الغنی محاسب لاہور

## نقشہ ج

| روپیہ | آنہ | پائی | تفصیل |
| --- | --- | --- | --- |
| ۲۵۰ | ۰ | ۰ | ۱ از شیخ صاحب منگرول |
| ۱۰۰۰ | ۰ | ۰ | ۲ از کراچی |
| ۱۲۵۰ | ۰ | ۰ | میزان |

۱ کل جلد جو منگرول سے موصول ہوئی وہ مبلغ ۱۳۰۰ روپیہ تھی جس میں ۲۵۰ روپیہ اس میں اور ۵۰ روپیہ نقشہ الف میں باقی ۱۰۰۰ روپیہ جو قرآن کریم کی ۔ ۔ ۔ وہ کمیٹی ترجمہ قرآن کریم کے حوالہ کیا گیا ۔
۲ کراچی سے جناب سیٹھ عبد اللہ ہارون صاحب و جناب سیٹھ صالح محمد صاحب و جناب عبد الرحیم خانصاحب و جناب غلام علی صاحب نے پانچ پانچ صد روپیہ مرحمت فرمایا ۔ ۔ ۔

# نقشہ د

| | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|
| ایڈیٹوریل سٹاف - - - - - - - - - - | ٠ | ٠ | ۴۹۷۵ |
| دیگر عملہ ووکنگ و لاہور - - - - - - - | ٠ | ٠ | ۱۳۹۸ |
| میزان کل - | ٠ | ٠ | ۶۳۷۳ |

یہ رقوم جو دولاہور میں دا ہوئیں ہیں کے علاوہ ووکنگ کا عملہ اپنے باورچی مکان کیلئے چار درمن وغیرہ ہے جو نقشہ ا و میں درج ہے ۔

دستخط
عبدالقیوم عبدالغنی

# نقشہ ہ

تفصیل اخراجات طبع رسالہ اسلامک ریویو و بلاک تصاویر در انگلستان ۔

| | پینس | شلنگ | پونڈ | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|---|---|---|
| بابت اجرت طبع رسالہ اسلامک ریویو - - - - - - | ۳ | ۷ | ۳۱۷ | | | |
| بلاک تصاویر - - - - - - - | ۸ | ۱۰ | ۱۷ | | | |
| محصول ڈاک - - - - - - - | ۱۰ | ۴ | ۱۴۳ | | | |
| سائر خرچ - - - - - - - - | ۸ | ۱۸ | ۱ | | | |
| اجرت نامہ نگاران رسالہ - - - - - - | ۷ | ۱۰ | ۳۴ | | | |
| میزان | | ۱۲ | ۵۱۴ | ٠ | - | ۷۷۱۹ |

دستخط - بلال نور احمد محاسب ووکنگ حال محاسب دفتر لاہور

# نقشہ و

خلاصہ حساب خرچ در سال سنہ ۱۹۱۶ء - از کتب دفتر مرتبہ شیخ بلال نور احمد بلال محاسب ووکنگ

| | پینس | شلنگ | پونڈ | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|---|---|---|
| خوراک مہمانان علاوہ اخراجات عیدین | ۶ | ۱۹ | ۱۱۹ | | | |
| خوراک بورڈران و خوراک عملہ | ½۴ | ۸ | ۱۷۳ | | | |

یہ خرچ ۱۹۱۶ء سے ... متعلقہ مادر مہمانان و صفائی مکان وغیرہ بجز کل عملہ کا خرچ خوراک ان کے ذریعے ان کا عوض الاؤنس اور تنخواہ میں کر دیا گیا
مک عبدالقیوم محاسب ووکنگ

| | پنس | شلنگ | پونڈ | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|---|---|---|
| دوکل اشتہارات بغرض لیکچر و سرمن | ٦ | ١٧ | ١ | | | |
| روشنی بجلی مسجد و آتشدان بغرض گرم کرنے مسجد ووکنگ | ٨ | ١٨ | ١٥ | | | |
| روشنی بجلی و آتشدان و دیگر ضروریات مکان میموریل ہاؤس محقہ مسجد ووکنگ | ٤ | ٦ | ٢٩ | | | |
| کرایہ ریلوے بغرض عمود دیگر مقامات برائے لیکچر | ١٠½ | ٤ | ٢٣ | | | |
| سالانہ خرچ مشن ووکنگ | ٨ | ٨ | ٣ | | | |
| مولفۃ القلوب | ٦ | ٤ | ٣٩ | | | |
| خرچ عیدین و کرسمس | ٨ | ١٦ | ٢٧ | | | |
| قیمت کتب برائے کتب خانہ | ٣ | ١١ | ٢ | | | |
| تنخواہ عملہ اوسنے باورچی وغیرہ | ٤ | ٦ | ٣٠ | | | |
| ملک عبد القیوم صاحب تنخواہ علے الحساب | ٠ | ٠ | ٥٠ | | | |
| مولوی صدر الدین صاحب و بلال نور احمد صاحب خرچ سفر | ٢ | ١٦ | ٢١ | | | |
| بقیہ فہرست شیخ بلال نور احمد خرچ مشن بذریعہ ملک عبد القیوم صاحب آخر آٹھ یوم اول دسمبر ١٩١٦ء | ٦ | ٧ | ٨ | | | |
| میزان | ٤ | ٦ | ٥٣٦ | ٠ | ١٢ | ٨٠٤٣ |

دستخط۔ بلال نور احمد نومسلم دفتر ووکنگ حال محاسب لاہور

## نقشہ ن

کرایہ ریلوے و جہاز برائے تبدیلی عملہ مابین لاہور و ووکنگ۔

| | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|
| ملک عبد القیوم صاحب از لاہور تا ووکنگ سیکنڈ کلاس و عیالدار کرایہ جہاز درجہ سوم و دیگر اخراجات | ٠ | ٠ | ٩٩٠ |
| خواجہ کمال الدین صاحب۔ کرایہ جہاز و ریلوے از لاہور تا ووکنگ | ٠ | ٠ | ٧٢٠ |
| مبلغ [illegible] حضرت مولوی صدر الدین صاحب و شیخ بلال نور احمد صاحب کرایہ جہاز و ریلوے۔ [illegible] کی صدر الدین صاحب کا کرایہ جہاز جو ماہ ستمبر میں بمبئی پہلے ادا ہو چکا تھا شامل ہے | ٠ | ٦ | ٨٧٧ |
| میزان | | ٦ | ١٥٨٧ |

دستخط خواجہ عبد الغنی — دستخط۔ ملک عبد القیوم

## نقشہ ح

| | | | |
|---|---|---|---|
| سفر خرچ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب در ہندوستان (کراچی ـ علیگڑھ ـ بھوپال منگرول وغیرہ وغیرہ ۔ .. .. .. .. .. | ۰ | ۰ | ۳۸۰ |
| ۳ تنخواہ ایکٹنلان بوجہ سفر خرچ . . . . . . . | ۰ | ۸ | ۲۵۵ |
| میزان | ۰ | ۸ | ۶۳۵ |

دستخط ـ خواجہ عبد الغنی محاسب دفتر لاہور

# قرآن کریم نے کس طرح تعلیم اور علم طبیعی کو ایک نئی وسعت عطا فرمائی

ازقلم سید احسان البکری

(یہ مضمون نیو لائیف سمر سکول کے ممبران کے سامنے زیر صدارت جناب ڈاکٹر او ـ لیی ٹلر صاحب پی ایچ ڈی پڑھا گیا) +

ہمیشہ سے تاریخ دالوں کیلئے یہ ایک بڑا دلچسپ مضمون رہا ہے کہ وہ اُن وجوہات کی پڑتال کریں جنکی وجہ سے علم اور تعلیم کو ایک نمایاں ترقی عین اُس وقت ہوئی جب اسلام دُنیا میں آیا۔ جو کچھ اہل یورپ نے اہل یونان یا روما سے حاصل کیا تھا وہ تو عیسائی معبدوں کے پوشیدہ ترین کونوں میں مخفی تھا ـ اس وقت علم حاصل کرنا ایک گناہ کبیرہ سمجھا جاتا تھا ـ چاروں طرف جہالت ہر قوم کا خاصہ ہو گیا تھا ـ اور جو کچھ اُن کے آباؤ اجداد نے علم کی مختلف فروع کی بابت چھوڑا تھا وہ سب کا سب بہ نسیان میں غرق ہو چکا تھا جہالت اور گمراہی کے بادل چاروں طرف محیط تھے خصوصاً عرب میں جہاں کہ ظلمت اور ضلالت سب سے زیادہ تھی ـ اہل عرب اُمیوں کے لقب سے مشہور تھے یعنی وہ قوم جو کامل طور پر اَن پڑھ تھی ـ ان حالات کے ماتحت کیا یہ ایک معجزہ نہیں کہ پیغمبر خدا کی بعثت ایک ایسے لوگوں میں ہو جو دُنیا میں سب سے زیادہ جاہل ہوں اور وہ ان کو اپنے بہترین اصول ہائے معاشرت سکھا کر علم و فضل میں سب قوموں سے آگے بڑھا دے۔ اسلام کی ابتدا کے چند ہی سال بعد عرب لوگ اس وقت کی معلومہ دُنیا کیلئے علم و تدریس کی مشعل بردار بن گئے +

حقیقت تو یہ ہے کہ موجودہ طریق تعلیم اور قبل از اسلام طرز تدریس میں اسلام ایک عظیم الشان حد فاصل ہے زمانہ قدیم کے لوگ صرف لفظی اور خیالی بحثوں میں حصہ لیتے تھے ـ اور اپنے اوقات کو ایسے مسئلوں

بے صرف کر دیتے تھے جن کا کوئی اثر عملی زندگی پر نہ ہوتا تھا۔ عالم فاضل کا خطاب ان راہبوں اور پجاریوں کو دیا جاتا تھا جو اپنی عمر کا بیشتر حصہ ایک معبد یا استھان یا مندر کی چار دیواری کے اندر گذار دیتے تھے۔ اسلام جب دُنیا میں آیا تو اس نے تمام کائنات کو ایک مطالعہ کا منظر اور دُنیا کو ایک درسگاہ قرار دیا۔ اور کیا یہ ایک مسلمہ امر نہیں ہے کہ باوجود اسباب کے کہ اس وقت منطق فلسفہ شاعری اور دیگر مضامین کا چرچا تو کثرت سے تھا لیکن ہم کو یہ پتہ بالکل نہیں چلتا کہ اسلام کی بعثت سے پہلے بھی کسی نے کوئی باقاعدہ کوشش ان معلومات بڑھانے کیلئے کی جن کو آج کل علوم جدید کہا جاتا ہے۔ اسلام کے پیروں نے نہ صرف علم کی ان سب فروع کو وسعت و ترقی دی بلکہ علوم میں بھی ایک قابل قدر اضافہ کیا۔ یہ مسلمانوں ہی کا کام تھا کہ انہوں نے پُرانی یونانی تصانیف کو جو کہ صفحہ ہستی سے نابود ہو چکی تھیں ان میں دوبارہ زندگی کی رُوح پھونک دی۔ یہ زبان عربی ہی کی بدولت تھا کہ یورپ کو بھی ٹولومی (جو ایک بہت بڑا مہندس گذرا ہے) کی تصانیف کا ترجمہ لاطینی زبان میں میسر ہوا۔ اور علم ہندسہ کا بھی یہی حال ہے۔ ارسطو کی تصانیف کا علم جو یورپ کو ملا تو اہل عرب کی بدولت ملا۔ کیونکہ انہوں نے اسکی حفاظت کی۔ اور اسکے اس اصول کی پیروی بھی کہ حالات کو عملی طور پر پرکھنا چاہیئے عربوں نے تو الگزینڈرین سکول فلسفہ کی عملی تعلیم کو مان لیا۔ اور اس وقت کے عیسائیوں نے افلاطون اور ایتھنین سکول فلسفہ کی تعلیم کو وسعت اور مدد دی کیونکہ انکے اصول بھی انسان کو آزادانہ رائے کیطرف مائل نہ کرتے تھے۔ ہم یہ دعویٰ بھی کر سکتے ہیں۔ کہ فصاحت اور بلاغت کی ابتدا بھی عرب ہی سے ہوئی اور مسلمانوں کے وسیلہ سے اہل یورپ کے ہاتھ لگی۔ مسلمانوں نے رُوحانی دولت کے تین خزانے کھولدیئے اوّل فلسفہ جس کو یونانیوں کے غرور نے بدنام اور اہل روما کی گندی عادات نے بالکل بیجان کر دیا تھا۔ دوم علم حساب اور اسکے فروع۔ سوم علم قدرت و تجربہ جس کی قدر نہ تو یونانیوں نے کی اور نہ اہل روما نے۔ لیکن جو ایک مشرقی عالم تھا اس نے اپنا فلسفہ عربوں سے سیکھا۔ پوپ سلوسٹر ثانی جس کو اس وقت کے جاہل اہل یورپ بوجہ ان کے علم کے ساحر قرار دیتے تھے۔ اس نے مسلم کالجوں میں تعلیم پائی تھی۔ یہ امر تو اب مسلم ہے کہ علم کیمیا کے موجد اہل عرب ہی ہیں جیسا کہ خود اس لفظ سے ظاہر ہے۔ علاج معالجہ اور دوائی کے استعمال کو مسلمانوں نے بہت توسیع دی۔ مسلم ممالک کے تمام بڑے بڑے شہروں میں ہسپتال دوا خانے بمعہ قابل دائیوں کے اور لائق حکیموں کے پائے جاتے

تھے سپین میں ایک جانوروں کے ہسپتال کی بنیاد رکھی گئی۔ اہل یورپ جب بیمار ہو جاتے تو کسی ولی یا بزرگ کے مزار پر شفا حاصل کرنے کیلئے جاتے لیکن ایک مسلم اپنے علاج کیلئے ہسپتال جایا کرتا تھا۔ صرف بغداد میں ہی ۸۶۰ سند یافتہ معالج تھے۔ علم نجوم۔ علم ہندسہ اور علم نباتات اور علم العمارت ان سب علوم کی تاریخیں اس عظیم الشان کام کی زندہ شہادتیں ہیں جو کہ مسلمانوں نے کئے کاشتکاری میں جو ترقی اور اصلاحیں ہوئیں وہ بھی پہلے پہل کے مسلمانوں کی جدوجہد کا نتیجہ تھیں۔ جیسا کہ سپین میں ان کی آبپاشی کے انتظام کے نشانات صاف طور پر بتلا رہے ہیں مصر میں مسلمان خلیفوں کے ماتحت آج کل کی قابل زراعت زمین سے پانچ گنہ زیادہ زمین قابل زراعت تھی۔ مسلمانوں ہی نے روئی کا پودہ یورپ میں پہلے پہل لگایا۔ اور اسی طرح گنا بھی لگایا۔ جو کہ بعد ازاں جزائر مشرقی تک پہنچ گیا۔ ریشم و سوت کا تننا۔ چھینٹ کا چھاپنا۔ کپڑوں اور دیگر اشیاء کا رنگنا۔ شیشے کا تیار کرنا۔ یہ سب ان بہت سی دستکاریوں میں سے چند ہیں جن کو مسلمانوں نے کمال تک پہنچایا۔ پہلے پہل کے مسلمانوں نے ہوا میں پرواز کی کوشش بھی کی۔ اور عبد القاسم نشبنیے کا موجد اس پرواز میں عملی طور پر کامیاب ہوا لیکن بد قسمتی سے نیچے گر پڑا اور مر گیا۔ یہ تو میرے مضمون کے حدود سے باہر ہے کہ میں ان تمام علوم کو بالتفصیل بیان کروں جس کی وسعت اور ترقی میں اسلام نے بہت بڑا حصہ لیا۔ میرے خیال میں میرا اتنا کہنا کافی ہوگا۔ کہ اسلام نے دیگر مذاہب سے بہت بڑھ چڑھ کر علم و تعلیم کی وسعت میں کوشش کی +

ایک مسلمان کیلئے علم اور تعلیم ایک مذہبی فرض ہے ہر ایک مسلم مرد اور عورت پر تعلیم حاصل کرنا فرض ہے میں یہ بات بھی آپ کے ذہن نشین کرا دینی چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کی ساری علمی ترقی کا راز سوائے قرآن شریف کے اور کچھ نہیں میں صرف دو ذیل آیات قرآن شریف سے نقل کر دیتا ہوں (اگرچہ اس قسم کی آیات سے قرآن شریف بھرا پڑا ہے) جن سے نہ صرف یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ جاویگی کہ مسلمانوں کے دلوں کو کس طرح تعلیم حاصل کرنے کیلئے تحریص دلائی گئی ہے۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہو جاویگا کہ کس طریقے سے اسکو تعلیم حاصل کرنی چاہئے۔ فرمایا۔ ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنہار لآیت اولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا

علیٰ جنوبھم و یتفکرون فی خلق السمٰوات والارض ۔ ربنا ما خلقت ھذا باطلا ۔ سبحٰنک فقنا عذاب النار (سورہ ۳ آیت ۱۸۹ - ۱۹۰) آسمانوں اور زمین کی بناوٹ میں اور دن رات کے ردوبدل میں عقلمندوں کیلئے نشانیاں ہیں ۔ جو کھڑے بیٹھے اور پڑے خدا کو یاد کرتے ہیں ۔ اور آسمان و زمین کی ساخت میں غور کرتے ہیں (کہتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے اسکو بیفائدہ تو بنایا نہیں کیا ۔ تو پاک ہے ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچائیو +

بیشتر اس کے میں مندرجہ بالا آیات پر کوئی بحث کروں میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ اسبات کو ضرور مدنظر رکھیں لفظ اولوالباب کے معنے ذی فہم انسان ہیں ۔ اور یہ ایک بہترین مسلم کی لازمی اور ضروری صفت ہے ۔ اور لفظ سمٰوات والارض (آسمانوں و زمین) سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جو کہ آسمان اور زمین میں پائی جاتی ہیں +

اب تو آپ صاحبان پر واضح ہو گیا ہوگا ۔ کہ قرآن کے رو سے ایک اچھے اور نیکوکار مسلم کیلئے ضروری ہے کہ وہ دنیا کی ہر چیز کی خلقت پر غور و خوض کرے ۔ اس نیت سے کہ وہ کوئی خوشمند نتائج اس سے اخذ کرے جیسا کہ مندرجہ بالا آیات کے آخری حصہ سے ثابت ہے فرمایا ۔ تو نے یہ (دنیا) بیفائدہ تو نہیں بنائی ۔ اور اس سوال کے پہلے لفظ ربنا رکھا ہے ۔ عربی لفظ رب کا ترجمہ عموماً انگریزی میں Lord یعنی مالک کیا گیا ہے لیکن در اصل اس کے اندر بہت سی ایسی باتیں ہیں جو لفظ مالک یا لارڈ میں نہیں ۔ اسکے اندر خالق ۔ پرورش کنندہ اور ترقی دہندہ صفات آجاتی ہیں یعنی ایک ایسی ہستی جو نہ صرف پیدا کرے بلکہ مخلوق کی تربیت اس حد تک کرے ۔ کہ اسکی تمام فطرتی قابلتیں ان سے کمال تک پہنچ جاویں ۔ ایک مسلم کا قرآنی تعلیم کے ماتحت اس دنیا پر غور کرنے سے یہ مطلب ہے کہ جب کبھی وہ ان لوازم میں کوئی چیز دیکھے تو اسکو غور کرنا چاہئے کہ وہ چیز ضرور کسی ایسی غرض کیلئے پیدا کی گئی ہے جو کسی نہ کسی رنگ میں اسکی تربیت اور ترقی سے وابستہ ہے ۔ اور وہ غرض کیا ہے ۔ اب اگر اس قسم کی تحقیق ہر ایک مسلم کا سب سے اہم فرض ہے تو آپ صاحبان اس سے معلوم کر سکتے ہیں ۔ کہ قرآن نے اپنے پیروں کو تعلیم حاصل کرنے کا کیا طریقہ سکھایا ہے ۔ قرآن تو یہ بات ان کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہے کہ تمام کائنات کو اپنی درسگاہ بناؤ اور ہر ذرہ قدرت کو اپنی کتاب سمجھو ۔ زیر بحث آیات کے حصے کے ماتحت تو یہ لازم

آگاہ ہے کہ ہم اپنی رُوحانی ترقی کا خوب خیال رکھیں لیکن پچھلے حصے میں یہ فرمایا۔ کہ اپنی جسمانی فطرت اور ان تمام اشیاء پر جو ہمارے فائدے کیلئے بنائی گئی ہیں ان پر بھی غور و خوض کرنا چاہیئے۔ اِس طرح پر اسلام کے خادموں میں رُوحانی قوانین اور جسمانی تعلیم دونوں پہلو بہ پہلو ترقی کرتے ہیں۔ اور اس امر کو مدنظر رکھنے سے اُس ترقی کا راز جو اوائل کے مسلمانوں کے ذریعہ سے علم طبیعی و علم مادہ کو ہوئی بالکل کھل جاتا ہے +

قرآن شریف مسلمانوں کو بار بار ان تاریخی وجوہات اور ذرائع پر غور کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے جو مختلف اقوام کے زوال کا باعث ہوئے۔ فرمایا۔ اُن سے کہدو کہ دُنیا کے چاروں کونے چھان ماریں اور دیکھیں کہ مجرموں کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اور وہ جو خدا کی شریعت کی پرواہ نہیں کرتے ان سے کیا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ اِس طرح ہر ایک مسلم کو اپنے پیشروؤں سے عبرت حاصل کرنا اور خدا کے قانون کی مخالفت نہ کرنا سکھایا گیا ہے۔ قرآنی اصطلاح میں الہامی قوانین سے اکثر قوانین قدرت مراد لیجاتی ہے۔ اور جب تک ایک انسان قوانینِ قدرت کا کافی اور شافی طور پر علم نہ رکھتا ہو تو وہ کس طرح ان کی مخالفت سے اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن شریف اپنے پڑھنے والوں کی توجہ اس طرف مبذول کرتا ہے کہ وہ یہ معلوم کریں کہ ان سے پہلے لوگ کن وجوہ کے ماتحت رنج و محن میں گرفتار ہوئے۔ یعنی علم تاریخ کا مطالعہ ہر مسلم پر ضروری اور لازمی ہے +

قرآن شریف میں بار بار اس بات پر زور دیا گیا ہے۔ کہ تمام اشیائے دُنیا انسانی ضروریات کے پُورا کرنے کیلئے پیدا کی گئی ہیں۔ میں بطور حوالہ ایک آیت پیش کرتا ہوں فرمایا "تمام آسمان و زمین و مافیہا تمہاری خاطر پیدا کی گئی ہیں"۔ اس آیت سے ایک اور سربستہ راز مسلمانوں پر اور ان کی بدولت تمام دُنیا پر کھلگیا یعنی کہ کائنات کی ہر ایک چیز نہ صرف انسان کے استعمال کے لئے بنائی گئی ہے بلکہ یہ کہ انسان کو اپنی مرضی کے مطابق بھی چلا سکتا ہے بشرطیکہ وہ ان کو قابو میں لانے کے ذرائع کو عام کرنے کی کوشش کرے۔ اور اس طرح قرآن شریف کے ذریعہ سے ایک نئی خواہش حاصل کرنے کی پیدا ہوئی۔ کیا ہی خوش کُن اور حوصلہ افزا یہ خوشخبری ہے کہ دُنیا نہ صرف میرے استعمال کے لئے بنائی گئی ہے۔ بلکہ میری مرضی کے ماتحت کام کرنے کیلئے بھی۔ جب سے یہ الہامی تعلیم دُنیا میں آئی اسی وقت سے مختلف شعبہ جات قُدرت فروع میں انسان نے اس قدر ترقی حاصل کر لی کیا یہ خوشخبری

ایک سوچنے والے دل کو نہیں اُکساتی کہ وہ اپنے تجربات جاری رکھے۔ اور کوشش کر کے مادے کی مختلف شکلوں کی دیگر خصوصیات دریافت کرے۔ ہمارا علم اور تعلیم کبھی مکمل نہیں ہو سکتے جب تک ہم خود اپنی قابلیت کا صحیح طور پر اندازہ نہ کر لیں۔ اور اپنی استعداد سے بڑھ کر خواہش کرنا فضول ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ تعلیم کو ترقی اور وسعت دینے کیلئے ہم کو اپنی قابلیت کا اندازہ کرنا لابُد ہے۔ اور کیا قرآن نے تمام نسل انسانی پر ایک بہت بڑا احسان نہیں کیا۔ جبکہ اس نے مندرجہ بالا آیت میں یہ بتلا دیا کہ تمام کائنات صناعِ انسانی ہی کے ماتحت چلنے کیلئے بنائی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ انسان قدرت پر حکومت کرنے کی استعداد تو ضرور رکھتا ہے میرے خیال میں اس جگہ حضرت آدم کے باغ جنت والے قصّہ کا حوالہ دینا بیجا نہ ہوگا کہ کس طرح قرآن اور انجیل نے اسکو مختلف طریقوں سے پیش کیا ہے۔ باب پیدائش میں تو یہ لکھا ہے کہ شجرِ علم کو چکھنے ہی سے آدم کا زوال اور بطور نتیجہ تمام نسل انسانی کا ابدی ملعون ہونا واقع ہوا۔ اور مغربی فقہ بھی یہی بات عام طور پر تسلیم کرتی ہے لیکن قرآن کی رُو سے علم ہی حاصل کرنے سے انسان نے اشرف المخلوقات ہونے کا درجہ حاصل کیا۔ فرمایا "اور جب تمہارے مالک (خدا) نے فرشتوں کو کہا کہ میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ بھیجنے والا ہوں" تو انہوں نے کہا "بھلا اس کو بھیجنے سے کیا نتیجہ وہ تو وہاں فساد پیدا کریگا۔ اور خون بہائیگا۔ اور ہم تو تیری حمد کرتے ہیں۔ اور تیری ہی تسبیح کرتے ہیں"۔ خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ "یقیناً میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے"۔ اور اُس نے آدم کو تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا۔ اور پھر فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور کہا "اگر تم حق پر ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ"۔ انہوں نے کہا "تو بڑا شان والا ہے۔ جو کچھ تو نے ہم کو سکھایا اسکے سوا ہم کچھ نہیں جانتے تحقیق تو علیم اور حکیم ہے"۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "اے آدم ان کو نام بتا دو"۔ پھر جب آدم انکو نام بتا چکا تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا "کیا ہم نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں یقیناً آسمان اور زمین کی غیب کی باتیں جانتا ہوں۔ اور جو کچھ تم ظاہر کرو یا چھپاؤ اسکو بھی جانتا ہوں۔ اور جب ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ تو انہوں نے سجدہ کیا"۔ اس قصے سے ہم کو نہ صرف انسان کا فرشتوں سے برتر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ یہ راز بھی کھل جاتا ہے کہ وہ کن وجوہ سے اپنی برتری پیش کر سکتا ہے ہم کو بتلاتا ہے کہ انسان مادے کی خفیہ اور پوشیدہ خواص کو ظاہر کرنے کی قابلیت رکھتا ہے میں ... کیلئے تیار نہیں ہوں کہ اس لیکچر میں یہ بھی بیان کروں کہ فرشتے کیا چیز ہیں میرا یہ کہنا کافی ہوگا

قرآن کی اصطلاح میں جہاں تک جسمانی دنیا کا تعلق ہے فرشتوں سے مراد وہ ہستیاں لی جاتی ہیں جو کہ ذی علم اور بالارادہ ہیں۔ اور مادہ پر قابو رکھتی ہیں۔ اور اسکے خواص کے ظہور کا باعث بنتی ہیں میرے خیال میں آپ صاحبان اب خوب سمجھ گئے ہونگے کہ مضمون زیر بحث کو آدم کے قصے سے کیا تعلق ہے۔ اگر فرشتوں کا یہ کام ہے کہ وہ مادے کے خواص ظاہر کریں تو ایک ایسے حکمران کی ضرورت ہے جو ان خواص کو ٹھیک طور پر استعمال کرے۔ خدا نے انسان کو اس غرض کیلئے پیدا کیا اور ان کے خواص کی جانچ پڑتال کرنے کی استعداد بھی اسمیں رکھ دی اور اس رنگ میں فرشتوں یعنی عناصر کو قابو میں رکھنے والی ہستیوں نے اسکو سجدہ کیا۔ فرشتے اسکے ماتحت خادم ہیں۔ اور اُن کے احکام کی تکمیل کیلئے کمربستہ حاضر ہیں۔ بشرطیکہ وہ مطلوبہ علم بھی رکھتا ہو۔ قرآنی قصے کے بموجب فرشتے اسبات کے سمجھنے سے قاصر تھے کہ انسان کی خلقت میں کیا مصلحت ہے لیکن جب اُن کو معلوم ہو گیا کہ وہ اس مشین کو چلائیگا جس کو وہ بناتے ہیں۔ تو انھوں نے فوراً سر تسلیم خم کر دیا۔ باب پیدائش میں جو قصہ درج ہے ممکن ہے کہ وہ ایک استعارے کا رنگ اپنے اندر رکھتا ہو اور جس کے معنے ان اصحاب کو معلوم ہوں جو کلیسیائی فقہ میں ماہر ہیں لیکن ایک مجھ جیسے دُنیا دار کے نزدیک قرآن میں جو قصہ مرقوم ہے وہ زیادہ دلخوش اور طاقتور معلوم ہوتا ہے۔ اور ہم کو اکساتا ہے کہ ہم بحیثیت اپنے پہلے باپ کے وارث ہونے کے دُنیا و مافیہا کے علم رکھنے کا دعویٰ کریں ہم اس وراثت سے شرمندہ نہیں۔ اور اس علم سے ہم کو عار نہیں۔ یہ ہمارے زوال نہیں بلکہ اقبال کا باعث ہے۔ یہ گناہ نہیں بلکہ عین نیکی ہے ❊

معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی آخری کتاب کے دُنیا میں آنے کی اہم اغراض میں سے ایک یہ بھی تھی کہ انسان کو تعلیم دیجائے۔ اور سچ بات تو یہ ہے کہ سب سے پہلی وحی جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر غار حرا میں نازل ہوئی۔ وہ اسبات کا کھلے لفظوں میں اعلان کرتی ہے۔ فرمایا "پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ کہ تیرا رب بڑی عزت والا ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا اور انسان کو وہ پڑھایا جس کا اسکو علم نہ تھا" یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ قلم کا استعمال جو اس پہلی وحی میں مرقوم ہے ایک ایسے آدمی کو بتایا جس کی قوم قلم کے استعمال کی بیخبری میں ضرب المثل تھی۔ یہ تو اُس ترقی کی طرف اشارہ تھا جو قلم کے استعمال سے دُنیا

کو نصیب ہوئی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ قبل از اسلام زمانے میں بھی قلم کا استعمال بہت خفیف طور پر جاری تھا لیکن جو کام آجکل قلم سے ہو رہا ہے یہی پیدا قرآن کی وحی بتا رہی ہے ہوگا۔ علاوہ ازیں کاغذ کے بغیر علم کی حفاظت کے لئے قلم ایک بالکل بے سود آلہ ہو جاتی۔ اور یہ تو ہر ملک میں تسلیم ہو چکا ہے کہ کاغذ کے بنانے والے اہل عرب تھے۔ سب سے پرانی کاغذی نوشت جو کہ آج تک ہالینڈ کی یونیورسٹی میں موجود ہے عربی میں ہے +

اس پہلی وحی میں ان الفاظ کا ہونا کہ خود قلم کے ذریعے پڑھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا نہ صرف اس بات کا اشارہ کرتا ہے کہ عنقریب تعلیم اور تدریس میں قلم کا استعمال ضروری ہوگا۔ اور اس کا استعمال حفظ کرنے اور رٹ لینے کے پرانے طریقوں کی جگہ لے لیگا۔ بلکہ اس وحی نے تو علم میں ایک نیا پہلو رکھ دیا یعنی نامعلوم چیزوں کو معلوم کرنے کی کوشش کرنا۔ کیا ہم اس امر سے انکار کر سکتے ہیں کہ دنیا میں جو کچھ بہ شکل علم موجود ہے۔ اور جو کچھ نامعلوم چیزوں کی بابت معلوم ہوا ہے وہ سب علم کے استعمال کی بدولت ہوا ہے۔ آپ صاحبان کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ وسلم کی سب سے پہلی وحی کا سب سے پہلا لفظ پڑھ ہے۔ اس لفظ کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کرکے نوشت و خواند کے اس دوران کی طرف اشارہ کیا۔ جس نے عنقریب دنیا کی کایا پلٹ دینی تھی +

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا | پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودہ | ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا
یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے | جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں | مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ | وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا
پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں | پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا
ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور | ایسا چمکا ہے کہ صد نیر بیضا نکلا
زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں | جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا
جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں | جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پتلا نکلا

# عورت اور عورت کے حقوق زیر اسلام

از قلم شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی

تسلسل صفحہ ۵۱۳ اشاعت اسلام جلد ۳ نمبر ۱۱

## کثیر الازدواجی

اسلامی مسئلہ نکاح کے پیش کرنے میں بہت بڑی غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ یہ دعوے کیا گیا ہے کہ اسلام نے کثیر الازدواجی کی بنیاد رکھی حقیقت تو یہ ہے کہ ہر ایک انسان جو مغربی تصانیف کا مطالعہ کریگا وہ اس نتیجہ پر پہنچ جاویگا۔ کہ یورپ میں اسلام کا ہر ایک پہلو پیش کرنے میں بڑی بدنیتی اور غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے عیسائی پادریوں نے اسبات کو خاص طور پہ مدنظر رکھا کہ اصلی اور حقیقی اسلام ان کے گلوں کی پہنچ سے باہر ہے۔ اور خود اسلام کو ایسی مکروہ شکل میں پیش کیا کہ جس کو دیکھتے ہی دل میں نفرت پیدا ہو جائے۔ انہوں نے حتے الوسع کوشش کی کہ وہ اسلام کی اظہر من الشمس محاسن پر بھی ایک پردہ ڈال دیں۔ وہ کہا کرتے تھے کہ مسلمانوں نے کوئی اختراع نہیں کی۔ کوئی نئی چیز دنیا میں نہیں لائے جو کچھ ترقی دنیا کو مع یورپ کے اُن کی بدولت نصیب ہوئی اس سب کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے پرانے یونانی علوم و تصانیف کو دوبارہ زندہ کر دیا اور بس۔ وہ اسبات کو ہرگز تسلیم نہ کرتے تھے کہ دلائل کا زمانہ اسلام ہی سے شروع ہوا۔ اور اسی وجہ سے عیسائی توہم پرستی کا شیرازہ منتشر ہو گیا مسلمانوں نے عام تعلیم کو وسعت دینے کیلئے سپین و سسلی میں کالج اور کتب خانے کھولے اور انہی کی پیروی کرتے ہوئے جب یورپ میں تعلیم کو ترقی ہوئی تو عیسائیوں نے اسلام کی مخالفت کا ایک نیا پہلو اختیار کر لیا یعنی اسکی تعلیم اور عقاید کے پیش کرنے میں غلط بیانی اور بد دیانتی سے کام لینا شروع کر دیا۔ انہوں نے یہ مشہور کر دیا کہ اسلام تو یہ سکھاتا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے قسمت سے ہوتا ہے انسان کو ذرہ بھر بھی اختیار نہیں دیا گیا۔ اور یہ کہ مسلمان تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بڑی نفرت اور حقارت

کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اسلام تو غلامی اور غلام رکھنے کی تعلیم دیتا ہے +

یہ بھی دعویٰ کیا گیا تھا کہ اسلام کی رُو سے زندگی بعد از موت شہوت رانی اور دیگر خواہشات نفسانی کے پورا کرنے کا ذریعہ ہوگی - اور یورپین عورتوں کو ڈرانے کی نیت سے یہ کہا گیا کہ مسلمان عورتوں کی سخت ہتک کرتے ہیں - اور اسلام میں کثیر الازدواجی یا عورتوں سے قطع تعلقی فرض ہے - اس ساری غلط بیانی اور بے ایمانی کی وجہ یہ تھی - کہ پادری صاحبان خوب جانتے تھے کہ اسلام کے چندھیا دینے والے نور کے سامنے عیسائیت ایک منٹ بھی نہ ٹھہر سکتی تھی - عیسائیت کی بنیاد قصص اور مشتبہ کہانیوں پر تھی - حالانکہ اسلام کی بنیاد واقعات عالم پر ہے - عیسائی لوگوں نے صرف اس حالت میں ترقی کی جبکہ انہوں نے عیسائیت کو خیرباد کہا - بخلاف اسکے مسلمانوں نے اُسی وقت تک ترقی کی جب تک وہ اسلام کی پوری پیروی کرتے رہے - اور ان پادری صاحبان کو یقین کامل تھا کہ اگر اسلام کی کتاب اپنی اصلی شکل میں پیش کی گئی تو وہ یورپین غرور کا تخیل کہ تمام یورپ پر پہلے کی طرح محیط ہو جاویگی - اور اسی وجہ سے انہوں نے اس کتاب مقدس کے پیش کرنے میں غلط بیانی سے کام لیا - ان کو یہ وہم و گمان بھی نہ تھا - یہ کتاب مقدس لفظاً لفظاً اُسی حالت میں محفوظ تھی اور ہے جس میں کہ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی - اور اسی وجہ سے اُن کی غلط بیانی کا بھانڈا کسی نہ کسی دن ضرور ٹوٹنا تھا - قرآن میں انجیل و توریت کی طرح کوئی تحریف نہیں کی گئی - آج بھی ایک آدمی قرآن شریف کی ورق گردانی کر سکتا ہے - تاکہ وہ اپنی آنکھ سے دیکھے کہ عورتوں کو کیا کیا حقوق اُس نے دیئے ہیں - بخلاف اسکے انجیل شریف یا نئے عہد نامے میں تو عورت اور اسکے حقوق کے سوال کو چھیڑا تک نہیں گیا - اور باوجود اس کے کہ ان کتب مقدسہ میں بہت کچھ بعد میں داخل کیا گیا کوئی آدمی آج تک ایک ایسی آیت انجیل سے پیش نہیں کر سکتا جس سے یہ ثابت ہو کہ عیسےٰ مسیح یا حضرت موسیٰ نے کبھی اپنے پیرؤں کو یہ تعلیم دی ہو کہ ایک سے زیادہ شادی نہ کرنا - مسیح نے عورت کو بحیثیت عورت ہونے کے ایک بھی حق یا رعایت نہیں دی - اور بدیں وجہ اگر حضرت مسیح دُنیا میں پیدا ہی نہ ہوتے تو اس سے عورتوں کے حقوق میں کوئی کمی واقع نہ ہوتی - بلکہ ان کو کچھ فائدہ ہی ہوتا - اور وہ یہ کہ وہ ان الزامات سے مبرا رہتیں جو کہ مسیح کے اُن پاک حواریوں نے

ان پر لگائے جنہوں نے کوشش کی کہ وہ بھی مسیح کی طرح اکیلی زندگی بسر کریں اور عورت سے پرہیز کریں۔ اور جنہوں نے صاف طور پر کہا کہ عورت ہی کی وجہ سے ہمارے خداوند مسیح کو موت کی تکلیف اُٹھانی پڑی" یعنی وہی تمام گناہ کا باعث ہوئی +

مسیح یا اس کے معاً بعد آنیوالے نے کبھی کثیر الازدواجی کو نہیں روکا۔ بلکہ اسکی کوئی حد بندی بھی نہیں کی۔۔ اور مسیح کے سالہا سال بعد تک عیسائی لوگوں میں کثیر الازدواجی رائج رہی۔۔ ۱۴۰۰ سال ہوئے کہ نبی کریمؐ اپنا رہبر بنکر دُنیا میں تشریف لائے۔ اور اس وقت عیسائیت کی رُو سے کثیر الازدواجی کو بُرا یا ملعون نہ سمجھا جاتا تھا۔ اب جو عیسائی ممالک اسبات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ صرف ایک شادی کرتے ہیں تو اسکی وجہ عیسائیت نہیں بلکہ تمدنی اصلاح ہے۔ مسیح سے قریباً۔۔ ۶۰۰ سال بعد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اسلام کی شریعت لیکر آئے۔ اس وقت کثیر الازدواجی تمام ملکوں اور تمام مذہبوں میں رائج اور ٹھیک سمجھی جاتی تھی۔ اور اس کا رواج زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے کسی مذہب یا تمدنی اصول نے اس کا رد نہیں کیا۔ ماسوا عیسائیت و یہودیوں کے۔ آج بھی ایسا کوئی مذہب نہیں جس نے اس کا رد کیا ہو یا کم از کم اس کو محدود کیا ہو۔ آریہ لوگوں میں جن کا مذہب سب سے پُرانا ہے جن کی تاریخ سب سے قدیمی ہے جن کے اصولِ معاشرت سب سے پہلے کے ہیں لیکن وہ تو آج کل بھی ایک سے زیادہ بیبیاں رکھتے ہیں۔ ان کا مذہب اور قانون تو اُن کو اجازت دیتا ہے کہ جتنی عورتیں چاہو بیاہ لو پس صرف یہودی اور عیسائی ہی وہ قومیں ہیں جنہوں نے اپنے نبیوں اور بزرگ باپ دادا کے عملی نمونوں کو پس پشت ڈالکر اس قانون کو توڑ ڈالا ہے کسی اور کا ذکر کیا کیا جائے خود حضرت موسیٰ کی ایک سے زیادہ بیویاں تھیں + مسیح تو Essene کے زمرہ میں شامل ہو گیا تھا۔ اس واسطے اُس نے شادی نہیں کی لیکن اس نے کبھی کچھ اپنے پیشرووں یعنے موسیٰ سلیمان یا خود اپنے باپ دادا کے عمل کے خلاف نہیں کہا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ خود مقدس مریم کی ایک سوتن تھی۔

محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا کام تو یہ تھا کہ وہ تمام اخلاقی اور تمدنی نقائص کو دور کرتے اور ایسے قوانین بنا دے جو لوگوں کیلئے تمام زمانوں اور ترقی کے تمام مدارج پر فائدہ مند ثابت ہوں آپ خاتم النبیین تھے۔ آپ کا پیغام تمام دُنیا کیلئے تھا۔ اور تمام قانون جو آپ لائے وہ

ساری نسل انسانی کیلئے تھے یعنی ان میں فطرت انسانی کا لحاظ رکھا گیا تھا۔ انسان کو اخلاقی اور دنیاوی ترقی دینے کا یہی طریقہ ہے۔ تمام دیگر مذہبی اصلاح کنندوں اور نبیوں نے عورت اور اسکے حقوق کے سوال کو چھوا تک نہیں۔ گویا کہ عورتیں انسانیت ہی سے خارج تھیں یا یہ کہ ان کا پیغام آدھی سے زیادہ نسل انسانی (یعنی عورتوں) کیلئے نہ تھا لیکن محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک امر کو جو عورت سے تعلق رکھتا تھا۔ اس طرح بیان کیا جس طرح مردوں کے متعلق امور کو بیان کیا۔ آپ جانتے تھے کہ عورت اور اسکے حقوق کا سوال آپ کو کس طرح نہ چھوڑنا چاہئے تھا۔ اور آپنے نہیں چھوڑا۔ آپ کو مسئلہ نکاح بیان کرنا پڑا اور اس کے ضمن میں یہ بھی بیان کرنا پڑا کہ بی بی ایک ہونی چاہئے یا زیادہ۔ نبی کریم نے کسی رنگ میں دیگر مقدس نبیوں یا اُستادوں کی زندگیوں کو بُرا یا قابل اعتراض نہیں کہا اور بدیں وجہ آپ ان کی کثیر الازدواجی کے رواج کو بُرا نہیں کہہ سکتے تھے اس معاملے میں اللہ تعالیٰ نے سے وحی پاکر آپنے فرمایا۔ وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث وربٰع۔ فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃً او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنیٰ الا تعولوا۔ یہ سورۃ النساء کی تیسری آیت ہے اور اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

"اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے (حق میں) انصاف قائم نہ رکھ سکو گے۔ تو اپنی مرضی کے مطابق دو دو تین تین چار چار عورتوں سے نکاح کرلو۔ لیکن اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ ان میں برابری نہ کر سکو گے تو ایک ہی (بی بی) کرنا۔ یا جو تمہارے قبضے میں ہو (اس پر قناعت کرنا) نامنصفانہ برتاؤ سے بچنے کے لئے یہ سب سے بہترین طریق ہے" +

سارے قرآن شریف میں یہی ایک آیت ہے جس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ یہ ضروری ہے کہ اس پر کچھ بحث کیجائے سب سے زیادہ ضروری بات جس کو مدنظر رکھنا چاہئے وہ یہ ہے کہ اس آیت سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ کثیر الازدواجی فرض ہے۔ اسمیں تو صرف اجازت دی ہے کہ ایک سے زیادہ بیبیاں اگر چاہو تو کرلو اور وہ بھی ایک بڑی سخت شرط کے ماتحت کہ ایک آدمی ایک سے زیادہ بیبیاں اس وقت کر سکتا ہے جب وہ ان میں کامل طور پر عدل و انصاف کر سکتا ہو۔ اور اگر وہ عدل نہ کر سکے تو ایسے آدمی کیلئے صاف طور پر حکم ہے کہ وہ صرف ایک سے قناعت کرے

کیا یہ ایک تعجب انگیز بات نہیں کہ آج سے ۱۳۰۰ سال پہلے جبکہ کسی مذہب کو ایک سے زیادہ شادی نہ کرنے کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اس وقت ایک مذہبی پیشوا اور مجرات سے یہ حکم سُناتا ہے کہ فواحدۃ بس ایک ہی شادی کرو۔ اس میں شک نہیں کہ یہ حکم کوئی سخت اور لازمی نہیں مگر ہے تو سہی اور ہم آگے چلکر ایک اور آیت اسی سورۃ النساء سے پیش کریں گے۔ جس سے ثابت ہو جاویگا۔ کہ یہ حکم اُس حد تک لازمی ہے جس حد تک انسان اس کو بغیر اپنے فطرتی تقاضات کی مخالفت کرتے ہوئے سہار سکتا ہے +

نادان اور جاہل مغربی مصنفوں نے کثیر الازدواجی کو نہ صرف اسلام کے سر تھوپا ہے گویا کہ وہ مسلمانوں ہی میں مخصوص تھی۔ بلکہ یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ ہر ایک مسلمان پر فرض ہے کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرے۔ جاپان جو کہ ہر ایک بات میں مغرب کی تقلید اندھا دھند کر رہا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بھی اس مغربی جہالت کی پیروی کی ہے۔ اِس مضمون کے لکھنے والے نے خود اپنی آنکھوں سے ایک جاپانی فرمان دیکھا ہے جو کہ ایک مسلم ترک واعظ کو دیا گیا تھا۔ اور جس میں یہ بھی لکھا تھا کہ کثیر الازدواجی فرائض اسلام میں سے ہے +

ہر ایک کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کی تمام طرز معاشرت کا ماخذ قرآن شریف ہے کثیر الازدواجی کی اجازت مندرجہ بالا آیت میں دیگئی ہے ہمارے قرآن میں کوئی اور ایسی آیت نہیں جو یہ اجازت دے اور یہ بات تو اب بالکل صاف ہو چکی ہے کہ کثیر الازدواجی ہرگز ہرگز کسی مسلمان پر فرض اور لازمی نہیں۔ برخلاف اسکے وہ مسلمان جو ایک سے زیادہ بیبیاں رکھتے ہیں۔ اور ان میں عدل نہیں کرتے تو وہ ایک گناہ کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ قرآن کے اس حکم کی صریح مخالفت کر رہے ہیں۔ کہ اگر تم عدل نہ کرسکو صرف ایک عورت سے شادی کرو۔ کوئی ایسا مذہب پیش کرو جسمیں بعض حالات کے ماتحت کثیر الازدواجی ایک گناہ ہو +

مغربی لوگ جو اس بات کو ناممکن خیال کرتے ہیں۔ کہ دو بیویوں میں عدل ہو اگر ان میں سے کوئی مسلمان ہو جائے۔ اور ایک سے زیادہ شادیاں کرے تو قرآن کی رُو سے وہ بلاشک و شبہ ایک گناہ کریگا اور وہ اسلام کے احکام نکاح کی اس وقت تک اطاعت کرینگے جبکہ وہ صرف ایک شادی کریں +

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض حالات کے ماتحت کثیر الازدواجی

کی اجازت ہی کیوں دی ۔ اس کا جواب یہ ہوگا کہ وہ ہرگز ایک کامل نبی تمام زمانوں اور تمام لوگوں کیلئے ہونے کا دعویٰ نہ کرسکتے ۔ اگر وہ بعض حالات کے ماتحت ایک سے زیادہ شادی کی اجازت نہ دیتے وہ نہ صرف مغرب کے لیئے بلکہ مشرق اور شمال اور جنوب کی ہر ایک قوم اور ہر ایک زمانے کیلئے رسُول بن کر آئے تھے +

یہ آیت جسمیں ایک سے زیادہ شادی کرنے کی اجازت ہے ایک بڑی خونریز لڑائی کے بعد نازل ہوئی یعنی جنگ احد کے بعد بہت سے مسلمان مرد شہید ہوگئے ۔ اور مسلمان مردوں کی تعداد میں ایک کمی واقعہ ہوگئی بہت سی کم عمر لڑکیاں یتیم رہ گئیں جن کی حفاظت کا کوئی نہ کوئی انتظام کرنا لازم تھا ۔ قرآن میں تو یتیموں کی خبر گیری اور اُن کے حقوق کی حفاظت کے لئے بڑے سخت احکام آئے ہیں پرانے عربوں میں تو یہ دستور تھا کہ یتیم لڑکیوں کے والی اُن کی مرضی کے خلاف اُن سے شادی کر لیتے تھے تاکہ وہ ان کی جائداد کے مالک بن جائیں ۔ قرآن نے اس سے منع فرمایا اور کہا ۔ اگر ایک یتیم لڑکی سے شادی کرنے میں ناانصافی یا اسکی حق تلفی کا احتمال ہو تو شادی شہید شدہ مسلمانوں کی بیواؤں میں سے یا دیگر ناکتخدا عورتوں میں سے کسی سے کرلو ۔ اور یہ حدیث صحیح مسلم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے +

ان حالات کے ماتحت ایک ضرورت محسُوس ہوئی ۔ کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کیجائے ۔ کیونکہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ تھی ۔ انسانی معاشرت کی ساخت ہی اس طرح پر ہے کہ بعض خاص موقعوں پر مردوں کی تعداد ضائع ہو جاتی ہے ۔ آج یورپ میں موجودہ جنگ نے اسی قسم کے حالات پیدا کر دیئے ہیں ۔ نبی کریمؐ ایک مذہبی پیشوا تھے اور ایک اخلاقی اُستاد تھے وہ کسی صورت میں ناکتخدا لڑکیوں کا حاملہ ہونا اور رہائیں نبنا روا نہ کرسکتے تھے ۔ وہ نہ تو اسبات کو پسند کرسکتے تھے کہ حرامی بچے پیدا ہوں ۔ اور نہ ہی فطرت انسانی کے تقاضے کو رد کرسکتے تھے ۔ ایک عورت کا مجرد زندگی بسر کرنا فطرت انسانی کے خلاف ہے ۔ ایک عورت جس کی صحت اچھی ہو اور جس کا جسم تنومند ہو اگر اسکو مجبوراً مجرد رکھا جائے تو وہ بوجہ ایک فطرتی تقاضے کی مخالفت کرنے کے نقصان اُٹھائیگی ۔ اگر موجُودہ مُہذب دنیا زنا اور ناجائز تعلّق پر چشم پوشی اور اسکو معاف کرتی ہے تو کرے لیکن نبی کریم یہ کبھی نہ کرسکتے تھے ۔ اگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بعض حالات و شرائط کے ماتحت

۹۵۸۹

کثیر الازدواجی کی اجازت نہ دیتے تو وہ ادب اور رعب جو تمام غیر متعصب اور منصف مزاج لوگ آپ کا بحیثیت ایک نبی اور ایک اخلاقی و تمدنی اصلاح کنندہ کے مانتے ہیں۔ اس کے آپ ہرگز مستحق نہ ہوتے۔ کتاب و شریعت جو آپ لائے اسکی بابت آپنے دعویٰ کیا کہ میں یہ کتاب قدرت اور قوانین قدرت کے بنانے والے کی طرف سے لایا ہوں۔ اور جس طرح دیگر اسلامی قوانین اس دعوی کی سچائی پر دلالت کرتے ہیں۔ اس طرح قانون کثیر الازدواجی بھی اس دعوے کی تائید کرتا ہے یہ مانا کہ کثیر الازدواجی کوئی عمدہ بات نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے ایک آدمی کی دو بیویوں میں باہمی نفاق اور حسد پیدا ہوتا ہے جس سے قوم پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے لیکن اس حسد کی وجہ تو یہی ہو سکتی ہے۔ کہ اُن کا خاوند ان سے یکساں برتاؤ نہیں کرتا۔ اور قرآن تو صاف کہتا ہے کہ تم صرف اس حالت میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھ سکتے ہو جب کسی نہ کسی طریق سے تم کثیر الازواجی کے اس نقصان عظیم سے بچیا چھڑالو۔ اور اگر اس بُرائی سے پیچھا چھڑانا ممکن ہو تو ایک ہی پر کفایت کرو +

اس آیت کے پچھلے حصے یعنی ذٰلك ادنیٰ الا تعولو کے معنی امام شافعی یُوں کرتے ہیں۔ کہ کثیر الازواجی کو بڑی سختی سے روکنا چاہا ہے۔ اور ایک سے زیادہ بیبیاں ہونی چاہئیں! امام رازی بھی امام شافعی کی اس تشریح سے متفق ہیں۔ اور یہ دونوں مسلمانوں میں بڑے ولی اور مفسر گذرے ہیں۔ اور موجودہ یورپ کی تہذیب کے شروع ہونے سے بہت پیشتر ہوتے ہیں +

جناب مولوی عبدالقادر صاحب جو قرآن کے ایک مفسر ہیں اور جو یورپین زبانوں قانونوں دستوروں وغیرہ سے بالکل ناواقف تھے انہوں نے اسبات پر بہت زور دیا ہے کہ اگر ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی ہو تو انہیں عدل اور انصاف ضرور برتنا چاہئے۔ قرآن شریف کثیر الازواجی کے مسئلہ کو صاف کرنے کیلئے کسی لطیف معانی یا تشریح کا محتاج نہیں۔ اسمیں تو صاف لکھا ہے۔ کہ بڑے سخت شرائط کے ماتحت ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت ہے! اور نیز قرآن کا یہ منشا، ہرگز نہیں کہ اسکے پیرو اس کا ناجائز استعمال کریں۔ سورۃ النسا کے ۱۹ رکوع کی ۱۲۹ آیت میں فرمایا" ولن تستطیعو ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ" راڈویل نے جو ترجمہ اس آیت کا کیا ہے اس کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے" ایسے موقع پر ایک عیسائی مصنف کے ترجمے کا حوالہ دینا زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے +

"اور یہ ہرگز تمہاری طاقت میں نہیں کہ تم اپنی بیویوں سے یکساں سلوک کرو خواہ تم ایسا کرنے کیلئے خوشی سے تیار بھی ہو لیکن ایسی بے رُخی کی طرف بھی مائل نہ ہو تاکہ انمیں سے ایک کو حالتِ تذبذب میں چھوڑ دو" + اس آیت کو اگر اس آیت سے ملا کر پڑھیں جسمیں بعض شرائط کے ماتحت ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت دی گئی ہے تو اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ اسلام کثیر الازدواجی کو ہرگز اچھا نہیں سمجھتا۔ اور ایسا کرنے میں وہ حسبِ معمول فطرتِ انسانی کی طرف متوجہ کرتا ہے +

ایک آیت میں یہ فرمایا کہ اگر ایک یتیم لڑکی کا والی اس سے شادی کرے تو ممکن ہے کہ بددیانتی سے کام لیا جاوے۔ اور لڑکی کی حق تلفی ہو۔ اس واسطے بہتر ہوگا کہ بجائے اس یتیم لڑکی کے جس کا والی وہ خود ہے وہ کسی اور عورت سے شادی کرے اسلام نے جس طرح غلاموں کو آزاد کیا اسی طرح غلام عورتوں کی شادی ہر ایک آزاد انسان کے ساتھ جائز رکھی۔ اسکے بعد قرآن نے بعض انسانی مدارج حالات اور شرائط کو مدنظر رکھ کر مرد کو اجازت دی کہ وہ ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرے۔ لیکن اسمیں بھی کثیر الازدواجی پر حدود اور شرائط لگا کر دوسرے مذاہب کی مخالفت کی۔ اور ان شرائط اور حدود لگانے پر بھی قناعت نہ کرکے قرآن کریم نے کثیر الازدواجی کے سب سے زیادہ تکلیف دہ پہلو کو دور کر دیا۔ اور حکم دیا کہ مسلم کو ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت تو دی جاتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ تمام بیویوں سے یکساں سلوک کیا جاوے۔ اور کوئی ناانصافی یا حق تلفی نہ ہو اور باہمی حسد کے پیدا ہونے کا موقع ہی نہ دیا جائے۔ اگر ایک آدمی اپنی بیویوں کے ساتھ یکساں سلوک نہیں کر سکتا تو اسکے لئے بڑے صاف اور کھلے لفظوں میں حکم ہے فواحدۃ "کہ وہ صرف ایک پر قناعت کرے" اور اس سورۃ میں ایک اور جگہ مرد کو متنبہ کیا کہ عورتوں کے ساتھ یکساں سلوک کرنا تو آسان بات نہیں [illegible] عمل نہ کرے تو وہ جوابدہ ہوگا۔ کیونکہ وہ جان بوجھ کر ایک عورت کی تکلیف و رنج کا باعث ہوا اور ایسا کرنا یقیناً گناہ میں شامل ہے +

یہ سوال ہو سکتا ہے کہ خود حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ کبار نے کیوں نہ صرف ایک بیوی پر کفایت کی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت کے اہلِ عرب کی حالت اور تمام دُنیا کے اس وقت کے حالات کے ماتحت ایک سے زیادہ شادی کسی صورت میں نہ کرنا ناممکن تھا اور اس سے چنداں کوئی فائدہ بھی نہ ہو سکتا تھا۔ کثیر الازدواجی کو قریباً قریباً ایک مذہبی حکم سمجھا جاتا تھا۔ جس پر تمام انبیاء اور بزرگوں نے عمل کیا تھا۔ اور یہی ایک ذریعہ تھا جس سے اِس وقت کی عورتوں کے آرام اور حفاظت کا

خاطر خواہ انتظام ہو سکتا تھا کیونکہ اس وقت کی عورتیں نہ اپنی حفاظت خود کر سکتی تھیں اور نہ ہی اپنا پیٹ پال سکتی تھیں۔ عورت اپنی گذران کیلئے ایک پیسہ بھی کما نہ سکتی تھی جب تک اُس کی شادی نہ ہوتی تھی اس وقت تک وہ اپنے باپ کی کمائی پر گذران کرتی تھی۔ اکثر اوقات باپ لڑکیوں کی پرواہ نہ کرتے تھے اور ہندوستان اور عرب دونوں جگہ لڑکی کو شیر خوارگی ہی کی حالت میں مار دیتے تھے۔ اور اگر لڑکی جوان ہو جاتی تو باپ ہمیشہ اس ٹوہ میں رہتا کہ جلدی اسکی شادی کہیں کر دے۔ اور وہ اس کے بوجھ سے آزاد ہو جائے۔ جب اسکی شادی ہو جاتی تو اس کا خاوند اسکی تمام ضروریات کا متحمل ہو جاتا۔ اور اگر بدقسمتی سے وہ بیوہ ہو جاتی تو اسکی حالت از حد قابلِ رحم ہو جاتی۔ اس بیچاری کا کوئی ٹھکانا نہ ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے ہندوستان میں اکثر بیوائیں اپنے مرحوم خاوند کی لاش کے ساتھ ہی ستی ہو جاتی تھیں۔ عرب اور دیگر ممالک میں بیوائیں گذارہ حاصل کرنے کیلئے دوسری شادی کر لیا کرتی تھیں۔ اور اس حالت میں جبکہ مردوں کی تعداد عام طور پر کم تھی وہ کبھی کسی سے شادی نہ کر سکتی۔ اگر ایک سے زیادہ شادی نہ کرنے کا رواج ہوتا۔ اور اگر کثیر الازدواجی کی اجازت نہ ہوتی تو سوائے بازاری عورت بن جانے کے اسکے پاس کیا چارہ تھا۔ اس طرح اگر تمدنی اور اخلاقی نقطۂ خیال سے دیکھا جاوے تو کثیر الازدواجی ان حالات کے ماتحت ایک نعمتِ غیر مترقبہ تھی۔ اس نے عورت کو فسق و فجور سے بچا لیا۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس قدر فائدہ مند اور رائج الوقت طریق کو کس طرح رد کر سکتے تھے۔ اور ان حالات کے ماتحت آپ کا فرض تھا کہ آپؐ ایک سے زیادہ شادی کرتے۔ بہت سی عورتوں کے خاوند نبی کریم کے مذہب کی خاطر شہید ہوئے تھے۔ اور یہ نبی کریم کا فرضِ منصبی تھا کہ وہ ان شہدا کی بیواؤں کی خبر گیری اور حفاظت کا پورا انتظام کرتے۔ آپ نے بحیثیت شاہ عرب بھی بڑی سادہ زندگی بسر کی۔ آپ کی ذاتی آمدنی بہت قلیل تھی۔ اور آپ کیلئے آسان نہ تھا۔ کہ آپ چند اور محتاجوں کا بار اپنی قلیل آمد پر ڈالتے لیکن بہرحال ان لوگوں کی بیواؤں کی حفاظت جنہوں نے اپنی جانیں اسلام کی راہ میں قربان کر دی تھیں آپ پر لازمی تھی۔ اور آپ کس طرح کسی دوسرے کو ان میں سے بعض کا بوجھ اُٹھانے کے لئے کہہ سکتے تھے۔ اگر خود آپ اس بوجھ سے گریز کرتے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کو بعض بیواؤں سے

شادی کرنی پڑی۔ آنحضرت کی تمام بیویاں بیوائیں تھیں سوائے حضرت عائشہ کے جس کی شادی جوانی میں ہی اس کے باپ نے نبی کریم کے ساتھ کر دی تھی۔ اور وہ نبی کریم کے ساتھیوں اور رفقا میں آپ کا سب سے زیادہ سچا اور پکا دوست تھا۔ اور بہت اوائل زمانے میں مسلمان ہوا تھا +

کثیر الازدواجی کو شہوت رانی کا ایک ذریعہ کبھی بھی نہیں سمجھا گیا بڑے بڑے امیر اور معزز والدین اپنی لڑکیوں کی شادی ایسے آدمیوں سے کر دیتے تھے جن کے پاس بیویاں زندہ موجود ہوتی تھیں بلکہ اس کو تو فسق و فجور سے بچنے کی ایک راہ سمجھا گیا تھا۔ اور اس وجہ سے بڑے بڑے نیک آدمی اس پر عمل پیرا ہوتے تھے تمام پہلوؤں پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ کثیر الازدواجی آج بھی خفیہ یا کھلم کھلا زنا کاری سے بدرجہا بہتر ہے۔ اور آج بھی دُنیا کے بعض طبقے ایسے ہیں۔ کہ ان میں کثیر الازدواجی کا روکنا اول درجے کی بیوقوفی اور پاگل پن ثابت ہوگا۔ دُنیا کے بہت سے حصوں میں اگر آج کثیر الازدواجی روک دی جاوے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہاں کے لوگوں کی اخلاقی حالت بہت گندی اور گری ہوئی ہو جاویگی۔ اور خود عورت ذات آنکھوں سے گر جاویگی +

کثیر الازدواجی ایک نعمت ہے۔ اگر اسکی وجہ سے زنا اور بازاری خرافات کا خاتمہ ہو جاوے اور یہ ایک قوم کیلئے رحمت بن سکتی ہے۔ اگر یہ اس قوم کو بیماریوں سے بچاوے اور تعداد پیدائش کے کم ہونے کو روک دے۔ فرض محال اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ یورپ کی عورتوں نے اس قدر ترقی کر لی ہے۔ کہ وہ خود اپنی خبر گیر ہو سکتی ہیں۔ اور وہ مجرد زندگی بسر کرنا بہتر سمجھتی ہیں لیکن یقیناً دُنیا میں علاوہ یورپ کے اور ممالک بھی ہیں۔ اور جب تک دُنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کو ایک سے زیادہ شادی کرنے کی اشد ضرورت پیش آتی ہے۔ تو یہ ضروری ہے کہ وہ شریعت جو عالمگیر ہونے کا دعوےٰ کرے اسمیں ان کے لئے کسی نہ کسی رنگ میں ایک سے زیادہ شادی کرنے کی اجازت ہو۔ اسلام ہرگز یہ تعلیم نہیں دیتا کہ اگر تم ایک شادی پر اکتفا کرو گے تو اسلام سے خارج ہو جاؤ گے۔ ایک شادی پر اکتفا کرنیوالا مسلمان ویسا ہی مسلمان ہے جیسا کہ ایک شادی کرنیوالا عیسائی دوسرے عیسائیوں کی مانند ہوتا ہے۔ ہاں فرق ہے تو اتنا کہ اگر کوئی

اُن حالات اور اہم ضروریات پیش آجائیں تو اسلام کی رُو سے ایک مسلمان جائز طور پر ایک سے زیادہ شادی کرنے کے بعد بھی مسلمان رہ سکتا اور کسی حالات کے ماتحت وہ کسی عورت سے ناجائز تعلق نہیں رکھ سکتا۔ اور اس کے برخلاف عیسائی صاحبان یہ کہتے ہیں۔ کہ اگر ایک عیسائی ایک سے زیادہ شادی کرے۔ تو وہ کسی صورت میں عیسائی نہیں رہ سکتا۔ ہاں اگر ضرورت ہو تو دو سو کے قریب بھی داشتہ رکھے اور کھلم کھلا تعلق رکھے تو تب بھی وہ موجودہ زمانے کے عیسائی قانون سے محفوظ اور مبرا ہے +

ایسے تمام شہر جن میں مسلمان اور عیسائی قسطنطنیہ کی طرح شہر کے دو حصوں میں آباد ہیں وہ تجربات کا زندہ ثبوت ہیں کہ تہذیب زمانہ کیلئے مسلم شریعت زیادہ سود مند ثابت ہوئی ہے۔ یاد تہذیب جس کا مانند عیسائیت بنایا جاتا ہے جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے قسطنطنیہ کے ان حصے میں جو عیسائی تہذیب کے زیر اثر ہے صرف اسمیں بازاری بداخلاقیاں زنا اور حرامیوں کا پیدا ہونا بکثرت پایا جاتا ہے۔ قوانین اسلام کی خوبی دیکھئے کہ ایک طرف تو تمام بداخلاقیوں کو روک دیا اور قوم کو بالکل پاک کر دیا۔ اور دوسری طرف کثیر الازدواجی کی ترغیب بھی نہیں دی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد تمام دیگر ممالک سے زیادہ ہے۔ لیکن اگر ایسے مسلمانوں کی اوسط لیجئے جنہوں نے ایک سے زیادہ شادیاں کیں تو ہزار میں سے تین یا چار زیادہ نہ ملینگے۔ پس اب تو آپ کو یقین آگیا کہ صرف ہندوستان نے قریباً سات کروڑ ایسے مسلم پیدا کر دیئے جنہوں نے نہ صرف نام کیلئے ایک شادی پر اکتفا کیا جس طرح کہ عیسائی یورپ کے باشندے کرتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے حقیقتاً اور سچے طور سے ایک بیوی پر اکتفا کی ہے بفرض محال اگر انسان کو یہ حکم دیا جائے کہ یا تو علانیہ ایک سے زیادہ شادی کر دو اور یا خفیہ زناکاری کرو تو ہر ایک ذی عقل انسان جس کے دل میں ذرہ بھر بھی اخلاقی حس ہوگی تو وہ بالضرور پہلے رویہ کو دوسرے پر ہزار درجہ ترجیح دیگا۔ اسمیں شک نہیں کہ بعض فرمانرواؤں۔ بادشاہوں شہزادوں اور امیر عیش پرستوں نے ہندوستان میں دیگر ممالک کی طرح کثیر الازدواجی کی اجازت کو ناجائز طور پر استعمال کیا ہے لیکن ایسے واقعات عیسائیوں میں بھی ہوئے ہیں۔ اور ہوتے ہیں۔ اور آجکل بھی ایک سے زیادہ شادی نہ کرنے کے قانون کو بعض حالات میں بہت ناجائز طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر ایک آدمی کے ایک سے زیادہ شادی کر لینے کے قانون کو برے طور پر استعمال کئے جانے سے عیسائیت پر کوئی حرف نہیں آتا تو اسی طرح اسلام بھی کثیر الازدواجی کے ناجائز استعمال ہونے کے الزام سے مبرا ہے۔ ہم یہ بار بار کہتے ہیں کہ ہم بذات خود کثیر الازدواجی کو پسند نہیں کرتے۔ اور اسلام ہرگز ہرگز

اسکی ترغیب نہیں دیتا - بلکہ یوں کہنا چاہئیے کہ اسلام تو ایک ہی شادی پر اکتفا کرنے کو بہت اچھا سمجھتا ہے اور اسکی تعلیم دیتا ہے - اور اگر کوئی ایسے اصحاب دائرہ اسلام میں داخل ہوں جو ایک سے زیادہ بیویوں سے یکساں سلوک نہ کر سکیں تو وہ ایک گناہ کے مرتکب ہونگے - اگر وہ ایک سے زیادہ شادی کریں - دنیا میں ایسی قومیں موجود ہیں جن کے مردوں کے دل وسیع نہیں - اور جن کی عورتیں ایکدوسرے سے نفرت میں بہت ترقی کر چکی ہیں - ان اقوام کے لئے صرف ایک شادی پر اکتفا کرنا ہی بہترین قانون ہو سکتا ہے لیکن صرف زبانی اکتفا نہیں بلکہ عملی اور صدق دل سے - اور اسلام ایسے افراد کو ہرگز کثیر الازدواجی کی اجازت نہیں دیتا ! اسلام اس بات میں بڑی سختی کرتا ہے - کہ مرد اور عورت آپس میں کوئی ناجائز تعلق پیدا نہ کریں - اور کسی حالت میں اسکی اجازت نہیں دی - اسلام نے اس محدود اور مشروط کثیر الازدواجی کی اجازت اسی گناہ اور بدکاری کے علاج کیلئے دی تھی - اسلام کے قوانین اسکے لئے باعث عار یا شرمندگی نہیں ہو سکتے - محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی عیسائی مقنن کی ضرورت نہیں اسلامی قوانین بذات خود نسل انسانی اور تہذیب دنیا کیلئے کافی اور شافی ہیں بشرطیکہ پورے طور پر ان کی پیروی کیجائے +

ہاں ایک بات رکھنی جو اس مضمون میں نظر انداز نہ ہونی چاہئیے - اور وہ یہ کہ خود عورت ذات رواج کثیر الازدواجی کی ذمہ وار ہے - اگر تمام عورتیں اتفاق کرلیں کہ کسی ایسے آدمی کے ساتھ شادی نہ کرینگی جسکے پاس بیوی موجود ہو تو کثیر الازدواجی کا نام تک مٹ جائے - ایک عورت کا ایک سے زیادہ خاوند کرنا دنیا میں بالکل نابود ہو گیا ہے - اگرچہ بعض مذاہب اسکو جائز قرار دیتے ہیں - کیونکہ کسی آدمی نے یہ گوارا نہ کیا کہ ایک ایسی عورت سے شادی کرے جو کسی اور مرد کی منکوحہ ہو - اور کثیر الازدواجی کا رائج ہونا ہی بتلانے دیتا ہے کہ عورت ذات اسکو برداشت اور گوارا کرتی ہے +

فطرت انسانی پر غور کرنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آدمی ایک سے زیادہ شادی کر سکتا ہے - اور اسلام کا یہ اصول نہیں کہ فطرت انسانی کی مخالفت کیجائے - بلکہ اسکو روکنا اسکو راہ پر لانا اور اسکو بہتر بنانا سکھایا ہے بدھ ہندو مذہب اور اصلی عیسائیت ان تمام نے فطرت انسانی کو رد کرنا چاہا نفس کشی کی تعلیم دی انہوں نے دنیا کی خوبصورتی اور دلربائی اسکی شان و شوکت اسکی عظمت اسکی طاقت ان سب کو بطور ایک دھوکا اور مایا پیش کیا حضرت مسیح علیہ السلام تو ہر وقت آسمانی سلطنت کے خیالات میں ڈوبے رہتے - انکو تو آسمان کی فکر تھی نہ کہ زمین کی - آپنے خود ایک مجرد زندگی بسر کی اور شادی اور بال بچوں سے

محروم رہتے۔ ابن آدم کو تو اپنا سر چھپانے کیلئے جگہ نہ ملتی تھی اور موجودہ تہذیب کے مطابق ایک مہذب انسان ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کرسکتے۔ اور اگر آج کل کے لوگ انکی پیروی عملی طور پر تو تہذیب کا نام و نشان بھی کہیں نہ ملے + (باقی آیندہ)

interests of man to those of society, from morality to crime, from punishment here to that of the life to come."—DEVONPORT (*Mohammet and Qur-án*).

### STYLE AND LANGUAGE OF AL-QUR-ÁN.

"The Qur-án is universally allowed to be written with the utmost elegance and purity of language. . . . It is confessedly the standard of the Arabic tongue."—GEORGE SALE.

"Such-like topics of the Qur-án are set forth in language of beauty and vigour, abounding often in real poetry. There can be no introduction to the noble tongue other than the eloquent lessons of the Prophet himself, couched as they are in language of singular force and beauty. The language of the Qur-án is considered the purest Arabic and contains such charming style and poetic beauties that it remains inimitable."—*The Popular Encyclopædia*.

"That the best of Arab witnesses has never succeeded in producing anything equal to the merits in Qur-án. To compose such revelations at will was beyond the power of the most expert literary artist."—*Encyclopædia Britannica*.

"The contents of the different parts of the Qur-án are extremely varied. Many passages consist of theological and moral reflections. We are reminded of the greatness, the goodness, the righteousness of God, as manifested in Nature, in History and in Revelations through the Prophets, especially through Muhammad, God is manifested as the One, the All-powerful. Idolatry and all deifications of created beings, such as the worship of Christ as the son of God, are unsparingly condemned."—*Encyclopædia Britannica*, vol. xvi, p. 5[illegible].

". . . The Qur-án, the miracle to which Muhammad himself so often appealed as proof of his Divine mission, and a miracle indeed it seems. For the Prophet, though cultured, was illiterate, and there is no reasonable room for doubt that a large part at any rate of that strange flood of eloquence so purely seen came to him in states of trance. The book is like no other book on earth. Explanations of the mystery of its existence have been suggested by the sceptical, but none explains it. It remains a wonder of the world."—MARMADUKE PICKTHALL.

"The Qur-án is but little read by Europeans: it is ignorantly supposed to contain many things that it does not contain; there is much confusion in people's minds between its text and ancient Semitic traditions and usages retained by its followers; in places it may seem formless and barbaric; but what it has chiefly to tell of is the leadership of one individualized militant God, who claims the rule of the whole world, who favours neither rank nor race, who would lead men to righteousness. It is much more free from sacramentalism, from vestiges of the ancient blood sacrifice and its associated sacerdotalism, than Christianity."—H. G. WELLS.

"However often we turn to it (Qur-án) . . . it soon attracts, astounds, and in the end enforces our reverence. . . . Thus this Book will go on exercising through all ages a most potent influence."—GOETHE.

any more than the other laws, brought together in one, or two, or three Surats, but 'like golden threads' they are woven into the huge fabric of the religious constitution of Muhammad. Injustice, falsehood, pride, revengefulness, calumny, mockery, avarice, prodigality, debauchery, mistrust, and suspicion are inveighed against as ungodly and wicked: while benevolence, liberality, modesty, forbearance, patience, and endurance, frugality, sincerity, straightforwardness, decency, love of peace and truth, and above all trusting in one God and submitting to His will, are considered as the pillars of true piety and the principal signs of a true believer."—CHAMBERS'S *Encyclopædia*

"At a later period of his (the Prophet's) career, no one would venture to doubt the Divine origin of his whole Book."—RODWELL.

"By a fortune absolutely unique in history, Mohammed is the threefold founder of a nation, of an empire and of a religion. Illiterate himself, scarcely able to read or write, he was yet the author of a book which is a poem, a code of laws, a book of common prayer, and a bible in one, and is reverenced to this day by a sixth of the whole human race as a miracle of purity of style, of wisdom, and of truth. It is the one miracle claimed by Mohammed—'his standing miracle,' he called it—and a miracle, indeed, it is."—BOSWORTH SMITH'S, *Life of Mohammad.*

"The morals of the Qur-án have not been less unjustly attacked than its dogmas. It condemns debauchery and excesses of every kind, usury, avarice, and pride, slander and calumny, covetousness, hypocrisy, the thirsting after worldly goods; it ordains, on the contrary, almsgiving, filial piety, gratitude towards God, fidelity to engagements, justice, specially towards orphans and without respect of persons, chastity and decency, even in words, the ransoming of captives, patience, submission, benevolence, forgiveness of injuries, the returning of good for evil, and the walking in the path of virtue, not with the view of obtaining the approbation of the world, but for being acceptable to God."—J DAVENPORT.

"Among the many excellencies of the Qur-án are two eminently conspicuous—one being the tone of awe and reverence which it always observes when speaking or referring to the Deity, to whom it never attributes either human frailties or passions; the other, the total absence throughout it of all impure, immoral, and indecent ideas, expressions, narratives, etc, blemishes which, it is much to be regretted, are of frequent occurrence in what Christians style the 'Old Testament' So exempt, indeed, is the Qur-án from these undeniable defects that it needs not the slightest castration, and may be read, from beginning to end, without causing a blush to suffuse the cheek of modesty itself."

"The Qur-án is the general code of the Moslem world: a social, civil, commercial, military, judicial, criminal, penal, and yet religious code. By it everything is regulated—from the ceremonies of religion to those of daily life, from the salvation of the soul to the health of the body, from the rights of the general community to those of each individual, from the

11 And when it is said to them, Do not make mischief in the land, they say: We are but peacemakers.[25]

12 Now surely they themselves are the mischief-makers, but they do not perceive.

13 And when it is said to them, Believe as the people believe, they say: Shall we believe as the fools believe? Now surely they themselves are the fools, but they do not know.

14 And when they meet those who believe, they say, We believe; and when they are alone with their devils,[26] they say: Surely we are with you, we were only mocking.

Or, their leaders.

15 Allah shall pay them back their mockery,[27] and He leaves them alone in their inordinacy, blindly wandering on.

Or, bring disgrace upon them.

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ
قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ○
أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِنْ
لَا يَشْعُرُونَ ○
وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ
قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا
إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِنْ لَا يَعْلَمُونَ ○
وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا
خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ
إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ○
اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ○

(AH-LL) and so in early *Hoda* ... means *he returned*, as in [illegible] (S-LL).

24 The disease is the burning in their hearts due to the advent of the Holy Prophet, having deprived them of leadership. Allah's adding to this disease signifies that their grief became greater as they witnessed the triumphant progress of Islam. As for ascribing this addition to Allah, compare 71:6, where Noah is made to say: "But my call has only made them flee the more." The increase in the disease or the aversion was the result of their own act in each case, but as Allah's raising the Prophet and the triumph of his cause or the invitation of the Prophet became the respective occasions of that act, Allah or the invitation is spoken of as the effective cause. Similarly in 95:5 it is said: "Then We render him the lowest of the low", whereas the degradation is the result of man's own action, and the Divine Being only brings about the consequences of the evil that man does. Or the *disease* here stands for the weakness of their hearts (AH), for they had not the courage to deny Islam openly, and this weakness only became the greater as the cause of Islam became more and more triumphant.

25 The idea of making peace was only this, that they mixed with both parties, but they were really taking advantage of this opportunity to sow the seeds of dissension and mischief among the various parties. In fact, they were a constant source of mischief, for whereas outwardly they were with the Muslims, they always plotted against them and gave help to their enemies.

26 By their *shayātīn* or *devils* are meant their *evil companions*, as plainly stated in v. 76: "And when they meet those who believe they say, We believe; and when they are alone one with another they say," etc., where instead of being alone with their *devils*, they are spoken of as being alone with *others from among themselves*. IMsd says that by the *devils* are meant *their leaders in unbelief* (IJ). This significance is given in the margin. Kf and Bd say by their *shayātīn* or *devils* are meant *those men who made themselves like the devils in their insolence and rebellion*. In fact, in the Arabic language the word *shaitān* (devil) signifies, as A'b puts it, "*every insolent or rebellious one from among the jinn and the men and the beasts*" (Rgh). Hence the word is freely used to indicate *insolent men, serpents*, etc.

27 The word *istihzā* occurring in this verse is thus explained by Kf: *The meaning is*

# THE FIRST ENGLISH TRANSLATION AND COMMENTARY OF THE HOLY QUR-ÁN BY A MUSLIM THEOLOGIAN

THE Maulvi Muhammad Ali, M.A., LL.B., has prepared, after a labour of about nine years, an English translation, with necessary notes and commentary, of the Holy Qur-àn, which has been printed in England and has just come out after unavoidable delays caused by the war. Each copy contains about 1,400 pages, and includes a comprehensive preface showing the special features of Islam as preached in the Holy Book, and an exhaustive discussion of the authenticity of the Holy Book, its original purity and incorruptibility, in which the Maulvi definitely proves that the Holy Book as it stands to-day is exactly as it was arranged by the Holy Prophet Muhammad himself. Elaborate indexes are also given. The whole cost has come up to £1,500. The price of a leather-bound, gilt edged copy on good India paper is 20s., to be had of the ISLAMIC REVIEW Office, The Mosque, Woking, Surrey.

Although it has increased the expense greatly, it was thought very necessary that the original text in Arabic, written by expert caligraphists in India, should also accompany the translation of each verse, as can be seen on the sample pages.

The translation is very faithful. The notes and commentary are fully comprehensive and explanatory, and every objection of Western critics has been met and answered. The mistakes of European translators and commentators have been corrected on the authority of old commentators as well as expert Arabic scholars. The relation of one chapter to the other and the connected context of the verses of each chapter have been fully established. An abstract of both chapters and sections is also given.

To those who know the learned translator his very name would be a guarantee to them that the translation is scholarly, and the commentary is based on the authentic traditions of the Great Prophet as interpreted by the authentic Muslim *savants*. For the benefit of strangers, the selection of the sample pages has been such as to give out the characteristics of the translation of the whole, so that the reader of these pages should be able to form some idea of the nature of the whole volume.

It would but be superfluous to dilate upon the need of an English translation by a person who has not only a command over the English language but also over the original (i.e. Arabic) text of a book which holds the most unique position in the world of literature.

We appeal to our Muslim brothers to purchase as many copies as possible and to enable the translator to publish other Islamic literature in the West. We also appeal to those non-Muslims who are interested in comparative theology and who would like to possess from its very source a good knowledge of that great faith which claims 400,000,000 souls scattered all the

جناب میر زمان خانصاحب - ایبٹ آباد
″ شیخ نور احمد صاحب ″
″ حبیب اللہ صاحب بھمبر
″ میر مزمر شاہ ″ پشاور
″ میاں غلام رسول خانصاحب - فیروزپور
″ محمد شاہ صاحب سیرہنہ کنال
″ محمد ظفر ″ بلند شہر
″ سکندر شاہ ″ سرگودھا
″ مشتاق حسین ″ بارہ سنگی
″ مطیع اللہ ″ گرہ گاؤں
″ محمد اسمٰعیل ″ مراد آباد
″ سعد اللہ ″ عمرزئی
″ عبدالعزیز ″ چاند پور
″ غلام علی ″ کرانچی
″ علی احمد خان ″ عدن
″ محمد صدیق ″ راولپنڈی
″ عبدالقادر ″ کرانچی
″ بہرام خاں ″ سابق بھمبر
″ محمد یونس ″ میرا
″ اے - ایس قادری عدن
″ عبدالکریم صاحب اورنگ آباد
″ نثار علی ″ بھوپال
″ ابوالحسن ″ لکھنؤ
″ محمد سلطان ″ ہزارہ
″ عبدالوہاب ″ سندھ
″ محمد چھٹے خان ″ بریلی
″ عبدالسلام ″ جاورہ
″ جان محمد ″ چنیوٹ
″ محمد ناظر الحسن ″ خلیل آباد
″ عبدالرشید ″ میسور
″ رحیم الدین ″ سلہٹ
″ عبدالعزیز ″ گوجرانوالہ
″ محمد تقی ″ مرزاپور
″ اکبر حسین ″ راٹھ
″ فیض محمد ″ گجرات

جناب محب الدین صاحب - ٹیرا
″ ظہور القیوم ″ چٹاگانگ
″ ایم - ان خان ″ احمد نگر
″ مقصود احمد ″ جامسیٹ
″ مقبول احمد ″ گونڈہ
″ ایم حبیب - ″ لو سیلون
″ سید محمد ″ خردپور
″ سید سکندر علی صاحب سلہٹ
″ فرید الحسن صاحب - نگینہ
″ قاسم عبداللہ ″ عدن
″ عبدالحنان ″ ساہو
″ جلال الدین ″ مہسان
″ محمد اہل اللہ ″ سندھ
″ اکبر علی ″ جہلم
″ محمد سمیع ″ گورکھپور
″ مولوی شرف الدین ″ ″
″ غلام حسن صاحب - مرزاپور
″ محمد عسکر ″ نواب شاہ
″ محمد ابراہیم ″ شہزادہ
″ انوار الزمان ″ گوداوری
″ عبدالسلیمان بنگلور
″ عنایت اللہ صاحب - احمد نگر
″ ابوالحسن ″ سمری
″ تاج محمد ″ کامل پور
″ فضل رحیم ″ سرہند
″ خدا بخش ″ لدھیانہ
″ قادر خان ″ ٹانڈو داؤد شاہ
″ عبدالجلیل ″ پورٹ بلیر
″ عبدالرزاق ″ آسام
″ عزیز اسلام ″ شیلانگ
″ عبدالباری ″ اخلاص پور
″ عبدالکریم ″ کالمبو
″ چراغ دین ″ بانہال
″ ایس - حق ″ ٹانگوپ
″ محمد غوث ″ پالم کوٹ

جناب عبدالغنی صاحب - ارکاٹ
″ محمد غالب ″ پیرزادہ
″ اکبر جمال ″ تبسین
″ عبدالغنی ″ گھوگرہ
″ ممتاز یار الدولہ ″ ساعدانور
″ عبدالکریم ″ پنچ محل
″ افتخار احمد ″ ہرگام
″ محمد نہال الدین ″ لکھنؤ
″ عبدالرؤف ″ الہ آباد
″ ایم - اے جے ماتھ ″ پانچ محل
″ سلطان جان ″ مہتم
″ محمد عمر دراز ″ بغداد
″ امتیاز علی ″ مہوبہ
″ چھکا خان ″ میسا پوٹیمیا
″ محمد مرتضٰی ″ مراد آباد
″ محمد عبدالغفور ″ ناگپور
″ محمد اسحاق ″ کوئٹہ
″ رحیم بخش ″ سامانہ
″ قمر علی ″ الہ آباد
″ محمود اختر ″ بھاگلپور
″ خلیل صاحب ″ ڈھاکہ
″ محمد بشیر ″ بنارس
″ سید محمد تقی ″ مرزاپور
″ قاضی مصباح الدین - جبتی

نوٹ - اگر کسی بھی احباب کا اسم گرامی سہواً مندرجہ بالا فہرست سے رہ گیا ہو تو معاف فرمائیں +

## ضروری نوٹ

خواجہ عبدالمجید صاحب کیشیئر رسالجات کی توسیع اشاعت کے لئے اس ماہ کے اندر جنوبی ہند کیطرف دورہ پر نکلینگے احباب جنوبی ہند کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہے کہ انکی اعانت فرماکر عنداللہ ماجور ہوں

خواجہ عبدالغنی منیجر اشاعت اسلام لاہور

# مروارید ثلاثہ

قیمت مجلد عہ/

## یہ تینوں کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں

یہ ہر سہ کتب مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری ہیں جو تین خاص مضامین پر نایاب اور بے مثل کتابیں ہیں جو بتفصیل ذیل درج ہیں۔ آپ کے مطالعہ کے قابل ہیں +

**براہین نیرہ** حصہ اول کے معروف بہ نیر کامل الہام قیمت ۱۲/
اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن کریم ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب میں تنقیدی نگاہ ڈالی ہے نیز مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے +

**ام الالسنہ** کے معروف بہ نبع کامل الہامی زبان قیمت ۱۲/
یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے۔ اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں اور ابتدا میں سب ملکوں کے آبا و اجداد عربی الاصل تھے یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے +

**اسوہ حسنہ** کے معروف بہ نمونہ کامل نبی قیمت ۸/
اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عام حاصل کر چکی ہے اس کتاب کو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو آپ کی ذات پاک ہی ہے +

**نوٹ**

**محصولڈاک بذمہ خریدار ہوگا**

# خطبات عربیہ

فی خطبہ ۲/

**فی خطبہ (۳/) اُردو محصولڈاک بذمہ خریدار**

خطبات چھپ کر تیار ہیں۔ کاغذ کی قلت کی وجہ سے بہت ہی قلیل تعداد میں چھپوائے گئے ہیں۔ جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہے ہیں۔ احباب فرمائش میں عجلت سے کام لیں۔ ورنہ بعد میں مایوس ہونا پڑیگا +

مصنفہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ لندن۔ یہ وہ معرکتہ الآرا خطبے ہیں۔ جو جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنے قیام لندن میں نا آشنایان اسلام کو اسلام سے متعرف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرنے کیلئے انگلستان فرانس سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر خطبے لیکچر اور تقریروں کی شکل میں دئیے۔ اسکے پڑھنے سے ہر ایک شخص نہ صرف اسلام کی خوبیوں اور اسکے اصولوں سے ہی واقف ہو جاتا ہے۔ بلکہ دیگر مذاہب کے مقابل اسے اسلام کی فضیلت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ ان خطبات میں سے چند خطبات ہم نے بعض احباب کی بار بار فرمائش پر اُردو میں ترجمہ کرائے ہیں۔ ان خطبات کے مضامین کے لحاظ سے انہیں چھ جلدوں میں حسب ذیل ترتیب دیا ہے:۔

(۱) سلسلہ خطبات عربیہ موسوم بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات
(۲) " " " " توحید۔ دُعا۔ تصوف"۔
(۳) " " " " خطبات عیدین"۔
(۴) " " " " دہریوں اور ملحدین کو خطاب"
(۵) " " " " اسلام اور دیگر مذاہب"
(۶) " " " حقوق نسوان"

نوٹ چھ جلدوں کے مکمل سیٹ کے خریدار سے عہ/ مجلد عہ/

**المشتہر خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل لاہور**

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

# اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

## اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن


زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — و مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی


قیمت تین روپے سالانہ

اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے کل اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے


جلد (۴) | بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر (۲)


فہرست مضامین




یونین سٹیم پریس لاہور میں لالہ دیوان چند پرنٹر کے اہتمام سے چھپ کر مرزا یعقوب بیگ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا



A View of Al Medina, the City of the Holy Prophet

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

# اشاعت اسلام

ترجمۂ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریۂ لنڈن

جلد (۴) — بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۱۸ء — نمبر (۲)

## شذرات

اِس پرچہ کے ساتھ اس مقدس شہر کی تصویر دیجاتی ہے جو دارالاقامت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ہونے کی وجہ سے مدینہ کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن اس کا پہلا نام یثرب تھا بعد میں جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت فرماکر یہاں بود و باش اختیار کرلی۔ تو عام طور پر اسے مدینۃ النبی صلعم کے نام سے پکارا جانے لگا جس سے ہوتے ہوتے صرف مدینہ رہگیا + اس پاک مقام میں ہی اس سردار اولین و آخرین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک وجود مدفون ہے۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ باوجودیکہ حج پر جانیوالے اکثر مسلمان مدینہ میں بھی جاتے ہیں۔ اور اپنے دل میں حضرت نبی کریم صلعم کی اس سے کروڑہا درجہ بڑھ کر عزت و عظمت لئے ہوئے جاتے ہیں جو آپ کے متبعین اولیاء اللہ کی ان کے دلوں میں ہے۔ مگر پھر بھی روضۃ النبی صلعم پر شرک کی اُن علامات کا نام و نشان تک نہیں پایا جاتا جو دوسرے بزرگانِ دین کی قبروں پر نظر آتی ہیں۔ یہ ایک صاف اور بیّن شہادت ہے اُس کامیابی کی جو توحید الٰہی کے اس علمبردار کو نصیب ہوئی ہے۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم۔ روضۃ النبی کے ساتھ ہی مدینہ میں مسجد نبوی بھی ہے جس کی بنیاد خود رسول اللہ صلعم نے اپنے ہاتھ سے رکھی تھی۔ غرض یہ پاک اور بابرکت مقام بہت سی عالیشان برکات کا وارث ہے جہاں ہر سال ہزارہا انسان اسکے پاک مقامات کی سیر کیلئے جاتے ہیں۔ اور اسکے روحانی فیوض سے فیضیاب ہوتے ہیں +

کہ میں نے بہ طیب خاطر آج اسلام کو اپنا مذہب قبول کیا۔ اور میں ایک خدا یعنے اللہ کی پرستار اور صرف ایک ہی اللہ کی پرستار ہوں۔ اور میں ایمان لاتی ہوں کہ حضرت محمد خدا تعالیٰ کے رسول مسنجر اور بندے تھے۔ میں تمام انبیا کی ابراہیم۔ موسیٰ عیسیٰ علیہم السلام وغیرہ کی یکساں عزت کرتی ہوں اور میں اقرار کرتی ہوں کہ میں خدا کی مدد کے سہارے مسلم زندگی اختیار کرونگی +

میں نے یہ اقرار نامہ بلفظہ لکھ دیا ہے یہاں لفظ پرافٹ کے معنے اس قدر وسیع ہیں کہ اس لفظ کے ساتھ منجانب اللہ کا ہونا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ اسلئے جو لوگ کسی شخص سے صرف یہ اقرار لیکر کہ خدا ایک ہے اور محمد پرافٹ ہے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ مسلمان ہوگیا وہ یا خود دھوکہ میں ہیں یا لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کیسی سے یہ اقبال کرا کر کہ وہ محمد کو پرافٹ مانتا ہے یہ اعلان کرنا کہ فلاں فلاں نے حضرت خاتم المرسلین کی نبوت کا اقرار کیا۔ یہ لفظ خواہ بڑی عقلمندی سے لکھے جاتے ہیں لیکن غلط ہیں یہ لفظ پرافٹ کے معنے نہیں۔ کیونکہ پرافٹ کے لازماً معنے نبی کے نہیں لفظ نبی میں من اللہ کی جزو ضروری ہے۔ اسلئے ہم نے اپنے اقرار نامہ سے لفظ پرافٹ کا نکال دیا اور لفظ مسنجر رکھا پھر ہم مسیح کے متعلق بھی اسی لئے اقرار لے لیتے ہیں کہ وہ ایک نبی ہے۔ اور ان کی طرح پھر ہم لفظ مسلم بھی لکھوا لیتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ اُس نے اسلام اپنا مذہب قبول کرلیا +

یہاں اب عام اصطلاح میں لفظ پرافٹ کا مفہوم یہی آنحضرت صلعم ہے۔ اسلئے کسی کا یہ کہنا یا لکھ دینا کہ میں خدا کو ایک جانتا ہوں اور محمد کو پرافٹ تسلیم کرتا ہوں اسکے کہنے والا اسلام کو سچا مذہب نہ سمجھ کر یہ جملہ کہہ سکتا ہے قربان جاؤں اُس نبی پاک کے کہ جس نے کلمۂ طیبہ میں رسول اللہ کا لفظ تجویز کیا۔ خدا تعالےٰ ان لوگوں کو سمجھ دے جنہوں نے یہ نئی کھیل یہاں شروع کی ہے +

خواجہ کمال الدین

# حضرت مسیح بحیثیتِ انسان اور بحیثیتِ خدا

اذ قالت الملٰئکۃ یٰمریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسیٰ ابن مریم وجیھاً فی الدنیا والاٰخرۃ ومن المقربین ۔ قرآن سورۃ ۳ آیت ۴۴ (ترجمہ جب فرشتوں نے (مریم سے) کہا اے مریم خدا تم کو اپنے حکم کی خوشخبری دیتا ہے ۔ اس کا نام ہوگا عیسےٰ بن مریم دنیا اور آخرت میں روادار اور خدا کے مقرب بندوں میں سے ہوگا) +

قرآن شریف مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ مسیح حضور کا بڑا ادب کریں ۔ اگر ہم ان کو ایک انسان کی حیثیت سے دیکھیں تو اُن کے اعلےٰ اخلاق اور اوصاف حمیدہ کی تعریف بے اختیار منہ سے نکل پڑتی ہے ۔ انہوں نے بڑا دلیرانہ رویّہ اختیار کیا اور خدا کی ذات پر ان کو کامل بھروسہ تھا صرف خدا کی خاطر انہوں نے دُکھ درد اور ہر طرح کے مصائب برداشت کیئے حتّٰے کہ جان تک دینے کیلئے تیار ہو گئے ۔ اگر ہم آپ کی جوانی سے اوایل زندگی کے حالات کو مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ وہ اکثر مختلف مذہبی سوالات پر ربیوں سے بحث کیا کرتے تھے ۔ اور ابھی آپ کم عمر ہی تھے کہ آپ اپنے والد کو اسکے کام میں مدد دیا کرتے تھے +

ہم کیا دیکھتے ہیں کہ وہ یکایک ایک دن اپنے گاؤں کے صومعہ میں اپنے آپ کو بحیثیت ایک واعظ کے پیش کرتے ہیں ۔ تورات کی بہت سی پیشگوئیاں لوگوں کو سُنا کر خود اُن کا مصداق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ۔ اور ہم آپ کی اس دلیری اور ہمت کی تعریف کے بغیر نہیں رہ سکتے ہم نے مانا کہ اپنی قوم میں آپ کی حیثیت کوئی معزز نہ تھی ۔ آپ ایک نجار کے بیٹے تھے ۔ اور اکثر اوقات اپنے باپ کے ساتھ کام کرتے دیکھے گئے تھے ۔ تاہم آپ کے خیالات تو بڑے اعلےٰ اور ارفع تھے ۔ بعض نے تو آپ کو وہ مسیح موعود سمجھ کر آپ کا خیر مقدم کیا ۔ جس نے ایک عالمگیر امن قائم کرنا تھا ۔ اور یہودی قوم کی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ قائم کرنا تھا ۔ اکثر لوگوں نے آپ کو رد کر دیا جس طرح وہ پہلے نبیوں کو رد کرتے آئے تھے ۔ اور حضرت مسیح کو کہنا پڑا ۔ کہ ایک نبی کی عزت ہوتی تو ہے لیکن اس کے وطن مالوف میں نہیں " ۔ بائبل کی رُو سے پانی کو مئے بنانا آپ کے بہت اوائل معجزوں میں سے تھا ۔ اگر یہ حق ہے تو آپ کی قدر و منزلت ہمارے دل سے اتر جاویگی ۔ ہم کس طرح باور کر سکتے ہیں کہ

یسوع مسیح نے صاف بےضرر پانی کو نشہ والی شراب بنادیا۔ اور اپنے اس فعل سے اپنے حواریوں کیلئے ایک بُرا نمونہ پیش کیا۔ کیونکہ آجکل تمام ڈاکٹر جو خدا کا بیٹا ہونا تو درکنار کسی رنگ میں نبی اللہ بھی نہیں وہ سب بات پر متفق ہیں کہ تمام مُنشی چیزیں انسان کیلئے بیحد ضرر رسان ہیں۔ اور اگر ہم اس معجزے کو سچ مان لیں تو گویا ہم نے اقرار کرلیا کہ حضرت مسیح کو نسل انسانی کا اسقدر پاس بھی نہ تھا جس قدر آجکل کے بہت سے اصحاب کو ہے۔ اور اس صورت میں تو بحیثیت نبی بھی انکی کوئی عزت نہیں کرسکتا۔ کہا جاتا ہے کہ مسیح نے اور بھی بہت سے معجزے کیئے لیکن ان میں کوئی ایک معجزہ بھی ایسا نہیں جو آگے دکھلایا نہ جاچکا ہو۔ آپ سے پہلے جو نبی آئے انہوں نے آپ سے بڑھ چڑھ کر معجزے دکھائے گبن صاحب لکھتے ہیں۔ وہ (حضرت مسیح) زندہ بھی رہے تو نسل انسانی کو فائدہ پہنچانے کیلئے اور مرے بھی تو اسی کیلئے لیکن اس کے بالمقابل سقراط نے بھی اپنی زندگی اور موت دونوں کو مذہب اور انصاف کیلئے وقف کر دیا تھا۔ وہ لوگ جو خوشی و غمی سے موثر ہونا بُرا سمجھتے ہیں۔ اگر وہ مسیح کی خاکسارانہ نیکیوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو دیکھیں ہمارے لئے آپ کی انسانیت کی یہ ایک کافی شہادت ہے کہ آپ اپنے ملک اور اپنے احباب کے لئے آنسو بہاتے تھے۔

بائبل کے معجزات کس طرح اُس قوم کو قائل کر سکتے تھے جو موسوی شریعت کے عظیم الشان معجزوں پر کامل ایمان رکھتے تھے۔ پرانے زمانے کے نبیوں نے مریضوں کو شفا دی۔ مُردوں کو زندہ کیا سمندر کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ سورج کو ساکت کر دیا۔ اور ایک آتشیں رتھ میں آسمان پر چڑھ گئے۔ اور ایرانیوں کے استعارے والے طرزِ کلام میں ایک ولی یا شہید کو خدا کا بیٹا ہونے کا لقب دے سکتے ہیں"۔

حضرت موسیٰ کے معجزے یقیناً حضرت مسیح کے معجزوں سے زیادہ عالیشان تھے۔ حضرت موسیٰ کی دعا سے مصر پر سات وبائیں نازل ہوئیں۔ اور انہی کی دعا سے وہ رفع ہوئیں۔ آپ نے بحیرہ قلزم کو دو ٹکڑے کر دیا۔ آپ نے بنی اسرائیل کو آسمانی طعام من و سلویٰ کھلایا۔ اس فانی دنیا ہی میں آپ نے خدا کا جلوہ قریب سے دیکھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فرشتوں نے آپ کی تجہیز و تکفین کی۔ بہر حال اگر ہم یسوع مسیح کو ایک انسان فرض کریں تو آپ کے معجزے صادق ٹھیرتے ہیں۔ اور انکی وجہ سے آپ قدر و منزلت کے مستحق ہو جاتے ہیں لیکن باوجود اپنی ساری طاقت اور قوتوں کے آپ کس قدر عاجزی اختیار کرتے ہیں۔ فرمایا۔ "اپنے وجود سے تو میں کچھ بھی نہیں کر سکتا"۔ اور جب ایک آدمی آپ کو

[illegible] کر خطاب کرتا ہے تو آپ اسکو جواب دیتے ہیں تم مجھے کیوں نیک کہتے ہو سوائے ایک کے کوئی نیک نہیں [illegible] ۔

انجیل میں جو آپکے قصے درج ہیں۔ ان کے ماتحت تو آپ بحیثیت ایک انسان بھی قابل تعریف نہیں بحیثیت خدا کا بیٹا تو درکنار رہا۔ اس کا ایک بڑا ثبوت وہ الفاظ ہیں جو آپکے آخری الفاظ کہے جاتے ہیں "ایلی ایلی لما سبقتنی" "اے خدا اے خدا کیوں تو نے مجھے چھوڑ دیا" ایک اولوالعزم انسان جس کو خدا پر پورا اعتقاد اور بھروسا ہے وہ بھی ایسے الفاظ اپنے منہ نہیں نکالیگا۔ اور اگر وہ بذات خود خدا تھے تو بھلا اپنے آپ کو بلانے سے کیا فائدہ تھا۔ یہ آہ وزاری صاف بتاتی ہے۔ کہ وہ بالکل بیکس اور بے بس تھے اور خدا کی مدد کی ضرورت محسوس کرتے تھے۔ اور اگر آپنے سچ مچ یہ الفاظ کہے تو اس میں کچھ شبہ نہیں رہتا کہ مرتے وقت آپ کو یقین تھا کہ خدا نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا ہے ؎

بھلا انجیل کے قصہ کا قرآن کے قصہ سے کیا مقابلہ ہو سکتا ہے۔ قرآن شریف مسیح کی بابت ایک بھی ایسا کلمہ نہیں کہتا جو آپ کی ہتک یا سبکی کا باعث ہو۔ بلکہ جہاں کہیں ان کا ذکر کیا ہے تعریف ہی کی ہے۔ اگر ہم مسیح کو قرآنی نقطہ خیال سے دیکھیں یعنی آپ کو ایک انسان سمجھیں تو ہمارا دل آپ کی عزت اور ادب سے بھر جاتا ہے۔ اور اگر ہم آپ کو انسان ہی فرض کر کے انجیل کا قصہ پڑھیں تو ہم کو ان آخری الفاظ کے جو آپنے صلیب پر کہے اور اس موقعہ کیلئے جسمیں آپنے انجیر کے درخت پر اس واسطے لعنت کی۔ کہ اس نے آپ کو بے موسم کی انجیریں نہ دیں۔ ان دو مواقع کیلئے کوئی قابل عفو عذر ڈھونڈنے پڑینگے۔ اور اگر ہم یسوع مسیح کو خدا مان لیں جس طرح کہ وہ لوگ جو آپکے پیرو کہلاتے ہیں ہمکو منوانا چاہتے ہیں تو ہمارے خیالات آپ کی بابت کس قدر مختلف ہو جاتے ہیں بشرطیکہ ہم خدا کی صفات کو ٹھیک طور پر مانتے ہوں ؎

قرآن میں بہت سے حصے ہیں جن میں خدا کی صفات مذکور ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ خدا واحدہٗ لاشریک ہے۔ حیّ و قیوّم ہے سب کا روزی رساں ہے۔ نہ اسکو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند تمام آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اس کا ہے کوئی اسکے حکم کے بغیر اسکے پاس سفارش نہیں کر سکتا وہ جانتا ہے جو کچھ انکے سامنے ہے۔ اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔ اور وہ ان کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے سوائے اسکے جو وہ چاہے۔ اس کا تخت (سلطنت) زمین آسمان

پھیلا ہو رہے۔ اور ان دونوں کی پرورش سے وہ تھکتا نہیں۔ وہ سب سے ارفع اور بالا ہے۔ بہت سے لوگ اسباب کو فوراً مان لینگے۔ کہ یہ سب صفات خدا کی ہونی چاہئیں۔ تا کہ وہ عاقل اور عقلمند انسان کی پرستش کے شایاں ہو۔ کوئی انسان جو انسان کہلانے کا صحیح طور پر مستحق ہے کبھی ایک کمزور اور نحیف خدا کے آگے نہیں جھکیگا۔ جب ہم اس سے دعا مانگتے ہیں تو گویا ہم نے مان لیا کہ وہ قدرت و طاقت والا خدا ہے ورنہ ایک ایسی ہستی سے دعا مانگنا جو مطلوبہ چیز عطا کرنے کی طاقت ہی نہ رکھتی ہو فضول ہے +

اب ذرا غور کریں کہ کہاں تک مسیح کے اندر خدائی صفات پائی جاتیں ہیں۔ پہلے آپ کی معجزانہ پیدائش کو لیں۔ کیونکہ یہ بھی آپ کی خدائی کا ایک ثبوت پیش کیا جاتا ہے اول تو کہ بہر حال ایک عورت آپ کی ماں تھی۔ اور ایک غیر محدود ہستی کس طرح ایک فانی عورت کے رحم میں رہ سکتی تھی۔ اور بفرض محال اگر یہ مان بھی لیں کہ بن باپ کے ہونے کی وجہ سے حضرت مسیح خدا ہو گئے تو پھر ملک صدق کو کیا سمجھنا چاہیئے جو بقول سینٹ پال وہ پہلے اپنے نام کے معنوں کے موافق راستی کا بادشاہ اور پھر شاہ سالیم یعنے سلامتی کا بادشاہ۔ یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ جس کے نہ دنوں کا شروع نہ زندگی کا آخر مگر خدا کے بیٹے سے مشابہ ٹھیر کر ہمیشہ کاہن رہتا ہے۔ (عبرانیوں باب ۷ آیت ۲ و ۳) +

مسیح کو بھی ملک صدق ہی کے نمونہ پر کاہن کہا گیا ہے۔ نیز اگر مسیح خدا کا بیٹا کہلوایا جا سکتا ہے تو بعض ہندو رشی بھی جو کنواری لڑکیوں کے بطن سے بطور معجزہ پیدا ہوئے وہ بھی ایسا کہلوانے کے مستحق ہیں۔ قرآن کریم اسکی تردید کرتا ہوا فرماتا ہے۔ یہ اللہ کے شایاں نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے جب کسی کام کا حکم وہ نافذ کر دیتا ہے تو صرف "کُن" کہ دیتا ہے اور وہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر مسیح کو بوجہ اسکے معجزوں کے خدا بنایا جاوے تو کس قدر خدا کی عظمت اور بزرگی میں فرق آجاتا ہے۔ اگر ان معجزوں کو خدا کی طرف منسوب کیا جاوے تو ان کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں رہتی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہ معجزے ہی نہیں رہتے۔ خدا کو کیا ضرورت تھی کہ معمولی معمولی معجزوں سے اپنی طاقت کا ثبوت دیتا۔ کیا موجودات عالم کی خالقیت کا معجزہ مسیح کے معجزوں سے کم ہے۔ ذرا گھاس کے اگنے پر ہی غور کر لو۔ کیا یہ مسیح کے سارے

معجزوں کے بنیاد عظیم الشان نہیں ہیں۔ ایک ننھا سا بیج زمین میں بوتے ہیں۔ اس سے ایک پودا نکلتا ہے۔
پھل لگتے ہیں بالآخر وہ درخت بن جاتا ہے بیسیوں جانور اور پرندے اس میں پناہ لیتے ہیں اور وہ فیضان
پہنچاتا ہے۔ یا اگر ہم ایک مٹھی بھر بیج زمین میں ڈالیں تو ایک دن زمین کو ہم ہری بھری دیکھتے ہیں تھوڑا
عرصے کے بعد ہم کیا دیکھتے ہیں کہ وہ سبزی بڑی ہو گئی ہے۔ اور اس میں خوشے نکل آئے ہیں اور یہ سب
اس مٹی نے جس کے نزدیک جانا بھی پسند نہیں کرتے اور ہوا اور پانی نے پیدا کیا۔ کیا یہ مسیح کے سارے
معجزوں سے بڑھ چڑھ کر نہیں ہے۔ کیا خدا کا دنیا سے اور نیز کرشمہ مسیح کے بڑے سے بڑے معجزے سے بڑھ کر
نہیں ہے۔ بائبل کی رو سے مسیح کے احکام متضاد ہیں۔ پہاڑی والے وعظ میں تو آپ فرماتے ہیں لیکن
میں تم سے کہتا ہوں کہ ظلم کا مقابلہ نہ کرو۔ اور اگر کوئی تمہاری بائیں گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا
بھی اس کے آگے پیش کر دو"۔ بعد ازاں آپ اپنے حواریوں کو کپڑے بیچ کر تلواریں خریدنے کا حکم دیتے
ہیں۔ پھر جب ان تلواروں کے استعمال کا وقت آتا ہے تو آپ کہتے ہیں۔ "وہ جو تلوار کو استعمال کرینگے وہ خود
اس کا شکار ہو جائینگے"۔ کوئی آدمی یہ نہ مانیگا کہ خدا متضاد احکام دیتا ہے لیکن اگر ہم بائیبل
کا مطالعہ کریں تو ہم کو ایسے بہت سے موقعے ملینگے جہاں مسیح نے اپنے کسی پہلے حکم کے خلاف حکم دیا۔
ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا "میں قانون کو رد کرنے کیلئے نہیں بلکہ پورا کرنے کیلئے آیا ہوں" اور باوجود اسکے
آپ نے سبت توڑا اور اپنے حواریوں کو ایسا کرنا سکھایا۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ تو آپ نے اپنے حواریوں کو اجازت
دی کہ وہ کسی غیر کے کھیت میں سے کچھ بالیں توڑ لیں اور تعجب ہے کہ ان باتوں کے باوجود بعض لوگ آپ کو
خدا مانتے ہیں ہم نے آپ کے علم کی تعریف کی تھی لیکن اگر آپ سچ مچ خدا ہیں تو یہ ساری کی ساری
مشکل میں الجھ جاتی ہے۔ اگر وہ خود خدا ہیں تو یقیناً آپ نے جھوٹ بولا جب یہ کہا کہ "میں اپنے وجود سے
کچھ بھی نہیں کر سکتا"۔ کیا وہ بھی خدا ہو سکتا ہے جو ہم کو کہے کہ "مجھے نیک مت کہو"۔ یقیناً وہ لوگ
جو مسیح کو خدا مانتے ہیں وہ خدا کی ہستی کو بالکل معمولی خیال کرتے ہیں۔ یسوع مسیح خود اپنے حواریوں کو
تعلیم دیتا ہے کہ وہ خدا کو "اے ہمارے باپ" کہہ کر پکاریں۔ اور انہی معنوں میں وہ خود اسکو باپ کہہ کر
پکارتے تھے۔ لوگ مسیح کو خدا مانتے ہیں۔ اُن کا ایمان قدیم زمانے کے رومن کیتھولک کی مانند ہے
گبن صاحب لکھتے ہیں "کیتھولک لوگوں کا مذہب ایک سیدھی چٹان کے کنارے پر لرزاں تھا۔
جہاں سے پیچھے ہٹنا ناممکن ٹھہرا اور خطرناک اور آگے کرنا قیامت ہی تھا۔ اور ان کے مذہبی قوانین

کی بہت سی نکلیفوں کو اُن کی فقہ کو عظمت اور ان کے عقیدے کی بہت سی قتوں کو اُن کے علم الٰہیات کی برتری نے اور بھی بڑھا دیا ۔ وہ یہ کہنے سے جھجکتے تھے کہ خود خدا جو کہ باپ کے برابر کی حیثیت کے اقنوموں میں سے دوسرا اقنوم ہے بشکل گوشت پوست ظاہر ہوا اسا دیہ حقیقی جو تمام کائنات پر حاوی ہے مریم کے بطن میں مقید ہی ۔ اسکی ابدی زندگی کا شمار انسانی سالوں مہینوں اور دنوں سے ہوا ۔ خدائے قادر کو کوڑوں سے پیٹا گیا اور صلیب پر چڑھایا گیا ۔ اس کے بیچین جسم نے درد اور جانکنی محسوس کی ۔ اس کا کامل علم جہالت سے مبرا نہ تھا ۔ اور کہ اس زندگی اور ابدی زندگی سرچشمہ نے کیلوری پہاڑ پہ وفات پائی" ۔

مُنصفیر

---

# واقعات اور ذرائع

## عیسائیت اور اسلام

واقعاتِ عالم اور ان کے ذرائع کے درمیان جو رشتہ ہے ۔ اس کا معلوم کرنا ایک بہت ہی دلچسپ مطالعہ ہے ۔ اگرچہ ہمیں بہت سی مشکلات کا سامنا بھی ہے ۔ اکثر اوقات ہمارے خیالات ہماری رائے کو یکطرفہ اور یکطرفہ بنا دیتے ہیں ۔ ہمارے تعصب ہماری نظر کے دائرہ کو تنگ کر دیتے ہیں ایک انسان عام طور پر تمام بھلائیوں اور مفید باتوں کو اپنی طرف منسوب کر لیتا ہے اور تمام مجری نقصان دہ باتوں کو دوسرے کے سر تھوپتا ہے ۔ یا کم از کم اپنے آپ کو ان کا باعث قرار نہیں دیتا موجودہ جنگ کے آغاز سے پہلے یورپ کے باشندے بڑے زور شور سے یہ دعویٰ کیا کرتے تھے ۔ کہ جس قدر ترقی اور تہذیب زمانہ جو انہوں نے حاصل کی ہے وہ صرف قریباً دو ہزار سال تک عیسائیت کی پیروی ہی کا خاص نتیجہ تھا ۔ مشرقی لوگ جن کے خیالات مذہب کی طرف بہت مائل ہیں اور جو اسبات کے قائل ہیں کہ ترقی مذہب ہی سے ہو سکتی ہے ۔ انہوں نے اول اول یورپ کے اس دعوے کی مخالفت نہ کی ۔ اور جو کچھ کشش مشرق میں جہلا کے دلوں میں عیسائیت نے حاصل کی اس کا باعث بہت حد تک اور سب سے بڑھ کر یہی تھا ۔ وجوہات اور نتائج کی جانچ پڑتال کرنے کے لئے ہمارے لئے ضروری ہے ۔ کہ ہم بڑے صبر و تحمل سے تمام ملحقہ واقعات کو مدنظر رکھیں ۔ ہم کو چاہئے کہ بہت دقیق نقطہ چینی کے بعد

کوئی نتائج اخذ کریں اور تعصب یا میلان طبع کو ہرگز اسمیں دخل نہ دیں۔ اگر وہ جستجو میں ایک ٹھیک نتیجہ پر پہنچنا ہی منظور رکھیں تو حق نہیں کہ وہ فوراً اس بات پر نتیجہ نکال لے کہ وہ ایک دوسرے پر منحصر ہی ہو سکتی ہے۔ کہ ان کے وجود میں ایک بہت بڑا نمایاں فرق ہو۔ یورپ نے بیشک گذشتہ چند سات صدیوں میں بہت سی دنیاوی ترقی حاصل کی ہے۔ اور ساتھ ہی اس کے عیسائیت بھی گذشتہ چند صدیوں سے یورپ کا رائج مذہب ہی ہے۔ اسمیں بھی شک نہیں۔ کہ مذہب ہماری انفرادی خاندانی اور قومی زندگی پر بہت سا اثر رکھتا ہے یا رکھنا چاہئے۔ اور ان واقعات کے ماتحت یہ نتیجہ نکالا گیا ہے۔ کہ اس تمام ترقی کا باعث عیسائیت ہی ہے۔ ایک ذی فہم انسان کبھی اسبات سے انکار نہیں کریگا۔ کہ موجودہ اخلاق کا ستیاناس جو مغرب میں ہو رہا ہے نہ بھی ہماری ترقی اور تہذیب کا ایک نتیجہ ہے۔ اس واسطے اگر موجودہ خونریز جنگ کو عیسائیت کا نتیجہ نہیں مانا جاتا تو تھوڑا سا منطق استعمال کرنے سے ثابت ہو جائیگا۔ کہ یورپ کی علمی اور مادی ترقی اور تہذیب کا ماخذ بھی عیسائیت نہیں بلکہ کوئی اور وجوہ ہیں۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ عیسائیت غیظ وغضب روکنے کی تعلیم دیتی ہے۔ علم تاریخ کا کوئی مطالعہ کرنیوالا موجودہ غیظ وغضب اور وحشیانہ فطرت کے نمود کو مسیح کی تعلیم جس کا خاصہ عاجزی اور نرمی تھا نتیجہ نہیں بتا سکتا۔ مسیح کے تمدنی اصول ہرگز موجودہ اخلاق اور تہذیب کے نشان حامل نہیں ریفرمیشن (اصلاح) سے پہلے کی صدیوں میں یورپ جہالت اور ظلمت کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا یہی ایک وقت تھا جس میں کلیسیا کی طاقت سب پر حاوی تھی۔ اور کوئی اس کے آگے سر نہیں مار سکتا تھا۔ آج بھی وہ ممالک جنہیں کلیسیا کا حکم بلا شرکتِ غیر اٹل مانا جاتا ہے وہ اخلاقی اور دنیوی دونوں طرح تمام یورپ سے پیچھے ہیں۔ جن ملکوں نے ریفرمیشن (اصلاح) کو قبول کیا اور کلیسیا کی ہتکڑیوں کو توڑ پھینکا انہوں نے آہستہ آہستہ ترقی کے زینے چڑھنے شروع کئے۔ بہرحال اس معاملہ میں ایک صحیح نتیجہ پر پہنچنے کیلئے یہ سب سے بہتر ہوگا۔ کہ ہم عیسائیت کے اصول کو ان کے تعلیمی رنگ میں دیکھیں تو معلوم ہو جاویگا کہ کہاں تک انسانی ترقی اور تہذیب کے معاون و ممد ہیں۔

تمام مذہب عیسائیت کا لب لباب دو اصولوں میں آجاتا ہے۔ انسان کا فطرتاً گنہگار ہونا اور خدا کا معاف کرنا یعنی اسبات کا اعتراف کہ انسان قانون پر چلنے اور فلاح حاصل کرنے کے بالکل ناقابل ہے۔ اور اسبات پر ایمان کہ خدا نے اپنے خاص فضل و رحمت سے کوئی ایسا ذریعہ مہیا کر دیا جس سے

سکھلیں کہ اعتقاد رکھا کہ نسل انسانی ہمیشہ سے آئندہ سزا اور پاداش کے خوف سے ہراساں رہی ہے اس دامنگیر خوف سے نجات کس طرح ہو۔ اور ظاہر ہے کہ خیالات کے ہوتے ہوئے یہ بھی نہیں چند اصول ہیں جن پر مذہب عیسوی کی بنا ہے میری سمجھ میں تو ہرگز نہیں آتا کہ کس طرح ان اصولوں کو ترقی اور تہذیب کے لئے دی جا سکتی ہے۔ جبکہ ہر آن دوسری طرف سے یہ خوفناک اصول ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہو کہ ہم خدا کے قانون پر چل سکتے ہی نہیں۔ یہ ہماری فطرت کے خلاف ہے تو کس طرح ہم ترقی کیلئے کوشش کر سکتے ہیں لہٰذا ہم اعتقاد ہم کو ترقی کی ترغیب ہرگز نہیں دے سکتے۔ اگر ایک دفعہ ہم ایک ایسے مذہب کو مان لیں تو تمام عمر یہ فکر یعنی حسن بھی رہنی چاہیئے کہ ہم کس طرح گناہوں کی پاداش اور سزا سے جو سر پر کھڑی ہے نجات حاصل کریں نیز اگر نجات عملوں سے نہیں بلکہ صرف چند عقائد کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے ملتی ہے تو پھر کونسی چیز ہے جو ہم کو عمل کرنے کیلئے ترغیب دے سکتی ہے۔ میرے خیال میں اس سے بڑھ کر انسانی ترقی کو روکنے والا اور کونسا اصول ہو سکتا ہے کہ انسان کا اعلیٰ سے اعلیٰ حصول (نجات) شفقت الٰہی خلق اللہ سے نہیں بلکہ بعض ایسے واقعات پر ایمان لانے سے حاصل ہوتی ہے۔ جو تاریخ میں پورے طور پر یقینی بھی نہیں اسبات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ صرف آئندہ زندگی کی راحت ہی انسان کی کوششوں کا مدعا ہونا چاہیئے اگر ہم یہاں بھی مان لیں کہ یہی ہماری زندگی کا ایک مدعا ہے تو ترقی حاصل کرانے کیلئے لازم تھا کہ یہ نجات ہماری کوششوں کا صلہ ہوتی نہ کہ صرف لفظی ایمان کا۔ دو ہی ایسی باتیں ہیں جو ہم کو عمل کرنے کی ترغیب دلاتی ہیں اپنی حالت کو بہتر بنانے کی خواہش اور ظالموں کی دست درازی اور ظلم سے حفاظت ہم یہ تو ثابت کر چکے ہیں کہ اگر ہم اس ترقی کش اصول پر ایمان لے آویں کہ انسان اپنی نجات خود حاصل کرنے سے قطعی ناقابل ہے اور نتیجۃً یہ بھی مان لیں کہ نجات صرف ایمان سے ہو جاتی ہے تو مندرجہ بالا دو باتوں میں سے پہلی خواہش تو ہماری صفحۂ ہستی سے معدوم ہو جاتی ہے۔ دوسری ترغیب وہ بات یعنی دست درازی سے حفاظت کی خواہش پر غور کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ عیسائیت اس پہلو سے بھی انسانی ترقی میں کانٹے پیدا کرتی ہے برائی اور ظلم کا مقابلہ نہ کرنے کا اصول عیسائیت میں جو جنگ سے پہلے اس قدر زور دیا جاتا تھا اس کا مفہوم یہی ہو سکتا ہے۔ کہ ظلم اور دست درازی کے خلاف جنگ کرنے سے صریح طور پر منع کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ انسان کو دکھ درد یا آرام و راحت ہی کام کرنے کی ترغیب دے سکتے ہیں۔ اور جب تک وہ ہم پر اور ہماری کوششوں پر مبنی ہیں اس وقت تک ہم قوم سے چست و مستعد افراد میں شمار ہو سکتے ہیں لیکن جونہی کہ ہم یہ مان لیں کہ راحت عمل کا نتیجہ

[illegible] کا نتیجہ ہے جس قدر ہماری [illegible] تکلیف بڑھتی ہیں۔
اب دیکھنا ہے اسلام نے کیا سکھایا۔ بیشک ایمان بھی ایک لازمی جزو ہے لیکن جب تک اس کو عملی رنگ نہ دیا جائے
وہ بیکار ہے۔ وہ اس بیج کی مانند ہے جس کو بویا نہ گیا لیکن جب تک اپنی حد پہچاننے کے باوجود لوگ عملی
[illegible] زندگی کی [illegible] اسلام کے سب سے بڑے اصولوں میں سے ہے۔ ادنیٰ یہاں مسلمانوں میں
[illegible] کا ایک یہ بھی سبب [illegible] کیونکہ ہم خود اپنا جنت بناتے ہیں اور ہماری خود ہی زندگی ہمارا
[illegible] اپنے اعمال کا نتیجہ ہے ہم میں سے ہر ایک کو ویسے موقع پیش آتے ہیں جس میں وہ ترقی کر سکتا ہے
[illegible] و تنزلی کی حد تک پہنچ سکتا ہے۔ اور ہماری خود ہی زندگی کی حالت انہی موقعوں سے فائدہ اٹھانے یا نہ اٹھانے
پر منحصر ہے۔ وہ باپ ہرگز ایک اچھا باپ کہلانے کا مستحق نہیں جو اپنے بچوں کو تعلیم دے کہ جو کچھ انکو ضرورت
ہو گی ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر وہ اُن کو ملتا رہیگا۔ اور اگر وہ غلطی یا شرارت کریں تو ان کو کوئی سزا نہیں
مل سکتی بشرطیکہ وہ اپنے باپ کے رحم اور کرم پر ایمان لے آویں۔ برخلاف اسکے بہترین باپ وہ ہے جو اُن تمام
ضروریات جو بچے خود حاصل نہیں کر سکتے مہیا کرے۔ اور ان کو سکھائے اور کہے کہ بلوغت پر پہنچنے کے
بعد باقی ماندہ ضروریات تم کو خود پیدا کرنی ہونگی۔ اور یہ بھی اُن کے ذہن نشین کرا دے کہ وہ اپنے افعال
کے ذمہ وار ہونگے۔ یہ کوئی لفظی باتیں نہیں تواریخ سے ثابت ہے کہ ایسے واقعات پیش آئے ہیں اور آئینگے

عیسائیت کا دور دورہ شروع ہونے کے چند صدیوں تک جب تک کہ کلیسیا کے اصولوں کی اندھا دھند
تقلید کی گئی یورپ کی حالت قابل رحم تھی۔ اور وہ کوئی ترقی نہ کر سکے۔ درمیانی زمانے میں قدیم زمانے کی
علوم کے تمام خزانے یا گم ہو چکے تھے یا بحر نسیان میں غرق ہو چکے تھے عیسائیت کے پہلے دور دورے
میں تمام عیسائی ممالک پر ایک غیر معمولی کاہلیت اور سستی چھائی ہوئی تھی۔ لوگوں نے اپنے روزمرہ کے
تمام کام کاج ترک کر دیئے تھے تجارت اور زراعت دونوں ساکت تھیں اور ایک عام سستی اُن ایام کا خاصہ
بن گئی تھی۔ انہی ایام میں اسلام بھی بڑی آب و تاب سے ترقی کر رہا تھا۔ اور مسلمان ممالک چستی اور ترقی سے
معمور تھے سستی کا دور دورہ ختم ہو چکا تھا۔ اور ہر جگہ جسمانی اور روحانی قوتوں سے کام لیا جانا شروع
ہو گیا تھا۔ اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اسلام افعال سکھاتا ہے۔ خالی ایمان لانے کی تعلیم نہیں دیتا۔
ہر ایک انسان خود اپنی نجات حاصل کرتا ہے۔ خود بدی کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور اپنے پورے زور سے ظلم و
تعصب کو مٹانے کیلئے لڑتا ہے۔ مجھے اس میں کلام نہیں کہ وہ مذہب جو یہ وعدہ دے کہ راحت اور فلاح ابدی

افعال کا نتیجہ نہیں بلکہ صرف ایمان سے بھی مل سکتی ہے تو ایسا مذہب فی الحقیقت اپنے اندر ایک کشش اور دلکشی رکھتا ہے لیکن یہ منصب صرف عیسائیت ہی کو حاصل نہیں اور جس کے لئے بھی جیتے وہ کام کاج کرنا نہیں چاہتے۔ اس قسم کی باتوں پر ایمان لے آتے ہیں بعض موجودہ مسلمان بھی اس قسم کے اصول مانتے ہیں اور باوجودیکہ ان کا مذہب ان کو ہرگز اسکی اجازت نہیں دیتا۔ تاہم وہ اپنے ضمیر کو تسلی دینے کیلئے اس قسم کے اعتقاد رکھ لیتے ہیں لیکن ان مسلمانوں کا مذہب اگرچہ وہ غلط ہے لیکن پھر بھی عیسائیت سے بہتر ہے کیونکہ وہ یہ ہرگز نہیں مانتے کہ خدا اور ان کے درمیان کسی تیسرے کی بھی ضرورت ہے۔ اور نہ ہی وہ یہ بات مانتے ہیں کہ خدا کو رحم کرنے کیلئے کسی اور کو بطور کفارہ سزا دینے کی حاجت ہے + (مسلمان)

---

# عورت اور عورت کے حقوق زیر اسلام

از قلم شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لا

تسلسل صفحہ ۴۸ - اشاعت اسلام جلد ۷ نمبر ۱

## کثیر الازدواجی

مبتدعہ یا مسیح کی پیروی کرنے سے تو خود نسل انسانی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ برخلاف ان سب کے ہر ایک مسلم دعا مانگتا ہے۔ ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ (اے رب ہمارے عطا کر ہم کو اس دنیا کی تمام اچھی اور عمدہ نعمتیں اور آخرت کی تمام اچھی اور عمدہ نعمتیں) +

روزمرہ کے مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مادرِ قدرت نے مرد کو اس قدر عقل حیوانی بھی نہیں دی جتنی کہ ایک پرند مثلاً سارس کو دی ہے۔ ہندوستانیوں نے تجربہ سے معلوم کیا ہے کہ ان پرندوں کا جوڑا ایکدوسرے پر اس قدر فریفتہ ہوتا ہے۔ کہ اگر ان میں سے ایک مر جائے تو دوسرا باقی عمر اکیلا رہتا ہے۔ اور اپنے رفیق کیلئے بہت جزع فزع کرتا ہے۔ اور ہجر کے صدمات کی وجہ سے بہت جلد مر جاتا ہے۔ مرد اور عورت دونوں میں سے کسی کی محبت بھی اس قدر دیرپا اور ثابت قدم نہیں ہوتی۔ اور یہ بات بہت ہی عجیب ہے۔ کہ مغربی عیسائی ممالک میں جہاں ایک سے زیادہ شادی کا حکم نہیں وہاں اس محبت کا اثر بہ نسبت مشرقی ممالک کے جہاں ایک سے زیادہ شادی روا ہے بہت ہی جلد مٹ جاتا ہے۔ مغربی عیسائی ممالک میں ایک مرد کو بہت جلد اپنی مرحومہ بیوی

بچے کیلئے ایک دوسری لڑکی اور ایک عورت کو اسکے مرحوم خاوند کی جگہ لینے کیلئے بہت جلد ایک دوسرا تلاش کیا جاتا ہے بالکل ہی۔ اور بعض اوقات تو اسمیں بہت ناپسندیدہ اور غیر موزوں سرعت سے کام لیا جاتا ہے لیکن ہندوستان میں شاذ و نادر ہی ایک بیوہ دوبارہ شادی کرنے کی آرزو رکھتی ہے۔ خواہ وہ کسی مذہب کو ماننے والی ہو جو اسکی اجازت دیتا ہے۔ اور اکثر اوقات ایک مرد اپنی مرحومہ زوجہ کی یاد کو تازہ رکھتا ہے اور باقیماندہ زندگی مجرد رہ کر بسر کرتا ہے۔ ہندوستان میں ایک جوان رنڈوا اس خیال سے بعض اوقات دوسری شادی کی خواہش کرتا ہے۔ کہ کہیں وہ خراب نہ ہو جائے۔ ورنہ وہ زیادہ پسند کرتا ہے کہ عین عالم شباب میں بھی مجرد رہے۔ لیکن انگلستان میں اکثر خاص خاص اصحاب فوراً نئی دلہن بیاہ لاتے ہیں جونہی کہ انکی پہلی زوجہ اس دنیا سے کوچ کرتی ہیں یورپ کے لوگ تو چڑیا کی طرح اپنی بیوی کی وفات کے معاً بعد فوراً ہی نئی عورت بیاہ لیتے ہیں تاہم ہم یہ خیال نہیں کرتے۔ کہ اسکی وجہ ایک شادی پر اکتفا کرنا ہے۔ اور نہ ہی مشرقی مرد اور عورت کی محبت کا دیرپا ہونا کثیر الازدواجی کا باعث گردانتے ہیں۔ ہاں ہمیں شک نہیں کہ موجودہ سائنس اور بیالوجی نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ مرد فطرتاً ایک سے زیادہ شادی کرنے کے قابل بنایا گیا ہے۔ ان حیوانوں کی طرح جو ایک سے زیادہ شادی نہیں کرتے۔ مرد اور عورت کا جوڑہ اکٹھا پیدا نہیں ہوتا۔ اور نیز عورتوں کی تعداد مردوں سے بہت زیادہ ہے۔ قدرت اور بھی بہت سے ذرائع سے صاف اعلان کر رہی ہے کہ مرد کو ایک سے زیادہ بیویوں کی حاجت ہے۔ ہاں مرد کو یہ حق ضرور ہے کہ وہ اپنی فطرت کو بہتر بناوے لیکن وہ ہرگز بلا سزا پانے کے اس کے خلاف نہیں چل سکتا +

مرد کی جسمانی ساخت ہی کثیر الازدواجی کیلئے ایک کافی دلیل ہے۔ مشہور و معروف مسٹر نائسن گیبو تحقیقات کی بنا پر کہتے ہیں کہ "گرم ملکوں میں لڑکی آٹھ نو یا دس سال کی عمر میں شادی کے قابل ہو جاتی ہے یا یوں کہیئے کہ ان ممالک میں شادی بچپن ہی میں ہو جاتی ہے۔ بیس برس کی عمر میں ان کی جوانی ڈھلنی شروع ہو جاتی ہے۔ گویا کہ عقل اور خوبصورتی کی دو صفتیں ان میں اکٹھی نہیں ہوتیں۔ جب ان کا حسن فرمانروائی کا دعویٰ کرتا ہے تو عدم عقل کی وجہ سے ان کا دعویٰ باطل ٹھیرتا ہے۔ اور جب عقل کی دولت ان کے ہاتھ لگتی ہے تو اس وقت حسن کا خزانہ لٹ چکا ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ بیچاری ہر حالت میں دست نگر رہتی ہیں۔ کیونکہ جو حکومت شباب اور حسن دونوں مل کر اُن کو نہ دلا سکے وہ بڑھاپے میں خالی شعور کس طرح دلا سکتا ہے۔ تو ایسی آب و ہوا میں بتقاضائے فطرت مرد کیلئے

ضروری ہے کہ وہ ایک بیوی سے قطع تعلق کرنے کے بعد دوسری سے ناطہ جوڑے بجز اسکے کہ کوئی ناطہ
کرنے سے منع رکھتا ہو۔ اور ان ملکوں میں کثیر الازدواجی کو رائج کرنا نہایت ہی فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے جو
سرد ملکوں میں بھی ایسے جسمانی وجوہ پیدا ہو جاتے ہیں کہ ان کے ماتحت مرد کو اگر جوز نانہ کیا جا سکے
تو اسکو مجبوراً ایک سے زیادہ شادی کرنی پڑتی ہے۔ سکو بن ہر شخص قطع تعلقی سے بڑا کر لے تو بہت سے بعض
اوقات حالات میں لوگ ہم سے بعض تو ہمیشہ ہی کثیر الازدواجی پر عمل کرتے ہیں۔ علاوہ جبکہ ہر ایک مرد کو بہت سی
عورتیں درکار ہیں تو اس سے بہتر اور کیا راہ ہو سکتی ہے۔ کہ اسکو اجازت دیجائے بلکہ اسکو مجبور کیا جائے کہ وہ
ان بہت سی عورتوں کا محافظ اور خبر گیر بھی بنے۔ اس سے عورت اپنی اصلی اور فطرتی جگہ یعنی ایک معزز
ہستی کی حیثیت میں پیش ہوگی۔ لاونگیم یا خانم کے الفاظ جنہوں نے تمام یورپین تہذیب اور عیسائیت کو پاگل
بنا رکھا ہے وہ صفحۂ ہستی سے مٹ جاویں گے۔ اور صرف عورت کا لفظ رہ جاویگا۔ اور ساتھ ہی اس کے
ان بدنصیب اور بدبخت عورتوں کا وجود جن سے آج یورپ بھرا پڑا ہے کالعدم ہو جاویگا"۔

اس کے آگے یہ بڑا فلاسفر لکھتا ہے:۔

"کثیر الازدواجی پر بحث اور نقطہ چینی کرنا لاحاصل ہے۔ یہ دنیا کے ہر کونے میں عملی طور پر پائی جاتی ہے۔ اگر کوئی بات غور طلب ہے تو یہ ہے کہ اس کیلئے قانون کیسے بنانے چاہئیں"۔

اور اسلام کے بے نظیر ہونے کی یہ ایک قاطع دلیل تا قیامت رہیگی۔ کہ صرف اسلام ہی نے کثیر الازدواجی کیلئے بھی اسی طرح لطیف احسن اور موثر طور پر قانون بنائے جس طرح دیگر ضروریات انسانی کیلئے۔ چند ہی دن کا ذکر ہے کہ ایک جرمن فوجی افسر کی بابت یہ کہا گیا کہ اُس نے تعداد پیدائش کی کمی کو روکنے کیلئے یہ مشورہ دیا کہ ترکوں کی طرح جرمنی میں بھی ایک سے زیادہ شادی کرنے کی اجازت دیجائے۔ اس پر عیسائی پادریوں کے غصہ کی آگ بھڑک اٹھی لیکن بہرحال جرمن کونسل نے اس مسئلہ پر غور کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

یہ عقدہ ابھی حل طلب ہے۔ جس حالت میں انکی تمام کتب مقدسہ اس مسئلہ پر خاموش ہیں تو عیسائی پادری کس کے حکم سے شادی کی بابت کوئی قانون بنا سکتے ہیں۔ وہ قانون خواہ ایک یا ایک سے زیادہ شادی کرنے کا ہو۔ نیز وہ کس طرح کثیر الازدواجی کے برخلاف ایک حرف بھی لکھنے کی جرات کر سکتے ہیں بلکہ خود ان کے اپنے انبیاء کا عمل اس کا مؤید اور مؤکد ہے۔ انکو شرم آنی چاہئیے۔ کہ وہ کس منہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جا سکتی ہیں کہ ان کا وجود تمام نسل انسانی کیلئے اس قدر فائدہ مند ثابت ہوا ہے جبکہ انہوں نے استقدر اعلیٰ تمدنی قوانین بنائے۔ کثیر الازدواجی کو بھی روا رکھا اور ساتھ ہی ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنے کی ترغیب فواحش کے صریح اور صاف حکم کے ماتحت دی

مسٹر گنس لکھتے ہیں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے ان قدیم مذاہب کے قوانین کی پیروی کی جو علیحدہ فرات کی مغربی طرف واقع ہیں اور عیسائیوں کے نزدیک تو اس حصہ میں ساری دُنیا آجاتی ہے۔ آنحضرت نے اپنے پیروں یعنی بنی اسمٰعیل ابن خلیل اللہ کو ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت دی اور بقول عیسائی مصنفین نبی کریم بوجہ اپنے متبعین کی خواہشات بہیمیہ کا سامان مہیا کرنے کے ہمیشہ سے عیسائی ہرزہ گوئی اور بدزبانی کا ہدف بنے رہے ہیں۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت دینے والے سے اس قدر نفرت اور بیزاری ظاہر کیجاتی ہے۔ خدا نے داؤد علیہ السلام کو اپنے دل کے نمونہ کے موافق اور اپنے قانون کو پورا کرنے کے لئے بنایا تو پھر یقیناً حضرت سلیمان و حضرت داؤد کی عملی مثال کو مد نظر رکھ کے قدرے رحم سے کام لینا چاہئیے تھا۔ خصوصاً جبکہ حضرت مسیح اُن کتابوں میں جن میں آپکے پیروؤں کے مختلف فرقوں نے آپکے احکام جمع کئے ہیں کسی ایک میں بھی اس کے خلاف کوئی حکم نہیں دیتے +

تھامپسن صاحب اپنے عالمانہ مضمون "دی کان کیو مینٹا" میں ثابت کرتے ہیں کہ تمام قوموں میں اور تمام زمانوں میں کثیر الازدواجی کو روا سمجھا گیا ہے۔ نہ صرف مشرق میں بلکہ مغرب کے ہر ایک حصے میں بھی ایک سے زیادہ شادی کرنے کی اجازت تھی۔ کثیر الازدواجی کا رواج پُرانے یونانیوں میں بھی تھا۔ اس کا ذکر پلوٹارک نے ان جوان آدمیوں کے زُمرہ میں کیا ہے۔ جنہوں نے فوج سے علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ یوریپڈیس اور افلاطون اس کے حامی تھے اور روما کے قدیمی باشندے اسکو منع نہ کرتے تھے۔ خود مارک انٹونی نے دو بیویاں رکھنے کی جُرات دکھائی۔ اور اس وقت سے یورپ میں کثیر الازدواجی کا رواج عام ہوگیا۔ حتٰے کہ تھیوڈسیس۔ ہنوریس اور آرکیڈیس کا زمانہ آگیا اور اُس نے سب سے پہلے ۳۹۳ء عیسوی میں ایک خاص قانون کثیر الازدواجی کو روکنے اور منع کرنے کیلئے بنایا۔ اسکے بعد شہنشاہ ویلنٹینین نے ایک فرمان جاری کیا جس کے رُو سے سلطنت کی تمام رعایا کو اجازت دی کہ اگر وہ چاہیں تو ایک سے زیادہ شادیاں کرلیں۔ اور نہ ہی اُس زمانے کی مذہبی تواریخ سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ

بڑے بڑے پادریوں نے اسکے رائج ہونے پر کوئی اعتراض کیا۔ یا اس کے روکنے کی کوشش کی۔ پالیگمس
ان کا شہنشاہ قسطنطین اور اس کے بیٹے مرجشن ہائیر لیسٹس ان سب کی بہت سی بیویاں تھیں ہیں اور
چارلیمین بھی اس زمرہ میں داخل ہیں۔ ان کی بابت توسیف امن پرجنس بھی لکھتا ہے
کہ ان کی بہت سی بیویاں تھیں جس طرح لاٹ ہیرید اور اس کے بیٹے نے [illegible] شاہ جرمنی اور
چارلیمین شاہ فرانس ان سب نے ایک سے زیادہ بیویاں کیں۔ فریڈرک۔ گونٹرین۔ کیریبرٹ سیگبرٹ
اور چلپیرک ان سب بادشاہان سلطنت نے ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ بیویاں کیں کو کیریبرٹ نے
[illegible] مرکیٹروڈا اور آسٹرگلنڈ ان تین عورتوں کو بحیثیت جائز اور منکوحہ بیویوں کے اپنے حرم سرا
میں داخل کیا۔ اور کیریبرٹ کے زنانخانے میں مرفلڈ [illegible] کو منیا۔ ارتھیوڈ تین منکوحہ بیویاں تھیں
جرزگیٹ دفیل خود اقرار کرتا ہے کہ فرانس کے بادشاہ ایک سے زیادہ شادی کرتے تھے
انکار نہیں کرتا کہ ڈوگابرٹ اول کی تین بیویاں تھیں جو اسباب کا صاف اقرار کرتا ہے کہ تھیوڈوبرٹ کی
شادی ڈینٹیری سے ہوئی باوجودیکہ وہ پیش ازیں منکوحہ تھی۔ اور ڈینٹیری کی بیوی مسمی ڈیگلڈ بھی زندہ موجود
تھی اس کے آگے وہ لکھتا ہے کہ ڈینٹیری نے اس فعل میں اپنے چچا کلوتھیر کا تتبع کیا۔ جس نے باوجود
تین بیویاں رکھنے کے کرمیا ڈومیر کی بیوہ سے شادی کی ؀

جان ڈیون پورٹ صاحب تحریر کرتے ہیں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے صرف ایک ایسے فعل
کی حد بندی کی اور چند قوانین کے ماتحت جائز رکھا جس کو پرانے مذاہب کی رو سے نہ صرف جائز قرار دیا
تھا۔ بلکہ اس پر عمل کرنے والوں پر اپنی رحمتیں اور فضل نازل کئے۔ اور اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ
نبی کریم اس الزام سے بالکل بری ہیں کہ آپ نے کثیر الازدواجی کو رائج کیا اور خصوصیت سے اس کی ترغیب دی
نبی کریم نے صرف کثیر الازدواجی کیلئے شرطیں لگا دیں اور قوانین بنا دئیے۔ اس سے تو آپ کی عظمت
ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے ایسے قانون مقرر کئے جو کامل اور عالمگیر ہیں۔ اور اسباب کا اقرار خود عیسائی
مصنفین کرتے ہیں۔ ایک مشہور عیسائی نامہ نگار لکھتا ہے معاشرت اور اخلاق کے قانون جو محمد نے
(نبی کریم نے) بنائے وہ ایک اعلیٰ سے اعلیٰ ترقی یافتہ اور ادنیٰ سے ادنیٰ وحشی قوم دونوں کے موافق حال
ہو جاتے ہیں اور اس وجہ سے گذشتہ دس صدیوں میں جن جن اقوام و ممالک نے ان کو قبول کیا وہ تمام
دیگر اقوام جن سے ان کو واسطہ پڑا ان سے آگے بڑھ گئیں اور ان پر غالب آ گئیں ؀

بیں یہ تسلیم کیا کہ ایک مشہور مسلمان انگریز مصنف نے بھی اقرار کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بنائے ہوئے [illegible] نہ ہوگا اگر اسے بجائے مذہبی اصول کے ایک ایسا قانون کا مجموعہ ہے جن کی بنا پر ہی عقلمند اصولوں پر قائم ہے۔"

تیسرا ایک شخص جو مسلم ممالک کی حرم کی زندگی سے واقف ہے وہ اعتراف کرتا ہے کہ باوجود کثیر الازدواجی کے [illegible] کی زندگی میں راحت اور آرام میسر ہے۔ مغربی خواتین جنہوں نے مسلم خواتین کی زندگی سے واقفیت حاصل کی ہے۔ وہ ان کی زندگی کو بڑے پیار اور الفت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ کثیر الازدواجی پر عمل کرنے سے ثابت ہوا ہے کہ یہ عمل کچھ ایسا قبیح نہیں۔ باوجود کثیر الازدواجی کے رائج ہونے کے مشرقی معاشرت بڑی دلفریب اور صد درجہ کی لبھانے والی ہوتی ہے۔ اور اب تو کثیر الازدواجی کا رواج مغرب سے اٹھتا چلا جاتا ہے لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ یورپ کی موجودہ مذکر آبادی کے اکثر حصے کے قتل ہونے سے یہ رواج از سر نو عروج پکڑ جائے۔ اور اگر اس رواج نے نیست و نابود ہونا ہے تو خدا کرے کہ اسلامی حقوق کے ماتحت ہی اس کا خاتمہ ہو، نہ کہ ان قوانین کے ماتحت جن کا نفاذ [illegible] اچھائیت کو توڑ دیا جاتا ہے۔ بہرحال خفیہ کثیر الازدواجی یعنی زنا اور حرامکاری کو اس کی [illegible] جنگ کے تیسرے سال کے اختتام پر فرانسیسی عورتوں کا صرف ۲ شادی کر سکیگا [illegible] شمار میں نہ تو ان کو شامل کیا [illegible] مجروح سپاہیوں کو شامل کیا گیا ہے جو شادی کے قابل ہی نہیں رہے۔ اور نہ اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ جنگ کے خاتمہ پر فرانس تقریباً ...... ۲ ایسے فوجی سپاہی رکھنے کی امید کرتا ہے جو امراض مخصوصہ اور دق سل وغیرہ کے [illegible] ہو گئے ہوں گے +

بقول [illegible] آف [illegible] اگر جنگ زیادہ عرصہ تک جاری رہی تو جرمن کے لاکھوں جوان لڑکے [illegible] کا کوئی پتہ نہ ملیگا۔ ایسے آدمی جو شادی کرنے کیلئے قابل ترین تھے ان میں سے

* گذشتہ ہفتے کے اخباروں میں مندرجہ ذیل شمار اور بیانات شائع ہوئے۔ گذشتہ تین سال کی جنگ میں جو جانیں تلف ہوئیں ان کا تخمینہ یہ ہے +

قریباً ... [illegible] ۳۰ جرمن اور

قریباً ... ۲۰۰ [illegible] فرانسیسی

لڑائی کے پہلے سال کے اختتام پر فرانس میں صرف ایسے محکمے تھے جنہیں [illegible] کی تعداد مردوں کی تعداد سے زیادہ تھی +

قریباً دو لاکھ کم ہو گئے ہیں۔ تعداد پیدائش دونوں بڑی تیزی سے کم ہو رہی ہے نیز فرانس میں مردوں کی نا متناسب زیادتی تعداد کی وجہ سے کثیر الازدواجی پوشیدہ ہو رہی ہے۔ کیا اب تک یہ تخمینہ لگایا گیا کہ تمام یورپ کی بابت بھی اس قسم کا شمار دستیاب ہو سکے۔ گو مقتولین جنگ کی ٹھیک تعداد بتائی جاتی ہے۔ اور نہ ہی اُن موتوں کی تعداد شائع ہوتی ہے جو سیلابوں وغیرہ سے واقع ہوتی ہیں اور باوجودیکہ ایک وقتی خوف سب پر طاری ہے۔ لیکن ان نقصانات کی بابت جو شکار اور بیماریوں سے ہو رہے ہیں۔ ان کا کوئی ٹھیک پتہ نہیں دیا جاتا۔ اور یہ بیماریاں ایسی ہیں کہ معمولی ایام میں بھی ہزاروں کو جان سے ہلاک کر ڈالتی ہیں۔ اور ہزاروں کو زندہ درگور بنا دیتی ہیں۔ اور جنگ کے ایام میں تو ان کے شکار اور اسیروں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔

اسلام نے جو ایک بیوی پر اکتفا کرنے کی تعلیم دی ہے تو اسمیں سچے طور پر اکتفا کرنا سکھایا ہے جیسا کہ ہندوستان کے مسلم کرتے ہیں۔ اور اگر یہ رواج دنیا سے اٹھ جائے۔ اور لوگ سچے طور سے ایک بیوی پر اکتفا کرنے لگ جاویں۔ تو اس سے بجائے اسلام کی شکست کے اسلام کو ایک فتح نمایاں حاصل ہوگی۔ دونوں طرح اسلام کی فتح ہی فتح ہے۔ اگر یورپ کی اقوام اپنی تخفیف شدہ آبادی کو پورا کرنے کیلئے اور بیماریوں سے بچنے کیلئے حقیقی طور پر کثیر الازدواجی اختیار کر لیں تو اسمیں بھی اسلام کی فتح ہے۔ اور اگر وہ حقیقی طور پر اسلامی طریقے سے ایک بیوی پر اکتفا کریں تو اسمیں بھی اسلام کی فتح ہے۔ یہ یورپ کے ایسے تمام اصحاب جن کو تثلیث جیسے لا یعقل اور نہ سمجھ آنے والے مسئلوں سے جو عیسائیت بطور بنائے ایمان پیش کرتی ہے اطمینان حاصل نہ ہو۔ یا جن لوگوں کو کفارہ اور مسیح کے خون سے نجات حاصل ہونے کے مسئلے سے جو کہ بہت ہی غیر مہذب اور بُرے اخلاق کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور جن کو مسیح نے کبھی نہیں سکھایا تسلی نہ ہوتی ہو یا وہ لوگ جو ایک ایسے مذہب پر ایمان لانا چاہتے ہوں جو انسانی عقل اور دلائل کی بنا پر مبنی ہو جس کے اخلاقی قوانین قابل عمل ہوں۔ اور جن پر جو اس مذہب کے بانی نے چل کر ان کا قابل عملی ہونا ثابت کر دیا ہو۔ یا وہ لوگ جو تمام نسل انسانی کو بلا امتیاز رنگ یا قوم یا ملک خدائے خالق واحد کے جھنڈے کے ماتحت ایک عالمگیر محبت اور برادری کی رسی میں جکڑا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ الغرض وہ تمام مغربی جو اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں ان کو ہرگز ہرگز کثیر الازدواجی کے ہونے سے جس کو صرف ضرورت کی بنا پر لازمی اور ضروری پیش کیا گیا ہے ڈرنا نہیں چاہیئے۔ اسلام نے ہرگز ہرگز کثیر الازدواجی کو ایک لازمی

[illegible] کی ہے بلکہ اسلام نے تعدد ازدواج کی ترغیب بھی نہیں دی۔ اور یہ حق ہے کہ دُنیا کے مذاہب میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے ایک نکاح پر اکتفا کرنے کو شادی کا بہترین طریق بتایا ہے۔ اور یہی کتاب شریعت میں صاف طور پر فواحدۃً کا حکم دیا۔ یعنی صرف ایک پر اکتفا کرو۔ اسلام کی کتاب میں کوئی تحریف نہیں ہوئی۔ یہ خدا کی کتاب جو آخری نبی پر نازل ہوئی تمام اسلامی دُنیا اس کا ایک نقطہ بھی تبدیل نہیں کر سکتی۔ تمام اُمت کا اجماع۔ حدیث اور خود نبی کریم صلعم کے تعامل کو بھی ماتحت ہی رکھا گیا ہے۔ ہر ایک انسان کا حق ہے کہ وہ کتاب مقدس یا کلام اللہ یا الہام الٰہی سے فتوے طلب کر سکے۔ اور اگر وہ کہیں اسلامی شادی کے قانون کو ڈھونڈیگا تو اس پر روشن ہو جاویگا۔ کہ کہیں بھی کثیر الازدواجی مسلمانوں پر فرض نہیں کی گئی ۔

خلاصہ یہ کہ

(۱) کثیر الازدواجی ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر نسل انسانی کی ابتدا ہی سے عمل ہوتا چلا آیا ہے ۔

(۲) موجودہ زمانے تک نسل انسانی کا اکثر حصہ کثیر الازدواجی کو ایک قابل قدر اور قابل عزت اصول مانتا چلا آیا ہے۔ نیز یہ کوئی مذہبی مسئلہ نہیں بلکہ معاشرت کا ایک قانون ہے۔ اور اس کا ظاہر ہونا یا نفرت سے دیکھا جانا حالات زمانہ اور قومی ضروریات کے ماتحت ہوتا ہے ۔

(۳) فطرت انسانی اعصاب کی مقتضی ہے کہ مرد ایک سے زیادہ بیویاں رکھے۔ اور آج بھی ہر ایک قوم ملک مذہب و ملت میں اس کا رواج ہے خواہ جائز طور پر یا ناجائز طور پر کھلم کھلا یا خفیہ ۔

(۴) خود قدرت ذات نے اس کو ساخت کر لی ہے ورنہ اس کا وجود ممکن نہ تھا ۔

(۵) اس کو جائز طور پر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے اور ناجائز طور پر بازاری خرافات اور زناکاری کے روکنے کیلئے یہی ایک کارگر حربہ ہو سکتا ہے۔ اور کوئی اخلاقی اصلاح کنندہ اسکو رد نہیں کر سکتا جب تک وہ اس بات کا ذمہ دار نہ ہو کہ وہ انسانی زندگی کے بعض حالات کے ماتحت جو کہ ہر وقت پیدا ہو سکتے ہیں اس پر چشم پوشی کرتا ہے ۔

(۶) ہمارے زمین کے کسی مذہب نے اور عیسائیت نے بھی اس کو منع نہیں کیا۔ اور یہ عیسائی پادریوں اور [illegible] کی سراسر بے انصافی ہے کہ وہ اپنے مذہب کی آڑ میں مشروط کثیر الازدواجی کو ناجائز قرار دیتے ہیں ۔

(۷) سوائے نبی کریم خاتم النبیین کے کسی اور مذہبی پیشوا نے کبھی یہ کوشش نہیں کی کہ اس ملاپ کی حد بندی کرے۔ اور اسکے متعلق قانون بنائے اسلام نے کثیر الازدواجی کیلئے شرطیں لگا دیں اور ایسے قانون بنائے جو ہر طرح مفید اور موثر ثابت ہوئے ہیں +

(۸) سوائے قرآن کریم خاتم الکتب کے کسی اور الہامی کتاب نے ایک بیوی پر اکتفا کرنے کی تعلیم نہیں دی +

(۹) کثیر الازدواجی خود بخود گھٹتی چلی جاتی ہے۔ اگر خونریز جنگ یا کوئی اور اس قسم کا حادثہ اسکو پھر زندہ نہ کرے۔ اور قومی بہتری کیلئے اسکو پھر رائج نہ کرے۔ سب سے بہتر یہی ہے کہ اگر حالات زمانہ اور ضروریات قوم اس کے قائم رہنے کی متقضی ہوں تو اسلامی قوانین کے ماتحت اسکو جائز قرار دیا جائے ورنہ اسکی جگہ اسلامی طور سے ایک بیوی پر اکتفا کرنی چاہئیے +

(۱۰) کثیر الازدواجی کوئی خاص اسلامی مسئلہ نہیں۔ ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنے کو بہ نسبت کثیر الازدواجی کے اسلام سے زیادہ تعلق ہے +

---

# ایام حج میں مکہ معظمہ کا منظر

## حضرت ابراہیم کی دعا اور اس کا استجاب

(خطبہ عید الضحیٰ از جناب خواجہ کمال الدین صاحب)

پانچہزار سال سے زیادہ کا عرصہ ہوا کہ تمام قوموں کے جد امجد حضرت ابراہیم نے اپنے آپکو کوہ عرفات کے پاس مکہ میں خدا کے سب سے پہلے گھر کی متبرک دیواروں کے نیچے کھڑا پایا۔ حضرت ابراہیم اس جگہ

---

٭ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبرکا و ھدی للعلمین (ترجمہ۔ لوگوں کی عبادت کے لئے جو پہلا گھر ٹھہرایا گیا۔ وہ یہی ہے۔ جو مکہ میں ہے برکت والا اور دنیا جہان کے لوگوں کیلئے موجب ہدایت ہے)

قرآن سورۃ ۳ آیت ۹۵)

مندرجہ بالا آیت میں مکہ کے کعبہ کو زمین پر خدا کی عبادت کا پہلا گھر کہا گیا ہے۔ سر ولیم میور اپنی کتاب محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی تمہید میں لکھتا ہے کہ ڈیوڈورس سکولس صاحب تقریباً پچاس سال قبل مسیح کے حالات لکھتے ہوئے عرب بتاتے ہیں کہ یہ الفاظ یقیناً کعبہ شریف کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ کیونکہ کوئی اور گھر نہیں ہے

جاتے کہ جب تک اپنی بیوی ہاجرہ اور اپنے بچے اسمٰعیل کو اس تپتی ہوئی ریت ـ جنگل
بیابان میں اکیلی چھوڑ آئیں جہاں صرف اسمٰعیل تک نہ اہر کی آنکھ کو طراوت دینے کیلئے سبزی کا
نام و نشان تک نہ تھا چھوڑ آئیں باوجودیکہ حضرت ابراہیم کو اسباط کا وعدہ دیا گیا تھا۔ کہ اس دشت
بیابان میں چھوڑا ہوا ایک بڑی طاقتور اور عظیم الشان قوم ہو گی۔ تاہم اس گردونواح کی وحشت اور
سامانِ زندگی کی عدم موجودگی کی وجہ سے باپ (حضرت ابراہیم) کے دل رنج و قلق سے بھر گیا۔ اس کا
دل بیٹھا اور منہ سے ذیل دعا نکلی جو قرآن میں درج ہے اپنے دل کا بخار نکالا +

واذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا البلد امنا واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام ۝
رب انھن اضللن کثیرا من الناس فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک
غفور رحیم ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم
ربنا لیقیموا الصلوۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات
لعلھم یشکرون۔ ربنا انک تعلم ما نخفی وما نعلن وما یخفی علی اللہ من شیء
فی الارض ولا فی السماء الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسمٰعیل واسحٰق ان ربی
لسمیع الدعاء ۝ رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء۔ ربنا اغفر لی
ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب (سورۃ ۱۴ آیت ۳۵) ترجمہ جب ابراہیم نے

---

حج کا جس کا مذہب ہی عالمگیر طور پر کیا گیا ہو۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بہت اوائل زمانوں سے لوگ کعبہ
کی زیارت اور طواف کے لئے آتے رہے ہیں۔ اور لوگ ہر سال یہاں عرب کے ہر کونے سے یمن و حضرموت سے
حج خلیج فارس کے ساحل سے سیریا کے ریگستان سے حیرا اور بصرہ کی دور دور کی سرحدوں سے الغرض
چاروں طرف سے آتے رہے ہیں۔ ایسی عالمگیر عظمت حاصل کرنے کیلئے ضرور ہے۔ کہ اس کی ابتدا
بہت ہی ابتدائی زمانے میں ہوئی ہو۔ بائبل کی کتاب پیدائش میں ہاجرہ اور اسمٰعیل کی جلاوطنی کا جو
ذکر ہے وہ بہت حد تک درست ہے۔ لیکن بائبل کا یہ تفصیل بیان کرنا کہ حضرت ابراہیم نے انکو ایک مشک پانی
اور چند روٹیاں دیکر روانہ کیا گویا کہ وہ کسی قریبی گاؤں میں رہائش اختیار کرنے چلی تھی دور از قیاس معلوم ہوتا ہے
سارہ کے دل کو اپنے رقیب کو اس ساز و سامان کے ساتھ جلاوطن کر کے چین نہیں آ سکتا تھا۔ عرب
میں جو روایات حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ہاجرہ و اسمٰعیل اس جگہ آنے کی بابت مشہور ہیں جہاں اب تک محفوظ ہیں

دعا کی۔ اے میرے پروردگار اس شہر (مکہ) کو امن کی جگہ کر اور مجھکو اور میری نسل کو دگراہی) سے بچا کر (وہ کہیں) انکیں بتوں کو پوجنے۔ اے میرے پروردگار کچھ شک نہیں کہ ان بتوں نے اکثر لوگوں کو گمراہ کیا۔ تو جس نے میری پیروی کی وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو بخشنے والا مہربان ہے۔ اے ہمارے پروردگار میں نے تیرے معزز گھر (خانہ کعبہ) کے پاس بن بیابان جہاں کھیتی نہیں اپنی کچھ اولاد لاکر بسائی ہے۔ تاکہ اے ہمارے پروردگار یہ لوگ یہاں نماز پڑھیں تو ایسا کر کہ لوگوں کے دل ان کی طرف کو مائل ہوں۔ اور دوسرے ملکوں کی پیداوار سے توان کو روزی دے۔ تاکہ تیرا شکر کریں۔ اے ہمارے پروردگار جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں تجھ کو (سب) معلوم ہے۔ اور اللہ پر کوئی چیز چھپی نہیں رہتی نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔ خدا کا شکر ہے جس نے مجھ کو باوجود بڑھاپے کے اسمٰعیل اور اسحٰق (دو بیٹے) عنایت کیئے۔ کچھ شک نہیں کہ میرا پروردگار دعا کو سنتا ہے اے میرے پروردگار مجھ کو توفیق دے کہ میں نماز پڑھتا رہوں اور میری اولاد کو بھی (توفیق دے) اے ہمارے پروردگار میری دعا قبول فرما۔ اے ہمارے پروردگار جس دن حساب ہونے لگے مجھ کو اور میرے باپ اور سب ایمان لانیوالوں کو بخش دیجیو) ✦

یہ دعا اپنے رنگ میں لاثانی ہے۔ کیونکہ اسمیں ایسی باتوں کے پورا ہونے کیلئے مانگی گئی ہے جو قریباً ناممکنات میں سے تھیں۔ اگر ایسی دعائیں قبول ہو جاویں جو سہولت سے حاصل ہو سکتی ہوں تو وہ استجابت دعا کا کوئی ثبوت نہیں بن سکتیں لیکن اگر ایسی چیزوں کیلئے دعا مانگی جائے جو انسانی احاطہ طاقت سے باہر ہیں۔ اور جن کے حصول میں سر توڑ مشکلات ہوں اور وہ قبول ہو جاویں۔ تو وہ اسبات کی کامل شہادت ہیں کہ خدا واقعی سمیع اور قدیر ہے۔ اور ابراہیم کی دعا اسی قسم کی ایک دعا تھی۔ وہ اپنے اہل و عیال کو ایک ایسی وادی میں بساتا ہے جہاں نہ کھیتی ہو سکتی ہے۔ اور نہ خودرو پیداوار ہے جو آج تک اس بنجر حالت میں ہا ہے۔ اور باوجود اس کے وہ اپنی صحرائی نسل کے واسطے پھلوں کی روزی مانگتا ہے۔ عرب کی سرزمین ایسی تھی اور ہے کہ اسمیں گرد و نواح کے لوگوں کو وہاں بلانے کیلئے کوئی ترغیب دہ بات نہیں۔ اور نہ اسمیں کوئی ایسی خوبی ہے جس سے کسی فاتح کے دہن حرص میں پانی بھر آئے نہ ہی اسمیں

نقیعہ حاشیہ ہے وہ بائبل کے قصے سے بالکل الگ اور مختلف ہیں۔ اور اگر ان دونوں کو مد نظر رکھکر نتیجہ حقہ نکالا جاوے تو قرآنی آیات بالکل صادق مصدق ٹھیرتی ہیں (ترجمہ قرآن الحضرت مولوی محمد علی صاحب) ✦

کوئی قدرتی ماخذ ایسے تھے جن کے حصول کیلئے دنیوی فوائد کے طالب اس کی چھان بین کرتے اور اسکے ناقابل گذر ہونے کی خاصیت کو دُور کرتے لیکن باوجود ان سب مشکلات کے حضرت ابراہیم چاہتے ہیں کہ اسکو تمام روئے زمین کا مرکز بنا دیا جائے۔ اور دعا یہ کرتے ہیں کہ اے خدا لوگوں کے دلوں میں اس ملک کے باشندوں کیلئے ایک انس اور عشق پیدا کر دے۔ یہ ایک یقینی امر تھا۔ کہ ایک ایسی بنجر سرزمین میں جس میں کوئی چیز بیرونی علم اور روشنی کو متحرک کرنے کیلئے نہ تھی ہمیشہ کیلئے جہالت اور بت پرستی کا مرکز بنی رہتی لیکن یہ مقدس والد خواہش کرتا ہے کہ اسکی اولاد بتوں کی پرستش سے محفوظ رہے۔ یہ ایک ایسی دعا تھی۔ جس کا پورا ہونا قریباً ناممکن تھا لیکن یہ دعا ایک ایسی ہستی سے کی گئی تھی جس کے سامنے ناممکنات واقعات اور مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔ اور یہی ہستی باری تعالیٰ کا ایک زبردست اور مضبوط ثبوت ہے۔ حضرت ابراہیم کی یہ دعا نہ صرف ہزارہا سالوں تک پورے نہ ہوئے بلکہ بالمقابل اس کے اسکی اولاد کے اعمال اس کی دعا کے بالکل برخلاف اور متضاد مشابہ ہوئے تھے کہ وہ توہمات اور بت پرستی میں بطور ضرب المثل پیش کیئے جانے لگے۔ لیکن یہ الفاظ ایک نبی کی دعا تھی بھلا کس طرح پورے ہوئے بغیر رہ سکتے تھے۔ وہ وقت آرہا تھا جب کہ وہ پتھر جس کو راجگیروں نے ناپسند کیا وہی کونے کا سرا ہوا۔ اسلیئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لیلی جاویگی۔ اور ایک قوم کو جو اسکے میوے لاوے دیجاویگی (متی باب ۲۱ آیت ۴۲ و ۴۳) وہ ساعت آن پہنچی جبکہ خداوند نے کوہ فاران* سے اپنا تجلی نور روشن کیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین مکہ معظمہ میں مبعوث ہوئے۔ وحی من اللہ کے ماتحت آپ نے اپنے ہموطنوں کو اپنے جد امجد کی وہ دعا جو اُن کی روایات میں موجود تھی یاد دلائی۔ اور اُن کو یہ بشارت دی کہ آپ کے وجود اور بعثت میں وہ دعا پوری ہوئی ہے۔ اور آج سے تین سال پہلے جبکہ میں حج کرنے گیا تو میں نے اپنی آنکھوں سے اس کا ثبوت دیکھا۔ ایک ایسی سرزمین جو آج تک بنجر ہے وہاں کے باشندے دنیا کے ہر حصے کے پھل اور میوے کھاتے ہیں۔ اگرچہ ایسی سرزمین جس میں کوئی قدرتی منظر ایسا دلکش نہیں کہ جس کی وجہ سے لوگ وہاں بسا کریں وہی خطۂ زمین تمام قوموں کا مرکز اور جائے زیارت بنا ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم کی خواہش تھی۔ کہ لوگوں کے دلوں میں ایک عشق اور امنگ اسکے واسطے پیدا ہو جائے تو کیا ہر ایک مسلم خواہ وہ دنیا کے

* اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوا (استثنا باب ۳۳ آیت ۲)

کسی حصے میں آباد ہو یہ امنگ اور خواہش نہیں رکھتا کہ وہ مکہ معظمہ کی زیارت کرے اور اپنے ساتھ کچھ میوہ جات ابراہیم کی اولاد کو کھلانے کے لئے لیتا جاوے حضرت ابراہیم کے ان الفاظ کو نبی کریم کے دل کی تڑپ فرض کرلو۔ اور اگر یہ لفظاً لفظاً پورے ہو جاویں تو کیا ہم کو ایک ایسے طاقتور دست قدرت کا ثبوت نہیں ملتا جو اسباب کو خوب جانتا ہے۔ کہ کس طرح واقعات اور ذرائع کو اس دعا کے پورا کرنے کیلئے جو اس سے مانگی ہے اکٹھا کرنا چاہئے۔ اس بزرگ باپ نے ایک یہ بھی خواہش کی تھی "میری اولاد کو بت پرستی اور شرک سے بچائیو"۔ اور کیا بیت اللہ شریف کو دست قدرت کی ایک ہی جنبش نے بتوں سے ایسا کامل طور پر صاف اور پاک نہیں کر دیا جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ گذشتہ زمانے کی جہالت آمیز بت پرستی سے قطع نظر کر کے کیا ہم نہیں دیکھتے کہ ان صحرائی بدوؤں اور ان کے ساتھ تمام مسلمانوں نے اس مہذب شرک کے آگے بھی تسلیم خم نہیں کیا جس کے آگے ترقی یافتہ مغربی لوگ اس تہذیب اور ترقی والی بیسویں صدی میں سر ٹکریں مارتے ہیں۔ حضرت ابراہیم فرماتے ہیں "اے خدا میں نے اپنی اولاد کو تیرے متبرک گھر کے قریب بسایا ہے۔ تاکہ وہ نماز کو قائم کریں"۔ اور تمام دنیا میں صرف ایک ہی بشر ہے جس نے نماز کے عمل کو ہمیشہ کے لیئے سرسبز اور بارونق کر دیا ہے۔ اور وہ حضرت ابراہیم کا بیٹا یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مسیح نماز کو روحانی غذا بنانا چاہتے ہیں اسواسطے فرمایا "انسان کی زندگی صرف خوراک پر منحصر نہیں بلکہ ہر اس لفظ پر جو اللہ کے منہ سے نکلے"۔ لیکن کتنی شرم اور عبرت کی بات ہے کہ بقول جرنیل گارڈن آف خرطوم آپ کے مغربی پیرو خوراک کی پرواہ نماز سے بہت ہی زیادہ کرتے ہیں۔ یہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی کام تھا کہ آپ نے اس اصول کو عملی جامہ پہنایا جس کی تعلیم نبی ناصری دینے آیا تھا۔ آپ نے اپنے پیروؤں پر فرض کر دیا۔ کہ وہ دن میں پانچ دفعہ اپنی روح کو غذا پہنچائیں۔ اور کیا یہ ایک عجیب بات نہیں کہ تمام روئے زمین پر بیت الحرام ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں پورے چوبیس گھنٹے خدا کی عبادت ہوتی رہتی ہے۔ میں نے گرجا۔ صومعے۔ ہندوؤں کے مندر۔ بدھ مذہب والوں کے معبد مسجدیں۔ الغرض مختلف قسم اور مختلف مذاہب کے جائے پرستش دیکھے ہیں۔ وہ عبادت کے لئے کھلتے ہیں۔ اور دن کے کچھ حصے کیلئے بند کر دیئے جاتے ہیں لیکن مکہ معظمہ میں جانے سے معلوم ہوگا۔ کہ اس متبرک گھر میں ہر وقت رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنیوالوں کا

جگہ ملتا ہے۔ مَیں جو کچھ مدت مکہ معظمہ میں رہا تو اپنی خواہش کو پورا کرنے کیلئے دن رات کے قریباً ہر گھنٹے میں مَیں وہاں گیا لیکن مجھے کوئی ایک لمحہ بھی ایسا یاد نہیں پڑتا جس وقت میں نے لوگوں کو اسکے اندر نماز ادا اور طواف کرتے نہ دیکھا ہو۔ مدینہ منورہ کی مسجد کا دروازہ بھی رات کے گیارہ بجے سے لیکر تین بجے تک بند ہو جاتا ہے لیکن بیت الحرام کے دروازے دن رات اپنے پرستاروں کیلئے کھلے ہیں۔ اور نہ صرف حج کے دنوں میں ایسا ہوتا ہے۔ بلکہ تمام سال بھر یہی نظارہ رہتا ہے +

حضرت ابراہیم کے دل کی یہ اُمنگیں جن کے پورے ہو جانے سے ہم کو دعا کی کے استجابت اور ہستی باریتعالیٰ پر ایک مضبوط ثبوت ملتا ہے۔ ایک اور دلی خواہش کا پتہ دیتی ہیں۔ ایک باپ جس کی اولاد نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق دنیا کے چاروں طرف پھیلجانا تھا فطرتاً یہ خواہش کریگا۔ کہ اسکی نسل کے مختلف فروع ایک عالمگیر برادری میں منسلک ہوں۔ اور ایکدوسرے کو ملنے کیلئے ان کا ایک مرکز ہو۔ اس بزرگ اور پاک باپ کے الفاظ یہ تھے۔ اےخدا لوگوں کے دلوں میں ان کیلئے ایک عشق پیدا کر دے۔ اور ان کیلئے میوہ جات مہیا فرما۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ مکہ معظمہ کو تمام اقوام کے اکٹھا ہونے کا مرکز بنانا چاہتا تھا۔ اس سرزمین کے باشندے جہاں کسی پھل کا نام و نشان تک پیدا نہیں ہوتا آج دنیا کے ہر قسم کے میوے اور پھل کھاتے ہیں۔ کہاں ہے وہ مسلم جس کے دل میں مکہ معظمہ کی زیارت اور بیت الحرام کے طواف کی اُمنگ نہ ہو خواہ وہ کیلیفورنیا میں ہو یا برازیل میں۔ آسٹریلیا میں ہو یا جاپان میں +

جو لوگ الہام یا دعا کے قائل نہیں ان کے غور کرنے کیلئے کس قدر عظیم الشان یہ نشان ہے ۱۹۱۴ء میں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دنیا کے ہر کونے کے لوگ گروہ در گروہ ام القریٰ یعنی مکہ معظمہ کی طرف آ رہے تھے۔ سن ہجری کے آخری مہینے ذی الحجہ کی نویں تاریخ تھی جبکہ قریباً چار لاکھ آدمی تھیں چین فلپائن جزائر۔ برہما۔ ہندوستان۔ افغانستان۔ بلوچستان۔ مصر۔ روم۔ ایشیا۔ اور انگلینڈ ان سب ممالک سے آئے ہوئے لوگ شامل تھے۔ یہ سب مکہ سے چلکر منا کی طرف چلے۔ یہ مقام مکہ سے چھ میل پر واقع ہے۔ اور روایات کے بموجب حضرت ابراہیم حضرت اسمٰعیل کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کیلئے یہاں ہی لائے تھے۔ ہم سب نے رات وہاں بسر کی۔ اور صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد ہم میدان عرفات کیطرف چلے۔ یہ مقام منا سے قریباً چھ میل پر ہے۔ اور یہیں مسلمانوں کا حج ہوتا ہے

اور یہاں دوپہر ہونے سے پہلے پہنچنا ضروری ہے۔ یہ ایک بہت ہی عظیم الشان جلوس تھا جو کم از کم بیس میل تک پھیل سکتا تھا۔ اسمیں اونٹ گھوڑے۔ خچر۔ گدھے سب قسم کی سواریاں تھیں جن پر حاجی لوگ اپنی منزل مقصود کو جا رہے تھے۔ اور بعض جگہ گاڑیاں بھی تھیں۔ اور نصف سے زیادہ لوگ پاپیادہ جا رہے تھے۔ ان کے رنگ ان کی زبان ان کی قوم سب مختلف تھیں۔ ان کے رتبے اور درجے یکساں نہ تھے لیکن باوجود اس اختلاف کے سب کے سب ایک برادری کی مضبوط رسی سے بندھے ہوئے تھے۔ اور خدا کی توحید پر ایمان لانے کے سچے جوش سے معمور تھے۔ اور انسانی مساوات کا عملی ثبوت دے رہے تھے۔ خاندانی عظمت یا دولت اس جگہ اپنے مالکوں کی عزت اور رعب بڑھا سکتیں ہیں جہاں دوسروں کو ان کا پتہ ہو۔ بیشک قیمتی پوشاک اور اعلیٰ لباس اجنبیوں میں بھی رعب اور داب جما سکتے ہیں لیکن خدا کی کامل ذات نے تمام ان اختلافات کو دور کرنے کیلئے جو انسان نے خود بنا لئے ہیں اور تمام انسانوں میں مساوات دکھانے کیلئے مکہ معظمہ کی پاک گرد و نواح میں حج کے ایام میں اسکی اجازت بھی نہیں دی۔ اور حکم دیدیا کہ ہر ایک حاجی خواہ اس کا رتبہ کچھ ہی ہو بادشاہ ہو یا گدا اس پر فرض ہے کہ مکہ کی پاک حدود میں داخل ہونے سے پہلے تمام پوشاکوں اور لباسوں کو خیرباد کہے۔ اور دو سفید چادریں جن کو احرام کہتے ہیں پہن لے۔ ایک سے تو اپنی ٹانگیں اور دوسری سے باقی جسم ڈھانک لے اور اس حکم سے اختلاف مراتب کے آخری ذریعہ کو بھی مٹا دیا ہے۔ ذرا اپنے ذہنوں میں یہ نقشہ تصور کرو کہ لاکھوں کھا مرد اور عورتیں جو مختلف مدارج اور مرتبے رکھتے ہیں سب کے سب ایک ہی عاجزانہ لباس پہنے ہوئے ہیں ان میں اعلیٰ ادنے کی کوئی تمیز نہیں۔ وہ کئی مہینوں تک دن رات خدا کی راہ میں اسطرح بسر کرتے ہیں۔ جیسے وہ سب ایک رتبے اور ایک درجہ کے آدمی ہیں۔ اور وہ ایکدوسرے کو خطاب جو کرتے ہیں تو عمر یا تذکیر تانیث کے لحاظ سے ایکدوسرے کو باپ۔ ماں۔ بہن۔ بھائی۔ بیٹی کہہ کر پکارتے ہیں بہت سے خوبصورت چہرے جن میں حسن زنانہ کی پوری دلربائی تھی وہاں موجود تھے۔ لیکن کوئی بدی کا خیال تک انکے نزدیک بھٹکتا تھا۔ اور وہ غیر مرد کی نگاہ اور تاڑ سے اس طرح محفوظ تھیں جس طرح پردے میں۔ وہاں تمام آنکھیں نیچے کی طرف جھکی ہوئی تھیں اور نگاہیں پاؤں پر گڑی ہوئی تھیں۔ دل تمام شہوت انگیز خیالات اور بری خواہشات سے پاک اور نے لوث تھے۔ ایک بات جو ہمیشہ کیلئے میرے دل پر کالنقش فی الحجر ہوگئی وہ یہ تھی کہ اس وسیع انسانی طوفان میں ہر ایک آدمی شجاعانہ اور باامن رویہ اختیار کرتا تھا

ہو رہی تھیں نیچے سب ایک معین مقام پر پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان میں سے اکثر پاپیادہ تھے اور منزل مقصود پر ایک معین وقت سے پہلے پہنچنا تھا۔ باوجود ان سب باتوں کے کوئی دھکم دھکا یا گھمسان نہ تھا۔ اس ہر جگہ عورتوں اور بچوں کو ترجیح و سہولت دی جاتی تھی۔ اور میں نے دیکھا کہ وہ غیر مہذب اور نیم وحشی لوگ جو وسط افریقہ سے آئے ہوئے تھے وہ بھی اس قاعدے پر بڑی پابندی سے عمل پیرا تھے ہاں ایک چیز ایسی تھی جس کو میری آنکھیں حج کے تینوں ایام آخر میں برابر ڈھونڈتی رہیں لیکن اس کو نہ پا سکیں میرا مطلب وہ صاحب فارالنساء ہے جو ہر جگہ موجود ہوتا ہے۔ اور دینی دنیوی غرض ہر ایک اجتماع کو اپنی حاضری سے مشرف کرتا ہے یعنی پولیس یا سپاہی۔ مجھے سخت حیرت ہوئی جب مجھ کو یہ کہا گیا کہ ایام حج میں ان حضرات کی کبھی ضرورت محسوس ہی نہیں ہوئی۔ شاید خدا کی بادشاہت ان ایام میں آسمان سے نیچے اتر آتی ہے۔ اور اس گروہ عظیم کو جس میں مختلف قوم و ملک کے باشندے ہوتے ہیں ان میں امن قائم کر دیتی ہے کیا ہمارے تمام فطرتی گناہ اور جرم کی رغبتیں ان ایام میں دب جاتی ہیں۔ اور ہم کم از کم اس وقت کیلئے فرشتہ خصال بن جاتے ہیں ورنہ کیوں حاکمان مکہ اس آسانی سے حفظ امن کے قائم کرنے والوں اور انتظام کے ضروری عنصروں سے خدمات لینے کی ضرورت سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔ جو آپ کا دل چاہے اس سے نتیجہ نکال لیں لیکن میری چشم جوئیندہ نے معمولی سے معمولی شرارت کا ایک شمہ بھی نہ دیکھا۔ مجھے مذہبی اور دنیاوی مسلم اور غیر مسلم ہر قسم کے میلوں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ ہندوستان میں بھی مغربی ممالک میں بھی بہت سے اجتماع میں نے مختلف مقامات پر دیکھے ہیں لیکن میں نے ایسی کوئی جگہ نہ پائی جہاں پولیس کا زبردست ہاتھ انتظام کیلئے موجود نہ ہو۔ اور ان تین ایام حج میں بیت الحرام کی حدود کے اندر ان صاحب کی غیر حاضری ایک کافی ثبوت ہے کہ کم از کم مذہب انسانوں کو فرشتہ خصال بنا سکتا ہے اور ان کے دلوں میں وہ عالمگیر مساوات اور انسانی ہمدردی پیدا کر سکتا ہے۔ جو گناہ اور جرم کو نیست و نابود کر سکتی ہے کیونکہ ہمدردی اور برادری اسی وقت تک رہ سکتی ہے جبکہ ہم دوسروں کی خاطر اپنی ضروریات قربان کر دیں یہی ایک طریق ہے جس سے مختلف اور متضاد عنصر ایک مکمل طور پر جمع ہو سکتے ہیں۔ اگر یہ روح مردوں میں پیدا ہو جائے تو آج ہی گناہ کا نام و نشان تک معدوم ہو جائے۔ پرائے مال پر نگاہ ڈالنا اور اس کے پانے کی آرزو کرنا یہی تمام جرم اور گناہ کے ارتکاب کی جڑ ہے۔ تمام کریہ اعمال کی اصل آرزو و حرص ہے یہی دنیا نفسی کی ترغیب دیتی ہے اور جرم کا بیج ڈالتی ہے۔ بھلا پرائے مال کی خواہش کا خیال تک بھی ایک ایسے

آدمی کے دل میں پھٹکنے نہیں پاتا جو اپنی ضروریات کو دوسروں کیلئے قربان کرنا اپنا فرض اولین سمجھے اور یہی مذہب اسلام کی تمام فقہ کا لب لباب ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ لن تنالوا البر حتّٰی تنفقوا مما تحبون (جب تک خدا کی راہ میں وہ چیزیں نہ خرچ کرو گے جو تم کو عزیز ہیں (کامل) نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے) یہ تعلیم تھی جو اس گرد و نواح میں جلوہ گر تھی۔ اور جس کا لازمی نتیجہ گناہ کا نیست و نابود ہو جانا ہے۔ اور اگر گناہ کے اژدہا کو ہم بذات خود بغیر صلیب کے دست نگر ہونے کے کچل سکتے ہیں۔ تو اس میں کیا حرج ہے۔ ان واقعات کے ماتحت کیا ایک مسلم کا یہ حق نہیں کہ وہ یہ ایمان رکھے کہ حج کرنے سے تمام گذشتہ اعمال معاف ہو جاتے ہیں۔ اگر ایک ایسی روح جس کا میں نے ذکر کیا ہے اور جس کو میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے انسان پر حاوی ہو جائے۔ اور کم از کم ان ایام کے لئے اس کے نفس پر غالب ہو جائے تو کیا اس کے گذشتہ گناہ اس سے دور نہیں ہو گئے۔ اور نیکی اور تقوی کی ایک نئی زندگی اختیار کرنے کے قابل وہ نہیں ہو گیا۔ میری دلی خواہش ہے کہ مسلمان ایک دوسرے سے ہمیشہ ویسا ہی برتاؤ کریں جس طرح میں نے انکو ان تین ایام میں جو مجھے تمام عمر نہ بھولیں گے کرتے دیکھا۔ اور اگر وہ ایسا برادرانہ رویہ اختیار کریں تو نبی کریم کا ما امن اور باہمی الفت کا زمانہ پھر میسر آجانا کوئی مشکل بات نہیں۔ میں نے خدا کی بادشاہت کو کوہ فاران کے دامن میں مسلط دیکھا اور میرا ایمان اس بات پر اور بھی قوی ہو گیا کہ ضرور بالضرور نبی کریم کے وقت بھی خدا کی بادشاہت عرب میں مسلط ہو گی۔ کیا آپ کے وہم و گمان میں بھی ایسی حکومت یا سلطنت آسکتی ہے جس میں امن قائم کرنے کیلئے پولیس یا دیگر لوازمات کی کوئی ضرورت نہ ہو۔ لیکن دنیا اس بات کی شاہد ہے کہ مدینہ میں جب نبی کریم وہاں گئے تو اسی قسم کی حکومت وہاں قائم ہو گئی۔ ان دنوں میں جرم تو بالکل معدوم ہو چکا تھا۔ اور جب کبھی بدقسمتی سے کوئی کمزور دل انسان کسی بری خواہش کے ارتکاب کا شکار ہوتا تو وہ فوراً ہی ایک دو دن کے اندر اندر اپنے جرم کا اقبال کر لیتا اگرچہ کسی انسان نے اسکو وہ جرم کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تھا۔ نبی کریم کے صحابہ کرام عملی رنگ میں خدا کو حاضر و ناظر مانتے تھے اور اسی وجہ سے پولیس کی تحقیقات کی ضرورت پیش نہ آتی تھی۔ مجرم کی گرفتاری کیلئے ہتکڑیوں کی ضرورت نہ تھی۔ خود مجرم اپنے آپ کو گرفتار سمجھتا تھا۔ جھوٹ ڈھونڈنے سے نہ ملتا تھا۔ اس واسطے مقدمات کے فیصلوں کے لئے موجودہ بھی چوڑی قانونی کارروائی کی حاجت نہ پڑتی تھی۔ دعوے کے ثبوت کے لئے گواہوں کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی۔ نہ کوئی اقرار و اقعات

اور نہ کوئی تنقیح طلب امور ہوتے تھے ایک طرف تو ٹھیک اور سچے دعوے اور الزام پیش کئے جاتے تھے لو
دوسری طرف اقبال اور اعتراف کیا جاتا تھا۔ الغرض یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ خداوند عالم خود ہر جگہ حکمران ہے"
اور حضرت مسیح کی یہ دعا کہ تیری بادشاہت آوے" اور جو ان کو دیکھنی نصیب نہ ہوئی تھی وہ حضرت محمد
صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود با برکت سے پوری ہوئی +

# اسلام اور موجودہ علمی تحقیقات

(از مارماڈیوک پکتھال صاحب)

آپ سے یہ عرض کرنے کے بعد کہ میرے لیکچر کا مضمون موجودہ علمی تحقیقات ہوگا جب میں نے اس پر غور کیا تو ایکا ایکی میں نے یہ محسوس کیا کہ مجھے تو موجودہ تہذیب و تحقیقات زمانہ کا مفہوم بھی معلوم نہیں ایسے میرا مطلب صرف وہ کوشش تھی جو گذشتہ چند سالوں میں مختلف مذاہب میں اسبات کے لیئے کی گئی۔ کہ اپنے اپنے عقائد پر موجودہ علمی خیالات کے ماتحت نقطہ چینی کیجائے اور ساتھ ہی ان پر ایمان بھی قائم رکھا جاوے مثلاً بہت سے عیسائی صاحبان نے انجیل پر لفظاً لفظاً ایمان رکھنا ترک کر دیا ہے۔ حتے کہ بعض تو پرائیویٹ گفتگو میں یہ اقرار بھی کر لیتے ہیں کہ مسیح کی خلقت اور ہستی پر بھی ان کو شک ہے مگر وہ برابر کلیسیا کے قوانین کی تقلید کرتے ہیں۔ اس کے عقائد کو اندھا دھند تسلیم کرتے ہیں۔ اور ایک عجیب اور نرالی طرز سے عیسائیت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان آدمیوں سے قطع نظر کر کے جو بالکل دنیا میں غرق ہیں ایک موجودہ یہودی بھی اپنے عقائد سے منہ پھیر لیتا ہے لیکن ساتھ ہی موسوی شریعت کو بڑی تعظیم سے دیکھتا ہے اور اس کا ادب کرتا ہے۔ یہ لوگ ایک لا ادری کو کہہ سکتے ہیں کہ بھلے میاں ہمارا ذکر کیوں تم بالکل چھوڑ دیتے ہو۔ یہ بھی ممکن ہوسکتا ہے کہ ہم کو ایک مسئلہ میں شک بھی ہو اور ساتھ ہی ہم کو اس پر ایمان بھی ہو یہ یہ ایک عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن اکثر لوگ اسکو بہت آرام دہ خیال کرتے ہیں۔ اور بہت سی نئی اختراعات اور ترقیات ایسے آ گئے جس سے ایک پکا مومن اور ایک پکا لا ادری دونوں چونک پڑتے ہیں وہ بڑی سہولت سے تسلیم خم کر دیتا ہے عیسائی یورپ کی آنکھ اب ان سچے مسجود ان حق پر ہے جو صدق دل سے طالب حق ہیں نہ کہ اس قسم کی مرد یا عورتوں پر جو اپنے ضمیر کو ایک گہری نیند سلا دیتے ہیں۔ جو کچھ

بھلائی موجودہ تہذیب میں ہے۔ اور اسمیں شک نہیں کہ لفظی نقطہ خیال سے تو ضرور اسمیں کچھ نہ کچھ بھلائی ہے وہ خیال اور رائے کی آزادگی کی وجہ سے ہے صرف مذہبی رہنمائی اور مادی اصولوں کی عدم موجودگی کی وجہ سے اسمیں نقص واقع ہو جاتا ہے۔ یہ تو آپ خود مشاہدہ کرسکتے ہیں کہ عیسائی کلیسیا اپنی طاقت اور دبدبہ کلیتہً کھو بیٹھا ہے۔ اور جب ان کا دور دورہ تھا۔ ان دنوں وہ اپنی خود غرضانہ حرص اور تعصب کے لئے ضرب المثل تھے۔ یورپ دعوی تو یہ کرتا ہے کہ تمام دنیا کی قسمت کی کنجی اس کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن کیا مزے کی بات ہے کہ خود اپنے اوپر قابو نہیں پا سکتا۔ آخر اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان میں کوئی ایسا شخص نہیں جو غور کرے۔ انکے پاس کوئی ایسا مذہب نہیں جس پر ایک انسان دلیل کے ساتھ ایمان لا سکے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کائنات کے مالک جس کی مرضی کے آگے ہم کو طوعاً و کرہاً جھکنا پڑتا ہے اسکی ہستی پر ایمان نہیں رکھتے۔ اگر آپ ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرینگے تو ضرور میری رائے کے ساتھ اتفاق کرینگے +

تمام لوگ پکار رہے ہیں کہ ایک صحیح مذہب کی ضرورت ہے۔ جدید مذہب کی پکار کانوں کو کچھ عجب سی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ صرف ایک ہی سچا مذہب ہے اور ہمیشہ سے رہا ہے۔ جس طرح کہ صرف ایک سچا خدا ہے اور رہیگا۔ دیگر مذاہب صرف گمراہ شدہ انسانوں کے فاسد خیالات کا نتیجہ ہیں۔ ابراہیم موسیٰ عیسیٰ اور بدھ کا بھی اور ان تمام مذہبی استادوں کا جن کے پیرو آجکل بت پرستی کے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں۔ ان سب کا مذہب ایک ہی تھا یعنی مذہب محمدیہ اسلام۔ خدا کسی ایک مخصوص محدود قوم کا رب نہیں جس طرح کہ یہودی لوگ مانتے ہیں نہ ہی وہ صرف تمام نسل انسانی کا رب ہے جس طرح بہت سے مذہبی آدمی اعتقاد رکھتے ہیں۔ بلکہ وہ سب مخلوق اور سب عالموں کا رب ہے +

اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم ۚ لا تاخذہ سنۃ ولا نوم ۚ لہ ما فی السموات وما فی الارض ۗ من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ ۚ یعلم ما بین ایدیہم وما خلفہم ۖ ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء ۚ وسع کرسیہ السموات والارض ۖ ولا یؤدہ حفظہما ۚ وہو العلی العظیم۔ **ترجمہ** - اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ قائم رکھنے والا ہے نہ اسکو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ اس کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کون ہے جو اس کے اذن کے بغیر اسکی جناب میں سفارش کرے۔ جو کچھ لوگوں کو پیش ہے اور جو کچھ ان کے بعد ہے وہ اسکو معلوم ہے۔ اور لوگ اسکی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس نہیں رکھتے مگر

جمیل وجلیل ہے۔ اسکی کرسی آسمان و زمین پر حاوی ہے۔ اور آسمان و زمین کی حفاظت اس پر گراں نہیں وہ عالیشان عظمت والا ہے۔ تمام چیزوں کی پرورش وہ ایک ہی طرح کرتا ہے۔ فرمایا۔ روئے زمین پر کوئی ایسا جانور نہیں۔ نہ ہی کوئی ایسا پرندہ ہوا میں اڑنے والا ہے جو تمہاری جیسی مخلوق نہ ہو۔ ہم نے اپنی کتاب میں کوئی پہلو فروگذاشت نہیں کیا۔ اور آخرکار اللہ کی طرف لوٹنا ہے +

خدارا ان آیات کا مقابلہ انجیل کے اس حصے سے کرو جہاں چڑیوں کی قیمت کا جھگڑا درج ہے اور انصاف سے بتاؤ کہ موجودہ علوم طبیعی کی اختراعات کے ماتحت کون سی کتاب سچائی کے زیادہ نزدیک ہے۔ کئی صدیوں سے یہ دنیا بغیر کسی انسان کے قائم تھی۔ قدرت کی وسیع دنیا میں درخت پتھر چھوٹے تمام بڑی چھوٹی مخلوق کی ایسی ہی نگہداشت کیجاتی ہے جیسی انسان کی زندگی اور معیشت ہماری زندگیوں کے زیربار یا ماتحت نہیں۔ قدرت کے قوانین خدا کے قوانین ہیں +

"بموجب حکم خدا قادر و حکیم سورج اپنے معین راستے پر سفر کرتا ہے۔ اور چاند کیلئے ہم نے منازل مقرر کی ہیں۔ جتنے کہ وہ مرجھائے ہوئے پتے کی طرح اپنی جگہ پر واپس نہ آئے سورج چاند سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اور رات دن کے حصہ میں نہیں آسکتی۔ ہر ایک جدا جدا قوانین کے ماتحت حرکت کرتا ہے"

میں نے مندرجہ بالا عبارات کو اپنی یاد سے چن لیا۔ وگرنہ آپ صاحبان کو بھی جانتے ہیں کہ قرآن کے قریباً ہر حصے پر ایک مسلمان کو یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ وہ قوانین قدرت پر غور کرے تو اسکو خدا کی ہستی کے بین ثبوت ملینگے +

یہاں انگلستان میں اس وقت ایسے لوگ موجود ہیں جو بغیر کسی جھجک کے یہ اقرار کرینگے کہ قدرت کے صانع اور قدرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ نہ کہ کلیسیا کے خدا پر۔ مذہب اسلام میں انسان کو غلطاں و پریشان کرنے کیلئے ایسی کوئی تمیز یا فرق خدائے اسلام اور خدائے قدرت میں نہیں وہ دونوں ایک ہیں +

ایک انسان کیلئے خدائے قدرت پر ایمان لے آنا کافی ہے۔ اور جب آدمی خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلے تو کس طرح کفر و انکار کرسکتا ہے۔ آجکل انگلستان میں درختوں کے پتے جھڑ گئے ہیں۔ جدھر دیکھو سرما ہی سرما کا دور دورہ نظر آتا ہے۔ یہ سال کا سب سے ناخوشگوار حصہ ہے

لیکن باوجود اسکے کسان آج بھی آنیوالی بہار یعنے دوبارہ زندگی کا انتظار کر رہا ہے۔ اگر خدا کی پروردگاری کا انسان کی حکومت سے مقابلہ کیا جاوے۔ اور فلینڈرس میں جو فاسقانہ خونریزی اور ناپاک تلاطم مچا ہوا ہے اسکو مد نظر رکھا جاوے تو ترتیب و احکام قدرت مع اپنے تمام حالات کے جتنے کہ منع ہیں بہت ہی خوشگوار اور پیارے معلوم ہوتے ہیں۔ انسان جس قدر وحشیانہ رویہ چاہے اختیار کرے لیکن قوانین قدرت کا ایک شمہ بھی وہ بدل نہیں سکتا۔ میدان جنگ میں پھر گھاس اگیگی۔ اور پھٹنے والے گولوں اور بموں نے جو شگاف کر دیئے ہیں۔ انہیں میں سے خودرو پھول کھلینگے۔ خدائے قدرت ان سب کو درست کر لیگا۔ میرے خیال میں بہت سے وہ لوگ جو خدائے قدرت پر ایمان رکھنے کا دعوی کرتے ہیں خود قدرت کو خدا بنا دیتے ہیں۔ اور اس کے شعبدوں میں خدائے قادر کی ہستی کے ثبوت نہیں دیکھتے لیکن خدا بھی ایسا جو ارض و سما کا مالک ہے خالق ہے رہبر ہے اور منصف عالمین ہے وہ اسبات کا انکار کر دینگے کہ خدا کو ہر ایک روح کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے لیکن ہر زمانے اور ہر ملک کے باشندوں میں سے بعض کا تجربہ اسبات کی شہادت دیتا ہے کہ خدا بقول قرآن "متوکلوں کا دوست ہے، وہ انکو ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے"۔

میں پھر دوہراتا ہوں کہ ہر ملک اور ہر زمانے کے باشندوں کا ذاتی تجربہ اسکی شہادت دیتا ہے یہ میری ذاتی رائے ہے اور میرے خیال میں یہ اسلامی اصولوں کے مطابق ہے۔ اگرچہ بعض کا یہ خیال ہے کہ جو لوگ گمراہی میں ہیں انکو جو مذہبی فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ سراسر ایک دھوکا ہے۔ خدا واحد رب العالمین ہے الرحیم ہے رحمن ہے۔ اور بدلے میں کچھ نہیں مانگتا۔ اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ بعض لوگ گمراہ ہیں۔ اور اپنے اور خدا کے درمیان وسیلہ رکھنے کی تعلیم انکو دیگئی ہے لیکن جب کبھی وہ خلوص دل سے نماز میں خشوع اختیار کریں۔ اور اپنے ضمائر کو ان دنیوی وسائل سے بالا کر لیں تو خدا جو ارض و سموات کا مالک ہے ان کی مدد کریگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ باطل مذہبی جوش کوئی چیز ہی نہیں۔ ایسا ہو سکتا ہے اور اسلام ہمکو اس قابل بناتا ہے کہ ہم اس باطل مذہبی جوش کا پتہ لگا لیں اور اسکی تمیز کر لیں۔ کیونکہ جسقدر اخلاقی قانون ہمارے لئے رکھے گئے ہیں۔ ان سب کا مطلب اور مدعا یہی ہے۔ کہ انسان کے فہم کو صاف اور ٹھیک رکھا جاوے۔ اور اسی وجہ سے مذہبی عبادت میں ان تمام چیزوں سے کنارہ کشی کرنی چاہیئے جو فہم کو گندہ یا دھندلا کر دیں۔ اور

جو بات جو سردو۔ خوشبو۔ تصاویر یا بتوں سے پیدا ہوں ان کو خدا تک پہنچانے والے خیال نہیں کرنا چاہئے
خدا صرف ایک ہے۔ اصحاب تمام شرک و بت پرستی اور دنیا کے مذاہب باطل کی تہ میں ایک خالق و قادر کی وحدانیت
کا خیال پاتے ہیں تمام پیغمبر اور رسول اپنے اپنے وقت میں توحید خدا کا گیت گاتے رہے۔ ان حالات کے
ماتحت کیا ایک مذہب جدید کی ضرورت باقی رہجاتی ہے ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی نیا مذہب
اختراع نہیں کیا۔ آپ نے لوگوں کو حق کی طرف بلایا۔ اور اسلام کی صداقت کی بنیاد جس طرح آنحضرت نے
اس وقت ڈالی آج بھی وہی ہے۔ آج استنبول کی عظیم الشان مسجد سلیمانیہ میں بالکل اسی طرح نماز ادا کی
جاتی ہے جس طرح یثرب میں اس چھوٹے سے حجرے میں ادا کیجاتی ہے۔ جہاں نبی کریم ایک کھجور کے پیڑ کے
ساتھ ٹیک لگا کر وعظ کیا کرتے تھے۔ مذہب کے بارے میں موجودہ تہذیب کا مقصد اگر اسکو فائدہ مند
ثابت ہونا ہے تو یہ ہونا چاہئے۔ کہ وہ مذہب کا اس قدر اختصار کرے کہ صرف حق محض باقی رہجاوے۔
یعنی ایک ایسی ملت باقی رہجاوے جو انسانی تجربہ کے امتحان میں آج بھی کامیاب نکلے۔ اور اگر کوئی آدمی
اخلاص دل اور حق کے واسطے عمل کرے تو وہ یقیناً مسلم ہو جاویگا خواہ اسکو اس کا علم ہو یا نہ ہو
اسلام کیلئے صرف اس قدر وسعت چاہئے۔ کہ اس پر موجودہ حالات زمانہ کی رو سے نظر کیجاوے تو معلوم
ہوگا کہ ان تمام نئے واقعات کا منتظر اسلام اسطرح تھا۔ جس طرح پکی ہوئی کھیتی کاٹنے والے کی منتظر
ہوتی ہے۔ قوموں میں سرفراز کرنے کیلئے۔ اور ان جدید اوقات میں وہ معزز اور مکرم جگہ دلانے کیلئے
جو گذشتہ زمانہ میں مسلمانوں کو حاصل تھی ہم کو تعلیمی تمدنی اور معاشرتی اصلاح کی ضرورت ہے۔ اور اعتقاد
یا طرز عبادت میں ذرہ بھر تبدیلی کی ضرورت بھی نہیں۔ اور اگر اسلام پھر انسانی ترقی کا رہبر بن جاوے
تو دنیا کی عین خوش قسمتی ہوگی۔ میں یہ باتیں آپ کی خوشامد کیلئے نہیں کہہ رہا۔ نہ اسلئے کہ میں اپنے اس
اعتقاد پر خوش ہوں جو کہ میں نے سالہا سال کی فکر اور مطالعہ کے بعد اختیار کیا۔ بلکہ میں یہ باتیں اس واسطے
کہہ رہا کہ ان لاانتہا مواقع کیلئے جو ہم کو میسر ہیں آپ کی غیرت کو جوش میں لاؤں۔ دوسری بات جو میں نے
کہنی ہے وہ ذرا کڑوی ہے ہم کو مذکورہ بالا اشیاء کی ضرورت نہیں۔ ہاں ایک چیز کی ہمکو سخت ضرورت
ہے۔ وہ یہ کہ ہم موجودہ ضروریات کے مطابق اسلامی زندگی کا ایک بہترین نمونہ ہوں۔ ہم سب کے لئے موجودہ
وقت جلسے تقاریر کا زمانہ ہے۔ ہم کو بالکل پتہ نہیں کہ کل کیا ہوگا۔ لیکن روزمرہ کی زندگی میں فرداً
فرداً یا اجتماعی رنگ میں یہ اسلامی اخلاق کا نمونہ بننے سے کوئی چیز ہماری مانع نہیں +

اکثر اوقات مسلم تہذیب پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ اس نے کوئی تصاویر یا مجسمے پیدا نہیں کئے بلکہ بعض دفعہ تو مصوری کے پرانے کارناموں کو تباہ کر دیا ہے۔ اور اس تہذیب کو جس نے یہ پیدا کئے تھے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا ہے۔ ان نقطہ چینیوں کی گفتگو سنکر مجھے ایک انگریز کا واقعہ یاد آتا ہے جس نے یہ کہا تھا کہ اگر ایک انسانی بچہ اور ایک کمیاب مجسمہ دونوں ایک ایسی جگہ ہوں جہاں پر احتمال ہو کہ آگ انکو بھسم کر دیگی تو وہ اس مجسمہ کو بچانے کی کوشش بہ نسبت اس زندہ انسانی بچہ کے زیادہ کریگا۔ جن تہذیبوں کا نام و نشان اسلام نے مٹا دیا وہ تہذیبیں ایسی تھیں کہ ان کے ماتحت نسل انسانی کا اکثر حصہ صد درجہ کی بدبختی میں پڑا ہوا تھا۔ اعلےٰ اخلاق غیرت یا مساوات انصاف یہ ڈھونڈے نہ ملتے تھے اسلام نے ان سب کو ملا کر لوگوں کو انسانی حقوق عطا فرمائے۔ کیا چند مصوروں کے چند تصاویر بنانے یا چند سنگتراشوں کے چند مجسمے تیار کرنے سے بہتر کام نہیں۔ میری رائے میں اس کا یہی سبب ہے جو کہ اسلام بر گذشتہ چند سالوں سے طاری ہیں ایک بڑا سبب یہ ہے کہ اسلام تمام انسانوں کو خوش و خرم کر دیتا ہے اور جب کبھی کسی ملک پر اسلام کا جھنڈا گڑا تا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ اس ملک کے اکثر باشندے خوشحال ہو جاتے اور اس خوشحالی کی وجہ سے مسلمانوں نے کسی حد تک کوشش کرنا ہی چھوڑ دیا۔ اور اس طرح حریص اور ناشاد لوگوں نے ان پر دست درازیاں شروع کر دیں۔ انہوں نے اس وقت قرآن کی اس تعلیم کو پس پشت ڈالدیا۔ کہ ان مع العسر یسرا فاذا فرغت فانصب والی ربک فرغب۔ تحقیق تکلیف کے ساتھ ہی آرام ہے اور جب تو فارغ ہو جائے تو کوشش کرتا رہ اور خدا کی رضا ڈھونڈتا رہ۔

برادران مسلم برادری ایک وقت ایسی تھی اور ہونی بھی چاہئے جیسے خدا کی بادشاہت زمین پر نبی کریم کی زندگی کے آخری دس سال اور پہلے خلیفوں کے عہد میں ہمیں جو نظارہ نظر آتا ہے تاریخ میں اسکی نظیر نہیں ملتی۔ ایک بڑی وسیع قوم یا یوں کہئے کہ کئی قوموں کا مجموعہ جنہیں سے بطور معجزہ قبیلوں کی خانہ جنگی دور کر دیگئی تھی۔ وہ سب ایک خدا کے حکم کو بغیر کسی چون وچرا کے مانتے تھے انکے لئے نہ کسی انتظام کی اور نہ کسی پولیس کی ضرورت تھی۔

وہ قوانین جو قرآن میں درج ہیں اور جو نبی کریم نے سکھائے صرف وہی اخلاقی قوانین کا کام بھی دے سکتے ہیں۔ آپ اس سے کسی طرح گریز نہیں کر سکتے کہ یہی ایک قانون ہے جس پر ملک و ملت کے وہ باشندے

عمل پیرا ہو سکتے ہیں جو انسانی بھلائی اور انسانی ترقی کے ذریعے سے خدا کا تقرب حاصل کرنا چاہتے ہیں صرف اسی میں مذہب کے دونوں رکن یعنی حقوق اللہ و حقوق العباد کو کامل طور پر مواصلت دی گئی ہے۔ اس بات کا اقرار صرف مسلمانوں نے بلکہ ان عیسائیوں اور یہودیوں نے بھی کیا ہے جنہوں نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ گذشتہ چند سالوں میں مسلمان اس قانون کے لفظوں کی تحقیق کرتے رہے ہیں۔ اور اسکے اصلی مدعا کو خبط کر دیا ہے کسی شیخ الاسلام یا مجتہد کے فتوے کی اندھی تقلید کرنا یا کسی قانون کے معمولی سے اختلاف یا اجتہاد میں مبالغہ کرنا! الغرض اس قسم کی تمام کاملیت کو قرآن نے بہت مذموم قرار دیا ہے۔ اسکی وجہ سے تعلیم کو اس قدر تنزل ہوا جتنے کہ بہت سے موقعوں پر ان متبرک فقرات کو بلا سمجھے یا غور کرنے کے دہرا دینا باقی رہ گیا۔ اور اسکو بجائے ایک الہام یا عقل کی مشعل کے ایک سحر اور جادو سمجھا گیا۔ میں اور آپ دونوں نے اس بات کو اکثر مشاہدہ کیا لیکن خدا کا شکر ہے کہ میں نے اسکے تغیر کے آغاز کو بھی مشاہدہ کیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ موجودہ ایام ظلمت میں بھی میری اُمید اس قدر قوی ہے۔

ہماری موجودہ تکالیف کا باعث بہت حد تک وہ میلان ہے جس کی وجہ سے ہم اپنی شریعت کے الفاظ پر ہی قناعت کئے بیٹھے رہتے ہیں۔ اور اس کے نتائج اسقدر خطرناک ہیں۔ کہ ہر ایک مسلم کا دل ان سے دہل جانا چاہئے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اگر ایک بیرون بین عیسائیت کی موجودہ دنیوی کامیابی سے متاثر ہو کر یہ خیال کرے کہ اسلامی شریعت اب پرانی ہو گئی ہے اور موجودہ ضروریات زمانہ کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ لیکن ذرا گہری نظر سے دیکھو تو معلوم ہو جاویگا کہ خود دشمنوں کے اقرار سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ صرف اسلامی شریعت ہی ایسے اخلاقی قوانین رکھتی ہے جن کے ماتحت ترقی ہو سکتی ہے ان تمام خفیہ کارروائیوں کی وجہ جو آج تمام یورپ میں ہو رہی ہیں۔ مشکلات مزدوری ہے۔ ان سب کی وجہ یہی ہے کہ موجودہ تہذیب اور معاشرت کی بنیاد سود پر رکھی گئی ہے۔ ذرا انگریزی قوانین طلاق یا امریکہ کے قوانین طلاق پر ایک نظر ڈالے تو معلوم ہو جاویگا کہ وہ اسلامی شریعت کے مقابل کس قدر ہیچ اور قابل شرم ہیں۔ شراب وغیرہ کے استعمال پر جو جدید قیود لگائی گئیں ہیں انہی کو دیکھئے عیسائی ترقی کی یہ سب سے جدید اختراع ہے۔ ان بین الاقوام قوانین کے ناقابل التفات اور بزدلانہ آغاز ہی پر غور کیجئے جن میں عیسائی جنگوں کے تظلم اور بے رحمی کی حد بندی کی کوشش کی گئی ہے۔ کیا یہ سب بلا تعلق حقیقت میں اسلام کے متبرک قوانین کے آگے سر نہیں جھکاتے۔ ان کے سوا ممکن نہ تھا کہ اس تہذیب کا نا تمام جس کو

صیہانیت کا نتیجہ بتایا جاتا ہے۔ . . . . ہمیشہ کیلئے برباد نہ ہو جائے۔ اسلام وہ تمدنی قوانین اور مذہبی اصول اپنے اندر رکھتا ہے جو کہ تمام ممالک میں یکساں رائج ہو سکتے ہیں۔ اور جن کی عظمت ہر ایک انسان اگر وہ متعصب نہیں تو ضرور کریگا۔

اسلامی شریعت ہرگز ناکامیاب ثابت نہیں ہوئی جیسا کہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں بلکہ گذشتہ چند سالوں میں تو اسکی کامیابی کا ثبوت بیشتر از پیشتر ملا ہے۔ اور خصوصاً سرزمین یورپ میں اسلام ہی ان ایام کے بار تعمیل کا متحمل ہو سکتا ہے۔ اور کوئی مذہب اسکے قابل نہیں۔

میں وثوق سے یہ بات کہتا ہوں کہ جب ایک مسلم جان بوجھ کر دکھاوے کیلئے سؤر کا گوشت کھاتا ہے یا شراب پیتا ہے یا عورتوں کے معاملہ میں کمینہ اخلاق کا اظہار کرتا ہے۔ الغرض جب کبھی کسی رنگ میں وہ اپنے مذہب کے معلوم قواعد کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ ہر ایک ایسے انگریز کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ جو انگریز کہلانے کا حقیقی طور پر مستحق ہے۔ ایسا کہہ سکتے ہیں کہ بعض احکام کی پیروی غیر ضروری ہے۔ اور ان کا کوئی خاص مقصد نہیں ہوتا لیکن قرآن لو کہتا ہے۔ جو کوئی کوشش کرتا ہے اپنی ہی روح کی بھلائی کیلئے کرتا ہے ورنہ خدا تو غنی ہے اسکو بندوں کی احتیاج نہیں"۔

ان احکام میں بت پرستی یا ظاہر پرستی کا کوئی رنگ نہیں۔ یہ تعویذ نہیں ہیں۔ یہ ہماری روحوں کے فائدے کیلئے ہم پر فرض کر دیئے گئے ہیں۔ تاکہ ان پر چل کر وہ نفع اٹھا دیں۔ یہ ذریعہ انتظام ہے۔ اور قوم کو یکجا رکھتے ہیں۔ وضو۔ اوقات نماز۔ ماہ صیام۔ حج ان میں ایک بھی بذات خود بظاہر کوئی ایسا اہم امر نظر نہیں آتا نہ ہی خدا کو انکی حاجت ہے۔ ان کی حاجت اور وقعت ہمارے اپنے لئے اور ہمارے ہمجنسوں کیلئے ہے۔ انہی کے ذریعے سے مسلم برادری کو جمع کیا جاتا ہے۔ انہی سے ہمارے دل و دماغ کو روحانی فضائل حاصل کرنے کے قابل بنایا جاتا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ قواعد جن کی پیروی اپنی رضا و رغبت سے کی جاتی ہے یہی ایک چیز ہے جو اعلےٰ طبقے کے یورپین کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔ کچھ دن ہوئے میں نے ایک خبر سنی اگرچہ اسکے سچ ہونے کا دعوے میں نہیں کر سکتا۔ مگر سنا جاتا ہے۔ کہ جرمن سپاہی اور روسی سپاہی اپنے مسلم ہم کاروں کا اسوہ حسنہ دیکھ کر اسلام کے حلقہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ کیا کسی ایسے مسلم کے نمونہ سے بھی لوگ اسلام میں داخل ہو سکتے ہیں جو خود اپنے فرائض کو فراموش کرتا ہو۔ اور اپنے مذہب کو دیگر عام مذہبوں کے ہم پایہ سمجھتا ہو

اگرچہ مسلمانوں نے دنیوی طاقت اپنے ہاتھوں سے کھو دی تاہم اسلام ابھی اپنے اسوہ حسنہ سے دنیا کو مسخر کر سکتا ہے۔ آؤ ہم اس جہاد کبیر کیلئے کوشش کریں۔ اور یہی سچا جہاد ہے۔ کیونکہ نبی کریم نے فرمایا سب سے بڑا جہاد نفس کے خلاف ہے۔ یہ کوئی ناممکن امر نہیں۔ یہ کام تو معمولی آدمیوں کے احاطہ طاقت سے بھی باہر نہیں۔ کیونکہ مذہب اور شریعت کے احکام بالکل معقول ہیں ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا بہ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولینا فانصرنا علی القوم الکفرین +

# نُور از کوہِ فاران

## انجیلی پیشینگوئیوں کا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پورا ہونا

اور اس نے کہا کہ "خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا فاران کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور ان کے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کیلئے تھی" (استثنا باب ۳۲ آیت ۲ سے ۵) خدا تیمان سے اور وہ جو قدوس ہے جو فاران سے آیا سلاہ۔ اسکی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اسکی حمد سے معمور ہوئی" (حیقوق ۳ باب آیت ۳) "میں ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے فرماؤنگا وہ سب ان سے کہیگا" (استثنا باب ۱۸ آیت ۱۸) "میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتا دیگی۔ اسلئے کہ وہ اپنی نہ کہیگی لیکن جو کچھ وہ سنیگی سو کہیگی اور تمہیں آیندہ کی خبریں دیگی" (یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲ و ۱۳)

ایک طرف حضرت موسیٰ بنی اسرائیل سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ عنقریب خدا تعالے کا ظہور بشکل ایک عظیم الشان نبی کے ہوگا جو ان کے بھائیوں میں سے اسکی مثل ہوگا۔ اور دوسری طرف جناب مسیح موعود نبی کو روح حق کا لقب کر اسباب کے لئے مخصوص کر دیتے ہیں کہ وہ کامل صداقت کا رہنما ہوگا۔ اس مقدس موعود ہستی کی لفظی تصویر کھینچتے وقت حضرت موسیٰ اور جناب مسیح دونوں ایکدوسرے کے مشابہ الفاظ استعمال کرتے ہیں

"میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اُسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہیگا" (استثنا باب ۱۸ آیت ۱۸) "کہ وہ اپنی نہ کہیگی لیکن جو کچھ وہ سنیگی سو کہیگی" (یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۳)

ان الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ موعود ہستی ایک رسُول اللہ اور نبی اللہ ہے نہ کہ ایک غیر عنصری اور خیالی ظہور بار تعالیٰ۔ اگر خدا حضرت موسیٰ کی وحی کے ذریعہ سے سینا سے آیا۔ اور مسیح ناصری کے پیغام کے ذریعہ سے اس نے شعیر سے طلوع کیا۔ تو کیا ضروری نہیں کہ ہم کوہ فاران سے کسی انسان کے فرزند کے ظہور کا انتظار کریں۔ جو اسکے فاران سے نکلنے کو ظاہر کرے۔ خصوصاً جبکہ حبقوق نبی اس کو کوہ فاران کا قدوس کہتا ہے عیسائی فقیہوں نے خواہ مخواہ مسیح کو اُس موعود نبی سے مخلوط کرنے کی کوشش کی ہے جس کی بشارت حضرت موسےٰ نے دی تھی۔ بنی یعقوب ہمیشہ سے مسیح میں اور کتاب استثنا والے نبی میں فرق و تمیز کرتے آئے تھے۔ یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت جو ہم پڑھتے ہیں اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے "تب انھوں نے اس سے پُوچھا تو اور کون ہے کیا تو الیاس ہے اُس نے کہا میں نہیں ہوں۔ آیا تو وہ نبی ہے اس نے جواب دیا نہیں۔ اور اُنھوں نے اس سے سوال کیا اور کہا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ الیاس اور نہ وُہ نبی پس کیوں بپتسمہ دیتا ہے" (یوحنا باب پہلا آیت ۲۱ و ۲۵)

ان آیات میں تین مختلف اشخاص کا ذکر ہے۔ مسیح۔ الیاس۔ اور وہ نبی۔ خود جناب مسیح نے وہ نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر حضرت عیسیٰ مسیح تھے اور یوحنا بقول مسیح الیاس تھے تو کیا ہم کو یہ فیصلہ اخذ کرنے کا حق نہیں کہ مسیح کی بعثت اور ظہور تو وہ نبی کی بعثت اور ظہور نہ تھی۔ مسیح کے پہلے پیرو بھی یہی رائے رکھتے تھے "اور یسوع مسیح کو پھر بھیجے جس کی منادی تم لوگوں کے درمیان آگے سے ہوئی۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے لئے رہے اس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا اپنی حالت پر آویں کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا۔ کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے ایک نبی میری مانند اُٹھاویگا۔ جو کچھ وہ تمہیں کہے اسکی سب سنیو" (اعمال باب ۳ آیت ۲۰ تا ۲۲)

اگرچہ مضمون ہذا کا لکھنے والا مسیح کی بعثت ثانی کا منتظر ہے۔ تا کہ موسوی پیشگوئیاں پوری ہوں لیکن اسمیں تو وہ ذرہ بھی کلام نہیں۔ کہ مسیح کی بعثت اول دوم اس نبی کی بعثت نہ تھی جس کے متعلق موسیٰ نے وعدہ دیا تھا۔ کہ میری مثل خدا ایک نبی اُٹھائیگا۔ اور نہ ہی مسیح کی بعثت ثانی موسوی وعدہ کو پورا کر سکتی ہے۔ بموجب عقائد کلیسیا مسیح انصاف کی سزا بھگتنے آئے نہ کہ شریعت دینے۔ اور

مثیل موسےٰ نبی نے تو ایک آتشیں شریعت اپنے دائیں ہاتھ میں لے کر آنا تھا۔ وہ بھی موسےٰ کی طرح صاحب شریعت نبی ہونا تھا۔ اور نیز وہ موعود نبی بنی اسرائیل میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسکو توان کے بھائیوں یعنی بنی اسمعیل میں پیدا ہونا تھا۔ علیہ السلام کی خاطر موسیٰ کی ایک دوسری پیشینگوئی بہت کام آسکتی ہے جسمیں ایک خدا کا کوہ فاران سے نمودار ہونا بیان کیا گیا ہے۔ کتاب استثنا باب ۳۳ آیت ۲ میں خدا کو سورج سے تشبیہ دیگئی ہے۔ وہ سینا سے آتا ہے شعیر سے طلوع کرتا ہے لیکن اپنے پورے نور کے ساتھ کوہ فاران ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ وہاں تو اسکے ساتھ دس ہزار قدسی بھی ہیں۔ اور اسکے دائیں ہاتھ میں ایک آتشی شریعت بھی ہے۔ کسی نبی اسرائیلی کو بشمول حضرت عیسیٰ کوہ فاران سے کسی قسم کا تعلق نہ تھا۔ ہاجرہ مع اپنے بیٹے اسمٰعیل کے دشت بیرشبع میں سرگردان پھرتی رہی۔ اور بعدازاں اس نے فاران کے بیابان میں بودوباش اختیار کی (پیدائش باب ۲۱ آیت ۲۱) اسمٰعیل نے ایک مصری عورت سے شادی کی۔ اور اسکے پلوٹھے بیٹے کیدار سے عربوں کی نسل شروع ہوئی۔ اور اس وقت سے لیکر آج تک وہ بیابان فاران میں بودوباش پذیر ہیں۔ اور اگر یہ بات ہر پہلو سے ثابت ہو جاوے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کیدار کی نسل میں ہونے کی وجہ سے بنی اسمٰعیل تھے۔ اور آپ دشت فاران میں بطور نبی مبعوث ہوئے۔ اور مکہ میں دس ہزار مومنوں کے ساتھ داخل بھی ہوئے۔ اور اپنے متبعین کو ایک آتشی شریعت بھی دی تو کیا مندرجہ بالا پیشینگوئی لفظاً لفظاً آپکے وجود سے پوری نہیں ہوئی۔ حبقوق نبی کی بشارت کے الفاظ خصوصاً قابل توجہ ہیں۔ اسکی (یعنی وہ متبرک نبی جو فاران سے ظاہر ہوگا) عظمت سے آسمان بھر جاویگا۔ اور زمین اسکی حمد وثنا سے پُر ہو جاویگی۔ لفظ حمد بڑا معنی خیز ہے۔ کیونکہ خود لفظ محمد کے معنی حمد کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اہل عرب یعنی کوہ فاران کے باشندوں کو بھی وحی اور الہام کا وعدہ دیا گیا تھا بیابان اور اسکی بستیاں کیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کرینگے سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکارینگے۔ وے خداوند کا جلال ظاہر کرینگے اور بحری ممالک میں اسکی ثناخوانی کرینگے۔ خداوند ایک بہادر کی مانند نکلیگا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اکسائیگا۔ وہ چلائیگا۔ ہاں وہ جنگ کے لئے بلائیگا۔ وہ اپنے دشمنوں پر بہادری کریگا (یسعیاہ باب ۴۲ آیت ۱۱ سے ۱۳) اسی بات کے متعلق دو اور پیشینگوئیاں قابل غور ہیں جن میں کیدار کیطرف

اشارہ کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک میں تو لکھا ہے "اُٹھ روشن ہو کہ تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا۔ اونٹوں کی قطاریں اور مدیان اور عیفہ کی سانڈنیاں تیرے گرد بیشمار ہونگی۔ وہ سب جو سبا کے ہیں آوینگے۔ قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہونگی۔ نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہونگے۔ وے میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جاوینگے اور میں اپنی شوکت کے گھر کو بزرگی دونگا (یسعیا باب ۶۰ آیت ۱ سے ۷) دوسری پیشگوئی بھی اسی کتاب میں ہے لکھا ہے "عرب کی بابت الہامی کتاب عرب کے صحرا میں تم رات کاٹو گے۔ اے ددانیوں کے باشندو۔ روٹی لیکے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے کھینچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے۔ کیونکہ خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہیگی (یسعیاہ باب ۲۱ آیت ۱۳ تا ۱۶) ذرا یسعیاہ نبی کی پیشگوئیوں کو پڑھتے وقت کتاب استثنا والی بشارت کو مدنظر رکھو جسمیں صاف لکھا ہے کہ خدا کا طلوع فاران سے ہوگا۔ اگر حضرت اسمٰعیل نے دشت فاران میں رہائش اختیار کی اور قیدار یعنی عربوں کی نسل کا بانی وہاں پیدا ہوا۔ اور اگر بنی قیدار کی طرف الہام الٰہی ضرور آنا تھا اور اگر قیدار کے گلوں کیلئے لازمی تھا کہ وہ پاک مذبح پر آکر خدا کے گھر کی عظمت کے لئے قربان ہوں اور جہاں کی زمین کئی صدیوں تک جہالت اور ظلمت سے ڈھکی رہتی تھی۔ اور اگر قیدار کی ساری حشمت کے تیرانداز اسکی نسل کے دلاور اور مضبوط بہادر یہ سب ننگی تلوار اور کھینچی ہوئی کمان سے بھاگنے والے کے ٹھیک ایک سال بعد کم ہو جانی تھی تو وہ مسعود نبی جس نے فاران سے طلوع کرنا تھا سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ نبی کریم بھی قیدار کی پشت سے اسمٰعیل کی نیک اولاد ہیں جو کہ دشت فاران میں رہائش پذیر ہوئے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی وہ نبی ہیں جن کے وجود سے ملک عرب میں ایک ایسے وقت نور الہام آیا جبکہ ظلمت تمام دنیا پر طاری تھی۔ اور عوام الناس جہالت میں غرق تھے آپ ہی کی بعثت سے خدا نے فاران سے طلوع کیا۔ اور مکہ ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں بیت اللہ کی اس قدر عظمت کیجاتی ہے۔ اور جس کے مذبح پر قیدار کے گلے اور ریوڑ قربان کیئے جاتے ہیں۔ نبی کریم کو آپ کے ہم قوموں نے بہت اذیت دی اور آپ کو مکہ سے ہجرت کرنی پڑی۔ آپ کو ننگی تلوار اور کھینچی ہوئی کمان سے بھاگنا پڑا۔ اور ہجرت کے ایک ہی سال بعد بنی قیدار کے ساتھ آپ کو مقام بدر پر لڑنا پڑا اور یہ پہلا

جنگ تھا جو کفارِ مکہ اور نبی کریمؐ کے درمیان ہُوا۔ نتیجہ اُس کا یہ ہُوا کہ بنی کیدار کے تیر اندازوں کی تعداد کم ہو گئی اور کیدار کی ساری حشمت جاتی رہی۔ لہٰذا ان تمام پیشگوئیوں کے مصداق نبی کریمؐ کو نہ مانا جائے تو اس کا یہ مطلب ہو گا کہ ابھی تک وہ پوری نہیں ہوئیں۔ "معظمت الاکرم" جس کا اشارہ کتاب یسعیاہ کے باب ۶۰ میں کیا گیا ہے۔ وہ مکہ کا بیت اللہ شریف ہے نہ کہ کلیسائے مسیحا جس طرح کہ بعض عیسائی مصنفین نے فرض کر لیا ہے۔ کبھی کسی عیسائی گرجا کے مذبح پر کیدار کے ریوڑ نہیں آئے جن کا ذکر ساتویں آیت میں ہے اور یہ ایک مسلّم امر ہے کہ کیدار کے دیہات اور اُن کے باشندے ہی رُوئے زمین پر ایک ایسے لوگ ہیں جن پر عیسائی کلیسیا کا اثر ذرہ بھی آج تک نہیں ہُوا۔ اور کتاب استثنا میں جو دس ہزار قدسیوں کا ذکر تھا اُسکو بھی تو مدنظر رکھیئے۔ لکھا ہے اس نے (یعنی خدا) فاران سے طلوع کیا۔ اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ دشت فاران کی مکمل تاریخ کو پڑھو تو آپ کو نبی کریم صلعم کی فتح مکہ کے علاوہ کوئی اور واقعہ اس قسم کا نہ ملیگا۔ آپ ۱۰ ہزار مومن لیکر مدینے سے نکلے۔ اور بار دیگر بیت اللہ میں داخل ہُوئے آپ نے دُنیا کو ایک آتشی شریعت دی جس سے تمام باطل قوانین جلکر خاک سیاہ ہو گئے۔ تسلی دہندہ اور رُوح حق جس کی بشارت حضرت مسیح دیتے رہے تھے اُس کا مصداق بھی آپ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا عیسائی فرقہ تو متبرک رُوح کو اسکی مصداق ٹھیراتے ہیں مگر اُس کا ثبوت اُن کے پاس کوئی نہیں جناب مسیح نے فرمایا تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ میں چلا جاؤں۔ کیونکہ اگر میں نہ گیا تو تسلی دہندہ بھی نہیں آئیگا۔ لیکن اگر میں رخصت ہو جاؤں تو میں اسکو تمہاری طرف بھیج دونگا۔" ان الفاظ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تسلی دہندہ مسیح کی رخصت ہونے کے بعد ہی آسکتا ہے۔ جس وقت آپ یہ الفاظ کہہ رہے تھے تو اُس وقت وہ رُوح مگر آپ کے ساتھ نہ تھا۔ اور اگر اسکے آنے کے لئے مسیح کا رخصت ہونا بالکل لابد تھا۔ تو کیا ہم یہ مان لیں کہ مسیح پاک رُوح سے محروم رکھا گیا تھا۔ ان سب باتوں کے علاوہ جو حضرت مسیح نے اسکی بابت کہا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنے والا ایک انسان تھا نہ کہ کوئی رُوح۔" وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہیگا جو سُنیگا وہ کہیگا اس سے تو یہ نتیجہ نکلا کہ خدا اور رُوح القدس دو مختلف ہستیاں ہیں۔ اور یہ کہ رُوح القدس اپنی بابت بھی کلام کر سکتا ہے۔ اور جو کچھ خدا سے سُنے وہ بھی بیان کر سکتا ہے۔ مسیح کے الفاظ بڑے واضح طور پر کسی نبی اللہ کی آمد کی خوشخبری دیتے ہیں۔ وہ اسکو رُوح الحق کے نام سے پکارتا ہے۔ اور قرآن نے بھی ... نام دیا ہے فرمایا۔ "وہ حق کو لیکر آیا اور اس نے تمام انبیاء کے اقوال کی تصدیق کی"۔

مسیح کی اس پیشینگوئی کا قرآن شریف میں بھی ذکر ہے فرمایا مسیح ابن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں
تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں جو کچھ میرے پہلے تورات میں نازل ہو چکا ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور میں ایک رسول کے آنے
کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئیگا۔ اور جس کا نام احمد ہو گا۔ جناب مولوی محمد علی صاحب جنہوں نے
قرآن شریف کا ترجمہ زبان انگریزی میں بڑے اعلیٰ طرز سے کیا ہے اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں:۔
یہ کہنے سے کہ مسیح تورات اور موسوی کتب مقدسہ کی تصدیق کرتا ہے اس پیشینگوئی کی طرف اشارہ کیا ہے
جسمیں نبی کریم کی آمد کی خوشخبری دی گئی ہے۔ اور جس کا ذکر اس عبارت کے آخری حصہ میں بہ تفصیل کر دیا ہے اور جہاں
مسیح کو یہ پیشگوئی سُناتے ہوئے پیش کیا ہے۔ یہ بات کو مد نظر رکھنا چاہیئے کہ آنحضرت صلعم کے دو نام تھے
محمد و احمد۔ ان دونوں ناموں کی اصل ایک ہی لفظ سے ہے یعنی لفظ حمد جس کے معنی تعریف ہیں محمدؐ
جس کی بہت تعریف کی گئی ہو یا بار بار لگاتار اسکی تعریف کی گئی۔ اور احمدؐ وہ جو خود بڑی تعریف کرے۔ یہ
خیال نہ کرنا چاہیئے۔ کہ مسیحؑ نے بعینہ الفاظ قرآنی کہے تھے۔ کیونکہ مسیح تو عبرانی زبان بولتے تھے نہ کہ
عربی۔ سب سے بڑی مشکل تو یہ ہے کہ خود انجیل میں مسیح کے الفاظ بجنسہٖ محفوظ نہیں۔ اور ہم کو ایک یونانی
ترجمہ پر حصر کرنا پڑتا ہے۔ اور اس میں لفظ فارقلیط ملتا ہے۔ جس کے معنے
تسلی دہندہ کیئے گئے ہیں۔ ہم اس بات کو خوب جانتے ہیں۔ کہ بعض اوقات ترجمہ کرنے میں اصل مفہوم خبط
ہو جاتا ہے۔ اس واسطے یونانی نسخے میں لفظ Paraclete اور انگریزی نسخے میں لفظ Comforter
کا ہونا ہم کو نہیں بتا سکتے۔ کہ مسیح کے اصلی الفاظ یا ان کا مفہوم کیا تھا"۔ تاہم وہ تمام صفات جن کا
ذکر یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶ اور باب ۱۶ آیت ۷ میں ہے وہ سب نبی کریم کے وجود میں پائی جاتی ہیں۔ اسکی
بابت لکھا ہے کہ وہ ابد تک رہیگا۔ اور نبی کریم کی شریعت ابد تک رہی ہے۔ کیونکہ کوئی نبی آپ کے بعد اصلاح
شریعت کے لئے نہیں آسکتا۔ اسکی بابت کہا گیا ہے۔ کہ وہ تمام باتیں سکھائیگا۔ اور نبی کریم ایک مکمل اور
عالمگیر شریعت لے کر آئے۔ ان سب سے زیادہ واضح یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲ تا ۱۴ میں۔
"میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم انکی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی رُوح
حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتا دیگی۔ اسلئے کہ وہ اپنی نہ کہیگی۔ لیکن جو کچھ وہ سُنیگی سو کہیگی
اور تمہیں آئندہ کی خبر دیگی۔ وہ میری بزرگی کریگی"۔ اس رُوح حق والی پیشینگوئی کا یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶
میں جو تسلی دہندہ کی بابت پیشگوئی ہے اس سے مقابلہ کیا جائے تو مندرجہ ذیل باتیں ہماری سمجھ میں آتی

تھا +

(۱) مسیح کامل صداقت کی تعلیم نہ دے سکا کیونکہ آپ کی تعلیم صرف بنی اسرائیل کی اصلاح کیلئے تھی اور وہ بھی ان کی عام مشہور کمزوریوں کی اصلاح کرنے کیلئے آپ نے ان کو برا بھلا کہا۔ اور بر خلاف اسکے تسلی دہندہ کی شریعت مکمل ہو گی۔ اور وہ لوگوں کو صداقت کی طرف لے جاویگی۔ اور قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے جو ایک مکمل شریعت ہونے کا دعوے کرتی ہے +

(۲) کہ تسلی دہندہ صاف اپنی طرف سے ایک لفظ بھی نہیں کہیں گے۔ جو سنیگا سو کہیگا۔ ان الفاظ کا مفہوم بھی بالکل وہی ہے جو کتاب استثنا ۱۸ باب ۱۸ آیت کا ہے" اور میں اپنے الفاظ اسکے منہ میں ڈالونگا" اور یہ صفت بھی صرف محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود میں پائی گئی ہے +

(۳) کہ وہ مسیح کا رتبہ بلند کریگا اور واقعی نبی کریمؐ نے ان تمام الزامات اور بہتانوں کو جو مسیح اور ان کی ماں پر لگائے گئے تھے ان سب کو جھوٹ اور لغو کہہ کر حضرت عیسیٰ کا درجہ بلند کر دیا +

عیسائی لوگ نبی کریمؐ کو ان پیشگوئیوں کا مصداق صرف اس وجہ سے نہیں مانتے کہ انجیل میں تسلی دہندہ کو روح الحق کہا گیا ہے اور بدیں وجہ ایک انسان اس کا مصداق نہیں ہو سکتا لیکن اس کے ساتھ ایک اور بھی مشکل کا سامنا ہوتا ہے۔ اور یہ ہے کہ مسیح اس آنیوالے کو تسلی دہندہ دیگر یا ثانی فرماتے ہیں (مثلاً یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶) جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ وہ آنے والا بھی خود مسیح کی طرح بشکل انسان آئیگا۔ اور نیز تمام مذہبی تاریخ میں مصلح ہمیشہ بشکل انسان آتے رہے ہیں۔ اور ہم کسی طرح یہ بات اپنے ذہن میں نہیں لا سکتے کہ ایک روح اپنی طرف سے کچھ نہ کہے بلکہ جو سنے وہ کہے۔ اور اگر اسکو استثنا باب ۱۸ آیت ۱۸ سے مطابقت کر کے پڑھا جاوے تو اسمیں تو صاف لکھا کہ وہ نبی مثیل موسیٰ ہوگا۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ قرآن شریف میں نبی کریمؐ کو کئی جگہ الحق کہا گیا ہے مثلاً سورۃ ۱۷ آیت ۸۱ قل جاء الحق وزھق الباطل کہہ دو کہ حق آگیا اور باطل جاتا رہا۔ ایک اور بات جو قابل تذکرہ ہے وہ یہ ہے کہ نبی کریمؐ کی بعثت کے متعلق جو مختلف پیشگوئیاں تھیں وہ آپ کی زندگی کے مختلف پہلو اپنے اندر لئے ہوئے ہیں نبی کریمؐ کی زندگی کے دو پہلو ہیں جلالی و جمالی۔ ایک تو رعب و عظمت کا اور دوسرا حسن و خوبی کا۔ پہلے کا ظہور تو اسم محمدؐ سے ہوا اور دوسرے کا اسم احمدؐ میں حضرت موسیٰ و عیسیٰ دونوں نے آنحضرتؐ کی بعثت کی خوشخبری دینے میں ہی الفاظ استعمال کئے جو انکی اپنی فطرت کا پہلو لئے ہوئے تھے۔ حضرت موسیٰ نے رعب و عظمت پر زور دیا کیونکہ وہ خود ایک

پیغمبر، مقنن اور بادشاہ تھے۔ اور حضرت مسیح نے حسنِ خوبی کو بیان کیا۔ کیونکہ انکی اپنی تعلیم میں اخلاقی تعلیم کا حسن تھا۔ اور نبی کریم صلعم کی ذات بابرکات یہ دونوں پہلو اپنے اندر رکھتی تھی۔ آپ اسمًا اور عملًا محمد بھی تھے اور احمد بھی تھے +

# اَخلاق فاضلہ کا اجتماع

(ایک نومسلم انگریز کی قلم سے)

"تحقیق میں نے اپنا کام پورا کر دیا ہے۔ میں تمہارے درمیان ایک صریح امر چھوڑتا ہوں یعنی خدا کی کتاب۔ اگر تم اسکو مضبوطی سے پکڑ لوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے" +

مندرجہ بالا الفاظ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ شریف کے آخری حج میں فرمائے میدان عرفات کی بلند ترین میں جو کہ حج کا اصلی مرکز ہے آپ ایک ٹیلہ پر چڑھ گئے اور اپنا آخری وعظ لوگوں کو سنایا۔ آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر آپ نے فرمایا۔ "اے اللہ میں نے اپنا پیغام پہنچا دیا ہے اور اپنا فرض ادا کر دیا ہے" + اور تمام لوگوں نے ملکر بآواز بلند کہا۔ "بے شک آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے"۔ پھر نبی کریم نے فرمایا "اے اللہ میں التجا کرتا ہوں کہ اس بات کا گواہ رہیو" +

یہ ایک ایسا کامیاب اسوہ حسنہ ہے جو ہمارے اندر حسنی مستقل مزاجی اور صبر کی روح پھونک دیتا ہے یہ ایک انسان تھا جس کو صرف چند سال پہلے سخت ایذائیں دیجاتی تھیں ہر طرح کی مصائب اور جلا وطنی اسکو برداشت کرنی پڑی۔ یہ انسان اپنی قوم کی طرف ایک ایسے وقت پیغام حق لیکر آیا تھا جبکہ وہ ضلالت اور جہالت کے سب سے نچلے درجہ میں گری ہوئی تھی۔ اور جس کی اصلاح کی ہر ایک کوشش کو ایذا رسانی اور آزار سے روکا گیا۔ جس کا نہ کوئی حامی نہ مددگار تھا لیکن اپنے کام کی صداقت کا یقین اسکو کامل تھا کہ کسی قسم کی مصائب یا تکالیف اسکو اپنے کام سے ایک انچ بھی پیچھے نہ کر سکیں۔ سال پر سال گذرتے جاتے تھے۔ اور کامیابی کی کوئی صورت نظر آتی تھی۔ جتنے کہ گھر بار وطن چھوڑ کر آپ کو ہجرت کرنی پڑتی۔ ہاں وہی انسان زندگی کے نشیب و فراز میں سے گذرنے کے بعد اسی جگہ آتا ہے جہاں اسکو ہر طرح کی تکلیف دیگئی تھی۔ اور جہاں سے وہ ناکامیاب بھاگا تھا۔ اب ہزارہا آدمیوں کے مجمع میں بآواز بلند کہتا ہے "تحقیق میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے"۔ اگر تاریخ کے بڑے مشہور لوگ نسل انسانی کیلئے نمونہ بن سکتے ہیں۔ اور دوسروں کے دلوں میں حصول مقصد کیلئے مستقل مزاجی کی روح پھونک سکتے

ہیں تو اس کامیاب انسان کا نمونہ ایسے لوگوں کے زمرہ میں لاثانی ہے جن کو بہترین قرار دیا گیا ہے دنیا کی مذہبی تاریخ میں کسی اور کامیاب انسان کے نمونہ کی تلاش کرنا بالکل بیسود ہے۔ آلِ یعقوب کے بنانے والے یعنی حضرت موسیٰ ارضِ مقدس کی دیوار و نکو صرف دور ہی سے مشاہدہ کر سکے حضرت مسیح کو دیکھ لو اور جو چاہو کرو لیکن آپ کبھی بھی ثابت نہیں کر سکتے کہ اپنی زندگی میں انہوں نے کامیابی کا منہ دیکھا ہو۔ میں نے کتنی بار چاہا کہ تیرے لڑکوں کو جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے اکٹھے کرتی ہے جمع کروں مگر تم نے نہ چاہا (متی ۲۳ باب ۳۷ آیت) یہ الفاظ ان کی کوششوں کے نتائج پر ایک کافی شہادت ہیں۔ ان الفاظ میں تو آپ دلی خواہش کا اظہار ہے یعنی مرغی چاہتی ہے کہ اپنے چوزوں کو اپنے پروں تلے اکٹھا کرے۔ اور اس خواہش کے نہ پورا ہونے کی یاس ان میں پائی جاتی ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ الزام باشندگان یروشلم پر عائد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے آپ کا پیغام سننے سے انکار کیا۔ تاہم یہ بات تو پھر بھی ویسی ہی رہی کہ آل یعقوب میں جو مسیح آیا وہ ان کو اس ذلت سے نکال نہ سکا جسمیں اس نے ان کو پایا۔ اور اس نے اپنے ہم قوموں سے بالکل مایوس ہو کر اس دنیا سے کوچ کیا۔ بدقسمتی سے دنیا کے کسی حصہ کا کوئی اور پیغمبر اس قدر خوش نصیب نہیں ہوا کہ وہ اپنی زندگی میں ہی اپنی کوششوں کا نتیجہ بشکل فتح و نصرت دیکھ لے۔ رامچندر۔ کرشن۔ زردشت یہ سب دنیا جہان سے چلے تو واقعاتِ زمانہ حیدر ان امید افزا نہ تھے نبی کریم صلعم کی زندگی لاثانی ہے۔ اور بہ حیثیت ایک پیغمبر اور مذہبی پیشوا کے آپ کی کامیابی بے نظیر ہے۔ اور اگر آپ یوں کہیں کہ نبی اپنی زندگی کے بعد اپنے اعمال اور الفاظ کے لحاظ سے زندہ رہتے ہیں تو اس نقطۂ خیال سے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک انسان ہے۔ جو مذہبی تاریخ میں ابدی زندگی پانے کا سب سے زیادہ مستحق نظر آتا ہے۔ "میں تم میں خدا کی کتاب اور اپنا اسوہ حسنہ چھوڑتا ہوں۔ اور اگر تم ان پر مضبوطی سے قائم ہو جاؤ تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔" یہ ہیں آپ کے الفاظ اور آج بھی یہ پر طرح صادق ہیں + موسیٰ یا مسیح یا دیگر انبیا کے الہاموں کو کامل یا ہماری ضروریات کے متکفی سمجھنا بالکل لاحاصل ہے۔ انہوں نے تو اپنے احکاموں کا عملی نمونہ بھی پیش نہیں کیا تاریخ میں ان کی زندگی کے صحیح واقعات بالکل نہیں ملتے۔ اور جو کچھ حالات ہمکو دستیاب ہوتے ہیں انمیں فسانے اور قصے کا رنگ پایا جاتا ہے۔ اور حقیقت کی بو ان سے نہیں آتی۔ انسان کو سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسکے پاس تمام مذہبی معاشرتی اور اخلاقی معاملات کیلئے بین اور قابلِ عمل احکام ہوں۔ قرآن نہ صرف ایسی ہدایت رکھنے کا دعوے کرتا ہے۔ بلکہ ان تمام احکام کا عملی نمونہ نبی کریم صلعم کی زندگی سے پیش کرتا ہے یعنی کہ خود نبی کریم نے قرآن کے تمام احکام پر عمل کر کے یہ بات ثابت کر دی کہ قرآن کی تعلیم قابلِ عمل ہے۔ ؟ دیگر انبیا نے تو گوشہ نشین زاہدوں کی زندگی بسر کی۔ اور روزمرہ کی زندگی کے تجربات

اور عوام الناس کی مشکلات سے بالکل ناواقف ہے۔ انکی سوانح عمریاں ایک تو بالکل کمیاب ہیں اور دوسرے جو کچھ حالات انکی بابت ہم کو معلوم ہوتے ہیں انکی بنا مشکوک باتوں پر ہوتی ہے اور وہ قابل اعتماد نہیں ہوتیں۔ برخلاف اسکے نبی کریم ہمارے لئے ایک کامل اور شافی نمونہ ہیں۔ آپ کو حقیقت تمام اخلاق فاضلہ کا اجتماع کہا جا سکتا ہے ہم آپ کو مختلف حیثیتوں میں دیکھتے ہیں مثلاً بحیثیت ایک یتیم خادم تجار شوہر واعظ مہاجر جنرل بادشاہ منصف وغیرہ وغیرہ۔ آپ کی زندگی کے مختلف حالات نے آپ کو مختلف مواقع دیئے اور [illegible] آپ مختلف اقسام کے لوگوں کیلئے ایک کامل نمونہ بنگئے۔ بدقسمتی سے جناب مسیح کو شوہر یا والد بننے کا موقع ہی نہیں ملا۔ اور بوجہ نسل انسانی کے ایک بڑے اہم اور لابد پہلو میں آپ نمونہ نہیں ہو سکتے کیا ایک والد جناب مسیح کی سوانح عمری سے کوئی سبق حاصل کر سکتا ہے کہ والدین کو اپنی اولاد سے کس طرح سلوک کرنا چاہئے ہم یہ نہیں کہتے کہ جناب مسیح نے وعظ نہیں کیا۔ لیکن کیا اسلامی تعلیم کا ماخذ اس سے بہتر نہیں قرآن حق الدین کے سلوک کیلئے کھلے احکام ہیں۔ اور ساتھ ہی نبی کریم کا اسوۂ حسنہ ہمارے لئے ایک عملی نمونہ ہے۔ کیونکہ وہ خود باپ تھے۔ اس عالمگیر جنگ کے ایام میں عیسائی لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ ان حالات میں حضرت عیسیٰ کی حقیقی تعلیم کیا ہے۔ اور حق تو یہ ہے جنگ کی بابت حضرت عیسےٰ نے کبھی کوئی احکام دیئے ہی نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ پہاڑی کے وعظ میں چند مشہور احکام موجود ہیں لیکن حضرت مسیح نے ان کو عملی جامہ پہنا کر کبھی نہ دکھایا۔ ہاں آپ نے قلیل تعداد حواریوں کی حفاظت کے لئے ان پر ایک بڑے محدود رنگ میں کچھ تھوڑا سا عمل کیا۔ انسانی ترقی میں جنگ ایک ضروری چیز ہے۔ اسی وجہ سے قرآن نے بطور حکمت اسکے استعمال کیلئے احکام نافذ کئے۔ اور ہم مسلمان تو اپنے پیغمبر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر غور کر سکتے ہیں کیونکہ آپ کو بھی حفاظتِ خود کیلئے تلوار اُٹھانی پڑی اور اس طرح جنگ کی بابت جو احکام قرآن میں تھے ان پر عامل ہو کر عملی نمونہ قائم کرنے کا موقع آپ کو ملا۔ میں اس قسم کی بہت سی مثالیں پیش کر سکتا ہوں۔ اور ان سب کا یہی نتیجہ نکلیگا۔ کہ نبی کریم کی زندگی قرآن کی سب سے پہلی اور اعلے تفسیر ہے۔ اور دُنیا کے بڑے آدمیوں میں آپ بالکل بے نظیر ہیں کیونکہ آپ نے اپنی اُمت کے تمام لوگوں کی زندگیاں بسر کیں۔ اور اس طرح وہ تعلیم جو آپ لائے تھے اس کا قابل عمل ہونا ثابت کر دیا۔ اس سے ایک اور بڑا ضروری نتیجہ یہ اخذ ہوتا ہے کہ کس طرح مسلمانوں میں وحدانیت قائم کی ہے کیونکہ بجائے اسکے کہ روزمرہ کی زندگی میں وہ مشکوک منطقی احکام پر چلیں۔ اور ان میں اختلاف رائے پیدا ہو۔ انکی ساری تعلیم کو ایک آدمی کے نمونہ پر محمول کرنے سے تمام احکام کا مطلب ایک بہترین طریقہ سے سمجھا دیا گیا ہے۔ نبی کریم کی زندگی کا یہی مقصد تھا۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ میں آپ کی اس قدر عزت کرتا ہوں۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم میرے لئے قرآن کا بہترین مفسر ہے اور اس انسان سے بہتر کون ہو سکتا ہے جس کو خود خدا نے اپنا الہام سمجھنے کیلئے چنا +

سلمان

**تصحیح**۔ رسالہ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء کے صفحہ چار کی سرخی میں ناظرین کرام خدائے یہود کا غضب" کی بجائے خدائے یہود تصحیح فرمالیں۔ اور ایسا ہی سرورق کے صفحہ اول فہرست مضامین کے مضمون نمبر ۲ میں +

# مطبوعات جدیدہ

**اعجوبۂ اسرار**۔ یہ عجیب و غریب کتاب جناب نقی محمد خان صاحب خلیل ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس بھرتپور راجپوتانہ کی تصنیف ہے۔ اس میں نفسانیت انسان کی ماہیت روحانیت فنا پر مبسوط بحث کی گئی ہے۔ جو خانصاحب مذکور سے قیمت ۱۲؍ پر مل سکتی ہے۔ حسن سیرت کے علاوہ حسن صورت میں بھی تصنیف مذکورہ عمدہ ہے +

**صوفی جنتری**۔ یہ جنتری نہایت کارآمد اور دلچسپ معلومات سے لبریز ہے بہت سی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے ضخیم و شاندار جنتری ہے جو قیمت ۸؍ پر کارخانہ صوفی پنڈی بہاء الدین گجرات پنجاب سے مل سکتی ہے +

# بلادِ غربیہ میں اسلام کا مشعلبردار

## اسلامک ریویو مجریہ لندن قیمت سالانہ للعہ

اسکا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام قیمت سالانہ ۓ ہے۔ ایڈیٹر خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی مسلم پبلک میں اسلامک ریویو کسی معرفت کرانے کا محتاج نہیں صرف ہم برادران اسلام کو یہ اطلاع دینا چاہتے ہیں۔ کہ اس وقت اسی کے منافع پر انگلستان میں اسلامی مشن کے اخراجات بہت حد تک چل رہے ہیں اسکا ہر ایک خریدار اب گویا بلاد غربیہ میں اسلام کا خود متکفل ہو جاتا ہے۔ اگر برادران ملت کوشش کر کے انگریزی رسالہ کے پانچہزار اور اردو کے دس ہزار خریدار پیدا کردیں تو ان کا منافع ہمارے ووکنگ اسلامی مشن کا کفیل ہوسکتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ انگریزی رسالہ کئی ہزار تک بلاد غربیہ میں مفت تقسیم ہو۔ اگر کوئی تبلیغ اسلام کا شیدائی ہمیں پانچروپے سالانہ بھیجدے۔ تو ہم اُن کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت تقسیم کردینگے کیا ملت بیضا کی اشاعت کے عاشق چندہزار بھی ہندوستان میں نہیں؟

دوستو اُٹھو! جاگو!! وقت کو غنیمت سمجھو!!! اسلامک ریویو ایک کامیاب پرچہ اشاعت اسلام کا ثابت ہوا ہے! اور بفضلہٖ تعالےٰ اس نے اپنی عزت کو یورپ میں نہایت آب و تاب سے قائم کیا ہے۔ اس کو مضبوط کرنے کی کوشش کرو۔ اور اللہ تعالےٰ سے اجر جزیل پاؤگے + والسلام

قیمت جلد اسلامک ریویو ۱۹۱۳ء للعہ پرچہ ۱۹۱۴ء للعہ پرچہ ۱۹۱۵ء للعہ مکمل ۱۹۱۶ء للعہ پرچہ ۱۹۱۷ء للعہ +

اردو ترجمہ اشاعت اسلام ۱۹۱۴ء چھ پرچے عہ ۱۹۱۵ء و ۱۹۱۶ء فی ۸ ۱۹۱۷ء تین روپے (عہ) +

**نوٹ** نمونہ ۱ کے ٹکٹ آنے پر رسالہ خدمت کیا جائیگا۔ کل درخواستیں خریداری بپتہ ذیل پر آنی چاہئیں +

**المشتہر خواجہ عبد الغنی منیجر رسالہ اسلامک ریویو و اشاعت اسلام۔ عزیز منزل لاہور**

---

# لنڈن

## جلسۂ میلاد النبی (صلعم) میں

قیمت ... ۲/

اس کتاب میں اس مقدس جلسہ کی مفصل روئداد ہے۔ جو زیر سرپرستی سنٹرل اسلامک سوسائٹی مورخہ ۶ جنوری ۱۹۱۷ء کو سیسل ہوٹل میں مقدس تقریب ولادت آنحضرت منعقد ہوا۔ دیگر مشاہیر قوم و پریزیڈنشل تقریر کے مسٹر پکتھال کی ایک زبردست تقریر آنحضرت صلعم کے خلق عظیم کے متعلق نہایت ہی قابل مطالعہ ہے۔ ہمارے ناظرین کرام ضرور اسکی متعدد کاپیاں خرید فرماکر مسلم احباب میں تقسیم فرمائیں +

المشتہر

**منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو**

**عزیز منزل - لاہور**

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ

# اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

## اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی

مسلم مشنری

مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی

قیمت تین روپیہ سالانہ

اسے پڑھ کر اور کوشش کیجئے کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی بہت تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے کل اخراجات کی ذمہ دار ہوسکتی ہے۔

جلد (۲) | بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر (۳)

فہرست مضامین



یونین سٹیم پریس لاہور میں باہتمام لالہ ... دیوان چند پرنٹر کے چھپا اور محمد یعقوب بیگ سیکرٹری انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

# ووکنگ مسلم مشن

ناظرین کرام ووکنگ مسلم مشن کے کارہائے نمایاں سے خوب واقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اسکو گذشتہ سالوں میں ہر قسم کی نصرت و کامیابی ہوئی۔ اس مشن کو قائم ہوئے اب چھٹا سال گذر رہا ہے۔ اس چھ سال کے عرصہ میں نہ صرف اسلام کی تبلیغ کی راہ ہی صاف ہوگئی ہے۔ کہ جس اکیلے کام پر اگر تیس سال بھی لگ جاتے تو بہت نہ تھے۔ بلکہ ایک خاصی بڑی قابل داہل قلم نومسلمین کی جماعت پیدا ہوگئی ہے لیکن ہمیں افسوس سے لکھنا پڑتا ہے۔ کہ **اسلامک ریویو** انگریزی جس کے ذریعہ یہ تبلیغ اس وقت ہو رہی ہے۔ اس کا حلقہ اشاعت دن بدن تنگ ہو رہا ہے۔ اس طرف موجودہ حالات کے ماتحت یورپ میں ہر ایک چیز کی قلت و گرانی ہے! اخراجات طبع و کاغذ میں بھی قیمت کا کئی گنا زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔ اسلئے اشاعت اسلام کے پاک مقصد سے جو ہمدردی رکھتے ہیں۔ وہ اس وقت مشن کی امداد کیلئے کھڑے ہو جائیں۔ وگرنہ ان کی عدم توجہ سے مشن مذکورہ کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے +

بہی خواہان مسلم مشن ووکنگ مندرجہ ذیل طریقوں سے اس وقت مشن مذکورہ کی اعانت فرما سکتے ہیں:۔

۱۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی انگریزی دان احباب میں اور اردو دان احباب میں اردو ترجمہ اشاعت اسلام کی توسیع اشاعت فرمائیں۔ کیونکہ انہیں رسالوں کا منافع بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات عظیم کا کفیل ہے اور کم از کم ازراہ کرم تین جدید خریدار ہر ایک خریدار عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں +

۲۔ اپنے اپنے شہر کے معزز و ذی اثر مسلم احباب کی خدمت میں اس مشن کی مالی اعانت کے لئے تحریک فرمائیں +

۳۔ اپنے حلقہ اثر میں یورپ میں مفت رسالہ اسلامک ریویو کی تقسیم کے لئے تحریک فرمائیں۔ اور جو تبلیغ اسلام کا شیدائی صرف رحمت فرمائیں تو ہم ان کی مدد ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت بطور تبلیغ تقسیم کرینگے +

کسی قدر افسوس سے لکھنا پڑتا ہے۔ کہ سالانہ وی پی پر رسالہ اشاعت اسلام کے پانچ صد کے قریب خریداران نے وی۔ پی سے انکار کر دیا ہے۔ بعض وقت بالضرور ایسا ہوتا ہے کہ ڈاکیہ کی غلطی سے رسالہ واپس ہو جاتا ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس طرح رسالہ کا انکار کس قدر عظیم اثر اشاعت اسلام کے کام پر ڈالتا ہے۔ بہرحال اشاعت اسلام کے خریداران کا اس وقت فرض ہے۔ کہ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے کم از کم ۳ جدید خریدار فراہم فرما کر عند اللہ ماجور ہوں +

**مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور**



A British Muslim Family

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

# اشاعت اسلام

ترجمۂ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۴) بابت ماہ مارچ ۱۹۱۸ء جلد (۳)

## شذرات

اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ بلجیم مسلم خاندان کی تصویر شائع ہوتی ہے۔ جو کہ آنحضرت صلعم کے قدموں تلے آچکے ہیں۔ اور اس تصویر میں دائیں طرف نمبر ۱ پر صفیہ ہیں۔ جو کہ باقی تین بچوں کی والدہ ماجدہ ہیں۔ نمبر ۲ پر رشیدہ نمبر ۳ پر یوسف اکبر اور نمبر ۴ پر حبیبہ ہیں۔ یہ انکے اسلامی نام ہیں۔

---

ہمارے لندن مسلم ہوس کی تبلیغی کوششیں بھی محض فضل ایزدی سے روزافزوں ترقی پر ہیں اور [illegible] زیر مذہبی مذاق پیدا کرنے میں بہت حد تک کامیاب ہو رہی ہیں۔ ہر اتوار باقاعدہ لکچر منعقد ہوتے ہیں۔ جن کی تفصیل ذیل میں دیگئی ہے۔ اور ان لکچروں میں سامعین کی تعداد [illegible] بڑھتی جاتی ہے۔ اور سامعین بڑے ذوق و شوق سے لکچروں کو سنتے ہیں۔ اور [illegible] ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ دو ماہ کے لیکچروں کا نہایت ہی دلچسپ خاصہ یہ تھا کہ [illegible] تو ایک تھا لیکن مختلف پہلوؤں سے اس پر روشنی ڈالی گئی۔ اور چونکہ ان مضامین میں [illegible] ساتھ ساتھ مختلف مواقع پر سائنس کے ضروری اور خاص خاص حوالجات بھی دیئے گئے

اسلئے یہ مذہب اور سائنس کا مطالعہ متقابلہ اسلامی تعلیم کی روشنی میں عوام الناس کیلئے بہت سود مند ثابت ہوا۔ ذیل میں ان لیکچروں کی فہرست دیجاتی ہے۔ جن پر گذشتہ دو ماہ میں مبسوط بحث ہو چکی ہے +

(۱) سائنس اور مذہب
(۲) سائنس و الہام
(۳) مختلف اقوام کی الہامی کتب
(۴) تمام الہامی کتب کا نچوڑ قرآن میں ہے۔

---

ہماری مسلم لٹریری سوسائٹی بھی اپنے مفید مذہبی مقصد میں ترقی کر رہی ہے۔ ہر پندرھویں یوم جلسے منعقد ہوتی ہیں۔ اور ان جلسوں میں عمدہ عمدہ مضامین پر لیکچر دئیے جاتے ہیں۔ اور سامعین حسب معمول بڑے شوق سے اس میں بھی حصہ لیتے ہیں۔ ان مواقع پر مضامین پر بحث دینی و دنیوی دونوں مذاق کے ہوتے ہیں۔ اور موخر الذکر مضامین اکثر سامعین کی توجہ اختتام لیکچر پر خاص طور سے اُس عجیب و غریب اِتحاد (یا ہم آہنگی) کیطرف مبذول کرتی ہیں۔ جو تعلیمات اسلام اور موجودہ سائنس کے درمیان پائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر سلیمان صاحب نے مسئلہ ارتقا پر عالمانہ تقریر کی۔ جو کہ ان کی محنت شاقہ و علمیت کا نتیجہ تھی۔ اور اسکے بعد ایک طول طویل اور مفید بحث اس پر ہوئی۔ مسٹر اصفہانی صاحب نے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نصیحت آمیز تاریخی مطالعہ کا لیکچر دیا۔ وہ بھی ان کی علمی قابلیت و تحقیقات کی بین دلیل تھی۔ اور یہ بھی بڑے حظ و شوق سے سنا گیا۔

---

ہمارے ووکنگ کے اتوار کے لیکچر بھی حسب معمول جاری ہیں۔ اور گذشتہ چند ہفتوں میں جو مضامین زیر بحث رہے اُن کی تفصیل یہ ہے :-

(۱) حقیقت جہنم۔
(۲) کیا انسان فطرتاً گنہگار ہے
(۳) الہام کی ضرورت

---

پندرہ روزہ اتوار کے لیکچر بمعہ نماز کے ۱۱۱ کیمپ ڈون ہل روڈ۔ ناٹنگن ہل گیٹ ویسٹ لندن میں بوقت ساڑھے تین بجے باقاعدہ ہوتے رہے ہیں۔ اور مندرجہ ذیل لیکچر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

مسلم مشنری نے مختلف تاریخوں پر مختلف مضامین پر دیئے جو ذیل میں درج ہیں :-

۹ دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء - حضرت ابراہیم کا مذہب
۲۲ دسمبر سنہ ۱۹۱۷ء - حضرت عیسیٰ کا مذہب -
۶ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء - خدا کی وحدانیت پر ایمان اور اُس کا انسانی زندگی پر اثر -

ذیل میں دو اعلان شائع کئے جاتے ہیں جو حال ہی میں ووکنگ ہیڈ آفس سے موصول ہوئے ہیں جو کہ ناظرین کرام کی خوشنودی کا باعث ہونگے - بہر حال جو کچھ بھی آج تک تبلیغی رنگ میں ہم کو کامیابی و نصرت ہوئی - وہ محض فضل ایزدی ہے - اور اس پر جس قدر بھی سجدات شکر ادا کریں کم ہیں - ورنہ ہم کیا اور ہماری کوششیں کیا +

---

# بلادِ غربیہ میں تبلیغِ اسلام

## دو خواتین کا قبول اسلام

برادران - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - اس سال بھی مجلس میلاد بڑے اہتمام سے کی گئی - رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب اس سال اس مبارک موقعہ پر تقریر کرنے کے لئے منتخب کیئے گئے - انھوں نے نہایت مہربانی سے اس فرض کو عمدگی کے ساتھ ادا کیا - کچھ تو جنگ کے باعث اور کچھ تعطیلات کرسمس کے سبب کسی اچھے ہوٹل میں جگہ نہ مل سکی - اسلئے ۲۹ دسمبر سنہ ۱۹۱۷ء مولود شریف کے لئے تجویز کیا گیا - پرنسس ہوٹل پکاڈلی میں ایک شاندار کمرہ کرایہ پر لیا گیا - حاضرین کی تعداد اس سال بھی ڈیڑھ صد کے لگ بھگ تھی - ان میں قریباً ایک تہائی مسلم تھے - اور باقی مختلف طبقات کے ذی حیثیت اصحاب تھے - جن کو من وجہٍ اسلام سے دلچسپی تھی - مرزا ہاشم اصفہانی پریزیڈنٹ سنٹرل اسلامک سوسائٹی نے سید صاحب کو تقریر کرنے کیلئے بلایا اس تقریر کا اثر خاص حاضرین پر ہوا - آپنے مختصر سا تاریخی تبصرہ ان مذاہب کا دیا - جو اسلام سے پہلے دُنیا میں تھے - اور ظاہر کیا کہ حالات وقت ایک مذہب چاہتے تھے - محاسن اسلام

بیان کرتے ہوئے آپ نے اسبات پر زور دیا کہ اسلام جو دُنیا کیلئے ایک نیا مژدہ لایا۔ وہ یہ تھا کہ خدا پرستی اور فرائض دُنیوی اوا کرنا دو ضدیں تھیں جیسا کہ مذاہب قدیمہ نے سمجھ رکھے تھے اسلام دُنیا میں رہکر دُنیا سے بے تعلقی سکھاتا ہے۔ آپ کی تقریر میں وہ حصّہ نہایت دلچسپ تھا۔ جسمیں آپ نے دکھلایا۔ کہ موجودہ عیسائیت تعلیم مسیح کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ اس میں یونانی۔ رُومی۔ مصری اور ایرانی اباطیل پرستی کے عنصر مرکب حیثیت میں نظر آتے ہیں لندن کے ٹائمز اخبار نے مولود شریف کے متعلق ایک خاص نوٹ بعنوان لندن میں اسلام درج کیا۔ اور سید صاحب کی تقریر کا خلاصہ بھی دیا۔ نومسلم حاضرین میں میجر جنرل ڈکسن خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ وہ لندن سے ۱۰۰ میل پر بود و باش رکھتے ہیں لیکن خاص اس جلسہ میں شریک ہونے کیلئے تشریف لائے۔ اِس سال یہی پسند کیا گیا کہ اس جلسہ کو خالص مذہبی رنگ دیا جائے۔ اسلئے کسی قسم کی موسیقی کا آئیٹم پروگرام میں شامل نہ تھا +

ماہ دسمبر میں دو اور خواتین لندن مسلم ہوس میں بعد از نماز جمعہ شریک اسلام ہوئیں۔ ایک اُن میں سے مسز کارتھیں۔ اور دوسری اُن کی ایک رفیقہ +

مسلم ہوس کے جلسے دن بدن رونق پذیر ہیں۔ اور مختلف طبقات کے لوگ لیکچروں میں شریک ہوتے ہیں +

ووکنگ خاکسار۔ عبدالقیوم ملک بی اے (علیگ)۔

# آنحضرت صلعم کا اُسوۂ حسنہ

(اس مختصر سے آرٹیکل کے مصنف انگلستان کے مشہور اہل قلم مسٹر مارماڈیوک پکتھال ہیں۔ جس میں اُنہوں نے اس اعتراض کا مختصر سا جواب دیا ہے۔ کہ کلمہ توحید میں رسالت کا کیوں ذکر ہے)

بعض وقت ایک آزاد خیال منتقد یہ کہہ دیتا ہے کہ ایمان بالتوحید کافی ہے۔ اور کسی خاص پیغمبر کی تعلیم کا مرہون ہو جانا ضروری نہیں اس واسطے ہمیں تمہارے عقیدے کے اس حصہ سے جس میں انسانی عنصر شامل ہے اتفاق نہیں +

میرے خیال میں اس اعتراض کی بنیاد یہ ہے کہ ان معترضین نے اسلام کو ان مذاہب جیسا سمجھ رکھا جہاں پیغمبر کو اُنکے پیروں نے خدا بنا رکھا ہے۔ یا یہ سمجھنا چاہیئے۔ یہ معترضین بھی حقیقت مذہب سے بھی آشنا نہیں۔ خدا اور اسکے بندوں میں کسی سفارش کنندہ کی فی الواقع ضرورت نہیں۔ اور نہ پیغمبر اس اس مقصد کیلئے آئے۔ اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے پیغمبر ہیں جس نے صاف طور پر اس حقیقت کو مبرہن کیا ہاں ایک ایسے پیغمبر کی ضرورت جو نمونہ اور اُسوہ ہے۔ اور نمونہ بھی ایسا کہ نہ صرف کسی قوم کیلئے بلکہ تمام مخلوق عالم کیلئے ہو یہ وہ ضرورت حقہ ہے جس کا ثبوت یہ نام نہاد عیسائی دُنیا اپنے عقائد خیالات اور اعمال کی غیر ہم آہنگی اور انتشار سے دے رہی ہے حقیقی مذہب کے دو فرائض ہیں ایک خدا سے متعلق اور دوسرا انسانوں کے متعلق اور یہ دو باتیں اسلام میں ہی پائی جاتی ہیں "اللہ رب العالمین ہے" یہی ایک تعریف خدائے اسلام کی ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی خاص دُعا میں اس حقیقت پر زور دیا "تیری مرضی دُنیا میں پوری ہو"۔ وہ رسُول برحق تو ضرور ہے لیکن عامۃ الناس کیلئے اُن کی زندگی کوئی عملی نمونہ اپنے اندر نہیں رکھتی۔ کیونکہ پیدائش سے لیکر اُن کی ساری زندگی کا دور کچھ نرالا سا واقع ہوا ہے۔ ان کے پیرؤں نے انہیں خدا بنا لیا۔ اور ان کے اس فقرہ سے کہ "میری سلطنت اس دُنیا کی نہیں" ایک اچھا عذر تراش لیا۔ کہ مذہب کو دنیوی زندگی سے کچھ تعلق نہیں اور یہ امر آیندہ زندگی میں پورا ہوگا لیکن یہی الفاظ اُنکے نزدیک جو مسیح کو خدا نہیں مانتے اپنے اندر صاف اور کھلے معنے رکھتے ہیں۔ اور ان سے صرف اسقدر مراد ہے کہ اعمال کا ثمرہ آیندہ زندگی سے وابستہ ہے۔ یہودی بیشک خدا کی سلطنت کو اس دُنیا سے

وابستہ سمجھتے رہے لیکن یہ الٰہی سلطنت ان کے نزدیک انہیں کے حصہ میں آئی تھی۔ جناب مسیح نے ایک حد تک اس غلطی کو دور کیا۔ اور خدائی قوانین کی حقیقت کو واضح کیا لیکن یہ تو رسول کریم کا ہی حصہ تھا۔ کہ وہ قوانین الٰہیہ کو پورے طور پر ظاہر کرتے یعنی ان قوانین کو جو اخلاق اور کائنات سے تعلق رکھتے ہیں (قرآن کا کوئی صفحہ اُٹھا کر دیکھئے وہاں قوانین کائنات اور قوانینِ الٰہیہ مترادف نظر آویں گے) یہی وہ قوانین ہیں جن کا عمل انسانی زندگی پر ہر وقت اور ہر جگہ ہو رہا ہے۔ اسی سے دنیوی اور اُخروی حسنات پیدا ہوتے ہیں۔ انہیں قوانین سے تکمیل نفوسِ انسانیہ ہوتی ہے۔ اور یہی قوانین جہاں ایک طرف قرآن کریم میں ہیں وہاں ان کی عملی مثال آنحضرت صلعم کی زندگی ہے۔ اسلئے میرے نزدیک یہ دو امر ایک دوسرے سے لازم ملزوم کا حق رکھتے ہیں آپ کے حالات زندگی جس کا ہر ایک واقعہ تاریخ کی کسوٹی پر جچ چکا ہے اپنے اندر انسانوں کیلئے ایک مکمل راہنمائی کا جوہر لئے ہوئے ہے ان میں عسرت و ثروت مصیبت و نصرت۔ بے یاری و طاقت غرضیکہ انسانی حالات کے ہر پہلو کی ایک سچی تصویر ہے اور جو حالت بھی ہے اسمیں آپ کا ذرہ عمل ایک کامل اسوہ ہے۔ آپ کا زمانہ کی آب و تاب اور آپ کے حالات کی تصویر دنیا کی عمر کے ساتھ دن بدن منور ہوتی جاتی ہے۔ اور اگر خدانخواستہ اس مقدس انسان کے وجود باجود سے دنیا نا آشنا رہتی تو بلاشبہ مذہب ایک بے معنی اوہام پرستی اور ہیجان رسمیات کا نام رہ جاتا۔ پیغمبر خدا نے اس امر کو ثابت کر دیا۔ کہ انسان اپنی زندگی کے معمولی فرائض کو انجام دیکر بھی بالاتر قوانین الٰہیہ کا پابند ہو سکتا ہے۔ آج دنیا بھر کے مسلمان آپ کی زندگی کے سنہری اصولوں پر نظر کرتے ہوئے آپس کے اختلافات اور فرقہ بندیوں کو بھول جاتے وہ انسان تو ضرور تھے لیکن اللہ کی نصرت سے کام وہ کر گئے جو انسانی طاقت سے بالاتر تھا۔ وہ کام آج بھی پائدار ہے۔ گو ہماری غلط کاریوں نے اسے دھندلا کر رکھا ہے۔ ہاں یہ فرض ہمارا ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی مدد کے بھروسے پر اسکی حقیقی خوبصورتی سے پھر از سر نو خود دنیا کو آشنا کریں اور خود دنیا کے فائدے کیلئے اسے اکناف عالم میں پہنچا دے ✦

محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہی تو اسلام کی جان ہے اسلام بلا محمد ایک مہمل کلام ہے اور بالا از فہم امر ہے۔ مزا یہ ہے کہ جو اعتراض آپ کے مخالفین کو سوجھا ہے وہی ایک بے بہا جوہر آپ کی زندگی میں سے ایک تو ہم ہیشہ انسان جن لیا کرتے ہیں گیا۔ کہ آپ کا دشمنوں کے مصائب کو صبر و تحمل سے برداشت کرنا

آپ کا اصلاحِ خلق کرتے ہوئے ہر قسم کی اذیت کو مکہ میں جھیلنا واقعی ایک اعلیٰ اور سچا نمونہ ہے لیکن جب آپ مدینے میں پہنچے اور طاقت پاکر فوجوں کو اپنے مخالفین کے مقابل لائے پھر آپ نے شادیاں کیں دشمن آپ کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے۔ اور بعض ایسے امور کئے جن کا نہ کیا جانا بدرجہا بہتر ہوتا۔ لیکن آنحضرت صلعم کی زندگی کا مقصد ان توہم پرست لوگوں کو خوش کرنا نہ تھا۔ کہ وہ چند ایک خوشکن لیکن قطعاً ناقابل عمل قواعد وضع کر جاتے۔ اور ایسا ہی مصائب و شدائد کے مقابل اعلیٰ درجہ کا صبر و تحمل و جوانمردی دکھانا بڑے اعلیٰ امور میں سے ہے۔ لیکن صرف ایک خلق میں تو کمالات انسانی کا منتہا نہیں۔ آپ نے ان تمام طبقات انسان کیلئے جو مختلف زندگیوں اور حالات میں مبتلا ہیں ان کیلئے عمل پیرا قواعد اور ہدایات مرتب فرمائیں۔ اور ان قواعد کو اپنی زندگی میں عمل کا لباس پہنایا تھا۔ اگر آپ نے بذات خود فوج کشی نہ کی ہوتی تو دنیا کے سپہ سالاروں کیلئے آپ کی زندگی بے سبق و خالی از نمونہ ہوتی۔ اگر آپ نے خود نبرد آزمائی نہ کی ہوتی تو آپ نے ایک ایسے انسان کیلئے جو سچائی۔ سلامتی اور انصاف کیلئے سپاہی بن کر اپنی جان پر کھیلتا ہے۔ ان کیلئے کیا نمونہ ہوتا۔ اگر آپ نے قوانین وضع نہ کئے ہوتے تو واضعانِ قوانین کی کیا رہنمائی کر سکتے۔ اگر آپ نے کرسی عدالت پر بیٹھ کر انفصالِ مقدمات نہ کیا ہوتا تو وہ ایک جج کیلئے کس طرح مفید ہوتے۔ اگر آپ قبالہ زوجیت میں نہ آتے تو پھر نصف سے زیادہ زندگی اپنی رہنمائی کیلئے کوئی مثال نہ پاتی اور نہ آپ سبق دے سکتے۔ کہ ہم کس طرح بیوی اور بچوں سے حسن سلوک کر سکیں۔ اگر آپ نے غریب کو اذیت دینے والوں اور معصوموں پر ظلم کرنے والوں کو کیفر کردار تک نہ پہنچایا ہوتا۔ اگر آپ نے دشمنوں کو مغلوب کر کے ان کو معاف نہ کیا ہوتا۔ اگر آپ نے اپنے متعلقین کی غلط کاریوں پر چشم عفو سے نہ دیکھا ہوتا۔ الغرض مختلف امور میں آپ زندگی کے مراحل طے نہ کئے ہوتے تو آج وہ کیسے ایک کامل نمونہ اور مکمل اسوہ دنیا کیلئے ہوتے۔ فی الحقیقت اور رہنمایانِ دین کے مقابل آپ میں یہ ایک ممیز نشان ہے کہ آپ نے نہ صرف انسانی زندگی کے کل شعبوں میں آبیاری کیلئے عملی قوانین دیئے ہیں بلکہ آپ خود ان قوانین پر عمل پیرا ہوئے ہیں"* کیا ہم اسلام کو محمد کے سوا سمجھ سکتے ہیں +

* ترجمۃ القرآن از مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے +

تمام اخلاق عظیمہ اور مکارم اخلاق حلم وہمدردی کی تعلیمات کاملہ جو قرآن شریف میں موجود ہیں۔ اور جو ایک پُر عظمت اور وسیع دل کا نشان دیتی ہیں وہ سب کی سب رسول کریم کی حیات میں عملی جامہ پہن لیتی ہیں۔ اسی فراست خاتون یعنی حضرت عائشہ صدیقہ نے جس سے بڑھ کر شاید ہی کوئی اور رسول پاک کی سیرت سے واقف ہوگا۔ اس نے کیا بامعنی بات کہی ہے جس نے پیغمبر خدا کی سیرت کو نہایت خوبی سے ظاہر کر دیا ہے۔ جب اُن سے سوال کیا گیا کہ نبی کریم کی سیرت کیا تھی تو انھوں نے فرمایا "کان خلقہ القرآن" کہ قرآن اُن کا خلق تھا یعنی سیرت اور اخلاق کے عالیشان مراتب جو قرآن کریم پیش کرتا ہے۔ وہ آنحضرت صلعم کی فطرت سلیم کی تصویر ہیں۔ وہ وسعت قلب جس کی تعلیم قرآن کریم دیتا ہے۔ ایک ترجمہ فی الاعمال چاہتی تھی۔ تاکہ ایک عام فہم دل بھی اُسے سمجھ سکے۔ اور یہ بات آنحضرت کی زندگی سے ظاہر ہوتی ہے جس میں طرح طرح کی وسیع القلبی اپنا جلوہ دکھا رہی ہے مثلاً

**اوّل** - جہاں حضرت موسیٰ اور نوحؑ نے اپنے دشمنوں کی بے انصافی اور ظلم کے بدلے میں انکی تباہی کیلئے دعا کی رسُول خدا نے اپنے دشمنوں کے حق میں باوجود اسکے کردہ عداوت اور بغض میں بیحد بڑھ چکے تھے معافی اور مغفرت کی دعا کی +

**دوم** - جب نبی کریم نے مکّہ فتح کیا تو بطیب خاطر اپنے بدترین دشمنوں کو معاف کر دیا ایسے عفو کی نظیر کسی دنیوی یا مذہبی تاریخ میں نہیں ملتی +

**سوم** - آپکے مکارم اخلاق اور انکی وسعت +

**چہارم** - سخت سے سخت مشکلات اور مخالفت میں بیصبری اور بیقراری کا لفظ تک آپ کی زبان پر نہیں آیا۔ بالمقابل اس کے حضرت عیسیٰ نے ایلی ایلی لما سبقتنی پکارا لیکن واہ رے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس سے بڑھکر مصائب کا سامنا پڑا لیکن کیا مجال کہ حرف شکایت کبھی لب تک آوے +

**پنجم** - شدید خطرات کا مقابلہ کرتے ہوئے پروردگار کی ذات پر کامل بھروسہ اور اعتبار رکھنا +

**ششم** - استقلال اور عزم جو ایسے نادر مواقع پر ظاہر ہُوا +

**ہفتم** - اپنے تمام مختلف فرائض کو نہایت عمدگی سے ادا کرنا بحیثیت ایک مذہبی پیشوا

ایک اخلاقی معلم - ایک مدرس عالم ایک سپہ سالار فوج - ایک حکمران بادشاہ - ایک چاہنے والا شوہر ایک شفیق باپ - ایک مخلص دوست - ایک یتیموں کا ملجا غریبوں کا حامی اسی قسم کی اور بہت سی حیثیتوں کو آپ نے نہایت صدق و صفائی اور خوش اسلوبی سے نبھایا۔ آخر میں دو ایک امور بھی قابل توجہ ہیں۔ وہ معترضین جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ وہ خود ہی ذرا ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ اگر آنحضرتؐ کل بنی نوع کیلئے رہنما اور نمونہ تھے تو پھر ضرور تھا کہ دوسروں کی ہدایت کیلئے ان تمام حالات میں سے آپ خود گذرتے جن سے مختلف انسانی جماعتوں کو تعلق ہے علاوہ ازیں ہر ایک انسان میں طرح طرح کی قوتیں اور عجیب عجیب طاقتیں ہیں ان کا نشو و نما اور ظہور حالت مختلفہ چاہتا ہے بعض اخلاق فاضلہ کا ظہور خاص حالات کو چاہتا ہے۔ اگر کسی شخص کی زندگی ان حالات خاصہ کے ماتحت نہ ہو تو پھر وہ اخلاق حسنہ کس طرح ظاہر ہوں ضرور تھا کہ کل دنیا کا ہادی ان تمام حالات کے ماتحت اپنی زندگی کوئی نہ کوئی حصہ گذارے۔ اور ہر امتحان میں پورا اُتر کر "انک علیٰ خلق عظیم" کا مصداق ٹھیرے ✣

# کوہِ استقلال

(اس مضمون کے مصنف ہمارے عالم فاضل پروفیسر نور الدین سٹیفن ہیں) ✣

آجکل دنیا کے کام عموماً سمجھوتے سے چلتے ہیں۔ اور بجائے اسکے کہ حق و انصاف کی پیروی کامل طور پر کیجائے لین دین کے معاملات باہمی رضامندی سے ہو جاتے ہیں مثلاً ایک آدمی کہتا ہے کہ فلاں بات یوں ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ نہیں اصل میں یوں ہے۔ اور جب وہ دونوں کسی ایسے فیصلے پر نہیں پہنچ سکتے جو دونوں کو منظور ہو تو وہ اپنی راؤں کو ایک عجیب طرز سے خلط ملط کر دیتے ہیں اور وہ دونوں اس فیصلے کو تسلیم کر لیتے ہیں جو نہ تو بالکل ٹھیک اور نہ بالکل غلط ہوتا ہے بلکہ ایک نرالا سی مرکب ہوتا ہے۔ اور اس کا قدرتی نتیجہ لاانتہا فساد اور غلط فہمیاں ہوتی ہیں۔ ان حالات کے دوران میں ایک ایسے آدمی کی ذات پر غور کرنا بہت ہی فرحت دہ اور خوشی کی بات ہے جس نے اپنے خیالات کو مناسب الفاظ میں ادا کیا اور اس انداز سے اپنا مفہوم اپنے سامعین کو سمجھایا کہ کسی کو بال بھر

بھی شک نہیں ہے۔ اس قسم کا انسان محمد صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس مضمون میں آپ کی سوانحعمری پر کوئی بحث نہیں کی جائیگی۔ ہاں جہاں تک میرا علم ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ آپ جسمانی قوے کے لحاظ کوئی تنومند انسان نہ تھے۔ اور آپکے مزاج میں زود حسی اور عزلت گزینی کی رغبت تھی۔ اور پس اپنے خیالات کو نہایت صفائی اور بیّن طریق سے ظاہر کرنا جس طرح آپنے کر کے دکھایا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ غالباً سمجھوتے اور باہمی رضامندی کو کام میں لانے یا بالکل سکوت اختیار کرنے سے زیادہ فائدہ ہوتا لیکن صداقتِ ایمانی کا جوش آپ میں اس قدر تھا کہ آپنے بڑی دلیری سے کھلم کھلا اُن کا اعلان کیا۔ جو رائے آپنے مذہب اور معاشرت کے معاملات میں قائم کی تھی وہ بہت سوچ بچار اور تجربہ کی بنا پر تھی۔ کسی چیز کے وقتی فائدے کی وجہ سے آپ اس سے متاثر نہ ہوتے تھے۔ ان سب کو حق اور انصاف کی کسوٹی پر جانچتے۔ اور اپنی تسلی پورے طور پر کرنے کے بعد آپ بالکل نڈر اور بیخوف ہو کر اپنے اوپر بھروسہ رکھتے۔ اسمیں شک نہیں کہ اکثر اوقات آپ کا رحم آپکے انصاف میں ایک رکاوٹ ہو جاتا تھا۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ صرف رحم کی بنا پر اپنی رائے کو بدل دیا ہو۔ یہ خیال ہمیشہ بعد از فیصلہ آیا کرتا تھا۔ مثلاً ایک منصف یہ فیصلہ دے سکتا ہے۔ کہ واقعی ایک آدمی نے خطا کی ہے۔ اور سزا کا مستحق ہے۔ اسکے بعد یہ خیال دل میں آسکتا ہے اور اسکے قصور کو اس پر خوب روشن کرنے کے بعد اس پر رحم کیا جا سکتا ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ وہ اس کا مستحق تھا۔ بلکہ اس واسطے کہ یہ ایک ایسے آدمی کا سلوک بے بدل تھا جس کا مقصد ہر حالت میں اللہ تعالٰے کی پیروی اور رضا تھی۔ اور جو انصاف کی حقیقت اور عظمت کو یہ دکھا کر منوانا چاہتا تھا کہ انصاف و سزا کا مقصد بدلا اور انتقام نہیں۔ بلکہ اس کی اصلی غرض و غایت اصلاح مجرم اور اظہار ترحم ہے۔ اور نبی کریم کی یہ حدیث جان کر کہ "خدا ہرگز اس پر رحم نہیں کرتا جو مخلوق خدا پر رحم نہیں کرتا" تمام سزاؤں کو رحم سے مُبدّل اور موثر کر دے +

آپ ہمیشہ صاف و مبین الفاظ میں گفتگو کرتے تھے آپکا کلام معموں اور چیستانوں سے مُبرا ہوتا تھا۔ آپ ہرگز ان آدمیوں میں سے نہ تھے۔ جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اپنے خیالات کو چھپانے یا مشتبہ کرنے کی غرض سے ہمکو طرز بیان دیا گیا ہے۔ آپ کا قول اور عمل یہ تھا۔ کہ ہمیشہ سچ کہو خواہ وہ لوگوں کو بُرا اور ناپسند ہی کیوں نہ لگے۔ آپ کبھی بھی رازداری اور خفیہ کارروائی کو

پسند فرماتے تھے کیونکہ ایک موقع پر جب ایک معتقد آپ سے کچھ مشورہ لینے آیا اور کہا کہ وہ معاملہ بڑا خفیہ اور پوشیدہ ہے تو آپ نے جواب دیا کہ "اگر کوئی بات پوشیدہ رکھنی ہے تو بہتر ہے کہ تو چپ رہے کیونکہ وہ جو آہستگی سے پرندوں کو سنائی جاوے وہی ندیو خوگا کر سنائی جاتی ہے +

میرے خیال میں وہ وقعت اور بزرگی جو آپ کو اپنے معتقدوں میں حاصل تھی اس کا راز یہی تھا آپ ہمیشہ سیدھی بات کرتے تھے خواہ جواب اور مشورہ دینا ہو یا سرزنش کرنی ہو۔ جنکے کردہ لوگ جو جن کیلئے وہ جواب تھا اخواہ نہ ہوتا وہ بھی آپ کا مفہوم فوراً سمجھ جاتے اور یہ اقرار کرتے تھے کہ آپ نے بالکل سچائی سے اپنے دلی خیالات کا اظہار کر دیا ہے۔ ... یہ خوب معلوم ہے کہ آپ کی اوائل زندگی کے لکھنے والے مؤرخ اسباب کو تسلیم نہ کرینگے مگر یہ بات بالکل حق ہے اور حق ہمیشہ ظاہر ہو کر رہتا ہے اور موجودہ معلومات نے آپ کی زندگی کو اور بھی قابل قدر ثابت کیا ہے اور یہ بات ظاہر من الشمس ہو گئی ہے کہ جس قدر الزام آپ پر لگائے گئے تھے۔ ان سب کا باعث تعصب تھا۔ یا یوں کہئیے کہ عمداً غلط بیانی اور دروغ گوئی سے کام لیا گیا تھا۔ تھامس کارلائل بھی آپ کے متعلق یہی رائے رکھتے ہیں جو وہ لکھتے ہیں :-

"وہ ایک صادق اور باوفا انسان تھا اپنے قول اپنے عمل اور اپنے خیال میں ہمیشہ سچ سے کام لیتا تھا۔ آپ بے معنی بات نہ کرتے تھے۔ آپ باتونی نہ تھے اور بلا ضرورت آپ گفتگو بھی نہ کرتے تھے لیکن جب کبھی آپ بولتے تو ادب عقل اور ایمانداری سے بولتے اور کسی نہ کسی معاملے پر روشنی ڈالتے" +

اس قسم کی عزت حاصل کرنا کسی مضبوط انسان ہی کا کام ہے اور پھر اسکو حاصل کرکے استقلال سے نبھانا یہ اور بھی مشکل کام ہے۔ گویا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے وقت میں ایک بہنے والی چٹان تھے۔ اور آپ کے ارد گرد ریت کے ذرات تھے جو اِدھر اُدھر اُڑتے تھے۔ آپ نے محسوس کیا کہ اس نسل انسانی کو تباہی سے بچانے کی حتے الوسع کوشش کرنے ہی کیلئے آپ کو مبعوث کیا گیا ہے اور اس کام کو پورا کرنے کیلئے آپ نے کوئی تدابیر یا ذرائع اختیار نہیں کئے۔ بلکہ ایک چٹان کی طرح آپ ثابت قدم رہے۔ اور آپ کے سہارے سے کھڑے ہونے کے بعد بعض نے آہستہ آہستہ بذات خود کھڑے ہونے کی طاقت حاصل کر لی بعض نے آپ کو پشت پناہ بنا کر آفات زمانہ سے پناہ لی اور

آرام و غور کیلئے ان کو فرصت ملگئی لیکن اکثر ان میں سے ہوا کے آگے چلنے گئے اور کوئی جائے قرار نہ پاسکے +

ذرا تھوڑی دیر کیلئے ان حالات پر غور کرو جن سے نبی کریم گھرے ہوئے تھے دغا فریب شراب خوری۔ بے عصمتی بیحیائی ظلم و تعدی ان سب کا بیحد زور تھا اور لوگ ہرگز یہ گوارا نہ کرسکتے تھے کہ کوئی انکے عیش میں خلل انداز ہو۔ مذہب کا حقیقی اثر زائل ہوچکا تھا۔ اور آتش پرستی بت پرستی مادہ پرستی تمیس پرستی۔ یہودیت عیسائیت اور دیگر مظاہر قدرت کی پرستش وغیرہ کو مختلف شکلوں اور رنگوں میں خلط ملط کرکے مانا جاتا تھا۔ یہ ایک ایسا کام تھا۔ جو کہ بالکل ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ اور بہت کم لوگ ایسے کاموں کا بیڑا اٹھاسکتے ہیں۔ پسندیدہ خیالات و عقائد کا اس طریقہ سے رائج کرنا کہ حالات زمانہ میں بھی چنداں تبدیلی واقع نہ ہو بڑی احتیاط اور دماغ کو چاہتا تھا +

اس سے بڑھ کر کمزوری ظاہر کرنے اور مصلحت وقت کے ماتحت ہوجانے کا اور کونسا موقع ہوسکتا تھا لیکن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی ذلیل یا حقیر ذرائع استعمال نہیں کئے۔ ناجائز ذرائع سے کام لینا بہت برے ہے۔ اور ان سے اسی طرح پہلوتہی کرنی چاہئے جس طرح دیگر افعال قبیحہ سے۔ پانی اور تیل کسی طرح حل نہیں ہوسکتے۔ اور نبی کریمؐ خوب جانتے تھے کہ ناجائز ذرائع بالکل بے سود ہونے میں اور آپ نے علی الاعلان لا الہ الا اللہ کی تبلیغ شروع کی۔ آپ کے پیغام میں غلط فہمی کا خدشہ ہی نہ تھا معاملہ بالکل صاف تھا۔ ہاں یا نہ اگر خدا تعالیٰ سب پر حاکم ہے۔ ارفع ہے تو ضرور وہ بیمثال اور لاثانی ہونا چاہئے اور یقیناً وہ واحد بالذات اور واحد بالصفات باقی تمام معبود باطل ہیں کسی کا کوئی اختیار نہیں۔ یہ ایک ایسا اعلان تھا کہ جس میں نہ غلط فہمی ہوسکتی تھی اور نہ ہی اس پر کوئی اعتراض ہوسکتا تھا۔ شراب خوری کے ساتھ بھی آپ نے اس طرح سلوک کیا یہ ایک شے ہی تھا جس کو آپ نے جڑوں سمیت اکھیڑ ڈالا۔ آپ نے میانہ روی کا عذر بالکل نہیں مانا۔ اور نہ ہی آہستہ آہستہ چھوڑنے کی اجازت دی بلکہ اس سے کامل طور پر الگ رہنے کا حکم دیا۔ کسی مسلمان کو خواہ وہ کسی گوشہ زمین میں ہو آپ نے کمزوری دکھانے کا موقع ہی نہیں دیا۔ اگر ایک چیز بری اور پلید اور گناہ کی بات ہے تو اس کا تھوڑا بہت دونو یکساں گناہ ہیں اس واسطے اسکو بالکل ہی دفع کرنا چاہئے اس میں آپ ایک چٹان کی مانند ثابت قدم ہے۔ اور کوئی انسان آپکے پاؤں کو تذبذب نہ دے سکا

ایک اور مثال لیجئے اوائل ایام اسلام ہی میں یہ خیال لوگوں کے دلوں کو بھلا معلوم ہوتا تھا کہ سزائے گناہ بجائے مجرم کے کسی اور کو مل جائے اور ضرر سیدہ اصحاب کی دعا عاصیوں کیلئے باعث حفاظت اور سزا سے محفوظ ثابت ہو۔ ایک بزدل انسان تو ہمیشہ اسباب کیلئے تیار ہے کہ اپنے گناہوں کا بار کسی اور کے سر ڈال دے اور بعض وقت وہ خیال کرتا ہے کہ وہ خود خدا پر اثر ڈال کر اس سے رعایت حاصل کر سکتا ہے۔ اسلئے کہ وہ اسکا مستحق تھا یا اس نے مغفرت مانگی بلکہ اس لئے کہ اس سے ایک بہتر ہستی نے اسکے لئے دعا مانگی بہت سے انسانی کام اس طریق سے چل جاتے ہیں۔ اور اکثر اوقات وہ انسان کامیاب نظر آتا ہے جو کامیابی کا مستحق تو نہ تھا۔ لیکن دوسرے لوگ اس کا کام کر دیتے تھے اور عموماً اس قسم کی کامیابی کی وجہ رشوت ستانی کی کوئی قسم ہوتی ہے کیونکہ ایسا بہت ہی کم دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ بلا کسی غرض و خواہش کے کوئی آدمی دوسرے کا کام کر دے۔ یہ فعل انسانی تو ہے لیکن یہ خدا کے بھی شایان ہوا اور کیا یہ خیال زمانہ کی حد تک نہیں کر سکے الطاف و فضائل حق اور انصاف پر مبنی نہیں بلکہ ان لوگوں کی دعاؤں اور التجاؤں پر منحصر ہیں جن کا پیشہ پیسے لیکر یا بن پیسے دوسروں کیلئے دعا کرنا ہے +

عفو اور درگذر تو عین انصاف و ترحم ہے لیکن مجھ کو کسی اور کے گناہ کی وجہ سے سزا دینا خواہ میں اس کے عوض سزا بھگتنے کیلئے ہر طرح تیار ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ کہاں کا انصاف اور رحم ہے اسطرح یہ بھی انصاف و رحم سے بعید ہوگا کہ وہ میرے گناہوں کو اس وجہ سے بخش دے کہ مجھ سے ایک کم گنہگار انسان میرے لئے دعا کرتا ہے۔ اس موقعہ پر بھی نبی کریم نے بڑے واضح احکام دیئے اور فرمایا۔ کہ ہر ایک انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ وار ہے۔ اور کوئی انسان خالق اور عبد کے درمیان نہیں آسکتا“ اور ہرگز کبھی اس قاعدے کے خلاف نہ ہوگا۔ حتے کہ وہ خود کسی دوسرے انسان کے لئے خدا کی رائے کو متاثر نہ کر سکیں گے“۔ اگر اللہ سے کوئی فضل چاہتے ہو تو خود التجا کرو“۔ اس قسم کا اعتقاد اس وقت کسی طرح فائدہ مند یا کامیاب ثابت نہ ہو سکتا تھا لیکن یہ عین صداقت تھی اور نبی کریم نے یہاں بھی گول مول بات کرنا اپنی شان کے شایاں نہ سمجھا +

نبی کریم کی زندگی کے حالات میں سے مندرجہ ذیل واقعہ بہت ہی لطیف اور معنی خیز ہے۔ کہا ہے کہ ایک امیر کبیر آدمی آپکے پاس دعا کرانے آیا (اور یہ تو آپ سمجھ ہی سکتے ہیں کہ وہ خالی تو ہرگز نہ آیا ہوگا) لیکن آپ نے اسکو سرزنش کی اور کہا ”جو چیز تم خدا سے حاصل نہیں کر سکتے

وہ میں بھی نہیں لاسکتا جاؤ اور خدا سے دعا کرکے خود مانگو۔" ملتجی نے عرض کی "یا رسول اللہ مجھے یہ علم نہیں ہے کیا مانگوں اور کس طرح مانگوں"۔ آپؐ نے فرمایا۔ "جاؤ اللہ کے حضور کھڑے ہو اور طہارت کے بعد دعا کرو کہ اے اللہ تو خوب جانتا ہے۔ اور تیرا بندہ منتظرِ کرم ہے"

یہاں بھی آپ بالکل بےچون اور ثابت قدمی کا نمونہ دکھاتے ہیں۔ بار دیگر میں کارلائل صاحب کا حوالہ دیتا ہوں وہ لکھتے ہیں:-

"شروع میں سے جب یہ انسان حج وغیرہ کیلئے جاتا تو اس کے دل میں ہزاروں خیالات پیدا ہوتے ہیں کیا ہوں۔ یہ ناقابل فہم چیز جسمیں رہتا ہوں اور جسکو لوگ عالم کائنات کہتے ہیں کیا ہے زندگی کا مقصد کیا ہے۔ موت کس چیز کا نام ہے۔ مجھے کس پر ایمان لانا چاہئے۔ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ غار حرا اور کوہ سینا کی وحشتناک چٹانیں صحرا کے ریتلے میدان۔ یہ بڑا کرۂ ہوائی۔ جو خاموشی سے ہمارے سروں پر گردش کر رہا ہے یہ ٹمٹماتے ہوئے ستارے ان میں کوئی بھی ان سوالات کا جواب دے سکا۔ خود انسان کی روح اور الہام آلہی ان استفسارات کا جواب دے سکتے تھے (ہیرو ورشپ)

اور حقیقت بھی یہی تھی اسکی روح نے اسکے دل کو اسی طرح تسکین دی جس طرح اس نے دوسروں کو دی آپکے دل میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہا۔ اور اس وجہ سے آپ اسقدر مستقل اور اولوالعزم رہتے آپؐ نے یہ کبھی نہیں کہا کہ میرا خیال یہ ہے بلکہ فرمایا "میں جانتا ہوں کہ یہ بات یوں ہے" آپ اس قدر وثوق اور بھروسہ سے بات کرتے تھے کہ شک کا احتمال بھی نہ ہوسکتا تھا بحیثیت انسان ہونیکے آپؐ میں کمزوریاں ضرور تھیں۔ مگر خدا کی قدرت اور طاقت پر آپؐ کو کامل بھروسہ تھا۔ آپؐ ہمیشہ بردباری اور خاکساری اختیار کرتے تھے۔ فرمایا "تحقیق خدا نے مجھے ایک حلیم اور بردبار بندہ بنایا ہے نہ کہ ایک مغرور بادشاہ" معلوم ہوا کہ اپنی ذات کے متعلق بھی آپؐ بالکل صاف گو تھے۔ اپنی حیثیت کے سمجھانے میں آپؐ نے کوئی شک نہیں رہنے دیا۔ اور اگر بعض نادان معتقدوں نے آپؐ کی ذات کیلئے ان کمالات کا دعویٰ کیا جو آپ میں نہ تھے تو اس کا الزام آپ کی ذات بابرکات پر عائد نہیں ہوسکتا۔ آپؐکے اپنے الفاظ سے زیادہ صاف اور کیا ہوسکتا ہے۔ فرمایا "انا بشر مثلکم" "میں تمہاری طرح ایک انسان ہوں" - یہ ایک ایسی بات ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا اور ہر ایک انسان اسکو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ اور یہاں پر بھی آپؐ نے صدق و صفا ہی کو

صد ارکھا جو اگر مگر یا لیکن سے اپنی حیثیت کو مشتبہ نہیں کیا - اور اپنے عقائد کی تبلیغ بڑے واضح اور کھلے الفاظ میں کی +

چونکہ اور نامہ نگار بھی کئی مضمون آپ کی ذات کے متعلق لکھے جاتے ہیں اس واسطے مناسب یہی ہے - کہ میں اپنے مضمون کو زیادہ طویل نہ کروں +

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جس چیز کو آپ گناہ سمجھتے تھے اسکے نزدیک تک پھٹکنے نہ دیتے تھے خواہ اس وقت تک کے لوگ اسکو اچھا ہی کیوں نہ سمجھتے ہوں ذرا خیال تو کیجئے کہ کتنی دفعہ آپ کو یہ خیال آتا ہوگا کہ آسان راہ اختیار کر لی جائے - حالات زمانہ کے مطابق حکم پاجاوے تاکہ آپ کے لئے سہولت پیدا ہو جائے - آپ نے کبھی ان خیالات کو اگر وہ آپکے دل میں گذرے کوئی وقعت نہیں دی - آپ کی فطرت صحیحہ اور آپکے عقائد حقہ دونوں نے آپ کو بالکل ثابت قدم رکھا خواہ دوسرے کچھ ہی کریں اور خواہ کتنی ہی مشکلات کا سامنا ہو آپ ہمیشہ حق کی طرف ہوتے تھے - اور اس طرح آپ ایک چٹان تھے - اور آپ کے اردگرد سب ریت کے ذرات تھے جو ادھر اُدھر اُڑتے تھے ہوا کے تھپیڑے آپ کو لگے - آپکے خلاف منصوبے کئے گئے - آپ کے رفیقوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا - لیکن آپ نے اپنے کار خیر کے مقابل ان سب کو ہیچ سمجھا اور آج تک بڑے فخر سے لوگ آپ کی مستقل مزاجی اور اولوالعزمی کے مداح ہیں - آپ صداقت کے ستون ثابت قدمی کے پہاڑ اور حلیمی کے دریا تھے - انہیں کی بدولت آپنے تمام مخالفت پر فتح پائی - اور آج تک حق کی حمایت پر جمے رہے + نور الدین سٹیفن

---

**لمعات انوار محمدیہ** رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک حالات آپکے اخلاق عظیم کا آئینہ حسن سیرت و معاشرت کا فوٹو علمی - ادبی تمدنی اخلاقی و صلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع جسمیں جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و جناب مولوی صدر الدین صاحب بی اے - بی ٹی مسلم مشنری و جناب مولوی محمد علی صاحب ایم - اے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی (بیرسٹر) و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہے - اور آنحضرت صلعم کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے +

قیمت غیر مجلد ۶ر مجلد ۱۰ر

# عورت اور عورت کے حقوق زیر اسلام

از قلم جناب شیخ شبیر حسین صاحب قدوائی

بسلسلہ صفحہ ۷۰ اشاعت اسلام جلد ۴ نمبر ۲

## طلاق

مسئلہ طلاق کو مسئلہ ازدواج سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ اور یہ انسان کیلئے مخصوص ہے قدرت نے حیوانوں اور پرندوں کو انسانوں کیطرح اس قدر احساس اور غیرت نہیں عطا کی کہ وہ اپنے زوج سے قطع تعلق کرلیں۔ شاید یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ پرندے اور حیوان جو ایک سے زیادہ زوج نہیں رکھتے۔ ان کو فطرتاً باہمی وفا کا مادہ بہت عطا کیا گیا ہے۔ اور انکے مزاج یکدیگر سے اس قدر موافق ہوتے ہیں۔ کہ ان میں کسی قسم کے تغیر و تبدل کی حاجت نہیں ہوتی۔ انسان کو بعض اوقات بوجہ ذوی فہم عاقل اور اہل تمیز ہونے کے دوسروں سے کچھ زیادہ تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے۔ خواہ مرد اور عورت کتنی ہی احتیاط اپنے زوج کے انتخاب میں کریں لیکن پھر بھی ممکن ہے۔ کہ ان میں اختلاف اور ناموافقت پیدا ہو جاوے۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک میاں بیوی کی ناچاکی اور ناخوشی کا باعث سوائے بےعصمتی کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ اکثر اوقات دیکھنے میں آیا ہے کہ میاں اور بیوی کا مذاق اور مزاج اس قدر مختلف اور ایکدوسرے کی ضد ہے۔ کہ ان کے گھر کی ساری خوشی خاک میں ملجاتی ہے۔ شیخ سعدی نے کیا خوب کہا ہے:۔

"اگر ایک بدعورت ایک نیک گھر میں آجاوے تو وہ اس دُنیا میں اس گھر کو دوزخ بنا دیگی"

اسی طرح اگر ایک عورت کو زبردستی ایک ایسے خاوند کے سپرد کیا جاوے۔ جس کو وہ کسی طرح پسند نہیں کرتی تو باوجودیکہ عورت میں خود ناپسندی اور نفس کشی کی استطاعت زیادہ ہوتی ہے لیکن نتیجہ سوائے ناچاکی اور بدمزگی کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ یہ سچ ہے کہ اسکو بنسبت مرد کے گھر سے زیادہ الفت ہوتی ہے۔ اور فطرتاً اپنے بچوں کو بہ نسبت خاوند کے زیادہ پیار کرتی ہے

عام طور پر بھی محبت کا مادہ اسمیں زیادہ ہے۔ اور خصوصاً اپنے شوہر سے وفا کرنے کا میلان اس کا تمام ان باتوں میں وہ مرد سے کہیں بڑھ کر ہے۔ وہ ہر طرح کی تکالیف اور دکھ خوشی برداشت کریگی۔ لیکن اپنے بچوں اپنے میاں اور اپنے گھر کو چھوڑنا پسند نہ کریگی۔ فرقہ اناث کی اس خصوصیت ہی کی وجہ ہے سوائے نبی کریم کے جن کو عورتوں کے حقوق کی حفاظت کا فکر سب سے زیادہ تھا۔ کسی مقنن نے آج تک یہ خیال نہ کیا۔ کہ ایسے واقعات بھی پیش آسکتے ہیں۔ جن میں ایک عورت اپنے میاں سے طلاق لینا چاہتی ہے بسوائے اہل ہنود کے تقریباً ہر ایک مذہب میں مرد عورت کو طلاق دینے کا مجاز ہے لیکن سوائے اسلام کے کوئی اور مذہب عورت کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ بھی اپنے شوہر سے طلاق حاصل کرسکتی ہے۔ یونانی رومن بنی اسرائیل عیسائی ان سب کے نزدیک مرد کو حق حاصل ہے کہ وہ عورت کو طلاق دے +

اہل اسلام میں ایسے مفسر بھی گذرے ہیں جنہوں نے یہ فتویٰ دیا کہ اسلام میں طلاق بالکل ناجائز ہے۔ لیکن اس رائے کو مانا نہیں گیا۔ "ردالمحطر" میں ان دلائل کا جواب دیا گیا جو طلاق کے ناجائز ہونے پر پیش کئے گئے۔ لیکن آخر میں یوں لکھ دیا ہے۔ "کہ طلاق واقعی ممنوع ہے لیکن بعض حالتوں میں مباح یعنی جائز ہے۔ اور اس وجہ سے بعض مفسروں نے اسکو ممنوع قرار دیا ہے +

برخلاف اس کے اسلام میں عورت کی اس قدر عزت کی گئی ہے۔ کہ "درالمختار" مرد کی کمزوریوں اور جسمانی نقائص کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ "عورتوں کے حقوق اور مطالبات قائم رکھنے کے لئے طلاق لابد ہے"۔ تاہم یہ بات تو بالکل مسلم ہے۔ کہ طلاق سے بڑھ کر اور کوئی چیز اس عظیم الشان مقنن (نبی کریم) اسکو ناپسند نہ تھی۔ بہت سی احادیث اسبارے میں آپ سے مروی ہیں۔ فرمایا۔ "ابغض الحلال الا الطلاق +

(۱) تمام حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک طلاق سب سے زیادہ کریہہ اور ناپسند ہے" مشکوٰۃ شریف
(۲) جو کوئی اپنی بیوی سے بلاوجہ قطع کرتا ہے اس پر خدا کی لعنت ہوتی ہے"۔
(۳) طلاق سے بدتر کوئی اور چیز روئے زمین پر خدا نے پیدا نہیں کی" (ابوداؤد) +
(۴) عورتوں سے نکاح کرو اور بلاوجہ ان کو طلاق مت دو۔ کیونکہ خدا شہوت ران مرد یا عورت کو

پسند نہیں کرتا (مشکوٰۃ شریف) +

(۵) طلاق خدا کے عرش تک کو ہلا دیتا ہے +

(۶) غلاموں کو آزاد کرنے سے بڑھ کر کوئی اور چیز خدا کو مرغوب نہیں۔

اور طلاق سے بڑھ کر اور کوئی چیز باعث قہر خدا نہیں۔

(دار قطنی) +

اور اسی قسم کے بہت سے قول حدیثوں میں مروی ہیں۔ ہر ایک مسلم خوب جانتا ہے کہ نبی کریم طلاق کو بہت ہی ناپسند کرتے تھے۔ لیکن چونکہ آپ تمام دُنیا کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اور آپ کی شریعت ہر زمانہ اور ہر ملک کیلئے تھی۔ اس واسطے مجبوراً آپ کو طلاق کی بابت بھی قوانین جاری کرنے پڑے۔ لیکن ذاتی طور پر آپ کو اس سے بعید نفرت تھی۔ اور آپ کی نفرت کوئی پوشیدہ امر نہ تھی۔ آپ کی یہ ناپسندیدگی قوم مسلم کیلئے باعث رحمت و برکت ہوئی ہے۔ ہندوستان کے سات کروڑ مسلمان باشندوں میں لاکھ میں سے ایک بھی اجازت طلاق کو عمل میں نہیں لاتے۔ اور افغانستان اور ٹرکی کا بھی یہی حال ہے۔ ہاں حجاز اور مصر کے بعض عرب لوگ بعض دفعہ طلاق کی اس محدود اجازت کا ناجائز استعمال کرتے ہیں مسلم ممالک میں طلاق کو معاشرت کے نقطہ خیال سے بہت ہی قابل نفرین عمل خیال کیا جاتا ہے۔ اور جو کوئی بلاوجہ طلاق کو عمل میں لاوے وہ سب کی نظروں میں گر جاتا ہے۔ سب سے بڑا فرق جو عیسائیت اور اسلام کے قوانین طلاق میں ہے وہ یہ ہے کہ عیسائیت صرف ایک وجہ سے طلاق کو روا سمجھتی ہے یعنی بے عصمتی یا زنا۔ اور اس حالت میں طلاق کا فیصلہ لوگوں کے سامنے کھلم کھلا کیا جاتا ہے۔ برخلاف اسکے اسلام نے کوئی محدود شرائط طلاق کے لئے مقرر نہیں کئے۔ اور نیز اس کا فیصلہ پرائیویٹ طور پر کرنے کا حکم دیا ہے۔ الغزالی صاحب تحریر کرتے ہیں:-

"طلاق سے الگ رہنے کیلئے حتے الوسع کوشش کرنا چاہئے۔ کیونکہ باوجود جائز ہونے کے خدا اس کو پسند نہیں کرتا اور لفظ طلاق کا ایک عورت کے سامنے صرف کہہ دینا ہی اسکو تکلیف دینا ہے اور کس طرح کسی کو تکلیف دینا روا ہو سکتا ہے۔ اور جس حالت میں طلاق بالکل لابد ہو جاوے۔ اور اس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہی دفعہ

تین طلاق واحد نہیں ہو سکتے بلکہ تین مختلف موقعوں پر تین طلاق ہو سکتے ہیں*۔ اور جب عورت کو طلاق دی جاوے تو اسکے ساتھ احسان کرو۔ نرمی سے پیش آؤ۔ غصہ اور سخت گوئی سے کام نہ لو مگر انصاف برتو۔ طلاق کے بعد مرد کو چاہئے کہ اپنی مطلقہ عورت کو کچھ ہدیہ پیش کرے۔ اِدھر اُدھر ایک کو یہ نہ کہتا پھرے کہ میں نے فلاں فلاں قصور کی وجہ سے اپنی بی بی کو طلاق دیا ہے۔ ایک آدمی کی بابت لکھا ہے کہ جب وہ اپنی بیوی کو طلاق دینے کی تیاری کر رہا تھا تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ کس وجہ سے تم اسکو طلاق دے رہے ہو۔ اس نے جواب دیا۔ میں اپنی بیوی کے راز کسی پر افشا کرنا نہیں چاہتا۔ اور جب اس نے بیوی کو طلاق دیدیا تو پھر لوگوں نے اس سے وہی سوال کیا تو اس نے کہا۔ "اب میں اور وہ بالکل اجنبی اور غیر محرم ہیں۔ مجھے اسکے ذاتی معاملات سے کیا واسطہ" +

اسلام نے طلاق کے واسطے قیود اور حدود تو خوب لگا دیئے اور بڑے زور سے اسکو روکنے کی کوشش بھی کی لیکن کوئی خاص محدود شرائط اس پر عمل کرنے کیلئے نہیں بتائے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ دیگر مذاہب مثلاً عیسائیت کی طرح اسلام کسی ایک قوم یا ایک ملک کے لئے نہیں آیا تھا بلکہ اسکی تعلیم تمام دُنیا کے ہر زمانے ہر قوم اور ہر طبقے کے لوگوں کیلئے تھی۔ حضرت مسیح نے فرمایا۔ "میں تو صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہُوئی بھیڑوں کے لئے آیا تھا۔" (متی باب ۱۵ آیت ۲۴) بعد بدیں وجہ اس کا مسئلہ طلاق صرف یہودیوں کے لئے مخصوص تھا۔ اور اُس کا مقصد اُن کو اس گری ہوئی اخلاقی حالت سے نکالنا تھا جسمیں وہ مسیح کی بعثت کے وقت گرے ہوئے تھے۔ اور خوبی تو دیکھئے کہ ساری انجیل میں عورتوں یا ان کے حقوق کی بابت صرف بھی ایک مسئلہ درج ہے +

اگر ممکن ہو سکتا تو جناب مسیح رسم شادی کو بالکل ہی اُڑا دیتے اور تمام اپنے پیروؤں کو خدا کی بادشاہت کیلئے مخنث بنا دیتے +

اس زمانے کے رائج الوقت قانون موسوی کو بدلتے ہوئے اور طلاق کے وجہ کو صرف بے عصمتی اور زنا پر محدود کرتے ہُوئے جناب مسیح نے فرمایا۔

---

* کامل طلاق کا طریقہ یہی ہے کہ تین مختلف طہروں میں طلاق دیا جائے ورنہ طلاق تو ایک دفعہ کہنے سے بھی ہو سکتا ہے +

"اُس نے ان سے کہا موسیٰ نے تمہاری سخت دلی کے سبب تم کو اپنی جوروؤں کو چھوڑ دینے کی اجازت دی پر شروع سے ایسا نہ تھا اور میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی جورو کو سوا زنا کے کسی اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی عورت سے بیاہ کرے وہ بھی زنا کرتا ہے۔ اُس کے شاگردوں نے کہا۔ اگر مرد کا حال جورو کے ساتھ یہ ہے تو جورو کرنا اچھا نہیں۔ اُس نے ان سے کہا کہ سب اس بات کو قبول نہیں کرتے ہیں مگر وہ جنہیں دیا گیا کیونکہ بعضے خوجہ (مخنث) ہیں جو ماں کے پیٹ ہی سے ایسے پیدا ہوئے۔ اور بعضے خوجہ ہیں جنہیں لوگوں نے خوجہ بنایا اور بعضے خوجہ ہیں جنھوں نے آسمان کی بادشاہت کے لئے اپنے آپ کو خوجہ بنایا جو اسکو قبول کر سکتا ہے سو کرے" (متی باب ۱۹ آیت ۸ سے ۱۲)

محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے زنا کے علاوہ ان تمام وجوہات کو زیر نظر رکھنا تھا جن کے ماتحت زندگی خانہ کی ساری خوشی خاک میں ملجاتی ہے۔ اور میاں بیوی کا اکٹھا رہنا محال و ناممکن ہو جاتا ہے عیسائی مقننوں کو مجبوراً مسیح کے اس قانون واحد کو بھی خیر باد کہنا پڑا۔ کیونکہ وہ قانون قابل عمل نہ ہو سکتا تھا اور وہ اس قابل نہ تھا کہ ہر طبقے کے لوگوں میں ہر واقعات میں اس پر عمل کیا جائے۔ روس میں جو کہ یورپ کے تمام ممالک سے عیسائیت میں بڑھا ہوا ہے وہاں طلاق دینے کیلئے پینتیس ۳۵ وجوہات جائز رکھے گئے ہیں۔ امریکہ میں تو طلاق بچوں کا کھیل ہو گیا ہے۔ خود انگلستان میں ایسی تحریکیں کی گئی ہیں۔ کہ وجوہات طلاق کو زنا یا نامردی کے علاوہ زیادہ وسیع کیا جائے۔ موجودہ مہذب دنیا کا میلان اسلامی اصول طلاق پر عمل کرنے کا ہوتا جاتا ہے۔ اور اسکو زنا کے علاوہ دیگر وجوہات کے ماتحت بھی جائز قرار دینا چاہتے ہیں۔ اور ہونا بھی اسی طرح چاہئے۔ انگلستان میں قانون طلاق غیر معمولی طور پر سخت ہے۔ اور باوجود اس کمیشن کے جس کا مقصد طلاق کے حصول کو آسان کرنا تھا اب بھی ہزاروں ایسے زن و شوہر ہیں جن کی زندگی ایک ناقابل برداشت عذاب ہے۔ اور لاکھوں ایسے ہیں جو اپنے زوج سے بالکل علیحدہ کنواروں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ ایک عورت کو اگر اس کے خاوند سے الگ کر دیا جائے۔ اسکے بچے اُس سے چھین لئے جائیں۔ نہ کوئی مونس و غمخوار تو یقیناً وہ عورت طلاق کو اس زندگی پر بدرجہا ترجیح دیگی۔ جو اسکو اپنے خاوند سے علیحدہ ہونے کے بعد بسر کرنی پڑتی ہے۔ ایک مرد پر بھی یہ بہت ہی گراں گزرتا ہے۔ کہ جب اُسکو اپنی الگ کی ہوئی بیوی کے

اخراجات کا متحمل بننا پڑتا ہے۔ اور اپنے گھر کے انتظام کیلئے الگ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اس حالت میں جبکہ مرد اور عورت کو ایک دوسرے سے الگ رہنا پڑتا ہے اور طلاق واقع نہیں ہو سکتی تو یہ زندگی اُن دونوں کیلئے بہت ہی ناگوار ہو جاتی ہے۔ اور اگر اس ناگوار زندگی سے نجات حاصل کرنے کیلئے دونوں کی کوئی مرتکب ہو تو اُس کا فعل قابلِ درگذر ہونا چاہئے۔ اور ایسے حالات کے ماتحت جبکہ علیحدگی لازم ہو جائے تو عورت ہی کی خاطر طلاق جائز ہونا چاہیئے +

یہ بات ایک سربستہ راز ہے کہ کیوں انگریزی قانونِ طلاق عیسائیت کے اصول طلاق پر دیگر عیسائی ممالک کے زیادہ زور دیتا ہے۔ سر آرتھر کونن ڈائل صاحب نے ستمبر سنہ ۱۹۱۷ء کے اخبار ٹائمز کو لکھا:-

"جنابِ من۔ قوانینِ طلاق کی بابت مجوزہ اصلاحات پیش کی گئی ہیں۔ انکو روکنے کیلئے لارڈ ہلیفکس نے عیسائی روایتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ انکو یہ بات ضرور مدنظر رکھنی چاہیئے کہ دیگر تمام عیسائی اقوام بشمول خود ہمارے قریبی سکاٹ لینڈ کے باشندے اس معاملہ میں ہم سے بہت زیادہ وسعتِ قلبی سے کام لیتے ہیں۔ آپ اس بات پر مُصر نہیں ہو سکتے کہ یہ ممالک ہم سے کم درجے کے عیسائی ہیں۔ اور نہ ہی آپ یہ اصرار کر سکتے ہیں کہ لارڈ ہلیفکس اور اُن کے متبعین ہی ایک ایسا گروہ ہیں جو اصلی حقیقی عیسائیت کی تعلیم پر کاربند ہیں۔ جو لوگ عیسائیت اور مصیبتوں کی رہائی کو ایکدوسرے کے مترادف سمجھتے ہیں۔ وہ آپ کی رائے سے ہرگز اتفاق نہیں کرینگے" +

لیڈی میور میکنڈی صاحبہ نے اکتوبر سنہ ۱۹۱۷ء بروز منگل کے ایوننگ سٹینڈرڈ میں مندرجہ ذیل عبارت لکھی:-

کیا یہ مناسب ہے کہ ایک ایسے وقت میں جبکہ ملک جنگ میں مصروف ہو معاشرتی اصلاحوں کیلئے مثلاً ہمارے قانون طلاق کی تبدیلی کیلئے زور دیا جائے یقیناً جتنی جلدی ایک غلطی کا ازالہ کیا جائے اُتنا ہی بہتر ہے۔ اور ہمارے انگریزی قوانین طلاق ہمارے لئے بحیثیتِ قوم کوئی باعثِ فخر نہیں سب سے پہلا نقص ان میں یہ ہے کہ وہ ہر ایک غریب مرد اور غریب عورت کیلئے خواہ وہ امیر ہو یا غریب صریحاً حق تلف ہیں۔ غیر محقق لوگوں کا بیان ہے کہ آجکل ایک غریب آدمی بھی محکمۂ طلاق سے ایک گوشت کے ٹکڑے کی قیمت خرچ کرکے طلاق حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن ایسے بیانات صرف لندن کے غربا کیلئے مخصوص نہیں ہونے چاہئیں۔ کیونکہ برمنگھم۔ مانچسٹر۔ لورپول یا نیوکیسل کا ایک غریب باشندہ

ہرگز کبھی طلاق حاصل نہیں کر سکتا - یہ بات بھی یاد رکھنے والی ہے کہ مسئلہ طلاق پر جو اہل کمیشن نے رپورٹ لکھی تھی - اور اس پر ہماری گورنمنٹ عالیہ نے کوئی توجہ نہیں کی اسمیں یہ سفارش کی گئی تھی کہ طلاق کے مقدمات کی سماعت ان کے مقامات پر ہی ہونی چاہئے - تا کہ وہ لوگ جو لندن سے باہر رہتے ہیں ان کیلئے بھی اسی قسم کی سہولت پیدا ہو جائے جس طرح لندن والوں کیلئے ہے لیکن ابھی تک اس معاملہ میں کوئی توجہ نہیں کی گئی ✤

جنگ کے آغاز میں ہم نے سپاہیوں کی غیر منکوحہ بیویوں کی بابت بہت کچھ سنا - اور گورنمنٹ نے بھی از روئے انصاف یہ بات تسلیم کی کہ انکو اپنے اور اپنے بچوں کے گذارے کیلئے ایک وظیفہ ملنا چاہئے جس سے وہ اپنے خاوند کی غیر حاضری میں اپنا گذارا کرے - اگر ہمارے قوانین طلاق انسانیت سے اس قدر بعید نہ ہوتے تو غیر منکوحہ بیویوں کی تعداد اس قدر زیادہ نہ ہوتی - شمار کیا جاتا ہے کہ ہر سال قریباً سات ہزار وظیفے علیحدہ شدہ بیویوں کیلئے منظور کیئے جاتے ہیں - اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ مہجور مرد اور عورت پھر کبھی جائز طور سے شادی نہیں کر سکتے - وہ مذہبی پیشوا اور کارکن جو حقیقی طلاق سے منع کرتے ہیں - وہ در اصل بہت حد تک ناجائز تعلقات کے بڑھانے اور حلال زادوں کی تعداد پیدائش کو کم کرنے کا باعث ہو رہے ہیں - بہت سے مہجور زن و مرد ایسے ہیں کہ وہ بڑی خوشی سے والدین بننا تو چاہتے ہیں - لیکن جب وہ اس قسم کے تعلقات پیدا کرتے ہیں تو خودداری اور غیرت کا خیال ان کو یہ اجازت نہیں دیتا - کہ وہ ایسی اولاد پیدا کریں جن پر حرامزدگی کا بٹہ ہمیشہ کیلئے لگ جائے اور اس طریقہ سے موجودہ رسم جدائی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے - کہ اس قسم کی ایک شادی سے چار اشخاص اولاد پیدا کرنے سے بالکل محروم رہجاتے ہیں ✤

سلطنت برطانیہ ہی کے اندر بڑے اعلےٰ قوانین طلاق مروج ہیں میرا مطلب سکاٹلینڈ کی طرف اشارہ کرنا ہے - لیکن اگر انگلستان اور ویلز کے اصلاح کنندگان آپس میں فیصلہ کر کے ایک درخواست پارلیمنٹ میں پیش کریں کہ ہمکو بھی سکاٹلینڈ کے نقش قدم پر چلنا چاہئے تو اسی وقت چرچ آف انگلینڈ اور بشپ صاحبان ہم پر یہ فتوے دینگے - کہ یہ لوگونکو ایک بہت ہی اخلاق سے گری ہوئی اور تہذیب عمل کے مرتکب کرانا چاہتے ہیں ✤

وومین کوآپریٹو گلڈ کے ممبران کے مقاصد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ انگلستان کے قوانین

طلاق کی اصلاح کریں ۱۹۳۰ء میں انکو یہ اطلاع پہنچی کہ اگر وہ اس اصلاح کی کوشش سے درگذر کرینگے تو چار سو پونڈ کی رقم کی اعانت جو انکو فلاں مذہبی ذرائع سے دی جاتی تھی بند کر دی جاویگی لیکن آفرین ہے اس انجمن مسلمان پر کہ انہوں نے اس قید اور روک سے قطعی انکار کر دیا اور اس کی رقم کو اپنی گرہ سے ادا کر دیا +

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ موجودہ زمانہ میں کیوں ہم زمانہ سلف کے خیالات اور اس وقت کی ناقابل فہم پیچیدگیوں کی وجہ سے اپنی زندگیوں کو بد مزہ کرتے ہیں۔ ہم کیوں یہ بات دیکھ کر چپ ہیں۔ کہ جو چیز ایک امیر آدمی آسانی سے حاصل کر سکتا ہے اسی کیلئے ایک غریب آدمی ترستا رہتا ہے، ہماری بعض بیرونی بستیوں نے وطن مادر کی اندھا دھند تقلید کو خیرباد کہہ کر سنا دی اور طلاق کیلئے بڑے معتدل قوانین مرتب کئے ہیں۔ گویا کہ انکی نظروں میں ہمارا اسوہ اب اس قابل نہیں رہا کہ باقی دنیا اس کی پیروی کرے۔ جاپان کے باشندوں نے جب اپنی پرانی قبا اتارنی چاہی تو وہاں کے اہل علم و فہم نے مختلف ممالک کے رائج الوقت قوانین کی جانچ پڑتال کی اور فیصلہ کیا کہ قوانین طلاق کے نقطہ خیال سے انگریزی طرز بالکل پرانی اور دقیانوسی ہے۔ اور اس پر عمل ناممکن ہے۔ اور انہوں نے بعض دیگر یورپین ممالک کے قوانین طلاق کو پسند کر کے اپنے ملک میں رائج کیا +

مثلاً ملک ہالینڈ میں جہاں کے باشندے اپنے جذبات کے بندے نہیں وہاں ایک بڑا اعلیٰ قانون طلاق رائج ہے۔ اور کیا مزے کی بات ہے کہ جب سے اہل ہالینڈ کو طلاق کے بارے میں سہولتیں بخشی ہیں اس وقت سے مقدمات طلاق کی تعداد کم ہوتی چلی گئی ہے + مندرجہ ذیل ممالک میں طلاق جائز سمجھا گیا ہے۔ اور انمیں مرد و عورت کے حقوق میں کوئی خاص تمیز نہیں کی گئی :-

آسٹریا (صرف پراٹسٹنٹوں کیلئے) ڈنمارک۔ فرانس۔ جرمنی۔ ہنگری (پراٹسٹنٹوں یونانیوں اور یہودیوں کیلئے) ناروے۔ سویڈن۔ سوئٹزرلینڈ۔ رومانیا اور روس بعینہ اسی قسم کا قانون نٹال۔ کیپ پراونس۔ نیوزیلینڈ اور نیو ساؤتھ ویلز میں مروج ہیں۔ ان میں سے آخری دو جگہوں میں بعض شرطیں زائد کی گئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ صرف وہاں کے وہ باشندے ان قوانین سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جو اسکو اپنا وطن بنالیں۔ اور امریکہ کی ریاستہائے متحدہ میں مرد و عورت کو وجوہات طلاق میں ایک دوسرے کے مساوی سمجھا گیا ہے۔ یہ ایک بے جوڑ سی بات معلوم ہوتی ہے کہ صرف انگلستان میں ہی

قانون طلاق کی رُو سے عورت ایک قسم کی تعذیر کے ماتحت رہتی ہے۔ اگر ایک عورت کبھی بھولے سے ایک اخلاقی قانون کو توڑے تو اس کا خاوند بلا کسی شدومد کے طلاق با آسانی حاصل کر سکتا ہے لیکن برخلاف اسکے اگر ایک خاوند کھلم کھلا اور بار بار ایک فعل شنیع کا مرتکب ہو لیکن پھر بھی اس عورت کے لئے یہ بالکل ناممکن ہوگا کہ کسی طرح وہ عقد نکاح سے آزاد ہو کر اس سے اپنا پیچھا چھڑا سکے۔ ہاں سکاٹلینڈ کی عورتیں ان حالات کے ماتحت طلاق حاصل کر سکتی ہیں +

مسز ویب جو لندن میں ڈائیوسیزن اور پرونیشن ایسوسی ایشن کی کمیٹی کے ممبر ہیں انہوں نے رائل کمیشن کے سامنے بہت ہی دلچسپ شہادت پیش کی۔ ان کے خیال میں طلاق کا حق مرد و عورت کو یکساں دینا بداخلاقی اور گناہ کو روکنے کے لئے ایک بہت کار آمد ذریعہ ثابت ہوگا۔ انہوں نے بیان کیا +

"میرے پاس اس قدر پُر زور اور جوشیلے الفاظ نہیں جن سے میں اپنے خیالات کا اظہار اس بے انصافی کی بابت کر سکوں۔ جو مرد اور عورت کی اخلاقی حد بندی میں برتی گئی ہے جس چیز نے مجھے یہ کام کرنے کی ترغیب دی جو میں آجکل کر رہی ہوں وہ یہ تھی کہ جب بحیثیت ایک جوان شادی شدہ عورت ہونے کے مجھے یہ معلوم ہوا۔ کہ ایک مرد تو کھلم کھلا ایک قابل نفرین زندگی بسر کر سکتا ہے لیکن اس کی معصوم بیوی کیلئے سوائے علیحدگی کے اور کوئی چارہ نہیں۔ اور اگر خدانخواستہ عورت سے وہ لغزش ہو جائے (جو کہ اب ضرب المثل ہو چکی ہے) تو اس کا خاوند طلاق نامہ حاصل کر لیتا ہے۔ اور وہ بدنصیب عورت باوجود بچوں کی ماں ہونے کے تمام حقوق سلب کرنے پر مجبور کیجاتی ہے۔ لوگ جب ان عورتوں کا ذکر کرتے ہیں جو بڑی عقلمندی سے اپنے خاوند کی بیوفائی سے قطع نظر کر تی ہیں تو وہ عموماً اسبات کو بھول جاتے ہیں کہ ایسے معاملہ میں ایک اور عورت کا تعلق بھی ہوتا ہے۔ اور اکثر اوقات یہی وہ عورتیں ہیں جن کی مدد مجھے کرنی پڑی ہے +

اولاد پر بے ترس کرنے کی نیت سے بیحد شراب پینے کی عادت۔ عورت سے قطع تعلق یا بے رحمی اسی قسم کی چند باتیں طلاق دلانے کے وجوہات ہونے چاہئیں +

سر آرتھر کونن ڈائیل صاحب موجودہ قوانین طلاق اور انکی اصلاح کے بارے میں مندرجہ ذیل رائے ظاہر کرتے ہیں:-

وہ قانون جو موجودہ زمانے میں ایک مرد یا عورت کو ایک بیہودہ عادی شرابی کے ساتھ زبردستی اکٹھا رکھتا ہے یا جو ایک مرد یا عورت کو تمام زندگی کیلئے ایک مخبوط الحواس یا مجرم کے ساتھ زندگی بسر کراتا ہے۔ وہ بہت ہی بُرا اور قابل نفرت قانون ہے۔ یہ ہر ایک فرد بشر کے فطرتی حق کے برخلاف ہے کہ وہ ایک ایسی زندگی بسر کرنے کیلئے مجبور کیا جائے۔ جو ناقابل برداشت ہے۔ ہر ایک ذی فہم انسان اس بات کی صداقت کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ اور اگر مذہبی جہالت درمیان میں نہ ہو۔ تو آج ہی سب لوگ اسکو تسلیم کرلیں۔ مسٹر میکن ہیمبرٹن نے اس مسئلہ پر مندرجہ ذیل رائے زنی کی ہے:۔

سنہ ۱۹۰۷ء سے لیکر آج تک برابر انگلستان میں تعداد پیدائش کم ہوتا چلا گیا ہے۔ اور جنگ سے جو شدید نقصان پہنچے ہیں۔ ان سے آیندہ نسلوں کی جسمانی طاقت اور تعداد کو بڑا نقصان پہنچیگا یہ چونکا دینے والے واقعات ہیں اور اہل فہم کے دلوں میں خود بخود یہ سوال پیدا ہو رہا ہے کہ ہم تو اس کا کیا انسداد کرنا چاہئے۔ بیان یہ کیا جاتا ہے کہ اس ملک میں لاکھ سے زیادہ ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے اپنے خاوندیا بیویوں سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ ان میں سے بہتوں نے تو ایسے تعلقات پیدا کر لئے ہیں جن کو قانون ظاہری روا نہیں رکھتا + ہاں ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ اگر ان کے پاس روپیہ ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ وہاں جاکر کسی کچہری کے ذریعہ سے طلاق حاصل کر لیتے۔ یہ تو ہمیں پہلے ہی معلوم تھا کہ کلیسیا اسکی مخالفت ضرور کریگا۔ لیکن کیا کلیسیا نے اس مسئلہ میں ہمیشہ سے ایک ہی رویہ اختیار کیا ہے۔ تاریخ کی کتابوں میں ہم نے اکثر پڑھا ہے۔ کہ ایسے وجوہات کے ماتحت عقد نکاح کو توڑا گیا ہے۔ جو ان وجوہات سے ہرگز زیادہ مضبوط نہیں جو ہم کو آجکل در پیش ہیں +

مباشرت کے ناقابل ہونے یا کسی اور جسمانی مرض کی وجہ سے اور بعض اوقات تو صرف ایسی شورش کی بناء پر ان جوڑوں کو علیحدہ کیا گیا۔ جن کو یہ کہا گیا تھا کہ خدا نے تم کو ہمیشہ کیلئے ملایا ہے اور یقیناً ہمکو یہ کہنے کا حق حاصل ہے۔ کہ اگر ایک زن و مرد کا یکجا رہنا محال اور ناممکن ہو جائے تو ان کو کوئی نہ کوئی سہولت دی جانی چاہئیے۔ وہ حضرات جو اصلاح قوانین ازدواج کے مخالف ہیں ذرا اس بات کا جواب دیں کہ وہ لکھو کھا مرد اور عورت جو ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں انکی تکالیف اور مصائب کو دور کرنے یا کم از کم اُن میں تخفیف کرنے کے لئے کونسا نعم البدل وہ بتا سکتے ہیں؟ اور وہ حضرات جو انگلستان کے قوانین طلاق میں اصلاح کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر وہ

تھوڑی سی تکلیف مسلم قوانین طلاق کے معاملہ میں اُٹھاتے تو بجائے اپنی اصلاحات پیش کرنے کے وہ یہ کوشش کرنے لگیں گے۔ کہ انگلستان میں مسلم قوانین طلاق رائج کئے جائیں +

اسلام کے قوانین طلاق کی بابت جو کچھ قرآن میں لکھا ہے اسکو مطالعہ کرتے وقت مندرجہ ذیل امور ہمیشہ مدنظر رکھنے چاہئیں +

(۱) اسلام کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک عالمگیر مذہب ہے ساتھ ہی وہ کسی فرد بشر کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ قوانین قرآن میں کوئی تبدیلی کرے۔ اور اس وجہ سے بالکل ناممکن تھا کہ وہ کوئی خاص اور محدود شرائط سے اجازت طلاق کو مقید کرتا +

(۲) اسلام ہرگز کسی معمولی شرائط پر طلاق کی اجازت نہیں دیتا۔ اور چونکہ یہ مذہب اپنے پیروؤں کے اندر ایک مذہبی جوش پیدا کرنے میں بہت کامیاب ہوا ہے۔ اس واسطے ان کے تمام اعمال کی نگرانی کا سامان مُہیا کر دیا ہے +

(۳) مسئلہ طلاق پر مسئلہ ازدواج اور قوانین حفاظتِ اولاد کے زمرہ میں اُن کے پہلو بہ پہلو رکھ کر غور کرنا چاہئے +

قرآن جو شادی کی غرض اور مقصد بتاتا ہے وہ یہ ہے :-

ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا علیھا وجعل بینکم مودۃً و رحمۃً "اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی بیبیاں پیدا کیں تاکہ تم کو ان سے راحت ملے۔ تم میں پیار اور اخلاص پیدا ہو" (سورۃ الروم آیت ۲۱) +

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ انسانی معاشرت کی بہبودی اور خوشنودی کیلئے ازدواج اور شادی ایک بہت ضروری بات ہے۔ نسل انسانی کا ازدیاد اسی پر منحصر ہے۔ اور اسی واسطے طلاق لوگوں کو خواہ نخواہ بُرا لگتا ہے لیکن بعض حالات میں طلاق ایک نعمت غیر مترقبہ ہو جاتا ہے اور بہت سے گھروں کو ناخوشی اور بدمزگی سے بچا لیتا ہے۔ جب ایک مرد و عورت کا نکاح اُن کے لئے اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی باعث تکلیف اور ابتلا ہو جاتا ہے۔ تو ضرور طلاق پر عمل کرنا چاہئے۔ مذہب اسلام کی رُو سے شادی ایک عقد اور عہد نامہ ہے۔ اس گرہ یا عہد نامے کے ٹوٹ جانے کا نام طلاق رکھا گیا ہے +

اسلام نے عقد نکاح کو متبرک کرنے کیلئے کوئی خاص رسومات نہیں سکھائیں۔ طرفین کی رضامندی شادی سے پہلے مہر کا مقرر ہونا اور دو شاہدوں کا حاضر ہونا جسمیں تین چیزیں ہیں جن کی موجودگی میں ایک مرد و عورت کا اسلامی طریقہ سے عقد نکاح باندھا جاتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح عقد نکاح کو توڑنے کے لئے کسی رسومات کی حاجت نہیں۔ عورت کو سب لوگوں کے سامنے طلاق دینا۔ کیچڑ میں ایک گندے کپڑے کا دھونا اور اپنی زندگی کے سب پوشیدہ رازوں کو فاش کرنا یہ سب غیر ضروری اور قبیح امر ہیں۔ اسلام میں جب خاوند عقد نکاح سے آزاد ہونا چاہے تو اسکو طلاق کہتے ہیں۔ اور یہ امر بہت پوشیدہ طور سے ہوسکتا ہے۔ اور جب عورت عقد نکاح سے آزاد ہونا چاہے یا طرفین ایکدوسرے سے رضامندی سے نکاح کو توڑنا چاہیں تو اسکو خلع یا مبارات کہتے ہیں۔ اور اس پر عمل درآمد ایک حاکم شرع کو کرانا پڑتا ہے +

اسلام نے عقد نکاح کو توڑنے کیلئے کوئی خاص شرائط نہیں بتائے یعنی ہر ایک عقد نکاح کو اپنے مخصوص شرائط کے ماتحت توڑے جانے کی اجازت دی ہے۔ ہر ایک مرد و عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ شادی کرتے وقت شرائط طلاق ایکدوسرے سے لکھوالیں +

اگر عورت اپنے حقوق کی حفاظت کرنے کے قابل نہ بھی ہو تو قرآن اسکی کافی حفاظت کی ہے فرمایا وان اردتم استبدال زوج مکان زوج واتیتم احدٰھن قنطارًا فلا تاخذوا منہ شیئًا۔ اتاخذونہ بھتانًا واثمًا مبینًا وکیف تاخذونہ وقد افضٰی بعضکم الٰی بعضٍ واخذن منکم میثاقًا غلیظًا۔ اور اگر تمہارا ارادہ ایک بی بی کو بدلکر اسکی جگہ دوسری بی بی کرنے کا ہو۔ تو گو تم نے پہلی بی بی کو ڈھیر سارا مال دیدیا ہو تاہم اسمیں سے کچھ بھی واپس نہ لینا۔ کیا (تمہاری غیرت جائز رکھتی ہے) کہ کسی قسم کا بہتان لگاکر اور صریح بیجا بات کرکے اپنا دیا ہوا (اس سے) واپس لو۔ اور دیا ہوا کیسے واپس لوگے۔ حالانکہ تم ایکدوسرے کے ساتھ صحبت کرچکے ہو۔ اور بیبیاں تم سے (مہر ونفقہ) کا پکا قول لے چکی ہیں (سورۃ النساء آیت ۲۰ و ۲۱) +

قرآن نے قنطار کا لفظ استعمال کرکے عورتوں کو حق دیدیا ہے کہ وہ اپنے مہر جتنے چاہیں مقرر کرائیں۔ اور مرد کو حکم ہے کہ طلاق دیتے وقت وہ کوئی چیز واپس لینے کا مدعی نہیں ہوسکتا۔ اور جو جہ

اس نے اپنی بیوی سے وعدہ کیا ہے وہ سب اسکو ادا کرنا ہوگا۔ گویا ایک رنگ میں تو طلاق کی طاقت عورت کے ہاتھ میں ہے۔ پس اب اس کا فرض ہے کہ اپنی شادی کے وقت یہ احتیاط کرے۔ کہ وہ رقم مہر جو اس کے طلب کرنے یا طلاق میں واجب الادا ہوگی وہ اس قدر ہو۔ کہ طلاق کی طاقت اسکے اپنے ہاتھوں میں رہے +

اگر شادی کے وقت رقم مہر اچھی خاصی مقرر کی جائے۔ تو یہ ان ضعیف الایمان مسلمان خاوندوں کی جلد بازی پر ایک قانونی اور جائز روک بن سکتی ہے جو اللہ اور اسکے رسول کے احکام کی عزت نہ کرتے ہوں۔ اور اگر خود عورت عقد نکاح کو توڑنا چاہے یعنے حالت خلع حاصل کرنا چاہے تو مہر واجب الادا نہ ہوگا بشرطیکہ کوئی اور شرائط نہ کی گئی ہوں۔ سورۃ البقرہ کے انتیسویں رکوع میں مسئلہ طلاق کی بابت جو احکام دیئے گئے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:۔ مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے جو تشریح اور تفسیر ان آیات کی اپنے ترجمۂ قرآن میں کی ہے وہ خاص طور پر قابل توجہ ہے لیکن جگہ نہ ہونے کی وجہ سے ہم ان کے لکھنے سے معذور ہیں:۔

فرمایا۔ الطلاق مرّتٰن فامساك بمعروف او تسريح باحسان ط ولا يحل لكم ان تاخذوا مما اتيتموهن شيئًا الا ان يخافا الا يقيما حدود الله فان خفتم الا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به ط تلك حدود الله فلا تعتدوها ج ومن يتعد حدود الله فاولئك هم الظلمون ٥ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره ط فان طلقها فلا جناح عليهما ان يتراجعا ان ظنا ان يقيما حدود الله ط وتلك حدود الله يبينها لقوم يعلمون ٥ واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فامسكوهن بمعروف اوسرحوهن بمعروف ص ولا تمسكوهن ضرارا لتعتدوا ج ومن يفعل ذالك فقد ظلم نفسه ط ولا تتخذوا ايت الله هزوا ز واذكروا نعمت الله عليكم وما انزل عليكم من الكتاب والحكمة يعظكم به ط واتقوا الله واعلموا ان الله بكل شئ عليم۔ ترجمہ۔ طلاق (جس کے بعد رجوع ہو سکتا ہے) دو ہی دفعہ ہو سکتا ہے) پھر یا تو دستور کے مطابق اسکو (زوجیت میں) رکھو یا حسن سلوک کے ساتھ رخصت

کر دو۔ اور جو کچھ تم ان کو دے چکے ہو اس سے (کچھ بھی واپس لینا) جائز نہیں۔ مگر یہ کہ میاں بی بی خوف کریں کہ جو حدیں خدا نے ٹھیرائی ہیں وہ ان پر نہ رہ سکیں گے۔ اور اس صورت میں کہ تم لوگوں کو اسبات کا خوف ہو کہ میاں بی بی اللہ کی حدوں پر قائم نہیں رہ سکیں گے۔ اور عورت (اپنا پیچھا چھڑانے کے عوض) کچھ دے نکلے تو اسمیں دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو۔ اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھ جائیں تو یہی لوگ برسر ناحق ہیں۔ اب اگر عورت کو (تیسری بار) طلاق دیدی تو اسکے بعد جب تک عورت دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔ اسکے لئے حلال نہیں۔ ہاں اگر دوسرا شوہر اسکو طلاق دے دے تو دونوں (میاں بی بی) پر کچھ گناہ نہیں کہ ایکدوسرے کی طرف رجوع کریں بشرطیکہ دونوں کو توقع ہو کہ اللہ کی حدوں پر قائم رہ سکینگے۔ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جن کو اُن لوگوں کے لئے بیان فرماتا ہے جو سمجھتے ہیں۔ اور جب تم نے عورتوں کو (دو بار) طلاق دیدی۔ اور اُن کی عدت پوری ہونے کو آئی تو یا تو (رجوع کر کے) دستور کے مطابق ان کو (زوجیت میں) رکھو۔ یا (تیسری) طلاق دیکر ان کو اچھی طرح رخصت کر دو۔ اور ایذا دہی کیلئے ان کو نہ رکھو کہ لگو ان پر زیادتی کرنے۔ اور جو ایسا کریگا وہ اپنا ہی (کچھ) کھوویگا۔ اور اللہ کے احکام کو ہنسی نہ سمجھو۔ اور اللہ نے جو تم پر احسان کئے ہیں ان کو یاد کرو اور یہ بھی کہ اس نے تم پر کتاب اور عقل کی باتیں اُتاریں کہ ان کے ذریعے سے نصیحت کرے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور جان رکھو۔ کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے (سورۃ البقرہ) +

پھر سورۃ الطلاق کے پہلے رکوع میں فرمایا:۔

یاأیها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن واحصوا العدة واتقوا الله ربکم لا تخرجوهن من بیوتهن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشة مبینة وتلک حدود الله ومن یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لا تدری لعل الله یحدث بعد ذلک امرا فاذا بلغن اجلهن فامسکوهن بمعروف او فارقوهن بمعروف واشهدوا ذوی عدل منکم واقیموا الشهادة لله ذلکم یوعظ به من کان یومن بالله والیوم الاخر ومن یتق الله یجعل له مخرجا۔ ترجمہ۔ اے پیغمبر (مسلمانوں سے کہو) جب تم بیبیوں کو طلاق دینی چاہو۔ تو ان کو اُنکی

عدت کے شروع میں طلاق دو اور عدت گننے لگو۔ اور اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرتے رہو۔ (عدت میں) ان کو گھر سے نہ نکالو اور وہ (خود بھی) نہ نکلیں مگر یہ کہ کھلم کھلا (بےحیائی کر بیٹھیں تو نکال دو) یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جس شخص نے اللہ کی حدوں سے قدم باہر رکھا تو اس نے اپنے اُوپر ظلم کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ طلاق کے بعد (ملاپ کی) کوئی صورت پیدا کر دے پھر جب عورتیں اپنی عدت پوری کریں تو (یا ان سے رجوع کر کے) سیدھی طرح ان کو رکھو یا سیدھی طرح ان کو رخصت کرو۔ اور اپنے لوگوں میں سے دو معتبر گواہ کر لو۔ اور (اے گواہو) اللہ کا پاس کر کے ٹھیک ٹھیک گواہی دینا یہ نصیحت کی باتیں ان لوگوں کو سمجھائی جاتی ہیں۔ جن کو اللہ اور روز آخرت پر یقین ہوتا ہے۔ اور جو شخص خدا سے ڈرتا رہیگا خدا اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیگا (آیت پہلی و دوسری) +

پھر اسی سُورۃ کی چھٹی و ساتویں آیت میں فرمایا۔

اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن فان ارضعن لکم فاتوھن اجورھن وأتمروا بینکم بمعروف وان تعاسرتم فسترضع له اخری لینفق ذو سعة من سعته ومن قدر علیه رزقه فلینفق مما اتاه الله لا یکلف اللہ نفساً الا ما اتاھا سیجعل اللہ بعد عسر یسرا۔ ترجمہ مطلقہ عورتوں کو (عدت کے لئے) اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہو۔ اور اُن پر سختی کرنے کے لئے ان کو ایذا نہ دو۔ اگر حاملہ ہوں تو بچہ جننے تک ان کا خرچ اُٹھاتے رہو۔ پھر اگر وہ (بچے کو) تمہارے لئے دُودھ پلائیں تو انکو دودھ پلائی دو۔ اور آپس کی صلاح سے دستور کے مطابق (اجرت) ٹھیرا لو۔ اور اگر آپس میں کشمکش کرو گے تو (مرد کو کوئی اور (عورت) آسیہ جاویگی جو اسکے لئے (بچے کو) دُودھ پلائیگی۔ جس کو گنجائش ہو اسکو چاہیئے کہ اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کرے۔ اور جس کی آمدنی مقرر ہو وہ جتنا اس کو خدا نے دیا ہے۔ اس کے موافق خرچ کرے۔ خدا نے جس کو جتنا دے رکھا ہے۔ اس سے بڑھ کر کسی کو تکلیف دینی نہیں چاہتا۔ خدا تنگی کے بعد فراغت بھی جلد دیتا ہے +

قوانین طلاق کو عمداً ایک ایسی لچکدار حالت میں چھوڑا گیا ہے۔ تا کہ وہ نہ صرف تمام

ملکوں اور زمانوں کے حسب حال ہوں۔ بلکہ ذاتی اور انفرادی طور پر بھی مختلف واقعات میں قابل عمل ہوں اور اس وجہ سے مندرجہ بالا آیتوں کے معانی و معارف سمجھنے میں بہت کچھ اختلاف کیا گیا ہے اور وہ احکام جو نبی کریم سے مختلف مسلم قاضیوں اور مفتیوں کو اس غرض سے بتائے کہ وہ خاص حالات کے ماتحت اپنا فیصلہ دیا کریں۔ ان کا مفہوم سمجھنے میں بھی بہت کچھ اختلاف رائے ہے اسلامی دنیا کا اکثر حصہ اہلسنت کہلاتے ہیں وہ امام ابو حنیفہؒ کی فقہ پر عامل ہیں لیکن تمام مسلم فقہا اور مقنن خواہ وہ حنفی ہوں یا شافعی خارجی ہوں یا شیعہ سب کے سب اس بات پر متفق الرائے ہیں کہ جب تک خاص ناقابل گزیر وجوہ پیدا نہ ہو جائیں طلاق دینا ہرگز جائز نہیں ہوتا۔ اور کوئی مسلمان مذہب اور قوانین کے رُو سے طلاق نہیں دے سکتا جب تک کہ کوئی خاص ان ٹل حالات پیش آئیں خود قرآن نے موافقت اور رُجوع پر بڑا زور دیا ہے۔ اور اسباب کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ ایک سچے مومن کو اللہ کے رحم اور فضل پر بھروسا کرنا چاہئے۔ ایسے حالات میں بھی جہاں میاں بیوی ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہوں۔ اور بظاہر طلاق کی ضرورت محسوس ہو وہاں بھی اللہ ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ کہ ایکدوسرے کی طرف رجوع کر لیتے ہیں۔ سورۃ النسا کے تیرے رکوع میں فرمایا:۔

وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً (ترجمہ۔ اور بیبیوں کے ساتھ حسن سلوک سے رہو اور اگر تم کو بی بی ناپسند ہو تو عجب نہیں کہ تم کو ایک چیز ناپسند ہو اور اللہ اسمیں بہت خیر و برکت دے) +

قرآن ہرگز ہرگز اسباب کا اشارہ تک نہیں کرتا۔ کہ جلد بازی کر کے طلاق دے دو۔ اُس نے طلاق کے تین مدارج رکھے ہیں! اور میاں بیوی کو حکم دیا ہے۔ کہ جب تک دو طہر نہ گذر جائیں وہ ایک ہی گھر میں رہیں۔ تاکہ اگر اُن میں ذرّہ بھی ایک دوسرے کی محبت ہوگی۔ تو تیسرا درجہ یا کامل طلاق واقع ہونے سے پہلے وہ ایکدوسرے کی طرف رجوع کر لینگے۔ اور جہاں تک ان کے نان و نفقہ کا سوال ہے۔ ان حالات میں خاص توجہ کی گئی ہے جب عورت حاملہ ہو +

جناب رائٹ آنریبل سید امیر علی نے اپنی کتاب میں مسئلہ طلاق پر مندرجہ ذیل قوانین وضع کیئے ہیں:۔

اہل سنت نے دو قسم کی طلاق کو جائز قرار دیا ہے۔ اول طلاق سنت اور دوسرا طلاق بدعت یا طلاق بدعی۔ طلاق سنت تو وہ ہے جو ان قوانین کے ماتحت دیا جائے جو کہ نبی کریم کی حدیثوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور آپ نے یہی پسند فرمایا کہ اگر کوئی شخص بالکل مجبور ہو جائے تو طلاق اسی طریقہ طریق سے دے۔ اور یہی شرعی اسلامی اور جائز طلاق ہے +

طلاق بدعت جیسا کہ اس نام سے ظاہر ہے غیر شرعی اور خلاف سنت نبوی طرز طلاق ہے اور اسکو قریباً دوسری صدی ہجری میں رائج کیا گیا تھا۔ اس وقت ظالمان امیہ* کو وہ قیود اور شرائط جو طلاق پر لگائی گئی تھیں بہت ناگوار معلوم ہوتی تھیں۔ اور ان قوانین کے آہنی شکنجہ سے بچنے کیلئے انہوں نے ہر طرح ہاتھ پاؤں مارے۔ قوانین طلاق جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا بہت لچکدار رکھے گئے ہیں۔ تاکہ مختلف حالات اور مختلف زمانوں میں قابل عمل ہوں۔ ان لوگوں نے انکی وسعت سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا اور اپنے مطلب حاصل کرنے کے لئے انکو موڑ توڑ لیا +

اہل تشیع اور مالکی تو طلاق بدعت کو قطعی ناجائز اور حرام سمجھتے ہیں لیکن حنفی اور شافعی اسبات پر متفق ہیں کہ اگر بدعی طریقہ سے بھی طلاق دیا جائے تو وہ جائز اور حلال تو ہے اگرچہ طلاق دہندہ ایسا کرنے سے ایک فعل شنیع اور گناہ کا مرتکب ہوتا ہے +

طلاق سنت یا تو حسن ہوگا یا احسن یعنی یا تو مناسب اور اچھا یا بہت ہی مناسب اور بہترین طلاق سنت جب احسن طریق سے دیا جائے تو خاوند کو مندرجہ ذیل شرائط کو پورا کرنا پڑتا ہے۔

اوّل۔ وہ اپنی عورت کو ایک ہی فقرہ میں طلاق ایک دفعہ کہ دے۔

دوم۔ وہ اس حالت میں طلاق دے سکتا ہے۔ جبکہ عورت حالت طُہر میں ہو اور مباشرت میں کوئی روک رکاوٹ نہ ہو۔

سوم وہ اپنے تمام حقوق زوجیت سے دست بردار ہو کر تین ماہ کی عدت کیلئے اس سے الگ رہے۔ اور اسکو اپنے گھر میں رکھے۔ یہ آخری شرط اسواسطے لگا دی تاکہ اسبات کا بخوبی پتہ لگ جائے کہ خاوند نے جو اپنی بیوی سے قطع تعلق کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ وہ محض جلد بازی یا وہم کا نتیجہ ہے۔ یا ایک مصمم ارادہ ہے۔ اور اگر تین طہروں کی عدت ختم ہونے تک مرد رجوع نہ کرے تو طلاق واقع ہو جاتا ہے

*اس بیان کی تصدیق تاریخ سے نہیں ہوتی۔ مذہبی اختلاف رائے اس کی وجہ معلوم ہوتا ہے۔

حسن طلاق یہ ہے کہ خاوند طلاق کو تین مختلف طُہروں میں یکے بعد دیگرے دو سرے اور جب تیسرا طلاق واقع ہوگا تو وہ قطعی اور آخری ہوگا۔ اہل تشیعہ طلاق کے صرف اُن دو طریقوں کو جائز اور حلال سمجھتے ہیں +

طلاق بدعت میں ہر دو اسبات کا مجاز ہے کہ تینوں طلاق یکدم کر دے خواہ عورت بحالتِ طُہر میں ہو یا نہ ہو۔ اور جب عورت کی عدت پوری ہو جائے تو اسکے بعد قطعی طلاق ہو جاتا ہے +

بہر حال دونوں قسم کے طلاق رجوع کی اجازت دیتے ہیں۔ کہ اگر خاوند کسی وقتی غیظ و غضب کے ماتحت یا جلد بازی کی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ تو تین طہروں کی عدت گذرنے سے پہلے وہ رجوع کر سکتا ہے۔ جب رجوع کرنے کی عدت ختم ہو جاتی تو اسکو طلاق مین کہتے ہیں اور جب اجازت رجوع ہو اسکو طلاق رجعی کہتے ہیں۔ جب قطعی اور آخری طلاق (طلاق مین) واقع ہو جائے تو وہ میاں بیوی پھر ایکدوسرے سے شادی نہیں کر سکتے جب تک کہ وہ عورت کسی اور مرد سے شادی کر کے اس سے طلاق نہ حاصل کر لے +

سوٹریا اور سیڈالٹ اسبات پر مسلم فقیہوں سے متفق ہیں کہ یہ قانون اس واسطے جاری کیا گیا۔ تاکہ عرب میں جو بار بار طلاق دینے کی رسم تھی اُسکو روک دیا جائے۔ سیڈالٹ صاحب اس شرط کو بہت ہی محتاط اور دانشمندانہ کہتے ہیں۔ کیونکہ اسکی وجہ سے ایرانیوں اور جزیرہ نمائے عرب کے مشرکوں کی رسم طلاق پر قیود لگ گئے اور عمل طلاق باید و شاید ہو گیا۔ سوٹر صاحب لکھتے ہیں کہ اس روک اور شرط کا مدعا یہ تھا کہ ایک نیم وحشی تیز حس اور حاسد نسل کی غیرت کو جوش میں لایا جائے اور وہ اس بے غیرتی سے بچنے کیلئے طلاق میں بہت محتاط ہو جائیں +

انگلینڈ میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک خاوند اپنی بیوی کی بے عصمتی پر مطلع ہونے کے بعد بھی اسکے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔ اور اس وجہ سے اگر بعض غیر معمولی حالات کے ماتحت ایک مُسلم اپنی مطلوقہ بیوی سے اِس حالت میں شادی کرے جبکہ وہ ایک دوسرے خاوند سے طلاق حاصل کر چکی ہے تو اسکو بہت عجیب یا رذیل خیال نہیں کرنا چاہئیے۔ بہر حال نبی کریم محلل اور محلل لہٗ دونوں کو بُرا جانتے تھے اور دونوں سے منع فرمایا ہے (مشکوٰۃ شریف) اور طلاق بدعت کا تو ذکر کرنا ہی فضول ہے۔ کوئی مسلم جسمیں ذرا بھی ایمان ہوگا یا غیرت رکھتا ہوگا وہ اس پر کبھی عمل

نہ کریگا۔ خود حنفی فقہ دانوں میں اس کے جائز اور حلال ہونے میں اختلاف ہے۔ منطق الاخبار میں مسلم کی حدیث ہے جسمیں لکھا ہے کہ تین طلاق ایکدم جائز نہیں۔ اور اگر کوئی آدمی تین طلاق ایکدم دے بھی دے۔ تو وہ صرف ایک رجعی طلاق کے برابر ہونگے +

نواب صدیق حسن خان صاحب اغاثۃ اللہفان وعلم المتینین کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقد اختلف اهل العلم فی ثلاثۃ دفعۃً واحدۃ هل تقع ثلاثۃ اوواحدۃ فقط فذهب الی الاول الجمهور وذهب الی الثانی من علماء هو الحق۔ اور علماء میں اس بات پر اختلاف ہے کہ تین طلاق اگر ایک ہی وقت دیئے جائیں تو انکو تین سمجھنا چاہئے یا ایک۔ اکثروں کا تو یہ خیال ہے کہ ان کو تین ہی دفعہ سمجھنا چاہئے لیکن جو تھوڑے ہیں وہ سچے اور برحق معلوم ہوتے ہیں (حسن الاسوۃ صفحہ ۱۶) +

حضرت ابن عباس سے بھی یہی مروی ہے کہ تین طلاق جو ایک ہی دفعہ دیئے جائیں وہ ایک رجعی طلاق کے برابر ہوتے ہیں (ابن داؤد) صحیح بخاری میں جو قصہ اوامر کا لکھا ہے کہ بوجہ سخت غضب اور اشتعال کے اس نے ایک ہی دفعہ تین طلاق دیئے۔ اور نبی کریم نے معان کی کارروائی کے بعد بڑی شدومد سے اسکو جائز قرار دیا۔ اس واقعہ کو طلاقِ بدعت کے جائز ہونے کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے۔ قانون اور فقہ کے نقطۂ خیال سے تو یہ حلال اور روا ہے۔ اور اِس قسم کے حالات میں جس طرح اوامر نے اپنی بیوی کو زنا کرتے ہوئے پکڑا۔ ایسے وقت اسکو ناروا نہیں سمجھنا چاہئے۔ امریکہ میں تو ایک آدمی ایسے حالات کے ماتحت قتل کا مرتکب بھی ہوسکتا ہے۔ اگرچہ یہ قانون تحریری طور سے قانونی کتابوں میں درج نہیں۔ اور یقیناً قتل سے طلاق افضل ہے۔ بہرحال کوئی مسلم جس کے دل میں نبی کریم کے قول وفعل کی عزت ہوگی۔ وہ کبھی اِس طلاق بدعت کا مرتکب نہ ہوگا جبکہ وہ خوب جانتا ہے کہ نبی کریم اسکو بہت ہی شنیع اور خلافِ قرآن واسلام خیال کرتے تھے بارہا قرآن میں آیا ہے کہ ہرگز زیادتی نہ کرو۔ اور اللہ کی باندھی ہوئی حدوں کو قائم کرو +

دُرّالمختار میں نسائی کا حوالہ دیکر لکھا ہے کہ ایکدفعہ نبی کریم کو یہ خبر ملی کہ فلاں آدمی نے تین طلاق ایک ہی وقت دیدئے۔ تو آپ بڑے غصے میں کھڑے ہوئے اور فرمایا"۔ یلعب بکتاب اللہ عزوجل وانا بین اظهرکم کہ میری زندگی ہی میں پاک اور قدوس خدا کی کتاب (قرآن)

کی ایسی سند تک پہنچاتی ہے۔ اور امام بخاری اِس حدیث کو محکم مانتے ہیں +

ابن عمرؓ سے بھی مروی ہے کہ نبی کریم سے سوال کیا گیا اگر تین تین طلاق ایک ہی دفعہ دے دوں تو کیا سچ ہے۔ آپنے جواب دیا۔ تم خدا کے نافرمان اور منکر ٹھیرو گے۔ اور تمہاری بیوی تم سے جُدا ہو جاویگی۔ تاہم طلاق بدعت بھی صرف زنا کو طلاق کی سب سے بڑی وجہ سمجھنے سے بہتر ہے شیخ عبدالحق محدث اسمات میں امام ابو حنیفہ سے متفق ہے کہ ایکدم طلاق دینا کفر ہے +

طلاق تحریری اور زبانی دونوں طرزوں سے دیا جاسکتا ہے۔ اور ہر دو حالت میں بیوی کو اسکی اطلاع دینی لازم ہے۔ خلع کی اجازت سُورۃ البقرہ کی ۲۲۹ آیت سے اخذ کی گئی ہے اسکے لئے عملی مثالیں ہیں جنمیں سے ایک یہ ہے۔ ثابت بن قیس کی بیوی نبی کریم کے پاس آئی اور کہا:

”یا رسُول اللہ میں ثابت بن قیس میں یا اسکے اخلاق یا اس کے مذہب میں کوئی نقص نہیں پاتی۔ لیکن میں اپنے وعدے میں بیوفائی نہیں کرنا چاہتی یعنی منافق بننا نہیں چاہتی“۔ نبی کریم نے کہا کیا تو وہ باغ جو ثابت نے تجھے دیا واپس کرنے پر تیار ہے“۔ اس نے کہا ”ہاں“۔ تب نبی کریم نے ثابت کو کہا۔ اپنا باغ واپس لیلو اور اسکو فوراً طلاق دیدو (مشکواۃ شریف)

عرب میں بہت سے رواج مثلاً ظہار اور ایلا طلاق کے متعلق رائج تھے جن کی اصلاح قرآن نے فرمائی۔ اور تعلق زوجیت کو ایک متبرک اور اہم بنیاد پر قائم کیا۔ ان اصحاب کے لئے جو اپنے اندر کافی مذہبی جوش رکھتے ہیں۔ قرآن میں قوانین مندرج ہیں۔ اور اُن کیلئے نبی کی حدیثیں روایتیں اور مثالیں اسبات کی ذمہ دار ہیں۔ کہ قوانین طلاق کا ناجائز استعمال کبھی نہ ہوگا۔ اور ان لوگوں کیلئے جو صرف دنیاوی سخت قوانین کے ذریعہ سے قابو میں آسکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی شادی کرتے وقت مسلم عورت کا فرض ہے کہ مندرجہ ذیل امُور کو خوب دیکھ بھال لے۔

(۱) نکاح نامہ پر کم از کم دو مردوں کی گواہی ہونی چاہیئے۔

(۲) رقم مہر معقول ہونی چاہیئے۔ خصوصاً وہ حصہ جو موجل ہو تاکہ طلاق کے رستہ میں یہ رقم ایک روک ہو جائے +

(۳) کوئی ایسی شرط نکاح میں داخل کی جائے جس کا یہ مفہوم ہو کہ بلا رضامندی طرفین طلاق نہ دیا جاسکیگا +

(۴) کہ خاوند کو بلا وجہ اور بلا رضامندی طرفین ایک سے زیادہ بیوی کرنے کا حق نہ ہوگا +

اگر مسلم قوانین ازدواج اور قوانین طلاق کی پوری توقیر کی جاوے تو ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ قوم کی بہبودی کیلئے اور انفرادی طور بھی ذاتی راحت کیلئے اِن اسلامی قوانین سے بڑھ کر کوئی قانون دُنیا میں نہیں +

ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں ۔ اور اب پھر دوہراتے ہیں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو کوئی ضرورت غیر مذاہب کو دُکھ دینے کی نہیں ۔ اور اسلامی قوانین کسی مہذب سے مہذب قانون سے کم نہیں ۔ عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ مسلم گھر اور مسلمانوں کی خانگی زندگی عیسائی خانگی زندگی سے زیادہ راحت دہ اور امن والی ہے ۔ موجودہ یورپین طرز معاشرت کا اگر مسلم زندگی خانہ سے مقابلہ کیا جائے ۔ تو کہنا پڑتا ہے کہ یورپین لوگ ابھی بالکل ابتدائی اور غیر مہذب درجے میں ہیں +

# ہندوستان کی رُوحانیت

(لیکچر جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو نے لندن میں زیر صدارت مسٹر مارماڈیوک پکتھال دیا)

ہندوستان ہمیشہ اختلاف و تفرقہ کا مسکن سمجھا جاتا رہا ہے ۔ اسے ایک مُلک یا ایک قوم سمجھنے کی بجائے بہت سے مُلکوں اور اقوام کا مجموعہ خیال کیا جاتا ہے ۔ ممکن ہے کہ ایک اجنبی کی نگاہ ہندوستان کی ان خصوصیات تک ہی محدود ہو ۔ لیکن وہ لوگ جن کا یہ وطن ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ تفریق خطہ اتفاق و اتحاد کے عنصر سے بالکل ہی خالی نہیں ۔ ایک عظیم الشان امر مشترک اتحاد جو ہندوستان کی سب قوموں میں پایا جاتا ہے وہ عبادت اور مذہبی زندگی کی ایک رُوح ہے ۔ جو اسکے مندروں ۔ صومعوں اور مسجدوں میں یکساں طور پر موجود ہے ۔ اور یہ وہ مشترک سرچشمہ ہے ۔ جہاں سے ہندوستان اپنی رُوحانی زندگی کی غذا حاصل کرتا ہے +

آہ مغربی تہذیب اپنے ملحدانہ خیالات کو لئے ہوئے اِس مذہبی سکون اور روحانی اطمینان کے تماشہ گاہ پر آپہنچی ۔ اور آتے ہی انسانوں کے روزمرہ زندگی پر ایک سخت حملہ کیا جس سے ایک تزلزل برپا ہوگیا ۔ مغرب کی مادی ترقی نے ہمیں لبھایا ۔ اور اسکی ظاہری چمک دمک نے ہماری آنکھیں

معیادیں لیں نے ہمارے قدموں کو ڈگمگا دیا۔ اور ہم تشکک واوہام کی تاریکی میں ٹامک ٹوئیے
رنے لگے مگر ہندوستان کی اسے خوش قسمتی کہنا چاہیئے۔ کہ بعض ایسے عنصر فوراً حرکت میں
ئے۔ جن کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ وہی پرانی مذہبی رُوح از سرِ نو تازہ ہو گئی۔ جس سے مذہب از موجودہ زمانا
ں کوئی بعد و افتراق واقع ہونے کی بجائے اتحاد و اتفاق کی صورت دوبارہ قائم ہو گئی۔ اور
نیورسٹیوں کے تعلیمیافتہ لوگوں نے موجودہ علوم اور اصول سائنس کی چھان بین کرنے کے بعد بالآخر
سجدوں اور مندروں میں ہی قرار حاصل کیا۔ اور سائنس کے تجارب کے ساتھ ساتھ مذہب پر بھی
ل ہونے لگا۔ مسجدوں کے میناروں سے اذان کی آوازنے پھر تعلیم و تہذیب سے خراج حاصل کیا
ور گنگا کے مقدس کناروں پر یونیورسٹیوں کے علما و فضلا آ جمع ہوئے۔ کیا ہی عجیب سماں ہے۔ جو
لیہ روزانہ انیگلو انڈین اخبار نے کیا۔ کہ آزادانہ تعلیم جس نے مغربی یونیورسٹیوں میں کلیسیا سے بہت سخت
ے رغبتی اور مذہب سے بالکل برگشتگی پیدا کر دی تھی۔ ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں میں اسی نے
سلامی اعتقادات پر ایک بہت ہی قوی اور اعلےٰ درجے کا ایمان پیدا کر دیا ہے +

علے الصبح ہی جبکہ عیش و عشرت کے دلدادہ اپنی تمام رات کی عیاشیوں سے تھک کر ابھی خواب
احت کے مزے لے رہے ہوتے ہیں۔ ڈھولوں کے بجنے کی آواز گھنٹوں کے ٹن ٹن اور نرسنگھوں کی
ں گھوں آوازیں آتی اور عابد و زاہد لوگوں کو اپنے اپنے معابد و مندروں کی طرف بلاتی ہیں۔ ایسی وقت
مسجدوں کی چوٹیوں سے بھی ایک دلکش آواز آتی ہے جو خاموشی اور سنسان میں شہر کے تمام [illegible]
دی نکل جاتی ہے۔ **وھو ھذا**

"اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں۔ خواہ وہ انسان ہو
یا خدا کا اوتار۔ محمد اُس کا رسول ہے۔ جو یہ پیغام لایا ہے۔ کہ جس قدر جلد نماز کی طرف
آؤ گے اتنی ہی جلد فلاح حاصل کرو گے۔ نماز نیند سے اچھی ہے۔ اسلئے کہ خدا سب سے
بڑا ہے۔ خدا سب سے بڑا ہے۔ اور صرف وہی عبادت کے لائق ہے"

یک ہندوستانی کے نزدیک یوم سبت اور ہفتے کے باقی دنوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وہاں کے عبادتخانے
ر وقت کھلے رہتے ہیں اور صبح و شام کبھی عبادت کرنیوالوں پر بند نہیں ہوتے۔ اگر ایک طرف مشاغل دنیوی
ہماری تمام تر توجہات اور قوائے کو صرف اپنی ہی جانب متوجہ رکھتے ہیں۔ اور ہم انہی میں ہمہ تن مصروف

سکتے ہیں۔ تو کیا دوسری طرف روحانی امور کو بھی ہم پر یہ فوقیت حاصل نہیں۔ کہ ہم ان کی طرف بھی التفات کریں۔ اور کیا حضرت مسیح علیہ السلام کے وہ الفاظ جو اہل مغرب کو خوب معلوم ہیں جسم کو اسباب کی طرف متوجہ نہیں کرتے۔ جن میں حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ انسان صرف روٹی ہی سے نہیں جیتا بلکہ ہر ایک کلام جو خدا کی طرف سے آئے اُسے زندگی بخشتی ہے۔ (متی ۴ باب آیت ۳ و ۴) جناب مسیح کے یہ الفاظ بے معنی ہو چکے ہیں۔ یا یہ صرف نبی کے کام آ سکتے ہیں۔ جو انکی اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کچھ دن ہوئے کہ مجھے ایک قابل اور سمجھدار خاتون سے گفتگو کرنے کا موقع ملا تھا جس میں میں نے اُسے کہا کہ ہم مسلمان عیسائیوں سے بدرجہا بہتر اپنے آپکو عیسائی سمجھتے ہیں جس کے ثبوت میں میں پھر جناب مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسی قول کا حوالہ آپ کو دونگا۔ جو ابھی میں نے نقل کیا ہے۔ کہ انسان صرف روٹی سے ہی نہیں جیتا۔ بلکہ ہر ایک کلام جو خدا کی طرف سے آئے اسے زندگی بخشتی ہے۔ مسلمان صبح کے وقت جب اُٹھتا ہے تو صبح کی چائے سے پیشتر ہی وہ سب سے پہلے خدائے واحد لاشریک کے سامنے حاضر ہوتا اور ان دُعاؤں کے ذریعہ سے جو اسکے پاک رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت ہمیں پہنچیں اللہ تعالیٰ کے منہ سے نکلے ہوئے پاک کلام سے زندگی حاصل کرتا ہے پھر دوپہر کے کھانے کا وقت آتا ہے اور پیشتر اسکے کہ وہ کھانے کے دسترخوان پر بیٹھے پہلے مسجد کی طرف دوڑتا ہے۔ اس کے بعد سہ پہر کی چائے سے پہلے وہ پھر نماز پڑھتا ہے۔ اور بالآخر مغرب کے وقت پھر اپنے خالق اکبر کے آگے سربسجود ہوتا ہے۔ گویا ہر حالت میں وہ حقوق اللہ کی نگہداشت ضروری سمجھتا ہے۔ اور کسی حالت میں بھی اپنی نفسانی خواہشات کو ان پر مقدم نہیں کرتا۔ آپ سوتے وقت چائے یا سکاچ اور شراب پیتے ہیں لیکن ایک مسلمان کو آپ بستر پر جانے سے پیشتر دیکھیں گے۔ کہ کبھی تو وہ چھاتی پر ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔ کبھی گھٹنوں پر ہاتھ رکھتا اور جھک جاتا ہے۔ اور کبھی پھر کھڑا ہوتا اور کبھی اپنے معبود حقیقی کے آگے اپنے سر کو جو انسان کی دُنیوی عزت و عظمت کا واحد نشان ہے انتہائے عبودیت کیلئے کمال تذلل اور فرمانبرداری کے ساتھ اسکے آستانہ ربوبیت پر رکھ دیتا ہے۔ غرض اس معبود حقیقی کی محبت میں سرشار مسلم دنیا و جہان کے حسن و جمال کے مالک کی جس کا حسن و احسان تمام معبودان باطلہ پر ہے عبودیت و فرمانبرداری میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتا۔ اسے آپ خواہ بھی پابندی کے نام پکاریں یا ضبط جنون اس کا نام رکھیں لیکن آپ بھی تو اپنے جنونوں سے آزاد نہیں۔ کیا آپ نے

بعض چیزوں کو اپنا معبود و مقصود و مطلوب نہیں بنا رکھا ہے۔ ذرا ہم دیکھیں۔ کہ آپ کے اور ہمارے معبودوں میں سے قابل پرستش کون ہے۔ اور کس کو عقل سلیم دونوں ہاتھ سے دھکے دیتی ہے۔

عبادت صرف انتہائے محبت کا نام ہے۔ اور محبت حسن و احسان سے پیدا ہوتی ہے پھر اس رحمٰن خدا سے جو ہر قسم کے حسن و احسان کا سرچشمہ ہے زیادہ محسن کون ہو سکتا ہے۔ حسن کیا ہے وہی احسان ہے۔ کیا آپ نے صرف اسی کو حسن سمجھ رکھا ہے۔ کہ ایک دلفریب چہرہ ہو حسین سرگیں آنکھیں اور ایک ترچھی ناک ہو۔ ہنسی سیلہ کا کل پیچاں اور ابھری ہوئی پیشانی اور ایشیائی خیالات کے مطابق ایک سرو قد جسم ہو۔ بیشک عہد شباب میں انہی خصوصیات کو میں حقیقی حسن سمجھتا تھا لیکن اب یہ سب خیالات بدل چکے ہیں۔ انسانی خواہشات اور جذبات نے بعض اور ہی چیزوں کو محبت کا آلہ بنا رکھا ہے۔ حسن بذات خود کوئی شئے نہیں۔ وہ چیز جو تمہاری حد سے بڑھی ہوئی خواہشات اور تمہارے نفس اور روح کو اطمینان اور تسکین بخشتی ہے۔ وہی حسن ہے۔ دل ہی ہے۔ جس سے ایک آرزو اٹھتی ہے اور مختلف اشیاء کو مرجع حسن سمجھ لیتی ہے۔ آرزو اس وقت پیدا ہوتی ہے۔ جب کوئی ضرورت لاحق ہو۔ ایام طفولیت میں انسان اپنی کم عقلی کی وجہ سے حسن کو ٹھیک طور پر سمجھ نہیں سکتا۔ اور اسلئے اسکے حصول کے ذرائع بھی اسکی عقل و فہم کے لحاظ سے اسی قدر محدود ہوتے ہیں آہستہ آہستہ تجربات اور مشاہدات ہماری ضروریات کے علم کو وسیع کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور وہ چیز جو ہماری ان ضروریات کو پورا کرتی ہے۔ ہم اسکو حسن کہہ دیتے ہیں۔ یہانتک کہ اس سے جب اور زیادہ بڑھے جاتے ہیں۔ تو ایک ہی خالق و مالک کو اپنی سب ضروریات کا پورا کرنیوالا اور محسن حقیقی پاتے ہیں۔ اور وہی ایک عبادت کے لائق نظر آتا ہے۔ آپ اپنی ضروریات پر ایک نظر ڈالیں۔ اور دیکھیں کہ ان ضروریات کو پورا کرنے کیلئے محسن حقیقی نے کیا کیا سامان اور ذرائع پیدا کئے ہیں۔ پھر اس قدر احسانات ہوتے ہوئے اس رب العالمین سے بڑھکر کون ہے جس کو ہم محسن کہہ سکیں۔ اور کون ہے جو اس خالق اکبر سے زیادہ معبودیت کا مستحق ہو۔ فطرت صحیحہ پر قائم ہو جاؤ۔ تو تمہارے ہفتہ کے تمام ہی دن ایام عبادت بن جائیں گے۔ حقیقت تمہاری زندگی کا ایک ایک لمحہ اس خالق اکبر کی یاد میں ولاتا ہے۔ اسلئے اسی وقت آپ سچے مسلمان کہلا سکتے ہیں۔ جب مسلمانوں کی طرح ہر ایک لفظ جو خدا کے منہ سے نکلے وہ آپ کی غور کے قابل ہو۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچکر آپ حقیقی راحت اور کامیابی کا منہ دیکھ سکتے

ہیں۔ اس وقت تمام دُنیا آپ کے ذریعہ آسودہ حال ہو گی۔ اور "خدا کی بادشاہت" اس زمین پر قائم ہو جائیگی ان حالات کے ہوتے ہوئے نبی عربی صلعم کے پیروؤں کا پانچ وقت مسجدوں کی چھتوں سے حی علی الفلاح کی صدا بلند کرنا کوئی بےمعنی بات نہیں۔ بلکہ یہ اسی کامیابی و مرفع الحالی کی طرف اشارہ ہے جس کو خدا کی بادشاہت کے نام سے جناب مسیح علیہ السلام نے خوشخبری دی +

کیا آپ نے کبھی معلوم کیا کہ عبادت دراصل کیا ہے۔ اسکی ابتدا کیونکر ہوتی ہے۔ اور اس کا آخری مقام کیا ہے میں سمجھتا ہوں۔ کہ غریباً آپ سب نے ہی عشق و محبت کی گرمیوں کا مزا چکھا ہو گا! اور کوئی نہ کوئی معشوق بھی آپ رکھتے ہونگے پس وہ کونسی بات ہے۔ جو آپ اپنے دلربا کو خوش کرنے کیلئے اُٹھا رکھتے ہیں۔ اور اپنی محبت کو پورا کرنے اور اسکی رضامندی حاصل کرنے کے لئے کونسی سخت سے سخت مشکلات ہیں جو آپ برداشت نہیں کرتے لیکن باوجود اس قدر مشکلات کے ابھی آپ نے عبادت کے صرف پہلے ہی زینہ پر قدم رکھا ہے جناب مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عبادت الٰہی کے صرف اس پہلے زینہ تک ہی ہمکو پہنچایا۔ جب انہوں نے یہ دُعا کی "تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو جائے" یہ اُس زینہ کی دراصل پہلی سیڑھی ہے۔ جو انسانیت کی ابتدائی منزل مقصود تک لیجانے والا ہے۔ اور جو ہماری اپنی ذات کو محو کرکے اس ایک ہی ہستی سے ہمیں جا ملاتا ہے یہی وہ بات ہے جس کو آنحضرت صلعم نے سکھایا۔ کہ "تخلقوا باخلاق اللہ" الٰہی اوصاف سے متصف ہو جاؤ اور نفسانیت و خودی کا جامہ اُتار کر ربانی اخلاق کا جامہ زیب تن کرلو۔ اگر جناب مسیح نے خدا کی عبادت کا پہلا زینہ بتایا تو حضرت محمد صلعم نے اسکی انتہائی منزل مقصود تک پہنچایا۔ آنحضرت صلعم کے اس کمال کو جتاتے ہوئے میں کسی قسم کی نفرت کا برتاؤ جناب مسیح سے نہیں کرتا۔ اور نہ ہی ان دو نبیوں میں بحیثیت نبوت کوئی فرق کرتا ہوں۔ ایک مسلمان تو ان باتوں سے کوسوں دور ہے۔ اسکی تو پاک کتاب قرآن کریم کسی ایک نبی میں بھی فرق کرنے کی اجازت نہیں دیتی اور صاف طور پر اس سے یہ اقرار لیتی ہے۔ کہ لا نفرق بین احد من رسلہٖ بات اصل یہ ہے کہ نبی ہمیشہ اپنے وقت کے لوگوں کی عقل و فہم کے مطابق ہی انہیں تعلیم دیتے ہیں۔ جناب مسیح جن لوگوں میں معبوث ہوئے۔ وہ کوئی بہت زیادہ عقل و سمجھ نہیں رکھتے تھے۔ آپ کو جو نکہ دھوبیوں اور مچھلی والوں سے واسطہ پڑا۔ جن کی کم فہمی اور بےسمجھی کی آپ اکثر شکایت کیا کرتے تھے۔ اسلئے آپ ان سے تمثیلوں

میں کلام کرنے کو مجبور تھے لیکن ہماری سرکار حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اس وقت مبعوث ہوتے ہیں۔ جبکہ دُنیا نے آپکے فیضان رحمت سے مستفیض ہوکر آپکے زیر اطاعت بہت جلد علم و تہذیب کا ایک انقلاب عظیم دیکھنا تھا۔ اسلئے اگر جناب مسیح نے خدا کی محبت وعبادت کے فقط سرار ہی ہم پر کھولے۔ تو آنحضرت صلعم نے ہمیں اسکی آخری منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ یہی وہ بات ہے جسکو جناب مسیح نے خود ان الفاظ میں بیان کیا +

"میری اور بہت سی باتیں ہیں۔ کہ میں تمہیں کہوں۔ پر اب تم اُنکی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنے رُوح حق آوے۔ تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتاویگی۔ اسلئے کہ وہ اپنی نہ کہیگی لیکن جو کچھ وہ سُنیگی سو کہیگی۔ اور تمہیں آیندہ کی خبریں دیگی (یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲ و ۱۳)" +

عبادت صرف چند گیت گانے یا چند الفاظ کے دُہرانے یا پڑھنے اور رسم کی بعض حرکات کا ہی نام نہیں۔ یہ سب کچھ تو دل کے احساس کا اظہار ہے۔ عبادت جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں اپنی مرضی وخواہشات کو رضاء الٰہی کے ماتحت کر دینا ہے۔ اور اس مقولہ کو عملی طور پر سچ کر دکھانا ہے۔ "تیری مرضی جیسے آسمان پر پُوری ہوتی ہے ویسی زمین پر بھی ہو" +

اب کیا یہ دریافت کرنا کوئی مشکل امر ہے۔ کہ اسکی مرضی آسمان پر کیسے پوری ہوتی ہے بحث کو مختصر کرنے کیلئے ہمیں صرف یہ دیکھ لینا چاہئے۔ کہ نسل انسانی کے مختلف افراد کے ساتھ اسکی مرضی کیونکر پُوری ہوتی ہے۔ اور اس پر اگر ہم غور کریں۔ تو کیا صاف طور پر ہمیں نظر نہیں آتا کہ اس کی بادشاہت عالمگیر ہے۔ کیا اس نے مختلف اقوام اور افراد کے درمیان ان کے جسمانیات و روحانیات کے بارہ میں کوئی تفریق روا رکھی ہے۔ کیا ہر ایک متنفّس کو اس نے ایک ہی قسم کے اعضا رجوارح اور دل و دماغ عطا نہیں کیا۔ کیا کائنات کا ہر ایک ذرہ تمام بنی نوع انسان کی ہر ایک قسم کی ضروریات کو پُورا کرنے کیلئے پیدا نہیں کیا گیا۔ وہ سب کا باپ ہے۔ جو ہر ایک بنی نوع انسان کے نشو و نما اور بھلائی کو یکساں طور پر ملحوظ رکھتا ہے۔ اسکے حقیقی پرستار اور محبوب سوائے اسکے کہ نسل انسانی کو ہی اعلےٰ مدارج ترقیات پر لیجائیں اور کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ وہ اپنے مالک حقیقی کے ساتھ اسکی عالمگیر بادشاہت کے کام چلانے میں بطور وسائط کے کام دیتے ہیں پس اگر ہم میں عبادت کی حقیقی اور سچی رُوح کام کرنے لگ جاوے تو کیا یہ ممکن ہے۔ کہ آپس میں تفاوت مراتب اور

ایک دوسرے سے اوپر ہونے کے کمینہ و خود غرضانہ خیالات پھر بھی باقی رہ جائینگے۔ انسان ممکن ہے اس خیال کرتے ہوئے ایک دوسرے کی مدد کرنے کا کم کر سکتا سمجھے۔ اگر خود غرضی مقابلہ کی تحریص دلاتی ہے اور اس کے ساتھ لینے اور دینے کی روح ایک دوسرے کی مدد کرنے کی شکل میں کام کرتی ہے۔ اگر میں اپنے رب العالمین کا پرستار ہوں۔ جو تمام مختلف اقوام و مذاہب کا پیدا کرنیوالا اور انہیں تربیت کے انتہائی مقام تک پہنچانیوالا رب العالمین ہے۔ اور یہ وہ الفاظ ہیں جن کو ایک مسلم اپنے معبود حقیقی کے دربار میں حاضر ہو کر نماز کے اندر دہراتا اور اللہ تعالیٰ کو ان الفاظ سے پکارتا ہے تو ایسی حالت میں کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ میں تلوار ہاتھ میں لوں اور دوسری قوموں کو جن کی ترقی و نشوونما اس خالق اکبر کا حقیقی منشا ہے کمزور کرنے اور کچل دینے کیلئے انہیں تباہ و برباد کرتا پھروں +

اس سوال کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ روح عبادت عامۃ الناس کی بہبودی میں کیونکر کام آتی ہے۔ عبادت اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں فنا کر دینے کا نام ہے۔ یہ بہت سے طریق ہیں۔ جن سے انسان اپنی ذات کو محو کر کے اس احکم الحاکمین سے ملنا چاہتا ہے۔ بدھ نے اسبات کی تعلیم دی۔ جب اس نے کہا کہ نروان یعنے اپنے آپ کو فنا کرنے سے ہی نجات ملتی ہے۔ اسلام جو میرا مذہب ہے۔ اسکے لغوی معنی بھی ہیں اللہ تعالےٰ کی مرضی و مشیت ایزدی کے لئے آپکو ماتحت کر دینا۔ اور اپنے آپ کو اسکے سپرد کر دینا۔ اپنے آپ میں قربانی و ایثار کا مادہ پیدا کرو۔ تو یہی خود غرضی زائل ہو جائیگی۔ جرائم فطری اور جبلی طور پر نہیں۔ بلکہ یہ ایک انسانی کمزوری اور پیدا کردہ چیز ہے۔ کہ ناجائز خود غرضی کا نتیجہ ہے۔ جو لالچ اور طمع کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ کیا آپ نے کبھی کسی مجرم کے دل کی کیفیت کو مطالعہ کیا۔ کسی ملک کے مجموعہ تعزیرات کو دیکھو۔ آپ ۹۰ فیصدی اس قسم کے جرائم آپ کو ملیں گے۔ جنمیں دوسروں کی چیزیں غصب کر لینے کی کوشش ہوتی ہے۔ اس قسم کے جرائم کا علاج سزا نہیں۔ وہ تو ارتکاب جرم میں محض ایک رکاوٹ کا کام دیگی نہ کہ بدی کو ہی زائل کریگی۔ اسلئے اس کا سب سے بہتر علاج یہ ہے۔ کہ ایک خود انکاری کی حالت اپنے اندر پیدا کی جائے۔ اور یہ زہد و تقوےٰ سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ قربانی و ایثار کی حالت انسان سے دوسروں کی فلاح و بہبودی کیلئے کام کراتی ہے۔ اسکو اسی بات میں راحت تسکین ہوتی ہے۔ کہ اسکی کمائی سے دوسروں کا فائدہ اور بھلا ہو۔ وہ درحقیقت جیتا بھی دوسروں کیلئے ہی ہے۔ اسلئے دوسروں کا مال لینے کی تمنا ہی نہیں کر سکتا۔ اپنے اندر یہ تقوےٰ و زہد کی حالت پیدا کرو

بھی اپنے اندر کی ملامت ٹالو۔ خود غرضی اور خواہشات نفسانی کو چھوڑ دو۔ اور اس طرح بدیوں کی جڑ کو بھی اپنے اندر سے کاٹ دو۔ میں پھر کہتا ہوں۔ کہ اس روح کو عملی طور پر پیدا کرو۔ اور پولیس اور جیلخانوں کو بھی تعویق کر دو۔ کہ اس حالت میں ان کی بھی چنداں ضرورت نہیں۔ یہ میں کوئی وہم و خیال سے گھڑ نہیں سنا رہا جو اپنی بنائی باتیں ہوں نہیں بلکہ رسول اللہ صلعم کے اسوۂ حسنہ کو دیکھو۔ آپ کی سیرت کو مطالعہ کرو۔ آپ کے نقش قدم پر چلو۔ اور دیکھو کہ میرا یہ بیان کس قدر سچائی پر مبنی ہے۔ یا صاحب صدر سے پوچھئے۔ جو میری طرح مسلمان ہونے کے ساتھ اسلام کی تاریخ پر بھی بہت کچھ عبور ان کو حاصل ہے یہ آپ کو بتائیں گے۔ کہ آنحضرت صلعم نے مدینہ کے اندر اپنے آخری ایام میں پولیس اور جیلخانوں کے بغیر سلطنت کی ہے۔ یہ وہ وقت تھا۔ جب حقیقتاً گناہ مفقود اور جرائم شاذ و نادر ہی رہ گئے۔ اور خدا کی بادشاہت زمین پر قائم ہوگئی +

ابھی میں آپ سے زہد و عبادت کے آخری اور انتہائی مقام کا ذکر کر رہا تھا۔ اور میں نے بتایا تھا کہ اپنی ذات کو محو کر کے اس اللہ اکبر سے جا ملنا ہی انتہائی مقام عبادت ہے۔ یہ بھی میں بتا چکا ہوں کہ خود انکاری ہی وہ دروازہ ہے۔ جہاں سے ہو کر ہر ایک خدا پرست کو اس صداقت کو پانے کیلئے گذرنا پڑتا ہے۔ اور اسے پانے کیلئے مختلف رہبران دین نے مختلف قوموں اور ملکوں کے حالات کے مطابق مختلف طریقے ایجاد کئے۔ فطری خواہشات کو مارنے کیلئے لوگوں نے مختلف راہبانہ طریق اختیار کئے اور ضروریات انسانی یا پسندیدہ اشیاء سے انہیں بہت سخت کنارہ کشی اختیار کرنی پڑی۔ لوگوں نے دنیا سے جو کہ فتنہ و فساد کا گھر ہے علیحدہ رہنے کیلئے گھروں سے نکلکر جنگلوں اور بیابانوں میں رہائش اختیار کی۔ تاکہ حقیقی اطمینان قلب کو پا سکیں اور دلجمعی کے ساتھ گیان دھیان میں مصروف ہوں۔ گذشتہ زمانوں میں ہند و ہندوستان میں سادھو، سمادھی بُری خواہشات اور جذبات پر قابو پانے کیلئے ان راہبانہ طریقوں کی مشق کیا کرتے تھے۔ مقصد تو نیک تھا لیکن اس سے انسانوں کے باہمی میل جول اور تعلقات سے جو ایک عطیہ الٰہی ہے۔ محروم ہونا پڑتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک دوسرے کا محتاج اور مدنی بالطبع بنایا ہے۔ ان آپس کے تعلقات سے علیحدہ ہونا اسکی منشا کے خلاف چلنا ہے۔ اور اس قسم کا فعل ہمارے بھائی بندوں کو ان خاص عطیات الٰہیہ سے فائدہ اٹھانے سے محروم کردیگا۔ جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر ودیعت کئے ہوں۔ ماسوا اسکے خود انکاری

کی اصل روح سوسائٹی ہی میں پوری تربیت پا سکتی ہے۔ نہ کہ عزلت گزینی میں۔ ایک راہب اپنے آپکو سوسائٹی کے فوائد سے محروم کر لیتا ہے۔ تا کہ بدیوں سے بچ سکے لیکن فی الحقیقت جذبات اور خواہشات پر اسی صورت میں قابو پایا جا سکتا ہے۔ کہ انسان سوسائٹی کے دوسرے ممبروں میں رہکر اپنے باہمی تضاد و تخالف افعال بھی دیکھتا اور مقابلہ کرتا رہے تمہاری زندگی کا ایک ایک لمحہ تضاد و اختلافات سے گھرا پڑا ہے۔ اور جب تم ان کا جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کرتے ہو۔ تو اپنے جذبات پر قابو پانے کا مادہ تم اپنے اندر پیدا کر لیتے ہو جس کے بغیر خود فراموشی کا پیدا ہونا ناممکن اور محال ہے۔ اسی لئے اسلام نے "لا رہبانیت فی الاسلام" کہکر رہبانیت اور تجرد کو ممنوع قرار دیا اور سب کو ہی شادی شدہ زندگی بسر کرنے کا حکم دیا۔ خوب یاد رکھو۔ کہ کنبہ اور بیوی بچوں کے ساتھ رہنے سے ہی انسان میں ایثار کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ اپنے بال بچوں کی محبت اسے مجبور کرتی ہے۔ کہ وہ اپنے عیش و آرام کو دوسروں کے فائدہ اور بہبودی کیلئے خیرباد کہے۔ اسی سے آگے ترقی کر کے وہ اپنے ہمسائیوں اپنے ہموطنوں اور اس سے بھی بڑھ کر کل بنی نوع انسان سے رنگ اور قومیت کی تفریق بغیر وہ نیکی اور ایثار کرتا ہے۔ اور اس طرح ایک سکون قلب حاصل کرتا ہے۔ جو اسے حقیقی عبادت کا پھل دیتا ہے۔ اسلام اس وقت دُنیا میں آیا۔ جبکہ دُنیاوی مشاغل نے ایک نیا پہلو اختیار کرنا تھا۔ اور رہبانیت کی کوئی ضرورت دُنیا کو نہ تھی۔ وہ اپنی سیدھی سادی تعلیم کو لے کر آیا۔ تا کہ بنی نوع انسان اپنے باہمی تعلقات اور فرائض انسانی کو قطع کئے بدوں عبادت کی اصل غرض و مُدعا کو حاصل کر سکیں۔ ایک مسلمان اپنی مُسلسل نمازوں اور روزوں اور اپنے مختلف صدقات اور حج اور اور دیگر مذہبی کاموں کے ذریعہ سے اپنے نفس پر قابو پانے اور خواہشات کو حدِ اعتدال پر لانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اپنے اندر ایک دل پیدا کرتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے عشق و محبت سے لبریز اور اسکی عبادت میں محو ہوتا ہے۔ بنی نوع انسان کی خدمت اسکی عبادت اور حقوق اللہ کی ادائیگی ہے۔ وہ ایک سلیم الطبع قلب کے ساتھ زمانہ کے نشیب و فراز کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس کے دن کے اوقات مخلوق کی خدمت میں بسر ہوتے ہیں۔ تو رات کی گھڑیاں عبادت الٰہی میں۔ وہ علی الصّباح ہی اُٹھتا ہے۔ اور غُسل کر کے نماز ادا کرتا اور نصرت الٰہی کے لئے دست بدُعا ہوتا ہے۔ وہ مصلّے پر دو زانو بیٹھ کر اللہ تعالےٰ کے صفات حسنہ پر جن سے متصف ہونا اسکی زندگی کی غرض و غایت ہے غور اور تدبر کرنے لگتا ہے تو گیا ششت

کی تعلیم کے ماتحت اسے ایسی بھی ضرورت نہیں کہ علیحدگی اختیار کرنے کیلئے اپنے دم کو بند کرے۔ وہ عشق الٰہی میں اس قدر محو ہوتا ہے۔ کہ کوئی چیز بھی اس کے دل کی توجہ کو دوسری طرف پھیر نہیں سکتی۔ اگر آپ نے عشق حقیقی کا حظ اٹھایا ہے۔ تو آپ میری بات کو خوب سمجھ جائیں گے۔ کیا آپ جس وقت اپنے معشوق کا تصور کرتے ہیں تو تمام ارد گرد کے حالات سے بیخبر نہیں ہو جاتے ہیں۔ دل کی اس قسم کی محویت اگر ایک زمینی چیز کے عشق میں ممکن ہو سکتی ہے۔ تو خدا تعالےٰ کے عشق کے متعلق آپ ذرا غور تو کریں کہ کیا کچھ محویت نہ ہوتی ہوگی۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے ہمیں لوگ لشٹ کی بنائی ہوئی ریاضتوں میں پڑنے کی کیا ضرورت رہجاتی ہے ایک مسلم اللہ تعالےٰ کی صفات پر غوض و تدبر کرتے ہوئے اپنی کمزوریوں اور ناتربیت یافتہ اخلاق کا مطالعہ کرتا ہے۔ اور ان ذرائع کے معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جن سے وہ زمینی اخلاق کو ترک کرکے ربانی اوصاف سے متصف ہو جائے۔ گو راستہ بہت دشوار ہے۔ اور اس پر چلنا اشد مشکل لیکن ایک حق کے متلاشی کیلئے اس پر سے گذرنا ناممکن نہیں۔ اس کا نصب العین تو بہت ہی اعلےٰ اور ارفع ہوتا ہے۔ اور اسکی نظر اس دلپذیر وعدہ پر ہوتی ہے۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت اسے پہنچایا گیا +

پھر اگر وہ ثابت قدم اور مستقل مزاج ہے۔ تو آخر الامر اس پر وہ وقت آتا ہے جب وہ اپنی مطلوبہ شے کو پا لیتا ہے پھر اس چشمہ صافی پر پہنچ کر وہ ایک نئی زندگی کا پانی پیتا ہے۔ ایک آگ اوپر سے اترتی ہے جو اسکے تمام سفلی خواہشات اور جذبات بہیمیہ اور تمام غیر اللہ کی محبت کو اگر کوئی اب بھی باقی رہ گئی ہوتی ہیں۔ فنا کرکے گویا موت اسکی پہلی زندگی پر وارد کر دیتی ہے۔ اور صرف خدائی شعلہ کی چنگاری جو ہر ایک انسان کے دل میں ہے روشن ہو جاتی ہے۔ اس کا دل ہر ایک قسم کی میل کچیل سے صاف ہو جاتا ہے۔ اور وہ اسی زندگی میں اس [illegible] آتشین کو پالیتا ہے۔ جس کی طرف یوحنا اصطباغی نے اشارہ کیا۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ایک لوہے کے ٹکڑے کو جب آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ تو وہ آگ ہی کی شکل و صورت اور اوصاف اپنے اندر لے لیتا ہے۔ اور اس وقت کیلئے اپنے آپ کو کھو کر آگ ہی ہو جاتا ہے۔ پھر کیا یہ سماوی مناظر اس قسم کے واقعات روحانی زیر تمہارا یقین پیدا نہیں کر دیتے۔ خدا تعالےٰ کی محبت کے آتشیں [illegible] میں ڈبکی لگاؤ۔ تو تم اللہ تعالےٰ

کی طرح چمک اُٹھو گے۔ یہ وہ حالت ہے جب تمہارے ہاتھ پر اندھے بینا ہونگے۔ گونگے بولنے لگینگے لنگڑے چلنے لگینگے اور مُردے تمہارے اشارہ سے جی اُٹھینگے۔ کیا اس قسم کے بہت سے واقعات کُتب مقدسہ میں لکھے ہُوئے نہیں۔ لیکن بدقسمتی سے آپ لوگ اس اعلےٰ اور رُوحانی انسان کو خدا یا خدا کے اوتار سمجھ لیتے اور اِس طرح اپنے آپ پر ترقی کا دروازہ بند کر لیتے ہیں انہیں اپنے جیسا انسان قرار دو۔ کیونکہ وہ انسان درحقیقت تھے اور ہیں۔ انکی یہ حالت اور تمام اعلےٰ صفات اور کارنامے انسانی ممکنات میں سے ہو جاتی ہیں۔ جن کو ہر ایک انسان حاصل کر سکتا ہے۔ ان میں سے ایک کو بطور مثال لو۔ اور اسکی زندگی کے ان روشن اور شاندار واقعات کا جن کی وجہ سے وہ ہمارے نزدیک خدا ثابت ہوتا ہے۔ اسکے اِن حالات سے مقابلہ کرو۔ جبکہ معمولی انسانی کمزوریاں اس سے سرزد ہوتی ہیں +

اِن واقعات کو بھی شمار کرلو۔ کہ کتنی مرتبہ اس نے انجیر کے درخت پر لعنت کی اور کتنی دفعہ وہ یہ بھی بھُول گیا۔ کہ وہ انجیروں کا موسم ہی نہیں تھا۔ اور اگر موخر الذکر واقعات اس سے زیادہ دفعہ اور زیادہ صفائی کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے تو سمجھ لو۔ کہ آگ نہیں بلکہ لوہے کا ایک ٹکڑا ہے۔ خدا نہیں مگر خدا کے رنگ میں رنگین ہے۔ جتنی دیر وہ آگ کے اندر رہتا ہے اس سے روشنی اور گرمی نکلتی ہے لیکن جونہی کہ وہ وقت گذر جاتا ہے پھر وہی پرانے کا پُرانا لوہا رہجاتا ہے ان اوقات کا انسانوں پر وارد ہونا ناممکنات میں سے نہیں بشرطیکہ محبت آلہی میں اپنے آپ کو بھُلا کر اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت میں لگنا ضروری ہے۔ اور پھر یہ حالت انسان پر وارد ہو جاتی ہے خاص خاص عقائد اور اعمال کے انسان اس کمال کو پا لیتے ہیں۔ اور اسلام میں ہر کوئی اسکو حاصل کر سکتا ہے۔ وہ یہ نہیں چاہتا۔ کہ انسان ایک راہبانہ زندگی اختیار کرکے دنیا اور اس کے تمام مشاغل سے قطع تعلق کرلے تو تو ہی ان انسانی کمالات کو پا سکتا ہے صرف "دست درکار و دل بایار" کی حالت انسان پر وارد ہونی ضروری ہے۔ اور اسلام اسی لئے کو پیدا کرنے کی تعلیم دیتا ہے +

# نبی کریم کا علم غیب

... ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک ایۃ وان کثیرا من الناس ... لغافلون - تو آج تیرے بدن کو ہم (پانی میں تہ نشین ہونے سے) بچائینگے - ... غرض ہے) کہ جو لوگ تیرے بعد آنیوالے ہیں تو اُن کے لئے عبرت ہو - اور البتہ بہت ... کی نشانیوں سے غافل ہیں +

... بالا ... ہم سورہ یونس کی ۹۲ آیت میں پاتے ہیں - اسمیں فرعون موسیٰ اور ... ذکر ہے جبکہ وہ بحیرہ قلزم میں موت کے مُنہ میں جا رہا تھا - ان الفاظ کے مطابق ... کو متنبہ کر دیا گیا تھا - کہ موت کے بعد اسکی لاش ساحل پر پھینک دی جائیگی - اور ... ایک زندہ شہادت رہیگی جو اسکو موسیٰ اور نبی اسرائیل کا تعاقب کرتے ہوئے ملی ... ہم بچائینگے - تاکہ جو لوگ تیرے بعد آنیوالے ہیں - تو ان کیلئے عبرت ہو - یہ الفاظ ... اور واضح ہیں کہ ان پر بحث کرنے کی چنداں ضرورت نہیں - انمیں تین امور ... گئے ہیں - اول یہ کہ فرعون مر گیا - دوم یہ کہ اسکی لاش سمندر میں گم نہیں ہوئی ... ساحل پر پھینک دیا گیا تھا - اور سوم یہ کہ وہ لاش محفوظ رہیگی - اور آئندہ نسلیں ...

... نہیں - اور ... اور تاریخی کتاب میں اس کا ... حوالہ دیا ... سامنے آ گئے ہیں - اور ...

... محفوظ رکھی گئی تھیں - ان میں سے رعمسیس ثانی کی لاش بالکل محفوظ ... قرار دیا گیا ہے +

... دریافت ہوا ہے - اور نبی کریم کو ہرگز اس کا علم نہ ہو سکتا تھا - کیا یہ ... دلیل نہیں کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی وحی کے ذریعہ علم غیب

اگر غیب کا علم اس کے رکھنے والے کے پیغام کے منجانب اللہ ہونے کی ایک مضبوط دلیل مانی گئی ہے۔ تو دیا دہ غیب کا علم جو مندرجہ بالا آیت میں نبی کریم کو دیا گیا۔ آپ کے پیغام کے منجانب اللہ ہونے کیلئے کافی اور شافی دلیل نہیں؟ تمام مذہبی عیسائی تاریخ یا کسی اور مذہب کی تاریخ میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جس کو اس قدر غیب کا علم دیا گیا ہو۔

انجیل میں جو پیشگوئیاں ہیں۔ ان میں سے اکثر عام واقعات عالم کے متعلق ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ آتے رہتے ہیں [illegible] کرتا ہے۔ علاوہ ازیں قیاس انجیل کی دیگر پیشگوئیاں خصوصاً بلکہ اُن تاویلوں کے لفظ خیال سے پڑھا جاوے۔ جو زبردستی ان پر چسپاں کی جاتی ہیں تو ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابہام سے مبرا نہیں۔ اور استعارے اور تمثیلی کلام سے پر ہیں۔ برخلاف اسکے مندرجہ بالا آیت بڑے صاف الفاظ میں ایک امر واقعہ کی خبر دیتی ہے۔ اور اسکے کوئی اور معنی ہو ہی نہیں سکتے۔ حتیٰ کہ مخالف لفظ چینیوں نے لاش فرعون کے پائے جانے سے پہلے اس آیت کی وجہ سے قرآن کی غیب دانی پر بہت حملے کئے۔ انکا غلط قیاس تھا کہ قرآن بھی ایک ایسے قصہ بات کا مجموعہ ہے جس کی تواریخ سے کوئی شہادت نہیں ملتی۔ اور اس اعتراض کی تائید اور واضح کرنے کے لئے یہی آیت پیش کی جاتی تھی۔ تاہم اب تو دنیا کو سمجھ آگئی کہ قرآن کے الفاظ بالکل صادق اور برحق ہیں۔

شمس الدین شمس نو مسلم

## شاہجہان مسجد ووکنگ کے نماز عیدین کے فوٹو

ان فوٹوؤں میں وحدت رنگ نظر آتا ہے۔ توحید تثلیث پر غالب آرہی ہے اور انگلینڈ جیسی سرزمین میں جہاں کہا جاتا تھا۔ کہ لوگ مذہب کی ضرورت سے قطعی آزاد ہیں۔ اسلام نے کتنوں کے دل میں جگہ کی ہے۔ یہ فوٹو اس بات کے شاہد ہیں کہ علاوہ نو مسلمین انگلستان کے دیگر عیسائی معززین و لیڈیاں کس اشتیاق و دلچسپی کے ساتھ اسلامی خطبوں میں حصہ لیتے ہیں۔ نماز عیدین کے فوٹو میں اخوت اسلام کا منظر ہے۔ مشرق اور مغرب کے مسلمان کس طرح دوش بدوش ملے جلے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب و جناب مولوی صدر الدین صاحب کی اقتدا میں اپنے واحد لاشریک خدا کے حضور ایک صف میں دست بستہ کھڑے رکوع کر رہے ہیں۔
فی درجن ۰ ارتی فوٹو ارٹ

المشتہر۔ خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام ٹرسٹ ڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور

**اردو لیکچر اسلام** جو جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے جو جلسہ منعقدہ الہ آباد میں دیا قیمت ۱ر

**لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم** اس کتاب میں مقدس جلسہ کی مفصل روئداد ہے۔ جو زیر سرپرستی سنٹرل اسلامک سوسائٹی مورخہ ۶ جنوری ۱۹۱۷ء کو سیسل ہوٹل میں مقدس تقریب ولادت آنحضرت میں منعقد ہوا۔ دیگر مشاہیر قوم و پریزیڈنشل تقریر کے علاوہ ایک فاضل انگریز مصنف مسٹر پکتھال کی ایک زبردست تقریر آنحضرت صلعم کے خلق عظیم کے متعلق نہایت ہی قابل مطالعہ ہے ہمارے ناظرین کرام ضرور اسکی متعدد کاپیاں خرید فرما کر غیر مسلم احباب میں تقسیم فرمائیں قیمت ۳ر

**کرشن اوتار** اس چھوٹی سی کتاب میں ہندوؤں کے آفتاب نبوت کی اس پیشگوئی پر جسمیں انہوں نے ادھرم اور بے دینی کے وقت اپنا دوبارہ آنا ظاہر کیا ہے۔ اور جسے مختصراً بالفاظ ذیل بیان کیا گیا چو بنیاد دین سست گردد بسے نمایم خود را بشکل کسے نہایت لطیف پیرایہ میں سری کرشن جی مہاراج کے حالات کو بیان کیا گیا ہے۔ وہ لوگ جو ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں اسے ضرور پڑھیں قیمت ۱ر

**مسلم مشنری کے ولایتی لیکچروں کا سلسلہ**

سلسلہ نمبر اول۔ جو کیمبرج کی دہریہ سوسائٹی کے روبرو زیر صدارت مسٹر سی ایچ اوگڈن صاحب ایم اے مگڈالن کالج، ۲ اپریل ۱۹۱۳ء کو دیا قیمت اصل انگریزی ۲۔ قیمت اردو ۱ر

سلسلہ نمبر ۲۔ یہ وہ تقریر ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے برمنگھم کی ہی کانفرنس میں کی ۳

## تصنیفات حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی۔ حال مترجم قرآن کریم

| | | |
|---|---|---|
| نکات القرآن حصہ اول پارہ اول کی تفسیر | .. | ۶ر |
| ” حصہ دوم | .. .. | ۶ر |
| ” حصہ سوم | .. .. .. | ۸ر |
| ” حصہ چہارم | ... - | ۶ر |

**جمع قرآن** قرآن کریم کے جمع کرنے کی تاریخ شرح و بسط سے لکھی ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ وعدہ خداوندی کے مطابق قرآن مجید کا ہر ایک لفظ محفوظ ہے۔ ۱ر

**حدوث مادہ**۔ جن لوگوں کو آریوں سے مباحثہ کرنا پڑتا ہے وہ اسکو ضرور مطالعہ کریں ٭ قیمت ۴ر

## تصنیفات شمس العلماء شبلی نعمانی صاحب مرحوم

**سیرۃ النعمان** یعنی امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی سوانحعمری — حصہ اول میں امام صاحب کا حسب و نسب ولادت سن رشد تعلیم و تربیت شیوخ حدیث درس و تدریس لقب و زندگی اور دربار کے تعلقات وفات اخلاق و عادات مناظرات و فتاوے وغیرہ تمام حالات نہایت تفصیل سے درج کیے ہیں دوسرے حصہ میں امام صاحب کے اقوال و مسائل و علم کلام اور فن حدیث کے متعلق تفصیلی بحث ہے ۱۲ر

**الفاروق** شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی نے برسوں کی محنت سے حضرت عمر فاروق کے حالات میں یہ ضخیم کتاب تیار کی ہے جس کیلئے انہوں نے ممالک عثمانیہ اور مصر کا سفر کیا قیمت فی جلد ۳ر

**المامون** اس کتاب کے دو حصے ہیں پہلے میں تمہید ترتیب خلافت ولادت تعلیم و تربیت ولیعہدی تخت نشینی خانہ جنگیاں فتوحات ملکی اور وفات کے حالات اور دوسرے حصے میں ان مراتب کی تفصیل ہے جن سے اس عہد کے حالات اور مامون رشید کے تمام اخلاق کا اندازہ ہو سکتا ہے قیمت ۱۲ر

**الغزالی** یعنی امام غزالی علیہ الرحمۃ کی سوانحعمری قیمت ۱۲ر

**کلام شبلی** شمس العلماء مولینا شبلی نعمانی مرحوم کی دلچسپ اور دلآویز نظمیں جو علامہ مغفور نے گاہ گاہ تصنیف فرمائیں اور ملک کے ہر فرقہ نے انکو پسند کیا ایک مجموعہ میں طبع کی گئی ہیں قیمت ۴ر

درخواستیں بنام خواجہ **عبد الغنی** مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو۔ عزیز منزل نولکھا لاہور آنی چاہئیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر و اولئک ہم المفلحون

رسالہ

# اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

## اسلامک ریویو اینڈ مُسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری مولوی صدرالدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمدنی بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے یکتہائی اخراجات کی ذمہ دار ہوسکتی ہے

جلد (۴) | بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر (۴)

فہرست مضامین



یونین سٹیم پریس لاہور میں لالہ دیو کرشن پرنٹر کے اہتمام سے چھپ کر مرزا یعقوب بیگ آنریری سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا شائع کیا

# ووکنگ مسلم مشن

ناظرین کرام ووکنگ مسلم مشن کے کارہائے نمایاں سے خوب واقف ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا فضل و احسان ہے کہ اسکو گذشتہ سالوں میں ہر قسم کی نصرت و کامیابی ہوئی۔ اس مشن کو قائم ہوئے اب چھٹا سال گذر رہا ہے۔ اس چھ سال کے عرصہ میں صرف اسلام کی تبلیغ کی راہ ہی صاف ہو گئی ہے۔ کہ جس کیلئے کام پر اگر تیس سال بھی لگ جاتے تو بہت نہ تھے۔ بلکہ ایک خاصی بڑی قابل و اہل قلم نو مسلمین کی جماعت پیدا ہو گئی ہے لیکن ہمیں افسوس سے لکھنا پڑتا ہے۔ کہ اسلامک ریویو انگریزی جس کے ذریعہ سے تبلیغ اس وقت ہو رہی ہے۔ اس کا حلقہ اشاعت دن بدن تنگ ہو رہا ہے۔ اُس طرف موجودہ حالات کے ماتحت یورپ میں ہر ایک چیز کی قلت و گرانی ہے۔ اخراجات طبع و کاغذ میں بھی قیمت کا کئی گنا زیادہ اضافہ ہو گیا ہے اسلئے اشاعت اسلام کے پاک مقصد سے جو ہمدردی رکھتے ہیں وہ اس وقت مشن کی امداد کیلئے کھڑے ہو جائیں ورنہ ان کی عدم توجہ سے مشن مذکور کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے +

بہی خواہان مسلم مشن ووکنگ مندرجہ ذیل طریقوں سے اس وقت مشن مذکورہ کی اعانت فرما سکتے ہیں:-

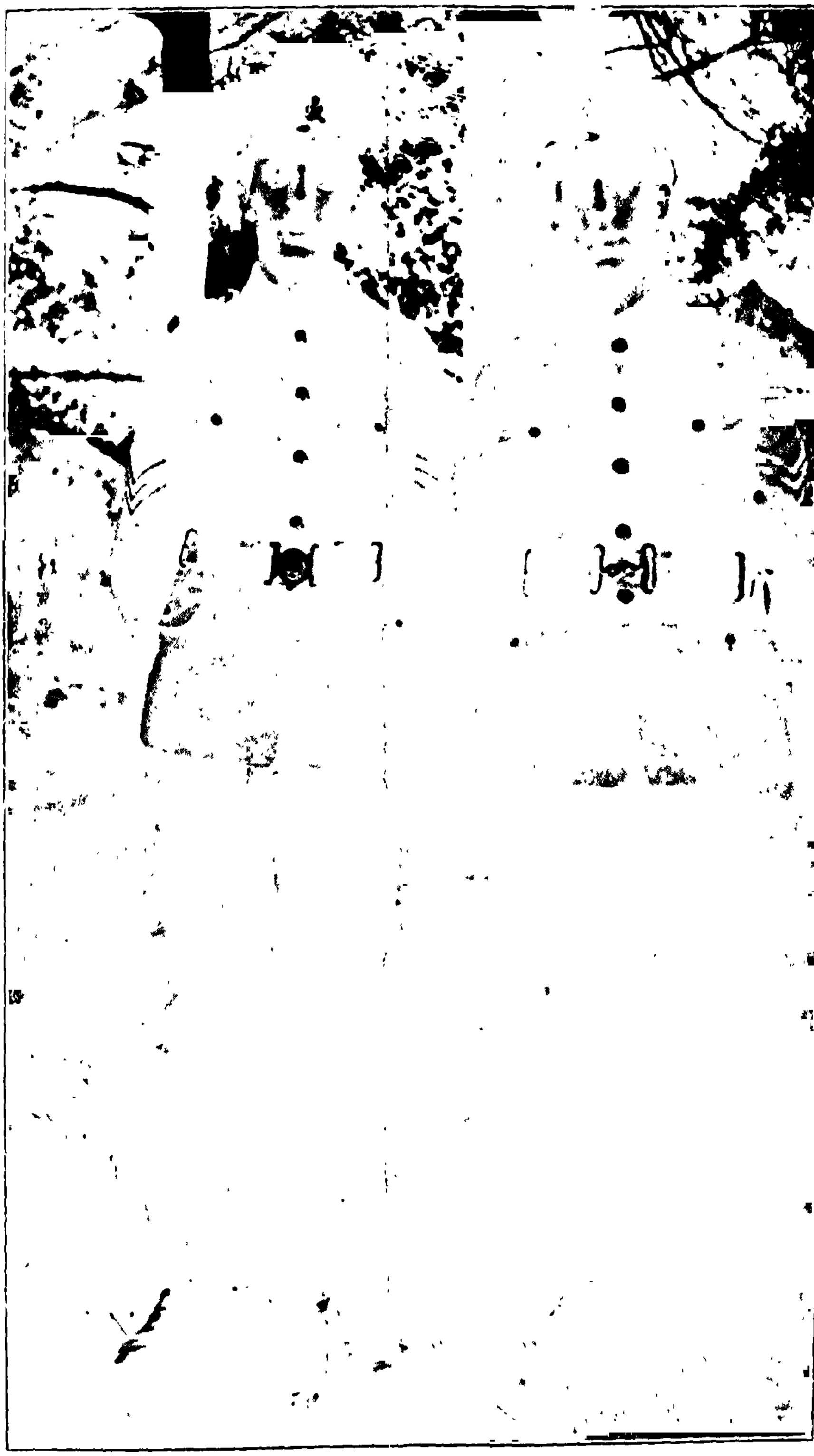
۱۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی انگریزی دان احباب میں اور اردو دان احباب میں اردو ترجمہ اشاعت اسلام کی توسیع اشاعت فرمائیں۔ کیونکہ انہیں رسالوں کا منافع بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات عظیم کا کفیل ہے اور کم از کم از راہ کرم تین جدید خریدار ہر ایک خریدار عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں +

۲۔ اپنے اپنے شہر کے معزز و ذی اثر مسلم احباب کی خدمت میں اس مشن کی مالی اعانت کیلئے تحریک فرمائیں +

۳۔ اپنے حلقہ اثر میں یورپ میں مفت رسالہ اسلامک ریویو کی تقسیم کرانے کیلئے تحریک فرمائیں۔ اور جو تبلیغ اسلام کا خیرائی صرف ہمیں مرحمت فرمائیں تو ہم ان کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت لغرض تبلیغ تقسیم کریں گے +

کسی قدر افسوس سے لکھنا پڑتا ہے۔ کہ سالانہ وی پی پر رسالہ اشاعت اسلام کے پانچصد کے قریب خریداران نے وی۔ پی لینے سے انکار کر دیا ہے۔ بعض وقت بالضرور ایسا ہوتا ہے۔ کہ ڈاکیہ کی غلطی سے رسالہ واپس ہو جاتا ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس طرح رسالہ کا انکار کس قدر عظیم اثر اشاعت اسلام کے کام پر ڈالتا ہے بہر حال اشاعت اسلام کے خریداران کا اس وقت فرض ہے کہ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے کم از کم ۳ جدید خریدار فراہم فرما کر عند اللہ ماجور ہوں +

**خاکسار خواجہ عبد الغنی منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل۔ نولکھا۔ لاہور**



BROTHERS IN FAITH AND ARMS

Sergt. Sheldrake (Khalid)　　　　Sergt. Richardson (Omar)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

# اشاعت اسلام

ترجمہ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۴) بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء نمبر (۴)

## شذرات

اِس ماہ کے رسالہ کے ساتھ دو سربرآوردہ مسلم بھائیوں کی تصویر شائع کی جاتی ہے۔ جو فوج میں سرجنٹ کے عہدہ پر ممتاز ہیں۔ تصویر میں دائیں طرف سرجنٹ رچرڈسن ہیں جن کا اسلامی نام عمر رکھا گیا ہے۔ اور بائیں طرف سرجنٹ شیلڈریک ہیں۔ جن کا اسلامی نام خالد ہے۔ جو کہ پُرانے نومسلمین میں سے ہیں۔ اور جن کے مضامین اکثر اوقات اسلامک ریویو میں بھی شائع ہوتے رہے ہیں۔ اور ناظرین کرام تک بھی اُن کا ترجمہ بذریعہ رسالہ ہذا پہنچتا رہا ہے۔ اور انہی شذرات میں کسی دوسری جگہ ان کے ایک عظیم الشان لیکچر کی رُوئداد دیگئی ہے جو ووکنگ میں اُنہوں نے لا اکراہ فی الدین کے مضمون پر دیا +

لذشتہ ماہ کے رسالہ میں ہم نے مختصر طور پر ان تبلیغی کوششوں سے مطلع کیا تھا۔ جو ووکنگ مسلم مشن کی طرف سے خاص ووکنگ اور دیگر مقامات پر ہوئی ہیں۔ اس کے بعد کی مساعی کا ہم ذیل میں تذکرہ کرتے ہیں۔ جو اُمید ہے کہ ناظرین کرام کے لئے باعثِ مسرت ہوگا +

لندن مسلم ہوس کے تمام جلسے بارونق ہوتے ہیں۔ اور سامعین کی کافی تعداد لیکچر سننے کیلئے کھنچی چلی آتی ہے۔ چنانچہ گذشتہ چند ہفتے تو نہایت ہی پُر رونق گذرے۔ جو لوگوں کے مذہبی اشتیاق کا ایک نمایاں ثبوت تھا۔ ان ہفتوں میں کچھ لیکچر اور سرمن تو مسلم لٹریری سوسائٹی کی سرپرستی میں منعقد ہوئے اور کچھ لندن مسلم ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام +

---

لندن مسلم ایسوسی ایشن کی سرپرستی میں ہمارے فاضل لیکچرار حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری نے لیکچر دیئے جو زیادہ تر مذہبی رنگ رکھتے تھے۔ اور اگر دوران مضمون میں کسی دنیوی پہلو پر بھی روشنی ڈالنی ضروری ہوتی تھی۔ تو اس کا بھی آپ ضمنی طور پر تذکرہ فرما دیتے تھے۔ ان پندرھویں دن کے لیکچراروں میں بھی سامعین کی تعداد روز افزوں ترقی پر ہے۔ جو اس عامہ بیداری کا بین ثبوت ہے جو فہیم اور سمجھدار طبقہ ذکور واناث میں پیدا ہو چکی ہے۔ جو اس بات کو سمجھنے لگ گئے ہیں کہ مذہب اور اس کا تعلق اس زندگی کے ساتھ بہ نسبت اور باتوں کے بہت گہرا اور پائیدار ہے۔ اس کے علاوہ ۲۰ جنوری ۱۹۱۸ء و ۳ فروری ۱۹۱۸ء کو حضرت خواجہ صاحب کے دو اور لیکچر ہوئے جن کے عنوان علی الترتیب "ہم عربی زبان میں کیوں نماز پڑھتے ہیں"۔ اور "اسلام میں عبادت کی روح" ہیں + ۵

---

پندرھویں دن کے مذہبی لیکچر لندن مسلم سوسائٹی کے زیر اہتمام مسلسل بغیر کسی رکاوٹ کے منعقد ہوتے ہیں۔ چونکہ ہمارے فاضل لیکچرار حضرت خواجہ کمال الدین صاحب لیکچر دینے کیلئے کسی دوسری جگہ مدعو کیئے گئے تھے۔ اسلئے مسٹر سید احسان البکری صاحب نے ۹ دسمبر ۱۹۱۷ء کو لندن مسلم ہوس میں "اسلام کی روحانی و علمی فتوحات" پر ایک بسیط شاندار لیکچر دیا۔ جو نہایت دلچسپ تھا۔ قرآن کریم کی آیات کی تفسیر کرنے کے بعد انہوں نے سامعین کی توجہ خصوصیت سے لفظ فتح کی طرف مبذول کی۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ لفظ فتح کے فقط اتنے ہی محدود معنے نہیں ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم نے صرف ان مشکلات پر جو آپ کے پاک مشن میں آپ کے زمانہ میں سدراہ تھیں غلبہ پالیا۔ بلکہ اس لفظ فتح میں اس عظیم الشان اخلاقی نصرت کی طرف اشارہ ہے جو حق کو باطل پر۔ نور کو ظلمت پر اور علم کو جہالت پر آپ کے ذریعہ سے عملی رنگ میں نصیب ہوئی۔ اور ان شاندار کامیابیوں کے اندر

آنحضرت صلعم کے مقدس مشن نے عروج پکڑا۔ جو آج بھی اسلام کیلئے جو انسانیت کا فطری مذہب ہے بطورِ بنیاد کے ہیں۔ اِس لیکچر نے حاضرین جلسہ پر اچھا اثر ڈالا۔ چونکہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب پیشتر ہی سے سپرچولسٹ سرکل کلفام کی طرف سے مدعو کئے گئے تھے۔ اسلئے وہ اِس موقعہ پر تشریف نہ لا سکے۔ اور یہ دوسری بار تھی۔ کہ سوسائٹی مذکورہ نے حضرت خواجہ صاحب کو مدعو کیا۔ اِس سوسائٹی میں آپ کا لیکچر نہایت کامیابی سے ہوا۔ جسمیں آپنے سپرچولزم اور اسلام کے باہمی تعلقات پر نہایت وضاحت سے روشنی ڈالی حاضرین میں بعض ایسے بھی اصحاب تھے جو اسلام کے حسن وجمال سے بالکل نا آشنا تھے۔ اور اِس ربانی مذہب کی اعلیٰ درجہ کی غیر عصبیت کا اِنکشاف اُن کے لئے بہت حد تک تسکین وتشفی کا باعث ہوا۔ یہ بھی خوشی کا مقام ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کے تمام وہ لیکچر جو اُنہوں نے مقام مذکورہ پر دیئے ہیں ایک کتاب کی صورت میں الگ جمع کئے گئے ہیں۔ جو "مذہب اور سائنس میں اتحاد" کے نام سے موسوم کی گئی ہے۔ اور جس کا ترجمہ انشاء اللہ تعالیٰ اشاعت اسلام کے آیندہ نمبروں میں وقتاً فوقتاً دیا جائیگا۔ اور اس کے علاوہ ایک دوسری کتاب بھی "سلسلۂ ارتقاء انسانی" کے نام سے علیحدہ شائع ہو گی۔ جس میں حضرت خواجہ صاحب کے لیکچر جو اِس موضوع پر آپنے دیئے تھے جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اس کا ترجمہ بھی ناظرین کرام تک وقتاً فوقتاً پہنچتا رہیگا۔

---

مسلم لٹریری سوسائٹی کا ۲۰ دسمبر ۱۹۱۶ء کو ششماہی اجلاس منعقد ہوا۔ جسمیں آیندہ کے لئے نئی کمیٹی اور عہدیدار منتخب کئے گئے۔ اگزکٹو کمیٹی کے بعض عہدیداران میں کوئی تھوڑے تھوڑے تغیر و تبدل ہوئے۔ پہلے ان کی تعداد دس تک پہنچی تھی۔ اب صرف سات ہی کافی سمجھی گئی۔ نہایت ہی خوشی کا مقام ہے کہ مسٹر یوسف علی صاحب اور مسز حنیفہ بیکسن علی الترتیب پریزیڈنٹ اور سکرٹری منتخب ہوئے۔ اور مرزا ہاشم اصفہانی و مسٹر پکتھال اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب وائس پریزیڈنٹ چنے گئے۔ سالگذشتہ کی رونق و نصرت کا کامیابی کا سہرا انہی احباب کے سر پر سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ انہی لوگوں کے توسّل سے سوسائٹی کے جلسے پُر رونق ہوئے۔ اور سوسائٹی ہذا انکی مرہونِ احسان ہے۔ اِس و خوشکن امید کے ساتھ آیندہ سال سوسائٹی کی طرف سے بہترین

کارناموں اور شاندار خدمات اِسلام کی توقع کرنا بیجا نہ ہوگا ◆

---

اِس کے علاوہ ووکنگ میں بھی ہفتہ وار لیکچروں کا سلسلہ بدستور قائم ہے۔ اور موسم کی خرابی کے باوجود سوائے ایک اتوار کے ہر ہفتہ لیکچر ہوتے رہے۔ جس ہفتہ تک کی خبریں ہم تک پہنچی ہیں اُس کی اتوار کو مسٹر خالد شیلڈرک (انگریز نومسلم) نے لا اکراہ فی الدین پر ایک بسیط اور شاندار لیکچر دیا جس میں اسلام کا دوسرے مذاہب سے مقابلہ کرتے ہوئے ان کے تاریخی واقعات سے ثابت کیا کہ اسلام ہی اِن سب کے بالمقابل ایسا مذہب ہے جس میں جبر کوئی نہیں۔ خود اِس موجودہ زمانہ میں مختلف مذاہب کے اِس اعلیٰ نظم ونسق کے باوجود جبر اب اُن کے ہاں قائم ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اپنی صاف اور مدلل تعلیم کے ہر ایک دل ودماغ کو نہایت زبردست اپیل کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ مسٹر موصوف اور ان کے دوسرے ساتھیوں کو اسلام کا اِس سے بھی زیادہ والد وشیدا بنائے۔ اور ہمت واستقامت عطا فرمائے ◆

فروری مارچ ۱۹۱۹ء کے لیکچروں کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

۱۷ فروری ۱۹۱۹ء۔ خداوند تعالےٰ کو نماز میں کس طرح خطاب کرنا چاہئے جس میں لفظ باپ پر خصوصیت سے توجہ دی جائیگی۔

یکم مارچ ۱۹۱۹ء۔ گناہ کیا ہے ◆

# بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام

## ریورنڈ البرٹ دو کاکس کا اظہار اسلام

## اشاعتِ اسلام میں فرقہ بندی ایک سنگِ راہ ہے

ابتداے جنوری میں رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب کی وساطت سے مذکورہ بالا پادری صاحب کا ایک خط ملا جسمیں انہوں نے سید صاحب سے اسلام کی بابت کچھ معلومات بڑھانے کی استدعا کی تھی۔ سید صاحب نے وہ چٹھی بجنسہٖ دوکنگ بھیج دی۔ جس پر ریورنڈ مذکور سے براہ راست خط و کتابت کی گئی۔ اس سے ریورنڈ مذکور سے متعدد ملاقاتیں لندن مسلم ہوس میں ہوئیں۔ اور وہ جمعہ کے خطبہ میں شامل ہونے کے لئے بھی مدعو کیئے گئے۔ ریورنڈ مذکور امریکہ سے آئے ہیں۔ اور باضابطہ وہاں کے گرجا کے پادری رہچکے ہیں۔ علاوہ ازیں اُن کی گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اچھے تعلیمیافتہ ہیں۔ یہاں یہ ذکر کرنا باعثِ طوالت ہوگا۔ کہ کن مسائل پر گفتگو ہوئی۔ یہ ایک لمبی داستان ہے۔ لیکن جو امر بطور ایک آخری مرحلہ تھا وہ وہی رونا ہے جو کئی دفعہ میں پہلے رو چکا ہوں۔ ریورنڈ مذکور نے کہا۔ کہ جو بات سب سے اوّل اُنہیں عیسائیت سے برگشتہ کر کے کسی نئی صداقت کی تلاش کی محرّک ہوئی ہے۔ وہ عدم اخوت اور فرقہ بندی تھی۔ جو عیسائیت میں چاروں طرف نظر آرہی ہے۔ اس مذہب میں ۵۰۰ کے قریب فرقہ ہیں۔ اور ایک فرقہ دوسرے فرقے کو عیسائی نہیں سمجھتا۔ اگر اسلام بھی اسی طرح فرقوں میں منقسم ہے۔ اور ایک فرقہ دوسرے فرقے کو مسلمان نہیں جانتا۔ تو پھر اس کے اصول خواہ کیسے ہی خوبصورت کیوں نہوں عملاً اسمیں اس رُوح کا فقدان ہے جو مذہب کی غرض اوّل ہونی چاہیئے۔ چنانچہ اُنہوں نے شیعہ اور سُنیوں کے دو بڑے فرقوں کی طرف اشارہ کیا۔ اور مجھ سے میری امانت و دیانت کا واسطہ دیکر دریافت کیا کہ آیا ان دو فرقوں کے نیچے اور بھی فرقے ہیں یا نہیں۔ اس سوال کے جواب میں جو مجھے درد ہوا وہ ظاہر ہے۔ اس سے انکار کرنا تو گویا ایمان فروشی تھی۔ کہ وہ اختلاف اجتہاد جو باعثِ

رحمت تھا۔ اور اس آزادی رائے کا پرورش کنندہ تھا جو انسانیت کی روح ہے۔ وہ ہماری تنگدلی اور حقیقت اسلام سے ناآشنائی کے باعث مختلف فرقوں کو وجود میں لے آیا۔ جن کے اصلی اختلاف کو سامنے رکھ کر ان کو فرقہ ہائے اسلام کہنا صریح غلطی ہے۔ بہرحال میں نے شیعہ سنی کا اختلاف جو خلافت کے متعلق تھا وہ بیان کیا۔ اور اس سے پوچھا کہ آیا یہ اختلاف کسی فرقہ بندی کا موجب ہو سکتا ہے خصوصاً جب ان اختلافوں کو سامنے رکھا جائے جو عیسائیت میں ہیں۔ میں نے جو اس چٹھی کے شروع میں سید امیر علی صاحب کا ذکر کیا ہے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ ریورنڈ مذکور کا ان کے ذریعہ سے میرے پاس آنا بھی ان کی تشفی کا موجب ہو گیا۔ جب ان کو یہ معلوم ہوا۔ کہ سید صاحب شیعہ بھی ہیں اور معتزلہ بھی۔ اور اگر شیعہ سنی میں ایسا فرق ہوتا جو کفر و اسلام میں فرق ہے تو ایک فاضل اور مجتہد شیعہ بزرگ ایک طالب علم کو ایک سنی کے پاس نہ بھیجتے۔ یہ ایک عملی ثبوت تھا۔ علاوہ ازیں جمعہ میں میری اقتدا میں دیکھو کہ وہاں نہ صرف سنی ہی فریضۂ جمعہ ادا کرتے ہیں۔ بلکہ شافعی۔ مالکی، اور شیعہ صاحبان بھی۔ بحمد اللہ ریورنڈ مذکور نے اسلام کا اظہار کیا۔ اب میں مسلمان بھائیوں سے عرض کرتا ہوں۔ کہ آیا واقعی اسلام کے مختلف فرقوں میں کوئی اصولی اختلاف ہے۔ اگر ہے تو خدارا اس آیت پر غور کرو وما انزلنا علیک الکتب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ وھدیً ورحمۃً لقوم یومنون۔ قرآن تو ان اصولی اختلافوں کو مٹانے آیا ہے۔ جو بعثت نبوی پر مختلف مذاہب میں یا مختلف مذاہب کے فرقوں میں موجود تھے۔ کیونکہ مذہب ہر طرح سے اپنی اصلی حالت میں خدا کی طرف سے تھا۔ اب اگر وہ مذہب جو قرآن سے پیدا ہوتا ہے مختلف فرقوں کا متحمل ہو سکتا ہے۔ اور ان فرقوں میں اصولی اختلاف ہے تو پھر کسی اور قرآن کی ضرورت ہے۔ خدارا اس مبارک آیت پر غور کرو۔ ہم نے جو کچھ اختلافوں سے آج تک بھگتا وہ کافی ہے۔ اگر واقعی اختلاف بھی ہوتے تو بات بھی تھی لیکن جب اصولی اختلاف کوئی ہے نہیں۔ تو پھر کیا مطلب۔ بحمد اللہ وزیر ہند کے ورود ہند کا ایک خوش کن نتیجہ جس نے مجھے... جمیل پر مسرت سے بھر دیا۔ وہ علماء کا وہ وفد تھا جس میں شیعہ سنی اہلحدیث جمع ہو کر وزیر ہند کے سامنے پیش ہوئے۔ کیا یہ وفد کوئی پولیٹیکل چال سمجھے اور اگر نہیں جیسے کہ میرا ایمان ہے کیونکہ میں ان بزرگوں کو جو اراکین وفد تھے منافق نہیں سمجھتا

پھر لیوں یہ امر اور معاملات میں خضر راہ نہیں بنتا +

ایک اور جلیل القدر پادری جو اس ملک کے رہنے والے ہیں ۔ اور جن کی ہم سے خط و کتابت ہے ۔ اور وہ بالکل اسلام کے قریب آئے ہوتے ہیں ۔ ان کا ایک خط اس دسمبر کو مجھے ملا ۔ ان کے خط میں سے ذیل کے فقرے اقتباس کرتا ہوں ۔ اور مسلمانوں کے نام بہاد فرقوں کے علماء کی رستے میں عرض کرتا ہوں ۔ کہ اس پر غور کریں ۔ یاد رکھو عیسائیت یہاں پاش پاش ہو چکی ہے ۔ ار اسکی اس تخریب کی ایک بھاری وجہ فرقہ بندی ہے جو اصولاً اسمیں موجود ہے ۔ اور جو اسلام میں نہیں لیکن اگر ہماری کم فہمی نے فرقہ بندی پر اصرار کیا ۔ تو پھر ذی ہوش اہل مغرب اس لعنت کو جس کا نام فرقہ بندی ہے ایکدفعہ چھوڑ کر دوسری دفعہ اسلام کے ماتحت قبول نہیں کر سکتے ۔ وہ لکھتا ہے کہ میری توجہ اسلام کی طرف الجزائر مصر اور فلسطین جاکر پیدا ہوئی ۔ اور جو امر میرے لئے وجہ کشش تھا وہ یہ ہے کہ میں نے اسلام کو ایک عالمگیر اور متفق مذہب سمجھا ہے جس میں وہ فرقے نہیں جو عیسائیت میں ہیں ۔ لیکن اب میں دیکھتا ہوں کہ ایسا امر نہیں ۔ ایرانی مسلم اس طرح سنیوں سے اختلاف رکھتے ہیں جیسے کیتھولک پراٹسٹنٹ اور میں سنتا ہوں اور بھی فرقے ہیں وغیرہ وغیرہ +

میں نے آج ہی اس کا مفصل جواب لکھ کر دیا ہے ۔ ساتھ ہی میں نے اپنے رسالہ کا دسمبر ۱۹۱۷ء پرچہ بھیج دیا ہے جس میں اس مضمون پر کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے ۔ ساتھ ہی یہ ارادہ کیا ہے کہ اپنے نومسلم بھائی مسٹر پکتھال سے جو ایک فاضل مستشرق اور ایک مشہور ناول نویس ہیں اس مضمون پر کچھ لکھواؤں جو شاید ان لوگوں کے زیادہ اطمینان کا موجب ہو +

خواجہ کمال الدین از ووکنگ

# قوموں کی حیات اور وفات

زندگی اور موت کے قانون کائنات کے ہر ایک حصّہ میں کام کر رہے ہیں۔ نہ نام و نشان کے مٹ جانے کا نام موت ہے۔ اور نہ نیستی سے ہستی میں آنے کا نام زندگی ہے۔ بلکہ ان کا مفہوم ترقی اور تنزّل ہے۔ دیگر اشیا کی طرح قوموں کے عروج اور زوال کے بھی سبب ہوتے ہیں۔ اور تواریخ کے پڑھنے والے ان سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ لیکن خُدا کی آخری کتاب یعنی القرآن نے بھی اس مضمون پر خوب روشنی ڈالی ہے صرف ایک ایسا جامع لفظ استعمال کر دیا ہے۔ کہ اہلِ تدبّر اس میں سے ہزارہا نقطے نکال سکتے ہیں +

قرآن کریم نے سورۃ الملک کی پہلی آیات میں اس ضروری مضمون پر بحث کی ہے۔ فرمایا

" تبارك الذی بیدہ الملك وھو علی کل شیءٍ قدیر۔ الذی خلق الموت والحیٰوۃ لیبلوا کم ایکم احسن عملاً " (ترجمہ۔ بابرکت ہے وہ جس کے ہاتھ میں دُنیا جہان کی سلطنت ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم لوگوں کو آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے) اور پھر سورہ یُونس کی چودھویں آیت میں مسلمانوں کو یُوں خطاب فرمایا :-

" ثم جعلنٰکم خلٰئف فی الارض من بعدھم لننظر کیف تعملون " (ترجمہ۔ اور ہم نے تم کو جانشین بنایا۔ تاکہ ملاحظہ فرمائیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو) اور جب حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو ارض موعود کی طرف لیجا رہے تھے تو اُن کو فرمایا۔ " عسیٰ ربکم ان یھلك عدوکم ویستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون " (شاید کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے۔ اور تم کو ملک میں جانشین بنائے پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو) +

پس معلوم ہُوا کہ یہودیوں کو ارضِ مُقدّس کی بادشاہت اس وقت مِل سکتی تھی جبکہ ان کے اعمال صالح ہوں۔ وہ قومیں جو گناہ اور بد اخلاقیوں میں مُبتلا ہو جاتی ہیں خُدا ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔ اور ان کی جگہ دوسری قومیں پیدا کر دیتا ہے۔ تاکہ وہ اپنی نیکیوں سے خلقِ خدا

پر فتح پہنچائیں۔ اور وہ اس وقت تک زندہ رہ سکتی ہیں جب تک ان کے وجود سے نسل انسانی کو نقصان کی نسبت فائدہ زیادہ ہوتا ہے لیکن جبھی کہ وہ راہ حق سے منہ موڑ کر اپنی زندگی اور کوشش کو عیش پرستی میں مصروف کر دیتے ہیں اس وقت سے ان کی طاقت اور حکومت میں زوال آنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور وہ خود دوسروں کے محکوم بن جاتے ہیں۔ حق اور صداقت کی دولتمندی جنگی طاقت یا زبردستی سے نہیں ہوا کرتی۔ اسکی طاقت اور ثروت کا سارا راز اسکے اعلےٰ اخلاق اور خدمت مخلوق ہے۔ رعیت کے معاملات اور حقوق کی حفاظت کرنا ہی ایک ایک فاتح قوم کا فرض منصبی ہے۔ ایک نابالغ کا ولی اس واسطے مقرر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ خود اپنے معاملات اور اپنی بہتری کو ٹھیک نہیں سمجھتا۔ اور اس واسطے نہیں کہ وہ ولی اور محافظ اس کے روپے سے خود گلچھرے اڑائیں اور اسکی جائداد کو تباہ کر دیں۔ اور ولایت اس وقت ختم ہو جانی چاہئے جبکہ نابالغ کے حقوق کی حفاظت اور بہتری کی طرف توجہ نہ کی جاتی ہو۔ لیکن بدقسمتی سے اہل طاقت و حکومت اپنے فرائض کو فراموش کر دیتے ہیں۔ کامیابی اور دولتمندی کی نعمت کے آتے ہی عیش اور آرام طلبی کی لعنت بھی آموجود ہوتی ہے۔ اور اخلاق گرنے شروع ہو جاتے ہیں۔ چالاکی اور عیاری قابلیت اور دیانتداری پر غلبہ پانے لگتی ہے۔ اور حکومت کی مضبوطی اور طوالت کیلئے رعیت کو بداخلاق اور کمزور کرنا بڑی اعلےٰ تدبیر سمجھی جاتی ہے۔ وہ اس راز ترقی کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ کہ حکومت دراصل ایک امتحان ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مشیت ایزدی میں ایک قوم کو دوسری قوموں پر حاکم بنانے کا مقصد یہی ہے کہ معلوم ہو جائے کہ لوگوں میں سب سے اعلےٰ عمل کرنے والے کون لوگ ہیں؟

قرآن نے واقعی بقائے بہترین کا اصول باندھا ہے لیکن ان معنوں میں نہیں جن میں عام طور پر اسکو بولا جاتا ہے بلکہ قرآن کی اصطلاح میں سب سے بہتر وہ لوگ یا قومیں ہیں جن کے اعمال سب سے بہتر اور جو سب سے زیادہ خلق خدا کے محسن ہوں +

سید عرفان علی

---

خریداران رسالہ ہذا کی خدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھا کریں + مینیجر

# خیالاتِ موت اور موسم سرما

تفکّر اور غور کا حکم نہ صرف ایک دفعہ بلکہ بار بار قرآن کریم میں دوہرایا گیا ہے۔ اور کیا یہ بات بالکل سچ نہیں کہ انسان جو نسیان کا پُتلا ہے اس کو ضرورت تھی کہ دُنیاوی مشاغل سے بیدار کرنے کیلئے بار بار اسکو بُلایا جائے۔ اگر ایک انسان اپنی رُوح کو دُنیاوی امُور کے پھندوں سے نجات دلانا اور عالم بالا میں پرواز کرانا چاہتا ہے۔ تو اُسکے لئے از حد ضروری ہے کہ وہ اپنے انجام اور زندگی اُخروی پر غور و تفکّر کرے۔ لیکن افسوس کہ ہم قدرتی طور پر موت کے خیالات کو اپنے پاس تک پھٹکنے نہیں دیتے اور بخوشی تمام اپنے آپ کو ان مشاغل اور دُنیوی حظوں کے سپُرد کر دیتے ہیں جو کم از کم ایک وقت کیلئے اِسبات کی طرف ہماری توجّہ مبذول نہیں ہونے دیتے جو گوشت و پوست کو ناپسند اور بُری لگتی ہے لیکن ایک مسلم کا نقطۂ خیال یہ نہیں یا ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ وہ موت کو ملنے کیلئے صرف فرمان کا منتظر ہے اور وہ ہرگز موت سے خائف نہیں ہوتا۔ موت سے اس قدر نڈر رہونا کچھ تو اِکتساب کی وجہ سے ہے۔ اور کچھ بوجہ مذہبی یقین کے۔ جب وہ اس دُنیوی زندگی کی بے ثباتی اور موت کے قُرب پر غور کرتا ہے۔ تو اپنے فوائد کی چیزیں یعنی اعمال حسنہ حتّے الوسع جمع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک سمجھدار اور سوچنے والے دل کے لئے موسم سرما کو موت سے بہت مشابہت ہے۔ قدرت کی تمام رنگ و بُو اور دِلفریبیاں جن سے موسم بہار میں وہ مُزیّن تھی، وہ سال کے اس حصّہ میں چھین لیگئیں ہیں۔ کھیت اور باغات بالکل بے رونق پڑے ہیں۔ درختوں کے پتّے جھڑ جانے کی وجہ سے اُن کی ساری خوبصُورتی اور عظمت جاتی رہی ہے۔ اور اُن کی ٹُنڈ مُنڈ ٹہنیاں مشرقی ہَواؤں کے سرد جھونکوں کے آگے ایک عجیب بیکسی سے سرنگُون ہیں۔ پہاڑیوں کی گھاس سُوکھ کر زرد ہو چکی ہے۔ جنگلی خُوشبو دار پھُولوں کا دَور دَورہ ختم ہو گیا ہے۔ اور یہ دلچسپ نظارہ ہماری اس حالت کے عین مشابہ ہے جو کہ بہار جوانی کے ڈھلنے اور عالم پیری کے آجانے کے بعد ہم پر وارد ہوتی ہے +

بہار اور موسم گرما یعنی عالم شباب کی تمام دلفریبیاں نہاں ہو جاتی ہیں ضعیفی اور کمزوری اور تفکّرات کے باعث جوانی کی خوشیاں اب لذّت نہیں دیتیں +

اور اس مشابہت کو قدرا زیادہ طویل کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ موسم سرما میں عین اس وقت جبکہ ہم اپنے کاروبار میں ہمہ تن مصروف ہوں۔ رات کی سیاہی بڑی آہستگی سے پھیلجاتی ہے اور ہم کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ اسی طرح موت کی سیاہی زندگی کی دھوپ پر بلاخبر غلبہ پالیتی ہے اور ممکن ہے کہ ہم مستقبل کی تدابیر ترقی اور بڑے بڑے عظیم الشان کام شروع کرنیکی تیاری کر رہے ہوں۔ اور یکایک حجاب موت وارد ہو جائے ؎

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں سامان سو برس کے ہیں کل کی خبر نہیں

اِس واسطے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان خیالات کا اختتام ایک دعا پر کیا جائے +

اے ہمارے رب ہمیں توفیق عطا فرما کہ جب ہماری موت آئے تو ہم تیری درگاہ میں قبول ہونے کے قابل ہوں اور فلاح ابدی حاصل کریں۔ آمین

سید اقبال علی شاہ از ایڈنبرگ

## معاذ کو نصیحت

جب نبی کریم صلعم نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو آپ مجھے رخصت کرنے باہر تشریف لائے در انحالیکہ میں اونٹ پر سوار تھا۔ اور آپ میرے اونٹ کے پہلو کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے آپ نے مجھے چند نصیحتیں فرمائیں اور ان کو ختم کرنے کے بعد فرمایا:۔

"اے معاذ تحقیق تم مجھے اِس سال کے بعد نہ پاؤ گے۔ اور میں آپ کی مفارقت کے خیال سے رونے لگ گیا۔ پھر آپ بھی منہ ایک طرف کر کے رو دیئے۔ اور مدینہ کی طرف منہ کر کے فرمایا۔ "جو متقی ہیں وہ مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہیں خواہ وہ کوئی ہو اور کہیں ہو"+

(۲) نبی کریم صلعم ایک چٹائی پر سوئے۔ اور جب آپ اُٹھے تو اسکے نشان آپکے جسم مبارک پر پڑ گئے تھے۔ میں نے کہا "یا رسول اللہ اگر مجھے حکم دیا ہوتا تو میں اپنا کپڑا بچھا دیتا" آپ نے فرمایا۔ مجھے دنیا (کے آراموں) سے کیا کام۔ میرا تعلق اس دنیا سے اسی قدر ہے جتنا ایک سوار کا جو ایک درخت کے سایہ تلے ٹھیرتا ہے پھر چل دیتا ہے"۔

## نیات

(۱) اعمال نیت سے جانچے جاویں گے۔

(۲) کوئی آدمی حقیقی طور پر صادق نہیں کہلا سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنے قول فعل اور خیال میں سچا نہ ہو۔

(۳) صادق وہ ہے جو اپنے بھائی کی حفاظت اسکی غیر حاضری اور حاضری دونوں وقتوں میں کرے۔

(۴) میرے ربّ نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے (۱) خدا کی عظمت ظاہری اور باطنی دونوں طریقوں سے کرنا (۲) کشائش اور تنگی دونوں وقتوں میں سچ اور ادب سے کلام کرنا (۳) دولتمندی اور مفلسی دونوں حالتوں میں میانہ روی اختیار کرنا (۴) اپنے رشتہ داروں اور نزدیکیوں کو نفع پہنچانا خواہ وہ مجھے نفع پہنچائیں یا نہ (۵) خیرات اسکو دینا جو میری عظمت اور بزرگی کا انکار کرے (۶) جو مجھے تکلیف دے اس کو معاف کرنا (۷) میرا چپ رہنا خدا کا عرفان حاصل کرنا ہے (۸) کہ جب میں کلام کروں تو خدا کی (بزرگی) بیان کروں (۹) کہ جب میں خلقِ خدا پر نگاہ ڈالوں تو ان کیلئے نمونہ بنوں اور خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حلال اور جائز امور کی تلقین کروں۔

# پہاڑی والا وعظ

## ایک عملی حقیقت

بدقسمتی سے پہاڑی والے وعظ کو دنیا کے ہر ایک طبقے نے ایک بلند مگر خیالی تعلیم تسلیم کر لیا ہے لیکن در اصل یہ ایک قابلِ عمل حقیقت ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ معترضین کو قائل کرنے کے لئے اسباب پر بہت زور دیا گیا ہے کہ جناب مسیح نے جو احکام زیتون کی پہاڑی سے فرمائے وہ تو صرف ایک اعلے درجہ کا تصور ہے جس کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ اور ان کو ہماری عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں خود کلیسیا کے منبروں سے یہ صدائیں آنے لگ گئی ہیں کہ وہ قابلِ عمل نہیں ہمارے زمانے کے جدید واقعات نے دنیا کی آنکھیں کھول دی ہیں کہ تمام مذہبی اور اخلاقی اصولوں کی قدر وہ بذات خود معلوم کر لیں +

زبانی بحثوں اور ناقابلِ عمل اصولوں پر ایمان لانا ایام امن میں بہ نسبت ایام جنگ و مصائب کے زیادہ آسان ہے۔ دنیا کی تاریخ میں ایسے نازک اوقات اکثر دفعہ خیالات کی اصلیت کو ظاہر کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں +

جب ایک ایسے دشمن سے مقابلہ آپڑے جو ظلم و تندی میں حد سے بڑھ جائے اور حفاظت خود اختیاری کیلئے انتقام اور قصاص کی ضرورت محسوس ہو تو ایسے اوقات میں انسان کو ان باتوں اور تدبیروں پر تعجب نہیں آتا۔ جن کا ایام صلح و امن میں عیسائی ممالک میں دہرایا جانا بالکل عجیب سمجھا جاتا تھا۔ لارڈ راتھر میر صاحب وزیر محکمۂ پرواز نے گریس ان شیچرس ڈنر پر ۱۴ دسمبر ۱۹۱۷ء میں ہوائی جنگ کی تدابیر کی تعریف کرتے ہوئے اپنی سپیچ کے دوران میں کہا

"میرے سلاحکاروں نے مجھ سے التجا کی ہے کہ میں اپنی تدابیر پرواز کو ٹھیک ٹھیک بیان کروں بہت باتیں بتانے سے تو دشمن اور بھی دلیر ہو جاتا ہے۔ اور اپنے ہموطن آزردہ خاطر ہوتے ہیں اس معاملہ میں سب سے پہلا اور اہم سوال انتقام لینے کا ہے۔ محکمۂ پرواز کے سب پیرو کار بدلہ لینے کیلئے دل و جان سے تیار رہیں (چیرز) یہ ہمارا فرضِ اولین ہے کہ ہم ضعیف عورتوں اور معصوم بچوں کا بدلہ لیں۔ جبکہ دشمن نے یہ ظالمانہ رویّہ اختیار کیا ہے تو ہمارے لئے بھی یہی قانون ہونا

جائے کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت اور ہم سے جہاں تک ہو سکے گا ہم ظالم خواہ اور کامل انتقام لینے کی کوشش کرینگے (چیمبرز)

اِس میں تو کلام ہی نہیں کہ جو کچھ وزیر صاحب محکمۂ پرواز نے فرمایا اسکو ایک قومی آواز سمجھنا چاہئے۔ خود کلیسیا نے اسکی تائید کی ہے۔ اور حق بھی یہی ہے۔ کہ اسکی صداقت سے کوئی اِنکار نہیں کر سکتا لیکن معترضین کی تسلی کس طرح ہو۔ کیونکہ اگر لارڈ راتھ میئر مع لندن اور چیمسفورڈ کے لبشپ صاحبان و دیگر حامیان کلیسیا سے مسیحی کہ مذہب مسیح کے سچے اشاعت کنندگان اور واعظ سمجھا جائے۔ تو انجیل کی مندرجہ ذیل آیت بالکل بمعنی ہو جاتی ہے۔ اور نیز جو کچھ ایمان یہ اصحاب اس جنگ سے پہلے رکھتے تھے اسکو ان کے آجکل کے مذہب سے کوئی مطابقت نہیں۔ جناب مسیح فرماتے ہیں "تم نے سُنا ہے کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت کہا جاتا ہے لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ بدی کا مقابلہ نہ کرو۔ اور اگر جناب مسیح کا یہ قانون ایک سچا اصول ہے کہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے تو اسکو بائیں بھی پیش کر دے" تو کیا لارڈ راتھ میئر اپنے آقا و نبی کی ہتک اور مخالفت نہیں کر رہے۔ جب کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ "ہم نے اب اسبات کا مُصمم ارادہ کر لیا ہے کہ جو جو مظالم اور دست درازیاں ہمارے مُلک کے نہ لڑنیوالے باشندوں پر روا سمجھی جائینگی اُن کا جواب ترکی بہ ترکی دیا جائیگا۔ اور اُن کی سول آبادی سے بھی اسی طرح سلوک کیا جائیگا"

یہ سب مشکلات صرف اِس وجہ سے پیش آئی ہیں۔ کہ جناب مسیح کو تمام دُنیا کیلئے مُصلح مانا جاتا ہے۔ اور ان کے کلام و احکام کو ہر زمانے اور ہر خطۂ زمین کے موزون حال سمجھا جاتا ہے۔ اگر مسیح کی پوزیشن ایک عالمگیر مصلح کی سمجھی جائے تو مجبوراً ہم کو کہنا پڑتا ہے کہ وہ ایک تصور .. میں مانوس کُن خواب بین تھے۔ لیکن اگر ان کو ان کے حقیقی مقام پر بٹھایا جائے یعنی انکو بحیثیت ایک وقتی اصلاح کنندہ اور ایک گری ہوئی قوم کو راہ راست پر لانے والا مانا جائے۔ تو جناب مسیح کا ہر ایک لفظ اکسیر اعظم بن سکتا ہے۔ اور وہ تعلیم جس کو ان کے دوست و دشمن دونوں ناقابل عمل خیال کرتے ہیں۔ وہی منبع فیوض کثیر ہو سکتی ہے۔ انتقام اور عفو ہر ایک اپنے موقعہ پر کام دیتا ہے۔ اور اخلاقی صحت و اصلاح انسانی کیلئے اِن دونوں کا وجود لابد ہے۔ اور جب جناب مسیح

نے بدی کا مقابلہ نہ کرنے کی تعلیم دی۔ تو اُن کی مد نظر اور مخاطب ایک ایسی قوم تھی جن میں رحم دکھانے یا انتقام لینے کی طاقت ہی نہ تھی۔ انتقام اور سزا واقعی جرائم کو روک دیتے ہیں۔ اور معافی اور عفو سے بھی بعض اوقات بدی کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ لیکن ان دونوں صفات یعنی عفو اور انتقام پر صرف وہی لوگ عمل پیرا ہو سکتے ہیں جو صاحب طاقت اور اقتدار ہوں۔ کمزور اقوام اور ضعیف الجثہ انسان جو خود دوسروں کے محکوم اور دست نگر ہوں وہ تو ان دونوں میں سے کسی پر بھی عمل نہیں کر سکتے۔ وہ نہ تو کسی پر رحم کر سکتے ہیں کیونکہ جب ان کے ماتحت ہی کوئی نہیں تو وہ رحم کس پر کرینگے۔ اور نہ ہی وہ انتقام لے سکتے ہیں کیونکہ ان میں اپنی طاقت و جرات کہاں کہ اپنے افسروں سے انتقام کا خیال بھی دل میں لا سکیں۔ اور فرض محال ایسا کوئی خیال ان کے دل میں گذرے بھی تو اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ ان پر ظلم اور ستم اور زیادہ کر دیئے جائیں گے۔ اور ایسی اقوام کے لئے تو بہترین اصول یہی ہے کہ ظلم اور بدی کے آگے سر نہ مارے۔ اگر وہ ایک گال پر تھپڑ کھا کر دوسری پیش کر دینگے۔ تو اغلب ہے کہ ان کے فرمانرواؤں اور آقاؤں کے دل میں کوئی رحم آ جائے۔ اور اگر ایک ذلیل اور مغلوب انسان نیت دجل کرے تو اس سے حاکم کے دل میں غصہ کی آگ اور بھی بھڑک اٹھتی ہے لیکن اگر بھیگی بلی کیطرح سر تسلیم خم کر دے تو افسر کا دل موم ہو جاتا ہے۔ اور اغلب ہے کہ وہ اپنے ظلم کو ترک کر کے اس پر ترس کھائے۔ ذرا ایک ایسی قوم کی حالت کا نقشہ اپنے ذہن میں جماؤ۔ جس کے حاکم ان کو از حد حقیر اور ذلیل خیال کرتے ہیں۔ اور جن کے پاس اس غیر مناسب حقارت اور نفرت کا بدلہ لینے کے لئے کوئی سامان یا ذرائع نہوں۔ تو کیا ایسی قوم کیلئے جناب مسیح کے کلمات اکسیر کا کام نہ دینگے۔ حضرت عیسیٰ ایک یہودی تھے۔ اور اپنی قوم کے سچے خادم تھے (سید القوم خادمہم) انکا کام صرف بنی اسرائیل (ابن یعقوب) کی اصلاح تھی۔ وہ اللہ کے نبی اور بڑے دور اندیش انسان تھے۔ جو جو مصائب اور تکالیف آپ کی قوم پر آنیوالے تھے ان کا ٹھیک اندازہ آپ نے لگایا۔ اور یہ نتیجہ نکالا کہ اگر یہودی قوم کے یہی چالے رہے تو عنقریب ان کی ساری قوم کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹ جاویگا۔ اور اسی وجہ سے ان کو ایک ایسی تعلیم دی جو ان کے حسب حال تھی۔ یورپ کے یہودیوں کی پرانی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُن کو ہر طرح کے عذاب اور اذیتیں

کو کچلیں اور کہیں بھی ان کو ترقی کا موقع ہی نہ دیا جاتا تھا۔ عیسائی فرمانرواؤں نے بھی ان پر ظلم کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا لیکن آج یہی مظلوم قوم یورپ کی گورنمنٹوں پر ایک بڑا گہرا اثر رکھتی ہے۔ اور مغربی اقوام کی مالی تدابیر کو جس طرح چاہے بدل سکتی ہے۔ اگر انہوں نے آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت والی تعلیم پر عمل کیا ہوتا تو دُنیا کی اور بہت سی قوموں کی طرح ان کا بھی آج پتہ نہ ملتا لیکن ظلم کے آگے سر جھکانے اور تعدی کی مخالفت نہ کرنے سے انہی کے ظالم حاکموں اور فرمانرواؤں کے دلوں میں ان کیلئے رحم ہمدردی اور ترس پیدا ہو گیا اور اُن کے دشمنوں ہی میں ان کے حامی اور مددگار پیدا ہو گئے۔ دُنیا کی ایک اور قوم کی تاریخ بھی بالکل اُن کے مشابہ ہے میرا مطلب ہندوستان کی قوم اہل ہنود سے ہے۔ قدیم زمانے کی شامی۔ مصری۔ ایرانی اور بے بلونی طاقتور اور ذی شان اقوام کا پتہ سوا تاریخ کے صفحوں کے اور کہیں نہیں ملتا لیکن اہل ہنود نے باوجودیکہ اُن کو بڑی بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اور بڑی بڑی مصیبتیں اور مظالم جھیلنے پڑے لیکن تاہم آج تک ان کی ہستی موجود ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح یہ قوم آج تک زندہ رہی باوجود نسلاً بعد نسلاً غیر اقوام نے ان پر حملے کئے اور صدیوں تک ان کو اپنا مطیع اور محکوم رکھا ان کی زندگی اور زیست کا راز صرف یہی تھا کہ انہوں نے جور و جبر کا جواب خاموشی اور رضا سے دیا۔ ظلم کے آگے سرنگوں کیا۔ اور بلا چون وچرا ہر طرح کی سختیاں جھیلا کئے۔ جناب مسیح خدا کے ایک رسول تھے۔ اور یہ خیال کرنا کہ انہوں نے ہم کو ایسے اصول بتائے جو قابل عمل نہیں ہو سکتے ان کو مرتبہ مصلحت سے ایک مجنون خواب بین کی حیثیت میں گراتا ہے ایک معمولی اخلاقی مصلح کی بابت تو یہ خیال کیا جا سکتا ہے لیکن ایک رسول کی بابت جو کہ خدائے علیم سے الہام پاکر لوگوں کو سنائے اسکی بابت یہ خیال کرنا کہ کس طرح جائز ہے کہ ان کی تعلیم ناقابل عمل ہونا تو درکنار ایسی ضرر رساں ہے۔ کہ اگر اس پر عام لوگ عمل کرنا شروع کریں تو انتظام دنیا ہی میں گڑبڑ مچ جائے۔ مسیح کو اسکے حقیقی مرتبہ پر بٹھاؤ۔ اسکو ایک خاص قوم کا مصلح مانو اس کے احکام کو خاص حالات اور اوقات کے ماتحت خیال کرو تو ان کا ہر ایک لفظ اور حکم حکمت کا خزانہ اصلاح کی کنجی اور زندگی کا اصول ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر آپ اسکو

... کے سامنے پیش کر سکے جس کا رُوئے سخن تمام دُنیا کی طرف ہو جس کے احکام دُنیا کے ... زمانے کے لئے موزوں حال ہوں تو آپ اسکو ایک ماؤس کن خواب ہی کے سوا اور کیا ثابت کر سکتے ہیں۔ مسیح نے جو پہاڑی پر وعظ سُنایا اس کا مقصد حقیقی اپنی قوم کو کم ... بنانا نہ تھا بلکہ ایک ایسے رویہ زندگی کی تعلیم دینا تھا جس سے دوسروں کے دلوں میں رحم اور ترس پیدا ہو جائے اور ان کی قوم پر جو مظالم ہوتے تھے ان میں تخفیف ہو جائے +

خواجہ کمال الدین

---

## محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) آیت اللہ

از جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لاء

صد انگوئمش از ترس حق مگر بخدا ۔۔۔ خدا نما ست وجودش برائے عالمیان

تاریخ انسانی کے مختلف مدارج ہُوئے ہیں۔ مثلاً شروع شروع کا زمانہ جاہلیت اور بعد کا زمانہ ترقی و تجلی۔ اِن ہر دو وقتوں میں جہاں تک ہمارا علم کام کرتا ہے ہمیں ایک نہ ایک شکل میں ایک معبُود کا پتہ چلتا ہے۔ انسان نے کسی نہ کسی طاقت اور ہستی کے سامنے جو اس سے ارفع و بالا ہے ہمیشہ سر جُھکایا ہے۔ اور خوف یا شُکر گذاری دونوں میں سے ایک کی وجہ سے وہ اس کا پرستار رہا ہے۔ عبادت کا پہلا محرک وہ خوف اور بیم تھا جو معبود کی بابت پرستار کے قلب پر جاگزین ہوا۔ ہر ایک عظیم الشان اور قوی چیز کا وجود اس قسم کی عبادت گذاری کے لئے کافی تھا۔ یہی حجر۔ شجر اور نجم پرستی کا مُوجب ہوا جن کے مظہر مختلف دیوی دیوتا سمجھے گئے۔ اوہام پرستی کا بہترین مجمُوعہ شاید قوم مذہب ہنُود ہے۔ اِن کا عقیدہ تھا کہ کائنات کے تمام عناصر مادی یا غیر مادی سب کسی نہ کسی دیوی یا دیوتا کے مظہر ہیں۔ بہر انصاف یہ کہ دنیا بھی ضرور یہی معلوم ہوتا ہے کہ برخلاف زمانۂ موجودہ کی عیسائیت کے جس میں صرف دیوتا کے وجود کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ اہلِ ہنُود کی دیویاں بھی تھیں۔ موسیقی کی دیوی علیحدہ تھی۔ اور حسن ظاہری کی علیحدہ۔ کسی کا نشان آتش تھی اور کسی کا آب۔ غرضیکہ ہر چیز کے لئے ایک علیحدہ معبُود مقرر تھا۔ پھر جب معبود شبیہوں نے اِس کثرت پرستی کی اِصلاح کی تو ان کے مذہب کی حالت بجنسہٖ

ایسی ہی تھی جیسی کہ آج کل عیسائیت کی ہے۔ جو تثلیث کو ایک قسم کی توحید ہی سمجھتے ہیں اہل ہنود بھی تو یہی مانتے تھے کہ کائنات کے مختلف مظاہر کی شکلیں در اصل ایک ہی معبود کی مختلف حیثیتیں ہیں جس کا نام برہم یا اوم ہے ۔

الغرض انسانی عمر کی ابتدائی منازل میں ہر ایک عجیب و عظیم و نئی چیز ایک خدا سمجھی گئی۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہے کہ ہندوستان میں جب سب سے پہلا انجن دیکھا گیا تو بعض جاہل اہل ہنود نے اُسے بھی کسی دیوی یا دیوتا کا قائمقام سمجھا ۔

خود یورپ میں ہیلی کا دمدار ستارہ جو چند سال ہوئے فضائے فلک پر نمودار ہوا تھا کسی آسمانی مصیبت کا پیش خیمہ سمجھا گیا۔ برخلاف اس کے ایسے اہل علم اور اہل فضل بھی گذرے ہیں جنہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ کل کائنات اپنی مجموعی حالت میں بھی کسی معبود کا مظہر نہیں خوش قسمتی سے ایسے فلسفیوں کی تعداد آج بھی چنداں زیادہ نہیں جن کے نزدیک خدا یا معبود کوئی ہستی ہی نہیں۔ اور ان کا منطق فلسفہ و علم ان کے لئے کچھ نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوا۔

## معبود حقیقی صرف ایک ہے

بوجہ ان مؤثر کی و روشن تعلیمات توحید کے جو اسلام میں پائی جاتی ہیں تمام کے تمام علما و فلاسفر یورپ کثرت پرستی کے اوہام سے آزاد ہوتے جاتے ہیں۔ ہندوؤں کا ایک جدید فرقہ موسوم بہ برہمو سماج روز افزوں ترقی پر ہے عیسائیوں کے فرقہ یونیٹیرین کی طرح ان کا بھی یہی خیال ہے کہ معبود پرستی کیلئے توحید کا عقیدہ نہ صرف دُنیا کے بیشتر صحیح خیال طبقے کا ہے۔ بلکہ سائنس جدیدہ کی رُو سے بھی اسی خیال کو ثبات حاصل ہے۔ باقی تمام ایسی تصوریاں جو نظام عالم کو کسی ایسی طاقت کے ماتحت ٹھیراتی ہیں جو بالا و برتر از فطرت انسانی ہو تو اگر اس ہستی کو خدائے واحد نہ مانا جائے تو وہ سب تصوریاں غلط ثابت ہوتی ہیں خواہ اس نظام کا نام قدرتی قضا و قدر کا عمل بروئے قوانین مقررہ رکھ لیجئے۔ اور خواہ یوں کہئے کہ اس نظام کے مختلف منازل ایک دوسرے سے فطرتی طور پر وابستہ اور لاحق ہیں۔ یہ گویا دو مختلف تاویلیں ہیں جو زمانہ جدیدہ کے سائنسدان استقرار ہستی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں ۔

مندرجہ بالا بیانات جو مل جیسے فیلسوف عالم کے قلم سے نکلے ہیں۔ اس امر کا کافی ثبوت ہیں

...کسی نہ کسی رنگ میں خدائے واحد کی ہستی کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ... مشکل ہے حکیم ... کا قول ہے کہ ثبوت توحید واقعی مشکل ہے لیکن ... توحید اس سے بھی مشکل تر ہے۔ ان کی ساری بحثوں اور تنقیدوں کا لب لباب یہ ہے کہ پروردگار کی ہستی کے ثبوت میں کسی آیت اللہ کا وجود چاہتے ہیں۔

## طلب آیت

ایسے لوگ جن کی طبیعت مذہب سے بہت غیر مانوس واقع ہوئی ہے۔ یا ایسے لوگ جنہیں مذہبی اذکار و مشاغل سے کچھ لگاؤ نہیں وہ بعض دفعہ یہ کہتے ہیں کہ خدا کو اپنا وجود منوانا منظور تھا تو کیوں اُس نے کوئی ایسی بیّن و ظاہر علامت اپنی ہستی کی پیدا نہ کردی جس کے مشاہدے سے دہریہ متشکک بھی قائل ہو جاتا۔ اس دلیل کے خلاف کہ کائنات کا وجود خدا کی ہستی اُس کی محبت اور اس کی عظمت کا ثبوت ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ بقائے عالم کے موجب ذرات ( Atoms ) اور برقی جوہرات ( Electrons ) ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ کائنات کے قیام میں اقتضائے اولے کا ... ہی نہیں۔ کیونکہ وہ چیز جو ازلی ہے کسی اقتضائے اولے کی محتاج نہیں۔ اور جہاں تک انسانی تجربہ کام دیتا ہے۔ مادہ اور طاقت کی ابتدا کا پتہ مطلق نہیں چلتا لیکن قوتِ حسِ قلبی کے متعلق یہ عذر نہیں کیا جا سکتا۔

یہ دلیل کہ جمہورِ عالم ہستی باریتعالیٰ کے قائل ہیں ایک صائب الرائے کے اطمینان کا موجب نہیں ہو سکتے اُسے کیا ضرورت ہے کہ ناحق دوسروں کی تقلید کرے۔ اسیطرح بیجان مادہ میں احساس و عقل کا پیدا ہو جانا مسٹر مل کے نزدیک کوئی وزنی یا منطقی دلیل نہیں۔ ہاں کائنات میں اور اس کے نظام میں جو ایک ارادہ اور یکجہتی نظر آتی ہے۔ اور جس کو خدا پرستوں نے وجود باریتعالیٰ کیلئے بطور ایک قوی اور لاجواب دلیل پیش کیا ہے۔ وہ مل کے نزدیک تو وزن رکھتی ہے لیکن مل کے بعد کی نسل کے ماہرین علوم جدیدہ نے اس سے انکار کر دیا ہے۔ ان کے پاس وہی دلائل ہیں جو سب سے اوّل ڈارون نے وضع کئے مثلاً بقائے بہترین یا تاثرات موروثیہ ان تصوریوں کے ماتحت اشرف المخلوقات یعنی انسان ایک نا معلوم اتفاقات کے ماتحت ایک ذرہ کی حالت سے ترقی کرتا کرتا بن مانس اور بندر بن گیا ہے۔ اور انہوں نے ان اتفاقات

اور قیاسوں کی تشخیص کر کے اس کا نام "بقائے بہترین" یا "انتخاب قدرت" رکھا ہے۔ الڈس ہکسلے اور ہینڈرسن نے ڈاروِن اور ہیکل کی شکل اختیار کر لی۔ لیکن یہ خیالات کسی ذی فہم انسان کے لئے کیسے تسلی بخش ہو سکتے ہیں۔ ان حکما و فلاسفروں کے دلائل بالکل قاطع نہیں۔ آج تک کوئی حکیم یا فلاسفر یا منطقی ایسا نہیں گذرا جو خدا کا کوئی ایسا قائم مقام پیدا کر سکا ہو جو ایک دہریہ کو بھی تسکین دے سکے۔ اور یہی دہریت کے تنزل کی ایک زبردست وجہ ہے محض دہریت آج بھی ایک مضحکہ انگیز خیال ہو گیا ہے۔ اور ایک مسلّم دہریہ پر اسی کے ہمخیال ہنستے اور مضحکہ اُڑاتے ہیں۔ عموماً آج کل کے دہریہ اپنے آپ کو معقول پرست کے نام سے پکارتے ہیں اور یہ معقول پرستی یا رَیشنلزم کوئی نئی بات نہیں۔ اور دراصل اس کا وجود ہی دہریت کے ضعف پر شاہد ہے۔ اور خدا پرستی سے صرف ایک ہی منزل دُور ہے +

ہاں صحیفہ فطرت میں سے خدا کی ہستی کے دلائل اُن معقول پرست رَیشنلسٹ کی کورنگی کو ایسی بینائی نہیں دے سکتے۔ کہ وہ خدا کو دیکھنے لگ جائے۔ یہ گروہ تو خدا کی ہستی کا ایسا ثبوت چاہتا ہے جیسے ۲+۳ = ۵ ہے۔ لیکن یہ لوگ اس امر کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں کہ دو اور تین کا حاصل جمع پانچ صرف اس حالت میں ہوتا ہے۔ جب ہم عدد ۲ اور ۳ کو ایک خاص مقدار یا تعداد تسلیم کر لیں +

اقلیدس نے ایک نہایت باقاعدہ اور با اصُول علم قائم کیا ہے لیکن اس سارے علم کی بُنیاد نقطہ و خط کی ایسی تعریفوں پر ہے جن کا تشکل ناممکن ہے۔ اور اگر محض اس بنا پر کہ یہ دو تعریفیں غیر واضح ہیں نقطہ و خط کو رد کر دیا جائے۔ تو سارے کا سارا علم خاک میں ملجاتا۔

## علم اللہ بروے آیت اللہ

یہ تو کسی کی طاقت میں نہیں کہ منکر الوہیّت کو انگلی سے پکڑ کر پروردگار کی بارگاہ میں لیجا کر کھڑا کر دے۔ تاکہ وہ بعین مشاہدہ کر کے ہستی باریتعالی کا قائل ہو جائے۔ انسانی وجود محدود ہے اور وہ مادی ہے۔ انسانی رُوح کو بھی وہ اوج لطافت اور کُلی غیر مادیت حاصل نہیں جو اس منبع رُوحانیت کو ہے۔ جو حاضر۔ ناظر۔ عالم و قادر ازلی اور ابدی ہے محض دلائل سے تصدیق الوہیت ممکن نہیں۔ کیونکہ انسان کی طرح اسکی تقریر اور گفتار بھی محدود طریقہ سے اسکے

[illegible] ظاہر کر سکتی ہے بلکہ بعض حالتوں میں کئی تجربوں کا نتیجہ بالکل غیر اطمینان دہ ہوتا ہے [illegible] بالکل یکتا اور بے مثال ہے اس کا کوئی ثانی نہیں خدائی طاقتوں کی تمثیل دینا بالکل [illegible] ہے۔ سے بڑھ کر یہ انسان اپنی بعض روحانی حالتوں کا بھی خلاف حیات بعد الموت کا کوئی شافی و کافی بیان ادا نہیں کر سکتا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک واقعہ بالکل ٹھیک اور سچا ہے۔ لیکن قانونی بحث میں وہ پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچایا جا سکتا۔ قابل وکلا نے بارہا محض اپنی خوبی بحث کے زور پر ایسے کئی خیالی واقعات کو اپنے دلائل میں شامل کر لیا ہے جن کا وجود بھی نہ تھا۔ مولانا رومی بالکل صحیح فرماتے ہیں۔ ؎

پائے استدلالیاں چوبیں بود ۔ پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

البتہ بعض وجدانی اور روحانی ذرائع ضرور ایسے ہیں جن کی رو سے انسان خدا کی ہستی کا بہ نسبت اپنی ہستی کے زیادہ قائل ہو سکتا ہے اس حالت میں گویا وہ خدا کو دیکھتا ہے سنتا بھی ہے۔ اس کا قلب عشق الٰہی سے کچھ ایسا معمور ہو جاتا ہے۔ کہ اس میں کسی اور توجہ یا شغف کی تاب ہی نہیں رہتی۔ حضرت علیؓ کا قول ہے۔ کہ اگر وہ حجاب ظاہری جو خدا اور اس کے درمیان حائل ہے ہٹا بھی دیا جائے تو اُس کا ایمان کچھ زیادہ نہ بڑھیگا۔ کیونکہ جو ایمان اور حسن عقیدت اُسے پہلے تھا وہ کچھ کم نہ تھا۔ لیکن یہ روحانی تسکین ہر ایک کا حصہ نہیں۔ اور نہ ہی یہ غیر معمولی حسن عقیدگی عام طور پر قابل تقلید ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس کا اطلاق عام پر نہیں ہو سکتا

## معجزات اور خوارق کافی بینات نہیں

زمانہ اولٰے میں جب کبھی کوئی رسول یا پیغمبر خدا کی طرف سے آتا تو اپنی بعثت کے ثبوت میں چند معجزات لایا کرتا تھا لیکن ان معجزات کا اثر چنداں دیر پا یا وسیع نہ ہوتا تھا علاوہ ازیں یہ معجزات اس پیغمبر کی پیغمبری کا ثبوت تو ہو سکتے تھے لیکن خدا کے وجود کی دلیل پھر بھی نہ تھے۔ اگر کائنات کی بوالعجبیاں ایک متشکک کے اطمینان کا موجب نہیں ہو سکتیں تو پھر معجزات اس پر کیا اثر کر سکتے ہیں۔ جن کی تہ میں نامعلوم قانون کام کر رہا ہے۔ خود انسان ہی کو سمجھئے کیا اس کا نظام کچھ کم حیرت انگیز ہے۔ ہر ایک انسان کے خط و خال مختلف ہیں۔ کیا یہ بذات خود ایک معجزہ نہیں۔ اور انسانی خیالات و جذبات سے بڑھ کر اور کیا حیرت افزا بات ہو سکتی ہے۔ اگر

علاوہ ازیں انسانی خدا کی ہستی کا کسی کو قائل نہیں کر سکتا تو معلوم نہیں ہوتا کہ معجزات اور خوارق کس طرح کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں کسی ہادی یا نبی کے معجزات صرف اُس کے اپنے زمانے اور قوم کیلئے باعث ہدایت ہو سکتے ہیں یا خود اسکی اپنی فضیلت کا نشان کہے جا سکتے ہیں! اور وہ بھی ایک حد تک۔ حضرت مسیح کی بابت یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بڑے بڑے معجزات دکھائے لیکن اُن کا حاصل کیا ہوا کوئی قابلِ تحسین نتائج اُن سے اخذ نہ ہوئے۔ اور بجائے اسکے کہ اس زمانے کے لوگ اُن معجزات کو دیکھ کر خدا کی ہستی پر ایمان لے آتے۔ وہ خود اعجاز کنندہ سے منحرف ہو گئے۔ اس پر طرہ یہ کہ وہ لوگ جو خدا کی وحدانیت کے پہلے سے قائل تھے (یعنی یہودی) وہی خاص طور پر حضرت عیسیٰ کے مخالفین میں سے تھے انہوں نے اسکی کرامات کی کوئی پرواہ کی بلکہ حضرت عیسیٰ کی سخت تکلیف اور تذلیل کا باعث ہوئے۔ حتّٰی کہ اُن کو سُولی پر لٹکا دیا۔ جناب مسیح جو مُردوں کو جلاتے تھے اپنے آپ کو سُولی کے عذاب سے بچا نہ سکے۔ اور از روئے انجیل ایلی ایلی لما سبقتنی کہتے ہوئے رخصت ہوئے +

اگر پروردگار کو معجزات ہی کے ذرائع سے اپنا وجود منوانا منظور ہوتا تو وہ ہر ایک زمانہ میں ایک خاص نمائندے کو ابدی زندگی عطا کر کے بھیجتا رہتا۔ تاکہ وہ لوگوں کیلئے خدا کی ہستی اور اسکی قدرت کا ایک زندہ ثبوت ہوتا لیکن یہ امر اقتضائے ایزدی نہیں۔ خود حضرت مسیح جن کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ وہ حالتِ موت سے لوٹ کر حیات میں آئے۔ وہ بھی کسی عالمِ رُوحانی میں پنہاں ہیں کیوں نہ اسی زمین پر رہے تا کہ آج ہمارے لئے جو ان سے دو ہزار سال بعد ہوئے ہیں باعث ہدایت ہوتے۔ خصوصاً آج کل اُن کا وجود ایک بہت ہی مشکوک امر ہو گیا ہے۔ اور فضلا کا ایک گروہ اُن کی ہستی سے بالکل اِنکاری ہے معجزات کے غیر ضروری ہونے کا ایک اور باعث یہ بھی ہے کہ انسانی فہم اور اِدراک بھی تو آخر کوئی چیز ہے۔ بلکہ یہ تو خدا کی بہترین داد ہے جو انسان کے حصہ میں آئی ہے کیوں خدا نے ایسے نشان نہ بھیجے جو عقل انسان میں آ سکے۔ کیوں کوئی جیتا جاگتا۔ بولتا چلتا پھرتا نشان نہ بھیجا جو اپنی زندگی میں اپنے اعمال اپنے افعال واقوال سے نہ صرف خدا کے وجود کا مظہر بنے۔ بلکہ اسکی عظمت اور محبت کا سکہ بھی لوگوں کے دلوں پر بٹھا دے۔ اور یہ ثابت کر دے کہ ایمان باللہ

محض معجزات خلق کا باعث ہی نہیں بلکہ دنیاوی اور مادی ترقی کی راہ دکھانے والا بھی ہے۔ وہ دن گئے جب ایک زلزلہ ایک شہاب یا ثاقب یا اُن سے بھی گئی گذری چیز مثلاً کوئی عجیب الخلقت بچہ یا دُم والی گائے وغیرہ کو نشانِ ربی سمجھ لیا جاتا۔ اُس کے بعد وہ لوگ آئے جو معجزات کو آیت اللہ مانتے تھے اور آج کل تو معجزات کا بھی کوئی اثر نہیں رہا۔ زمانہ سابقہ کے بہت سے خوارق آج کل معمولی لوگ کر سکتے ہیں۔ حضرت سلیمان کا معجزہ یہ مانا گیا ہے۔ کہ وہ ایک تخت پر بیٹھ اُڑتے پھرتے تھے۔ کیا آجکل کے ہوائی جہاز اور زیپلن کچھ کم ہیں۔ تار برقی ٹیلیفون گرامفون عجیب عجیب قسم کی زُود اثر کیمیاوی مُرکّبات وغیرہ ایسی باتیں ہیں جو آج سے ایک نسل پہلے بہت عجیب معجزے مانے جا سکتے تھے +

بہت عرصہ نہیں ہُوا کہ زنجبار میں ایک ایسی مچھلی پکڑی گئی ہے جس کی پُشت پر الفاظ "فلاں اللہ" صاف طور پر پڑھے جا سکتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی انسان مہرِ تاباں کی ضو میں نُورِ خدا نہ دیکھ سکے تو بھلا ایک بچاری مچھلی کا "شان اللہ" کیا کر سکتا ہے ؎

گر نہ بیند بروز شپّرہ چشم    چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اور فرضِ محال اگر ہم محض معجزات کی بنا پر کسی ایسی برتر و بزرگ ہستی کو تسلیم بھی کر لیں جس کے قبضۂ قدرت میں خوارق ہوں تو اس حُسنِ عقیدت سے ہماری زندگی میں کونسا تغیر واقع ہوگا۔ اور خدا کو اس سے کونسا فائدہ ہوگا۔ اگر اس کا اپنا ایک بنایا ہُوا انسان اُس کے وجود کو تسلیم کرلیگا۔ خدا ہمارے ایمان یا کُفر سے غنی ہے۔ اگر اسکی ذات واقعی بلند اور ارفع اور غنی حمید ہے تو ہماری عبادات اور ہماری قربانیوں کی اُس کو کچھ حاجت نہیں۔ اور خدا جو یہ چاہتا ہے کہ ہم مومن بنیں اور ہمارے ایمان کی تقویت کے لئے نشان بھی بھیجتا ہے تو یہ اسلئے کہ ہمیں ہمارا ہی فائدہ ہو ہم ہی کمالِ عروج اور ترقی کو حاصل کرتے ہیں۔ اگر ہم ایک کل کسی خاص غرض کیلئے بنائیں تو تاوقتیکہ اس کا جائز استعمال نہ ہو ہم کو چین نہیں آسکتا۔ پروردگار اپنے نشانات اس واسطے بھیجتا ہے تاکہ ہم اس مقصد کو حاصل کرنے کے قابل ہوں جس کیلئے ہم پیدا کئے گئے ہیں تاکہ ہم اپنے جذبات اور قوے کا جائز استعمال کرکے ان سے مستفید ہوں۔ معجزات ہم کو اُس منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتے جس کے لئے ہم پیدا کیے گئے

ہیں۔ انسان ہی انسان کو سمجھ سکتا ہے۔ اور وہی اس کا بہترین رہنما ہو سکتا ہے

## صرف انسان ہی آیت اللہ بن سکتا ہے

اس ساری بحث کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں۔ کہ اگر منشائے الٰہی میں کسی ایسے عالمگیر، پائدار، اطمینان دہ اور حاوی نشان کو بھیجنا منظور تھا جو اسکی رحمت اور جبروت کا سکہ ہمیشہ کیلئے لوگوں کے دلوں میں بٹھا دے۔ تو وہ نشان سوائے انسان کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ایک انسان کی زندگی کو اسکے ہمجنس خوب سمجھ سکتے ہیں۔ ایک انسان ہی اپنے اعمال و افعال سے دوسرے انسانوں پر خدا کی ان صفات کو ظاہر کر سکتا ہے۔ جن کا تعلق و اثر انسان پر بہت ہے صرف ایک انسان ہی کی قدرت میں ہے۔ کہ وہ اپنے وجود سے اسبات کو ثابت کر دے کہ ان بینظیر طاقتوں اور استعدادوں کے ذریعہ سے جو خالق اکبر نے اسمیں ودیعت کی ہیں وہ اپنے درجہ کو اس قدر بڑھا سکتا ہے کہ نیابت الٰہی کا رتبہ حاصل کرے۔ اور یہ کہ پروردگار نے انسان کی ضروریات کی ہر ایک چیز اس دنیا میں مہیا کر دی ہے جو مقررہ اور مناسب ذرائع پر عمل کرنے سے باعث نفع عظیم ہو سکتی ہے۔ اور یہ کہ اعمال میں ہم کو اس کے نقش قدم پر چلنا چاہئے جس کو خدا نے اپنا نشان بنا کر بھیجا۔ خدا کے اوتار اسکے بیٹے اور اس کی بیٹیاں کبھی بھی آیات من اللہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ تو خدا کی شان اور عظمت کو کم کرتے ہیں۔ اور بجائے لوگوں کو خدا کی طرف رجوع کرانے کے دوری اور شرک کا باعث ہو جاتے ہیں نیز اس امر کی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ پروردگار کو کونسی ایسی ضرورت تھی۔ کہ وہ اس قسم کے نشان بھیجتا جن سے اس کی اپنی شان پر حرف آتا۔ یا انسان کی شکل اختیار کرتا۔ یا بیٹے اور بیٹیوں کا باپ بنتا اور اگر اسے واقعی اپنی صداقت اور طاقت کا اظہار کرنا منظور تھا تو بجائے اپنی شان کے منافی فعل کرنے کے اُسنے کیوں نہ کسی انسان کو ایسے جسمانی اور روحانی کمالات عطا کر دئیے جن سے وہ آیت اللہ ہو جاتا

## آیت اللہ کی ضروری صفات

انسانوں میں بھی صرف وہی انسان آیت اللہ ہو سکتا ہے۔ جو سب انسانوں سے اعلا اور ارفع ہو۔ آیت اللہ بننے کیلئے مندرجہ ذیل صفات کا ہونا لازمی معلوم ہوتا ہے +

(۱) جو انسان آیت اللہ ہو کر آیا ہو وہ اس امر کا اعلان کرے کہ وہ تمام عالم کیلئے اللہ کے وجود

...ست اسکی قدرت کو منوانے اور تسلیم کرانے آیا ہے +

(۲) اسکی زندگی کی تمام اسرار پہلو اپنے اندر لئے ہوئے ہو۔ اور وہ اپنے بھائیوں کے ...... غلط خیالات اُن کے ذہن نشین نہ کرائے بلکہ ان کی عقل اور فراست کو اپیل کرے اور اپنی زندگی ہی میں اپنے عملی نمونہ کے ذریعہ سے لوگوں کو خدا پرست بنانے میں کامیاب ہو جائے +

(۳) اپنی قابلیت اور استعداد سے اپنے آپ کو سب سے بالا اور برتر ثابت کر دے اور دوسروں کے لئے ایک اعلےٰ نمونہ بنے۔ اور آنے والی نسلوں کیلئے ایک ایسی پائدار ہدایت چھوڑے جو مبرا از نقائص ہو اور ساری دُنیا کے لئے صاف رہبری ہو +

(۴) وہ اس امر کو عملی طور پر واضح کر دے۔ کہ خدا پر ایمان لانے سے اور اس کے احکام پر عمل کرنے سے انسان نہ صرف روحانی تربیت حاصل کر سکتا ہے بلکہ ہر قسم کے جسمانی دماغی اور اخلاقی مفاد بھی حاصل کر سکتا ہے۔ اور اس کا وجود نہ صرف اپنے لئے بلکہ اس کی قوم اس کے ملک بلکہ ساری دُنیا کیلئے موجب برکت ہو سکتا ہے +

## چار عظیم الشان انسان

دُنیا میں چار ہی ایسے عظیم الشان انسان گذرے ہیں جن کی زندگی نے دُنیا میں بہت حد تک ایک ...لی اور اثر پیدا کر دیا۔ مہاتما بُدھ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور جناب سید کائنات محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم +

مہاتما بُدھ بلاشبہ ایک حیرت انگیز انسان تھا۔ اس نے زندگی کے اعلےٰ ترین مدارج حاصل ...ن تپسیا اور عرفان تک پہنچ گیا۔ اسکی تعلیمات نہایت اعلیٰ پایہ کی تھیں۔ اور ...وہ حضرت عیسیٰ سے بھی گوئے سبقت لیگیا تھا یعنی جناب مسیح نے صرف اخلاقی ...ئے اور مہاتما بُدھ نے ان پر عمل بھی کر کے دکھایا۔ اس نے اپنی سلطنت حکومت ...سب کو خیرباد کہا تاکہ اپنی ذات کو ارفع کرے۔ یہ ایک نہایت زبردست

اورقابل قدر ایثار رکھتا۔ اس نے بلاشک وشبہ اپنے لئے اعلےٰ مدارج ڈھونڈے اور اُن کو پالیا لیکن وہ تمام دُنیا کے لیئے ایک عام نمونہ نہیں ہوسکتا۔ اگر تمام کے تمام انسان اسکی پیروی کرنے لگجائیں تو انسانوں کا وجود ہی صفحۂ ہستی سے مٹ جائیگا۔ اگر بدھ کی رہبانیت اور تجرد کی زندگی کو بیں کے بغیر وہ بھی اپنے مقصد کو نہ پاسکا ہم آج اپنا اصول قرار دے لیں تو چند ہی نوں میں دنیا کا خاتمہ ہوجائے۔ نروان تو ملے یا نہ ملے مگر اس دُنیا سے ضرور ہاتھ دھو بیٹھیں۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ اس دنیا کو بھی بہتر بنائے اور خود بھی بہتر ہونے کی کوشش کرے۔ اگر ہم سب بدھ کی طرح نروان کی منزل مقصود پر پہنچ جائیں تو اس دُنیا کی بہترین چیز کا وجود معدوم ہوجائیگا۔ یقیناً خدا کی یہ منشا نہ تھی۔ اور ان وجوہات کے ماتحت بدھ خدا کا کامل نشان نہیں ہوسکتا +

حضرت موسیٰ واقعی ایک بہتر نشان تھے۔ اور انہوں نے ایک خدا کی پرستش لوگوں کو سکھائی انہوں نے اپنے بندوں کی راہنمائی کیلئے قوانین بنائے۔ اور انہوں نے عملاً اثبات کا ثبوت دیا کہ خدا کی پرستش کر کے انسان اپنی منزل حقیقی تک پہنچ سکتا ہے لیکن حضرت موسیٰ کی تبلیغ کا دائرہ بہت ہی محدود تھا۔ وہ صرف ایک ہی قوم کا پیغمبر بن کر آئے تھے۔ اور صرف اسی قوم کیلئے آیت اللہ تھے۔ اُن کی تعلیم عالمگیر نہ تھی اور انکی تبلیغ کا اثر بہت محدود اور تنگ تھا۔ اور اپنے اندر دُنیاوی رنگ بہت کثرت سے رکھتا تھا۔ اور دُنیا کے عظیم الشان انسانوں میں سے اگر کسی انسان کو نیابت الٰہی کا بہت ہی کم حصہ ملا تو وہ جناب مسیح تھے۔ حضرت عیسیٰ ایک حلیم الطبع بُردبار خدا ترس اور خدا انسانوں کو محبت کرنیوالے انسان تھے لیکن وہ لوگوں کے دلوں پر خدا کی عظمت اور جلال کا رُعب ہرگز پیدا نہیں کرسکتے۔ حضرت عیسیٰ ایک ایسے خدا کا مظہر نہیں ہوسکتے جو قادر مطلق ہے جو احکم الحاکمین ہے خالق و آفرینندہ روزگار ہے اور رب العلمین ہے۔ ایک ایسا انسان جس پر دشمنوں نے پورے طور پر غلبہ پایا ہو جس کو اپنی تعلیم اُدھوری اور نامکمل چھوڑنی پڑی ہو۔ جس نے اپنے آخری لمحوں میں یہ خیال کیا کہ خدا نے اسکو فراموش کردیا ہے۔ وہ جس کی بیکسی اور بے بسی پر لوگوں نے ہنسی اُڑائی اور مضحکہ اُڑانے کیلئے سے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا۔ جس کا سر دشمنوں کے آگے سرنگوں ہؤا جس کی پسلی میں برچھا مارا گیا جس کے ہاتھوں میں میخیں گاڑی

**محمد ایک انسان کس طرح ایک کامل آیت اللہ ہو سکتا ہے +**

معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ کے جلال اور ظفر کا زمانہ بہت مختصر اور قلیل تھا - تاہم ان کو محمدی کی ایک جھلک تو ضرور دکھائی گئی - اُنہوں نے اپنے اعدا کا مقابلہ کیا - آپ کے دشمن ہلاک ہوئے اور اُنہوں نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو غلامی اور قید سے نجات دلوائی - جناب مسیح سے تو اتنا بھی نہ ہوا کہ اس قوم کی کھوئی ہوئی عظمت اور بادشاہت جس کی طرف آپ مبعوث ہوئے تھے واپس دلا دیں +

الغرض جناب مسیح کی تبلیغ اور تعلیم حضرت موسیٰ سے بھی کم نتیجہ خیز تھی - آپ نے ان احکام وعظ فرمایا - جن پر خود عمل نہ کیا - یا یوں کہئے کہ جن پر وہ عمل نہ کر سکتے تھے - بذات خود تو وہ یہود کو بھی اپنی انجیل سے قائل نہ کر سکے - اور کہا یہ جاتا ہے - کہ جب وہ آسمان پر جا رہے تھے تو اپنے حواریوں کو یہ وصیت کی کہ میری تعلیم کو دوسری قوموں تک پہنچانا - ان کے اپنے قول کے مطابق ان کا مشن ایک بہت محدود خطہ کے لئے تھا فرمایا -

"میں تو صرف بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کیلئے بھیجا گیا ہوں" (متی باب ۱۵ آیت ۲۴)

ہمیں اس بات کا علم تو نہیں کہ آیا جناب مسیح ان گمشدہ بھیڑوں کو راہِ راست پر لا سکے یا نہ لیکن یہ بات تو یقینی طور پر مسلم ہے کہ بنی اسرائیل کی ان بھیڑوں نے جن کو گم شدہ کہا جاتا تھا اپنے گڈریئے کو قابل دار سمجھا - اور اپنی زندگی میں آپ کسی قوم کو عظمت کی معراج پر نہ پہنچا سکے آیت اللہ بھیجنے سے پروردگار کی جو غرض و غایت ہے وہ بالکل مفقود ہو جاتی ہے اگر انسانوں کیلئے ایسا کوئی موقع رہ جائے جس سے وہ اس آیت کو اپنے سے بالا خیال کرنے لگیں - جیسا کہ بعض نے مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا مانا - اسرار کی وہ گھٹا جو حضرت عیسیٰ کی پیدائش، موت اور زندگی کے حالات پر چھائی ہوئی ہے وہ بذات خود ایک بیّن دلیل ہے کہ وہ کامل آیت اللہ نہ تھے - انہوں نے اپنی زندگی یا تعلیم کا کوئی معتبر اور قابلِ اعتماد بیان نہیں چھوڑا - ممکن ہے کہ آج سے دو ہزار سال پہلے بعض لوگوں نے آپ کے معجزات دیکھ کر خدا کی قدرت اور رحمت کا اقرار کیا ہو - لیکن آج کل کے زمانہ میں یہ باتیں کسی کیلئے باعثِ تسکین نہیں - جب ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات پر نگاہ ڈالتے ہیں - تو ہم کو بے اختیار ماننا

پڑھتا ہے۔ کہ آپ نے اپنے وجود اور اپنے افعال سے ثابت کر دیا کہ کامل آیت اللہ کی ساری ضروری صفات آپ کے وجود بابرکات میں تھیں۔ اگر انسان اشرف المخلوقات ہے تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم اشرف الناس ہیں۔ آپ ایک کامل اور عظیم الشان انسان تھے۔ اور اگر کسی نوع ہی نے آیت اللہ بننا ہے تو آپ سے بڑھ کر اس کا کوئی حقدار نہیں۔ وہ ان تمام صفات حسنہ اور اوصاف جمیلہ کے کامل مظہر تھے جو گذشتہ انبیاء بزرگان میں ظلی طور پر پائی جاتی تھیں ۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

تاریخ میں محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا عظیم الشان انسان ملنا دشوار ہے۔ بحیثیت ایک نبی اللہ۔ صلاح کنندہ۔ بادشاہ۔ مشیر۔ مقنن۔ حاکم۔ دوست۔ خاوند۔ والد۔ سپاہی زاہد۔ سالک۔ بیکس یتیم۔ ایک شہزور انسان اور ایک صوفی جس پہلو سے دیکھئے۔ آپ دنیا جہان کے لوگوں سے برتر اور لاثانی نظر آتے ہیں۔ آپ سے بڑھ کر کسی اور انسان کے واقعات زندگی پر اس قدر باریک نقطہ چینی نہیں ہوئی۔ اور باوجود اسکے کہ آپ کے ہر ایک پرائیویٹ معاملہ کو طشت از بام کیا گیا۔ اور اس پر بحث کی گئی لیکن پھر بھی متعصب سے متعصب دشمن بھی آپ کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کیا عجیب بات ہے کہ ایسے انسانوں کو جن میں ہرگز نبی کریم جیسے صفات عالی نہ تھے۔ بلکہ جن کی زندگی اور حالات پوشیدہ اسراروں سے پُر ہیں ان کو خدا اور معبود ٹھیرایا جاتا ہے۔ اور برخلاف اسکے محمد صلے اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم الشان انسان کو جس میں وہ الٰہی طاقتیں تھیں جو بشری استعداد سے بالا ہیں۔ اور جسمیں وہ صفات پائی جاتی تھیں جن کو عموماً خدا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ بموجب اسکی اپنی خواہش و حکم کے مرتبہ انسانی سے ذرا بھی بڑھایا نہیں گیا۔ اور آپکے معتقدین بھی باوجودیکہ وہ اپنے جان و مال سے بڑھ کر آپ کو چاہتے تھے ہرگز آپ کو رتبہ الوہیت نہیں دیتے۔ اگر کوئی انسان قابل پرستش ہو سکتا ہے تو وہ نبی کریم ہیں۔ لیکن آپ نے خود بڑے کھلے الفاظ میں فرمایا۔ انما انا بشر مثلکم۔ میں تو تمہارے جیسا ایک انسان ہوں۔ مسلمان آپ کے ان الفاظ کی اس طرح قدر اور فرمانبرداری کرتے ہیں۔ جس طرح آپ کے دیگر احکام کی +

کبھی بجلی کی مانند تھے جو ایک وقتی جھلک دکھا کر آسمان کو منور کرتا ہے۔ اور پھر نگاہ سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ آپ تو اس مہرِ تاباں کی طرح جلوہ گر ہیں جو گذشتہ تیرہ سو سال سے برابر اسی طرح چمکتا رہا ہے اور اسی طرح چمکتا رہیگا جب کہ یہ سورج جس کو ہم اپنے آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ یہ بھی تاریک ہو جائیگا۔ لیکن آپ کی ضو اور تجلّی تا ابد قائم رہیگی +

## نبی کریمؐ کا تبلیغ کرنا

پیشتر اس کے کہ آپ کو منصبِ نبوّت عطا ہو آپ نے چالیس سال اس دنیاوی زندگی میں کاٹے تھے۔ اور اس کے بعد آپ کو آیت اللہ بننے کا منصب جلیل تفویض ہوا تاکہ آپ خدا کی عظمت اور شوکت اور انسانوں کی بھلائی سے لوگوں کو آگاہ کریں۔ پہلی وحی جو آپ پر نازل ہوئی۔ اور جس کا ٹھیک مفہوم سمجھ لینا کوئی آسان بات نہیں بڑی قابل توجہ ہے اور وہ یہ ہے:۔

اقرأ باسم ربّك الذی خلق ۚ خلق الانسان من علق ۚ اقرأ وربّك الذی علّم بالقلم ۙ علّم الانسان مالم یعلم ؕ (سُورۃ العلق) (ترجمہ۔ اپنے پروردگار کے نام سے پڑھ جس نے (مخلوقات کو) پیدا کیا۔ جس نے آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے بنایا۔ پڑھ تیرا پروردگار بڑا کریم ہے۔ جس نے (آدمی کو) قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ اور وہ باتیں بتائیں جو اُسکو معلوم نہ تھیں) +

یہ پہلا سبق تھا جو ایک ایسے اُمّی کو دیا گیا جس نے ۴۰ سال ایک ایسے زمانۂ جاہلیت میں گذارے تھے۔ جس وقت قلم کا استعمال اور علمِ انسان کی توسیع کا وہم وگمان بھی نہ گذر سکتا تھا۔ اور یہ بات کسی کے خیال میں آہی نہ سکتی تھی۔ کہ علم اور قلم خدا کی عظمت اور رحمت سکھائے جانے کا بہترین ذریعہ ہونگی اور خود نبی کریمؐ اس ترقی اور اشاعتِ علوم کے سب سے زیادہ اعلےٰ ذریعہ بنینگے + اس کے قریباً تین سال بعد یہ حکم نازل ہوا:۔

یٰایّھا المدّثّر ۙ قم فانذر ۙ وربّك فكبّر ۙ وثیابك فطهّر ۙ والرّجز فاهجر ۙ ولا تمنن تستكثر ۙ ولربّك فاصبر ؕ (سُورۃ المدّثّر) (ترجمہ اے کپڑا اوڑھنے والے اٹھ اور (لوگوں کو عذاب سے) ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر۔ اور اپنے

کپڑوں کو پاک رکھ۔ اور نجاست سے الگ رہو۔ اور (تبلیغ کو) بڑا کام سمجھ کر احسان نہ کر (جو) مشکلات آویں اُن پر) اپنے پروردگار کی خاطر صبر کر" +

نبی کریم کو اُس خدا کی پرستش کرانے کا حکم نہ تھا جو کسی خاص قوم یا مُلک کا رب ہو بلکہ صرف ربّ العالمین (دُنیا جہان کی ربوبیت کرنیوالا) کی عبادت کے لئے بُلاتے تھے۔ اِسی طرح نبی کریم کسی مخصوص قوم یا ملک کیلئے آیت اللہ بن کر نہیں آئے تھے۔ بلکہ آپ رحمتہ للعالمین تھے ہر مُلک اور ہر زمانے کے لئے آیت اللہ اور اُسوہ حسنہ بن کر آئے تھے +

نبی کریم نے خدا کی توحید اسکی رحیمیت رحمانیت۔ اُس کا قادرِ مطلق ہونا۔ الغرض اسکی ذات کے تمام اعلیٰ صفات کا مجموعہ اور تمام نقائص سے پاک اور مُبرّا اعلان کیا۔ اور جب آپ کے ہموطنوں نے آپ کو دھمکیاں دے دے کر کہا۔ کہ اپنے اس وعظ توحید اور بُتوں کی توہین چھوڑدیں تو آپ نے دوٹوک جواب دیا +

" اگر وہ میرے دائیں طرف سُورج اور بائیں طرف چاند بھی رکھ دیں تو میں اس کام کو چھوڑنے کا نہیں جو مجھے تفویض ہوا ہے" (اسلام۔ اس کے اصُول اور غرض مصنفہ جے لیک اور ابوالفدا) +

جب نبی کریم نے تبلیغ کا کام شروع کیا تو آپ کی مخالفت بیحد بڑھ گئی۔ اور ایک سے زیادہ دفعہ آپ کی جان کے لالے پڑ گئے۔ خود آپ کے رشتہ داروں اور اہلِ قبیلہ نے آپ کے قتل کیلئے بڑے بڑے انعاموں کا اعلان کیا۔ آپ تنہا بے یارومددگار تھے۔ اور سارا مُلک آپ کی دشمنی پر کمر باندھے کھڑا تھا۔ باوجودیکہ جو لوگ آپ سے بخوبی واقف تھے وہ مسلمان بھی ہو گئے۔ اور آپکی بیوی خدیجہؓ۔ آپکے رشتہ کے بھائی حضرت علیؓ۔ آپ کا غلام زیدؓ اور آپ کے رفیق صادق حضرت ابوبکرؓ اور چند اور لوگوں کے مسلمان ہو جانے سے آپ کی ڈھارس بندھ گئی لیکن مخالفت دن بدن بڑھتی جاتی تھی۔ اور کامیابی کی کوئی صُورت نظر نہ آتی تھی لیکن نبی کریم نے تو خُدا کی طاقت اور قدرت کا مظہر بننا تھا۔ آپ کو یہ ثابت کرنا تھا کہ خدا قادرِ مطلق ہے۔ اور وہ جو چاہے اپنے ارادے سے کر سکتا ہے خواہ وہ انسان جیسی کمیں چیز ہی کو اپنا ذریعہ بنالے۔ مسٹر جے لیک صاحب لکھتے ہیں:۔

محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو نبی اللہ تو نہیں مانتے لیکن یہ ماننے سے بھی چارہ نہیں کہ خدا نے آپ کو بھیجا تھا۔ شرک اور عیسائیت کو دور کرنے کے لئے منتخب کیا"۔

محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے والد بزرگوار آپ کے پیدا ہونے سے پہلے ہی چل بسے اور جب آپ چھ سال کے تھے تو آپ کی والدہ ماجدہ نے بھی اس دار فانی سے کوچ کیا۔ آپ ایک بنجر اور خشک ملک میں ایک ایسی قوم میں پیدا ہوئے جو جہالت اور اکھڑ پن کو مایہ ناز سمجھتی تھی۔ بت پرستی میں ضرب المثل تھی۔ اور ۳۶۵ دیوتاؤں کو معبود مانتی تھی۔ گویا کہ ظاہری اسباب میں کوئی آپ کا حامی و مددگار دکھائی نہ دیتا تھا لیکن ان مشکلات سے قطع نظر کر کے آپ نے علی الاعلان توحید کی تبلیغ شروع کر دی۔ اور اپنی قوم اور نسل انسانی کی اصلاح میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ جس بات کا آپ نے دعویٰ کیا تھا۔ وہ آپ نے اپنی وفات سے پہلے پوری کر کے دکھا دی۔ اور تمام عرب میں سے بت پرستی و شرک کا نام و نشان مٹا کر چاروں طرف احد احد کا ڈنکا بجا دیا۔

## نبی کریم کی زندگی معموں اور اسراروں سے بالکل معرّا تھی

کرشنا۔ بدھ اور مسیح کی طرح نبی کریم کی پیدائش میں کوئی انہونی یا پُراسرار بات نہ تھی آپ ایک کامل آیت اللہ تھے۔ تاکہ لوگوں کے دلوں میں خدا کی رحمانیت کا یقین کوٹ کوٹ کر بھر دیں۔ ایک انسان ہی دیگر بنی نوع انسان کے لئے ایک کامل ہادی و مرشد ہو سکتا ہے۔ اگر ایک آدمی تیر دوڑنا سیکھنا چاہتا ہے تو وہ ہمیشہ کسی انسان سے سبق حاصل کریگا نہ کہ گھوڑے سے۔ اگرچہ گھوڑا انسان سے بہت زیادہ تیز رو و سبک رفتار ہے۔ اسی طرح اگر انسان کو نیکی کی تعلیم دینی منظور تھی تو اسکے لئے ایک انسان ہی کو بھیجا جانا چاہئیے تھا۔ نہ کہ کسی فرشتے کو نہ خدا کے بیٹے یا بیٹی کو اور نہ خدا خود اس کام کے لئے نیچے آ سکتا تھا۔

نبی کریم کی ذات بابرکات سے ثابت ہو گیا ہے کہ بہ نسبت ایک جزوی خدا یا فرضی اوتار خدا کے ایک محض انسان بہتر آیت اللہ ہو سکتا ہے۔ اور اپنے ہمجنسوں کے لئے زیادہ فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ایک محض انسان تھے اور دنیا کیلئے نذیر بن کر آئے تھے۔

---

یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس مصنف کے ذہن میں نبی اللہ کی کونسی تعریف جاگزین ہے۔ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا کام جب قرآن بھی کہے صاحب جرأت صلاح زمانہ تھا اور آپ اس کام میں کامیاب بھی ہوئے تو یہ نبوت نہیں تو اور کیا ہے (اڈیٹر)

آپ اپریل سنہ ۵۶۹ء میں مکہ شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ قبیلہ قریش میں سے تھے۔ جو عرب میں بہادری اور دلیری میں ہمیشہ سے ممتاز اور نامور چلا آیا ہے۔ آپ کے جد اعلے ہاشم مکہ کے ایک مشہور محسن گذرے ہیں۔ اور کعبہ جو کہ قدیم سے اہل عرب کا مرکز اور جائے عبادت چلا آیا ہے۔ اور جس کی حفاظت کا سپرد ہونا بڑی عزت اور منزلت سمجھی جاتی تھی۔ اسکی نگاہداشت بھی آپ ہی کے بزرگوں کے سپرد تھی (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) اور آپکے پیرو مصنفہ ڈبلیو ارونگ) +

اور حقیقت تو یہ ہے کہ کعبہ کی نگاہداشت جس قبیلہ کے سپرد ہوتی شہر کے تمام اعلی رتبے اور حقوق اس کے ہاتھ میں آجاتے اور ایک رنگ میں وہ سارے شہر مکہ کے حاکم بن جاتے۔ آپ کی دودھ پلانے والی دائی کا خاندان بھی بڑا پرانا اور معزز قبیلہ تھا +

آپ کی پیدائش کے ساتویں دن آپ کے دادا عبد المطلب نے تمام بڑے بڑے قریشیوں کو ایک دعوت دی۔ اور اسمیں آپ کو یہ کہتے ہوئے پیش کیا کہ ہماری نسل کی اٹھتی ہوئی امنگیں اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور آپ کا نام محمد یعنی بہت تعریف کیا گیا قرار پایا +

خوش قسمتی سے نبی کریم کی نبوت ملنے سے پہلے کی زندگی کے سارے حالات محفوظ ہمارے سامنے ہیں۔ عام طور پر بڑے آدمیوں کی زندگیوں کے حالات اس وقت سے شمار کئے جاتے ہیں جس وقت ان کی عظمت تسلیم کر لیجاتی ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس زمرہ میں نہیں۔ ہر ایک طالب ہدایت آپ کی اوائل زندگی کے مفصل حالات معلوم کر سکتا ہے۔ جو سفر آپ نے اپنے چچا یا بحیثیت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے پیروکار ہونے کے کئے وہ سب صحیفوں میں مذکور ہیں۔ اس بات میں شک کرنا ممکن ہی نہیں کہ اپنی اخلاقی قابلیت کی وجہ سے آپ اپنی قوم اور ملک میں ایک ممتاز اور ذی اثر آدمی خیال کئے جاتے تھے۔ ایک مشہور سیاح ابوالفیدہ لکھتے ہیں دیانتداری اور خوش خلقی کے تمام لوازمات آپ کی ذات میں پائے جاتے تھے۔ آپ ایک صادق مصدوق اللسان تھے اور اس وجہ سے آپ کو الامین کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ آپ کے انصاف اور حق شناسی کی اس قدر دھاک تھی کہ دور دور سے لوگ آپ سے فیصلہ کروانے آیا کرتے تھے (محمد اور آپکے پیرو مصنفہ ولیم ارونگ)

اہل تاریخ مندرجہ ذیل واقعہ بیان کرتے ہیں:-

کعبہ شریف کی متبرک عمارت کو ایک دفعہ آگ لگ گئی۔ اور بعد میں مرمت کرنی پڑی تو کوئی تین

اس بات پر بہت جھگڑا ہوا کہ کس آدمی یا قبیلہ کو یہ عزت دی جائے۔ کہ وہ حجر اسود کو اسکی جگہ پر نصب کرے۔ آخرکار یہ قرار پایا کہ جو آدمی دروازۂ الحرام سے سب سے پہلے داخل ہو وہ جو فیصلہ کر دے وہ سب کو منظور کرنا پڑیگا۔ خُدا کا کرنا کہ سب سے پہلے وہ شخص داخل ہوا جس کو سب عزت اور آرام کی نگاہوں سے دیکھتے تھے یعنے الامین محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ خدا تعالیٰ نے اس اوائل عُمر میں ہی ایک ہاتھ سے ایک قومی جھگڑے کو مٹا کر جمہوریت کی بُنیاد ڈلوانی تھی اور حجر اسود کو جمہوریت کا نشان مقرر کرنا تھا جب نبی کریمؐ کو سارا جھگڑا سُنایا گیا تو آپؐ نے حکم دیا کہ ایک بڑا کپڑا لایا جائے اور حجر اسود کو اس پر رکھا جائے۔ پھر آپؐ نے کہا کہ ہر ایک قبیلہ اپنے میں سے ایک آدمی کو چُن لے۔ جب ان سب حکموں کی تعمیل کی گئی تو آپؐ نے اُن منتخب آدمیوں کو فرمایا کہ وہ سب کپڑے کے کنارے پکڑ کر حجر اسود کو اسکی جگہ پر پہنچا دیں۔ اور اس طرح اس متبرک پتھر کو اسکی جگہ پر رکھنے کے شرف میں ہر ایک قبیلے کو حصہ ملگیا اور اسکے بعد ان سب نے آپ کو اس بات کے لئے چُنا کہ آپ حجر اسود کو اسکی نئی جگہ میں رکھ دیں +

## محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو کہ نظم عالم قوت ارادی کا نتیجہ ہے اپنی ذات سے ثابت کر دیا

اگر ہم نبی کریمؐ کی زندگی کو غور سے مطالعہ کریں تو ہم ہرگز انکار نہیں کر سکتے کہ دُنیا کا خالق اور حاکم ایک مدبر بالارادہ ہستی ہے۔ ہم یہاں تک تو کہہ سکتے ہیں کہ نظام شمسی خدا کے مدبر بالارادہ ہونے کی کوئی قطعی اور یقینی دلیل نہیں۔ کیونکہ نہ تو ہم کو یہ بتایا گیا ہے کہ اس نظام کی غرض و غایت کیا ہے۔ اور نہ ہی ہم اسکے وجود میں آنے کی اصلیت سے واقف ہیں۔ سائنسدانوں نے ایک مسئلہ پیش کیا ہے کہ یہ سارا نظام شمسی خود بخود اس موجودہ حالت میں ترقی کر کے آگیا ہے۔ اور جب انہوں نے یہ کہدیا کہ نظام شمسی بھی اپنے عجیب و غریب نظم کے باوجود کسی مدبر بالارادہ ہستی کا ثبوت نہیں رکھتا تو اس سے بہتر ثبوت مشاہدۂ قدرت میں ملنا مشکل تھا۔ لیکن نبی کریمؐ کی ذات واقعی خدا کا ایک مدبر بالارادہ ہستی ہونے کی بیّن اور قاطع دلیل ہے + ذرا اس وقت کی تاریخ پر نظر ڈالیئے تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ نسل انسانی اس وقت ہر طرف سے جہالت اور گناہ سے بھرپور تھی۔ ہر ایک مذہب میں ملاوٹیں اور بدعات آچکی تھیں +

پروفیسر جے لیک صاحب لکھتے ہیں کہ اس انٹی منطق نے جس کا آخری نتیجہ شرک اور بت پرستی ہے نہ صرف عیسائی ممالک میں بلکہ دُنیا کے ہر ایک حصہ میں اپنا رنگ جمایا ہوا تھا۔ یہی نام نہاد کا فلسفہ جس نے سپنوزا کے نام سے نئے سر سے ترقی حاصل کی۔ اس نے مشرق کی اوائل الہامی کتابوں کو مغلوب کر لیا تھا۔ وسطی اور مشرقی ایشیا کی شامی قوموں میں اس نے بت پرستی کے ازحد قبیح منظر پیدا کر دیئے تھے۔ اور عیسائی ممالک مع یورپ کی شامی اقوام کے اُن سے کچھ کم نہ تھے گویا یوں کہیئے کہ اُس وقت کی ساری معلومہ دُنیا گناہ اور بد اخلاقی کے اسفل السافلین میں گری ہوئی تھی اور بعد کی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے ۔ کہ اس وقت کی غیر معلومہ دُنیا کے باشندے بھی اسی گڑھے میں اوندھے پڑے ہوئے تھے یہود بھی اس عالمگیر وبائی مرض سے بچ نہ سکے اور ان کی رسُومات میں بھی شرک کا رنگ آگیا تھا۔ اور وہ بھی عرب کے مشرکوں کی طرح کعبہ میں منتیں چڑھاتے تھے۔ جب سائیرس کے بھائی ارٹیکسرکس منیمان نے مائی تھرا اور نیلک کلٹس کی پرستش کا رواج ڈالا تو اس وقت سے اہل فارس کے مذہب میں بدعات آنی شروع ہو گئیں۔ لیکن چھٹی صدی عیسوی میں تو حد ہی ہو گئی۔ جب مزدک صاحب نے یہ وعظ لوگوں کو سُنانا شروع کیا کہ ہر ایک مال و عورتوں میں اس طرح حصہ لینے کا حقدار ہے۔ جس طرح آگ پانی اور گھاس پر سب کا مشترکہ قبضہ ہے ہر ایک آدمی کا حق ہے۔ کہ دُنیا کے نیک و بد سے فائدہ اُٹھائے۔ ملکیت مخصُوصہ ایک انسانی اور غیر واجب اصُول ہے۔ ملک فارس کی بعض صحیح فطرتوں نے اس مخطرناک اصُول کو ناقابل برداشت سمجھ کر ان سے منہ موڑا اور آخر کار مزدک کو قتل کر دیا گیا۔ تاہم آپ کے اصُول اہل مغرب کے دلوں کو مسخر کر چکے تھے اور ان کا دُور کرنا کوئی آسان بات نہ تھی +

اور عرب میں تو بت پرستی کی حد ہو گئی تھی ۔ قدرت کے ہر ایک منظر کی پرستش کیجاتی تھی لکڑی ۔ شجر ۔ پتھر ۔ اناج ۔ اور ایسی ایسی چیزوں کو معبود ٹھیرایا گیا تھا۔ جس کا نام لیتے شرم آتی ہے۔ ہر ایک قبیلہ کے علیحدہ علیحدہ بت اور مندر تھے اور انسانی قربانی ایک عام رسم تھی +

عرب کی ... ی سیاسی اخلاقی اور علمی حالت دُنیا کے کسی حصہ سے بہتر نہ تھی۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس ظلمت اور جہالت کے زمانہ میں سب سے زیادہ جہالت اور ضلالت میں بڑھی ہوئی

قوم عربوں کی تھی۔ ان کے آپس کے فساد۔ مار دھاڑ۔ قتل انتقامی جنگ وغیرہ ان سب کی وجہ سے عرب لوگ بڑے قسی القلب ہو گئے تھے۔ شرابخوری۔ زنا اور جُوا بالکل عام تھے ان کو بُرائی اور گناہ سمجھا ہی نہ جاتا تھا۔ کوئی اخلاقی مذہبی یا تمدنی قانون ان کو روکنے کے لئے نہ تھے۔ شادی یا طلاق کیلئے کوئی حدود یا قیود نہ تھیں۔ حتّٰی کہ بیٹا اپنے باپ کی بیوہ کو بطور ورثہ پاتا تھا۔ اکثر اوقات لوگ یتیم لڑکیوں کا مال خُرد بُرد کرنے کے لئے ان سے شادی کر لیتے تھے۔ اور جونہی کہ مال ان کے قبضے میں آجاتا تو اس بیچاری کو یا تو تن تنہا چھوڑ دیتے اور یا اس سے بدسلوکی کرتے کہ وہ خود ہی تنگ آکر چلی جائے مطلوقہ عورت کسی سے شادی نہ کر سکتی تھی۔ کیونکہ اس سے خاوند کی ہتک سمجھی جاتی تھی۔ اور اکثر اوقات کینہ رکھنے والی عورتیں جب تک اپنے دشمنوں کے خون سے ہاتھ نہ رنگ لیتی تھیں انکو چین نہ آتا تھا۔ غلاموں کے ساتھ حیوانوں سے بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ انسانی قربانی بچوں کو زندہ دفن کر دینا۔ خودکشی یہ سب معمولی باتیں سمجھی جاتی تھیں اور آئے دن ایسے جھگڑے ہو جاتے تھے جن کا انجام خونریزی ہوتا تھا۔ اور اکثر دفعہ ایک جلدی سے کہے ہوئے لفظ کا بدلہ خون اور قتل سے لیا جاتا تھا۔ الغرض بقول گبن صاحب اس شرم ناک اور ذلیل حالت میں جس کو انسانیت کے نام سے موسوم کرتے ہوئے شرم سی آتی ہے۔ انسان اور دیگر حیوانوں میں چنداں فرق نہ تھا۔ انسان نہ فہم سے کام لیتا تھا نہ نطق سے۔ تمام دنیا کی اس وقت یہ حالت تھی اور خصوصاً عرب کے ملک کی۔ اور پھر یہ قابلِ شرم حالت کس طرح تبدیل ہوئی۔ نہ تو ایسی پست حالت کسی اچانک قدرتی منظر سے جسکو ہم اتفاقیہ کہسکیں اس سی تبدیل ہوئی۔ اور نہ ہی کسی خارق عادت معجزہ سے ہوئی۔ کہ اس کا نام ہم توہم پرستی رکھ لیں۔ عرب کی حالت اور اس کے ذریعہ سے ساری دنیا کی حالت ایک خاص ارادہ کے ماتحت ہر ایک پہلو سے بہتر کر دیگئی۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے اس ارادہ کی تکمیل کیلئے عرب کے ملک میں ایک آدمی اصلاح نسل انسانی کیلئے چُن لیا۔ لوگ اس آدمی کو خوب جانتے تھے۔ کہ اس وقت اس کی جوانی ڈھل چکی تھی۔ اس کے حالات میں کسی قسم کا خفیہ اسرار نہ تھا۔ جس نے معجزات کو اصلاح کا ذریعہ بنانے سے انکار کیا۔ اور جس نے خدا کی وحی کے مطابق اپنی زندگی ہی میں اصلاح قومی کر کے دکھادی۔ یہ اصلاح ہر پہلو سے کامل تھی۔ اس کا اثر دیرپا اور عالمگیر تھا۔ لیکن ہر ایک

قدم جو اسکے حاصل کرنے کیلئے اُٹھایا گیا بڑے غور و فکر سے اُٹھایا گیا۔ تاکہ کوئی فطرت صحیحہ والا منصف انسان اِس بات کا انکار نہ کر سکے کہ یہ سب ایک مُدبّر بالارادہ ہستی کے حکم کے ماتحت ہؤا ہے۔ الہام بھی سارا ایکدفعہ نہیں ہؤا۔ اگرچہ اس کا اثر دائم اور عالمگیر تھا + آیا وہ اصلاح کامل تھی یا نہیں ہم اس کا اندازہ متعصب عیسائی مُصنّفوں کی تحریروں سے کر سکتے ہیں۔ واشنگٹن اروِنگ صاحب عرب کی ناگفتہ بہ اور بیکسی کی حالت کا نقشہ کھینچنے کے بعد لکھتے ہیں۔ کہ:-

"وہ وقت آن پہنچا تھا جبکہ عرب کی باہم برسرِ پیکار قومیں ایک جگہ جمع ہوں۔ اور ایک ہی غرض مشترکہ کو مدِّ نظر رکھیں۔ اس وقت ایک ایسی خداداد استعدادوں والے کی ضرورت تھی جو ان منتشر اعضا کو اکٹھا کر دے۔ اپنے دلیر اور پُرجوش ولولوں سے اُن کو خوابِ غفلت سے جگائے اور اس اژدہے ریگستانی کا لیڈر بن کر دُنیا کی سلطنتوں کو تہ و بالا کر دے۔ تلاطم مچا دے"+

# اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی

ایک میم صاحبہ میرے پاس تشریف لائیں۔ ان کا خیال تھا کہ ہم مسلم لوگ بھی مغربی عالمان علم الٰہیات کی طرح اپنے مذہب اور اسلامی زندگی کے اصولوں کو زمانہ کی روش اور ضروریات کے مطابق موڑ توڑ لیتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا" باوجودیکہ مغربی علوم اور ترقی تہذیب سے مجھے بڑا گہرا تعلق ہے لیکن میرا یہ لگاؤ میرے لئے کسی طرح اس بات کا مانع نہیں کہ میں قرآن اور اُس کی ترتیب کو خدا کا کلام مانوں"۔ وہ تو یہ سمجھے بیٹھی تھیں۔ کہ جس طرح عیسائیوں کو اب یہ ماننا پڑا ہے کہ موجودہ انجیل کا ہر ایک لفظ اور فقرہ یقینی طور پر جناب مسیح کا فرمودہ یا کلام اللہ نہیں اسیطرح مسلمان بھی قرآن کریم کی بابت اسی قسم کا کوئی عقیدہ رکھتے ہونگے۔ اور بدیں وجہ میرا یہ جواب سنکر ان کو بہت حیرت ہوئی۔ لیکن جب میں نے کھول کھول کر اس کی تفصیل کی تو ان کا تعجب بہت حد تک جاتا رہا۔ میں نے کہا۔ اگر ایک درخت کو خدا کی صنعت ماننے میں کوئی منطق یا علم طبعی میرا مانع نہیں تو اسی طرح میں ایک کتاب کو بھی خدا کا کلام مان سکتا ہوں کیا ایک درخت اسی مادہ کی ایک نئی شکل نہیں جو پہلے ہی قدرت میں موجود تھا۔ اگر بعض موجود؟

عناصر کو ملا کر ایک درخت بنا دینا خدا کی طرف منسوب ہو سکتا ہے تو کس طرح بعض ایسے الفاظ کا جمع کر کے بھیج دینا جو اس دنیا کی کسی زبان میں پائے جاتے ہوں خدا کا کلام نہیں کہلا سکتا۔
مندرجہ بالا استدلال ہر ایک الہامی کتاب کی بابت کہے جا سکتے ہیں۔ لیکن خدا کے جمع کردہ الفاظ میں صفات ہونی ضروری ہیں اور لابد ہیں جو خدائی صنعت کو انسانی صنعت سے تمیز کرتے ہیں میرے خیال میں شہد کی مثال میرے مفہوم کو خوب صاف کر دیگی۔ شہد ایک ایسا مرکب ہے جو مشیت ایزدی کے ماتحت شہد کی مکھی مختلف پھولوں کے رسوں سے تیار کرتی ہے۔ ہم بھی مختلف قسم کے عرق اور شربت پھولوں کے رسوں اور نچوڑ سے بناتے ہیں لیکن جو چیز چھوٹی سی مخلوق اپنے خالق کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل کر کے پیدا کر لیتی ہے۔ تمام نسل انسانی کی مجموعی کوشش بھی پیدا نہیں کر سکتیں۔ خدا کی کتاب یعنی القرآن اس حقیقت کو یوں واضح فرماتا ہے۔ فرمایا:-

واوحی ربك الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر ومما یعرشون ۝ ثم کلی من کل الثمرات فاسلکی سبل ربك ذللا یخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فیه شفاء للناس ان فی ذلك لایة لقوم یتفکرون (سورۃ النحل آیت ۶۸ و ۶۹) ترجمہ۔ اور تمہارے پروردگار نے یہ بات شہد کی مکھی کے دل میں ڈالی کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور لوگ جو اونچی اونچی ٹٹیاں بنا لیتے ہیں اُن میں چھتے بنا۔ پھر ہر طرح کے پھلوں میں سے (ان کا عرق) چوستی پھر اپنے پروردگار کے آسان طریقوں پر چل۔ ان کے پیٹوں میں سے ایک چیز نکلتی ہے۔ جس کے کئی رنگ ہوتے ہیں۔ اور اس میں لوگوں (کی بہت سی بیماریوں) کی شفا ہے۔ بے شک غور کرنے والوں کیلئے اس میں ایک بڑی نشانی ہے"+

مادی اور جسمانی اشیاء میں سے یہ مثال اس واسطے پیش کی گئی ہے تا کہ بتایا جائے کہ قوانین ربی کا اطلاق روحانی دنیا پر بھی اسی طرح ہوتا ہے۔ اس آیت کے آخری الفاظ خصوصاً قابل غور ہیں۔ فرمایا۔ اسمیں غور کرنے والوں کے لئے ایک بڑی نشانی ہے۔ اگر پھولوں کے رسوں سے ایک ایسا مرکب تیار کرنے کے واسطے جس سے انسانوں کی جسمانی امراض دور کیجائیں ایک شہد

کی شخص ہی کی وساطت کی ضرورت ہے۔ تو یہ بات کس طرح خلاف قیاس ہوسکتی ہے کہ ایک رسُول خُدا کے رُوحانی اور اخلاقی قوانین کی اطاعت پورے طور پر کرکے بذریعۂ الہام خدا ان تمام صداقتوں اور اعلےٰ باتوں کو جو دوسرے مذاہب میں پائی جاتی تھیں جمع کرکے اس کا نام قرآن رکھ دے +

اگر اس مجموعۂ الفاظ میں تمام صفاتِ ممیّزہ موجود ہوں جو عموماً خدا کی دوسری صنعتوں میں نظر آتی ہیں تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ کیوں اسکے ہر ایک لفظ ہر ایک فقرے اور اسکی ترتیب کو صنعتِ الٰہی نہ مانا جائے۔ مَیں یہ مانتا ہوں کہ انجیل کی بابت بھی اسی قسم کے الفاظ کہے جاسکتے ہیں لیکن چونکہ بوجہ اس کے نقائص طبعی خود اس کے معتقدین اس کے بعض حصص کو الہامی نہیں مانتے اس واسطے اس پر بحث کرنے کی مجھے چنداں ضرورت نہیں +

جو چیز خدا کی طرف سے ہو وہ اپنی ذات اپنی صفات اور اپنی خصوصیات میں لاثانی ہونی چاہئیے۔ کوئی انسان کوئی لاشریک چیز پیدا نہیں کرسکتا۔ جو کتاب کہ خدا کی طرف سے ہونے کا دعوےٰ کرتی ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر رنگ میں نرالی ہو اور سب انسانی تصانیف اسکے آگے ہیچ ہوں۔ القرآن اس قسم کا دعویٰ مندرجہ ذیل آیات میں کرتا ہے۔ فرمایا

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداء کم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین ۰ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۳ و ۲۴ (ترجمہ۔ اگر تم کو ہمیں شک ہو جو ہم نے اپنے بندے (محمدؐ) پر اُتارا۔ تو اُس جیسی ایک سُورۃ بنا لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے حمایتیوں کو بھی بُلالو اگر تم سچّے ہو۔ اور اگر نہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکو گے تو دوزخ کی آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں) +

اِسی قسم کا چیلنج سورہ یونس کی اٹھتیسویں آیت میں اور سُورہ ہُود کی تیرھویں آیت میں دیا ہے۔ اور سورۃ بنی اسرائیل کی اٹھارہویں آیت میں تو سارے بنی نوع انسان کو قرآن کی مثل کوئی صحیفہ پیش کرنے کے ناقابل ٹھیرایا ہے۔ اور ایک الہامی کتاب کا دعویٰ ہونا بھی یہی چاہئیے۔ یہی ۔ ے ایک سیب ایک پھول ایک دانے ایک گھاس کے تنکے کی بابت کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر قُدرت کی ان اشیا کی ساخت بوجہ ان کے لاثانی اور بے نظیر ہونے کے

خدا کی طرف منسوب کیجا سکتی ہے تو ضروری ہے کہ ایک ایسی کتاب جس کا طرز بیان ہر رنگ میں ناقابل نقل ہو۔ اس کا منبع بھی کوئی لاشریک ہستی ہو۔ مجھے اسبات کے کہنے کی ضرورت نہیں کہ عربی علم ادب میں کوئی کتاب آج تک قرآن کا مقابلہ نہیں کر سکی۔ اور اسکی طرز بیان کو اعلےٰ ترین معیار زبان سمجھا گیا ہے۔ خود اس کے دشمنوں نے بے اختیارانہ اسکی تعریف کی میرے خیال میں اس موقعہ پر بعض عیسائی مصنفوں کی رائے کو لکھ دینا غیر محل نہ ہوگا +

"یہ بات تو پورے طور پر مسلم ہے کہ قرآن کی زبان بڑی پاک اور فصیح ہے۔ اور بلا شبہ عربی زبان کا معیار ہے"۔ (جارج سالے)

قرآن کریم کے مضامین میں کثرت سے ایسی خوبی اور زور کا اظہار پایا جاتا ہے جو عموماً شاعرانہ خیالات کے اظہار میں ملتا ہے۔ اِس لطیف زبان کیلئے اس سے بہتر کوئی تمہید نہیں ہو سکتی جو آنحضرت کے فصیح کلام میں پائی جاتی ہے۔ جن کی زبان نہایت پُرزور اور اعلےٰ درجہ کی شستہ ہے قرآن کی زبان اعلےٰ ترین عربی سمجھی جاتی ہے۔ اور اس کا طرز بیان اسقدر دلفریب ہے اور اسکی مقفّٰی عبارت ایسی خوبصورت ہے کہ آج تک اسکی کوئی مثل پیش نہیں ہو سکتی" (پاپولر انسائیکلوپیڈیا +)

"قرآن کے محاسن اور فصاحت کا ایک شمّہ بھی کوئی عربی خواں کسی اور تصنیف سے پیش نہیں کر سکتا۔ لائق سے لائق اور ہوشیار سے ہوشیار مصنف بھی اس قسم کی عبارات اپنی مرضی سے نہیں لکھ سکتا" (انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا +

یہ کتاب ایک ایسے وقت پیش کی گئی جبکہ عرب میں فصاحت اور بلاغت کی حد ہو گئی تھی عربی لٹریچر کے لئے یہ ایک زرّین زمانہ تھا۔ اور بڑے بڑے قابل آدمی اپنی تصانیف اشعار میں ایکدوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن جب انہوں نے قرآن کی اعجاز نما فصاحت کو دیکھا کہ وہ کس قدر مدلل اور پُر حکمت تھی۔ اور جو کہ عموماً ایک محض ناخواندہ اُمّی کی زبان سے ایک بیہوشی کی حالت میں نکل جاتی تھی تو انہوں نے سر تسلیم خم کیا اور اسکی بلاغت کے قائل ہو گئے نزول قرآن کے وقت سے لیکر آج تک قرآن کا یہ دعوٰی کہ میری مثل اور نظیر نہیں پیش کیجا سکتی بالکل سچا اور محکم رہا ہے +

نیز خدا کی طرف سے جو کتاب ہو لازمی ہے کہ اس میں کچھ ایسے علوم ہوں جو انسانی احاطہ طاقت سے باہر ہوں - قرآن اس قسم کے علوم سے بھرا پڑا ہے - اور مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر میں ایک مثال پیش کرتا ہوں - فرمایا

وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر فاتبعھم فرعون وجنودہ بغیا وعدوا حتی اذا ادرکہ الغرق قال امنت انہ لا الہ الا الذی امنت بہ بنوا اسرائیل وانا من المسلمین ءالئن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک ایۃ وان کثیرا من الناس عن ایتنا لغفلون (سورۃ یونس آیت ۹۰ تا ۹۲) (ترجمہ - ہم نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار اتار دیا - پھر فرعون اور اسکے لشکریوں نے سرکشی اور شرارت کی راہ سے ان کا پیچھا کیا - یہاں تک کہ جب فرعون پر (پانی) آ پہنچا تو لگا کہنے کہ اب مجھ کو یقین آ گیا جس خدا پر بنی اسرائیل ایمان لائے - اُس کے سوا کوئی معبود نہیں - اور اب میں (اسی کے) فرمانبرداروں میں ہوں - (خدا نے فرمایا) کیا اب (ایسے وقت میں ایمان) اور (تیرا حال تو یہ تھا کہ اس سے) پہلے برابر نافرمانی کرتا رہا اور تو مفسدوں میں سے ہے - اور آج تیرے بدن کو ہم (پانی میں تہ نشین ہونے سے) بچا لینگے - تاکہ جو لوگ تیرے بعد آویں اُن کیلئے نشان عبرت ہو - البتہ بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں) +

مندرجہ بالا آیات کے آخری حصے میں بعض ایسے واقعات کا ذکر ہے جن کا پتہ بائبل یا تاریخ کی کسی اور کتاب میں نہیں ملتا - ان میں صاف لکھا ہے - کہ فرعون موسیٰ کی لاش پانی میں گم نہیں ہوئی - بلکہ اس کو ساحل پر پھینک دیا گیا تھا - اور آج کل کی تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ فرعون موسیٰ کی نعش مصر کے ممیز* میں محفوظ پڑی ہے - یہ بات تو حال ہی میں معلوم ہوئی ہے - اور نبی کریم کو اس کا علم قطعاً نہیں ہو سکتا تھا - کیا یہ علم غیب کی ایک بین دلیل نہیں جو کسی ایسی کتاب میں نہیں پایا جاتا جو انسانی دماغ سے لکھی گئی ہو - بلکہ صرف اس کتاب میں پایا جا سکتا ہے جو عالم الغیب کی طرف سے نازل ہوئی ہو +

* مصر میں یہ قاعدہ تھا کہ لاشوں کو مصالحہ لگا کر رکھ چھوڑتے تھے - اس قسم کی نعشوں کو جو مصالحہ لگا کر سوکھی ہوئی ہوں ممیز کہتے ہیں +

# مسئلۂ ارتقائے انسانی

## صحیفۂ ارتقا

صحیفۂ قدرت کا کوئی سا صفحہ مطالعہ کرو تو ہر جگہ ترقی اور فلاح کا قانون بڑے شوخ حروف میں لکھا ہوا پاؤ گے۔ کائنات کا ہر ایک ذرہ رو بہ ترقی ہے۔ اسمیں کچھ اس قسم کی خداداد استعدادیں رکھ دی گئی ہیں کہ وہ خود بخود اپنے کمال کی طرف ترقی کر رہا ہے۔ ایک بیج کچھ مدت کے بعد پودہ بن جاتا ہے۔ پھر وہی ترقی کرتے کرتے درخت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اور پھر ایک شجر بارور بن جاتا ہے۔ گویا کہ قدرت کی بادشاہت میں ہر چیز رو بہ ترقی ہے۔ "ایک گھونگے سے لیکر ایک کلیسیا تک۔ گھاس کے تنکے سے لیکر ایک عظیم الشان شاہ بلوط کے درخت تک جگنو کی خفیف سی چمک سے لیکر بجلی کی ضو تک ایک جھینگر کی آواز سے لیکر اعلےٰ سے اعلےٰ مقدس راگ تک غرض مادہ اور طاقت مختلف صورتوں اور خاص تقسیموں کے مطابق ہر وقت ایک غیر منتہی ترقی کی طرف چلے جا رہے ہیں۔ قدرت کی کوئی چیز سالت یا تنزل کرنیوالی نہیں +

قدرت کے جسقدر منازل موجودہ سائنس نے معلوم کئے ہیں۔ ان سب میں ترقی اور بڑھنا پایا جاتا ہے۔ یہ جس قدر مناظر قدرت ہمارے مشاہدہ میں آتے ہیں۔ اور علاوہ ازیں وہ جن کو ابھی ہم نے معلوم کرنا ہے یہ سب اس وسیع عنصر کے ہر ذرہ میں قدرتی اور پیدائشی طور پر موجود ہیں۔ جس کو ایتھر کہا جاتا ہے۔ اور جو تمام کائنات پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہ ذرات جب ایک خاص نسبت سے جمع ہوتے ہیں تو ان سے برقی جوہر پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور انہی برقی جوہروں کے مختلف مرکب اجتماعوں سے مادہ کے ذرات پیدا ہو جاتے ہیں جن سے تمام مادی عالم بنا ہوا ہے۔ بعد زندگی آتی ہے جو خود نہ تو مادہ یا طاقت ہے لیکن اسکی ترکیب مادہ اور طاقت کی انفعالی قوت کے بغیر کوئی کام نہ دے سکتی تھی۔ یہی صورت جب اور ترقی پذیر ہوتی ہے۔ تو اس سے دماغ پیدا ہوتا ہے جو دل کے تفکرات کے لئے جسم کا کام دیتا ہے۔ پھر اسی کی مزید ترقی سے احساس پیدا ہوتا ہے۔ جو آخرکار علم اخلاق فلسفہ اور مذہب کی اعلیٰ درجہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ جس کو عام گفتگو میں روح کہہ دیا جاتا ہے۔ خواہ ایک الگ ہستی ہو یا اس مادی کرہ پر ارتقا کے

آخری مرتبہ ہی کا دوسرا نام ہو۔ اس سے ہماری بحث پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اور نہ ہی اس اختلاف رائے سے اس مسئلہ پر کوئی زد پڑتی ہے۔ کہ ہر ایک ذرہ قدرت رُو بہ ترقی ہے۔ ممکن ہے کہ بیرونی طاقتیں اس کے قابو میں ہوں لیکن یہ بیرونی اشیا کچھ بھی فائدہ نہ دے سکتیں۔ اگر مادے میں طاقت قبولیت ہوتی نہیں ایسے خواص رکھے گئے ہیں۔ کہ وہ ترقی کرے نہ کہ تنزل مخلوق کی ہر ایک چیز اس طرح پر بنائی گئی ہے کہ وہ ترقی کرتے کرتے اپنی حد قابلیت کے اندر کمال حاصل کرے۔ اس سے نہ صرف اس غلط عقیدہ کا ازالہ ہو جاتا ہے کہ انسان زوال پذیر ہے اور اپنے اعلے مقام سے گر رہا ہے۔ بلکہ عیسائی مسئلہ نجات کا بطلان بھی اسی ایک بات سے ہو سکتا ہے۔ اس قسم کے عقاید ہر قسم کی ترقی کے روکنے کے علاوہ تمام علمی اور سائنس کی صداقتوں کے خلاف ہیں۔ کائنات میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو اپنی ابتدائی حالت میں کمال کو پہنچی ہوئی ہو۔ آہستہ آہستہ درجہ بدرجہ ترقی کرنے سے منزل کمالیت حاصل ہوتا ہے۔ نجات یعنی انسانی زندگی کے مقصد اعظم کا حصول کفارہ نہیں ہے۔ خدا کی کسی مخلوق میں کوئی پیدائشی اور قدرتی نقص نہیں ہو سکتا نقص تو بعد میں پیدا ہوتا ہے +

یہ ایک مسلم صداقت ہے اور قدرت کا ذرہ ذرہ اسکی شہادت دے رہا ہے۔ اور جبکہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے اور خود اپنے اندر ایک چھوٹی سی دنیا رکھتا ہے بھلا اسکی ساخت کس طرح اس قاعدے کے خلاف ہو سکتی ہے۔ اگر وہ اپنی قدرتی بزرگی میں یا اپنی ترقی کرنے کی قابلیت میں شک کرے تو وہ گویا اپنی فطرت اور ساخت کے خلاف کام کرتا ہے۔ انسان کو بہترین مخلوق اور صانع حقیقی کی اعلیٰ ترین صنعت قرار دیا گیا ہے تو کیا یہ لازمی نہیں کہ اسکے قوے اور قابلیتیں بھی سب سے افضل ہوں اسکی یہ استعدادیں اپنے کمال تک پہنچ جاویں تو اس کا درجہ اپنے خدا اور خالق کے سوا کسی سے کم نہ ہو۔ یہ سب وجوہ اسقدر صاف اور کھلے تھے کہ ان سے کوئی غلط نتیجہ اخذ کرنا قریباً محال تھا لیکن پھر بھی دنیا کو یہ معمولی سی بات سمجھنے میں ہزاروں برس لگ گئے۔ اور مذہب اگر وہ خدا کی طرف سے ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ اس معاملہ میں ہماری رہبری کرے۔ کیونکہ الہام الٰہی کا اولین مقصد یہی ہونا چاہئے +

مٹی کے ناچیز اور سیاہ ڈھیلوں کو جب انسانی فہم کے ماتحت کام میں لایا گیا تو بہشت جیسے باغات اس سے پیدا ہو گئے۔ سائنس اور علوم نے ہماری مدد کی اور اس دُنیا کے جسمانی حصے کو زحمت دہ اور مقام عیش بنا دیا لیکن سائنس کوئی چیز خود پیدا نہیں کر سکتی۔ مخلوق میں ہر ایک چیز موجود تھی۔ اور جب اسکے خاص قوانین پر عمل کیا گیا تو اس کا ثمرہ مل گیا۔ سائنس کا کام صرف اسقدر ہے کہ وہ ان قوانین کو معلوم کرے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان جو اعلیٰ سے اعلیٰ اور افضل سے افضل قوے کا مرکز ہے کیا وہ جسمانی مملکت کے باہر بھی کوئی

قابل قدر ترقی کر سکتا ہے یا نہیں۔ یقیناً وہ کر سکتا ہے بشرطیکہ اسکو نورِ ہدایت اور صداقت مل جائے
اور الہام الٰہی کی ضرورت اور غرض صرف اسی قدر ہو سکتی تھی۔ کہ وہ اس نور کو مہیا کر دے۔ اور وہ
صحیفہ یا کتابیں جو یہ غرض پوری نہ کر سکیں۔ ان کی غرض قصے کہانیوں کی کتابوں سے بڑھ کر
نہیں ہو سکتی۔ کلیسیائے مغربی کے پاس بھی رومن یونانی اور ہندو قصے کہانیوں سے بڑھ کر کوئی
چیز نہیں جس کے ذریعے سے ایک بچہ ترقی پا کر ایک انسان بنتا ہے۔ اور اگر چند قصے کہانیوں
کے علاوہ کتب سماوی میں کچھ نہو تو بھلا اسمیں خدائی ہاتھ یا الہام کی کیا ضرورت تھی لیکن بدقسمتی
سے اعتقادِ فاسدہ نے مذہب کا منصب لیا۔ اور لوگوں کو گمراہی اور ضلالت کے گڑھے میں ڈالدیا
اندھی تقلید اور ایمان بلا فہم سے انسانی دماغ اور ذہن بالکل زائل ہو گئے۔ توہم پرستی نے بھی خوب غلبہ
پایا۔ اور بہت سی قوموں نے اس قسم کے عقائد اور اصول اختیار کیے جن کے ماننے سے نہ صرف
عقل و فہم کو خیرباد کہنا پڑا بلکہ جو ان کے زوال اور بربادی کا باعث ہوئے۔ انسان جس کو اشرف المخلوقات
بنایا گیا تھا۔ وہ خود اپنے زعم میں حقیر اور ذلیل ہو گیا۔ اور جس کو قدرت کا حاکم بنایا گیا تھا وہ اپنی
محکوم قدرت کے ذرات کا شکار ہو گیا۔ ان حالات کے ماتحت یہ کوئی تعجب انگیز بات نہیں کہ
مذہبی ترقی کے ابتدائی منازل میں انسان کا میلان شرک اور بُت پرستی کی طرف ہو گیا۔ مذہب کی
ستارہ پرستی افریقہ کے وحشیوں سے لے کر یورپ کے مہذب عیسائیوں تک ان سب نے سنگ پرستی
سے لیکر آدم پرستی تک جتنی شرکیں تھیں وہ سب کی سب بجا لائیں اور اس کے علاوہ اور کوئی نتیجہ
ہو ہی کیسے سکتا تھا جبکہ انسان کو یہ یقین دلا دیا گیا کہ وہ گناہ کے قعرِ عمیق میں گرا ہوا ہے۔ اور
گناہ کو انسان کا فطرتی خاصہ سمجھا گیا۔ کہ ایک بڑے آدمی کی موت کی بابت جو تاریخی قصے ہیں اگر
ان پر ایمان نہ لاؤ گے تو ابدی جہنم اور نارِ دوزخ میں جھونک دیئے جاؤ گے۔ اس سے بڑھ کر
مایوس کن اور ہمت کی کمر توڑنے والی اور کونسی بات ہو سکتی تھی۔ پیدائشی گنہگار ہونے کا خیال
ہی تمام انسانی ترقیات کو روک دینے کیلئے کافی ہے۔ اس سے تو سارا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اور
کوشش کرنے یا ہاتھ پاؤں مارنے کے خیال پر سر بسر پانی پھر جاتا ہے +

## کفارہ پر ایمان لانا خود اپنی ہتک کرنا ہے

اگر ہم کفارہ پر ایمان لے آویں تو ہم خود اپنی نظروں میں ذلیل ہو جاتے ہیں۔ یہ تو ساری

نسل انسانی کی عزت پر بٹہ لگانے والی بات ہے۔ کفارے پر ایمان لانے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم انسانی فطرت کو بہت ہی ذلیل اور گرا ہوا مان لیں۔ اور اگر ہم پیدائشی طور پر اس قدر گرے ہوئے نہیں تو ہم کو کفارے کی کیا ضرورت ہم اس سے بالا ہیں ہمیں تو ان دماغوں اور فہموں کا منطق ذرا بھی سمجھ میں نہیں آتی جو ایک طرف تو انسان کو خدا کی تصویر مانیں اور ساتھ ہی یہ بھی مانیں کہ انسان فطرتی طور پر گنہگار ہے۔ اس بات سے قطع نظر کرکے کہ یہ دو باتیں متضاد ہیں۔ اور ان کا جمع کرنا عقل صحیح کا کام نہیں ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کیا اس قسم کے الفاظ اور عقائد سے ذات باری تعالےٰ کی توہین نہیں ہوتی۔ اگر ہم انسان کو جو خدا کی تصویر اور خلیفہ بنایا گیا ہے۔ فطرتی اور پیدائشی گنہگار مان لیں تو نعوذ باللہ من ذالک خدا کی کیا خاک وقعت ہمارے دل میں باقی رہیگی۔ اس قسم کے عقائد کے ہوتے ہوئے کسی قسم کی ترقی کرنا سخت محال اور ناممکن ہے۔ اور مغربی ممالک میں ایسا ہی ہوا۔ جب تک اہل یورپ پر کلیسیا کا غلبہ رہا انہوں نے کوئی ترقی نہیں کی۔ ہر قسم کی اصلاح کی راہ میں کلیسیا سب سے زیادہ روک اور دافع تھا علوم اور سائنس کا گلا گھونٹنے کے لئے کلیسیا نے از حد کوشش کی۔ وہ یہ کب گوارا کر سکتے تھے کہ نور علم گرجا کی چار دیواری سے باہر جائے جب کبھی کوئی ایجاد کی جاتی تو اسکو جادو اور چالاکی سے منسوب کرکے لوگوں کو اس سے الگ رکھا جاتا۔ الغرض یوروپین تہذیب کی تاریخ میں جہاں کہیں کوئی ترقی کا زینہ حاصل ہوا وہیں پر کلیسیا نے اسکی سخت مخالفت کی۔ لیکن ہم یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ کلیسیا اپنی تعلیم کے مطابق حق بجانب تھا۔ ان کا ایمان تھا۔ کہ آدم کے گناہ کی وجہ سے انسان اپنے درجہ اعلےٰ سے ہمیشہ کیلئے گر گیا اور خون مسیح کے سوا اسکی نجات ناممکن ہو گئی ہے۔ سینٹ پال صاحب لکھتے ہیں۔ جس طرح ایک آدمی کے گناہ کی وجہ سے تمام انسانوں پر سزا اور لعنت کا فتویٰ چسپاں ہوگیا اسی طرح ایک آدمی کی نیکی سے تمام انسانوں کے لئے نجات کا حکم جاری ہوگیا پس جب ایکدفعہ مسیح کے خون پر ایمان لانے سے نجات کا ملنا یقینی ہوگیا۔ تو اب ان کا فرض تھا۔ ان تمام علوم کو دباتے اور بڑھنے نہ دیتے جو اس عقیدے کو باطل ٹھیرا دیں یا متزلزل کردیں +

## مذہب کی بابت باطل خیالات اور عقائد فاسدہ ترقی کے لئے سم قاتل ہیں

پس مذہب نے جو صورت یورپ میں اختیار کی وہ اس انسانی ترقی کے لئے روک بن گئی جو انسان کا

متعدد علماء والے ہونا چاہئے تھی۔ اسیطرح دوسرے ممالک میں بھی الہام آئی جیسی نعمت عظمےٰ کی قدر صحیح طور پر نہ کی گئی۔ خدا کو پہچان لینے اور اس کی پرستش کرنے کو انسانی زندگی کا مقصد قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ اس سے انسان بہت ترقی کر سکتا ہے۔ یہ سب سچ ہے۔ لیکن یہ کیسے معلوم ہو کہ خدا کا عرفان اور اسکی پرستش کیا چیز ہے اور کس طرح حاصل ہوتا ہے۔ اگر خدا کا عرفان صرف اسکو کہتے ہیں کہ ہم خدائے واحد کی ہستی پر ایمان لے آئیں اور عبادت اسکو کہتے ہیں کہ ہم اسکو بعض صفات کا ظاہر کرنیوالا مان لیں جیسا کہ بہت سے مذہب اپنے پیروؤں کو سکھاتے ہیں۔ تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس عقیدے یا علم سے ہماری ترقی میں کونسا اضافہ ہوجاتا ہے علاوہ ازیں اس سے تو کسی خاص مذہب کو برتر سمجھ کر اختیار کرنے کا اصول ہی مفقود ہوجاتا ہے۔ اور بت پرستی اور شرک کی ہر ایک شکل مہذب دنیا کے اکثر مذاہب کے متوازی اور برابر ہوجاتی ہے۔

## اہل ہند کی جدید بت پرستی اور اہل مغرب کی انسان پرستی

موجودہ زمانے کا بت پرست جب ایک مورتی کے آگے سجدہ کرتا ہے تو وہ پتھر اس کے زعم میں ایک اوتار کے قائمقام ہوتا ہے جس کا ظہور قدیم زمانے میں ہوا جس نے اپنے وقت میں بڑے بڑے معجزے اور انسانی طاقت سے بالا کام کرکے دکھائے اور جس نے لوگوں کو ہدایت کی اور رہبر ہوا۔ وہ خدا کہلایا۔ مغرب میں داؤد یحییٰ اور عیسیٰ پیغمبر اور ہندوستان میں رام و کرشن یہ سب انسان تھے۔ جن کو دنیا کے مختلف حصوں میں خدا نے خلق کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ اپنے اپنے وقت میں ان سب میں اس قسم کے اوصاف پائے جاتے تھے جو انسانی قوی سے بالا معلوم ہوتے تھے۔ اس زمانے کی جہالت اور حسن عقیدت یا مبالغہ آمیز محبت نے صفات الوہیت بھی ان کی طرف منسوب کردیں۔ اور آہستہ آہستہ انکی پرستش شروع ہونے لگ گئی۔ جب یہ بزرگ دنیا سے جا گئے تو ان کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے ان کے مجسمہ اور بت بنا لئے گئے۔ ایک آدمی جو جناب کرشن سے دعا مانگے یا ان کی استعانت چاہے اور اپنے دل میں ہندؤں کے خدائے واحد کا تصور باندھ لے۔ کیا اس آدمی میں کوئی فرق ہوسکتا ہے جو فعل تو یہی کرے۔ لیکن کامل توجہ کو مبذول کرنے کیلئے اور تمام خیالات کو اس کی طرف منتقل کرنے کے لئے جناب کرشن کی مورت اپنی جسمانی آنکھوں کے آگے رکھ لے عقل تو ان دونوں میں فرق کرنے سے عاجز ہے +

## رومن کلیسا بہتر اور افضل ہے

اور اسی وجہ سے ہم ہمیشہ رومن کیتھولک صاحبان کی عیسائیت کے زیادہ مداح ہیں۔ اگر آپ مسیح کو خدا مانتے ہیں یا مستجاب الدعوات جانتے ہیں۔ اسکی استعانت پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اور جب کبھی حضور بارتعالیٰ میں خلوص نیت سے پیش ہونا چاہتے ہیں تو مسیح کا تصور باندھتے ہیں تو اس سے تو یہی بہتر اور افضل تر ہے کہ مسیح کے مجسمہ یا اسکی مورت کو سامنے رکھ لیا کریں۔ تاکہ کامل توجہ دینے میں آسانی ہو جائے۔ اور اگر چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو ان دو میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ اگر رومن کیتھولکس مسیح اور اسکی والدہ ماجدہ کے مجسمہ سامنے رکھنے کی وجہ سے مشرک کہلا سکتے ہیں تو پراٹسٹنٹس ان سے کچھ کم نہیں ہوئے کہ دعا کرتے وقت یا نماز پڑھتے وقت وہ بھی اسی قسم کی بت پرستی میں حصہ لیتے ہیں۔ خیر سوال تو یہ تھا کہ جب مسیح کی مورت یا مجسمے کو آگے رکھ کر یا خیالی تصور باندھ کر کرتے ہیں تو کس طرح یہ طرز عبادت ہماری ترقی اور تہذیب کو مدد دیکر عروج پر پہنچاتی ہے۔ فرض محال ہم اگر یہ بھی مان لیں کہ جناب کرشن یا جناب مسیح کو خدا کا اوتار ماننے سے خدا کو دیکھنے اور ملنے کی خواہش جو ہر دل میں ناگزیر ہے پوری ہو جاتی ہے۔ تو ان دیگر جذبات کو کیا کریں جو اسکے علاوہ انسان میں رکھے گئے ہیں مثلاً جذبہ محبت۔ جذبہ اخلاق۔ روحانی جذبہ وغیرہ۔ آخر ان کی تکمیل کرنے اور ترقی دینے کیلئے بھی تو کوئی سامان ہونا چاہئے تھا۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ ایک خیال ہمارے دل میں گڑ گیا ہے۔ اور پھر ہم اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ لیکن کسی انسان کو خدا کا مظہر یا اوتار ماننے سے ہمارے خیالات یا افعال پر کونسا اثر پیدا ہو سکتا ہے۔ کسی ایک انسان کی پرستش کرنے سے ہمارا علم یا ہماری تہذیب میں کونسی ترقی ہو سکتی ہے۔ الغرض یہ کہنا کہ الہام الٰہی کی غرض صرف اسقدر ہے کہ چند باتیں خدا کی ذات کے متعلق بتلا دی جائیں اور کچھ عبادت کی طرزیں سکھائی جائیں بہت ہی کچی اور غیر تسلی دہ سی بات معلوم ہوتی ہے۔ خدا غنی حمید ہے اسکو ہماری عبادت کی کیا پرواہ ہے۔ ہماری ثنا یا تسبیح سے اسکی عظمت یا جلال میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔

## انسان کیلئے اپنی اصلاح کرنا ہی بہترین تسبیح ہے۔

حقیقی تسبیح تو یہی ہے کہ ہم وہ غرض پوری کریں جس کیلئے انسان جیسی اعلیٰ اور اشرف مخلوقات پیدا کی گئی اور الہام کو انسان کی مدد کیلئے آنا چاہئے تھا۔ تاکہ وہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے قابل ہو جائے جس کیلئے اسکو دنیا میں بھیجا گیا۔ خود اپنی اصلاح ہی ایک انسان کی بہترین تسبیح ہے اور جو مذہب اس بات کو فرض اولین کر کے

نہ سکھائے وہ تو برائے نام مذہب ہے اور سراسر دھوکا ہے +

ہر ایک انسانی نظم کی غرض و غایت ترقی اور کمال کو پہنچانا ہی سمجھی جاتی ہے تو پھر وہ نظم جس کا بانی مبانی خود خدائے قیوم ہو اسکو تو سب سے بڑھ کر اس منزل مقصود پر پہنچانیکی فکر کرنی چاہئیے۔ کیا اب اس بات کا کافی ثبوت نہیں مل گیا کہ ہماری فطرت میں ترقی کرنیکی لاانتہا استعدادیں موجود ہیں تو پھر وہ مذہب یا وہ صحیفہ جو اس مقصد اعلیٰ کے حصول کا کوئی راہ نہ بتائے ہم کس طرح اسکو آسمانی اور الہامی مان سکتے ہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر الکھوں درود ہوں کہ ان پر اس راز سربستہ کا انکشاف ہوا منہ جو ذیل آیات قرآنی میں حصے کے اختتام پر ہیں جسکو ایک قسم کی تمہید یا دیباچہ کہنا چاہئے فرمایا

والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون۔ اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون (سورۃ بقرہ آیت ۳ و ۴) ترجمہ۔ اور وہ جو ایمان لاتے ہیں جو تجھ پر اترا او جو تم سے پہلوں پر اترا اور آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اپنے پروردگار کے سیدھے رستے پر ہیں اور یہی مراد پائیں گے +

یہ بات بھی غور کے قابل ہے کہ قرآن نے مفلحون کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا مادہ فلاح ہے۔ اور اسکے معنی کامیابی اور مخفیہ استعدادوں کا ظہور میں آنا ہے پس قرآن نے الہام الٰہی کی غرض خواہ وہ الہام نبی کریم پر ہوئے یا ان سے پہلے نبیوں پر مندرجہ بالا آیات میں یہی فرمائی ہے کہ انسان کی استعداد کامل ظہور پائیں۔ بیشک قرآن پہلی کتابوں پر ایمان لانا بھی ضروری قرار دیتا ہے لیکن ان کا حقیقی اور اصلی ہونا اسی بات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کس حد تک انسانی قوے کو ترقی دینے والے ہیں ہم تمام دنیا کے انبیا کے صحیفوں کو مانتے ہیں لیکن جب تک ان میں انسانی استعدادوں کی نشوونما کے راہ نہ پائے جائینگے انکے اصلی یا حقیقی ہونیکے قابل نہیں ہو سکتے علیٰ ہذا القیاس تمام وہ عقائد اور اصول جو دنیا کے لوگوں نے انکی طرف اب منسوب کر دیئے ہیں۔ انکو بھی ہم اسوقت تک قابل اعتماد نہیں مان سکتے۔ جب تک وہ انسان کی اصلاح میں نمایاں مدد نہ دیں۔ قرآن شریف کی پہلی آیت میں اللہ کا ذکر

## رب العالمین

سے کیا گیا ہے۔ یہ جملہ دو لفظوں کا مرکب ہے۔ رب اور عالمین عالمین تو عالم کی جمع ہے جس کے معنے دنیا جہان ہے لیکن لفظ ربوبیت کچھ باتیں اپنے اندر لئے ہوئے ہے جنہیں نشوونما کرنے۔ پالنے اور پرورش کرنے کے علاوہ تربیت کرنے تکمیل کرنے اور عروج دینے کا مفہوم بھی آجاتا ہے۔ امام راغب لفظ رب کے معنے یوں فرماتے ہیں "کسی چیز کی تربیت اس طرح پر کرنا کہ وہ یکے بعد دیگرے مختلف مدارج و منازل طے کرتا ہوا اپنے کمال کو پہنچ جائے" + گویا کہ تمام مخلوقات کا قیام صفت ربوبیت کے ماتحت ہے۔ جس نے نہ صرف پرورش اور زندگی کے سامان مہیا کئے بلکہ

پہلے ہی سے اِس قسم کی استعدادیں اور ان کے ظہور کے ذرائع و اسباب پیدا کر دیئے تاکہ وہ اپنے کمال کو پہنچ جائے یعنی تمام پوشیدہ استعدادیں و قویٰ ظاہر ہو کر اصلیت کی شکل اختیار کریں (اقتباس از انگریزی ترجمۃ القرآن از مولینا حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی) گویا کہ خدا کی آخری الہامی کتاب نے شروع ہی میں ہمکو ایک ایسے خدا کی پرستش سکھائی جو ہماری تکمیل نفس میں ہمارا ناصر و مددگار ہے۔ یہ جملہ رب العالمین یعنی تمام مخلوقات کی تکمیل کرنیوالا ہم کو کائنات کے مختلف مناظر اور انکی ترقی کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ قدرت کے ہر ایک ذرہ کی خلق اور پرورش کے علاوہ اسکی تکمیل بھی رب العالمین ہی کے ہاتھ میں ہے غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ہر ذرہ ترقی کر سکتا ہے اس میں ایسی استعدادیں موجود ہیں جن کا پتہ ابھی سائنس کو نہیں لیکن حالات موافق ہوتے ہی وہ اپنے کمال کیطرف قدم اٹھاتے ہیں۔ کیا یہ اسقدر وسیع مشاہدہ بھی ہم کو اپنی فطرت اور اپنی تکمیل کی طرف توجہ نہیں دلاتا؟

## معبود

بعض کا قول ہے کہ خدا کی عبادت اُسکو یاد کرنا اور اسکی پاکی بیان کرنا ہے۔ اور اس کا طریقہ بعض مقررہ الفاظ کا دہرانا یا بعض صفات الٰہی کو بعض حرکات جسمانی کے ساتھ بیان کرنا ہے۔ اگر ہم یہ خیال کریں کہ خدا ان حرکات جسمانی سے یا کوئی توصیف کے الفاظ سُنکر خوش ہوتا ہے تو گویا ہمنے خدا کی بڑی سخت ہتک کی۔ اور اسکو ایک معمولی خوشامد پسند انسان کے برابر بھی سمجھا۔ اگر صرف منہ سے شکریہ کرتے رہو اور لفظوں سے خدا کی عظمت بیان کرتے رہو۔ اور ان الفاظ کے مطابق کوئی عمل کرو۔ تو حیف ہے ایسی نماز اور دُعا پر۔ یہ تو سراسر ظاہرداری اور فریب دہی ہے حقیقی اور سچی عبادت تو وہ ہے جسمیں یہ کوشش کیجائے کہ خود انسان صفات باریتعالیٰ کا مظہر بننے کی کوشش کرے۔ خدا سے دعا مانگنے کا اصلی مفہوم ہی یہی ہے کہ ان حالات کو پیدا کیا جاوے جسکا نتیجہ خدا کی ان صفات کا ظہور ہو جن کا ذکر ہم اپنی دعا یا نماز میں کرتے ہیں۔ اگر ہم اپنی دُعاؤں میں صبح اٹھکر ارحم الراحمین کہکر پکارتے ہیں تو اسکا مدعا صرف اسقدر ہے کہ ہم اپنے آپ کو رحم کے قابل بنائیں۔ اور خدا کا رحم ہم پر نازل ہو۔ اگر ایک مسلم اپنی نماز کو رب العالمین یعنی خالق پرورش کنندہ تربیت دہندہ تکمیل کنندہ کہکر شروع کرتا ہے تو اس سے یہی مطلب تھا کہ وہ سوچے کہ مجھ میں کونسی استعدادیں موجود ہیں۔ اور جن کی تکمیل مجھے رب سے مانگنی چاہیئے۔ اور لفظ رب یعنی تکمیل کنندہ ہمکو اسبات کی ڈھارس دیتا ہے کہ ہم اگر اس کام کو شروع کریں گے۔ تو خدا ضرور ہماری مدد کریگا۔ پس خدا کا آخری الہام آج سے تیرہ سو برس پہلے وہ صداقت لیکر آیا جو آج بیسویں صدی عیسوی میں آکر لوگوں اور سائنسدانوں کو معلوم ہوئی ہے۔ اس نے کفارے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور خود تکمیل نفس کی کوشش شروع کرادی۔ اور نسل انسان کیلئے اس سے بڑھکر اور کونسا بہتر راستہ صلاحیت اور کامیابی کا ہوسکتا تھا۔ کفارے کا عقیدہ اگر سچ بھی ہو تو اس کا نتیجہ اور فائدہ توم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

# بہی خواہانِ اسلام و مسلم مشن ووکنگ

سے

# اپیل

مکرم بندہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جو کچھ کام اس وقت تک ووکنگ مسلم مشن خدمت اسلام کا فرض ادا کر چکا ہے۔ جو کچھ آئندہ کر رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اور نہ نتیجی ترقی و کامیابی کسی مبالغہ آمیز تحریر کی محتاج ہے۔ اب اس مشن کو قائم ہوئے چھٹا سال گذر رہا ہے۔ اور محض فضل ایزدی ہی کافی تعداد انگریز برادران و خواتین کی حلقہ بگوش اسلام ہو چکی ہے۔ ان نومسلمین میں تعلیم یافتہ اور یونیورسٹیوں کے اعلیٰ ڈگری یافتہ بھی ہیں۔ فوجی افسران مثلاً جنرل کپتان لفٹننٹ وغیرہ و اہل قلم بھی ہیں۔ اعلیٰ سوشیل حیثیت کے لوگ بھی ہیں۔ بہر حال جو کچھ بھی نصرت و کامیابی ہم کو تبلیغی رنگ میں یورپ میں ہوئی۔ وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اور اس پر جسقدر بھی سجدات شکر ادا کریں کم ہیں لیکن اس کامیابی و نصرت کے ساتھ اخراجات کی افزونی بھی لازمی امر ہے جس کا نتیجہ مشکلات پیدا کر دیتا ہے آپ پر خوب روشن ہے کہ موجودہ جنگ کے ماتحت انگلستان میں ہر ایک قسم کی قلت و گرانی ہے۔ اخراجات مشن سابقہ سے کہیں زیادہ ہو گئے ہیں۔ اس وقت مشن مذکورہ آپ جیسے بہی خواہان اسلام کی توجہ کا اشد محتاج ہے۔ اگر اس نازک وقت میں آپ نے اس عظیم الشان اسلامی کام کی طرف توجہ مبذول نہ فرمائی۔ تو مجھے احتمال ہے کہ کہیں مشن کو مالی

ضعف نہ پہنچے۔ صحابہ کرام و بزرگان سلف نے اشاعت اسلام کے پاک مقصد کیلئے تو جانیں تک قربان کرنے میں دریغ نہ کیا۔ وہ دن ہماری قومی موت کا ہوگا۔ خدا وہ دن نہ لائے۔ کہ ہم اضطراری میں ہم کو سرزمین تثلیث پر توحید کا جھنڈا اکھاڑنا پڑے۔ مسلم مشن ووکنگ آپ کا اپنا ہی مشن ہے۔ آپ مسلم ہیں۔ اور اسکی آبیاری آپ پر بحیثیت مسلم ہونے کے فرض اولین ہے۔ مشن مذکور کو موجودہ حالات کے ماتحت اشد مالی ضرورت ہے۔ میں اس خاص فریضہ نہ اسے آپ کی گرامی توجہ ایک نہایت ضروری امر کی طرف منعطف کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ اور قوی امید رکھتا ہوں کہ جس طرح آپ ہمیشہ خدمت اسلام کے ثواب کو حاصل کرتے رہے ہیں۔ اس موقعہ پر بھی پوری توجہ فرما کر عند اللہ ماجور ہونگے +

زکوٰۃ کا فریضہ ایک ایسا فریضہ ہے۔ کہ جس پر نہ صرف قرآن شریف نے بار بار زور دیا ہے۔ اور قیام نماز کے ساتھ اسے اسلام کا دوسرا رکن عظیم قرار دیا ہے۔ بلکہ ادائے زکوٰۃ اور اسکے بیت المال میں جمع ہو کر ضرورت اسلامی پر خرچ ہونے کی بھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہاں تک ضرورت کو سمجھا۔ کہ ان لوگوں سے جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ جنگ کیا۔ اور آج تک ان کے نام کے ساتھ مرتد کا لفظ بولا جاتا ہے +

اکثر احباب اِن لوگوں کو زکوٰۃ کا روپیہ دیتے ہیں۔ جو اسکے مستحق نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں زکوٰۃ کے متعلق حکم ہے۔ کہ وہ ایک بیت المال میں جمع ہو کر مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ ہو۔ مگر اب چونکہ وہ انتظام تو نہیں۔ اِسلئے خود اشاعت اسلام سب سے بڑھ کر اس زکوٰۃ کا حقدار ہے۔ اسلام ایک بیکسی و غربت کی حالت میں ہے۔ اسکی توسیع اشاعت کا اسکی پاک صداقتوں کو دنیا میں پھیلانے کا کوئی انتظام مسلمانوں میں نہیں ہے۔ اسلئے اگر زکوٰۃ کا سارا روپیہ اشاعت اسلام میں چلا جاوے۔ تو حرج نہیں لیکن اگر بحصہ رسدی بھی اِن آٹھ مصارف میں جو خود قرآن کریم نے تجویز فرمائے ہیں۔ زکوٰۃ کا روپیہ خرچ کیا جاوے۔ تو اِن مصارف میں جہاد یعنی اشاعت اسلام اور مولفۃ القلوب یعنی جو لوگ اسلام کے قریب ہیں ان پر روپیہ خرچ کرنا یہ ایسے امور ہیں۔ جن کو اس وقت رسالہ اسلامک ریویو اور مسلم مشن ووکنگ ہی بہترین طریق پر ادا کر رہے ہیں۔ اسلئے میں جناب سے یہ امید رکھتا ہوں۔ کہ آپ خود بھی اپنی زکوٰۃ کی رقم میں سے کم از کم نصف ووکنگ مشن کی اغراض کے لئے مرحمت فرمائیں

اور اپنے احباب اور دیگر متعلقداروں سے بھی یہ اپیل فرمائیں۔ کہ وہ اس موقع پر بحال قرآن کریم کے حکم کے ماتحت انہوں نے اپنے اپنے مال کا ایک حصہ خدا کی راہ میں نکالنا ہے تو تبلیغ و اشاعت اسلام کے کام کو مقدم کر کے بڑا حصہ اپنی زکوٰۃ کا اس مصرف کے لئے عطا فرمائیں۔ الدال علی الخیر کفاعلہ۔

آپ اگر لوگوں کو اس نیکی کی ترغیب دینگے۔ تو آپ خود تو بہر حال اجر عظیم کے مستحق ٹھیریں گے۔ لوگوں کو نیکی کی طرف بلانا بھی بہترین کار ثواب ہے۔ اور رضا جا ہے۔ تو اس طرح تبلیغ اسلام کی مشن کو بھاری مدد اس قلت و قحط کے زمانہ میں اسی رنگ میں پہنچ سکتی ہے۔ لیکن اس کا انحصار انہی چند احباب پر ہے۔ جو اس کام کی اہمیت کو سمجھنے اور خدمت اسلام کے لئے سچا جوش دل میں رکھتے ہیں۔ امید واثق ہے۔ کہ جناب ازراہ نوازش ان سطور پر غور و تدبر فرما کر جواب سے ضرور مشکور فرمائیں گے بحیثیت ایک مسلم کے اس کا جواب مثبت میں دینا آپ پر فرض ہے عام طور پر دیکھا گیا ہے۔ کہ چھپی ہوئی چٹھیوں پر بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ اور ردی کی ٹوکری میں پھینکدی جاتی ہیں۔ لیکن عریضہ ہذا ایک نیک و پاک مقصد اسلام کے متعلق ہے۔ اُمید ہے کہ آپ سے وہ بدسلوکی روا نہ رکھی جاویگی۔ اگر جناب مسلم مشن ووکنگ کو اسکے سابقہ احسن نتائج کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے کسی اعانت و زکوٰۃ کا مستحق سمجھتے ہیں۔ تو اس آڑے وقت میں اس کی امداد کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ یوں تو مشن اللہ تعالےٰ ہی کا بچا کردہ مشن ہے۔ اور وہی اس کی آبیاری فرمائیگا۔ لیکن مبارک ہے وہ انسان جو وقت شناسی کر کے اس کار خیر میں حصہ لے کر داعی الی الخیر کے زمرہ میں شامل ہوتا ہے۔ توحید کا ڈنکا چار اکناف عالم میں بجانا آنحضرت صلعم کی بعثت کی غرض اولین تھی۔ دوستو اس کے لئے اٹھو اور جاگو+

**تمام ترسیل زر بنام شیخ رحمت اللہ منیجر اسلامک ریویو مالک انگلش ویئرہاؤس**
**نولکھا لاہور**

## مختلف علمی ۔ مذہبی ۔ تمدنی ۔ اخلاقی تصنیفات

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| وصل عزیز .. | ۱ر | جمیلہ خاتون .. | ۳ر | حالات زمین - - | ۵ر |
| بنت پھول .. . | ۵ر | علم کی دیوی .. | ۵ر | تعلیم الصبیان .. - | ۲ر |
| کرامت شعاری | ۲ر | قومی گیت .. . | ۴ر | لائق ماں کا لائق بیٹا .. | ۳ر |
| چڑیا چڑے کی کہانی | ۲ر | خوش انجام . - | ۲ر | حجاب النساء .. | ۳ر |
| آداب نسوان - - | ۲ر | دروازہ جنت - . | ۳ر | تربیت النساء | ۵ر |
| سہیلی نامہ .. - | ۱ر | ناصح مشفق .. - | ۳ر | کرن .. .. - | ۱ر |
| صبر کی دیوی .. .. | ۳ر | نتیجہ اسلام | ۲ر | تاثیر صحبت - .. | ۸ر |
| لاڈلا بیٹا .. .. | ۳ر | نوری نامہ .. | ۲ر | دیوانہ .. .. .. | ۸ر |
| عقیلہ بیگم | ۲ر | زنانہ خطوط | ۵ر | باورچی خانہ | ۴ر |
| حوران جنت .. - | ۴ر | اخلاقی کہانیاں | ۴ر | ۱۲۰ کہانیوں کا دلچسپ مجموعہ | عہ |

**سیرۃ النعمان** یعنی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی سوانح عمری } مصنفہ شمس العلماء مولینا شبلی نعمانی حصہ اول میں امام صاحب کا حسب و نسب ولادت سن رشد تعلیم تربیت شیوخ حدیث درس و تدریس لقب زندگی طور دربار کے تعلقات وفات اخلاق و عادات مناظرات فتاوے ذہانت و طباعی اس قسم کے تمام حالات نہایت تفصیل سے مذکور ہیں دوسرے حصہ میں امام صاحب کے اقوال و مسائل جو علم کلام اور فن حدیث کے متعلق ہیں تفصیلی بحث ہے اور اس میں امام صاحب کے نامور اور ممتاز شاگردوں کے مختصر حالات ہیں قیمت عہ

**الفاروق** ۔ شمس العلماء مولینا شبلی نعمانی نے برسوں کی جانکاہی اور محنت سے حضرت عمر فاروق کے حالات پر جو ضخیم کتاب تیار کی ہے جس کیلئے انہوں نے ممالک عثمانیہ و مصر کا سفر کیا اور بیشمار تاریخی کتابوں کی ورق گردانی کر کے تیار کی قیمت عہ

**المامون** } مصنفہ شمس العلماء شبلی نعمانی ایک کتاب کے دو حصے ہیں پہلے حصے میں عہد تربیت خلافت مامون کی ولادت تعلیم و تربیت ولیعہدی تخت نشینی خانہ جنگیاں فتوحات ملکی اور وفات کے حالات ہیں دوسرے حصے میں ان مراتب کی تفصیل ہے جن سے اس عہد کے حالات اور مامون رشید کے تمام اخلاق و عادات کا اندازہ ہو سکتا ہے قیمت ۸ر

**الغزالی** یعنی امام غزالی علیہ الرحمۃ کی سوانحعمری مصنفہ شمس العلماء مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی قیمت صرف عہ

درخواستیں بنام خواجہ **عبد الغنی** منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور آنی چاہئیں

مطبع دنو و سٹیم پریس لاہور

ریویو نمبر ۱

چندہ سالانہ [illegible] **اسلامک ریویو ووکنگ لنڈن** [illegible]

ایڈیٹر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و حضرات مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی
بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا مشعلبردار تثلیث کے مرکز میں توحید کا پیغامبر قرآن کریم کے حسن و جمال کا فوٹو
آنحضرت صلعم کے پاک حالات اور آپ کے خلق عظیم کا آئینہ۔ حسن سیرت و معاشرت کا فوٹو علمی۔ ادبی تمدنی۔
اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع۔ ملت بیضا
کی طرف دین اسلام کی دعوت کا واحد ذریعہ سیاہ ظلمت و شب دیجور کی تاریکی میں بجلی کا کام کرنیوالا ایک ہی
انگریزی زبان میں ماہواری رسالہ جس نے ایسے وقت میں جبکہ اسلام کے چہرہ پر افتراء غلط فہمی اور غلط بیانی کی سیاہ چادر
پڑی ہوئی تھی۔ اس نے اس چادر کو پھاڑ اسلام کے منور چہرہ سے یورپین آنکھ میں چکاچوند کردی۔ اس کا
اردو ترجمہ رسالہ **اشاعت اسلام** (سے سالانہ) ماہواری لاہور سے شائع ہوتا ہے ہر دو ماہواری
رسالوں میں ہر ماہ نومسلمین و نماز عیدین کی تصاویر ہوتی ہیں +

**المشتہر مینیجر اسلامک ریویو و اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور**

---

**ضروری اعلان** مندرجہ ذیل ہر سہ احباب دفتر ہذا کی طرف سے بطور سفیر دورہ پر ہیں تاکہ رسالہ اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام کی مختلف مقامات پر توسیع اشاعت کریں امید واثق ہے کہ ناظرین کرام ان کا ہاتھ اس اسلامی خدمت میں
بٹا کر عند اللہ ماجور ہوں گے +

۱۔ جناب میر حمید خان صاحب ہیڈ کلرک دفتر میکل [illegible] ایگزیکٹو انجینئر نینی تال انہوں نے فی سبیل اللہ سفارت مسلم مشن ووکنگ منظور فرمائی ہے
اور تقریباً تمام ہی ہندوستان کا سال بھر میں دورہ فرماتے ہیں اور مشن کیلئے بھی دوران دورہ میں تحریک فرماتے رہتے ہیں +

۲۔ خواجہ عبد المجید صاحب دہلی۔ آگرہ کانپور سے ہوتے ہوئے انشاء اللہ بنگال و برہما پہنچینگے +

۳۔ خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام عنقریب انشاء اللہ جنوبی ہند کی طرف روانہ ہونگے +

**ضروری نوٹ** رنگون و یوپی کلکتہ بنگال و برہما کے کل ناظرین رسالہ از راہ کرم خواجہ عبد المجید صاحب کو اور جنوبی ہند کے خواجہ عبد الغنی مینیجر رسالہ ہذا کو ہر ایک قسم کی امداد دے کر عند اللہ ماجور ہوں +

دستخط مینیجر بحروف انگریزی Khwaja Abdulghani

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

رسالہ

# اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

## اسلامک ریویو اینڈ مُسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت


خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری و مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی


قیمت تین روپے سالانہ

اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے تمام اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے


جلد (۴) | بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر (۵)


فہرست مضامین




یونین سٹیم پریس لاہور میں ملک ... العبد ابو الحسن پرنٹر کے اہتمام سے چھپ کر مرزا یعقوب بیگ سکرٹری انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

# ووکنگ مسلم مشن

ناظرین کرام ووکنگ مسلم مشن کے کارہائے نمایاں سے خوب واقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اسکو گذشتہ سالوں میں ہر قسم کی نصرت و کامیابی ہوئی۔ اس مشن کو قائم ہوئے اب چھٹا سال گذر رہا ہے۔ اس چھ سال کے عرصہ میں صرف اسلام کی تبلیغ کی راہ ہی صاف ہو گئی ہے۔ اس آہستہ کام پر اگر بیس سال بھی لگجاتے تو نوبت نہ پہنچے بلکہ ایک خاصی بڑی قابل و اہل علم نو مسلمین کی جماعت پیدا ہو گئی ہے۔ لیکن ہمیں افسوس سے دیکھنا پڑتا ہے کہ اسلامک ریویو انگریزی جس کے ذریعہ سے تبلیغ اس وقت ہو رہی ہے اس کا حلقہ اشاعت دن بدن تنگ ہو رہا ہے۔ اس طرف حودہ حالات کے ماتحت یورپ میں ہر ایک چیز کی قلت و گرانی ہے اخراجات طبع و کاغذ میں بھی قیمت کا کئی گنا زیادہ اضافہ ہو گیا ہے اسلئے اشاعت اسلام کے پاک مقصد سے جو ہمدردی رکھتے ہیں وہ اس وقت مشن کی امداد کیلئے کھڑے ہو جائیں ورنہ اُن کی عدم توجہی سے مشن مذکور کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے +

بہی خواہان مسلم مشن ووکنگ مندرجہ ذیل طریقوں سے اس وقت مشن مذکورہ کی اعانت فرما سکتے ہیں:-

۱- رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی انگریزی دان احباب میں اور اردو دان احباب میں اردو ترجمہ اشاعت اسلام کی توسیع اشاعت فرمائیں۔ کیونکہ انہیں رسالوں کا منافع بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات عظیم کا کفیل ہے اور کم از کم از راہ کرم تین جدید خریدار ہر ایک خریدار عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں +

۲- اپنے اپنے شہر کے معزز و ذی اثر مسلم احباب کی خدمت میں اس مشن کی مالی اعانت کیلئے تحریک فرمائیں +

۳- اپنے حلقہ اثر میں یورپ میں مفت رسالہ اسلامک ریویو کی تقسیم کرانے کیلئے تحریک فرمائیں اور جو تبلیغ اسلام کا شیدائی حصہ رسد مرحمت فرمائیں تو ہم اُن کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت بطور تبلیغ تقسیم کر دینگے +

کسقدر افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ سالانہ وی پی پر رسالہ اشاعت اسلام کے پانچ صد کے قریب خریداران نے وی پی لینے سے انکار کر دیا ہے۔ بعض وقت بالضرور ایسا ہوتا ہے کہ ڈاکیہ کی غلطی سے رسالہ واپس ہو جاتا ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس طرح رسالہ کا انکار کس قدر عظیم اثر اشاعت اسلام کے کام پر ڈالتا ہے بہرحال اشاعت اسلام کے خریداران کا اس وقت فرض ہے کہ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے کم از کم ۳ جدید خریدار فراہم فرما کر عنداللہ ماجور ہوں +

خاکسار خواجہ عبدالغنی منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور



Mr. Prince Abdul Aziz

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

# اشاعت اسلام

ترجمۂ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریۂ لنڈن

جلد (۴) ــــــ بابت ماہ مئی ۱۹۱۸ء ــــــ نمبر (۵)

## شذرات

اِس ماہ کے رسالہ کے ساتھ ایک نوجوان نومسلم کی تصویر شائع ہوتی ہے۔ جو کہ لنڈن میں سوداگر ہیں۔ ان کا پہلا نام مسٹر پیچ ہے۔ اب اسلامی نام عبدالعزیز ہے +

---

لنڈن مسلم ہوس میں اور لنڈن کے دیگر مقامات پر بھی تاریخہائے مقررہ پر لیکچر دیئے گئے۔ اور اُن کی مفصل رُوئیداد انشاء اللہ تعالےٰ ووکنگ ہیڈ آفس سے موصول ہونے پر رسالہ اشاعت اسلام میں درج کی جائیگی +

---

ذیل میں ہم مختصر طور پر لٹریری سوسائٹی کی رُوئیداد درج کرتے ہیں۔ اسکے نئے دَور کا پہلا اجلاس کرسمس کے بعد جنوری ۱۹۱۸ء کو منعقد ہوا۔ جسمیں کہ جناب مسٹر اے۔ ایم۔ احمد صاحب آف آکسفورڈ گذشتہ اور موجودہ مسلمانوں کے اقتصادی حالات پر جناب مسٹر مارمیڈیوک پکھتال کی صدارت میں ایک لیکچر دیا۔ اس لیکچر کی اہمیت ان واقعات سے بخوبی ظاہر ہوتی تھی۔ جو مسلمانوں کی گذشتہ اقتصادیات کے متعلق جناب مسٹر احمد صاحب نے اپنے اِس لیکچر کی تیاری کیلئے محنت شاقہ برداشت کر کے جمع کئے تھے

اس کے بعد آپ نے سُود کے مسئلہ پر کچھ ریمارکس کئے جس پر ایک طویل بحث کا سلسلہ چھڑ گیا۔ اور جس میں مسٹر شیلچ مسٹر شیلڈرک اور ریورنڈ دی کوکس نے خصوصیت سے حصہ لیا۔ اس موقع پر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری کی خدمت میں بھی استدعا کی گئی۔ کہ وہ بھی سُود کے مسئلہ پر کچھ قرآنی روشنی ڈالیں۔ چنانچہ انہوں نے اس استدعا کی تعمیل میں مسئلہ سُود پر مختصراً بیان فرمایا۔ جو پوری تقریر انشاء اللہ کسی آئندہ اشاعت میں درج کی جائیگی +

---

جنوری ۱۹۱۸ء کے مہینے میں تین اور سعید رُوحیں محض فضلِ ایزدی سے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئیں جن کا تذکرہ غالباً اشاعت اسلام کے سابقہ نمبروں میں نہیں ہؤا۔ ان میں دو لیڈیاں ہیں۔ اور ایک یونیورسٹی گریجویٹ ہیں۔ اور اسکے علاوہ ایک اور رپورٹ اس ماہ میں ہمیں ووکنگ ہیڈ آفس سے موصول ہوئی ہے جسمیں ایک جنٹلمین اور ایک خاتون کے مشرف بہ اسلام ہونے کی نوید جانفزا ہے۔ جس کا مفصل تذکرہ اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ ناظرین کرام "بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام" کے عنوان کے نیچے پائیں گے۔ درگاہ الٰہی میں دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان سب نومسلمین کو اسلام پر قائم رہنے کی استقامت و استقلال بخشے اور اُن کا قبول اسلام ان کے دوسرے خویش و اقارب و متعلقین کیلئے نورِ ہدایت کا کام دے آمین

---

# جلسہ میلاد النبی صلعم

جلسہ میلاد النبی کی مفصل روئیداد گذشتہ اشاعت ماہ مارچ ۱۹۱۸ء میں درج ہو چکی ہے تازہ خبروں سے یہ بھی معلوم ہؤا ہے کہ اس جلسہ میں سامعین کی تعداد مسجد ووکنگ کے نماز عیدین کے مجمع سے لگ بھگ تھی۔ اور قریباً تمام مذاہب و اقوام اور مختلف رنگوں کے انسان ملے جُلے اس عظیم الشان جلسہ میں موجود تھے۔ عوام الناس کا اس طرح پر جوق درجوق اسلامی جلسوں میں بڑے ذوق و شوق سے حصہ لینا اس بات کی بین و نمایاں دلیل ہے۔ کہ مغرب میں فہیم طبقہ ذکور و اناث میں اسلام کے متعلق ایک عام بیداری ہو چکی ہے۔ اگرچہ یہ سب لوگ ابھی اسبات کے لئے تو طیار نہیں۔ کہ اسلامی تعلیمات جن سے اسلام کی عالمگیر شان و شوکت ٹپکتی ہے۔ اس کا کھلے الفاظ میں اظہار کریں یا اسکی علانیہ تصدیق کریں۔ لیکن نبی کریم صلعم کو دنیا بھر کی روحانی و اخلاقی ترقیات کا موجب سمجھتے ہیں۔ اور آپ کو بحیثیت ایک

بمطابق عقود جانی معظم کے ایک نہایت ہی عظیم الشان رتبہ دیتے ہیں۔ اسلام کی اخوت کا عملی منظر جو اس موقع پر دیکھنے میں آیا۔ وہ بھی مرعوب کرنیوالا تھا۔ دور دراز افریقہ کے رہنے والے اس کے لداده کا ایک دوسرے انگریزی نژاد مسلم بھائی کے پہلو بہ پہلو بیٹھا ہوا ہونا اور نبی کریم صلعم جیسے سادہ مزاج لیکن نہایت ہی عظیم الشان انسان کے کارناموں کو پورے ادب احترام کے ساتھ سننا اسلامی اخوت و برادری کا عملی اور نمایاں ثبوت تھا۔ اور یہی وہ دلکش منظر ہے جو اہل مغرب کو جوق در جوق اسلام کی طرف کھینچ رہا ہے +

# بلادِ غربیہ میں تبلیغ اِسلام

## ووکنگ مُسلم مشن اہل قلم و اہل علم سے استمداد

## ایک جنٹلمین اور ایک خاتون کا مشرف بہ اسلام ہونا

برادران السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ گذشتہ ماہ میں بھی دو روحیں زمرہ اسلام میں شامل ہوئیں۔ ایک خاتون مس وائلٹ لاکیر جو مدت سے اسلامک ریویو کے قارئین میں سے تھیں۔ دوسرے ایک فوجی ایک افسر جو اس وقت فرانس میں ہیں۔ ان کو رغبت پہلے ہی سے اسلام سے تھی بذات خود بھی انہوں نے مطالعہ کیا۔ ان کے خاندان کے اور ممبر بھی اسلام سے ویسی ہی رغبت رکھتے ہیں۔ ان کا نام مسٹر لائد ہیں۔ خیر اس قسم کا اظہار و قبولیت اسلام بفضلہ تعالیٰ ہوتا ہی رہیگا۔ لیکن ہمارے لندن مسلم ہؤس کے کھلنے پر جس کو اب ایکسال ہو گیا ہے جو ہمیں فوائد ہوئے ہیں اور جس قدر کام بڑھ گیا ہے وہ اب اس مشن کے کارندوں کی ہمت و طاقت سے بہت بالاتر ہے۔ یہ تو ہمیں پہلے ہی سے علم تھا۔ کہ کل مغرب اپنے مذہبی عقائد سے بیزار ہوکر مختلف شکلوں میں اسلام کے عقائد کے پابند ہوتے جاتے ... گذشتہ چھ ماہ میں مجھے کام کرنے کا موقعہ ملا تھا۔ اور جسقدر مطالبات بغرض ... ہر چہار طرف سے ہوئے ہیں وہ نہایت ہی امید افزا ہیں۔ مثلاً گذشتہ دو ماہ میں

مجھے اور میرے رفقا کو ذیل کے مقامات پر لیکچر و خطبات دینے کا موقعہ ملا ہے بمقام کلیپہم دو لیکچر۔ مضمون "اسلام اور باطنیات" بمقام ایلنگ "عالمگیر اخوت اسلام" یسکا رسڈیل اسٹرڈیو ارلز کورٹ دو لیکچر۔ ذرات عالم کا مذہب (اسلام) بمقام ومبلڈون۔ دو لیکچر اسلام اور سپرچوالازم نیو لائیٹ سنٹر چرچ بانڈ اسٹریٹ میں اتوار کا سرمن تھا جس کے مضمون کا مطلب اس شعر سے نکلتا ہے

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اس کے علاوہ مسٹر حبیب اللہ لوگرو نے ایک لیکچر بمقام ایلنگ دیا۔ اور ایک لیکچر بمقام پیٹرسی دیا مضمون "اسلام" تھا۔ اور ایک لیکچر سلمان نے ایلنگ میں دیا مضمون "عالمگیر مذہب" یہ تقریریں اور خطبات ان کے علاوہ ہیں۔ جو ہر اتوار کو ووکنگ میں اور ہر جمعہ لندن میں اور ہر دوسرے اتوار لندن مسلم ہوس میں دیئے جاتے ہیں۔ اسطرح مجھے دو ماہ کے عرصہ میں ۲۳ لیکچر مختلف مقامات پر اور مختلف مضامین پر دینے پڑے یہی حالت آئندہ ماہ میں نظر آ رہی ہے اس وقت میرے ذمہ علاوہ لندن مسلم ہوس اور ووکنگ کے ۶ لیکچر ہیں جو آئندہ ۶ ہفتوں میں مجھے دینے ہیں۔ آئندہ ۳ مارچ کو ایک معرکۃ الآراء لیکچر ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت میں دہریوں کی مجلس میں ہونے والا ہے لیکچر کے بعد بحث ہوگی۔ اس چٹھی کے ختم تک میری صحت ہے وہ اچھی حالت میں نہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بار گراں کا میں کب تک مقابلہ کر سکونگا۔ یہ کام بذات خود ایک انسان کی طاقتوں کو سلب کرنے کیلئے کافی ہے۔ چہ جائیکہ ہر مہینے مجھے اسلامک ریویو بھی تیار کرنا پڑتا ہے۔ جس کے مضامین جس قسم کے ہیں وہ ظاہر ہے جو اپنے پیمانہ علمی اور حکمت اور فلسفہ کے لحاظ سے اکناف عالم سے خراج تحسین لیتے رہے ہیں خصوصاً اس جو رہی ہے مضامین کا ایک خاص سلسلہ جو سائنس کی بنیاد پر لکھا گیا ہے شروع کیا گیا ہے۔ اور جس میں یہ طرح امتیاز نہیں کیا گیا کہ قرآن کی سائنس کے ماتحت تشریح کیجائے۔ بلکہ رسالے کے سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں۔ کہ سائنس کو قرآن کا خوشہ چین دکھلایا گیا ہے۔ ان مضامین کے لکھنے سے مجھ پر یہ حقیقت کھلی ہے کہ عمر سخن گفتن بلکہ جان سفتن است۔ پھر ان تکالیف کے مقابلہ میں مصارف کا تہیہ بھی کرنا پڑتا ہے۔ جو اس جنگ میں تین گنا ہو گئے ہیں اگر میں واقف ہوتا اسلام تھا تو مسلمان بھائیوں کو چاہیئے تھا کہ مجھے آئندہ ایک بوجھ سے آزاد کر دیتے لیکن خدا کی

مصلحت ہے کہ ان کی اس فرض اولین کی طرف توجہ نہیں۔ خود ہندوستان کے مسلمان بھائی خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ انہوں نے کہاں تک اس فرض اولین کو ادا کیا ہے۔ اگر یہ لوگ صرف رسالے کے خریدار بن جاتے تو یہ عظیم الشان کام مفت میں چل نکلتا۔ خیر مصلحت ایزدی ایسی ہی تھی۔ میں یہ سب معاملات خدا کے ہاتھ چھوڑتا ہوں۔ اب میں مسلم اہل قلم اور اہل علم اصحاب سے استمداد علمی کرتا ہوں۔ وہ اگر مالی امداد نہیں کرتے تو قلمی امداد کریں۔ مختلف اسلامی مضامین مجھے لکھ کر بھیجیں یا ہندوستان کے اخباروں میں شائع کردیں۔ اور ایک کاپی مجھے بھیج دیں۔ اور اگر انگریزی زبان میں لکھ سکیں تو ان کا خاص احسان ہے۔ کثیر الازدواجی۔ غلامی۔ جہاد وغیرہ سب تقویم پارینہ ہے۔ یہ مسائل طے ہو چکے اور اسلام ان میں جیت چکا ہے۔ عیسائیت کے خلاف بھی مضامین لکھنے کی ضرورت نہیں یہ میدان بھی ختم ہو چکا۔ مضامین باطنیات پر جن میں علمی جھلک ہو۔ انسان کی روح کی کیفیات پر جو اسلام نے روشنی ڈالی ہے دوسری قوموں کے مجاہدات کے مقابلے میں اسلام نے جو آسان طریق سلوک کے تجویز کیئے ہیں علوم اشراقیہ اور کشف قلوب کی کیا کیفیات ہیں۔ اور اسلام نے کس طرح انہیں لہو و لعب میں رکھ کر سالک کو کس منزل علیٰ کا پتہ دیا ہے۔ الغرض وہ مضامین جو صوفیانہ رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں ان کی اس وقت ضرورت ہے۔ جن مضامین پر میں نے مندرجہ بالا لیکچر دیئے ہیں ان سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اس وقت ہوا کا رخ کس طرف ہے۔ میں خدا تعالےٰ کے فضل سے اس قسم کے لٹریچر سے ناآشنا نہیں۔ میں ان مضامین پر لکھتا بھی ہوں اور بولتا بھی ہوں لیکن ہم دو تین آدمی کیا کرسکتے ہیں۔ اگر ہمارے ہندوستانی دوست ان مضامین پر قلم اٹھائیں تو ہمیں بہت سی دماغ سوزی اور جانکاہی سے نجات مل سکتی ہے۔ والا اس کام کے مقابلے میں میری صحت کی حالت جو ہوتی جاتی ہے وہ مجھے بہت خوف دلا رہی ہے۔ پچھلے سال انہیں دنوں میں بستہ بیماری پر نہیں بلکہ بستر مرگ پر تھا۔ جس بیماری کا اثر گذشتہ اکتوبر کی ابتدا تک رہا۔ مجھے امید ہے کہ مسلمان ابھی مر نہیں گئے۔ ابھی بہت سے دل ہیں جو میری اس اپیل پر دردمند ہونگے۔ اور کچھ فکر کرینگے۔ خدا حافظ +

خادم

خواجہ کمال الدین ازووکنگ

# اِنسانِ کامل

از قلم ج۔ یحییٰ النصر پارکنسن (نومسلم)

تہذیبِ انسانی کے طلوعِ آفتاب سے لیکر اس وقت نسلِ انسانی میں ہم بعض ایسے لوگوں کے نام پاتے ہیں جو اپنے دوسرے معاصرین سے ہمیشہ ممتاز چلے آئے ہیں۔ اور یہ وہ اعلےٰ پایہ کے لوگ ہیں جو اپنے اپنے زمانہ میں معاملات حرب و سیاست۔ سائنس اور مختلف علوم و فنون یا مذہب میں لیڈر ہو گزرے ہیں انہی میں بعض وہ لوگ بھی ہیں جن کے شاندار کارنامے قوموں کی تاریخ میں روشن ہیں اور جن کی زبردست آراء اور جدوجہد نے اپنے اپنے عہد کے خیالات کی رو کو بدلکر ایک انقلاب پیدا کر دیا اور آنیوالی نسلوں کی فلاح کیلئے انہوں نے بہترین شاہراہ زندگی تجویز کیئے۔ انسانی زندگی کے طریق و قواعد انہوں نے تجویز کئے اور لوگوں کے اوضاع و اطوار کو آہستہ آہستہ انہی کے مطابق کر لیا۔ انہی لوگوں میں چند ایک وہ مذہبی لیڈر رہیں۔ جو اپنی اعلیٰ شخصیت اور شاندار کارناموں کے لحاظ سے باقی سب پر سبقت لے گئے ہیں۔ اور یہ وہ مذہبی علوم و اعمال کے بانی ہیں جن کی تعلیمات قوموں کیلئے بطور ایک مشعلِ راہ کے کام دیتی ہیں جن کے ذریعہ سے قوموں کی عادات اور رسوم و رواجات و اخلاق سُدھر جاتے اور سُدھرتے رہتے ہیں۔ اور درحقیقت یہی وہ چیزیں ہیں جو روحِ انسانی کا ایک جزو لاینفک اور انسانی اوضاع و اطوار کو بدلنے اور سُدھارنے کے کام آسکتی ہیں +

جب یہ رہنمایانِ مذہب لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ اور تمام لوگوں کی نگاہیں ان پر پڑنے لگتی ہیں تو یہ امید کرنا کچھ بیجا نہیں ہوتا۔ کہ ان کی یاد حافظہ سے کبھی بھی مٹ نہیں سکتی۔ اور نہ ہی انکی باتیں کبھی فراموش ہوسکتی ہیں وہ ہر ایک جگہ اہمیت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ ہر ایک سُننے اور دیکھنے والوں کی عقل اور ہوش کو اپیل کرتی ہیں۔ اور اس طرح قوموں کی تاریخ میں ایک نہ مٹنے والی یادگار اُن کی باقی رہجاتی ہے۔ اور اس طرح ان کا شاندار نمونہ جو سب کی ترغیب کا موجب ہوتا ہے ذرا بھی دُھندلا ہوئے بغیر قرناً بعد قرنٍ آنیوالی نسلوں کے سامنے آتا رہتا ہے +

اِن سب رہنمایانِ مذہب میں کسی نہ کسی ایک کی زندگی کی تفصیلات بھی اس قدر روشن اور تواتر کے ساتھ معلوم نہیں جتنی کہ پیغمبرِ عرب حضرت محمد صلعم کے حالات کا ہمیں علم ہے جو مکّہ میں اُونٹ چرایا کرتے

اور قوم قریش میں سے تھے۔ اور یہ وہ عظیم الشان انسان ہے جس نے عشق الٰہی کے جذبہ سے مخمور ہو کر حق کو غالب اور باطل کو ملیامیٹ کر کے دکھا دیا صرف یہی ایک انسان ہے جس کے متعلق ہمیں یہ خوب معلوم ہے۔ کہ اس نے کیا کچھ کہا اور خود کیا کچھ کیا۔ ہر ایک شخص کو اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ کہ آپ ان مشعل باتوں کو لیکر کھڑے ہوئے۔ جو وحی الٰہی سے آپ کو حاصل ہوئیں۔ جس وقت آپ منصب نبوت پر ممتاز ہوئے اور آپ نے بت پرستی کی تردید شروع کی۔ اسی وقت سے آپ ایک ایک حرکت و سکون آپ کا ایک ایک لفظ اور آپ کی وہ عادات و ذاتی خصوصیات کا ہمیں بخوبی علم ہے۔ آپ کے سب کے سب حالات زندگی ہمارے سامنے ہیں۔ اور تاریخ کے صفحات کو مزین کر رہے ہیں۔ جن میں آپ کو دنیا کے معزز ترین انسانوں میں شمار کیا گیا ہے۔ نہ صرف عرب ہی کا بادشاہ ہونے کی حیثیت سے بلکہ ایک مذہبی پیشوا کی حیثیت سے تمام لوگوں کی حکومت کی باگ ہاتھ میں لینے کے سبب سے بھی آپ کو ایک نہایت ہی جلیل القدر انسان سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ ایک مصنف آپ کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ

"آپ کسی قدر طویل القامت اور شکل و صورت سے از حد رعب دار انسان تھے۔ چوڑا سینہ اور مضبوط شانوں کے اوپر ایک لمبی لیکن نہایت خوبصورت صراحی دار گردن تھی۔ اس کے اوپر ایک بڑا بھاری سر تھا جس میں صاف سفید سی چہرہ اور ابھری ترچھی ناک تھی۔ اور تیز چمکدار اور بڑی بڑی آنکھیں گھنی دار ریش مبارک سینہ مبارک پر پڑتی تھی۔ آپ ہر وقت غور و تدبر میں رہتے۔ اور ضرورت کے سوا کبھی گفتگو نہ کیا کرتے تھے۔ اور اگر کسی معاملہ پر کچھ کہنا ہوتا۔ تو بہت ہی تھوڑے اور وزنی الفاظ میں اپنا مطلب بیان کر دیتے تھے۔ آپ کی بناوٹ نہایت ہی سریع الحس تھی۔ اور بہت تیز لیکن عقلمندانہ جذبات کے آپ مالک تھے۔ آپ کی عادات نہایت ہی سادہ تھیں۔ اور آپ نے افعال میں حلم انکساری اور عفت کی وجہ سے وہ شہرت حاصل کی۔ جس کے آگے تمام ان لوگوں نے جو آپ کو جانتے تھے متفقہ طور پر سر تسلیم خم کیا" +

یہ ایک مغربی پروفیسر کی قلم سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔ جو مشرقی معاملات پر رائے زنی کرنے میں بڑا ہی اعتدال پسند اور میانہ رو ہے۔ اور یہی کچھ متقدمین مسلمانوں کی تصانیف بھی ہمیں بتاتی ہیں +

یہ اس عظیم الشان انسان کا حال ہے۔ اور یہ اس ظاہر شکل و صورت کا نقشہ ہے جس سے

اہل عرب خوب واقف تھے جن کے اندر آپ پیدائش سے موت تک ایام طفولیت سے جوانی تک عہد شباب میں اور ملیسنے لوائل تلقین و تبلیغ کے زمانہ میں اس وقت جبکہ آپ منصب نبوت پر فائز ہوئے اور اس زمانہ میں جبکہ آپ دشمنوں کے جور و ستم کا آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ اور اپنے ہم قبیلہ لوگوں میں بالکل بے یار و مددگار تھے۔ اس ایسے وقت سے لے کر اپنے عروج و شان و شوکت کے دنوں تک جبکہ آپ کے مشن کا مقصد پورا ہو گیا۔ اور تمام قبائل عرب نے آپ کی بادشاہت کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور اور اس حق و صداقت کو قبول کر لیا۔ جس کی حمایت میں آپ کھڑے ہوئے تھے۔ اور تلقین کرنا آپ کا فرض منصبی تھا +

لیکن یہ تمام واقعات ایک انسان کامل کی زندگی کا ایک شعبہ ہیں۔ اور یہ اس نبی صلعم کی زندگی کے صرف ایک ہی پہلو پر روشنی ڈالنے والے ہیں۔ جو بالکل بے یار و مددگار ان لوگوں کے درمیان کھڑا ہوا۔ جو واحد لاشریک خدا اور اس کے پاکیزہ مذہب اور عبادت کے سخت خلاف اور جانی دشمن تھے۔ اور اس کے اپنے ہی خویش و اقارب اور ہم قبیلہ لوگ اور سرداران نے اسکے خلاف جتھہ بنا لیا۔ اور سالہا سال تک آپ کے خلاف منصوبہ بازیاں کرتے رہے۔ آخرکار وہ وقت آپہنچا۔ کہ صداقت جو تاریکیوں کے اندر چھپی ہوئی تھی سورج کی طرح چمک اُٹھی۔ اور بت پرستی اس طرح ماند پڑ گئی جس طرح کہ طلوع ہوتے ہوئے آفتاب کی تمازت سے صبح کی کُہر کافور ہو جاتی ہے صرف چوڑے کندھے۔ بھاری سر۔ بیضوی چہرہ۔ ترچھی ناک۔ تیز آنکھیں اور گُچھہ دار ریش مبارک ہی نہیں جو آپ میں پائی جاتی تھیں۔ یہ چیزیں بھی بیشک جنس لطیف اور بعض مردوں کی بھی کشش کا موجب ہوتی ہیں لیکن دشمن ان چیزوں سے خائف نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کسی شخص کے پیروان بالوں کی وجہ سے سوائے لفظی تعریف و توصیف کے اس کی کوئی عزت و تکریم کر سکتے ہیں +

یہ دراصل اس کمال انسانی کا جو اس ظاہر شکل و صورت کے اندر پنہاں تھا نتیجہ ہے کہ دشمنوں تک آپ کی عزت کرتے تھے۔ اور آپ کے تمام پیرو آپ سے محبت کرتے اور نہایت ہی عزت و وقعت کی نگاہ سے آپ کو دیکھنے پر مجبور رہیں۔ یہ آپ کا کمال انسانی ہی تھا جس نے تمام بنی نوع انسان کو اپنا حلقہ بگوش کر لیا۔ اور انکی ہدایت اور خیالات کی درستی کا موجب ہوئے

اور لوگوں کے جذبات پر خواہ وہ نیکی کیلئے ہوں یا بدی کیلئے اور عموماً نیکی کیلئے ہی تسلط اور حکمران ہے۔ جس اوسط کے مطابق کسی انسان کے سامنے کوئی خاص مقصد اور اُمنگیں ہوتی ہیں۔ اسی اوسط سے وہ اپنے لئے بلند تر نمونہ کی طرف رجوع کرنا مقاصد اور ترقی کی خوشکن شاہراہ پر گامزن ہونا ہے نسل انسانی کو صرف اسکی ضرورت ہے کہ کوئی شخص اسے سیدھے رستہ پر چلانے والا ہو اور بس +

پس لوگ آپؐ سے اس وجہ سے محبت نہیں کرتے کہ آپؐ سبز اور سرگین آنکھوں والے تھے۔ بلکہ اسلئے کہ ان آنکھوں سے ہمدردی محبت لینت اور شفقت ٹپکتی تھی۔ وہ ہمدردی اور محبت جس کی وجہ سے اپنے غریب سے غریب پیرو کے بھی دکھ درد کا آپؐ کو احساس تھا۔ جو آپؐ کو بیماروں کی عیادت اور حاجتمندوں کی حاجت روائی کے لئے ان کے گھروں تک کشاں کشاں لیجاتی تھی۔ اور ہمیشہ ان کی ہر ممکن امداد کیلئے تیار رکھتی تھی۔ یہ اس محبت و ہمدردی ہی کا سبب تھا۔ کہ آپؐ کا گھر غربا و تھکے ماندوں کی آرامگاہ بنگیا۔ اِن ایام میں بھی جبکہ آپؐ کو کوئی آمد کا ذریعہ نہ تھا۔ آپؐ اسکو بھی جو کچھ کہ وہ اپنے پاس رکھتے تھے۔ غربا و حاجتمندوں پر ہی خرچ کر دیتے تھے۔ وہ لینت و مہربانی جو آپؐ جانوروں سے ہمیشہ برتتے تھے۔ اور وہ بھی آپؐ سے ویسی محبت و اطاعت کرتے تھے۔ وہ شفقت نوازش جس کا ظہور بچوں پر ہوتا تھا۔ اور جب کبھی آپؐ بچوں میں سے ہو کر گذرتے انکے سروں پر شفقت و محبت کا ہاتھ پھیرتے اور ان سے مہربانی و محبت کے الفاظ کہتے۔ جب کوئی دوستی اور محبت کا ہاتھ آپؐ کی طرف بڑھاتا آپؐ اس سے اپنا ہاتھ چھڑانے میں کبھی بھی سبقت نہ کرتے تھے۔ باوجود ان تمام باتوں کے آپؐ بڑے درجے کے عزات گزین اور متین انسان تھے۔ خود نمائی و خودستائی کبھی آپؐ کے پاس بھی نہ پھٹکتی تھی۔ لیکن ان معاملات میں جن میں دخل دینا آپؐ اپنا فرض سمجھتے تھے۔ چاہے وہ حقوق اللہ تعالےٰ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے آپؐ نے کبھی نہ دوستوں کے غصہ کی پرواہ کی اور نہ دشمنوں کی عداوت کا خیال کیا۔ بلکہ بلا خوف و خطر پوری سرگرمی کے ساتھ اس فرض کو سرانجام دیتے۔ اور ہرگز اسکی پروا نہ کرتے کہ بُت وغیرہ کیا چیز ہیں یا وہ لوگ جن کے عقائد کی آپ تردید کرتے تھے۔ آپؐ کے مقابلہ اور مخالفت کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں سچائی اور دوسروں کے حقوق کی حمایت میں آپؐ نے اپنا سب کچھ بھلا دیا۔ اور ذرا برابر بھی اپنے وجود یا فائدہ کی پروا تک نہ کی +

آپؐ حد سے زیادہ سریع الحس تھے۔ اور خصوصاً انفعال میں سریع الحس تھے۔ جن کا تعلق

دوسروں کی بھلائی سے تھا۔ آپ خود فاقہ برداشت کر لیتے لیکن دوسروں کو بھوکا نہ رہنے دیتے۔ آپ کا دسترخوان ہی غریب غربا کیلئے ہر وقت بچھا رہتا تھا۔ آپ اپنے قلیل سرمایہ کو لوگوں میں تقسیم کرتے اور اسکو بری طرح محسوس کرتے کہ بعضوں کو بہت ہی تھوڑا پہنچتا ہے۔ اور اس پر آپ کو افسوس ہوتا۔ کہ آپکے پاس کچھ زیادہ دینے کو نہیں ہر ایک شخص کی نیک خیالی کا آپ کو احساس ہوتا ان کا بھی جن سے مذہب اور خیالات میں آپ کو اختلاف تھا۔ مکہ میں آپکے ایام جوانی میں آپ کے ساتھی ہی تھے۔ جو سب سے زیادہ ذہین اور معزز لوگ تھے۔ اگرچہ ہماری اصطلاح میں وہ محض اُمّی تھے۔ لیکن تاہم آپ کا ذہن بہت باریک بین اور دور رس تھا۔ آپ تمام اشیاء اور ہر ایک انسان کو محبت کی نظروں سے دیکھتے۔ اور قدرت اور اسکے عجائبات پر غور و فکر کرتے تھے +

خود انکاری آپ میں غایت درجہ کی تھی فیاضی اور مہمان نوازی جو کہ عربوں کا خاصہ ہے آپ کے خون میں سرایت کر چکی تھی۔ یہ سب باتیں آپ میں موجود تھیں۔ اور آپ کی قوم سے آپ کو ورثہ میں ملی تھیں۔ وہ عالی حوصلگی اور سخاوت جس نے چھوٹی عمر میں ہی قریش سے الامین کا خطاب آپ کو دلوایا۔ آخر عمر تک ہر ایک نور و تاریکی عسر و یسر اور ضعف و طاقت میں اپنے مشن کے آغاز سے لیکر اسکے آخر تک آپ میں رہی۔ اور آپ کی زندگی کا ایک جزو لاینفک ہو گئی +

ایک دفعہ آپ کو کسی کے حق میں بددعا کرنے کیلئے کہا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ "کہ میں بددعا کرنے کیلئے مبعوث نہیں ہوا۔ بلکہ میں تو کُل بنی نوع انسان کیلئے رحمۃ للعالمین ہو کر آیا ہوں" +

رحم اور عفو آپ کی زبان پر تھے۔ تمام ان بڑے بڑے جرائم میں بھی جو حکومت یا مسلمانوں کی بقایا اسلام کے خلاف کئے جاتے تھے۔ آپ انصاف کے ساتھ سزا دیتے اور اکثر رحم سے ہی کام لیتے تھے لیکن توحید الٰہی اور مساوات انسانی کو برباد کرنیوالی تمام کوششوں سے اغماض ناممکن تھا اور ایسے مجرموں کے ساتھ مجرموں جیسا سلوک کرنا ہی ضروری تھا جو کیا گیا جیسا کہ تمام مہذب اقوام کا قاعدہ ہے +

ذاتی تکالیف کی آپ کبھی بھی پروا تک نہ کرتے تھے۔ آپ کی ذات مبارک پر جو حملے یا جور و ستم ہوتے۔ ان کو بڑے تحمل و صبر سے برداشت فرماتے اور ہر وقت معاف کرنے کو تیار رہتے تھے۔ ایک یہودیہ عورت نے آپ کو زہر دیکر مارنا چاہا۔ مگر جب وہ پکڑی گئی اسکو معافی دیکر آپکے عملی رنگ میں اپنے

خلقِ عظیم کا ثبوت دیا۔ فتح مکہ پر آپ نے آزادانہ طور پر ان سب قریش کو معافی دیدی جنہوں نے سالہا سال تک آپ کو ہر ایک قسم کی اذیتیں پہنچائیں۔ اور حقارت و نفرت کا برتاؤ آپ سے روا رکھا تھا۔ گذشتہ واقعات کو سوچتے تھے جن کیلئے صرف اللہ نے ہی آپ کے درمیان انصاف کرنا تھا۔ اس وقت تو ان کی موجودہ حالت کو دیکھنا تھا جس میں اسلام کو کامل فتح نصیب ہوئی +

آپ نے مخلوقِ خدا کو بردباری اور تحمل کی تعلیم دی۔ وہ سب سے زیادہ پاکیزہ اور وسیع بن تحمل و بردباری جو نسلِ انسانی کو آج تک نصیب ہی نہ ہوئی تھی۔ کفار کے حملوں کی مدافعت کے لئے اپنی فوج کو روانہ کرتے وقت آپ نے ان کو خاص طور پر ان باتوں کی ہدایت کی۔ کہ خبردار کبھی بھی دغا فریب اور ناجائز ضرر رسانی سے کام نہ لینا اور اپنی سپاہ کو حکم دیا۔ کہ ان نقصانات کا بدلہ لیتے وقت جو دشمن کی طرف سے ہمیں پہنچیں۔ گھروں کے اندر رہنے والوں سے نرمی کا برتاؤ کریں۔ مگر کسی قسم کی تکلیف انہیں نہ پہنچائیں۔ عورتوں کی ہر طرح سے حفاظت کریں۔ ننھے بچوں کو جو آغوشِ مادر میں ہوں کوئی دکھ نہ دیں۔ اور نہ ہی ان بیماروں کو کوئی گزند پہنچائیں جو بسترِ بیماری پر پڑے ہوں۔ ان لوگوں کے گھروں کو جو ہمارا مقابلہ نہیں کرتے ہرگز منہدم نہ کیا جائے۔ اور نہ ان کے معیشت کے وسائل و ذرائع کی بیخ کنی کی جائے۔ اور نہ ہی ثمردار درختوں اور کھجوروں کو نقصان پہنچایا جائے +

یہ وہ الفاظ ہیں جو تمام یورپ کے سامنے آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ تاکہ تمام اقوام کی افواج انکو دیکھیں پڑھیں اور ان کو سمجھیں +

یہ وہ نمونہ ہے جو آپ نے نسلِ انسانی کے سامنے رکھا یہی آپ کا مذہب اور آپ کی تعلیمات تھیں۔ وہ کامل انسان ہے جس نے انوارِ ربانی سے مؤید ہو کر اپنی قوتِ قدسی اور روحانیت کو پھیلایا اور ایک ایسا جوش پیدا کر دیا جو کبھی سرد ہونے والا نہیں۔ جس نے صحرائی عربوں کو اپنی غفلت و جمود سے بیدار کر کے توحیدِ الٰہی کا جھنڈا ہر چہار اطرافِ عالم میں گاڑ دیا۔ یہ آپ ہی کے خلقِ عظیم کا جوہرِ ذاتی ہے۔ کہ ہم ایسے انسانِ کامل کو اپنے سامنے دیکھتے اور سچی انسانیت کے اعلیٰ اور ارفع اصولوں اور اوصافِ حسنہ سے واقف ہیں۔ آپ کے اس خلقِ عظیم سے بڑھ کر ہمارے ہاتھ میں اور کوئی معیار اخلاقِ انسانی کو جانچنے کا نہیں۔ یہی وہ اخلاقِ کریمانہ ہیں جنہوں نے لوگوں سے عزت و تکریم کا خراج وصول کیا ہے۔ یہی نسلِ انسانی کے دلوں میں آپ کی محبت پیدا کرنے کا موجب اور انکی مدح و ثنا کا مرجع قرار پائے ہیں +

وہ چیز ہے جس کو قوموں نے اپنے ضوابط میں داخل کیا ہے۔ اور اسکی یادگار صفحۂ ہستی پر ہمیشہ ہمیشہ تک کیلئے قائم ہے +

# سلسلہ خطبات عزیزیہ نمبر ۱

ہماری دلی خواہش ہے کہ ناظرین کرام رسالہ ان معرکتہ الآرا خطبات سے بھی بہرہ اندوز ہو جائیں۔ جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری نے جبکہ انہوں نے مسلم مشن ووکنگ کی بنیاد رکھی۔ اپنے قیام انگلستان میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرفت کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرنے کیلئے انگلستان فرانس سکاٹ لینڈ اور دیگر مقامات پر خطبوں لیکچروں سرمنوں اور تقریروں کی شکل میں دیئے۔ چونکہ ان خطبات کا ترجمہ ناظرین کرام تک ابھی نہیں پہنچا۔ اسلئے ہم نے ارادہ کیا ہے کہ اشاعت اسلام کی ہر ماہ کی اشاعت میں ایک خطبہ میں سے ایک مضمون یا قسط شائع ہوتا ہے۔ چنانچہ سلسلہ خطبات عزیزیہ نمبر ۱ میں مندرجہ ذیل ایک مضمون اس ماہ کے رسالہ میں درج کیا جاتا ہے

ایڈیٹر

# میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی

میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی۔ یہ مختصر سا فقرہ کیسا جامع کیسا خوبصورت صداقت اور حکمت سے بھرا ہوا اور سچ پوچھو تو یہی ایک فقرہ نشیب و فراز زندگی میں ہر مرحلہ پر انسان کیلئے مشعل راہ ہو جاتا ہے۔ اور عجب بات ہے کہ یہی ایک فقرہ جامع طریق پر اس حقیقت کو ظاہر کرتا جو لفظ اسلام میں مظہر ہے اسلام کیا ہے رضاء الٰہی کے آگے سر جھکا دینا انسانی ارادہ یا انسانی مرضی وہ زبردست قادر ہے کہ جس میں ہر انسانی فعل اور سیرت ڈھل جاتی ہے لیکن یہ ارادہ بالضرور انسان کو تباہی تک پہنچا دیگا۔ اگر یہ خلیع الرسن ہو۔ فی الواقع انسانی ارادہ تہذیب و تعدیل کا محتاج ہے اور ہر وقت اصلاح و تربیت چاہتا ہے۔ اور اگر انسان رضاء الٰہی کو ہی پورا کرنے آیا۔ تو پھر یہ زرین قاعدۂ زندگی جو جناب مسیح نے فرمایا۔ اس کی اہمیت ظاہر ہے۔ اس خدائے قدوس کی رضا ہی انسانی رضا پر غالب آنی چاہئے۔ اس اصول کو جناب مسیح نے صلیب سے سکھایا۔ اپنی جان کی قربانی سے آپ نے

ہمیں یہ تعلیم دی۔ اب اگر یہی اصول ایک صحیح اصول ہے۔ تو ہمیں رضاء الٰہی کا علم ہونا از بس ضروری ہے۔ کیا اس رضاء الٰہی کو ہم مختلف مصائب اور تکالیف میں پڑ کر حاصل کریں جیسے کہ فرقہ پوزیٹوسٹ ( )ہمیں تعلیم دیتا ہے۔ یا اس رضاء الٰہی کا مطالعہ بر ہمو عقیدہ کے مطابق مطالعہ فطرت سے کریں۔ اس کا تو یہ مطلب ہے کہ ہم حکمت الٰہی تو دوسروں کے نقصان سے حاصل کریں انسان کی نسلوں کی نسلیں جہالت اور ناواقفی کے باعث طرح طرح کے نقصان اور اس طرح تکالیف و نقصانات اُٹھا کر ہماری ہدایت کے لئے سبق چھوڑ جائیں کیا یہ خود غرضی نہیں اور خدائے تعالےٰ کی ربوبیت پر ایک خطرناک حملہ نہیں۔ یہ باتیں ممکن ہے اُن کو پسند آئیں جو رنگ دھریت اپنے اندر رکھتے ہیں لیکن جب ہم ایک دفعہ تسلیم کرلیں کہ ایک حکیم و فہیم خدا ہمارے چاروں طرف حکومت کر رہا ہے۔ وہ حکیم اور مُدبّر بالا رادہ خدا ہے۔ جس کے علم میں کوئی خاص منشا انسان کے پیدا کرنے میں ہے۔ جس کو وہ پورا کرنا چاہتا ہے۔ اب اگر ہم یہ تعیین کرلیں تو ہمیں اس منشاء الٰہی کا علم بھی ہونا چاہئے۔ اور ان راہوں کا بھی علم ہونا چاہیئے جس سے وہ مشیت پوری ہوتی ہے۔ اور مذہب کی اگر کوئی غرض ہوسکتی ہے تو یہی ہے مذہب دُنیا میں اسی لئے آیا کہ وہ ہم پر ہمارے خالق کی منشاء ظاہر کرے کہ ہمیں اس نے کیوں پیدا کیا اور اس طرح ہم اس کی غرض پوری کرنے کیلئے اپنی رضا کو اُسی رضا کے ماتحت کر دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں جس طرح ہمارے حالات واقعہ ہوئے ہیں۔ ہر وقت ہم ایک ایک مرضی کے تابع ہوتے ہیں۔ خواہ وہ ہماری مرضی ہو یا کسی کی مرضی ہو۔ ہم روز مرّہ کی زندگی میں ایک ایسی منشاء اور رضا کے ماتحت ہو جاتے ہیں۔ جن کو ہمارے رسم و رواج نے ہم میں معروف کا رنگ دیدیا۔ مرضی نے پیروی کرنی ہے۔ اور جب یہ حالت ہے تو لیوں نہ اسے اس اعلےٰ و ارفع مرضی کے ماتحت لے آئیں جس کی کوئی نہ کوئی مرضی ہمارے پیدا کرنے میں تھی۔ اور جس مرضی کو صرف وہی جانتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ وہ مرضی کس طرح پیدا ہوگی +

جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے کہ مذہب جو دُنیا میں نازل ہوا۔ تو اسی ربّانی مرضی کو انسان پر ظاہر کرنے کیلئے پیدا ہوا۔ اسلئے مذہب خدا کی طرف سے ہر ایک کو بلا تمیز قوم ہر وقت دیا گیا دوسری طرف یہ بھی عام طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ یہ ساری کتب الٰہیہ جن میں خدا کی منشاء ظاہر ہوئی تھی

اپنی اصلی شکل وصورت میں نہیں ہیں۔ ہاں قرآن کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ یہ اپنی اصلی وصورت میں ہے لیکن آبات کو بھی جانے دو۔ چلو جس شکل میں کوئی کتاب آلہی ہے۔ اس کو اُٹھا لو۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ مروجہ کتب مقدسہ رضا آلہی کا آئینہ ہو سکتی ہیں سب سے پہلے ان چار اناجیل کو لیو

آج کے ہمارے خطبہ کا جو موضوع ہے۔ یعنی "میری رضا نہیں بلکہ تیری رضا ہو" یہ تو اِس قدر عظیم الشان ہے کہ اس کی تعلیم مسیح نے پھانسی پر چڑھ کر دی +

ہم آپ کی زندگی میں اور آپ کے مقدس الفاظ میں تعلیم دیئے جاتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے جب ہمیں دشمنوں سے معاملہ پڑے ہمیں کس طرح صبر کے ساتھ مصائب زندگی کو سہنا اور کسی تکلیف کی بھی ہمیں پروا نہ کرنی چاہیئے۔ اگر دشمنان خدا کی پردہ دری کرنے میں ہمیں اٹھانی پڑے۔ لیکن یہی چند باتیں ہماری کُل زندگی پر حاوی ہیں۔ یا ہماری کُل ضروریات زندگی ہمارے کاروبار اور ہمارے معاملات ان حدود سے باہر بھی چلے جاتے ہیں۔ جن کو مسیح کے پیارے الفاظ گھیرے ہوئے ہیں۔ کیا ہمیں ہر معاملہ زندگی میں ربانی روشنی کی ضرورت نہیں اور تو اور اپنے اعضا۔ جوارح کو دیکھ لو۔ خدا نے ہمیں ہاتھ دیئے۔ پاؤں دیئے۔ آنکھیں دیں دل و دماغ دیا۔ اِن چیزوں کے بنانے میں کوئی منشاء ایزدی ہوگی۔ ان کا کوئی خاص استعمال اس کی نگاہ میں ہوگا۔ کیونکہ ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ انہی اعضاء وجوارح کی بد استعمالی ہمیں ہلاکت کا منہ دکھلاتی ہے۔ کیا انہی اعضاء۔ جوارح و دیگر اعضا کے ناجائز استعمال کیلئے ہم خدا اور مخلوق خدا کے سامنے ذمہ وار نہیں۔ دیکھو اسی ذمہ واری کی طرف کس خوبصورتی سے کتاب اسلام نے اشارہ کیا۔ یہ ہیں قرآن کریم کے الفاظ۔ ولا تقف ما لیس لک بہ علم ط ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا۔ بنی اسرائیل آیت ۳۶

**ترجمہ**۔ اس بات پر مت چل جس کا تجھے علم نہیں۔ کیونکہ تجھ سے تیرے دیکھنے سننے اور دل کے متعلق پوچھا جائیگا +

کیسی حکمت اور صداقت سے بھری ہوئی یہ نصیحت ہے۔ خدا کی کتاب میں یہاں صرف تین اعضاء کا ذکر کیا ہے لیکن یہی تین اعضاء وہ زبردست اعضاء ہیں کہ جن کے زیر اثر تمام انسانی ارادے اور خواہشات مختلف شکلیں اختیار کرتی ہیں۔ درصل یہ تین اعضاء کُل حواس انسانی کے قائم مقام

ہیں ہمارے علم کا زیادہ حصہ آنکھ اور کان کے ذریعے ہمیں ملتا ہے اور ہمارے ارادہ و مرضی کا چشمہ ہے میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی"۔ کیسا پیارا فقرہ ہے کیسی برمحل نصیحت کیسی برموقع ہدایت ہے۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ آنکھ کان اور دل کے استعمال میں تیری مرضی کا علم کہاں سے ہو کیونکہ آنکھ اور کان سے میں واقعات کا علم حاصل کرتا ہوں۔ اور دل کے ذریعہ ان پر محاکمہ کر کے اپنی مرضی اور ارادے کو استعمال کرتا ہوں۔ مجھ سے کہا جاتا ہے۔ کہ میں اپنے تمام امور زندگی میں یہی راہ "تیری مرضی" رکھوں۔ اور اپنی مرضی کو تیری مرضی کے ماتحت کر دوں لیکن کوئی ذریعہ نہیں کہ جس سے مجھے تیری مرضی کا علم ہو۔ ہم آپس کے معاملات زندگی میں بھی ایک دوسرے کے بالمقابل فرائض و ذمہ واریاں رکھتے ہیں اور انہی فرائض و ذمہ واریوں کے توڑنے سے دنیا میں بدی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ہماری ربانی غرض جو انسان کے بنانے میں تھی معطل ہو جاتی ہے کس طرح سے اس حکم "تیری مرضی" کو میں ان مختلف فرائض و ذمہ واریوں کے ادا کرنے میں پورا کر دوں۔ کیا میں اپنی زندگی کے ایک ایک قدم پر اندھیرے میں نہیں۔ کیا مجھے ہر مرحلہ زندگی پر روشنی کی ضرورت نہیں۔ پھر اگر روشنی کی ضرورت ہے تو کیوں ربانی روشنی نہ ہو۔ مذہب دنیا میں اور بھی ہوتے رہے ہیں۔ اور ہر ایک اسی ربانی روشنی کو اپنے اندر رکھنے کا مدعی ہے لیکن میرے نزدیک کوئی بھی کتاب خاتم الہام الٰہی ہونے کی مدعی نہیں ہو سکتی۔ جب تک ہمیں ذیل کے امور نہ ہوں جس کا دعویٰ اسلام کی کتاب قرآن نے کیا۔ اور ان امور کو اپنے اندر رکھا جس کا دعوٰی ہے۔

(الف) ذٰلک الکتٰب لا ریب فیہ ھدی للمتقین۔ اس کتاب میں کوئی شبہ نہیں یہ حق اللہ حق العباد کا لحاظ رکھنے والوں کے لئے ہدایت نامہ ہے (سورۃ بقرہ اول آیت) کتٰب انزلنٰہ الیک لتخرج الناس من الظلمٰت الی النور۔ باذن ربھم الی صراط العزیز الحمید۔ یہ قرآن ایک اعلےٰ درجہ کی کتاب ہے۔ جو ہم نے تم پر اس غرض کیلئے اتارا ہے کہ تم لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے (کفر کے اندھیروں سے نکالکر ایمان کی روشنی میں لاؤ (یعنی) اس (ذات پاک) کے رستے پر لاؤ جو (سب سے) زبردست اور تعریف کے لائق ہے (سورۃ ابراہیم آیت پہلی)

(ج) سورۃ انزلنا و فرضنا و انزلنا فیھا۔ اٰیٰت بیّنٰت لعلکم تذکرون

(یہ ایک) سورت ہے۔ جس کو ہم نے اُتارا اور یہ دستور العمل ہمارا ہی باندھا ہوا ہے۔ اور ہم نے اسمیں کھلے کھلے احکام نازل کیئے۔ تاکہ تم یاد رکھو (سورہ النور۔ آیت پہلی) ۰

اِس قسم کی بہت سی آیتیں قرآن کریم میں ہیں۔ جن سے ہمارے روزمرّہ معاملاتِ زندگی میں اس چیز کا پتہ لگتا ہے۔ جس کو جناب مسیح نے "تیری مرضی" کہکر پکارا +

## موجودہ کلیسیا عملاً اپنے استاد کے خلاف ہے لیکن مسیحی کلیسیا جس کا

ڈھانچ پولوس نے بدل دیا۔ وہ دراصل یہ سکھلاتا ہے کہ تیری مرضی دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسکی تعلیم بالکل اس کے برعکس ہے تیری مرضی جس سے مُراد وہ ربّانی قوانین یا شرائع ہیں جن پر چلنا اِنسان کیلئے ضروری تھا۔ اور جن کے ماتحت اِنسانی مرضی کو رہنا تھا اُن پر پولوس کی تعلیم کے ماتحت انسان چل سکتا ہی نہیں۔ گناہ جس سے مُراد تیری مرضی کا خلاف ہے حسبِ تعلیم پولوس تیری مرضی یعنے شریعت انسان کی فطرت میں آ چکا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ انسان قوانین الٰہی پر چل سکتا ہی نہیں تیری مرضی یعنے شریعت بقول پالوس لعنت ہے۔ اور لعنت کی طرف لیجاتا ہے۔ اسلئے ہم تیری مرضی یعنی شریعت پر چلکر نجات پا ہی نہیں سکتے۔ اور اسلئے ہمیں نجات مسیح کے خون کے ذریعے حاصل ہوئی۔ کیا عجیب انکشاف حقیقت جناب پولوس کو ہوا۔ اور یہ وہ انکشاف ہے جس کا پتہ جناب مسیح کو نہیں چلا۔ اگر مسیح بھی اس حقیقت سے آشنا ہوتا تو پھر وہ کیوں یہ سبق سکھلاتا +

## میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی

اگر وہ جانتا تھا کہ ہم تو اسکی مرضی پر چل بھی نہیں سکتے تو پھر وہ ہمیں یہ سبق کیوں دیتا پولوس اور اُس کے ماتحت عیسائی کہتے ہیں کہ وہ خدا ہے۔ لیکن جب وہ یہ سبق دینے میں انسانی فطرت کو نہ سمجھ سکا۔ پھر وہ خالق کس طرح ہو سکتا ہے +

# اسلام کی خوبیاں

(ایک نومسلمہ کی قلم سے)

ہماری اس دنیا میں بہت سے رسم و رواج مروج ہیں بعض تو ان میں سے ہماری راحت و آسائش کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اور بعض صعوبت اور تکلیف کا موجب ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر اس معاملہ میں ذرا غور و فکر سے کام لیا جائے اور رسم و رواج کی حقیقت کو طشت ازبام کرنے کی کوشش کیجائے تو معلوم ہو جائیگا کہ ان کی اصلی اور حقیقی غرض و غایت ہماری تکالیف کو دور کرنا اور ہماری طرز معاشرت میں آسانی پیدا کرنا تھی بلکہ خواہ مخواہ کی بلا اور مصیبت اپنے گلے ڈالنا۔ کسی رسم رواج کو بیخ سے اکھاڑنا اور اس پر عمل درآمد قطعی طور پر بند کرا دینا کوئی آسان کام نہیں۔ اور خصوصاً یہ بات تو ابد الآباد سے چلی ہی آئی ہے۔ کہ چونکہ میرے آباؤ اجداد یہ کام اسی طرز پر کرتے آئے ہیں اس واسطے اگر میں بھی ایسا ہی کروں تو اسمیں چنداں قباحت نہیں۔ اس لکیر کی فقیری نے بہتوں کو سیدھی حق سے روکا اور بہتوں کو قعر ضلالت و کفر میں ڈبویا۔ اور مذہب کے معاملے میں تو اس اندھی تقلید کی حد ہی ہو گئی ہے۔ اور خصوصاً مغربی ممالک میں جہاں کہ لوگ عموماً عیش پرستی میں مصروف ہیں۔ اور ان کے لئے اپنے اسلاف کے مذہب کی تقلید بہ نسبت تحقیق حق کے بہت آسان ہے اور بدیں وجہ وہ اپنے دل سے یہ سوال کرنے کی تکلیف کبھی گوارا نہیں کرتے کہ آیا ہمارے والدین کی طرز عبادت برحق اور فطرت صحیح کے مطابق بھی تھی یا نہیں۔ مغرب میں ایک بڑا زبردست رواج ہے اُسکو سوشل قانون کہئے تعصب سے نامزد کیجئے یا تنگ نظری سے منسوب کیجئے خیر اس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی مغربی انسان کو اس گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ ہونا چاہئے کہ وہ مذہب کی بابت کسی قسم کی گفتگو یا غور و خوض پادری صاحب کی غیر حاضری میں کرے۔ اور یہی ایک وجہ ہے کہ مغربی لوگ مذہب پر کبھی غور نہیں کرتے اور اسکو اپنی ضروریات زندگی میں شمار نہیں کرتے۔ ہاں مشرقی ممالک میں یہ بات نہیں۔ ہندوستان ہی کو دیکھ لو۔ یہاں تو دن رات مذہبی مباحثے اور جلسے ہوتے رہتے ہیں۔ اور یہ وجہ ہے کہ اگر ایک ہندوستانی کو اس بات کا قائل کر دیا جائے کہ اسکے مذہب میں نقائص ہیں اور ایک دوسرا

بہتر مذہب پیش کیا جائے تو وہ فوراً حق کی پیروی کرنے میں کوئی دقت محسوس نہیں کرتا لیکن یہاں بھی ایک مسلم کے پاؤں کا لڑکھڑانا ایک امر محال ہے۔ کچھ عرصہ ہوا کہ ایک عیسائی مبلغ سے بات کرنے کا مجھے اتفاق ہوا دوران گفتگو میں وہ کہنے لگے۔ کہ ہندوستان میں جو لوگ نئے عیسائی ہوتے ہیں۔ ان میں سے شاید چار فیصدی مسلم اور ۹۰ فیصدی ہندو ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ جب وہ کسی مسلم کو عیسائی بنانا چاہتے ہیں تو وہ کوئی نمایاں فرق ان دو مذاہب کے اصولوں میں دکھا نہیں سکتے۔ میرے خیال میں ایک بڑی روک جو ان مبلغوں کی راہ میں ہے وہ یہ ہے کہ وہ اسلام کو تو بالکل خیال ہی میں نہیں لاتے۔ کہ ان کے مذہب میں کوئی جدید بات تو ہے نہیں۔ جو کچھ اچھی بات ان کے مذہب میں ہے وہ اسلام میں آگے ہی موجود ہے۔ ہاں ان کے مذہب میں کچھ بدعات آگئی ہیں اور ان کو پیش کرنے سے وہ جھجکتے ہیں۔ اسلام کا دعویٰ ہے کہ اسمیں کوئی افراط تفریط نہیں ہوئی۔ وہ تصرفات انسانی سے محفوظ ہے اور اسکی تعلیم قابل عمل ہے جو کچھ بھی صداقت اور نفع انسانی کی بات کسی مذہب میں تھی۔ وہ اسلام نے اپنے اندر صحیح اور اصلی حالت میں لے لی ہے۔ تو پھر کیوں آپ لوگ اپنے دل سے مذہب کی بابت سوال نہیں کرتے۔ میرا خیال ہے کہ سو میں سے ننانوے حالتیں ایسی نکلینگی کہ یہ مذہب جس کی تقلید مغرب میں بلا دیکھے بھالے ہوئی ہے غیر تسلی دہ اور قابل ترک ثابت ہوگا۔ کیا یہ ہمارا فرض اولین نہیں کہ ہم طلب حق میں کوشش کریں۔ ہم خود اپنے دوستوں کا انتخاب کرتے ہیں خاوند بھی اپنی مرضی سے چنتی ہیں۔ کوئی پیشہ اختیار کرنے سے پہلے خوب سوچ بچار کر لیتے ہیں۔ ایک معمولی سی چیز خریدتے وقت اپنے دل سے مشورہ کرتے ہیں تو پھر کتنی شرم کی بات ہے کہ مذہب جیسی قیمتی اور ضروری چیز کو لیتے وقت ہم غور و خوض سے کام نہ لیں۔ انجام و عاقبت پر غور نہ کریں اور مقابلہ کر کے بہترین مذہب کو اختیار نہ کریں دیگر ضروریات زندگی تو عارضی ہیں لیکن کتنی اہمیت اور وقعت ہم انکو دیتے ہیں۔ اور مذہب کے معاملے میں اپنے دماغ کو چھٹی دیکر کسی دوسرے کی رائے یا خیال کی اندھی تقلید کر لیتے ہیں

اب آپ یہ پوچھینگے کہ اسلام میں کونسی خوبیاں ہیں اور دیگر مذاہب پر اسکو کیا فضیلت ہے جناب من محاسن اسلام کو گننا تو ایک امر محال ہے اور اسکی کوشش کرنے میں ایک بالا از طاقت چیز کو پانے کی کوشش کرنا ہے۔ اس واسطے میں مشتے نمونہ از خروارے چند مختصر سی باتوں کی

طرف آپ صاحبان کی توجہ مبذول کرتی ہوں۔ گذشتہ چند روز سے میں حضرت محمد صلعم علیہ وسلم کی سوانح کے حالات پڑھ رہی ہوں۔ آپ کی روزانہ طرز زندگی پر غور کرنے سے دل ایک عجیب اثر پیدا ہوتا ہے۔ تھے تو آپ ایک ہمارے جیسے بشر لیکن اس قسم کے اعلےٰ اور افضل ترین عادات آپ میں پائی جاتی تھیں۔ کہ افضل الناس آپ کو کہنا بیجا نہیں

ذرا اس سلام پر غور کرو جو مسلمان ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ فرمایا جب ایک دوسرے سے ملو تو السلام علیکم کہو یعنی سلامتی ہو تم پر کیسی جامع اور خوبصورت دعا۔ اور اسکے مقابلے میں عیسائی طرز سلام کو بھی دیکھو ؎

ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا

عیسائی کلیسیا میں یہ بات عام طور پر سنی جاتی ہے کہ سب سے خوبصورت وہ بھجن یا گیت ہے جو سلامتی یا کامل سلامتی سے شروع ہوتا ہے۔ بقول انجیل جب جناب مسیح سمندر پر چلے اور طوفان بالکل مدھم ہو گیا اور چاروں طرف سناٹا چھا گیا تو آپ نے فرمایا "میں تم پر اپنی سلامتی چھوڑتا ہوں" "زمین کیلئے سلامتی۔ اور لوگوں کی بھلائی" نبی کریم نے مذہب اسلام میں جو کچھ تعلیم دی ہے اس کا کوئی پہلو بھی ایسا نہیں جس پر تمام لوگ اپنی روزانہ زندگی میں عمل پیرا نہ ہو سکیں مغرب کے مذاہب کی طرح یہ کوئی دکھاوے یا فیشن کا مذہب نہیں مذہب اسلام امرا کیلئے مخصوص نہیں۔ یہاں تو سب پہلو بہ پہلو کھڑے ہو کر اکٹھے عبادت کرتے ہیں۔ اسلام ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ امیر لوگ جیسے دیگر مسجد میں اپنی جگہ ریزرو کرالیں اور بیچارے غریبوں کو کبھی صف اوّل میں کھڑے ہونا نصیب ہی نہ ہو گرجہ میں تو آپ کچھ روپے دے کر بہترین جگہ لے سکتے ہیں۔ اور سب سے اخیر میں آ کر سب سے آگے بیٹھتے ہیں لیکن اسلام میں جو پہلے آوے وہی صف اوّل کا ثواب لیگا۔ خواہ وہ مفلس اور قلاش کیوں نہ ہو۔ اور ایک امیر کبیر بھی اگر بعد میں آیا ہے تو اسکو اخیر میں ہی جگہ ملیگی یہاں امیر غریب کی حیثیت کم از کم مسجد میں تو برابر ہے۔ دونوں نماز اور سلام کا ثمرہ یکساں طور پر حاصل کرتے ہیں۔ اسلام سادگی کا مذہب ہے۔ میں اسکو سادہ اس واسطے کہتی ہوں کہ یہ لفظ اسلام اور بانی اسلام دونوں کے لئے نہایت موزوں اور قابل ہے۔ اس کا سادہ پن بڑا دلفریب و شیریں ہے۔ اور لفظ سادہ لوگوں کے

دیکھو معلوم ہوتا ہے عیسائی کلیسیائیوں میں سُنا کرتے تھے کہ مسیح بڑا خوبصورت اُس کا چہرہ بڑا پیارا و دلفریب اور کیتھولک پادریوں کے منہ سے یہی سُنا کرتے تھے کہ مریم بڑی حسین اُس کا چہرہ بڑا دلکش آنکھیں بڑی بھولی اور پیاری لیکن نبی کریم کی بابت ہم نے کبھی ان کے چہرہ کی تعریف نہیں سُنی (اگر وہ بفضل خدا کسی سے کم خوش شکل نہ تھے) جب کبھی آپ کا ذکر سُنا یہی سُنا کہ آپ کے اوصاف بڑے حمیدہ تھے۔ آپ کے اقوال پُراز حکمت اور قابل عمل ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ ایک آدمی کو رنگی قائم کرنے کیلئے اسکی ظاہری دلربائی یا خط و خال کے دلفریب ہونے کی نسبت اسکے افعال و اقوال کا اچھا ہونا زیادہ ضروری ہے +

محمد صلی اللہ علیہ وسلم سنہ ۵۷۰ عیسوی میں مکہ شریف میں پیدا ہوئے۔ کچھ مدت تک آپ تجارت کے کاروبار کرتے رہے اور بڑی دیانتداری سے حضرت خدیجہؓ کا کام نبھاتے رہے۔ بہت سے سال ان کا کام کرنے کے بعد آپ نے حضرت خدیجہؓ کی درخواست پر اُن سے شادی کر لی۔ اور ایک سچے اور وفادار خاوند کی طرح آپ نے تمام حقوق زوجیت کو ادا کیا۔ آپ کے والد شریف آپ کی ولادت سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔ اور جب آپ کی عمر صرف چھ برس کی تھی تو مادر مہربان بھی داغ مفارقت دیکر چل بسیں۔ جب والدین کا سایہ اس چھوٹی سی عمر میں آپ کے سر سے اُٹھ گیا اور وہ تمام شفقتیں اور ناز جو والدین اُٹھاتے ہیں اُن سے محروم ہو گئے تو آپ بچپن میں تک اپنے دادا کے سایۂ عاطفت میں رہے۔ اور جب وہ بھی اس دار فانی سے کوچ کر گئے تو آپ کی پرورش و تربیت آپ کے چچا ابو طالب کے سپرد ہوئی۔ آپ ابتدا ہی سے تنہائی اور عزلت گزینی کے شائق تھے۔ اور اپنے اوقات کا بہت سا حصہ جنگلوں اور بیابانوں میں عرفانِ الٰہی کی جستجو میں گذار دیتے تھے +

آپ بالکل ناخواندہ تھے۔ تاقیامت آپ کو بڑے فخر سے اُمّی رسول کہا جائیگا۔ اسطرح حضرت آمنہ کا یتیم بچہ جس کی ابتدا زندگی کے حالات یاد کر کے ہر ایک مسلم کا دل بھر جاتا ہے جوان ہوا اور جوانی کے بعد کامل انسانیت کے درجہ میں داخل ہوا۔ آپ کے دل میں اصلاح خلق کیلئے خیالات موجزن تھے اور جب آپ اپنی الگ گری ہوئی اور ناقابل گفتہ بہ حالت پر نظر ڈالتے تو آپ کے دل میں اصلاح کی ایک تڑپ اور لگن سی پیدا ہو جاتی۔ انہی دنوں میں آپ نے ملک شام کی طرف دو سفر

گئے تو وہاں آپ کو ایک ایسا منظر نظر آیا۔ جس کے مشاہدے سے آپ کا دل بیزار ہو گیا اور اسلیے دُنیا کی ایک آگ سی آپ کے دل میں لگ گئی۔ آپ نے عیسائی فرقوں کو ایک دوسرے کی دھجیاں اُڑاتے ہوئے دیکھا۔ اور اس لڑائی جنگ و قتال کا برا اثر جو لوگوں کے اخلاق و عادات پر ہوتا تھا اسکو دیکھ کر آپ کا دل دُنیا کی محبت سے بیزار اور سرد ہو گیا۔ اور آپ نہایت مغموم اور مُتفکر واپس آئے +

جب آپ کی عمر پچیس برس کی تھی تو آپ کی شادی حضرت خدیجہؓ سے ہوئی۔ حضرت خدیجہؓ ایک شریف خاندان کی اور بڑی امیر بیوہ تھیں۔ اور وہ سب سے پہلے آپ کے ہاتھ پر اسلام لائیں۔ اور اُن کی عمر آپ سے ۱۵ برس بڑی تھی۔ اس شادی کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا۔ کہ آپ کو حصول روزی وغیرہ کے فکر سے نجات ہو گئی۔ حضرت خدیجہؓ نہ صرف آپ کی بیوی تھیں بلکہ آپ کی بہترین خیر خواہ اور سچی رفیق تھیں۔ جب آپ گوشہ نشینی اور تفکرات سے مغموم ہو کر واپس تشریف لاتے تو آپ کی تشفی اور تسکین کا موجب ہوتیں۔ اور جب آپکے دشمن آپ کو ہر طرف سے تکلیف دیتے تو صرف خدیجہؓ ہی تھیں جو آپ کو تسکین اور دلیری دیتی تھیں۔ سخت سے سخت مصائب میں خدیجہؓ نے آپ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ پندرہ برس تک آپ نے اسی حالت میں بسر کیئے اور لوگوں کے دلوں میں خود بخود آپ کی عزت اور وقعت پیدا ہوتی جاتی تھی +

اِن پندرہ برس کے بعد جب آپ کی عمر چالیس برس کی تھی تو غار حرا میں آپ پر پہلی وحی اُتری۔ آپ پر ایک عجیب خوف طاری ہو گیا۔ اور آپ فوراً اپنی مونس و غمخوار بیوی کے پاس واپس آ گئے اور اسکو سارا واقعہ سنایا اور اس بڑے کام کا متحمل نہ ہونے کا خدشہ پیش کیا۔ اور جب حضرت خدیجہؓ نے آپ کو یقین دلایا۔ کہ آپ اصلاح خلق کیلئے بحیثیتِ موعود نبی مبعوث ہوئے ہیں تو اس اُمید افزا پیام نے آپکے دِل پر مرہم کا کام دیا۔ اور آپکے دل میں لوگوں کی محبت اور خدا کی مدد پر ایمان آگے سے دوگنا جاگزین ہو گیا۔ اور اسکے بعد ایک رات جب آپ ایک چادر لپیٹے سوچ رہے تھے تو خدا کی طرف سے رسالت اور تبلیغ کا حکم بڑے کھلے الفاظ میں آپ کو ملا۔ فرمایا۔ یاایھا المدثر قم فانذر وربک فکبر اے چادر لپیٹنے والے اُٹھ اور ڈرا (لوگوں کو) توحید بیان کر +

نبی کریم صرف مذہبی پیشوا نہ تھے کہ اگلی دنیا کی چند خوشخبریاں سنا دیتے اور بس جیسا کہ جناب مسیح نے کیا۔ آپ کو مدینہ کے لوگوں نے بالاتفاق اپنا مطاع اور حاکم انتخاب کیا۔ آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی مختلف حیثیتوں کا مجموعہ ہے۔ آپ ایک یتیم۔ ایک غریب۔ ایک امیر ایک خاوند ایک والد ایک رسول ایک قانونی حاکم اور ایک سپاہی ان سب کی حالت میں سے ہو کر گذرے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ انسانی تجربہ یا انسانی قلب کے مختلف حالات سے آپ ناواقف تھے۔ سب سے پہلا فرمان جو آپ نے بحیثیت مجسٹریٹ نافذ فرمایا اسمیں ایک شہر کے باشندے کے تمام فرائض مذکور تھے۔ اور قریب میں جو یہودی رہتے تھے ان سے تعلقات کا ذکر تھا۔ آپ نے اندرون خانہ کے تمام جھگڑے اور قتال کو روک دیا اور حکم دیا کہ سب تنازعات مجسٹریٹ کے حکم سے فیصلہ ہوں اور یہیں سے اسلامی جمہوریت کی ابتداء ہوئی +

ہمارے بعض عیسائی بھائی یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ بھلا نبی اور رسول کو مجسٹریٹ سے کیا نسبت نبی کا کام تو صرف مذہب کی تعلیم دینا ہے جیسا کہ حضرت عیسےٰ نے کیا لیکن میں ان سے یہ دریافت کرونگا کہ مجسٹریٹ یا منصف قانونی کا دن کس شغل میں صرف ہوتا ہے۔ یہ کام تو بڑا افضل اور اشرف ہے۔ کیونکہ یہ تو خدا کے انصاف کا اس نے انصاف اور ظلم دنیا میں واپس لانے کی مدد کرنا ہے۔ اور انسانی غلط کاریوں کی اصلاح کا جو انجن ہے۔ اس کا ایک بڑا ضروری پرزہ ہے۔ اور جس کی غرض صرف اسقدر ہے کہ خدا کے منصف کے نام پر انسانوں کے درمیان انصاف اور عدل قائم کیا جائے +

اور جس قدر یہ مدعا حاصل ہو گا اسقدر نیکی کو تقویت ملیگی اور بدی کا دہن آزبند ہو گا۔ دو مخالف اور متضاد خیالوں یا دعوؤں کو جانچنے کیلئے ایک منصف کی ضرورت ضرور ہوتی ہے۔ یا بالفاظ دیگر موافق اور مخالف شہادتوں سے نتیجہ حق نکالنے کیلئے ایک جوری یا پنچ کا ہونا لازمی ہے۔ تو پھر غور کیجئے کہ نبی سے بڑھ کر اس عہدہ کیلئے اور کون انسان زیادہ موزوں ہو سکتا ہے۔ یہ کام تو خود خدا کا ہے ایک دن آئیگا کہ وہ خود تمام مخلوقات کا انصاف بحیثیت ایک چیف جج کے کرے گا ایک آدمی خواہ اس کا کام کچھ ہی ہو لیکن جب تک وہ اپنے کام میں مبالغہ افراط تفریط بدعت اور کذب سے بچتا رہیگا خواہ وہ وکیل ہو یا جج ہر حالت میں وہ

اپنے مفوضہ کام کے مطابق عمل کریگا۔ جناب مسیح کے دہن مبارک سے بھی اسی قسم کے الفاظ نکلے فرمایا "میرا باپ بھی کام کرتا ہے۔ اور میں بھی اپنا فرض ادا کرتا ہوں"۔ لیکن پھر بھی میں یہ سوال کرونگی۔ کہ کیا ایک آدمی باوجود ادائگی فرض کے ہر روز وہ اپنے دل سے اپنے افعال کے نتیجہ کی بابت سوال نہیں کرتا۔ اور کیا اس مقولہ کی صداقت دن بدن اس پر روشن نہیں ہوتی جاتی۔ کہ اس کا نتیجہ خار اور کانٹے بھی ہونگے۔ سالہا سال ایک ہی بڑے خوفناک امتحان میں گذرتے چلے جائیں۔ اور پھر نتیجہ پر ایک نظر ڈالی جائے تو کون شخص ہے جو اپنے آپ کو یوں نہ کہیگا کہ میرا تمام دن کا شغل اس امر سے متعلق ہے جو بغیر گناہ کے کچھ بھی نہیں میں اپنی طاقت کو بے فائدہ ضائع کرتا ہوں میری محنت اس امر میں رائیگان جاتی ہے جس سے مجھے کوئی اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ آخر اس دن ہم کیا جواب اس منصف اعظم کو دینگے جب ساری مخلوق بلا تمیز مذہب و ملت اسکے حضور جمع ہوگی ۔ یہ عذر کرنا تو بالکل بے سود ہوگا کہ ہم نے سوچ سے کام نہ لیا۔ بہت سے تو کہیں گے کہ ہم اس چیز کے حصول کی کوشش کرتے رہے جس سے ہمکو کوئی تسلی نہ ملی۔ اس یقینی طور پر آنیوالی گھڑی کو یاد کراتے ہوئے میں اس مضمون کے ہر ایک پڑھنے والے سے التجا کرونگی کہ وہ طلب حق میں کوشش کریں اسلام کی خوبیاں اور اس کی فضیلت کی بابت اپنے دل سے سوال کریں ۔ کیونکہ ان کو بھی یہ سوال پوچھا جائیگا اور انکو جواب دہی کرنی پڑیگی۔ نبی کریم کی زندگی کے حالات پڑھو آؤ ہم بھی مشرقی لوگوں کی طرح طلب حق اور قبولیت حق کے لئے اپنا دل کھول دیں اور اسلام کی برکتوں سے مستفید ہوں۔ اب اس مادہ پرستی کو جو مغرب میں رائج ہے خیرباد کہو اور روحانیت کو بھی دل میں کچھ تھوڑی سی جگہ دو۔ تو پھر آپ اس سلامتی اور تسکین قلب کو حاصل کرلینگے جو ہمارے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے سکھائی۔ قرآن فرماتا ہے۔ ایاك نعبد و ایاك نستعین ۝ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین (ترجمہ تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ ایخدا ہم کو سیدھے رستے پر چلا۔ رستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے اپنی برکات نازل کیں۔ اور نہ ان لوگوں کا جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور جو گمراہ ہوئے) ۔

قرآن کی آیات پر فرداً فرداً غور کرنے سے یہ امر روشن ہو جاتا ہے کہ اس سورۃ میں انسان کے اعلےٰ ترین مقصد زندگی یعنے وصال خدا کے حصول کیلئے رہنمائی کی گئی ہے۔ اور یہ سورۃ انسان کو درجہ بدرجہ روحانی ترقی کی مختلف منازل طے کراتی ہوئی کمال عرفان تک لیجاتی ہے۔ کسی ہستی کی عبادت اور اطاعت صرف دو ہی باتوں سے ہو سکتی ہے۔ یعنی محبت یا ڈر سے۔ محبت تو ہمیشہ مطاع اور معبود کے محاسن اور رحم سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اس سورت میں قرآن نے اِن دونوں ذریعوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ بعض لوگ عشق و محبت سے متأثر ہوتے ہیں۔ اور بعض ایسے بھی ہیں جو ایسے خیالات کو تو پس پُشت ڈالتے ہیں لیکن رُعب اور خوف کے آگے دم نہیں مارتے۔ سب سے زیادہ دانشمندانہ طرز یہی ہو سکتی تھی کہ پہلے محبت کے نرم پہلو کو پیش کیا جائے۔ اور اگر اس سے کام نہ چلے تو رُعب اور خوف کو کام میں لایا جائے +

پس فطرت انسانی کے عین مطابق عمل کرتے ہوئے قرآن کی پہلی سُورۃ ہی میں خدا کی ایسی صفات بیان کی گئی ہیں۔ جو اسکی خوبیوں اور بھلائیوں کو پیش کرتی ہے۔ اور اِس طرح انسان کے دِل میں عشق الٰہی کی آگ بھڑکاتی ہے۔ اس ذات باری کا نام اللہ ہے۔ وہ خالق ہے تربیت دہندہ ہے۔ اور سب کا سہارا ہے وہ مومن اور کافر کا روزی رسان یکساں ہی ہے جینے وہ تمام ضروریات زندگی مُہیّا کیں جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتی تھیں لیکن جن کے بغیر زندگی ایک لمحہ کے لئے بھی محال ہو جاتی۔ وہ ہمارے اعمال صالحہ کا اجر بڑی فراخ دلی سے دیتا ہے اور جب وہ طبیعتیں جن میں جذبۂ محبّت غالب ہوتا ہے۔ ان صفات پر غور کرتے ہیں تو فوراً ان کے مُنہ سے خود بخود ایاك نعبد کی دُعا نکلجاتی ہے۔ اور جب عشق کا درجہ اس رُوحانی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ اور خدا کی محبت کے آگے سب خواہشات نفسانی ہیچ نظر آنے لگتی ہیں۔ تو فطرت انسانی خود بخود "اھدنا الصراط المستقیم" کا کلمہ نکلوا دیتی ہے +

اسلام یعنی نبی کریم کی تعلیم اور جناب مسیح کی تعلیم میں کس قدر فرق ہے۔ جناب مسیح نے فرمایا اگر تیری ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسری بھی آگے کر دے"۔ اس کے مقابل میں نبی کریم

کی تعلیم کیا ہے جب اہل مکّہ نے مدینہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ باندھا اور یہودیوں کو بھی خفیہ طور پر اپنا یار و مددگار بنا لیا تو آپؐ نے خود حفاظتی کے لئے جنگ کرنے کا حکم دیا کفار کے حملہ کو روک کر مدینہ محفوظ رکھا گیا اور اس طرح پر قرآن اور اسلام کی صداقت ہمیشہ کیلئے ثابت ہو گئی ۔

اس کے بعد مدینہ کے غدّار اور فریبی یہودی قبیلوں کو مدینہ سے چلے جانے کا حکم دیا گیا ۔ دشمن قبیلوں کے حملوں کی مدافعت کیلئے فوجیں بھیجی گئیں اور جتنا مظلوموں کی مدد کیلئے کمک بھیجی گئی مسلمانوں کو حکم تھا کہ وہ کبھی دھوکا نہ دیں جھوٹی قسم نہ کھائیں نہ بچّوں یا عورتوں پر کسی قسم کا ظلم نہ کریں حتّٰی کہ وہ اذیتیں جو انکو پہنچائی گئیں ان کا بدلہ لیتے وقت بھی ان کو حکم تھا کہ نہ لڑنے والے معصوم لوگوں سے تعارض مت کرو ۔ بوڑھوں کمزور عورتوں پر رحم کرو ۔ ان کے بچوں کو ایزا دو اور بیماروں کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچاؤ ۔ جو تمہاری مخالفت اور مقابلہ نہ کرے اُن سے تعارض مت کرو ۔ ان کے کھیت اور پھل ضائع مت کرو ۔ اُن کے مکان وغیرہ مت تباہ کرو اور کسی بار در شجر کو مت گراؤ ۔ کیا ہم آج اس مُہذّب مغربی ملک میں جس کو حضرت مسیح کی پُر حلم و بُردبار تعلیم کا پیرو کہا جاتا ہے ۔ ایسے قوانین کے برابر کچھ پیش کر سکتے ہیں ۔ کاش کہ ایسا کوئی قانون یا رسم و رواج ہی ہوتا تو آج یہ نظارہ یورپ میں نظر نہ آتا ۔ کیا یہ نام نہاد کے عیسائی عورتوں کی حقیقی طور پر عزّت کرتے ہیں ۔ کیا بچوں ۔ مکانات ۔ روزی کے سامان اور بار ور شجر و ں کی حفاظت کیجاتی ہے ۔ میں تو کہونگی کہ جو کچھ بہتری یا حسن مرد و عورت میں تھا ۔ ہم اسکو بالکل نیست و نابود کر رہے ہیں ۔ ہم مردوں کو قاتل اور عورتوں کو لونڈیاں بنا رہے ہیں ۔ موجودہ ہولناک جنگ پر نظر ڈالو کتنے گھروں کو تباہ کر دیا ۔ کتنی ماؤں کی زندگی پر پانی پھر دیا اور کتنی بیویوں کی اُمیدوں کی کشتی کو بھنور میں جا ڈبویا ۔ یہ تو امرا اور اعلےٰ طبقے کے لوگوں کا نقشہ ہے ۔ اب ذرا غُربا کی حالت دیکھو ۔ عورتوں کو اپنی روزی اور قوتِ لایموت حاصل کرنے کے لئے صبح سے لے کر شام تک محنت و مشقت کرنی پڑتی ہے ۔ اپنے گھر اور اکثر اوقات بچّوں کو بھی ترک کرنا پڑتا ہے ۔ اور ان سب پر طرہ یہ کہ اسکو ان لفظوں پر صبر کرنا پڑتا ہے ۔ کہ وہ اپنے ملک کی خاطر جان بحق ہوا ۔ اس نے بھی اپنی حیثیت کے بموجب اپنے ملک و قوم کی خدمت کی اور اسکو اسبات کا یقین دلایا جاتا ہے ۔ کہ تمہارے روپیہ ہی سے فتح

حاصل ہوگی مسیح کی ساری تعلیم کی صداقت آج کل کے ایک لفظ انتقام سے ثابت ہورہی ہے۔ کیا اب بھی سمجھو گے آخر کب تک آپ واقعات سے آنکھیں بند کر سکتے ہیں۔ کیا آپ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ خدا قادر وخالق اب امن وصلح قائم نہ کریگا۔ اور وہ سلامتی جو آج سے تیرہ سو سال پہلے اسلام اور پیغمبر اسلام نے پیش کی۔ اسکو نہ منوائیگا۔ اب وقت آن پہنچا ہے کہ صداقت ظاہر ہو جائے ذرا گریبان میں منہ ڈالکر ان سوالات کا جواب دو جو اکثر لوگ پوچھ رہے ہیں۔ کیا اس کا نام عیسائیت ہے۔ کیا خدا سو رہا ہے۔ میں نے اکثر اس قسم کے سوالات نوٹس بورڈوں پر لگے ہوئے دیکھے ہیں۔ ہمارے عیسائی بھائی جب ایسے سوال کرتے ہیں تو شاید اپنے عقائد کو بھول جاتے ہیں۔ ورنہ ایسے سوال کبھی نہ کرتے۔ ان کا تو ایمان ہے۔ کہ خدا اپنے عجیب وغریب کام کرانے کیلئے سربستہ اور پوشیدہ طریقوں سے کام لینا ہے"۔

حنیفہ بیگم

# بمبئی حج کمیٹی کی صلاح

بمبئی حج کمیٹی کا جلسہ ۱۸ اپریل ۱۹۴۱ء کو منعقد ہوا تھا جسمیں جہازوں کی قلت کی وجہ سے ان تمام تکالیف جو حاجیوں کو اس سال پیش آنے والی ہیں گفتگو ہوئی اور کمیٹی نے ذیل کا بیان شائع کرنے کا فیصلہ کیا:-

"بمبئی حج کمیٹی کی یہ رائے ہے کہ چونکہ حاجیوں کیلئے جہازوں کے ملنے میں بڑی مشکلیں واقع ہوئی ہیں اسلئے مناسب ہے کہ حتی الامکان عازمان حج کی تعداد میں کمی کی جائے۔ اب تک حاجیوں کے جہاز کے جانے کی کوئی تاریخ معین نہیں ہوئی۔ اور جہازی کمپنیوں نے جہاز کے بارے میں اب تک کوئی جواب نہیں دیا۔ اور کئی وجوہ سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ ایک ایک جہاز کے ملنے میں بھی بڑی دقت واقع ہوگی۔ اسلئے ظاہر ہے کہ عازمان حج کو بمبئی پہنچنے کے بعد جہاز کا بہت انتظار کرنا پڑیگا اور جہاز ملا بھی تو اس کا کرایہ بہت زیادہ ہوگا۔ اور ساتھ ہی بمبئی کے ناقابل برداشت اخراجات کی زیرباری اس کے علاوہ ہوگی۔ اور اگر جہاز میسر نہ آیا تو عازمان حج کو اتنی بیفائدہ تکلیف اور زیرباری کے بعد اپنے گھروں کو شکستہ دلوں کے ساتھ لوٹنا پڑیگا۔ ان حالات میں جو جنگ کی وجہ سے ناگزیر ہیں بمبئی کی حج کمیٹی تمام عازمان حج کو انہیں کے آرام ونفع کے لحاظ سے صلاح دیتی ہے کہ وہ اس سال سفر حج کا ارادہ ملتوی کریں۔

بمبئی حج کمیٹی تمام مقامی حج کمیٹیوں اور انجمنوں سے یہ درخواست کرتی ہے کہ وہ ان حالات کو کمیٹی کی رائے کے ساتھ عازمان حج کی اطلاع کیلئے جلد مشتہر کردیں اور مقامی حج کمیٹیوں اور انجمنوں کے اراکین سے استدعا کرتی ہے کہ وہ اپنے اپنے ذاتی اثر سے یا اور جس طرح ممکن ہو عازمان حج کو اس سال اپنا ارادہ سفر حج ملتوی کرنیکی فہمائش کریں"۔

F. A. M. Kareem

پریسیڈنٹ حج کمیٹی

# محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) آیت اللہ

از جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء

بسلسلہ صفحہ ۲۸۴

نبی کریمؐ نے جو کام کرکے دکھایا اس کا ذکر کرتے ہوئے کارلائل صاحب لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کا زمانہ عرب کے لئے جہالت اور ظلمت سے نکلکر نور کی طرف آنا تھا۔ اور آپ کی برکت سے عرب گویا کہ ضلالت کی موت سے زندہ ہوگیا۔ ایک ایسی مفلس قلاش قوم جس کا پیشہ بکریاں اور اونٹ چرانا تھا اور جو دُنیا کی ابتدا سے لیکر اس وقت تک ایک کامل گمنامی کی حالت میں تھی انمیں ایک عظیم الشان نبی وہ پیغام لیکر آیا جس کو سب نے قبول کیا۔ اور آن کی آن میں ایک محض گمنام قوم تمام دُنیا میں مشہور ہوگئی جن کو سب حقیر سمجھتے تھے۔ وہ سب کے سروں کے تاج ہوگئے۔ ایکصدی کے اندراندر ایک طرف غرناطہ اور دوسری طرف دہلی ان سب ممالک میں عرب کا دَور دورہ ہوگیا۔ بہادری۔ شان وشوکت اور عظمت کے لحاظ سے عرب دُنیا کی کسی فاتح قوم سے کم نہ تھا ایمان میں بڑی طاقت ہے اس سے مُردے جی اُٹھتے ہیں جونہی کہ ایک قوم ایمان کامل پر جمع ہوتی ہے۔ اس وقت سے ترقی اور عروج کے منازل اس کے آگے سہل ہو جاتے ہیں۔ اس وقت کے عربوں کی حالت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بکسی اور ایک صدی کا قلیل عرصہ ان سب باتوں کو جمع کیا جائے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ ایک آسمانی شعلہ تھا جو ایک تاریک اور ظلمت بھری ریت کے میدان میں گرا لیکن وہ ریت اسکے اثر سے بارود کے ذرّے بن گئی۔ اور اُس کی چمک نے دہلی سے لیکر غرناطہ تک سب نُور ہی نُور کردیا +

اِس حیرت انگیز انقلاب کا ذکر کرتے ہُوئے گبن صاحب لکھتے ہیں۔ رسُول عربیؐ کی نبوت عرب لوگوں کا طرز معاشرت اور محمد صلے اللہ نے جو مذہب پیش کیا اسکی رُوح یہی تین باتیں اسوقت کی مشرقی سلطنتوں کے زوال کا باعث ہُوئیں۔ اور ہماری آنکھیں اِس انقلاب عظیم پر لگی ہُوئی ہیں جس نے دُنیا کے اکثر حصوں میں ایک بالکل نیا اور دیرپا اثر پیدا کردیا۔ پھر آگے چلکر لکھتے ہیں۔ کہ تاریخ میں ایسے مذاہب کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں جن کا

خیال لوگوں نے چھوڑ دیا۔ اور صرف نام ہی نام باقی رہگیا۔ کبھی کسی نبی یا رسول کی زندگی راحت بھری اور مبرا از مصائب نہیں ہوتی۔ وہ اپنی راگ ضرور سناتا جائیگا۔ خواہ کوئی سنے یا نہ سنے۔ بڑی بڑی اچھی اور دُور اندیشی سے پُر تدابیر کا سوچنا تو بہت آسان ہے لیکن ان کو عمل کا جامہ پہنانا ذرا کانٹے دار درد والا معاملہ ہے۔ ان سب باتوں سے مشکل یہ بات ہے کہ کسی نبی یا اصلاح کنندہ کی بابت اس کے اپنے ہموطن کان دھر کر سنیں لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو ایک محض اُمّی عرب تھے اور (حضرت) خدیجہ کے شتربان تھے انہوں نے اِسبات کی کوشش کی کہ وہ لوگ جو آپؐ کے رشتہ دار ہیں جنہوں نے آپؐ کو بچپن سے دیکھا۔ آپؐ کی جوانی کو مشاہدہ کیا۔ آپؐ کے تمام وہ افعال اور کمزوریاں دیکھیں جو بحیثیتِ انسان ہونے کے آپؐ میں پائی جاتی تھیں۔ آپؐ نے چاہا کہ وہی لوگ سب سے پہلے آپؐ کیطرف توجہ کریں اور آپ کی سنیں۔ ایک آدمی جس کو اپنا نام لکھنا بھی نہ آتا ہو وہ دعوےٰ یہ کرے کہ میں تمہارا معلّم ہوں اور معلّم بھی ایسا کہ جس کی بابت تم کو انسانی تربیت کے سب سے اہم معاملے میں یعنی انسان اور خدا کے درمیان تعلق قائم کرنے میں کان دھر کر سننا لازم ہے۔

نبی کریمؐ کی تعلیم کا اثر جو کچھ افریقہ یا ایشیا میں ہوا اس کے تو سب قائل ہیں لیکن یورپ پر آپؐ کی تعلیم جو اثر کر سکتی ہے۔ اُس کا ظہور حال ہی میں ہوا ہے۔ جان جوسف لیک صاحب جو لنڈن میٹرو لوجیکل سوسائٹی کے فیلو ہیں لکھتے ہیں "ہم کو چاہیئے کہ اسلام اور مسلمانوں کے معاملہ میں زیادہ دلچسپی لیں اور توجہ دیں۔ کیونکہ مغربی دنیا نے جو کچھ تہذیب یا ترقی حاصل کی ہے اس کے واسطے اُنکو بہت حد تک مسلمانوں کا مشکور ہونا چاہیئے۔ اور میں اس کتاب میں دکھاؤنگا کہ اسی موجودہ ترقی کا ماخذ بہت حد تک اسلام اور مسلمان ہیں۔ اور جب وہ پردہ جو بوجہ ہمارے جوانی کا سارا وقت یونانی و لاطینی میں صرف کرنے کی وجہ سے حائل ہو گیا ہے۔ وہ اُٹھ جائیگا اور ہم مشرقی علوم کے لئے بھی کچھ وقت نکالیں گے۔ تو یہ بات خود بخود اظہر من الشمس ہو جائیگی۔

پھر ایک اور جگہ لکھتے ہیں "محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے جو اسلام پیش کیا۔ اُس کے ابتدائی اجزا جب تکمیل کو پہنچے تو انہوں نے یوروپین دلوں کو مسخر کرنا شروع کیا۔ اور جس قدر اثر عیسائیت نے مشرق میں پیدا کیا اُس سے کہیں بڑھ کر اسلام نے یورپ کے شرک و بت پرستی پر کیا۔ تمام موجودہ تعلیم و تدریس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ نبی کریمؐ نے چند مکتب کھولے اور علم

کی توسیع کیلئے اُن اسیرانِ جنگ کو جو کہ پڑھنا لکھنا جانتے تھے اِس شرط پر رہا کر دیا کہ وہ طالبعلموں کی خاصی تعداد کو لکھنا پڑھنا سکھادیں۔ اور اس کے بعد اگر اُن میں سے کوئی اسی جگہ رہنا اور کسی مکتب کا معلم بننا پسند کرے تو اسکو فوراً رہا کر دیا جاتا تھا ✦

اہل عرب زمانۂ قدیم سے فصاحت و بلاغت اور شاعری کے شائق چلے آئے تھے۔ وہ ہر سال عید کے موقعہ پر مشاعرے اور علمی مجالس بھی قائم کیا کرتے تھے۔ اور جب نبی کریمؐ اور آپکے تابعین کی تربیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دیگر علوم و سائنس میں بھی مشّاق ہو گئے۔ نویں صدی عیسوی کے ابتدا ہی میں انھوں نے قوانین پر عمل شروع کر دیا جن پر آج کل عمل کیا جاتا ہے یعنی پُرانے یونانی طرز تدریس یعنی لفظی بحث کو چھوڑ کر تجربہ اور عملی ذرائع سے درس تدریس کا رواج کر دیا۔ ان کے مصنف عام طور پر تواریخ۔ اعداد۔ سیاحت بری و بحری علم مسکوکات فصاحت و زراعت۔ آبپاشی۔ ریاضی۔ سائنس۔ علمِ طب۔ کیمیا۔ علم حیوانات۔ علم نباتات علم طبقات الارض وغیرہ ان مضامین پر کتابیں لکھا کرتے تھے۔ اوران علوم میں وہ کسی سے کم نہ تھے ✦

بڑے بڑے اُمرا کی عورتیں شاعرانہ مجالس میں حصّہ لیتی تھیں۔ اور جن خاتونان نے بڑا نام پایا انہیں بعض کے نام ہدیہ ناظرین ہیں۔ ولادہ۔ عائشہ۔ لبانہ۔ الغسانیہ۔ اور خلیفوں کی بہت سی لڑکیاں وغیرہ۔ قصیدے۔ غزلیں۔ مرثیہ ہجو اور دیگر قسم کی تصنیفات بہت عام تھیں۔ اور اگرچہ موروں نے کبھی رزم نامہ تو تصنیف نہیں کیا لیکن ان کے اور جنوبی فرانس کے باہمی تعلقات سے وہ نظم پیدا ہوئی جو پرووونشل کے نام سے موسوم ہے۔ اور خیال کی آزادی کا ایسا بیج بویا جس نے نظم کے ساتھ ملکر یورپ کو قرون وسطے کی متوحش خواب سے بیدار کیا ✦ نبی کریمؐ نے ان کی ساری تہذیب کی کایا پلٹ دی نہ صرف شاعرانہ تخیلات میں بلکہ اخلاقی تمدنی۔ سیاسی اور مذہبی ہر ایک پہلو سے ان میں تغیر پیدا ہو گیا ✦

نبی کریمؐ نے قصاص یا خون کے بدلے خون کی رسم کو ہٹا کر دیت یا معاوضہ کے طریق کو جاری کر دیا۔ آپؐ نے لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کی قبیح رسم کو عرب سے بالکل نیست و نابود کر دیا۔

آپؐ نے نازیبا شادیوں کے رواج کو بند کر دیا۔ اور جو جو شرائط آپؐ نے ان قوانین سے ملحق کئے انہی سے اس زمانہ کے عربوں کی حالت کا پتہ لگجاتا ہے۔ ان میں تو ماؤں۔ لڑکیوں بہنوں خالاؤں اور دیگر قریبی رشتہ داروں سے شادی کر لینا بالکل مباح اور جائز تھا۔ آپؐ نے تعدد ازدواج کو بھی چار تک محدود کر دیا۔ اور اسی ذریعہ سے خفیہ زناکاری کو روک دیا آپؐ نے طلاق کیلئے بھی شرطیں لگا دیں۔ زمانہ جہالت میں یعنی آپؐ کی بعثت کے زمانے سے پیشتر ان میں طلاق کا رواج بڑی کثرت سے پایا جاتا تھا حتےٰ کہ ایک ایک عورت تیس چالیس خاوندوں کی مطلوقہ ہوتی تھی +

پروفیسر لیبک صاحب لکھتے ہیں اسلام نے عیسائیت کی ساتویں مجلس سے اپنا بدلہ خوب لیا۔ کیونکہ انہوں نے رائے کی آزادی اور علم کی توسیع یورپ میں رائج کر دی۔ اور اس سے کلیسا کی طاقت کو بڑا ضعف پہنچا۔ یونانی یا رومی فلسفہ کی کتابیں مشرقی علوم یا طرز تدریس کی مثال نہیں ہو سکتی۔ ان کے ماخذ تو زیادہ سے زیادہ مہذب بُت پرستی کا میلان یا سپینوازازم ہے۔ تمام علوم ان دنوں بالکل کس مپرسی کی حالت میں تھے۔ اور جو کچھ تھوڑے بہت معلومات تھے۔ وہ گرجا کی چار دیواری کے اندر بند تھے۔ اور گرجا والے توہم پرستی اور جہالت کو پھیلانا اپنی ترقی اور طاقت کا راز سمجھتے تھے۔ گویا کہ ہر طرف سے علوم کو دبایا جاتا تھا اور قرون وسطیٰ میں بھی یہی حال رہا۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ دینی اور دنیوی علوم پہلو بہ پہلو ترقی کرتے ہیں۔ اور توہم پرستی ان دونوں کا ستیاناس کر دیتی ہے۔ عیسائیت نے دنیا کی ہدایت کرنی چاہی لیکن اس کا حشر تو "خود آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا ہوا"۔ مذہبی لیڈروں نے خود جہالت کو ترقی دی۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ حق پرستی کے بدلے بشر پرستی اور بُت پرستی شروع ہو گئی جب ظلمت اور جہالت کی گھٹا چاروں طرف چھا چکی تھی۔ تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔ آپؐ نے دنیا کی حالت پر غور کیا۔ اور آپؐ اسکو گوارا نہ کر سکے +

گویا کہ تمام دنیا ایک ایسے رہنما کی منتظر تھی جو ان کو توہم پرستی اور ضلالت کے گڑھے سے نکالے۔ بعض دیگر اصحاب نے بھی اصلاح خلق کی کوشش کی۔ لیکن ابھی وقت نہ آیا تھا اور اُن کی طاقت مخالفت کے بہاؤ کے آگے نہ ٹھیر سکتی۔ آپؐ کے فہم رسا نے فوراً اس ضرورت

کو محسوس کیا۔ اور مطلوبہ چیز کا پتہ بھی لگا لیا +

ایک مصنّف صاحب لکھتے ہیں۔ یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ اسلام نے ان ممالک کی فاتح قوموں کو جن میں وہ پھیلا مسلمان بنا کر دُنیا پر بہت بڑا رحم کیا۔ کیونکہ مغل یا تاتاری اور ترکی فاتح جو جو مظالم کیا کرتے تھے اسلام ہی کی وجہ سے انہوں نے چھوڑ دیئے اور ساتھ ہی خود مسلمانوں کے حملوں سے یورپ کی جہالت کا زمانہ ختم ہوا انہوں نے علوم اور تہذیب کو خوب ترقی دی۔ اور مذہبی اور تمدنی لیڈروں کی مرضی کے خلاف ان کو شمال کی طرف دھکیل دیا۔ اور رائے کی آزادی کے رائج ہونے سے ہی گویا کہ ظلم اور تعدّی کا اختتام ہو گیا +

اور اگر آج مسلمانوں کو یورپ چھوڑنا پڑے تو اُن کو بڑے فخر سے الوداع کہنا چاہئے کیونکہ انہوں نے جمہوریت کی بنیاد ڈالی ہے۔ اور دُنیا کے اس حصہ میں خود مختاری کا جنازہ ہمیشہ کیلئے دفن کر دیا ہے۔ اب روس یا قسطنطنیہ کے مفت خورے اور مستبدین جو ان کا دل چاہے کریں مغربی ایشیا کے کناروں پر ایک آگ شعلہ زن ہو چکی۔ اور اس کا بجھنا اب کسی طرح ممکن نہیں۔ اور اور یقیناً اسلام اب مشرقی سالوینچلس یا ممالک بھی ایسی طرح بدل دیگا جس طرح مغربی سے ایا +

یہ بات تو ایک مسلّم امر ہے کہ جس زمانے میں دُنیا مع یورپ کے غلامی اور جہالت میں مُبتلا تھے اُس وقت اسلام کے پیروؤں میں کامل آزادی۔ برادرانہ سلوک اور مساوات رائج تھے۔ ایک مُسلم کسی دوسرے مسلم بھائی کو غلام نہ رکھ سکتا تھا۔ حتّٰے کہ جنگی قیدی بھی جب دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے تو ان کو آزاد کر دیا جاتا تھا۔ اور ہر ایک گورے کالے کو عملی طور پر اپنا بھائی اور مساوی سمجھا جاتا تھا +

ریورنڈ جارج ڈروایم اے کینن آف یارک جیسے متعصب مُصنّف کو بھی ماننا پڑا ہے کہ خلفائے اسلام نے نہ صرف فوجی طاقت اور عیش پرستی کے سامان سے اسقدر ناموری حاصل کی ہے بلکہ جو کچھ علوم اور سائنس آج کل یورپ میں ہیں اُن کی توسیع اور اشاعت کے لئے یورپ کو ان خلیفوں کا بہت کچھ شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ فتح قسطنطنیہ سے پہلے یُونانی زبان کو مغربی یوروپ میں بالکل کوئی نہ جانتا تھا لیکن اہل عرب نے یُونانی اور رُومی فلسفہ دانوں حساب دانوں نجومیوں اور شاعروں کی تصانیف کو اپنی زبان میں ترجمہ کیا اور جو کچھ مغربی یورپ کو اُن میں سے ملا۔ اس کا

ماخذ وہی ترجمے ہیں جو عربی زبان سے لاطینی میں کیئے گئے ۔ علم ہندسہ کی اکجلو تو خالصاً عربوں کا حصہ ہے ۔ عربی علم ادب نے خلیفہ ہارُون الرشید کے زمانے میں بڑا عروج پکڑا اور یہ وہ زمانہ تھا جبکہ فرانس اور انگلستان کے اُمرا اور حکمرانوں تک کو لکھنا پڑھنا نہ آتا تھا ۔ لیکن جب تُرکوں نے خلیفوں کی سلطنت کو تباہ کر دیا تو عربی علم ادب کو بھی یُونانی زبان کی طرح ضُعف پہنچنا شروع ہو گیا ۔ اور دونوں حالتوں میں مصر ہی کو آخری دارُ العلوم بننے کا فخر حاصل ہوُا ۔ اور جو کام الیگزنڈریا کے مکتبوں نے یونانی علُوم کی اشاعت کے لئے کیا وہی قاہرہ کے مدرسوں نے عربی علوم کیلئے کیا ۔ کئی صدیوں سے ان کو عربی علم ادب اور اسلامی فقہ تصانیف علمی کا سرچشمہ مانا گیا ہے ۔ ازہر کی عظیم الشان مسجد میں آج بھی اسلامی دُنیا کے ہر حصہ سے طالب علم حصولِ دین کیلئے آتے ہیں ۔ اور اسکو ایک بڑی یونیورسٹی اور درسگاہ مانا جاتا ہے ۔ اسمیں اکہزار سے لیکر تین ہزار تک طالب علم ایک وقت میں پڑھتے ہیں ۔ اور ان میں سے کئی نابینا ہوتے ہیں ۔ درانحالیکہ مسلمان توحید کی کیبانیت کی بنا پر نئی سلطنتوں کی بنیاد ڈال رہے تھے عیسائی لیڈروں نے کلیسیا اور حکومت میں ایک نیا انقلاب لاکر کھڑا کر دیا اور اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہوُا ۔ کہ انہیں سے ایک میں اس قسم کی عبادت رائج ہو گئی جس کو شرک اور بُت پرستی میں سے تمیز کرنا بہت مشکل ہے ۔ مورتوں کے استعمال کو ھڑکانے والی بات اس سے زیادہ اور کوئی نہ ہو سکتی تھی کہ مذہبی عبادت میں بُتوں اور تصویروں کو استعمال کیا جائے عیسائیوں یہودیوں اور صابیوں سے بھی بہ حیثیت اہل کتاب ہونے کے کچھ نرمی کیجاتی تھی ۔ لیکن کسی بُت کی پرستش کرنا تو ایک ناقابلِ عفو گناہ تھا ۔ ان کے مواحدوں نے الفاظ کی کچھ یہودیوں سے بھی بڑھ کر کی ۔ وہ بُتوں اور تصویروں کی تعظیم کو نہ صرف حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے بلکہ انکو کسی معبد میں رکھنے تک کی اجازت نہ دیتے تھے ۔ اور جہاں کہیں قرآن کی تعلیم پر پُورا عمل کیا گیا ۔ وہاں سے ان کا نام ونشان جاتا رہا +

پہلے زمانے کے عیسائی بھی ان مسلمانوں کی طرح جوشیلے تھے اگرچہ اسقدر خطرناک نہ تھے ۔ سن عیسوی کی پہلی تین صدیوں میں کسی کلیسیا کے اندر کسی بُت یا تصویر کا پتہ نہیں ملتا لیکن آہستہ آہستہ جہاں اور باطل عقائد عیسائیت میں داخل کر دیئے گئے ۔ اسیطرح بُتوں اور

مجسموں کا استعمال بھی شروع ہو گیا۔ اور صورتحال یہ تھی کہ اجازت جس پر فروعاً عمل
ہوتا کلیسا نے بھی مذہبی اور رحمت کے لئے مجسموں کو شہروں شہروں لے جانے لگا۔

ان شہنشاہ لیو ثالث نے اس توہم پرستی اور بدعت کو روکنے کیلئے جو کوشش کی۔ اس سے کلیسا سلسلے کے متعلقہ عقائد کی بنیاد متزلزل ہو گئی۔ اس نے ۷۲۶ء عیسوی میں تمام گرجاؤں کو مجسموں سے پاک کرنے کا فرمان جاری کیا۔ لیکن پوپ گریگری ثانی و ثالث کے ماتحت لاطینی کلیسیا نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ اور اس کا نتیجہ لیو کے خاندان کی تباہی ہوا۔ جس نے اصلاح کی کوشش کی اس پر بت شکن کا الزام لگایا گیا اور مورتوں و تصویروں کی پرستش کو ساتویں جنرل کونسل نے علی الاعلان جائز اور مباح قرار دیا (C.A 786)*

خدا اپنے آپ کو دو قسم کی صفات سے ظاہر کرتا ہے جلالی اور جمالی۔ نبی کریم ان دونوں صفات کے کامل مظہر تھے

## محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے قادر مطلق ہونے کی ایک قاطع دلیل ہیں

جس قدر اقتباسات دیئے جا چکے ہیں۔ اور اگر ضرورت ہو تو اس قسم کے ہزاروں حوالے پیش کیئے جا سکتے ہیں۔ یہ سب بلا شک و شبہ اس بات کا ثبوت دیتے ہیں۔ کہ نبی کریم تاریخ دنیا میں ایک عجیب مثال گزرے ہیں۔ دنیا میں آج تک کوئی انسان ایسا نہیں گذرا جس نے دنیا کی طرز معاشرت و خیالات کو اتنا پلٹ دیا ہو جتنا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے چند سالوں میں۔ ہم آپ کی قوم اور اس وقت کی ساری دنیا کی حالت زار سے خوب واقف ہیں۔ ہم ان مشکلات کا اندازہ بھی لگا سکتے ہیں جن کا آپ کو سامنا کرنا پڑا۔ تمام دنیا آپ کی مخالفت پر کمربستہ تھی لیکن ان سب کو آپ نے نیچا دکھایا اور اپنے اعمال سے ثابت کر دیا کہ انسان ہی درحقیقت خدا کا ظل ہے۔ اور انسان نہ صرف نیکی میں بلکہ حکومت۔ ثروت۔ دبدبہ ان سب قوتوں میں خدا کی صفات کا مظہر کامل ہے۔ نبی کریم نے ایک بدوؤں کی قوم کو جس کا پیشہ اونٹ چرانا تھا۔ جو معمولی سی بات پر لڑنے مرنے کیلئے طیار ہو جاتے تھے۔ جن کا کوئی مقررہ ٹھکانہ نہ تھا۔ جو خانہ بدوش تھے۔ جن کے اخلاق حیوانوں سے بدتر تھے۔ اس گری پڑی نامعلوم قوم کو تہذیب اور اخلاق کا سرچشمہ و مشعلبردار بنا دیا۔ ان کو بڑے بڑے ممالک کا فاتح کر دیا۔ انہوں نے عوام کے فائدے کے لئے

* اقتباس از مصر سکندر اعظم کی فتح سے نیپولین بوناپارٹ کے حملہ تک"

بڑی بڑی عظیم الشان عمارات کھڑی کر دیں۔ ہر قسم کے علوم اور فنون کا منبع بن گئے اور ہمیشہ کیلئے نظم و امن کے قائم کرنیوالے ہو گئے۔ نبی کریمؐ نے اپنی زندگی سے خدا کے قادرِ مطلق ہونے کا ثبوت دیا۔ آپؐ نے ایک بت پرست جاہل اور خونخوار قوم میں اکیلے تن تنہا اعلان کیا کہ میں خدا کی طرف سے اسکی توحید قائم کرنے آیا ہوں۔ چاروں طرف سے آپؐ کی مخالفت ہوئی لیکن پھر بھی آپؐ کامیاب ہوئے۔ جب تک سارا عرب توحید اور آپؐ کی رسالت کا قائل نہ ہوگیا۔ یا بالفاظِ دیگر جب تک آپؐ کا مشن کامل طور پر پورا نہیں ہو گیا۔ آپؐ کو خدا نے وفات نہ دی چند جنگی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر آپؐ نے اپنے دشمنوں کو شکست فاش دی۔ اور عرب سے بت پرستی کی جڑیں اکھیڑ ڈالیں۔ اور لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کا نعرہ چاروں طرف گونج اٹھا۔

آؤ آپؐ کی پُر از حوادث زندگی کے پہلو سے قطع نظر کر کے ذرا اسکی اس حالت پر نظر ماریں جبکہ وہ طاقت اور عظمت کی معراج پر متمکن تھے۔ اور آپؐ کی وفات کے دن قریب تھے "جب آپؐ مدینہ سے حجۃ الوداع کیلئے روانہ ہوئے تو اس وقت بھی آپؐ توحید کی اشاعت میں اس قدر سرگرم و ثابت قدم تھے جس قدر کہ اوائل ایام میں آپؐ کے ساتھ چودہ ہزار مسلمان پھولوں اور جھالروں سے سجے ہوئے اونٹوں پر سوار تھے۔ اور جب آپؐ مکہ شریف کے قریب پہنچے تو آپؐ نے بلند آواز سے فرمایا۔ لبیك اللھم لبیك لا شریك لك لبیك

اے میرے رب میں حاضر خدمت ہوں تیرا کوئی ثانی کوئی ہمسر نہیں عبادت تیرے ہی لئے ہے حکومت تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اور تیرا کوئی شریک نہیں" +

کعبہ کے اندر منبر پر کھڑے ہو کر آپؐ نے بار بار یہ فرمایا "یا ایھا السامعین انا بشر مثلکم۔ اے سننے والو میں تو تمہارے جیسا ایک انسان ہوں"۔ آپؐ کے صحابہؓ کو خوب یاد تھا کہ ایک دفعہ ایک آدمی آپؐ کی طرف بڑے جھجک جھجک کر بڑھ رہا تھا۔ تو آپؐ نے فرمایا کیوں خائف ہو میں کوئی بادشاہ نہیں میں تو ایک معمولی عربی عورت کا بیٹا ہوں جو دھوپ میں سکھایا ہوا گوشت کھاتی تھی" +

آپؐ نے مدینہ میں جا کر وفات پائی اور آپؐ کا آخری کلام جو آپؐ نے صحابہؓ کو سنایا وہ یہ تھا

ہر ایک چیز خدا کی مشیت کے موافق واقع ہوتی ہے۔ اور ہر ایک کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ اور وہ ہوگئے پیچھے نہیں کیا جا سکتا۔ میں اُسکی طرف واپس جا رہا ہوں جس نے مجھے بھیجا۔ اور میرا آخری حکم یہ ہے۔ کہ محبّتِ قومی اور غیرتِ اسلامی و اخوت کو قائم رکھنا اکید ہے کو ایمان، صبر اور اعمال صالحہ کی تلقین کرتے رہنا میری زندگی بھی تمہارے فائدے کیلئے خرچ ہُوئی اور میری موت بھی ہوگی +

اور جب آپکی رُوح مُقدّس آپ کے جسم عنصری سے پرواز کر رہی تھی تو آپ کا سر حضرت عائشہؓ کی گود میں تھا۔ وقتاً فوقتاً آپ اپنے دست مُبارک کو ایک پانی کے برتن میں ڈبوتے اور اپنا مُنہ گیلا کرتے۔ آخر کار آپ نے اس جہان فانی سے کوچ کیا اور آخری دم میں آپ نے اُوپر نگاہ کرکے فرمایا "اے میرے اللہ معاف تیری مرضی میں آتا ہوں" +

کیا ایک ایسے اِنسان کا ذکر کرتے وقت بے ادبی کا خیال بھی ہمارے دل میں آسکتا ہے۔ اسکے دیئے ہُوئے احکام پر آج دُنیا کا ایک تہائی حصہ عمل پیرا ہے۔ اور اسے جان سے عزیز سمجھتا ہے ✲ خدا کے قادر مطلق ہونے کے دیگر دلائل سے تو انکار ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے مفہوم اور مقصد کو ایسی طرز پر بیان نہیں کرتے جو عام فہم ہو۔ لیکن نبی کریمؐ نے اپنے دعویٰ و مقصد کو بڑے کُھلے الفاظ میں پیش کیا۔ اور باوجودیکہ سر توڑ کوششیں آپ کو روکنے کیلئے کی گئیں لیکن کوئی چیز آپکو اپنے حصُول مقصد سے روک نہ سکی +

خود قرآن کریم میں آپ کی فتح و نصرت کے زمانے کا نقشہ کھینچا گیا ہے سُورہ النصر میں فرمایا
"اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ فسبح بحمد ربك واستغفرہ انه کان توابا"

(ترجمہ۔ جب خُدا کی مدد آپہنچی اور تم نے لوگوں کو دیکھا کہ دین خُدا (یعنی اسلام) میں جوق درجوق داخل ہو رہے ہیں تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اسکی تسبیح (تقدیس) میں مشغول ہوجا۔ اور اس سے حفاظت مانگ۔ بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے) +

آپ نے اپنا آخری خُطبہ لوگوں کو سُنایا تو لاکھوں آدمیوں کا مجمع تھا۔ اور آپ نے اپنا خطبہ مندرجہ ذیل معنی خیز الفاظ سے شروع کیا۔ فرمایا:۔

✲ اقتباس از تنازعہ مذاہب و سائنس صفحہ ۸۲ تا ۸۴ +

"اے لوگو! میرے الفاظ کو غور سے سُنو۔ کیونکہ واللہ اعلم اس سال کے بعد ہم پھر بھی کبھی اس جگہ ملیں یا نہ۔ اے سُننے والو میں تو تمہارے جیسا ایک انسان ہوں موت کا فرشتہ ہر وقت آسکتا ہے۔ اور مجھے اس کا پیغام سُننا ہو گا۔"

پھر آپؐ نے نہ صرف مذہبی اصولوں اور عبادتوں پر وعظ فرمایا۔ بلکہ روزانہ معاشرے باہر اور گھر کی زندگی وغیرہ پر احکام سُنائے۔ اور وہ احکام جو آپؐ نے اس آخری موقعہ پر فرمائے ان کا اثر تمام اسلامی دُنیا سے اخلاق آداب وعادات پر بڑا دیر پا ثابت ہُوا ہے۔ خطبہ کے اختتام پر آپؐ نے اس مجمع عظیم کی طرف نگاہ کی جو صرف چند سال پہلے اول درجہ کے شقی القلب اور بجیس لوگ تھے ہر طرح کے گندوں میں آلودہ تھے جو اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ اور معمولی سے معمولی بن تراشے پتھر کی پرستش کر لیا کرتے تھے۔ جنہوں نے حضرت امینہ کے یتیم بچے کو سخت عذاب دیئے۔ اسکو پتھر مارے۔ اور اسکی ہلاکت کیلئے کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ صرف اس واسطے کہ وہ اُن کو خدائے واحد کے پرستار بنانا اور صراط مستقیم پر چلانا چاہتا تھا۔ اور جس کا سوائے خدا کے اور کوئی مونس غمخوار نہ تھا۔ جب آپؐ نے اس حجۃ الوداع کے موقعہ پر اُن کی طرف دیکھا تو فرمایا۔ "الا ھل بلغت" "اے خدایا میں نے اپنا کام پُورا کر دیا۔ اور اپنا پیغام پہنچا دیا" اور تمام لوگوں نے جو جمع تھے یک زبان ہو کر کہا۔ "اللھم نعم" "درحقیقت آپؐ نے ایسا ہی کیا ہے"۔ آپؐ نے فرمایا۔ "اے خدا تو اس کا شاہد ہو جیو"۔

محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ و پیغام رسانی کے فرض کو اس طرح نبھایا۔ کہ نہ صرف انسانوں نے بلکہ خود خدا نے آپؐ کو سرٹیفکیٹ عطا کیا اور فرمایا۔ اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ ترجمہ میں نے کامل کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین اور پوری کر دی تم پر اپنی نعمت اور میں نے پسند کیا تمہارے لئے دین اسلام۔

باقی آیندہ انشاء اللہ

٭ اقتباس از محمد اور اسکے پیرو صفحہ ۱۸۱

# اسلام کا علم اخلاق

لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون وما تنفقوا من شیئ فان اللہ بہ علیم۔ سورۃ آل عمران آیت ۹۱۔ ترجمہ۔ جب تک (خدا کی راہ میں وہ چیزیں) خرچ نہ کرو گے جو تم کو (سب سے) عزیز ہیں نیکی (کے اعلےٰ درجہ) کو ہرگز نہ پا سکو گے۔ اور کوئی سی چیز بھی خرچ کرو اللہ اُسکو جانتا ہے +

جب ایک اخلاقی اصلاح کنندہ یا حکیم یا مُقنّن اخلاقی قوانین بنانا چاہتا ہے تو سب سے پہلی اور بڑی مشکل جو اس کو پیش آتی ہے۔ وہ نیکی اور بدی کی تعریف اور اُن کی ٹھیک ٹھیک حدبندی کرنا ہے +

مندرجہ بالا آیت قرآنی کے پہلے حصے میں دُنیا کے بہترین اخلاقی اصلاح کنندہ یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے بموجب وحی آلہی ایک صاف اور کھلا معیار مقرر کر دیا ہے تاکہ ہر ایک آدمی بذاتِ خود اس بات کا فیصلہ کر سکے کہ وہ نفع اور شفقت جو وہ اپنی قوم یا دیگر حیوانوں کو پہنچاتا ہے وہ واقعی نیکی کا کام بھی ہے یا یُونہی تضیع اوقات ہے +

مندرجہ بالا آیت شریف کا ترجمہ میں پھر پیش کرتا ہوں لیکن اس بات کو ضرور مدنظر رکھنا چاہیئے۔ کہ جس قدر جامع اور مانع معنی قرآن کے زبان عربی میں ملفوظ ہیں اُسقدر کسی اور زبان میں ترجمہ کرتے وقت ملحوظ رکھنا بالکُل محال ہے۔ قرآن کا ہر ایک لفظ اپنے اندر جو معانی اور نکات لئے ہُوئے ہے اُن کا لفظی ترجمہ کرنا بالکُل ناممکن ہے۔ اور دیگر زبانوں کے ذکر کو تو چھوڑیئے خود عربی زبان میں کوئی اور لفظ کسی لفظ قرآنی کی جگہ استعمال ہوکر اُس کا پُورا مفہوم ادا نہیں کرسکتا +

"تم ہرگز نیکی کے درجے کو نہ پاؤ گے جب تک کہ تم اپنی محبوب چیزوں میں سے خیرات وغیرہ نہ کرو۔ اور جو کچھ بھی تم خرچ کرتے ہو اللہ اسکو بہتر جانتا ہے" (ترجمۃ القرآن از مولوی محمد علی ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی صفحہ ۱۷۰) +

نبی کریم کے من جانب اللہ ہونے کی اگر اور کوئی دلیل نہ بھی ہوتی تو صرف ایک یہی امر اس بات کی کافی شہادت ہے کہ آپ اللہ کے رسول تھے اور اصلاح خلق کیلئے وحی خدا لیکر آئے تھے جو معیار مندرجہ بالا آیت میں پیش کیا گیا ہے وہ بالکل صاف اور کھلا ہے کوئی شک و شبہ اس کا مفہوم سمجھنے میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قانون حکمت اور دانائی پر مبنی ہے۔ اور ایک عجیب جمہوریت کا رنگ اپنے اندر لئے ہوئے ہے اور ان سب سے بڑھ کر اسمیں یہ خوبی ہے کہ ہر ملک ہر طبقے ہر زمانے کے لوگوں کی حالت پر چسپاں ہو سکتا ہے۔ ہر ایک انسان کا ضمیر اپنے افعال کو اس معیار سے خود جانچ سکتا ہے۔ ایک خیرخواہ ملک ایک محب وطن ایک سیاسی لیڈر ایک پولسمین ہر ایک کو چاہیئے کہ اس معیار کو اپنا پیش نظر بنا کر کسی کام کو شروع کریں۔ ہر ایک انسان مرد ہو یا عورت اگر وہ محسن اور مربی بننے کا شوق رکھتا ہے تو اپنے افعال کا موازنہ اس معیار سے کرے۔ قربانی ہی ترقی و بہتری خلق کا راز ہے لیکن ایسی قربانی نہیں جو خود کرنیوالے کے نفس اور اسکے قوائے کو ضرر پہنچاوے بلکہ جس سے خود اس کے اپنے قوی ترقی کریں اس کا رتبہ خود اسکی اپنی آنکھوں میں آگے سے بلند نظر آنے لگے۔

اگر ایک آدمی کے پاس ایک کروڑ روپیہ ہے اور وہ سو روپیہ یا دو سو روپیہ مخلوق کی بھلائی کیلئے خرچ کر دے تو اس سے اسکے ضمیر کو پوری تسکین نہ ہونی چاہیئے۔ ہاں اگر وہ اس قدر ممسک اور کنجوس ہے کہ اگر ایک کوڑی تک خرچ کرنے میں تامل کرتا ہے تو وہ اور بات ہے۔ اور برخلاف اسکے اگر ایک غریب و مفلس آدمی جس کی آمدنی بہت ہی قلیل اور محدود ہے اگر وہ دس یا بیس روپے بہتری خلق کیلئے خرچ کر دے باوجودیکہ ان روپوں کی اسکو خود ضرورت تھی تو اس کا حق ہے کہ اس انفاق فی سبیل اللہ سے اسکے دل میں اطمینان اور اسکی روح میں سرور پیدا ہو کیونکہ اسکو یقین ہوگا کہ اس نے وہ غرض اور مقصد پورا کر دیا جس کیلئے اسکے خالق نے اسکو پیدا کیا تھا ؎

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرو بیاں

اگر ایک مصنف یا مقرر اپنے وجود کو خلق خدا کے لئے نفع رساں اور فائدہ مند بنا نا

چاہتا ہو اور اسکو فرصت بھی کافی ہو یا یہ کہ اسکو وہ کام کرنے پر ایک معقول معاوضہ ملنے کی امید ہو۔ اس کام کو بطور ایک پیشہ کے اختیار کرے تو اس کا کوئی حق نہیں کہ وہ محسن یا مُربّی کہلائے ہاں وہ بحیثیت ایک مصنّف یا تاجر کے تعریف کا مستحق ضرور ہے لیکن اگر اُس کام میں اسکو کوئی قربانی کرنی پڑی ہو تو جس قدر قربانی اس نے کی ہے اسیقدر وہ قابل وقعت و قابل تعظیم ہے۔ اور قوم کا خادم اور محسن کہلانے کا مستحق ہے۔ اور اگر وہ وقت اور قوئے جنکی کو خود ضرورت ہے۔ اور جن کو وہ ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ اگر وہ کسی خدمت خلق میں صرف کرے تو واقعی ایسا شخص اپنی قوم کا سچا مُربّی ہے۔ اور اگر کسی کام کے کرنے میں کسی قربانی کی ضرورت ہو یعنی کوئی ایسا کام نہ کرنا پڑے جس سے اس کے ذاتی نفع کو نقصان ہو تو اس حالت میں تو جسکی خاطر کام کیا جائے اُس کا مشکور اس کام کروانے کو ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس نے اسکو موقعہ دیا کہ وہ اپنے فضول اور زیادہ اوقات یا قوئے کو کسی کام میں لگائے +

قرآن نے جو معیار پیش کیا ہے۔ وہ اس مقولہ سے کہیں بڑھ کر ہے کہ دوسروں سے اسی طرح سلوک کرو جس طرح تم چاہتے ہو کہ وہ تم سے سلوک کریں۔ اس میں تو ایک تاجرانہ رنگ پایا جاتا ہے۔ اور اعمال صالحہ کی ترغیب بتا شدہ اور نفع کے واسطے دیجاتی ہے۔ اور قرآن نے جو معیار پیش کیا ہے اس میں اُلفت و قربانی کی بُو آتی ہے۔ اور ہر ایک انسان اسکو اپنے حالات و موقع کے موافق اس پر عمل پیرا ہوسکتا ہے۔ انجیل نے جو معیار پیش کیا ہے اس سے تو انسان اپنے اعمال کو دوسروں کی قابلیت اور استعدادوں کے ماتحت کر دیا جاتا ہے +

قرآن کے اصولوں پر چلنے سے انسان کے اخلاق اعلےٰ ترین ہو سکتے ہیں۔ اگر ایک انسان اپنے خاص حالات کے ماتحت اِس قانون قرآنی پر عمل کرے تو اسی دُنیا میں بہشت نظر آنے لگے۔ اور سچے دل سے ایک بھائی دوسرے کی مدد کرنا اپنا شیوہ و فرض اولین سمجھے اور ان اصولوں کی پیروی کرنیوالا دوسرے کی محبت کو اپنے نفس کی محبت پر ترجیح دیگا۔ دوسرے کا خیال پہلے اور اپنا پیچھے کرے گا۔ اور ساتھ ہی اسکو اسبات کی کوئی ضرورت ہوگی کہ اپنے نفس کی خواہشات کو بالکل نہ تیغ کردے اُن کو ترقی اور اصلاح کا موقعہ ہی نہ دے۔ بلکہ اس کے اعمال خود اس کے اپنے نفس کی تربیت اور اصلاح کا موجب ہو جا دینگے۔ اور ساتھ ہی

یہ قربانی کا راز سمجھ آجائیگا کہ کس طرح دوسروں کی خاطر تکالیف برداشت کرنی چاہیئے اور اپنے قوٰے اور استعدادوں کو دوسروں کیلئے مفید بنانا چاہیئے نہ کہ سست الوجودوں کی طرح نفس کشی کے بہانہ کر کے سب سے الگ پڑا رہے ۔ نہ اپنے قوی کو ترقی دے ۔ اور نہ دوسروں کے لئے فائدہ مند ثابت ہو

فطرتی طور پر ہر انسان کے دل میں نیکی کرنے کی خواہش اور اُمنگ رکھ دیگئی ہے ۔ اور تمام نیکی کا لب لباب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو دوسروں کیلئے فائدہ مند اور نفع رسان ثابت کرے اور کس طرح کوئی آدمی کسی دوسرے کیلئے مفید ہو سکتا ہے جب تک اسمیں نفع رسانی کی استعداد نہ ہو اور اسی وجہ سے قرآن نے حکم دیا کہ اپنے قویٰ کو خوب ترقی دو ۔ تاکہ تمہارا وجود خلق خدا کے لئے بابرکت اور سودمند ثابت ہو ۔ ہر ایک آدمی کو اس بات کا دھیان رکھنا چاہیئے ۔ کہ اس کا وجود کسی دوسرے پر دوبھر یا بارگراں تو نہیں ۔ اور اُسکو دوسروں کی بھلائی کے لئے اگر خود کوئی نقصان بھی اُٹھانا پڑے تو ماتھے پر بل تک نہ لائے ۔ بلکہ بخوشی تمام ایک بے غرضانہ تکلیف برداشت کیلئے تیار ہو ۔ قرآن تو یہ چاہتا ہے کہ ہر ایک مسلم اپنے خیالات اعمال الفاظ ان سب میں ایک نمونہ ہو +

مندرجہ بالا آیت قرآنی کا پچھلا حصہ اس معیار کو اور بھی بلند کر دیتا ہے ۔ فرمایا ۔ خدا علیم ہے ۔ ہر ایک انسان خود اپنے نفس کو دھوکا دے سکتا ہے لیکن خدا کو دھوکا نہیں دے سکتا ۔ جو قربانی ہو صدق دل اور خلوص نیت سے ہو ۔ ریاکاری یا دکھاوے یا کسی اور خودغرضانہ مقصد کا اسمیں دخل نہ ہونا چاہیئے ۔ عام لوگ کیا قوموں کی قومیں اپنی بابت دھوکا کھا جاتی ہیں ۔ مثلاً ایک جنگ کے محاربین میں سے ہر دو طرفین اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتے ہیں ۔ بہر حال دونوں میں سے ایک تو ضرور اپنے آپ کو دھوکا دے رہا ہے لیکن خدا کے آگے کسی کا دام تزویر کارگر نہیں ہو سکتا ۔ اپنے ضمیر کو تسلی دیتے وقت اس بات کا دھیان رکھنا چاہیئے کہ کہیں ہم دھوکا تو نہیں کھا رہے ۔ اور یہ بات ہمیشہ مدنظر رکھنی چاہیئے ۔ کہ ایک علیم خبیر طاقت ہمارے ہر خیال و فعل کو دیکھ رہی ہے ۔ ہم اس سے اپنے پوشیدہ ترین راز یا خیال چھپا نہیں سکتے ۔ اسلام کا معیار یہ ہے کہ اپنی مرغوب اور محبوب اشیاء میں سے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرو ۔ یہ نہیں کہ اپنی تمام چیزیں دے ڈالو ۔ لیکن جو کچھ تم دوسروں کی خاطر راہ اللہ

خرچ کرو۔ اسمیں کچھ ایسی بھی چیز ہونی چاہئے جس کی ہمیں خود ضرورت ہو جو تمہارے دل کو بھائے جس کو دیتے وقت کچھ قربانی کرنی پڑے + (الف ق ائ)

# معبودانِ باطل کی موت اور اُن کا پھر جنم لینا

اِنسان جس کو پرستش کا پُتلا کہنا بیجا نہیں کبھی معبود کی پرستش کئے بغیر نہیں رہ سکتا ایک سچے اور حقیقی معبود کی تلاش میں اِنسان نے پتھروں سے لیکر انسان تک سب چیزوں کو مختلف رنگوں اور پیرایوں میں اُلوہیت کے مرتبہ پر بٹھایا۔ ایک مُلحد دہریہ بھی اپنے دل میں کسی نہ کسی چیز کا تصوّر ضرور باندھتا ہے۔ خواہ وہ اس کا تخیل اور میلان طبع ہی کیوں نہ ہو۔ جہاں کہیں اور جب کبھی معبود حقیقی اور خدائے واحد کی پرستش مفقود ہو جاتی ہے۔ تو خود انسان کی اپنی خواہشات اس کے لئے معبود بن جاتی ہیں۔ خود اپنی ضروریات کے جامے وہ اپنے خداؤں کو ملبّس کرتا ہے۔ اور اپنے معیار اور خیالات کے سانچے میں وہ اپنے خدا کی صفات کو ڈھال کر ان پر ایمان لاتا ہے +

اِسی طرح یہ معبود دُنیا میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اور خود ان کے بنانے والے ان کے پرستار اور پُجاری بن جاتے ہیں۔ ہر ایک بُت یا معبود اپنے زمانے کے اخلاقی اور نیکی کے خیالات کا مجموعہ اور رائج الوقت خیالاتِ احسن کا مرکز ہوتا ہے۔ اور ہمارے دیگر خیالات کی طرح اس وقت ... ہی اور نہ تبدیل ہونے والا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت اسمیں ایک لگاتار اگرچہ نامعلوم تبدیلی ہوتی چلی جاتی ہے۔ حالات زمانہ کی تبدیلی سے ہماری ضروریات اور خواہشات میں بھی تغیر واقع ہوتا ہے۔ اس سے ہمارے اخلاق ہماری نیکی کے معیار ہمارے مقاصد زندگی سب ایک نئی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ جو چیز کل بڑی احسن اور دلپسند معلوم دیتی تھی۔ آج اسی کو ہم بُری اور قابلِ نفرت خیال کرنے لگتے ہیں۔ ہمارے خیالات میں ایک نمایاں فرق نظر آنے لگتا ہے۔ اور وہ پُرانے معیار جن کے مجموعہ کو ہم خدا کے نام سے پکارا کرتے تھے وہ ہمارے دل پر اب کوئی اثر نہیں کرتے۔ اِن دقیانوسی خیالات کی جگہ نئے خیالات

جاگزین ہو جاتے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے پہلے خدا کو الوداع کہہ کر ایک نیا معبود اپنے نئے خیالات کے موجب بنا لیتے ہیں۔ اب اِس نئے معبود کی صفات ہمارے نئے خیالات کا عکس ہونگے۔ ایک بدھ مذہب کے شاعر نے اسی خیال کو خوب نبھایا ہے لکھا ہے۔ جن پھولوں کے ہاروں سے وہ مزین تھا وہ بہت کملا گئے۔ اس کے بیش بہا خلعت کی چمک دمک جاتی رہی۔ وہ مسندِ عزت سے گرا دیا گیا۔ اور ایک نیا جسم لیکر ایک نئی شکل میں پھر پیش کیا گیا۔ اب اس کا نام بھی اور ہے۔ اسکی صفات بھی اور ہیں۔ اب وہ بالکل نئے اور مختلف خیالات کا مجموعہ ہے اور معبود جس کو خود انسان نے بنایا۔ اس نئی شکل میں قلب انسانی پر حکومت کرنے لگتا ہے +

اسی وجہ سے زمانہ سلف کی تاریخ میں معبود یا خداؤں کی صفات میں اس قدر اختلاف اور تضاد ہے۔ دنیا میں توہم پرستی ہمیشہ رہی ہے۔ اور مذہب جب تاریکی کی حالت میں ہو تو ہر ایک واقعہ کو بنائے ایمان ٹھیرا لیتا ہے۔ اور ہر ہوا کے جھونکے پر انسان عاجزی کا اظہار کرتا ہے جب تصرفاتِ وقت اور ضروریاتِ زمانہ کے مطابق خیالات انسانی کو ایک نیا جامہ پہنایا جاتا ہے تو ساتھ ہی معبود کی صفات طرزِ عبادت میں بھی ایک فرق نمایاں نظر آنے لگتا ہے دیگر قدیم مذاہب کی طرح عیسائیت کے گذشتہ دو قرنوں میں جناب مسیح کو بھی کبھی کسی لباس میں ملبس کر کے پیش کیا گیا اور کبھی وہ لباس اُتروا کر ایک بالکل نئے اور مختلف لباس میں پیش کیا گیا۔ مسیح کی الوہیت کی تعریف مختلف طریقوں سے کی گئی۔ اور حالات و ضروریاتِ زمانہ کے مطابق مختلف اوقات میں مختلف صفات کا مجموعہ اس کو ٹھیرایا گیا۔ ایک اہل بصارت پر یہ بات خوب روشن ہے کہ مذہب کلیسیا میں ایک نامعلوم لیکن متواتر تغیر ہوتا چلا گیا ہے۔ لیکن

نوٹ۔ قرآن شریف اس انسانی میلان کی طرف اشارہ کرتا ہوا فرماتا ہے۔ ارءیت من اتخذ الٰهه هواه۔ کیا تم اس شخص (کی حالت) پر غور کی ہے جس نے اپنی خواہشات (نفسانی) کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام میں شرک کے معنی کس قدر وسیع ہیں۔ اسلام نہ صرف بتوں کی پرستش سے روکتا ہے۔ بلکہ اپنی خواہشات نفسانی کی اندھا دھند تقلید سے بھی منع فرماتا ہے بہت سے ایک خدا کے ماننے والے ایسے ہیں جو سب سے بڑے بت یعنی خواہشات نفسانی کے آگے تسلیم خم کرتے ہیں۔ کسی دوسرے مذہب میں مسئلہ توحید پر اس قدر زور نہیں دیا گیا +

ہمارے زمانے میں تو عجیب عجیب واقعات پیش آرہے ہیں۔ اور اس قسم کے راز طشت از بام ہو رہے ہیں۔ کہ ان کی خبر ہمارے فرشتے خان کو بھی نہ ہو سکتی تھی۔ جو کام زمانہ سلف میں پوری ایک صدی میں بھی تکمیل کو نہ پہنچتا تھا۔ وہی آج دس سال کے قلیل عرصہ کے اندر کمال کو پہنچ جاتا ہے انسانی خیالات اس سرعت سے ترقی کر رہے ہیں کہ ہمارا ایک ایک دن ایک ایک سال کے برابر ہے تو پھر کیسے ممکن تھا۔ کہ باطل مذاہب اور باطل معبودان اپنی پرانی مسندوں پر قائم رہتے یہی وجہ ہے کہ ہر روز ہم کسی ایک معبود کو حالت نزع میں جان توڑتے دیکھتے ہیں۔ اور اسکی جگہ کسی دوسرے کو پیدا ہوتے دیکھتے ہیں۔ وہ خدا جو پہاڑی سے بولتا تھا اب اس Calvary سے ظہور کیا ہے۔ اور زیتون کی شاخ (یعنی امن و صلح کی نشانی) جو اس کے ہاتھ میں تھی اب خشک ہو گئی ہے۔ اس کا خلعت جو اس کے شہزادہ امن و سلامتی ہونے کی نشانی تھی۔ اب بالکل پرانا اور ماند پڑ گیا ہے۔ اور اسکو اب مقبرہ نسیان میں دفن کر دیا گیا ہے۔ لیکن اسکی بعثت ثانی کوئی دور نہیں۔ وہ دیکھو قبر کا پتھر ہٹ گیا۔ اور جناب مسیح خاکی وردی پہنے ہوئے خندقوں میں ادھر ادھر پھرتے نظر آتے ہیں + (دین)

# ذرات عالم کا مذہب

## مذہب اور سائنس میں مطابقت

افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً وکرھاً والیہ یرجعون۔ ترجمہ۔ کیا (یہ لوگ) اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کی تلاش میں ہیں۔ حالانکہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہیں چار و ناچار اسی کے حکمبردار ہیں۔ اور اسی کی طرف سب کو رجوع کرنا ہے (سورۃ عمران آیت ۸۲) ایک ظاہر بین اور سرسری نظر کرنے والے کے خیال میں مذہب اور سائنس بیشک دو ضدین معلوم ہونگی جن کا یکجا جمع کرنا محال نظر آئیگا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس قدر ترقی اور تحقیقات بھی ہم میدان سائنس میں کریں۔ وہ سب کی سب اس ایک الہام قرآنی کے ماتحت آجاتی ہیں

کہ لہ اسلم من السموات والارض طوعاً وکرھاً یعنی جو کچھ آسمان اور زمینوں میں ہے۔ چاروناچار اسکو خدا کا حکم ماننا پڑتا ہے۔ ہاں اگر مذہب کی تعریف یوں کی جاوے۔ کہ کسی ایک انسان یا ایک تاریخی واقعہ پر ایمان لے آؤ۔ یا خدا کی بعد فرض صفات کا ایک خارق عادت رنگ میں ظاہر ہونا مان لو۔ اور اعتقاد یہ رکھو کہ ان باتوں پر صرف لفظی ایمان لانے سے اعمال صالحہ کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ اور نجات خود بخود حاصل ہو جاتی ہے۔ اور ایک معجزہ کے رنگ میں جس قدر بدیاں اور گند انسان میں تھے وہ سب خوبیاں اور محاسن بن جاتے ہیں الغرض اگر اس قسم کے نے معنے اور نہ اپیل کرنیوالے عقاید کا نام مذہب ہے تو بے شک مذہب اور سائنس کو ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں۔ اور ایک کا حاضر ہونا دوسرے کی عدم موجودگی کا باعث ہے لیکن برخلاف اسکے اگر مذہب کا مفہوم یہ سمجھا جائے۔ کہ اسمیں چند قابل عمل قوانین ہوں۔ وہ ہماری فطرت اور ہماری استعدادوں کے ظہور کا باعث ہوں اور ان کو کمال تک پہنچانے کی راہ بتائے۔ اور بعض ایسی باتیں منوائے کہ جن پر عمل کرنے سے وہ ہمارے قوے بیحد ترقی کریں تو پھر سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ کس طرح ایک ذی فہم انسان مذاہب اور سائنس کو ناقابل اجتماع ضدین خیال کر سکتا ہے۔ یہ تو سچ ہے کہ ایمان کی ابتدا غیب اور نامعلوم اشیا کو تسلیم کرنا ہی ہوتی ہے۔ لیکن کیا ہر ایک علم اور سائنس بھی اسی طرح شروع نہیں ہوتے علم کا تو مقصد یہی ہے۔ کہ نامعلوم خطوں میں طبع آزمائی کی جائے۔ ہر ایک نامعلوم چیز اسکی کوششوں کو تیز کرنے کے لئے مہمیز کا کام دیتی ہے۔ اور اشیا کی نامعلوم صفات ہی اسکو اس بات کے لئے اکساتی ہیں کہ وہ کوشش کرے۔ اور نئی نئی باتیں اپنے علم میں بڑھائے +

سائنس کسی چیز کی خالق نہیں ہر ایک علم کی ابتدا بعض اُن نہ تبدیل ہونے والے قوانین پر ایمان لانا ہے۔ جن کے ماتحت مادہ اپنے مختلف خواص کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اصطلاح سائنس میں "خاصیت" انہی نتائج کا نام ہے۔ جو مادہ کے بعض مقررہ قوانین کے ماتحت کام کرنے سے اخذ ہوتے ہیں۔ انہی خاصیتوں کو معلوم کرنا سائنس کا مقصد اولی ہے۔ اور انہی قوانین کی مطابقت کرنے سے عجیب عجیب سربستہ راز کا انکشاف اہل سائنس پر ہوتا ہے۔ اگر مادہ کا ظہور ایک قوت بالارادہ ہی سے ہوا ہے۔ تو تمام قوانین کا ماخذ اور سرچشمہ بھی اسی ذاتِ باری کو ہونا چاہئے

پس تمام تجربات سائنس کا مقصد یہی ہے کہ خدا کے ان بنائے ہوئے قوانین کو دریافت کریں جو ذرات عالم پر حکمران ہیں۔ اور جن کی کامل اطاعت کرنے سے مادہ کی مختلف خاصیتوں کا ظہور ہوتا ہے یعنی خدائی قوانین قدرت کی فرمانبرداری اور اطاعت ہی سائنس کا سب سے اہم اور بنیادی اصول ہے۔ یہ اطاعت اور فرمانبرداری ذرات کی فطرت میں موجود ہے۔ اور اسکو ہم ذرات عالم کے مذہب کے نام سے نامزد کرسکتے ہیں +

جو کوئی مناظر قدرت کو سرسری نگاہ سے بھی دیکھیگا تو وہ ضرور بالمشاہدہ دیکھیگا کہ قدرت کے تمام اجزا بعض مقررہ قوانین کی کامل اطاعت کرتے ہیں۔ اور ان سے سرمو فرق نہیں کرتے ان کی ہستی ان کا ایک دوسرے کی مدد کرنا ایکدوسرے کے کام آنا جس پر تمام عالم کے مفید اور متحد نظم و نسق کا دار و مدار ہے۔ یہ سب باتیں ان قوانین مذکورہ کی کامل پیروی اور دل الفت پر منحصر ہیں۔ فرض محال اگر ایک ناچیز ذرہ ایک لمحہ کیلئے اپنے مقررہ راستہ سے بھٹک جائے تو یقیناً ساری کائنات کا تانا بانا درہم برہم ہو جائے۔ اور نتیجہ ہلاکت اور نقصان ہو۔ سورج چاند ستارے دن رات موسم۔ درخت سمندر وغیرہ کسی چیز پر غور کرکے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ یہ سب اپنے مقررہ اصولوں پر قدم مارتے ہیں۔ اور تاریخ عالم میں کسی لمحہ کے لئے بھی انہوں نے قوانین کی اطاعت سے منہ نہیں موڑا۔ قرآن نے اس حقیقت کو جدید سائنس سے کہیں پہلے واضح کیا۔ آج سے تیرہ سو سال پہلے فرمایا۔ وللّٰہ یسجد من فی السمٰوات والارض طوعاً وکرھاً وظلٰلھم بالغدو والاٰصال۔ سورہ رعد آیت ۱۵۔ **ترجمہ**:۔ اور جس قدر مخلوقات آسمان و زمین میں ہے چار و ناچار سب اللہ کے آگے سربسجود ہیں اور صبح و شام ان کے سائے بھی" +

الم تر ان اللّٰہ یسجد لہ من فی السمٰوات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس (سورہ حج ۱۸ آیت) **ترجمہ**۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ کی فرمانبرداری کرتا ہے جو کچھ زمین میں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چارپائے اور بہت سے لوگ پھر سورہ یٰسین میں فرمایا۔ وآیۃ لھم الیل نسلخ منہ النھار فاذا ھم مظلمون ۝ والشمس تجری لمستقر لھا ذالک تقدیر العزیز العلیم ۝

والقمر قدرنٰہ منازل حتیٰ عاد کالعرجون القدیم ۔ لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا الیل سابق النہار وکل فی فلک یسبحون (آیت ۳۷ تا ۴۰)

**ترجمہ** ۔ اور ان کے لئے ایک نشانی رات ہے، ہم اس میں سے دن کو کھینچ کر نکال لیتے ہیں ۔ تو پس یہ لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں ۔ اور آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے ۔ یہ اندازہ خدا کا باندھا ہوا ہے ۔ جو زبردست اور آگاہ ہے ۔ اور چاند اس کے لئے ہم نے منزلیں ٹھیرا دیں یہاں تک کہ (گھٹتے گھٹتے) وہ (اتنا پتلا رہ جاتا ہے ۔ جس طرح کھجور کی پرانی ٹہنی ۔ نہ تو آفتاب ہی سے بن پڑتی ہے ۔ وہ مہتاب کو جالے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے یہ سب اپنے اپنے مدار میں سفر کر رہے ہیں +

یہ آیت کتنی کھلی اور عظیم الشان صداقت ہے ۔ قدرت کا ہر ذرہ اپنے مدار اور راستے پر سفر کر رہا ہے ۔ کائنات کی ہر چیز قانون قدرت کی مطیع ہے ۔ تمام قدرت میں یک رنگی ہے ۔ یہ سب راز قرآن کریم نے اپنے سادہ لیکن جامع الفاظ میں ایک ایسے وقت سنائے جبکہ جدید سائنس نے جنم بھی نہ لیا تھا ۔ اور مغربی دنیا ان رازوں سے محض ناواقف اور جاہل تھی ۔ قدرت کا ہر ایک جزو اپنی اپنی راہ پر لگاتار قدم مار رہا ہے ۔ کوئی حکم عدولی نہیں کسی قسم کی افراط تفریط نہیں ۔ بلکہ صرف ایک مقرر ازلی ابدی نہ بدلنے والے قانونوں کی پوری اطاعت کر رہا ہے ۔ اسی سے تو مختلف عناصر ایک متحدہ کل میں جمع ہو سکتے ہیں اور بے نظمی سے نظم پیدا ہو سکتا ہے ۔ جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ۔ پابندی قوانین کی صداقت کائنات کے ہر حصہ میں پائی جاتی ہے ۔ قدرت کے ہر ایک ذرہ کی ہستی اور تکمیل و ترقی کا دارومدار قانون کے آگے سر جھکانے میں ہے ۔ اس کرہ ہوائی کے ذرات کو برقی جوہر بننے کے لئے خاص راہوں پر چلنا پڑتا ہے ۔ خاص قوانین کی اطاعت کرنی پڑتی ہے ۔ اور یہی برقی جوہر بعض معین انتظامات کے ماتحت مادی دنیا کی شکل اختیار کر لیتے ہیں ۔ اور اس طرح وہ مادے کی تکمیل کر آتے ہیں ۔ مقرر رستوں کا مخصوص ہونا اور شکلوں وغیرہ کا معین ہونا ۔ یہ بات کائنات کے ہر جزو و حصے میں پائی جاتی ہے ۔ اور اسی بناء پر تمام سائنس کی تحقیقات کا دارومدار ہے ۔ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ سائنس بذاتِ خود کچھ

پیدا نہیں کر سکتی۔ اسکی غرض و غایت صرف اس قدر ہے۔ کہ وہ ان قوانین کو معلوم کرے جو قدرت کی طاقتوں کی راہنمائی کرتے ہیں + انہی قوانین کو ذرات عالم کا مذہب کہا گیا ہے۔ کیا تمام عالم ایک مقررہ راہ پر نہیں چل رہا۔ کیا مادہ قوانین کے ماتحت نہیں کام کرتا۔ اگر اسکی ترقی بیقاعدہ۔ بے نظم اور بے ترتیب ہوتی تو ایک شخص یہ نتیجہ نکال سکتا تھا۔ کہ نیچر نے کام کرتے ہوئے اپنے آپ کو حالات گرد و پیش کے ماتحت کر لیا ہے۔ اور قانون کو اس کا نتیجہ مانا جاتا لیکن سائنس نے یہی معلوم کیا ہے۔ کہ کائنات میں ایک نظم اور باقاعدگی ہے۔ جو اس کے ہر جزو پر حاوی ہے۔ اور جو کچھ بھی سائنس نے معلوم کیا ہے وہ سوائے چند قواعد اور قانونوں کے جن کے ماتحت مادہ کام کرتا ہے کچھ نہیں اس سے صاف مادہ اور عقل کام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں نیز ہر جگہ مادہ سے پہلے قانون کا پیہ لگتا ہے اس واسطے ثابت ہوا کہ قدرت میں محض مشابہت کوئی چیز نہیں۔ اس جگہ ہم چودھویں صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی تصنیف ٹیچنگز آف اسلام میں سے کچھ نقل کرتے ہیں جسمیں آپنے خدا کی ہستی ثابت کرتے ہوئے مندرجہ ذیل مدلل عبارت لکھی ہے۔

اگر ان کا در پردہ کوئی مدبر نہ ہو تو یہ تمام سلسلہ درہم برہم ہو جائے۔ یہ دلیل ہیئت پر غور کرنیوالوں کیلئے نہایت فائدہ بخش ہے۔ کیونکہ اجرام فلکی کے اتنے بڑے بڑے عظیم الشان اور بیشمار گولے ہیں۔ جن کے تھوڑے سے بگاڑ سے تمام دنیا تباہ ہو سکتی ہے۔ یہ کیسی قدرت حق ہے کہ وہ آپس میں نہ ٹکراتے ہیں نہ بال بھر رفتار بدلتے اور نہ اتنی مدت تک کام دینے سے کچھ گھِسے اور نہ ان کی کلوں پرزوں میں کچھ فرق آیا۔ اگر سر پر کوئی محافظ نہیں تو کیونکر اتنا بڑا کارخانہ بیشمار برسوں سے خود بخود چل رہا ہے انہیں حکمتوں کی طرف اشارہ کرکے خدا تعالے دوسرے مقام میں فرماتا ہے۔ "افی اللہ شک فاطر السموات والارض۔ یعنے کیا خدا کے وجود میں شک ہو سکتا ہے۔ جس نے ایسے آسمان اور ایسی زمین بنائی" +

## سب سے طاقتور ذرہ کا مذہب

کیا انسان تمام کائنات کا خلاصہ ایک کامل مخلوق اور نیچر کا عمدہ ترین جزو نہیں ✻

✻ حاشیہ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (سورہ تین) ترجمہ۔ تحقیق ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر ساخت کا پیدا کیا ہے +

نیچر میں بہتر سے بہتر جو بات تھی انسان میں اس کا ظہور بہترین طور پر ہوا ہے۔ تمام عالم کے متحدہ اجتماع کی وجہ سے اس میں عقل فہم۔ حس ضمیر اور ارادہ پیدا ہوا ہے۔ ذرات کی شکل تو تبدیل ہو سکتی ہے لیکن وہ اپنی فطرت کو ہرگز بدل نہیں سکتے۔ قوانین کی کامل اطاعت کرکے حسب دلخواہ نتائج کا اخذ کرنا عناصر کی فطرت میں پایا جاتا ہے۔ تو کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی اس بنیادی خاصیت کو اس حالت میں مفقود کریں جب ان کا اجتماع بہترین طرز پر انسان یعنی سب سے طاقتور قدرت میں ہو اور اگر عناصر میں سے قوانین کی کامل اطاعت کرنے کی خاصیت جاتی رہی تو ممکن نہ تھا کہ کوئی انسان علم طب وغیرہ کی کوئی تشریح یا تحقیق کر سکتا تناسب ترتیب ترکیب وغیرہ کے قوانین الٰہی کی نظم و ترتیب سے علم بنتا ہے۔ انسانی قوائے کے ظہور پر بہت ہی سرسری نظر کرنے سے بھی یہی صداقت پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے۔ ہم کو آنکھ کان منہ وغیرہ مختلف عضو دیئے گئے ہیں۔ ذرا ان سے وہ کام تو لیکر دیکھو جو ان سے مخصوص نہیں تو معلوم ہو گا۔ کہ خواہ ان کو نقصان پہنچے اور خواہ ان کا تام و نشان ہی معرض خطر میں ہو لیکن کبھی بھی وہ کسی خلاف نیچر کرنے کا ذریعہ نہیں بنینگے۔ اور انہی اعضاء کو ان کے مقرر قوانین کے ماتحت استعمال کرو تو ان کو پورے فرمانبردار اور کامل مطیع پاؤ گے۔ معلوم ہوا کہ انسانی وجود میں بھی قانون اور اسکی پابندی کا کامل ظہور ہوتا ہے۔ اسلام جس کے لغوی معنے ہی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔ اور جس کو احکام اور قوانین کا مذہب کہا جا سکتا ہے۔ یہی تمام ذرات عالم کا مذہب ہو سکتا ہے۔ اور ترقی کے ہر طبقے میں ان کی حالت کے مطابق ہو سکتا ہے الغرض ہر ذرۂ موجودات چھوٹا ہو یا بڑا الکثیف ہو یا لطیف سب کو اس عالمگیر مذہب کے قوانین آگے سر تسلیم خم کرنا ہو گا +

(باقی آئندہ)

---

# عکس مکتوب آنحضرت صلعم

جو تبلیغی خط آنحضرت صلعم نے شاہ مقوقس والی مصر کو لکھا۔ معہ حروف عربی۔ یہ عکس نہایت ہی قابل دید ہے۔ جس پر آپ کی مہر نبوت بھی ثبت ہے۔ ایسی متبرک چیز کی متعدد کاپیاں احباب کو ضرور خریدنی چاہئیں۔ قیمت فی عکس ۱ر فی درجن ۱۰ر +

# کوڑیوں کے دام جواہر ریزے

رسالہ اشاعت اسلام کی سابقہ جلدیں نہایت قابل دید ہیں۔ ان سابقہ جلدوں میں اہم مسائل اسلام پر مسلسل اور سیر حاصل بحث کی گئی ہے جن کے مطالعہ سے اسلام سے ناآشنا احباب اچھی طرح عام مسائل سے واقفیت حاصل کر کے اسلام کے مخالفین کو دندان شکن جواب دینے کے قابل ہو سکتے ہیں اس کے مضمون نگار مشرق و مغرب کے علماء و فضلاء ہیں ہم نے پبلک کے مفاد کیلئے ان کی قیمت میں تخفیف کر دی ہے امید ہے کہ برادران اسلامی بشرح اس سنہری موقعہ سے استفادہ اٹھا دینگے اور اس رنگ میں مشن کی اعانت فرما کر اس کار خیر میں حصہ لینگے۔ سابقہ جلدوں میں سے کچھ مضامین کے عنوان بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں جو ھو ھذا

امن و سلامتی کا مذہب عیسائیت و توحید۔ مذہب میں فطرت کا رنگ۔ اختلاف کا مسئلہ اخلاقی معجزات رحمۃ للعالمین۔ فلسفہ زندگی۔ قرآن کریم و عقل سیرت نبوی لمعات انوار محمدیہ۔ ایک سرچشمہ سے نکلے ہوئے مذہب۔ اسلام کا احسان عورت پر۔ تہذیب اسلام و عیسائیت۔ روحانی شفا۔ خدا کی کامل تصویر۔ کفارہ کی تردید۔ دین فطرت۔ بعد الموت زندگی۔ غلامی۔ رمضان۔ قسمت +

جلد اول سنہ ۱۹۱۵ء ۱۱ پرچے سوا اپرچہ جنوری سنہ ۱۹۱۵ء عمار + جلد دوم سنہ ۱۹۱۶ء مکمل عکر

جلد سوم سنہ ۱۹۱۷ء ۱۱ پرچے سوائے مارچ سنہ ۱۹۱۷ء +

## خطبات غربیہ

قیمت ۳ر فی خطبہ مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ لندن۔ یہ وہ معرکتہ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان۔ فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں کیں اور لکچر دیئے اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کر کے چھاپے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں :۔

(۱) سلسلہ خطبات غربیہ معوم بہ سجدہ و کنگ کے ابتدائی خطبات
(۲) " " " توحید و عاتصوف
(۳) " " " خطبات عیدین
(۴) دہریوں اور ملحدین کو خطاب
(۵) اسلام اور دیگر مذاہب
(۶) حقوق نسوان

المشتہر مینیجر اشاعت اسلام بکڈپو۔ عزیز منزل نولکھا لاہور

(رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۶)

چندہ سالانہ سات روپیہ

# اسلامک ریویو ووکنگ لنڈن

چندہ ششماہی [illegible]

ایڈیٹر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی

بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا مشعل دار تثلیث کے مرکز میں توحید کا پیغامبر قرآن کریم کے حسن و جمال کا فوٹو آنحضرت صلعم کے پاک حالات اور آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسن سیرت معاشرت کا فوٹو علمی ادبی تمدنی اخلاقی اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع ملت بیضا کی طرف دین اسلام کی دعوت کا واحد ذریعہ سیاہ ظلمت شب دیجور کی تاریکی میں تجلی کا کام کرنے والا ایک ہی انگریزی زبان میں ماہواری رسالہ جس نے ایسے وقت میں جبکہ اسلام کے چہرہ پر افترا غلط فہمی اور غلط بیانی کی سیاہ چادر پڑی ہوئی تھی۔ اس نے چادر پھاڑ اسلام کے منور چہرہ سے یورپین آنکھ میں چکا چوند کر دی۔ اس کا اردو ترجمہ رسالہ **اشاعت اسلام** (ت رسالاتہ) ماہواری لاہور سے شائع ہوتا ہے

نیز ہر دو ماہواری رسالوں میں ہر ماہ نو مسلمین و نماز عیدین کی تصاویر ہوتی ہیں +

**المشتہر مینیجر اسلامک ریویو و اشاعت اسلام۔ عزیز منزل لاہور**

# ضروری اعلان

مندرجہ ذیل سہ اصحاب دفتر ہذا کی طرف سے بطور سفیر دورہ پر ہیں تا کہ رسالہ اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام کی مختلف بنا ات توسیع اشاعت کریں امید واثق ہے۔ کہ ناظرین کرام ان کو ہر تقاضا اس اسلامی خدمت میں شاکر عنداللہ ماجور ہونگے +

۱۔ جناب میر محمد خان صاحب سینئر کلرک دفتر لمبیکل ار منٹ نینی تال آپ نے فی سبیل اللہ سفارت سلم مشن لنڈن منظور فرمائی ہے اور ہر سال قریباً تمام ہی سٹیشنوں کا سال بھر میں دورہ فرماتے ہیں اور مشن کیلئے بھی دوران دورہ میں تحریک فرماتے رہتے ہیں +

۲۔ خواجہ عبد المجید صاحب دہلی۔ آگرہ۔ کانپور سے ہوتے ہوئے انشاء اللہ بنگال و برما پہنچینگے +

۳۔ خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام جنوبی ہند کیطرف روانہ ہو گئے ہیں +

ضروری نوٹ } رنگون و یوپی۔ کلکتہ بنگال و برما کے کل ناظرین رسالہ از راہ کرم خواجہ عبد المجید صاحب کو اور جنوبی ہند کے خواجہ عبد الغنی مینیجر رسالہ ہذا کو ہر قسم کی امداد دے کر عنداللہ ماجور ہوں +

مینیجر

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

رسالہ

# اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

## اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ **کمال الدین** بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — مولوی **صدر الدین** بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے

اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمدنی سے مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے لئے اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

جلد (۲) | بابت ماہ جون سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر (۶)

فہرست مضامین

# ووکنگ مُسلم مشن

ناظرین کرام ووکنگ مسلم مشن کے کارہائے نمایاں سے خوب واقف ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اسکو گذشتہ سالوں میں ہر قسم کی نصرت کامیابی ہوئی اس مشن کو قائم ہوئے اب چھٹا سال گذر رہا ہے۔ اس چھ سال کے عرصہ میں صرف اسلام کی تبلیغ کی راہ ہی صاف ہو گئی ہے۔ کہ جس کیلئے کام پر اگر تیس سال بھی لگ جاتے تو بہت تھے۔ بلکہ ایک خاصی ٹیچی تابل اہل قلم نو مسلمین کی جماعت پیدا ہو گئی ہے لیکن ہمیں افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ **اسلامک ریویو** انگریزی جس کے ذریعہ سے تبلیغ اس وقت ہو رہی ہے۔ اس کا حلقہ اشاعت دن بدن تنگ ہو رہا ہے۔ اس طرح موجودہ حالات کے ماتحت ہر ایک چیز کی قلت و گرانی ہے! اخراجات طبع و کاغذ میں بھی قیمت کا کئی گنا زیادہ اضافہ ہو گیا ہے اسلئے اشاعت اسلام کے پاک مقصد سے جو ہمدردی رکھتے ہیں وہ اس وقت مشن کی امداد کیلئے کھڑے ہو جائیں ورنہ اُن کی عدم توجہ سے مشن مذکور کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔

بہی خواہان مسلم مشن ووکنگ مندرجہ ذیل طریقوں سے اس وقت مشن مذکورہ کی اعانت فرما سکتے ہیں:-

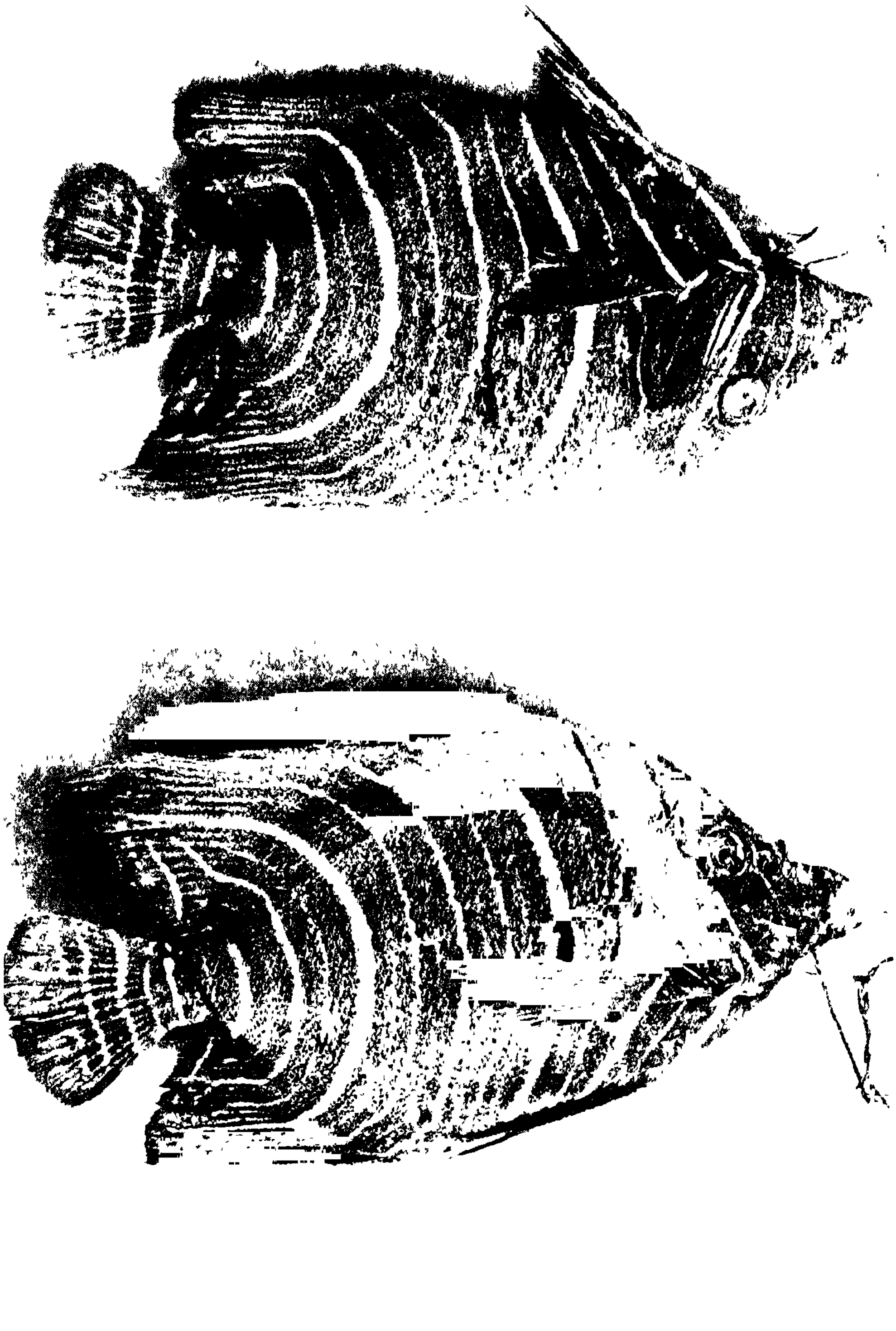
۱- رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی انگریزی دان احباب میں اور اردو دان احباب میں اردو ترجمہ **اشاعت اسلام** کی توسیع اشاعت اسلام فرمائیں کیونکہ انہیں رسالوں کا منافع بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات عظیم کا کفیل ہے۔ اور کم از کم ازراہ کرم ہر ایک خریدار ایک خریدار عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

۲- اپنے اپنے شہر کے معزز ذی اثر مسلم احباب کی خدمتمیں اس مشن کی مالی اعانت کیلئے تحریک فرمائیں۔

۳- اپنے حلقہ اثر میں یورپ میں مفت رسالہ اسلامک ریویو کی تقسیم کرانے کیلئے تحریک فرمائیں اور جو تبلیغ اسلام کا شیدائی صاحب ہمیں مرحمت فرمائیں تو ہم انکی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت بطور تبلیغ تقسیم کر دینگے۔

کسقدر افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ سالانہ وی پی پر رسالہ اشاعت اسلام کے پانچ صد کے قریب خریداران نے وی پی لینے سے انکار کر دیا ہے بعض وقت بالضرور ایسا ہوتا ہے۔ کہ ڈاکیہ کی غلطی سے رسالہ واپس ہو جاتا ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس طرح رسالہ کا انکار کس قدر عظیم اثر اشاعت اسلام کے کام پر ڈالتا ہے بہر حال اشاعت اسلام کے خریداران کا اس وقت فرض ہے کہ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے کم از کم ۳ جدید خریدار فراہم فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

**خاکسار خواجہ عبد الغنی منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور**



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

# اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

جلد (۴) — بابت ماہ جون ۱۹۱۸ء — نمبر (۶)

## شذرات

اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ ایک اعجازی مچھلی کی تصویر شائع ہوئی ہے جو ۱۲ جون ۱۹۱۷ء کو خود بخود ایک ماہی گیر کی کشتی میں جو زنجبار کے نزدیک سمندر میں مچھلیاں پکڑ رہا تھا پھڑ پھڑاتی ہوئی آ پڑی جس کی دم کے ایک طرف تو لا الہ الا اللہ عربی حروف میں لکھا ہوا ہے اور سطح دم کی دوسری طرف عربی حروف میں "شان اللہ" ہے۔ جس کے مفصل حالات اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ "اعجازی مچھلی" کے عنوان سے درج ہیں +

---

ہم نے سالانہ نمبر ہی سنہ ۱۹۱۸ء کے اشاعت اسلام میں ناظرین کرام سے عرض کیا تھا کہ جس جلسہ کی ہوس کی مفصل روئداد ہم عنقریب شائع کریں گے سو حسب عدہ ہم ذیل میں درج کئے دیتے ہیں:۔

وہ اصحاب جو اس جگہ آتے جاتے ہیں ان کا شوق دن بدن بڑھتا چلا جاتا ہے اور اسکی وجہ سے اکثر دفعہ ایسی ایسی جگہوں سے اسلام کی بابت استفسارات کئے جاتے ہیں جہاں ابھی ہماری رسائی نہیں ہوئی۔ اور ہم بڑی خوشی سے اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ان سوالات کے جواب بڑی توجہ سے

دئیے جاتے ہیں۔ اور ان کے نتائج بڑے ہی دلپذیر ثابت ہوتے ہیں +

جو لیکچر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب دیتے ہیں ان کو اس طرح ترتیب دیگئی ہے کہ ایک احسن طریق پر اسلام کے بنیادی اصول اور موٹے موٹے مسائل بیان کر دیئے جاویں۔ آپنے مندرجہ ذیل انجمنوں کی طرف سے دعوت آنے پر وہاں جاکر بھی لیکچر دیئے:۔

کیسی خوشی کی بات ہے کہ وہ قوم جس کو دنیا کا کوئی موجودہ مذہب تسلی نہ دے سکا۔ آج اسکی قوم کے لوگ اسلام کی صدا سننے کے لئے بڑے شوق سے جوق در جوق آتے ہیں +

سپر چیولسٹ سرکل (مرکز صوفیا) ومبلڈن میں خواجہ صاحب نے مورخہ ۲ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء کو اسلام اور سپرچیولازم (اسلام اور مذہب صوفیا) پر ایک بڑا موثر لیکچر دیا اور اس سوسائٹی کے کارندگان کے اصرار کی وجہ سے آپنے ایک اور لیکچر مورخہ ۱۶ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء کو اسلامی نقطہ خیال سے انسانیت کا مقصد اعلےٰ پر دیا +

---

ہم مسز ہال میپسن کے تہ دل سے مشکور ہیں کہ انہوں نے سکارسڈیل نے سٹوڈوس میں دو دفعہ حضرت خواجہ صاحب کو مدعو کیا۔ چنانچہ مورخہ ۲۴ جنوری کو "ذرات عالم سے سبق" کے مضمون پر ایک لیکچر اور ۳۱ جنوری کو "روحانیت" پر دوسرا لیکچر ہوا +

---

نیو ابیٹ میری چرچ کے منتظم ڈاکٹر ملر کی طرف سے دعوت آنے پر حضرت خواجہ صاحب نے دس فروری کو ایک لیکچر گیلریس نمبر ۱ نیولورڈ سٹریٹ میں دیا۔ اس لیکچر کے سننے کیلئے بہت سے سامعین جمع ہوئے۔ ہم اس لیکچر کا ترجمہ انشاء اللہ کسی آئندہ پرچہ میں ہدیہ ناظرین کرینگے +

---

۳ مارچ کو خواجہ صاحب نے ایک بڑا ضروری لیکچر ایھسٹ ایسوسی ایشن کے ممبروں کے سامنے "خدا کی ہستی کے ثبوت" پر دیا +

اور اس ماہ کی ستارھویں تاریخ کو آپنے "اسلامی بُردباری" کے ضروری مضمون پر ایک مقام ایلنگ پر دیا +

ہم اسباب کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں کہ ہمارے نو مسلم بھائیوں نے بھی تبلیغ حق کیلئے ہمارے ساتھ کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ ہمارے ناظرین سے جن کو جون ۱۹۱۶ء کا پرچہ پہنچ چکا ہے مسٹر حبیب اللہ لوگرو کے نام سے ناآشنا نہیں کیونکہ جب کبھی موقعہ ملے یہ صاحب اپنے احباب کو اسلام کے سادہ لیکن خوبصورت عقائد سے واقف کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ ہم اسبات سے بھی بہت خوش ہیں کہ آپ کی دلچسپ تقریریں سننے کے لئے ایک کافی تعداد سامعین کی جمع ہو جاتی ہے۔ ماہ جون میں آپنے ایلنگ اور برٹری کے سپرچیولسٹ سرکلس میں دو لیکچر دیئے۔ اور اس انجمن کے ممبروں میں اسلام کیلئے ایک عجیب قسم کا اشتیاق اور جوش پیدا کر دیا +

مسٹر سلمان شانیخ سکرٹری لندن مسلم سوسائٹی نے بھی مقام ایلنگ پر ایک لیکچر اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے پر دیا۔ آپنے اپنے سامعین کے آگے اسلام کا سیدھا سادہ نقشہ پیش کر دیا۔ اور سننے والوں پر بہت اثر ہوا +

---

# بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

## (۱)

## لندن میں کامیاب اسلامی تحریک

برادران سلمہ الرحمن۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خدا کے فضل سے گذشتہ ماہ بھی قبولیت اسلام سے خالی نہیں گیا۔ ایک بزرگ جو اسرائیلی الاصل ہیں مدت کے مطالعہ کے بعد آخر کار اسلام میں داخل ہوئے۔ ان کی حیثیت متمولانہ ہے۔ اور اگر خدا تعالی نے چاہا۔ تو کبھی نہ کبھی اسلام سے اُن کو فائدہ ہوگا۔ ان کے ہمراہ ان کی ایک دختر نیک اختر بھی دائرہ اسلام میں آئی ہے۔ اگرچہ اُن کی بیوی اور دیگر متعلقین بھی قبولیت اسلام کیلئے تیار رہیں۔ ان پر دو کے علاوہ ایک نوجوان فوجی افسر جو کپتان کا عہدہ رکھتے ہیں۔ وہ بھی زمرہ مسلمین میں آگئے ہیں۔ ان کا ایک تازہ خط مجھے پچھلے ہفتہ ملا۔ اسمیں وہ مجھ سے ایسی کتاب کا پتہ پوچھتے ہیں۔ جو انگریزی میں ہو۔ اور جو اُن کو

غسل و طہارت بالوں کی صفائی وغیرہ وغیرہ کے متعلق ہدایات دے۔ میں نے اپنی کسی گذشتہ چٹھی میں انگریزی خوان مسلم بھائیوں کی خدمت میں لکھا تھا۔ کہ اگر وہ ہماری اور کوئی مدد نہیں کر سکتے تو اس قسم کی کتابیں لکھ کر ہمیں بھیجدیں صرف ہندوستانی عربی دان نہیں۔ اور اگر ہمارے بزرگ اسلامی علوم کو عربی اور فارسی میں نہ لکھ جاتے تو ہمیں اسلام کی کیا خبر ہوتی۔ یہ قرضہ مسلمانانِ ہند کے ذمے ہے۔ اور اسکی ادائگی اس طرح ہو سکتی ہے کہ مسلمانانِ ہند اہلِ مغرب کیلئے اس قسم کی کتابیں لکھیں۔ میں ایک اچھے تجربے اور بصیرت کی نگاہ سے حالات کو دیکھ رہا ہوں۔ اور آپ کی توجہ اس طرف پھیرتا ہوں۔ کہ اس وقت قطعاً فلسفیانہ بحثوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ بیشک جس طرح "مالا بدمنہ" اور "یکی روٹی" وغیرہ وغیرہ جیسی کتابیں سارے سارے اسلامی فرائض سنن اور مستحبات پر لکھی گئی ہیں ایسی ہی انگریزی میں لکھی جاویں انہیں کی یہاں سخت سے ضرورت ہے۔ کوئی بزرگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات جمع کر دے لیکن سند کا حوالہ ساتھ دے +

الغرض مختصر سے رسالوں کی سخت ہے۔ اگر اور نہیں ہو سکتا۔ تو جن لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں جنہیں انگریزی خوانوں کے نزدیک مُلّایانہ طرز ہے انہیں کا ترجمہ کر کے ہمیں بھیجدیں۔ وہ بھی از بس مفید ہونگی +

خدا کی شان کہ یہاں کے اعلےٰ سے اعلےٰ علمی طبقہ میں پھر کر اور یہاں کے (فیدنس ایبل) مقامات پر لیکچر اور سرمن سنکر اور باتیں کر کے یہ نظر آیا۔ کہ جن اسلامی شعار کو اور اسلامی حقائق کو ہم نے علوم جدیدہ پڑھ کر منظر استخفاف دیکھا۔ وہ یہاں کی نگاہ میں اعلےٰ پایہ کی چیزیں ہیں۔ بدقسمتی سے سیاسیات ہمارے بھائیوں کو اپنی طرف اس قدر متوجہ کر رہی ہیں۔ کہ ان کے دل دل میں مذہب کیلئے کوئی جگہ نہیں رہی +

## (۲)
## لنڈن مسلم ہوس

آخر کار گذشتہ ۲ ماہ کی محنت بار در ہونے لگی۔ علاوہ نماز جمعہ کے لوگوں کا شوق دیکھکر ایک عربی کلاس اور ایک قرآن کی کلاس کھول دیگئی ہے۔ عربی ایک مصری مسلمان پڑھاتے ہیں۔ اور قرآن کریم کا درس ہفتہ میں ایک دفعہ میں دیتا ہوں۔ پڑھنے والوں کا شوق دیکھکر

دل تو چاہتا ہے کہ ہفتہ میں دو تین دفعہ کر دیا جائے لیکن فرصت نہیں۔ قرآن کی کلاس میں غیر مسلم بھی شریک ہوتے ہیں۔ اسوقت تک میرے لیکچروں کا انداز ایک حد تک متکلمانہ تھا لیکن اب نو مسلم اور بعض غیر مسلموں کی طرف سے درخواست کی گئی ہے۔ کہ ہمیں حقائق اصول اور فرائض اسلام سمجھائے جائیں۔ چنانچہ اب یہ صورت کی گئی ہے۔ کہ مہینہ میں دو دفعہ بشکل ایٹ ہوم اجتماع کیا جاتا ہے۔ چائے پانی کی تواضع کے بعد ایک مضمون پر بہت مختصر تقریر کی جاتی ہے۔ اور اسکے بعد سوال و جواب شروع ہوتے ہیں۔ چنانچہ پہلا جلسہ ۶ اپریل کو ہوا جسمیں ۵۰ کے سوا حاضرین تھے۔ اور نصف گھنٹہ تقریر اور ڈیڑھ گھنٹہ سوال و جواب ہوتے رہے یہ طریق انشاء اللہ ازبس مفید ثابت ہوگا +

اس چٹھی کے ساتھ میں ماہ اپریل کا سیلی بس شامل کرتا ہوں جس سے یہاں کی مصروفیتوں کا اندازہ لگ سکتا ہے۔ والسلام +

دستخط۔ خواجہ کمال الدین امام مسجد ووکنگ

## لندن مسلم ہوم میں مندرجہ ذیل لیکچر دیئے جاوینگے

۴ اپریل بروز جمعرات بوقت ساڑھے آٹھ بجے شام۔ مسلم لٹریری سوسائٹی کے ماتحت مسٹر ظہور دین ایک دلچسپ تقریر کریں گے۔

۶ اپریل بروز ہفتہ۔ پانچ بجے شام۔ خواجہ کمال الدین صاحب مطالعہ اسلام پر ایک مختصر تقریر کرینگے۔ اور اسلامی لوازمات ایمان پر سوال و جواب کا موقعہ دیا جاویگا۔

۱۴ اپریل بروز اتوار بوقت سوا تین بجے خواجہ کمال الدین صاحب سرمن اور وعظ کرینگے مضمون اسلامی نماز خاموش عبادت ہوگا۔

۲۰ اپریل بروز ہفتہ بوقت پانچ بجے۔ خواجہ کمال الدین صاحب مطالعہ اسلام پر ایک مختصر تقریر کرینگے اور پانچ عناصر اسلام پر سوال جواب کا موقعہ دیا جاویگا۔

۲۸ اپریل بروز اتوار بوقت سوا تین بجے مسٹر مارماڈیوک پکتھال سرمن و وعظ کرینگے مضمون وعظ خدا کی بادشاہت ہوگا۔

## دیگر

۲۱ اپریل کو خواجہ کمال الدین صاحب پریلیجیس سرکل فلیم ۱۲ الیکس سٹریٹ مسٹر روڈ

لیکچر دینگے مضمون لیکچر "اسلام کیا ہے" ہوگا۔

۲۵ اپریل کو خواجہ کمال الدین صاحب کل ڈی ٹوڈس ایتھنوگرافک کے ممبران کے سامنے ۷ ایرنس نرلیس روم فلیٹ سٹریٹ ای سی میں ایک لیکچر دیں گے۔

عنوان لیکچر "عربی ہی مذہب کی زبان ہوسکتی ہے" ہوگا۔

## ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء کا پروگرام

لندن مسلم ہوس ۱۱۱ ہیمپٹن ہل روڈ ویسٹ ۸ - اور مسجد ووکنگ۔

### درس قرآن شریف۔

خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی قرآن شریف کا درس ہر بدھ کو مسجد ووکنگ اور ہر جمعہ کو مسلم ہوس لندن میں بوقت ۷ بجے شام دیا کرینگے۔

### درس عربی۔

مسٹر سید احسان البکری مسلم ہوس میں ہر جمعرات کو بوقت ۷ بجے شام زبان عربی کا درس دیا کریں گے۔ اور اگر ضرورت ہوئی تو ایک سے زیادہ سبق بھی ہوسکتے ہیں۔

### خطبہ جمعہ و سرمن

خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ ہر جمعہ کو ڈیڑھ بجے مسلم ہوس میں نماز جمعہ و سرمن کرائینگے۔

مسجد ووکنگ میں مندرجہ ذیل وعظ و لیکچر ہوں گے۔

۷ اپریل بوقت سوا تین بجے خواجہ کمال الدین صاحب مضمون "نماز"۔

۱۴ اپریل بوقت سوا تین بجے مسٹر عبدالقیوم ملک بی اے مضمون "اسلامی زندگی"

۲۱ اپریل " " مسٹر سی ایچ سلمان شیلج - مضمون اعمال ہی سے امید یا اجر مل سکتے ہیں۔

۲۸ اپریل " " مسٹر عبدالقیوم ملک بی اے مضمون "محمد صلے اللہ علیہ وسلم ایک بہترین نمونہ"

# اعجازی مچھلی

"ارض و سما میں ایسی ایسی چیزیں موجود ہیں جو فلسفہ دانوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتیں"

شیکسپیر

بارہ جون سنہ ۱۹۱۷ء کو ایک ماہیگیر کی کشتی میں جو بحیرہ زنجبار میں مچھلیاں پکڑ رہا تھا ایک مچھلی پھڑ پھڑاتی ہوئی آن گری۔ اس نے اسکو پکڑ کر منڈی میں آنے کو بیچ ڈالا۔ خریدار نے اسکو کھانے کیلئے خریدا تھا لیکن جب وہ اسکو صاف کرنے لگا تو اس نے دیکھا کہ مچھلی کے دم پر بعض نشانات ہیں۔ قدرتی طور پر اس کا ہاتھ فوراً رک گیا۔ اور اس نے ان نشانات کو غور سے دیکھنا شروع کیا۔ اور اخبار سیلون انڈیپینڈنٹ لکھتا ہے۔ کہ اس آدمی کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی جب اُسنے یہ معلوم کیا کہ وہ نشانات مہمل نہیں بلکہ ایک طرف عربی زبان میں لا الہ الا اللہ اور دوسری طرف شان اللہ لکھا ہے۔ انمیں سے پہلا فقرہ جس کا ترجمہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے" قرآنی الفاظ ہیں اور دوسرے فقرے کے معنے "اللہ کی عظمت" ہیں +

اس اعجازی مچھلی کا خریدار فوراً اسکو اپنے پڑوسیوں کے پاس لیگیا اور ایک متمول مسلمان نے اسکو پانچسو روپے دیکر وہ مچھلی اس خیال سے خرید لی کہ اس پر قرآنی الفاظ لکھے تھے۔ مچھلی کے بہت سے فوٹو لئے گئے اور جوں جوں خبر پھیلتی گئی ہر مذہب و ملت کے لوگ اس متبرک معجزہ کو دیکھنے کے لئے جوق در جوق آنے لگے +

بعد ازاں اس کو برٹش ریزیڈنسی میں لیجایا گیا اور وہاں بڑے بڑے ماہر سائنسدانوں نے اس کا معائنہ کیا۔ نشانات بڑے صاف تھے اور ان کی حقیقت معلوم کرنے کیلئے مختلف ادویات پر ڈالے گئے۔ اور وہ بہت دیر تک تجربات کرنے کے بعد یہ بات بخوبی مسلم ہوگئی کہ یہ نشانات قدرتی اور اصلی ہیں بناوٹی یا مصنوعی نہیں۔ زنجبار میں اس مچھلی کو غرونا کہتے ہیں۔ اور یہ مچھلی وہاں کے آس پاس کے سمندروں میں بکثرت پائی جاتی ہے لیکن آج تک کسی کی دم پر اس قسم کی قرآنی تحریر دیکھی نہیں گئی۔ اس مچھلی کی قسم کا اصطلاحی نام لیمیلونر بالوکینٹن ہے۔ اس قسم کی ایک مچھلی جس

لیرکس ہالوکیٹلن کہتے ہیں۔ اس کی ایک عجیب خاصیت یہ ہے کہ وہ اپنے جوڑے سے ازحد پیار کرتی ہے۔ حتے کہ اگر ان میں سے ایک پکڑی جاوے تو اس کا زوج اسی جائے ہلاکت میں گھومتا رہتا ہے اور بعض دفعہ تو تلاش محبوب میں اپنے آپ کو پانی سے باہر جال یا کنارے پر پھینک دیتا ہے اس اعجازی مچھلی نے بھی اپنے آپ کو پانی سے باہر پھینکا اور پکڑی گئی۔ اس واسطے اغلب ہے کہ وہ اپنے جوڑے کی تلاش کر رہی تھی۔ یہ مچھلی دس انچ لمبی اور زیادہ سے زیادہ پانچ انچ چوڑی ہے۔ اس مچھلی کے مالک کو تیس ہزار روپیہ پیش کیا گیا لیکن اس نے اسکے بیچنے سے انکار کیا۔ یہ مچھلی ایک محفوظ جگہ میں رکھی گئی ہے۔ اور اسکی تصاویر ہزاروں کی تعداد میں بک رہی ہیں +

جن لوگوں نے اس اعجاز نما مچھلی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ان میں سے بعض نے اسکے فوٹو اور حالات دفتر اسلامک ریویو ووکنگ میں اور سنٹرل اسلامک سوسائٹی کے دفتر ۱۵۸ فلیٹ سٹریٹ لنڈن میں بھیجکر بھیجے ہیں۔ مسٹر سیف بن سلیمان اور مسٹر محمد حسین علی بھائی کے خطوط کی روانگی کی تاریخ ۲۰ جون ۱۹۱۷ء تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مچھلی کے دیکھتے ہی اُنہوں نے خطوط لکھ دیئے تھے۔ فوٹو جو انہوں نے بھیجی اس پر لے۔ سی۔ گومز اینڈ سنز فوٹو گرافر زنجبار کی مہر تھی +

اس اعجازی مچھلی کے فوٹو اور حالات اکثر اخبارات رسالجات میں نکل چکے ہیں۔ اور ان سب میں سے آخری اخبار جس نے اس کے حالات مفصل دیئے ہیں۔ رائل میگزین کا فروری ۱۹۱۸ء نمبر ہے۔ اور اس کے فوٹو مسٹر ایچ ایچ عبدالعلی فورتھ کراس سٹریٹ پیٹام سیلون سے دستیاب ہو سکتے ہیں +

رائل میگزین میں جو فوٹو دیا گیا ہے۔ اس کے اُتارنے والے مسٹر ایچ جے شیپسٹون ہیں۔ اور اس تصویر میں شان اللہ والی طرف دکھائی گئی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ:۔

اس معاملہ میں کسی قسم کی چالاکی یا شرارت کا شک کرنا بعید از خیال ہے۔ اور یہ راز اسقدر سربستہ ہے کہ اس عجیب واقعہ کی کوئی تسلی بخش وجہ ابھی تک پیش نہیں کی گئی۔ اور فی الحال اس بات کا فیصلہ کیا گیا ہے کہ مچھلی کو حفاظت سے رکھا جاوے + اور آجکل اسکو عام مشاہدے کے لئے رکھا گیا ہے۔ عربی حروف بڑے صاف ہیں اور زنجبار کے مسلمان

باشندوں میں ایک عجیب جوش پھیل رہا ہے" +

آجکل کے زمانے میں ہر ایک بات میں شک و شبہ ڈال دیا جاتا ہے۔ اور تمام یورپ مادہ پرست ہو گیا ہے۔ لیکن باوجود مادہ پرستی اور شکوک و شبہات کے ہم کس طرح اس عجیب و غریب معجزے کی صداقت سے آنکھیں بند کر سکتے ہیں۔ اس زمانے کیلئے یہ خدا کی طرف سے ایک زبردست نشان ہے اور اسکی اہمیت دیوار پر لکھے ہوئے چند نقوش یا حروف سے کہیں زیادہ ہے۔ ایک فارسی شاعر لکھتے ہیں ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش　　　　ور نوشت است پند بر دیوار

اور اس اعجازی مچھلی کے وجود کی شکل میں پروردگار عالم نے جولنشانی اپنی عظمت و شان کی کی دی ہے۔ اس سے تمام دنیا اور خصوصاً یورپ کو فائدہ اٹھانا چاہئے۔ یہ مچھلی بجزو قار سے اس واسطے نکلی کہ انسان تک ایک پیغام پہنچائے اور آج کل جو دنیا کی تین سلطنتیں آپس میں اسقدر خونخواری سے برسر پیکار ہیں ان کے مظالم کی وجہ سے یورپ کے اکثر باشندوں کے دلوں سے خدا کی عظمت اور محبت جاتی رہی ہے +

یورپ میں بہت سے ایسے اصحاب موجود ہیں جو مسٹر ذویمر کی طرح موجودہ شورہ جنگ میں اسلام کی موت کی گھنٹی کی صدا سن رہے ہیں۔ جب دردانیال پر حملہ ہو رہا تھا۔ اس وقت مسٹر ذویمر صاحب نے بوجب اپنے قدیم تعصب اور حسد اپنے غلط بیان اور حق کے مخالف رسالہ میں جس کو وہ شرارتاً مسلم دنیا کے نام سے نامزد کرتے ہیں یوں لکھا کر:۔

اسلامی دنیا میں تفرقہ پڑ چکا ہے تمام افریقہ اسلامی سلطنت کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔ اور دراصل اب ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ جب ہمارے نوجوان دردانیال کے دروازے کھٹکھٹا رہے ہیں +

"پیتل کے دروازے اٹھا دیئے گئے ہیں اور لوہے کی سلاخیں ٹوٹ رہی ہیں۔ اسواسطے عظمت اور شوکت کے بادشاہ کو آنے دو۔ کیونکہ میدان میں صلیب آچکی ہے" +

خدا نے اپنے خاص فضل و کرم سے ان سوالات کا حل جو عیسائی ممالک میں اسلام کی بابت ہو رہے تھے خود بڑے احسن طریق سے دیدیا ہے" +

ہم نے بہت کوشش کی ان مادہ پرستوں اور متعصب لوگوں کو ان کی حماقت اور اُن کے خیالات کا بطلان دکھاویں لیکن وہ اپنی مادہ پرستی میں سرتاپا غرق ہیں۔ یہ تو اب خدا نے ایک لغانی مادہ کی شکل میں روحانیت کا پیغام دیکر بھیجی ہے۔ انکی مادہ پرست آنکھیں اس اعجازی مچھلی کی دُم پر لا الہ الا اللہ کا پیغام بخوبی پڑھ سکتی ہیں اور مسلمانوں کے ایمان کا سب سے ضروری اور اہم اصول یہی ہے۔ تمام دنیا کی طرف یہ ایک قسم کا پیغام ہے کہ مذہب اسلام ہی آخر کار فتح پائیگا +

جناب مسیح ایک بشر اور انسان تھے۔ آپ کی حقیقت اس سے ذرہ بھی زیادہ نہیں۔ ان تمام لوگوں کیلئے جو ان کو معبود مانتے ہیں۔ یا انکی صلیب کی پرستش کرتے ہیں۔ یہ مچھلی بحر عمیق سے ایک پیغام لیکر آئی ہے۔ کہ نہ مسیح اور نہ اسکی صلیب قابل پرستش صرف ایک ہی ہستی ہے۔ اور وہ اللہ جل شانہ ہے وہ حی و قیوم حاضر و ناظر قادر مطلق اور خالق ہے۔ اور ہر ملک و قوم کے سیاہ گورے۔ زرد سفید باشندوں کا رب ہے۔ جب ایک مسلم نے یہی پیغام سُنایا تو اسکو یہ کہا گیا کہ اپنے مذہب کے خیالات نے اسکو اس تبلیغ کی طرف مائل کر دیا ہے +

اب جب ایک مچھلی سمندر سے نکلکر یہ پیغام سُناتی ہے تو ہم کیا عذر پیش کر سکتے ہیں۔ یہ پیغام ایک عالمگیر پیغام ہے۔ اور اگر یہ مچھلی اس پیغام کو اپنی زبان سے سُناتی تو اس سے اس پیغام کی وقعت چنداں زیادہ نہیں ہو سکتی تھی۔ اسکی خبر دُنیا کے چاروں کونوں میں پہنچ چکی ہے۔ ہر ایک اہل بصیرت اگر وہ بذات خود مچھلی کو نہیں دیکھ سکتا۔ تو کم از کم اسکے فوٹو پر ہی اسکی تحریر پڑھ سکتا ہے۔ اب لا الہ الا اللہ کی صدا ڈنکے کی چوٹ تمام جہان کے لوگوں کو سُنا دیگئی ہے مسلمان عیسائی یہود۔ پارسی ہندو مذہب کی طرف "سوا خدا کے کوئی معبود نہیں" کا پیغام ایک معجزہ کی شکل میں پہنچا دیا گیا ہے۔ اور یہ خدا کی ربوبیت اور رحمانیت کے تقاضا سے ہوا ہے +

اس اعجازی مچھلی کی دوسری طرف جو عبارت لکھی ہے وہ بھی کوئی کم اہمیت نہیں رکھتی لکھا ہے "شان اللہ" یہ تو خدا کی عظمت اس کا جلال اسکی حکمت یاد دلاتی ہے۔ شان و شوکت کا اہل سوا اسکے اور کوئی نہیں حضرت مسیح اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم دونوں اسکی مخلوق ہیں اسی کے ہاں اسی کے خادم ہیں آپ بھی اس کے بندے ہیں۔ اور ہم بھی حضرت عیسیٰ داؤد کی طرح خدا کے بیٹے بن سکتے ہیں جو کوئی زہد اور تقوے اور خلق خدا سے شفقت اور رحمت کی بدولت خدا کا محبوب بنتا ہے خدا خود انکی

آنکھ ہاتھ اور زبان بن جاتا ہے +

اس پیغام سے ان شاء اللہ ہمیں ایک بڑے خطرے سے آگاہ کیا گیا ہے۔ یہ تمام تبدیلیاں دنیا میں ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہی ہیں۔ ان میں ایک بڑی عبرت اور سبق ہے اور بجائے اس کے کہ اس جنگ کو خدا کے قہر کا ظہور مانا جائے۔ جس طرح کہ اکثر اہل یورپ کا خیال ہے۔ یہ خدا کے جلال اور شان کا ایک نشان ہے۔ نبی کریم نے فرمایا جب کبھی انسان پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو وہ اسکے اپنے ہی کیئے کا نتیجہ ہوتی ہے اور اسکو پاک کرنے اور دوسروں کو عبرت دینے کیلئے خدا اسکو سزا دیتا ہے۔ تمام دنیا عموماً اور یورپ خصوصاً مادہ پرستی کے اسفل السافلین میں گرا ہوا تھا اور اہل یورپ اپنی ایجادوں اور اپنی افراط پر بڑے نازاں تھے۔ اور اپنی دولت و ثروت جس سے وہ ہر قسم کے سامان عیش رہائش اور کھانے پینے کی چیزیں بہ آسانی مہیا کر سکتے تھے۔ اسکے بڑھ جانے پر بڑے مطمئن تھے۔ اور متمول و غنی لوگ اپنے غریب مفلس بھائیوں کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اہل مغرب میں اس قدر کا غرور و تکبر آ گیا تھا۔ جو ابن آدم جس کو مٹی جیسی حقیر چیز سے پیدا کیا گیا تھا شایان نہ تھا +

اسکے بعد موجودہ مصیبت نازل ہوئی۔ اور یہ انسان کی اپنی ہی غلط کاریوں اور لغزشوں کا نتیجہ تھا وہی ایجادیں اور کلیں جن پر اسقدر ناز کیا جاتا تھا وہی آج نسل انسانی کی تباہی کا ذریعہ بن گئیں انہی سے انکے اپنے بیٹے ان کی عورتیں ان کے بچے سب موت کے گھاٹ اُتارے جانے لگے۔ یہ تباہ کن آلہ جن کو کسی زمانے میں ان معصوموں کے برخلاف استعمال کیا گیا تھا جن کے پاس ایسا کوئی سامان حرب نہ تھا آج اپنے ہی بھائیوں کے خلاف استعمال ہو رہے ہیں وہ سامان عیش جن کو زندگی کیلئے لابد اور ضروری قرار دیا جاتا تھا آج ان سب کو ترک کرنا پڑا۔ وہ جن کا گذارہ مزید ار مٹھائی کے بغیر ناممکن تھا آج انکو ان لوگوں کی قناعت پر رشک کرنا پڑا جنہوں نے کبھی کوئی مٹھائی چکھی بھی نہ تھی وہ جنہوں نے کمزور لوگوں اور کم مہذب قوموں کو تباہ کر کے ان کے مال و دولت پر ہاتھ صاف کیا آج انکے اپنے خزانے آگ اور شعلوں کی نذر ہو گئے۔ الغرض یہ مادہ پرستی سے بھری ناپاک تہذیب جس کی دولت اور زور کے آگے کوئی دم نہ مار سکتا تھا اور جس کے رکھنے والوں کی عظمت آنکھوں کو چندھیا دیتی تھی وہ آج خود کشی اور اپنے پرستاروں کی ہلاکت کا باعث ہو گئی ہے +

یہ پیغام شان اللہ اسی تہذیب کے خطرہ سے آگاہ کرتا ہے۔ نیچر اپنے کام اپنے ہی ڈھنگ میں انجام دیتی ہے۔ وہ زبردست سے زبردست پہاڑ کو جڑوں سے ہلادیتی ہے اور مغرور سے مغرور انسان کو اوندھا گرا دیتی ہے۔ خدا کی شان اور عظمت چھپی نہیں رہ سکتی۔ وہ ایک نور ہے جو خود بخود روشن ہے وہ مشرق اور مغرب دونوں کا رب اور رازق ہے۔ وہ بڑے بڑے سرکش روگردانوں کو ایک پل میں نیچا دکھا سکتا ہے +

وہ لوگ جو درحقیقت صلح اور امن کے خواہاں ہیں ان کو چاہئے کہ پہلے یورپ کے سر سے ان کا غرور کبر۔ لامذہبی۔ دہریت فسق وفجور۔ مادہ پرستی اور دولت پرستی دور کریں +

یورپ میں مادہ پرستی کی حد ہو چکی ہے اور وہ گنتی کے لوگ جو حیات بعد الممات پر ایمان لاتے اور روحانیت کی پاک زندگی کو ترقی دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی ہنسی اڑائی جاتی ہے۔ اور ان کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں کیجاتی۔ اور جہاں کہیں وہ روحانیت کے زینے پر چڑھنے اور چڑھانے کی کوئی کوشش کرتے ہیں۔ اسی وقت انکی مخالفت پر کمر ہمت باندھ لیجاتی ہے +

اسمیں شک کہ اس کائنات کا ہر ذرہ خدا کی عظمت پر شاہد ہے لیکن تمام عالم بھی خدا کی عظمت پر اسقدر غور نہیں کر سکتا جسقدر مذہبی آدمی کا دل۔ یہ مچھلی انسانوں کو خدا کی عظمت اسکی صنعت اور اور شان یاد دلانے کیلئے پانی سے باہر آئی ہے +

زنجبار کی اعجازی مچھلی جو پیغام اپنے خالق کی طرف سے مخلوق کی طرف لائی ہے۔ اُس کا لب لباب یہی ہے۔ کہ سوائے خدائے واحد یا بالفاظ دیگر خدائے اسلام کے سوائے کسی کے آگے مت جھکو اور خواہ حالات کتنے ہی مخالف اور خطرناک کیوں ہوں۔ خدا کی عظمت جبروت اور اسکی اعلیٰ شان کو مت بھولو یہ تنبیہ ان لوگوں کے لئے ہے جو تثلیث پرستی یا دیگر اقسام شرک پر اصرار کرتے ہیں جو غرور اور نخوت کے نشہ کو اپنے سر سے نہیں اُتارتے جو اپنے جیسے دوسرے بھائیوں کو بوجہ اختلاف رنگ یا غیر ملک کا باشندہ ہونے کی وجہ سے حقیر اور قابل نفرت سمجھتے ہیں جو اپنے بھائی بہنوں کا مال زبردستی چھین کر خوب گلچھرے اڑاتے ہیں جو کمزور قوموں کے مال اور زمین چھین کر ان کو شہر بدر کر دیتے ہیں الغرض جو حسابات کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں کہ بادشاہوں کا بادشاہ بھی دیکھ رہا ہے جو رب العالمین ہے۔ اور جس کے نزدیک سب ایک ہیں۔ یہ اعجازی مچھلی ایک ندائے عام ہے کہ خدا واحد کی طرف آؤ۔ اور اس کے اطاعت میں سب بھائی بھائی بن جاؤ۔ اور پھر دیکھو کہ کس طرح تمام خود غرضانہ جھگڑے ختم ہو جائینگے

چاروں طرف امن امان ہو جائیگا۔ اور خوشحالی اور فارغ البالی کا زمانہ آجائیگا۔ اور انسان کی ساری روحانی اور جسمانی ترقی کا راز اس کلمہ لا الہ الا اللہ میں ہے +

دُنیا میں کوئی ایسا مذہب نہیں جس نے خدا کی عظمت اور بزرگی پر اس قدر زور دیا ہو جتنا اسلام نے دیا۔ اس واسطے یہ اعجازی مچھلی جو پیغام لائی وہ ایک اسلامی اصول ہے اس سے ثابت ہو گیا ہے۔ کہ جس طرح نبی کریم کی زندگی میں چرند پرند شجر حجر سب اسکے دل ہلا دینے والے پیغام کو دہراتے تھے۔ اسیطرح آج بھی نیچر اپنے خاموش زبان سے مذہب اسلام کی تصدیق قرآنی الفاظ سے کرتی ہے کہاں ہے وہ مذہب جس کے بنیادی اصول کی تصدیق آج بیسویں صدی عیسوی میں اس قسم کے ربانی نشان سے ہو +

اس مچھلی کے اعجازی ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں بڑے بڑے شقی القلب مادہ پرست اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ اور اسکی کوئی وجہ بیان کرنا انسان کی عقل سے باہر ہے۔ مچھلی کی دم پر جو نشانات ہیں وہ بقول رائل سکیڑ بن غیر معمولی اور قوانین قدرت سے بالا ہیں۔ اسکی گرفتاری بھی یونہی نہیں ہوئی۔ اس نے خود بخود اپنے آپ کو سطح آب پر باہر پھینکا۔ اور اس کا ایک ایسی جگہ میں پکڑا اور بیچا جانا جہاں عربی زبان پڑھی جا سکتی تھی۔ اس سے بھی خدا کی حکمت اور ارادہ کا پتہ لگتا ہے۔ اس واقعہ کی خبر دُور نزدیک پر پہنچا دیگئی ہے۔ اور اسکی تصاویر کی بھی خوب اشاعت ہوئی ہے۔ مادہ پرست دل تو اسکے آیت من اللہ ہونے میں شک کر ہی نہیں سکتا +

یورپ کی عورتوں کے دلوں میں رُوحانیت کا انگارہ ابھی موجود ہے۔ انکو چاہئیے کہ اس نشان ربانی پر غور کریں اور سوچیں۔ اب موقع ہے کہ وہ مائیں بن کر دکھائیں اور ان سے نیک صالح سخی اور محسن اولاد پیدا ہو + ان کو چاہئیے کہ فرض والدیت ادا کریں اور اپنے گمراہ بیٹوں کو صراط مستقیم کی طرف بُلائیں۔ ان کے سر سے نخوت کبر شراب حرص۔ زبردستی۔ اور لالچ کا بھوت اُتاریں۔ ان کو توہم پرستی تثلیث کفارہ وغیرہ کے ضرر رساں عقائد سے [illegible] لا الہ الا اللہ کے سُنہری اصولوں کی طرف توجہ لائیں +

اگر اہل دُنیا نے اس اعجاز نما نشانی کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور [illegible] مصائب دُنیا پر آئیں گے۔ نیچر نے خود تنبیہ کر دی ہے۔ اگر اس [illegible]

ان سیاہ کاروں کو سزا دینے کیلئے اپنا زبردست ہاتھ استعمال کریگی - آپس کی کشمکش بیماریاں
اور مصائب اس تہذیب کا اچھی طرح خانہ تباہ کرینگے - خواہ اس کے پرستار اسکو قدرے تباہ
کرکے چھوڑدیں مغربی دنیا بڑی تیزی سے ایک گڑھے کی طرف دوڑرہی ہے - اب صرف
لا الہ الا اللہ پر ایمان لانے ہی میں اسکی سلامتی ہے - مذہب اسلام کے سوا ان کو کوئی نہیں بچا سکتا +
یہ مچھلی غیر مسلموں کیلئے ہی پیغام نہیں لائی بلکہ خود مسلمانوں کیلئے بھی تسلی امید اور
دل بڑھانے کے خوش کن وعدے اپنے ساتھ لائی ہے +

گذشتہ چند سال سے اور خصوصاً سنہ ۱۹۱۰ء سے اسلامی دنیا پر بڑے بڑے خطرناک
ابتلا آئے - حالات زمانہ ان کے موافق نہ تھے - اور اسلام کے مخالفوں نے مسلمانوں کو خوب
روندا - خود مسلمانوں کے دل پست اور نا امید ہو چکے تھے - اور موجودہ حالات بھی چنداں امید
افزا نہیں تمام کرہ رعد اور برق سے پُر اور مستقبل کوئی ہمت افزا نہیں مسلمان نے دل ہو رہے
ہیں لیکن اس قسم کے موقعوں کیلئے تو قرآن کریم فرماتا ہے لا تقنطوا من رحمۃ اللہ
اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو +

وہ ہمیشہ مسلمانوں کا حامی اور مددگار رہا ہے - اب بھی وہ ان کا ساتھ نہیں چھوڑیگا
لیکن نصرت کی پیاری شکل اس وقت نظر آسکتی ہے - جب مسلمان اسلام کے اصولوں کے پابند
ہوں - اللہ کے حکم اور اسکی مشیت کے مطابق عمل کریں - اور فلاح اور کامیابی کے حصول کے
جو طریق قرآن نے بتائے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے فرمایا - واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً
ولا تفرقوا - اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقے اور گروہ مت بناؤ +

اوائل مسلمانوں کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ کس طرح انہوں نے انتقام اور نفسانیت
کی دشمنیوں کو خیرباد کہہ کر ایکدوسرے کے بھائی بن گئے کسطرح ایکدوسرے کی مدد کی کس طرح
انہوں نے اشاعت دین کیلئے سرتوڑ کوشش کی - اور راہ حق میں اپنے عزیز بیٹوں بھائیوں
کی جانیں تک قربان کرنے سے دریغ نہ کیا +

اگر آج تمام مسلمان لا الہ الا اللہ پر صدق دل سے جمع ہو جائیں تو خوشحالی اور فارغ البالی
انکی قدمبوسی کریگی - اسلام میں عیسائیت کی اندھی تقلید کا کوئی دخل نہیں - خون ناحق سے

کفارہ وغیرہ کی قدیم پرستی اسلام میں نہیں۔ اسلام صرف لفظی اعتراف کو ایمان نہیں کہتا۔ اس میں ایسے کوئی اصول نہیں جو سمجھ میں نہ آسکتے ہوں۔ اس میں رہبانیت نہیں۔ نجات اور فلاح ہر مسلم کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ ہر ایک مسلم نیک اعمال کر کے خدا سے براہ راست معافی حاصل کر سکتا ہے۔ اسلام میں خدا کا نام یا اسکی صفات دہرانے کا نام عبادت نہیں۔ اصلی عبادت خلق خدا سے نیکی کرنا ہے۔ اور وہ صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے نہ کہ کسی خود غرضانہ اغراض کی خاطر۔ مصیبت کے وقت اپنے بھائیوں کی مدد کرنا۔ انکی تکالیف کا دور کرنا۔ اور بلا تمیز مذہب ملت ملک و قوم دوسروں کی بھلائی کی کوشش کرنا ہی خالق اور رب العالمین کی حقیقی پرستش اور عبادت ہے +

اگر ہمارا بھائی تکلیف میں ہو اور ہمارا دل نہ پسیجے تو ہم مسلم نہیں۔ ہم خدائے اسلام یعنی اللہ پر ایمان نہیں رکھتے۔ اگر ہم تمام عمر اپنے ہی جذبات اور خواہشات کے پیچھے لگے رہیں۔ لوگوں کو ظالموں اور جابروں سے نجات نہ دلوائیں۔ اگر ہم دولت کے پرستار بن جائیں۔ اور زبردستی اور دست درازی پر اتر آئیں تو ہم ہرگز لا الٰہ الا اللہ کے ماننے والوں میں شمار نہیں ہو سکتے۔ ہمارا کوئی حق نہیں کہ ہم مسلم کہلائیں۔ اسلام تو نسل انسانی پر رحم کرنے اور ہر قوم و ملک کے لوگوں کو محبت کرنے کا نام ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کوئی مہمل لفظی مجموعہ نہیں یا کوئی ایسا اصول نہیں جو انسانی عقل سے باہر ہو۔ اس اصول پر ایمان لائے بغیر انسان ترقی نہیں کر سکتا۔ اس میں اعمال نفس کی قربانی اور خدمت لازمی اجزا ہیں +

یہ اعجازی مچھلی ہماری طرف یہ پیغام لائی ہے۔ کہ اگر ہم لا الٰہ الا اللہ کے سچے اور حقیقی ماننے والے ہیں۔ اور اپنے اعلیٰ ایمان پر عمل بھی کرنیوالے ہیں۔ تو ہم شان اللہ یعنی خدا کی عظمت اور جلال کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں کی جائے پناہ اب لا الٰہ الا اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے +

آؤ اب یک زبان ہو کر لا الٰہ الا اللہ کا کلمہ پکاریں اور اس کے ساتھ ہی اس کا جزو لازمی محمد الرسول اللہ بھی ملکر کہیں +

خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بہترین فرمانبردار بندے اور آخری رسول ہیں جنہوں نے خلق خدا کی بہتری کیلئے اپنی جان جوکھوں میں ڈالی جنہوں

نے وہ تمام باتیں انسانوں کو خدا سے وحی پاکر پہنچائیں جو بہتری دنیا اور فلاح اُخروی کے لئے ضروری تھیں ۔

القدوائی

# نظم

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا — نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر — لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے — اُس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے
پہلے تو رہ میں ہارے پار اُس نے ہیں اُتارے — میں جاؤں اُس کے وارے بس ناخدا یہی ہے
پردے جو تھے ہٹائے اندر کی راہ دکھائے — دل یار سے ملائے (قربان) وہ آشنا یہی ہے
وہ یارِ لامکانی وہ دلبرِ نہانی — دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے
وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے — وہ طیّب و امیں ہے اسکی ثنا یہی ہے
حق سے جو حکم آئے اُس نے وہ کر دکھائے — جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے
آنکھ اُسکی دور بیں ہے دل یار سے قریں ہے — ہاتھوں میں شمعِ دیں ہے عین الضیا یہی ہے
جو راز دیں تھے بھارے اُس نے بتائے سارے — دولت کا دینے والا فرمانروا یہی ہے
اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں — وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ — باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے
سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تو خدایا — وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے
ہم تھے دلوں کے اندھے سو سو دلوں پہ پھندے — پھر کھولے جس نے جندے وہ مجتبیٰ یہی ہے
اے میرے ربِّ رحمٰن تیرے ہی ہیں یہ احساں — مشکل ہو تجھ سے آساں (فضل) ہر دم رجا یہی ہے
اے میرے یارِ جانی خود کر تو مہربانی — ورنہ بلائے دنیا اِک اژدہا یہی ہے
دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں — قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے
جلد آ مرے سہارے غم کے ہیں بوجھ بھارے — منہ مت چھپا پیارے میری دوا یہی ہے

# اخلاق قرآنی

## ضبطِ غیظ و غضب

(تحمل اور وسیع القلبی کی ایک عظیم الشان و لاثانی مثال سالسی)

غصہ یا خواہش انتقام ایک ایسا جذبہ ہے جسمیں حیوانیت کا بہت سا رنگ پایا جاتا ہے اور اس وجہ سے بعض آدمی اس کو وحشیانہ خیال کر کے قابل ترک اور دبانے کے سزاوار سمجھتے ہیں۔ اس جذبہ نفسانی کو خلاف فطرت قرار دیکر اسکو روکنے کیلئے مختلف اخلاقی ذرائع پیش کئے جا چکے ہیں لیکن وہ تمام اصحاب یا مذہب جو غضب اور انتقام کو خلاف فطرت قرار دیتے ہیں وہ فطرت انسانی سے بکلّی واقف نہیں۔ اور انسانی جذبات کا علم ان کو بہت ہی کم ہے کیونکہ ہم میں کوئی ایک بھی ایسا جذبہ اور خواہش نہیں جسمیں کچھ نہ کچھ تھوڑا بہت حیوانیت کا رنگ نہ پایا جاتا ہو۔ خواہ وہ جذبہ محبّت سے تعلّق رکھتا ہو یا خشونت سے۔ انسان کے بہترین جذبات یعنی محبت اور احسان بھی ہر ایک وحشی درندہ تک میں پائے جاتے ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ کسی ایک خواہش یا آرزو کو بھی ہم حیوانی یا روحانی نہیں کہہ سکتے۔ غلط استعمال یا کثرت استعمال سے ہر ایک خواہش ذلیل اور کمینہ ہو سکتی ہے۔ اور اسی کو اگر خاص حدود کے اندر استعمال کیا جائے تو اسی کو اعلےٰ ترین اخلاق سمجھا جاتا ہے۔ اخلاق کو پختہ کرنے کیلئے اور تمدنی اور انتظام کے قائم رکھنے کیلئے غصہ اور انتقام اس قدر لازمی اور لابد ہیں جتنا کہ عفو اور الفت بدی اور تعدی کو روکنے کیلئے۔ سزائے قانونی اور جنگ دونوں بڑے ضروری ذرائع ہیں۔ اور اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں غصہ اور انتقام کا اظہار ہیں محبّت یا عشق جیسے اعلیٰ جذبات بھی اگر حد سے تجاوز کر جاویں تو اسکو جنون اور پاگلپن سمجھا جاتا ہے۔ الغرض ہماری تمام خواہشات کا آغاز جسمانی قوے کی ضروریات سے ہوتا ہے ان خواہشات کو محدود کرنا بڑا ہی ضروری ہے۔ مذہب ہی انکو ٹھیک طور پر پاک اور مصفّٰے کر سکتا ہے اور حقیقی انسانیت کے درجے پر پہنچا سکتا ہے۔ انسانیت اسی حالت کا نام ہو سکتا ہے جبکہ تمام جذبات اور خواہشات محدود ہوں۔ اور اپنے اپنے موقع پر ان کا اظہار ہو۔ کوئی تعلیم جو ان حیوانی خواہشات کو بالکل

مسدود و مفقود کرنا چاہتے خواہ اس کا سکھانیوالا کوئی بڑے سے بڑا آدمی ہی کیوں نہو وہ تعلیم خدا کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی۔ اس میں تو انسانی ملاوٹ صاف نظر آتی ہے۔ کیونکہ یہ تو ذات باری کی صفات میں ایک قسم کا نقص ماننا ہے کہ اس نے ہمکو وہ قوے دیئے جو ہمارے شایاں نہ تھے۔ مذہب اگر وہ خدا کی طرف سے ہے تو ضروری ہے کہ وہ ہمکو ایک ایسا راہ دکھائے جس پر قدم مار کر ہماری تمام خواہشات پاک اور مصفّی ہو کر اخلاق اور روحانیت کے درجے کو حاصل کرلیں اور خشونت آمیز جذبات میں تو خصوصاً اس قسم کی ہدایت اور راہنمائی کی سخت ضرورت ہے۔ اگر ان کو لگام دیکر نہ رکھا جاوے تو وہ ان خواہشات کے نفع سے جن کا تعلق محبت سے ہے کہیں زیادہ نقصان پہنچاتی ہیں ایک ایسا غصّہ جو قابو میں نہ رہے جو آپے سے باہر ہو جائے۔ وہ تو سوسائٹی کیلئے واقعی بڑا خطرناک اور مہلک ہے۔ اور اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے۔ الذین ینفقون فی السّرّاء والضّرّاء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحبّ المحسنین سورۂ آل عمران آیت ۱۳۳۔ ترجمہ۔ جو لوگ خوشحالی اور تنگدستی (دونوں حالتوں) میں (خدا کے نام پر) خرچ کرتے ہیں اور غصّے کو روکتے اور لوگوں (کے قصوروں) سے درگذر کرتے ہیں۔ اور نیکی کرنیوالوں کو اللہ دوست رکھتا ہے) اس آیت قرآنی میں قلب انسانی کی دو مختلف حالتوں کا ذکر کیا گیا ہے یعنی غصّہ اور احسان۔ اور عام طور پر ان کا اجتماع محال خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن جب کبھی کسی خشونت آمیز جذبہ کے پیدا ہونے کا موقع ہو تو اخلاق قرآنی ہمیشہ اس کے عین برخلاف جو الفت کا جذبہ ہوگا اسکو اپیل کرتا ہے ایک اور جگہ فرمایا ادفع بالتی ھی احسن۔ بدی کو احسن طریق اور نیکی سے دور کرو۔ مندرجہ بالا حکم میں ہماری سخاوت کو ایسے طریق سے جو بہترین ہے مہربانی کے جذبہ کو اپیل کیا گیا ہے۔ جس آدمی کا فعل یا قول ہمارے غصّہ کا باعث ہوا ہو اس پر مہربانی اور احسان کرنا ہماری نگاہ میں بڑی ہی قابل قدر بات ہے۔ ایک تذلّل اختیار کرنیوالے دل پر ہم کو ضرور رحم آجاتا ہے۔ اور جب ایک آدمی مدد مانگے تو اس کو مدد دینی ہی پڑتی ہے لیکن دست درازی اور نقصان دہ افعال ہرگز ہم کو سخاوت یا رحمدلی کی طرف مائل نہیں کرتے۔ اور نیز عام حالات میں جب ایک دل پر غیظ و غضب طاری ہو تو مروّت یا مہربانی اس کے نزدیک تک نہیں آتی لیکن اگر ہم کو یہ تعلیم دیجائے کہ ہم

نہ صرف اپنے غصّے کو روکیں۔ اور ان ظالموں کو جن کے افعال قبیحہ ہمارے غضب بھڑکانے کا باعث ہوئے ہیں معاف کر دیں۔ بلکہ عین غصّہ کی حالت میں ان سے کوئی احسان یا بھلائی کریں تو آہستہ آہستہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ غصّہ اور انتقام جیسا زبردست جذبہ بھی ایک نہ ایکدن ہمارا غلام ہو جاویگا۔ قرآن کی اس تعلیم نے اکثر دفعہ مسلمانوں کے دلوں میں تحمل اور احسان نے جوش مار کر ان سے بڑی بڑی نیکیاں عین غصّہ کی حالت میں کروائیں۔ لکھا ہے کہ نبی کریم کے نواسے حضرت امام حسنؓ کے ایک غلام نے گرم گرم شوربے کا پیالہ امام حسنؓ پر گرا دیا۔ اور انہی آیات کے پڑھنے سے اس کو آزادی بھی مل گئی اور کچھ سرمایہ بھی مل گیا۔ شوربے کا پیالہ جب گرا تو غلام کے دل میں بہت خوف پیدا ہوا۔ اور اسکی زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے "الکاظمین الغیظ" (جو لوگ اپنا غصّہ روکتے ہیں) تو امام حسنؓ نے فرمایا۔ میں تم سے بالکل غصّے نہیں۔ اس پر غلام نے کہا "والعافین عن الناس" (اور جو لوگوں سے درگذر کرتے ہیں) تو آپؓ نے فرمایا۔ میں نے تمہیں معاف کیا۔ اس پر غلام نے آیت کا باقی ماندہ حصہ پڑھ دیا کہا "واللہ یحب المحسنین" (اللہ احسان کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے) تو آپؓ نے فرمایا۔ جاؤ میں نے تم کو آزاد کیا۔ اور چار سو درہم بطور سرمایہ کے دیئے۔ تاکہ تو کوئی روزگار چلا سکے۔ اور سالس جیسا متعصّب مصنّف لکھتا ہے کہ یہ تحمل اور احسان کی ایک عظیم الشان مثال ہے"۔

ایک بات جو بہت ضروری اور قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ عفو اور درگذر کو بدی کے آگے سر جھکانے اور اسکو روکنے کی کوشش نہ کرنے سے مخلوط نہیں کرنا چاہیئے۔ مغرب میں کلیسیا نے ان دو مختلف باتوں کو ایک کر کے پیش کیا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں بالکل مختلف ہیں۔ اور ان کا ظہور مختلف موقعوں پر ہو سکتا ہے عفو اور درگذر تو وہی کر سکتا ہے جس کو انتقام یا سزا دینے کی طاقت ہو۔ بھلا اگر ایک قوی ہاتھ ہمکو دائیں بائیں دونوں طرف سے خوب پیٹے اور ہم کو چوں تک کرنے کی طاقت و جرأت نہ ہو تو ایسے موقعہ پر معافی یا درگذر بالکل نہیں ہو سکتی۔ ایک ظالم اگر وہ مظلوم کے دست قدرت میں نہیں تو اسکو کیا ضرورت ہے کہ وہ رحم کی درخواست کرے۔ اسمیں شک نہیں کہ غصّہ کو نرم کرنے کیلئے معافی پر زور دینا ضروری ہے لیکن اگر ظالم مظلوم سے کہیں برتر اور طاقتور ہے تو معافی کیسی ایسے موقعہ پر تو انتقام کا خیال بھی ہمارے دل میں نہیں گذرتا۔ یہاں تو صرف رونا دھرنا اور آہیں بھرنا

یا بڑی حد تک گالیاں نکالنے پر عمل ہو سکتا ہے جس سے ظالم کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اور مظلوم کا غصہ قدرے ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور جب کبھی کوئی کمزور یا ماتحت ہستی ہم سے کوئی گستاخی کرتے تو ہم آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور فوراً غصہ بشکل انتقام تبدیل ہو جاتا ہے۔ گویا کہ ہر دو حالت میں غصہ اپنا جلوہ دکھاتا ہے پہلی حالت میں تو ظالم پر غیظ طاری ہے جب کہ وہ مظلوم سے زبردست ہے اور دوسری حالت میں مظلوم کو غصہ آتا ہے جبکہ وہ ظالم سے زیادہ طاقتور ہے اور انتقام کا جن اس پر سوار ہوتا ہے۔ پہاڑی والے وعظ میں جو تعلیم دی گئی ہے اسمیں پہلی حالت کو مدنظر رکھا گیا ہے اور قرآنی آیت میں دوسری حالت کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ پہاڑی والے وعظ میں تو بدی کے آگے جھک جانے کی تعلیم دی گئی ہے تاکہ شاید تذلل اختیار کرنے سے ظالم کے دل میں کچھ رحم پیدا ہو جائے۔ اور قرآن شریف اس آدمی کو جو کہ انتقام لے سکتا ہے اور اظہار غصہ خوب کر سکتا ہے معاف کرنے کی تعلیم دیکر احسان کرنے کا حکم دیتا ہے تاکہ حیوانیت کے ذلیل مرتبہ سے نکال کر ملائکہ کی خصائل اس میں پیدا کر دیئے جائیں +

محمد علی

---

# تاریخی اسلام

اسلام میں جدت اور تاریخی اسلام وغیرہ ایک مسلم کے ذہن میں بالکل بےمعنی فقرات ہیں اسکو اپنے مذہب میں جدت وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی موقع یا ضرورت وہ محسوس کرتا ہے۔ اسلام کسی ایک انسان کے طرز خیال یا میلان طبع کے ماتحت نہیں کہ اسکے بانی آئمہ اور بڑے آدمیوں کے حالات زندگی کو کسی نئے رنگ میں مطالعہ کرنے سے اسکے اصولوں عقاید میں تبدیلیاں پیدا کر لی جائیں۔ اسمیں ان عقائد کا کوئی دخل نہیں جو عقل پر مبنی نہ ہوں رسومات وغیرہ اسمیں بہت ہی محدود ہیں۔ اور کبھی بھی ان عقائد کو اس قدر وقعت نہیں دیگئی کہ ان کے مقابلہ میں کسی مسلمہ اصول یا عقیدہ کو ترک کر دیا جائے۔ اسلام کیا ہے معاشرت زندگی کے چند اعلےٰ قوانین اور عقاید جن کو قرآن شریف نے بڑے واضح الفاظ میں بشرح تمام بیان کر دیا ہے اور جن کا مفہوم سمجھنے میں شک یا شبہ ہو سکتا ہی نہیں۔ علاوہ ازیں نبی کریم کی زندگی

ہمارے لئے ایک کامل اُسوہ حسنہ ہے جس میں قرآن کے ہر ایک احکام کی پوری تعمیل ملکر دکھئی ہے قرآن نے جس قدر احکام عقائد یا اخلاق یا افعال حسنہ کی بابت نافذ کیئے ہیں ان سب کا بہترین ترجمہ اور تشریح صحیح ہو نبی کریمؐ کے اقوال اور ان کے افعال ہیں۔ حضرت عائشہ کا چھوٹا سا لیکن بڑا ہی جامع فقرہ جو آپ نے نبی کریمؐ کی بابت فرمایا آپ کیلئے بڑا ہی موزون حال ہے حضرت عائشہ سے بڑھ کر کسی اور کو نبی کریمؐ کے حالات سے واقفیت نہ تھی۔ اور جب آپ سے نبی کریمؐ کے اخلاق کی بابت سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ ھو خلقہ القرآن آپ کے اخلاق عادات سب قرآن کریم میں ہیں۔ اور یہ فقرہ آج بھی نبی کریمؐ پر اسی طرح صادق آتا ہے جس طرح کہ آپ کی زندگی میں آتا تھا۔ قرآن کریم میں اعلےٰ سے اعلےٰ اخلاق اور روحانیت کے جس قدر نقشے کھینچے گئے ہیں وہ سب آپ کی ذات بابرکات میں آئینہ وار دیکھے جاتے ہیں۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ اگر بیشتر نہیں تو کم از کم آج کل کے محققین دوستوں اور دشمنوں سب نے آپ کی زندگی کے حالات کو قرآن کریم کی طرح اصلی حالت میں اور بغیر کسی قسم کی ملاوٹ کے مان لیا ہے۔ قرآن کریم اور حدیث شریف ہی کی بدولت اسلام میں کسی قسم کا تغیر و تبدل یا افراط تفریط نہیں ہونے پائی +

اور علاوہ ازیں اسلام کو جدت کی ضرورت بھی کیا ہے۔ ہاں اگر اس کے عقائد اپنے بانی یا اماموں کی زندگی کے حالات پر منحصر ہوتے تو جب کبھی تاریخ کوئی نئی بات ثابت کر دیتی۔ اُس وقت اس مذہب کو بھی ایک اور پہلو اختیار کرنا پڑتا۔ برخلاف اس کے اہل مغرب کا مذہب بہت قدیم زمانے سے ایک اور بنیاد پر قائم ہے اور یہی وجہ ہے کہ آئے دن ایک نئے سانچے میں ان عقائد کو ڈھال کر ایک نئی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ مذہب شروع ہی سے کسی ایک شخص کے حالات سے وابستہ رہا ہے جناب مسیح کو جو اہل یورپ نے اختیار کیا تو اسمیں انہوں نے کوئی نئی بات نہیں مانی۔ اُسی پرانی شراب کو نئی بوتلوں میں بند کر دیا۔ وہی پرانے عقائد کو ایک نیا رنگ دیکر مان لیا اور اپولو۔ جیوپیٹر۔ وو ڈن کی جگہ جناب مسیح کو مسند الوہیت پر متمکن کر دیا مسیح کی خدائی اور اسکے کفارے پر ایمان لانا یہ بھی انہی پرانے خیالات کی ایک گونج تھی۔ اور اس مذہبی تعلیم کی ساری بنیاد مسیح کی زندگی کے حالات پر ہے بلکہ طلیکان پر کلیسیا کے خیالات

کے ماتحت نظر ڈالی جائے۔ انہی واقعات زندگی کو ایک اور نظر سے دیکھو یا بالفاظ دیگر اندھی تقلید کی عینک اُتار کر چشم بصیرت سے غور کرو تو سارا بھرم ہی بگڑ جاتا ہے۔ اور مذہب عیسائیت کو کسی اور جدید رنگ میں پیش کرنے کی ضرورت محسوس ہونے لگتی ہے۔ جو واقعات انجیل شریف میں مسیح کی بابت لکھے ہیں ان سے یہ نتیجہ نکالنے کی بجائے کہ جناب مسیح صلیب پر فوت ہوئے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ وہ صلیب سے زندہ اُتارے گئے اور بعد میں زندہ رہے تو کفارہ کی ساری عمارت آج ہی گر جاتی ہے۔ اگر آپ کے معجزوں کے قصوں کو تمثیلات فرض کر لیا جائے اور آپ کے کلام کو رنگ استعارہ سمجھا جائے تو مسیح کی الوہیت بھی ہرگز قائم نہیں رہ سکتی۔ اور یہ بات تو مسلّم ہے کہ مشرقی لوگ استعارہ اور مثال کے بیان کرنے میں بڑے مشتاق ہیں۔ اور مبالغہ کا استعمال بھی کثرت سے کرتے ہیں۔ اور اگر عیسائیت کے بھی دو بنیادی اصول ہیں تو ضروری ہے کہ ہر ایک مہذب اور ترقی یافتہ قوم اگر وہ اپنے قدیم مذہب کے ماننے میں چند ایسے وجوہ اصرار کرتی ہے جن کو مذہب سے کوئی تعلق نہیں تو اس کے لئے ضروری ہوگا۔ کہ وہ روش زمانہ کے مطابق بوقت ضرورت ایک نیا لباس اپنے عقاید کو پہنائے۔ اور اگر اسلام میں ذرہ بھر شخصیت کا رنگ ہوتا تو یقینی بات تھی۔ کہ اس کا بھی یہی حشر ہوتا۔ ایک مسلم کے ایمان کیلئے تمام معجزوں کا ماننا کوئی ایسی ضروری چیز نہیں۔ معجزہ کی غرض صرف اسی قدر ہے کہ اُن کے دکھانے والے واقعی خدا کی طرف سے مبعوث ہوئے ہیں۔ اور اُنکی ساری اہمیت اسی بات میں ہے کہ وہ صاحب معجزہ کی صداقت کی ایک بیّن دلیل ہیں ورنہ خاص اُنکی ذات پر ایمان لانا کچھ بہت ضروری نہیں۔ نبی کریم کی زندگی میں بہت سے معجزوں کا ذکر ہے۔ اور ہم کو ان کی صداقت میں ذرہ بھی کلام نہیں۔ لیکن محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے جن کو کارلائل صاحب "صُدید رسُول" کہتے ہیں کبھی اپنے تعلیم کے منوانے کیلئے معجزہ نہیں دکھایا۔ اور بجائے اسکے کہ اپنے مخالفوں کو معجزوں سے قائل کرتے۔ آپ ان کو مشاہدہ اور نیچر کی طرف توجہ دلاتے اور اُنکی عقل وفہم کو اپیل کرتے۔ اور جن لوگوں نے اسلام کو مدلّل وجوہ سے قائل ہو کر مان لیا تھا ان کے ایمان قوی کرنے کیلئے آپ نے بیشک معجزے دکھائے۔ قرآن شریف میں بھی نبی کریم کی بابت بہت سے واقعات کا ذکر ضمناً کیا گیا ہے۔ اور ان میں سے بعض میں معجزہ

رنگ بھی پایا جاتا ہے۔ اور مفسرین نے ان معجزات کے مختلف معنے کئے ہیں۔ اور اکثر دفعہ ایک ہی فرقہ کے دو عالموں نے ان معجزات کو مختلف شکلوں میں مانا ہے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ بحث مباحثے شروع ہوئے۔ کیونکہ نبی کریمؐ نے اس قسم کے اختلاف رائے کی اجازت دی تھی۔ اور اسکو قوم کیلئے رحمت فرمایا تھا بطور مثال ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ قرآن ہرگز اسبات کو تسلیم نہیں کرتا کہ جناب مسیح صلیب پر مرے۔ یا تو وہ زندہ صلیب سے اتارے گئے اور بعد میں طبعی موت مرے اور یا ان کو آسمان پر اٹھا لیا گیا اور ان کی جگہ کسی اور کو مصلوب کر دیا گیا۔ یہ دوسری تاویل نسطوری صاحبان اسلام میں لائے جو نویں یا دسویں صدی عیسوی میں بڑی کثیر تعداد میں اسلام پر ایمان لائے لیکن اس قسم کا اختلاف تو ایک علمی بحث ہے اس سے کسی مُسلم کے عقائد پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ ان دو مختلف راؤں کے رکھنے والے ہر دو پکے اور کامل مُسلم ہیں۔ اور ان میں سے کسی کو بھی دائرہ اسلام سے خارج سمجھنا ایک بہتان اور تہمت لگانا ہے۔ اسلام نے ہر ایک مسلم پر فرض کر دیا کہ وہ جناب مسیح کو خدا کا نبی مانے۔ اُن کی کتاب کو الہامی جانے اور اگر وہ اپنی اصلی حالت میں دستیاب ہوں تو ان پر عمل کرے ان سے فائدہ اُٹھاوے اور انکو اپنا سمجھے خواہ وہ زندہ آسمان پر ہیں یا زیر زمین دفن ہیں۔ اس سے کسی مُسلم کے عقائد یا ایمان میں کچھ فرق نہیں آتا۔ عبادت مسیح کو اسلام میں کوئی دخل نہیں +

مذہب اسلام نے ہمیشہ رائے کی آزادی اور ذاتی خیال کو وسعت دی ہے۔ جتنے کہ اختلاف رائے اور بحث مباحثہ کو آنحضرت صلعم نے رحمت اور برکت کا باعث فرمایا ہے کوئی مسلم کبھی بھی کسی ایک شخص کی رائے کو اپنا رہبر نہیں مان سکتا۔ اسلام میں پاپا دی حکومت یا رہبانیت کا کوئی دخل نہیں کسی درمیانی ہستی پر ایمان لانا ایک مسلم کے اس تعلق کی ہتک کرنا ہے۔ جو اسکی اپنی ذات کو خدا تعالےٰ سے ہے وہ اپنے سارے اعتقاد اور اصولہائے زندگی براہ راست قرآن شریف اور حدیث شریف سے اخذ کرتا ہے۔ اسکی طرز معاشرت انہی احکام پر ہے جو کتاب آسمانی میں کھلے الفاظ میں مندرج ہیں اور جن کی بہترین تشریح نبی کریم کی زندگی کے حالات میں پائی جاتی ہے۔ اور یہ سب ضروری باتیں بڑی صراحت کے ساتھ قید تحریر میں منضبط شدہ اسکے سامنے موجود ہیں اور ممکن ہی نہیں کہ وہ اُن کے کوئی ایسے معنے یا تاویل کرے جو تمام اسلامی دُنیا نے

بالاتفاق نہ مانتے ہوں لیکن انہی چند الفاظ میں ایک مسلم کا سارا مذہب اور ایمان آجاتا ہے قرآن شریف کو آخری اور کلی سرچشمہ معرفت ماننا ایک ایسا پختہ عقیدہ ہے کہ ایک مسلم کوئی بات قرآن شریف کی تعلیم کے خلاف نہیں مان سکتا خواہ وہ بات نبی کریم کی طرف ہی کیوں نہ منسوب کیجاتی ہے اور اس اعتقاد راسخ کی تعلیم خود محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی نے دی۔ اس قسم کی خلاف قرآن حدیثوں کو اسلامی اصطلاح میں حدیث وضعی یا بنائی ہوئی بات کہا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام اسلامی دنیا میں باوجود گروہوں اور اختلاف رائے کے اصول ایمان بالاتفاق ایک ہیں۔ اور ایمان کی تعریف کرنے میں بالاجماع سب مسلم متفق ہیں۔ اور یہ جو مختلف خیالات کے لوگ اسلام میں پائے جاتے ہیں۔ یہ تو اس آزادی رائے کا ایک قدرتی نتیجہ ہیں جو مذہبی معاملات میں ہر ایک مسلم کو بطور ایک پیدائشی حق کے دیگئی ہے۔ ذاتی خیال کی اس آزادی نے بحث مباحثہ کے شوق کو اور بھی تیز کر دیا۔ اور بڑی بڑی ضخیم کتابیں مذہبی مسائل پر لکھی گئیں۔ تاریخ اسلام میں اختلاف رائے کی بنا پر کسی کو تکلیف نہیں دیگئی۔ کیونکہ اس سے اصول اسلام پر کوئی اثر نہ پڑتا تھا۔ اور بنیادِ اسلام ان جھگڑوں کی دسترس سے ہمیشہ بالا رہتی تھی۔ جب اہل یہود اور عیسائیوں کی کثیر تعداد میں حلقۂ اسلام میں داخل ہوئیں تو اسلامی تصانیف میں وہ سب قصے مخلوط ہو گئے جو ان دو مذاہب میں رائج تھے۔ اور جو اسلام کے بنیادی اصولوں کے خلاف نہ تھے بعض نے ان کو بھی قبول کر لیا۔ اور بعض نے ان کو رد کیا۔ اور نتیجہ اس کا اختلاف رائے ہوا اور چونکہ اس قسم کی بحث مباحثہ سے اسلام پر چنداں اثر نہ پڑتا تھا۔ اس واسطے اسکو خوب وسعت دیگئی۔ اور جوں جوں نئے خیالات کے لوگ اسلام میں داخل ہوتے گئے توں توں اس قسم کی اختلاف رائے بھی بڑھتی گئی۔ موجودہ سائنس کے جس قدر اصول ہیں ان کی بابت بھی مسلمانوں کا یہی رویہ ہے۔ اور یہ کہنا کہ اسلام میں تجدید ہو رہی ہے اسلام کے اصولوں سے ناواقفیت ظاہر کرنا ہے۔ اسلام ان بیلوں کی طرح نہیں جو کسی دوسرے درخت کے سہارے کے بغیر کھڑی نہیں رہ سکتیں۔ اسلام خود اپنی ٹانگوں پر قائم ہے۔ ہم کبھی اپنے مذہبی عقائد کسی جدید فلسفہ یا سائنس کے مطابق تبدیل نہیں کرتے۔ اور آج تک قرآنی الفاظ کو کسی رائج الوقت تھیوری کی مطابقت کیلئے موڑا توڑا نہیں گیا۔ ہم مفید بات کو مان لیتے ہیں اور

ضرر رساں کو رد کر دیتے ہیں لیکن ہر حالت میں قرآنی احکام ہی ہماری تمیز نفع و نقصان کی بنیاد ہونگے جو کوئی بات بھی باہر سے اسلام میں آئی ہے۔ اس کا ماننا ہم پر کوئی ضروری اور لابد نہیں۔ اس قسم کی باتوں کو ہمیشہ فروعی امور قرار دیا گیا ہے۔ اور اصول ہائے اسلام کے باہر شمار کیا گیا ہے۔ اور اگر اس قسم کی کوئی بیرونی بات غلط یا خلافِ عقل ثابت ہو تو فوراً رد کی جا سکتی ہے بانئ اسلام نے کوئی پہلو غیر مکمل نہیں چھوڑا۔ جو کچھ بعد میں داخل کیا گیا وہ ایک قسم کی عقلی ترقی ہے۔ اس کو خواہ برقرار رکھا جائے یا رد کیا جائے۔ اس سے اسلام کے ذاتی محاسن پر کوئی حرف نہیں آ سکتا۔ کیونکہ ان باتوں کو کبھی بھی بنیادی اصولوں کی سی وقعت نہیں دی جاتی۔ یہ تو ایک قسم کی روحانی تفریح تھی اور تاریخ اسلام میں ہمیشہ سے اختلافِ رائے چلا آیا ہے۔ اور کبھی کسی کو صرف اختلافِ رائے کی وجہ سے ضرر یا ایذا نہیں دی گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بڑے سخت بحث مباحثے ہوئے۔ اور طرفین نے خوب زور دکھایا لیکن اس کا نام فرقہ بندی رکھنا واقعات سے آنکھیں بند کرنا ہے کیونکہ ان مختلف راؤں کے ماننے والے اسلام کے بنیادی اصولوں پر ہمیشہ متفق رہے ہیں اور کبھی بال بھر بھی اختلاف نہیں ہوا +

لیکن ان دلوں کے لئے جنہوں نے مذہب کلیسیا کے ماتحت پرورش پائی ہے۔ یہی مندرجہ بالا اختلافِ رائے فرقہ بندی کی بنیاد کیلئے کافی ہے۔ کیونکہ ان کے اپنے مذہب میں ایسا ہی ہوا ہے لیکن وہ اس ضروری امر کو بالکل بھول جاتے ہیں۔ کہ اسلام کے بنیادی اصول عیسائیت اور دیگر مذاہب سے بالکل مختلف ہیں عیسائیت میں تو کسی ایک شخص کی شخصیت سب سے ضروری ہے۔ اور اسلام میں اصولوں کو سب سے زیادہ وقعت دی گئی ہے۔ ایک کی بنیاد اور ڈھانچہ ایک کتاب اور ایک ایسے انسان کی شخصیت پر ہے جس کی زندگی کے حالات اصلی اور حقیقی موجود ہیں۔ دوسرے میں ان باتوں میں کوئی بھی نہیں پائی جاتی۔ ایک کے اصول اور عقائد بالکل مشرح اور کھلے ہیں۔ اور اسکی سارے پہلوؤں کو اس کے بانی نے مکمل کر دیا ہے۔ اور برخلاف اسکے دوسرا آنیوالی نسلوں کی اصلاح اور تکمیل کا حاجتمند ہے۔ اسی طرح تاریخ کلیسیا کے مطالعہ کرنیوالے مذہب اور سیاسی امور کے اختلاط کو بآسانی دیکھ سکتے ہیں عیسائیت کے مختلف فرقوں کا اختلاف جو آج لاکھوں آدمیوں کی نظروں میں صلیبی اختلاف ہیں۔ آج سے چند صدیاں

بیشتر ایک سیاسی ضرورت کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے۔ تاریخ اسلام میں بھی سیاسی امور کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوئے لیکن چونکہ اسلام میں ہر ایک چیز کو مذہبی رنگ دیا جاتا ہے۔ ان امور کو بھی مذہبی وقعت دیجا سکتی ہے لیکن اس اختلاف کا نام بھی لفظ فرقہ کے موجودہ مفہوم کے مطابق فرقہ بندی نہیں کہا جا سکتا۔ مثال کے طور پر اسلام کے دو بڑے گروہوں یعنی فارس کے اہل تشیعہ اور باقی اسلامی دنیا کے اہلسنت کو ہی دیکھ لو۔ ان دو گروہوں کا سب سے بڑا اختلاف نبی کریم کی خلافت پر ہے۔ ضروری تھا کہ نبی کریم کی وفات پر اسلام کو ترقی اور وسعت دینے کیلئے ایک خلیفہ منتخب کیا جاتا۔ بعض نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔ اور بعض کا یہ خیال تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی آنحضرتؐ کے جائز خلیفہ ہو سکتے تھے۔ پہلے گروہ کا نام اہلسنت ہے۔ اور دوسرے کو اہل تشیعہ کہا جاتا ہے۔ نہ حضرت ابوبکر اور نہ حضرت علی رضی اللہ عنہما نے قرآن یا نبی کریم کی تعلیم میں کوئی کمی بیشی کی۔ اگر وہ ایسا کرتے تو اسی وقت ان کو برطرف کر دیا جاتا۔ ذرا فارس اور سیریا میں جا کر دیکھو تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ اہل تشیعہ اور اہلسنت ایک ہی ایمان اور عقیدہ رکھتے ہیں۔ بعد ازاں ان دو مختلف رائیں کے رکھنے والوں میں اور بہت سے لوگ پیدا ہو گئے جنہوں نے مختلف مسائل میں اختلاف کیا +

اسلام پر ایک بہت ہی سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے لیکن بدقسمتی سے مغرب میں ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی ہے جو اسلام کے اصولوں اور عقائد کو غلط طور پر پیش کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے جس قدر کوشش ہم مغربی قلوب پر سے اس غلط فہمی کو دور کرنے کی کرتے ہیں ۔۔ یہ مذہبی یا سیاسی پادری ؟ کچھ بھی ان کو کہئے جھٹ اس کا توڑ کر کے کسی اور پہلو سے اس قبیح کام کو شروع کر دیتے ہیں۔ اور ظلم تو یہ ہے۔ کہ وہ وہی الزام ہمارے سر تھوپتے ہیں۔ جو خود ان کی اپنی پیشانی پر باعثِ ننگ و عار ہے۔ زمانۂ وسط کی عیسائیت اس بات کو مانتی تھی کہ عورت میں روح نہیں۔ اور آج یہی الزام ہماری طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اہل مغرب عیسائیت کے متضاد فرقوں سے تنگ آ کر اسلام کی وحدانیت کی طرف کھچے آ رہے ہیں۔ اور ضروری ہے کہ اس کا توڑ کرنے کیلئے یہ نام نہاد کے پادری اور مشنری پھر اپنا پرانا ڈھنگ اختیار کرینگے + لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب خدا نے ہمیں اچھا موقع دیا ہے

سو تعلیم یافتہ قلوب کے سامنے ہم اسلام کے محاسن پیش کریں اور یقیناً وہ اسلام کے گرویدہ ہو جائیں گے۔ لوگوں نے اب سوچنا شروع کیا ہے۔ اور جب حق کے سچے متلاشی اِن الزام دہندگان سے جواب طلب کرتے ہیں تو کہا یہ جاتا ہے کہ اب جو اسلام پیش کیا جاتا ہے یہ ایک تبدیل شدہ جدید مذہب ہے۔ لیکن کیا یہ لوگ ایک بھی ایسی نظیر پیش کر سکتے ہیں جس میں ان صفحات کے لکھنے والوں میں سے کسی نے بھی اسلام کا کوئی پہلو اس طرح پیش کیا ہو جس کی قرآن کریم اور حدیث شریف میں شہادت نہ ہو۔ ہم بڑے کھلے الفاظ میں علی الاعلان کہتے ہیں۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ بندی نہیں۔ ہاں اس بات سے انکار نہیں کہ مسلم کا دل پاپائی حکومت یا رُہبانیت کے جُوئے سے مقید نہیں۔ اس قسم کی روک اسکی فطرت کے خلاف ہے کیونکہ اسلام میں آزادگی رائے سب سے پہلا اصُول ہے۔ سوچنا اور غور کرنا ایک ربانی عطیہ ہے۔ اور اس کا قدرتی نتیجہ اختلاف رائے ہے۔ ہم ایکدوسرے سے اختلاف کئے بغیر نہیں رہ سکتے لیکن جن باتوں کا نام اسلام ہے۔ ان میں کبھی دو رائے قائم نہیں ہوئیں۔ حق ہمیشہ ایک ہوتا ہے۔ اور اسی واسطے اسلام میں کامل وحدانیت پائی جاتی ہے۔ یہ متعصب لوگ جو ہماری بابت غلط بیانی کا زہر اُگلتے رہتے ہیں۔ کیا یہ اس بات کی تردید کر سکتے ہیں۔ ہم دعوت دیتے ہیں۔ کہ وہ اسکی تردید کریں۔ اور ہم انکی صفحوں یعنی اسلامک ریویو میں بخوشی تمام ان کے مضامین چھاپینگے۔

# جنابِ مسیحؑ اپنی بابت کیا فرماتے ہیں؟

واذ قال اللہ یٰعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ قال سبحٰنک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق۔ ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علام الغیوب (ترجمہ۔ اس دن اللہ مریم کے بیٹے سے پوچھیگا۔ کیا تم نے لوگوں کو کہا کہ خدا کے علاوہ مجھ کو اور میری والدہ کو دو خدا مانو (عیسیٰ) عرض کرینگے۔ تیری ذات پاک ہے مجھ سے یہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ کہ میں ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو میرا کہنا تجھ کو ضرور ہی معلوم ہوگا۔ کیونکہ تو میرے دل کی بات جانتا ہے۔ اور میں تیرے دل کی بات نہیں جانتا۔ غیب کی باتیں تو ہی خوب جانتا ہے)۔

*۔ حضرت مریم کی بابت جو قرآن میں خدائی منسوب کی گئی ہے۔ اس سے بعض عیسائی نقطہ چین اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ قرآن میں تثلیث کا مفہوم خدا۔ مسیح اور مریم کا مجموعہ ہے لیکن یہ نتیجہ بالکل بے بنیاد اور غلط فہمی پر مبنی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ مریم کی بابت بھی اسی قسم کے الفاظ ہیں کہ عیسائیوں نے اسکو بھی منصب الوہیت پر بٹھایا لیکن اس جگہ پر مسئلہ تثلیث کا کوئی ذکر نہیں۔ اور قرآن میں جہاں کہیں تثلیث کا ذکر ہے وہاں مریم کی خدائی کا کوئی اشارہ نہیں نیز اگر عیسائیوں کے بعض فرقے مریم کو خدا کی ماں تسلیم کرکے اسکی عبادت نہ کرتے تو بھی ایسا نتیجہ نکل سکتا تھا کہ قرآن نے مریم کو تثلیث کا ایک جزو ثالث مانا ہے لیکن مریم کی پرستش اور اسکو خدا ماننا ایک مشہور مسئلہ ہے رومن کیتھولک کلیسیا کے عقائد میں مندرجہ ذیل امور پر "بھی ایمان لانا ضروری ہے کہ وہ یعنی مریم مسیح کی خدا کی والدہ ہے اور حوا ثانی ہے جس کے ذریعے سے ہم کو کرم اور زندگی ملی وہ رحم اور ترس کی ماں ہے اور خصوصاً ہماری وکیل ہے۔ اور اسکے بت اور مجسمے ہمارے از حد مفید اور نفع رساں ہیں (انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا باب ۲ زہد جلد ۱۶ حصوص صفحہ ۳۱۶) یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ دعا رحمت و برکت میں مریم میں شفاعت کیا واسطے والا جاتا تھا۔ اور نیز تھریس۔ سیریا۔ اور عرب میں بعض ایسی عورتیں تھیں۔ جو مریم باکرہ کی پرستش بطور معبود کے کرتی

مندرجہ بالا آیت قرآنی میں اس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے جو قیامت کے دن جناب مسیح اور خدا تعالے کے درمیان ہوگا۔ جس میں حضرت عیسیٰ نہ صرف اپنی الوہیت اور خدائی کا انکار کرتے ہیں۔ بلکہ اپنے حواریوں کو بھی اس قسم کی کوئی تعلیم دینے سے انکاری ہیں + خوش قسمتی سے اناجیل اربعہ میں جو واقعات جناب مسیح کی زندگی کے مندرج ہیں۔ اگرچہ وہ بالکل صحیح اور حقیقی تو نہیں لیکن پھر بھی قرآنی آیات کی شہادت دیتے ہیں اور اور قرآن نے جو واقعات مسیح کی طرف منسوب کئے ہیں۔ ان کے صحیح ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔ لیکن پیشتر اس کے کہ میں انجیل کے وہ حوالے پیش کروں جنمیں جناب مسیح اپنی شان کی بابت کچھ فرماتے ہیں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپکے سامنے ایک آیت قرآنی پڑھوں جس میں خدا کی ذات اور صفات کی تعریف کی گئی ہے۔ ہم جناب مسیح کے الفاظ کا قرآنی نقطہ خیال سے ترجمہ

---

حاشیہ: تھیں۔ اور دیگر رسومات کے علاوہ میٹھی روٹی کا چڑھاوا بھی چڑھایا کرتی تھیں یہی مصنف آگے چلکر لکھتا ہے کہ ایفسس کی کونسل سے لیکر (جو ۴۳۱ عیسوی میں ہوئی) آج تک مریم باکرہ اور اس کے بچے کی تصویر کو دکھانا مذہبی جوش کا اظہار سمجھا جاتا تھا۔ ایفسس کے فیصلہ کے بعد مریم کی پرستش کی ترقی کے حالات دریافت کرنا بالکل ناممکن ہے جسٹنین اپنے قوانین میں سلطنت کی حفاظت کیلئے مریم کی شفاعت کے ضروری ہونے کا ذکر کرتا ہے۔ اور اس نے سینٹ سوفیا کے نئے گرجے کے مقدس معبد کو اس کے نام سے نامزد کیا۔ نارسس نے میدان جنگ میں مریم سے مدد مانگی اور شہنشاہ ہرکولین نے اپنے جھنڈے پر اس کا نام لکھوایا۔ دمشق کا جان اسکو عورتوں کی سرتاج مانتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اسکے بیٹے کی عظمت کی وجہ سے تمام کائنات اسکے ماتحت کردی گئی ہے پیٹر ڈیمین اسکو تمام مخلوق سے بالا اور اشرف مانتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اسمیں خدائی صفات موجود تھیں۔ اور یہ کہ ہر دو عالم پر حکمران ہونے کے باوجود وہ ہماری نسل انسانی کو نہیں بھولی اور حقیقت تو یہ ہے کہ عیسائی دنیا نے اپنے شافع تک پہنچنے کے لئے ایک اور شفیع کی ضرورت محسوس کی۔ اور اس طرح حضرت مریم کو جناب مسیح کے پہلو بہ پہلو مسند الوہیت پر متمکن کیا گیا +

(ماخذ از ترجمۃ القرآن انگریزی از مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل۔ بی)

کرینگے تا معلوم ہو جائے کہ خود حضرت عیسیٰ نے بھی کبھی دعویٰ خدائی کیا یا نہیں آیت الکرسی میں فرمایا۔ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم لہٗ ما فی السموات وما فی الارض من ذا الذی یشفع عندہٗ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشیٍٔ من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ السموات والارض ولا یؤدہٗ حفظھما وھو العلی العظیم (ترجمہ۔ اللہ وہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ حیّ وقیوم ہے۔ نہ اسکو نیند آتی ہے اور نہ اونگھ۔ آسمان وزمین میں جو کچھ ہے اس کا ہی ہے۔ کون ہے جو اس کے حکم کے بغیر اس کے پاس شفاعت کرسکتا ہے وہ سب کو جانتا ہے جو ان کے آگے اور ان کے پیچھے ہے۔ اور اس کے علم کے بغیر وہ کسی چیز پر احاطہ نہیں رکھتے [redacted] کا علم آسمان وزمین پر حاوی ہے اور ان دونوں کی حفاظت سے وہ تھکتا نہیں۔ وہ سب سے بلند ترین اور بزرگ ترین ہے) +

"اب ذرا بائبل پر نظر ڈالیئے۔ یوحنا کی انجیل میں لکھا ہے:۔

"میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا (یوحنا باب ساتواں آیت ۲۸)

"میرا باپ مجھ سے کہیں بڑھ کر ہے (یوحنا باب چودھواں آیت ۲۸) +

"سب حکموں میں اول یہ ہے کہ اے اسرائیل سن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خدا ہے (مرقس باب بارھواں آیت ۲۹) +

"تو اپنے خداوند خدا کی پرستش کریگا اور صرف اسکی خدمت کریگا (متی باب ۴ آیت ۱۰)

"تم مجھے کیوں نیک کہتے ہیں سوائے ایک یعنی خدا کے کوئی نیک نہیں"۔

"میں ابھی اپنے باپ کی طرف نہیں چڑھا لیکن اپنے بھائیوں کی طرف جاؤ اور ان سے کہو کہ میں اپنے اور تمہارے باپ کی طرف یعنی اپنے اور تمہارے خدا کی طرف چڑھتا ہوں"

"میں بلید روحوں کو خدا کی انگلی سے نکالتا ہوں"۔ (لوقا باب گیارہ آیت ۲۰) +

"اے باپ تیرا شکر کرتا ہوں۔ کہ تو نے میری سنی ہے۔ اور میں نے جانا کہ تو میری سنتا ہے۔ پر ان لوگوں کے باعث جو اس پاس کھڑے ہیں۔ میں نے یہ کہا

تاکہ وے ایمان لائیں کہ تُو نے مجھے بھیجا ہے (یوحنا باب گیارہ آیت ۴۱ و ۴۲)

"یہ کام جو باپ نے مجھے سونپے ہیں تاکہ پورے کروں یعنی یہ کام جو میں کرتا ہوں مجھ پر گواہی دیتے ہیں کہ باپ نے مجھے بھیجا ہے (یوحنا باب ۵ آیت ۳۶)

"اور اگر کوئی شخص میری باتیں نہ سُنے اور ایمان نہ لائے تو میں اس پر حکم نہیں کرتا کیونکہ میں اسلئے نہیں آیا کہ جہان پر حکم کروں (یوحنا باب ۱۲ آیت ۴۷)

"پھر کچھ آگے بڑھ کر وہ مُنہ کے بل گرا اور دُعا مانگتے ہوئے کہا۔ کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے گذر جائے تو بھی میری خواہش نہیں بلکہ تیری خواہش کے مطابق ہو"۔ (متی باب ۲۶ آیت ۳۹)

"ایلی ایلی لما سبقتنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا (متی باب ۲۷ آیت

"اے میرے باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں (لوقا باب ۲۳ آیت ۴۶)

کیا یہ سب الفاظ خدا کے ایک سچے خادم اور حلیم الطبع بندے کے ہیں یا خود خدا کے کیا حضرت عیسیٰ اپنی زبان سے اپنی طاقت اور اپنے علم کو محدود نہیں مانتے۔ کیا اپنے روزمرہ کے گذران تک کیلئے وہ خدا کی مدد کے طلبگار نہیں۔ کیا خدا کی مرضی کے آگے وہ کامل رضا سے سر نہیں جھکاتے۔ اور کیا خدا کے مقابل میں اپنا ذکر کرتے وقت وہ ہر قسم کی نیکی سے انکاری نہیں۔ بلا شک وہ خدا کے ایک رسول تھے اور جو کچھ وحی انہوں نے خدا سے پائی وہ انہوں نے مخلوقِ خدا کو پہنچا دی۔ آپ کی بابت مشہور ہے کہ آپ نے کچھ چند معجزے دکھائے لیکن وہ تو ہر جگہ خدا کی مدد مانگ کر کوئی معجزہ دکھاتے ہیں اور دکھانے کے بعد اسکو خدا کی طاقت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ آپ نے لعزر کو دوبارہ زندہ کیا لیکن اس موقعہ پر ان کو خدا کی درگاہ میں دُعا کرنی پڑی۔ اور دُعا کے قبول ہونے پر انہوں نے خدا کا بڑا شکریہ ادا کیا۔ پس بائبل ان کو جو درجہ دیتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ مستجاب الدعوات تھے نہ کہ خود خدا تھے

اب ذرا اس تعریف کو بھی سنو جو قرآن کریم نے ہستی باری تعالیٰ کی بابت سکھائی ہے۔ فرمایا:-

جو کچھ آسمان زمین میں ہے اسی کا ہے جو گذشتہ ہے اور جو کچھ پیش آنیوالا ہے وہ سب اسکو معلوم ہے اس کا علم زمین آسمان پر حاوی ہے۔ اور اُن کی حفاظت اس پر گراں نہیں +

اب ذرا اس تعریف کا مقابلہ ان الفاظ سے کرو جو جناب مسیح اپنی ذات کے متعلق فرماتے ہیں:-

"لومڑوں کیلئے بل ہیں اور طائران ہوائی کے لئے گھونسلے ہیں۔ لیکن ابن آدم کو سر چھپانے کی جگہ نہیں" +

"میں بذات خود کچھ بھی نہیں کر سکتا اس دن یا اس گھڑی کا علم کسی کو نہیں بلکہ بیٹے کو بھی نہیں" +

اب سمجھ میں نہیں آتا کہ اناجیل میں اس قسم کے الفاظ کے ہوتے ہوئے کس طرح کوئی شخص جناب مسیح کے لئے دعوئے الوہیت کر سکتا ہے۔ میں نے اکثر دفعہ انجیل کو بغور پڑھا ہے لیکن مجھے کبھی بھی کوئی ایسی بات اسمیں نہیں ملی جس کی بنا پر جناب مسیح کو خدا مانا جاوے کس قدر تعجب کی بات ہے کہ عیسائی پادری باوجود اس قدر تعلیمیافتہ ہونے کے اس معمولی اور کھلی صداقت کو سمجھ نہیں سکتے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ مسیح نے بالکل ٹھیک کہا جب فرمایا "کہ اے باپ میں تیرا بڑا ہی شکر گذار ہوں کہ تو نے ان باتوں کو عاقلوں اور سمجھداروں سے روک کر بچوں پر ان کو کھولا ہے +

لیشبیر

---

# پادری لوگ اپنے قیام کیلئے کیا کیا وسائط اختیار کرتے ہیں

گذشتہ تین ہزار سال کی مذہبی تاریخ پر نظر دوڑانے سے معلوم ہوتا ہے کہ پروہتوں کاہنوں کی کثرت بشکل بجز سوائے اسلام کے ہر مذہب میں ہر وقت موجود نظر آتی ہے۔ اس مکروہ جماعت کو اگر دُنیا کی بدترین بدی کی جڑ کہا جائے تو بیجا نہیں کیونکہ وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خداؤں یا خدا نے اُن کو منور کیا ہے۔ اور خاص قویٰ وصفات اُن کو بخشے ہیں یا یوں کہئے کہ خدا کی خدائی انہیں کے بل پر چل رہی ہے۔ لوگوں کو ایک عجیب سہمی ہوئی حالت میں رکھتے ہیں اور تعصب و کاہلی کا بیج لوگوں کے دلوں میں خوب بو دیتے ہیں بطور مثال میں عیسائیت اور یہودیت میں رہبانیت کی ترقی کا حال بیان کرتا ہوں۔ پہلے پہل بنی اسرائیل کو پجاریوں کی چنداں ضرورت نہ تھی لیکن جب موسیٰ کے دس قوانین کی اشاعت کی گئی تو پجاریوں اور نقیبوں کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ تاہم خروج بنی اسرائیل کے وقت اُس صندوق کی حفاظت کیلئے جس میں وہ تختیاں محفوظ تھیں جن پر موسیٰ کے دس احکام تھے۔ ہارون علیہ السلام کی سرداری کے ماتحت صرف گنتی کے آدمیوں کی ضرورت تھی۔ لیکن چونکہ اس کام کیلئے لیوی قبیلے کے لوگ منتخب ہوئے تو بعد ازاں ایک قسم کا رواج پیدا ہو گیا۔ کہ صرف اسی قبیلے کے لوگ پجاری بننے کے جائز حقدار سمجھے جانے لگے۔ بعد ازاں جب یہودی لوگ ارض مقدس میں مقیم ہو گئے۔ اور بہت سے شہروں اور قصبوں میں صومعے بنائے گئے۔ تو اس وقت مذہبی رہنمائی کے سارے فرائض ایک ہی قبیلے کے سپرد کر دیئے گئے۔ اور اس دن سے لیکر آج تک انکی لامحدود طاقت کے آگے کوئی چوں نہیں کرسکا۔ افسوس کی بات ہے کہ بہت ہی کم لوگ یہودی مذہب سے کچھ واقفیت رکھتے ہیں یا حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس قسم کی جہالت کا ایک نتیجہ تو ایشیائی قوموں سے نفرت اور لاپرواہی ہے۔ جو بہت ہی ضرر رساں ثابت ہوئی ہے۔ اور علاوہ ازیں یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آتی کہ کس طرح کوئی فرد حضرت مسیح کی زندگی اور انکی تعلیم کا پورا مفہوم سمجھ سکتا ہے۔ جب تک وہ ان حالات اور واقعات سے بکلی واقف نہ ہو جن کے ماتحت جناب مسیح نے تبلیغ حق کی حضرت عیسےٰ

پجاریوں اور فریسیوں کے سخت مخالف تھے۔ اور اگر وہ اس مخالفت میں کھُلم کھُلا زور نہ لگاتے تو کبھی بھی اُن کو صلیب پر چڑھایا نہ جاتا۔ آپنے فرمایا:۔

"جب تک تمہاری نیکی فریسیوں اور کاہنوں کی نیکی سے بڑھ کر نہ ہوگی تم کبھی خُدا کی بادشاہت میں داخل نہ ہو گے"۔ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ کے زمانوں کی درمیانی صدیوں میں بڑی بڑی ضخیم تصنیفات اُن قوانین اور اصولوں کی بابت جو تورات کی پہلی پانچ کتابوں میں مندرج ہیں لکھی جا چکی تھیں ہر نئی ضرورت کے وقت ان قوانین کیلئے معنی تراشے جاتے تھے۔ اور ہر نئے معنے کرتے وقت قبیلہ لیوی اپنا اقتدار بڑھاتا چلا جاتا تھا۔ گذشتہ کا تو کیا ذکر آج بھی کوئی یہودی مذہبی مجلس قائم نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس میں دس مذکر انسان جن میں سے کم از کم ایک کا قبیلہ لیوی میں سے ہونا ضروری ہے موجود نہ ہوں۔ اہل روما نے ان کی قدر و عزت و توقیر کی کہ حکومت ملک بھی انہی کے متبرک ہاتھوں کے سپرد کردی۔ جناب مسیح قبیلہ لیوی کے پرستاروں میں سے نہ تھے۔ ان کی ماں بیشک پرستاران لیوی میں سے تھی۔ لیکن چونکہ اُن کی شادی ایک ایسے شخص سے ہوئی جو قبیلہ لیوی کی بہت عزت نہ کرتا تھا۔ اس واسطے ہم مریم صدیقہ کو اس کے پرانے ہمخیالوں کے ساتھ شمار نہیں کر سکتے۔ میرے خیال میں اس مضمون کے پڑھنے والے بخوبی سمجھ گئے ہونگے کہ جب جناب مسیح نے علاوہ ایک نئی بات پیش کرنے کے فریسیوں اور پجاریوں کی خبرارگوں اور چالبازیوں کو طشت از بام کردیا تو قدرتاً یہ گروہ ان کا جانی دشمن ہوگیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسیح کے دشمنوں نے ان کو صلیب پر چڑھا دیا لیکن بدقسمتی سے مسیح کے پیرو سینٹ پال کی ماتحتی میں جب بیرونجات میں نکلے تو یا بوجہ کم فہمی اور یا عمداً مسیح کی تعلیم کو ایک ایسے رنگ میں پیش کیا کہ وہ بہت جلدی پجاریوں کا ایک اور گروہ پیدا ہوگیا یہ گروہ بھی یہودی فریسیوں سے کم طاقتور اور چالباز نہ تھا۔ فرق صرف اتنا ہوا کہ بجائے ایک قبیلے کے تبت کے لاما کی طرح قبیلوں کی خلافت شروع ہوگئی۔ اور جس شخص کو پوپ چن لیا جاتا تھا اس پر روح القدس بڑے زور سے نازل ہونے لگ جاتی تھی۔ اور اسی طرح درجہ بدرجہ دیگر عمائدین کلیسیا یعنی بشپ ڈین اور پادری صاحبان وغیرہ میں درجہ وار حلول کرتی تھی۔ جو کچھ پادری صاحب کی زبان سے نکلے اسکو خدا کا کلام سمجھا جاتا تھا۔ اور یہ بات تو ایک قسم کی ضرب المثل بن گئی ہے کہ بھلا

پادری صاحب بھی کسی غلطی کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔ جس طرح حضرت عیسیٰ خدا اور انسان کا درمیانی واسطہ ہیں اسیطرح راہب اور پادری مسیح اور عوام کا درمیانی واسطہ بن گئے۔ کہا یہ جاتا تھا کہ کمزور گنہ گار انسان خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے گناہوں کا اقرار خود اس غفور رحیم ہستی سے نہیں کر سکتا۔ پس ضروری ہے کہ وہ کسی پادری کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرے۔ تاکہ پادری صاحب جنمیں روح القدس خوب حلول کر گئی ہے اسکو معافی اور عفو کا یقین دلاویں۔ تمام کلیسیا اور عیسائی مذہب کا بنیادی اصول یہی ہے عیسائی رہبانیت کا ایک اور بڑا پہلو امتناع ازدواج ہے (اگرچہ استعمال شراب وغیرہ ممنوع نہیں) اگر زیادہ نہیں تو ہم اتنا تو کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ انسانوں کے اتنے بڑے گروہ کو شادی سے قطعی روک دینا اور ساتھ ہی دیگر مرد و عورتوں پر ان کو اسقدر اختیار دیدینا بڑا ہی خطرناک طریق ہے خصوصاً اس حالت میں جبکہ روح القدس کے موجود ہونے کی وجہ سے کسی شخص کو پادری صاحب کے افعال اور اعمال پر نقطہ چینی کرنے کا اختیار نہ ہو مذہب کی آڑ میں جو جو بداعمالیاں کیجاتی ہیں۔ اور پھر کتب مقدسہ کے الفاظ سے ان افعال شنیع پر ملمع کیا جاتا ہے۔ اکثر اوقات انہی کی وجہ سے بہت سے لوگ مذہب سے متنفر ہو کر خدا تک انکار کر دیتے ہیں۔ ان حالات کے ماتحت کیا یہ بہت ہی خوش کن اور دل لبھانیوالی بات نہیں کہ ہم ایک ایسے مذہب کی طرف توجہ کریں جس میں عمل کام آدیں جسمیں ہم بذات خود خدا سے ہمکلام ہوں یا کم از کم براہ راست اپنی درخواستیں پیش کر سکیں۔ اور کسی ثالث یا واسطے کی ضرورت نہ ہو جسمیں نہ رہبانیت کا دخل ہو۔ اور نہ چیلے وغیرہ کی خلافت کا رواج ہو اور نہ کوئی ایسی جماعت ہو جس کی روزی اور معاش خلق خدا کی جہالت اور اندھی تقلید پر منحصر ہو۔ اسمیں شک نہیں کہ مسجدوں کیلئے خادموں کی ضرورت ہے۔ اور بعض آدمی مذہب کی خدمت کیلئے اپنی زندگی وقف کرنا پسند کرتے ہیں لیکن جس چیز کا نام رہبانیت ہے وہ اسلام میں کبھی بھی پائی نہیں گئی۔ کیونکہ آخر کار پادری یا پجاری کون ہے ایک انسان ہی تو ہے آپ نے مجھے لیکر کچھ رسومات ادا کر سکتے ہیں لیکن ان رسومات کے ختم ہو جانے کے بعد کیا کوئی محقق اور عاقل انسان اس بات کو تسلیم کریگا۔ کہ مجھ میں روح القدس

حلول کر گئی ہے نہ اس واسطے کہ ہیں نے ایک پاک اور نیک اعمال سے پُر زندگی بسر کی ہے۔ بلکہ صرف اس واسطے کہ امتحان پاس کرنے کے بعد مجھ کو پادری بنا دیا گیا ہے۔ خیر اسبات کا ہم کو کامل اطمینان ہے کہ بُرائی اور بدی ہمیشہ سرسبز نہیں رہ سکتی۔ اور عیسائیت کے اکثر حصوں میں زمانہ اصلاح سے لیکر آج تک برابر پادریوں کا زور اور طاقت روبہ تنزّل رہا ہے۔ اور نسل انسانی آہستہ آہستہ اس مذہب کی طرف کھنچی آرہی ہے جس میں ہر ایک انسان خدا کے حضور دُعا مانگ سکتا ہے۔ جہاں نیکی اور بزرگی کا معیار اعمال حسنہ ہیں اور جسقدر فائدہ کوئی خلق خدا کو پہنچائے اُسیقدر اس کا رُتبہ بلند ہے۔ ایسے مذہب میں پادری پروہت کا کیا کام +

اُس خدائے واحد کی صدق دل سے عبادت کرنے کیلئے جو سب پر حکمران ہے جس کو جاہل اور عالم دونوں یکساں جانتے ہیں ایک ایسے دل کی ضرورت ہے جو پروہتوں کے بھجن کلیسیا کے باجے اور خوشبوؤں کو فراموش کر کے خلوص دل سے خُدا کی طرف دھیان لگائے۔ اس قسم کی نماز اور عبادت کا سکھانیوالا مذہب صرف اسلام ہی ہے۔ اور ثالثوں اور واسطوں کے نہ ہونے ہی کی وجہ سے مسلمان لوگ اپنے مذہب سے بہ نسبت دوسرے لوگوں کے بہت قریب ہیں۔ اس گروہ کی غیر حاضری کی وجہ سے کہ اسلام میں بہت ہی کم رسُومات ہیں۔ اور اُنمیں کوئی افراط تفریط نہیں ہوئی اور اسلام جس شکل میں نبی کریم کے دہن مبارک سے نکلا بعینہٖ اسی شکل میں آج بھی موجود ہے +

مسلمان

# محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آیت اللہ

(از جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لاء)

(بسلسلہ صفحہ ۲۴۰ جلد ۱۲ نمبر ۶)

## اسلام بحیثیت ایک مذہب کے کامل او مکمل ہے گذشتہ تیرہ سو سال سے اسمیں کوئی افراط تفریط کمی بیشی نہیں ہوئی

بعض سادہ لوح یہ اعتراض کرتے ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے قادر مطلق ہونے کی آیت نہیں ہوسکتے کیونکہ مذہب اور قوم کو فتح و نصرت دلانے کیلئے آپنے جسمانی اور مادی ذرائع سے کام لیا بھلا خدا قادر مطلق کو ذرائع یا اسباب کی وساطت کی کیا ضرورت ہے۔ اگر خدا کو اپنی قدرت اور طاقت ثابت کرنی منظور تھی تو کیوں نہ اُس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یکلخت کامیاب و سُرخرو کر دیا۔ کیوں اُس نے نبی کریم سے جنگ کرائے۔ آپ کی جان خطرے میں ڈلوائی۔ اور جان توڑ وسعی کوششوں کے بعد کامیابی کا چہرہ دکھایا۔ کیوں اس نے آپکے معدودے اصحاب اور گنتی کے پیروؤں کو بیحد ایذائیں اور تکلیفیں پہنچانے کے بعد نصرت و حکومت عطا کی +

مل صاحب لکھتے ہیں "۔ اور واقعی اس سے انکار بھی نہیں ہوسکتا۔ کہ اسباب کا دست نگر ہونا اور ذرائع کی ضرورت محسوس کرنا قوی کے محدود ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ اگر صرف زبان ہلانے سے کسی کا کام بن جائے تو کیا ضرورت ہے کہ اسباب اور ذرائع کو کام میں لائے" (تھری ایسیز آن ریلیجن صفحہ ۷۶)

قربان جائیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جو اعتراض آج بیسویں صدی عیسوی میں ہوتے تھے۔ آج سے تیرہ سو برس پہلے ہی ان کا جواب دے چھوڑا ہے۔ آپنے بڑے کھلے الفاظ میں فرمایا۔ کہ خدا کو اپنے کام پورا کرنے کیلئے کسی اسباب کی ضرورت نہیں۔ خدا سے وحی پاکر آپنے قرآن شریف میں فرمایا

اِنّمَا امرہٗ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کُن فیکون فسبحٰن الذی بیدہٖ ملکوت کُل شیءٍ والیہ ترجعون (سورہ یٰسین آیت ۸۲ و ۸۳)

اِن دو اوران سے قبل پانچ آیات کے معنی ہم کسی مسلمان کے کئے ہوئے ترجمہ سے نقل کرنے کے بجائے ایک عیسائی اہل قلم مسٹر راڈویل کے انگریزی ترجمۃ القرآن کا لفظی اردو ترجمہ لکھدیتے

ہیں تاکہ اچھی طرح پتہ لگجائے۔ کہ قرآن تدبیر اسباب کے استعمال اور خدا کے قادر مطلق ہونے کی بابت کیا سکھاتا ہے۔ جس نے تم کو سبز درختوں میں سے آگ دی پھر تم اس سے آگ سلگاتے ہو۔ کیا وہ جس نے آسمان وزمین پیدا کئے اسبات پر قادر نہیں کہ تمہاری مثل بنائے۔ ہاں وہ بڑا ماہر بنانیوالا ہے۔ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کا حکم اتنا ہی ہوتا ہے کہ ہو اور وہ ہو جاتی ہے پس پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا کامل اختیار ہے۔ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے (ترجمۃ القرآن از راڈویل صفحہ ۱۳۴) +

جب خدا تمام ذرات برقی جوہر مادہ اور قوت پیدا کر چکا جن کو موجودہ اہل سائنس ازلی ابدی مانتے ہیں۔ اور جن کی بابت یہ کہا جاتا ہے کہ چند مقرر قوانین اور معین قواعد کے ماتحت وہ خودبخود ترقی کر گئے ہیں۔ جب ان سب کو اور تمام دنیا و مافیہا کو خدا ئے خالق نے اپنے قادر مطلق ہونے کے ثبوت میں صرف لفظ کن کہہ کر پیدا کر دیا۔ جو اس نے اپنی رضا اور رغبت سے بغیر کسی مجبوری یا زبردستی کے اور بلا مدد غیرے اسباب و ذرائع پیدا کئے تاکہ اپنی حکمت و قدرت کا اظہار کرے۔ اور انسان کیلئے ایک ایسا ثبوت اپنی تدبیر اور حکمت کا چھوڑے کہ جس سے انکار کرنا ناممکن ہو +

ابتدائی ذرات و برقی جوہر خلق کرتے وقت جو خدا تعالیٰ نے کوئی اسباب استعمال نہ کئے۔ تو اسی واسطے کہ اسکے قادر مطلق ہونے کا ایک بین ثبوت دنیا میں قائم رہے + آج تک کوئی سائنسدان ان سوالات کا جواب نہیں دے سکا جو برقی جوہروں کی ابتدا کی بابت کئے جاتے ہیں کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ کہاں سے آئے کس طرح آئے اور کیوں آئے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سائنس ان کو خلق شدہ نہیں مانتے۔ یہ کیوں اس واسطے کہ خدا نے ان کی خلقت کے اسباب یا وسائط کا کوئی نشان دنیا میں نہیں رکھا۔ بالفاظ دیگر یوں کہئے کہ اس نے کوئی اسباب استعمال ہی نہیں کئے۔ اور قرآن کا بھی یہی مذہب ہے کہ ان ذرات اور برقی جوہروں کی حفاظت کے لئے خدا نے کوئی وسائط یا ذرائع استعمال نہیں کئے۔ اسے اپنے قادر مطلق ہونے کا ایک ثبوت دینا تھا۔ کہ وہ کامل یقین سے صرف لفظ کن کہہ کر مادے جیسی عظیم الشان چیز پیدا کر سکتا ہے۔ جس کو بڑے بڑے عالم اور ماہر اہل سائنس دنیا کا بنانے والا مانتے ہیں۔ جب اہل سائنس مادے قوت ذرات اور برقی جوہروں کو مخلوق سے باہر اعلان کرتے ہیں تو اپنے دل میں خوب جانتے ہیں۔ کہ وہ ایک گناہ اور دھوکے

کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اگر مادہ اور قدرت ہمیشہ ہمیشہ سے قائم ہیں۔ اور اگر کائنات کا وجود انہی کی ہستی کے باعث ہے تو ضروری ہے کہ جس شکل میں وہ آج موجود ہیں اسی شکل میں آج سے لاکھوں سال پہلے ہوں کسی قسم کا تغیر و تبدل ان میں ہونا چاہئے تھا۔ نہ قوانین کے ماتحت اور نہ اچانک۔ کشش ثقل۔ ارتقا۔ اجرام فلکیہ زندگی کا پیدا ہونا اور اس کے مابعد کی ترقیاں الغرض قدرت کے سارے قوانین مادے اور قوت کے ساتھ ازلی ابدی ہونے چاہئیں تھے لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔ کوئی سائنسدان یہ دعویٰ نہیں کر سکتا۔ کہ اس موجودہ نظام شمسی کی کوئی ابتدا نہیں سوائے خدا کے ہر ایک چیز کی ابتدا ثابت ہے۔ مادہ اور قوت کا یقیناً کوئی نہ کوئی آغاز ہے۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ذرائع اور اسباب کی وساطت کے بغیر پیدا کئے گئے ہیں۔ اس واسطے ہم نہیں بتا سکتے کہ کب اور کس طرح ان کی خلقت ہوئی۔ ان کو بنانے کے بعد خداتعالیٰ نے کائنات کی ترقی کیلئے قوانین مرتب کئے۔ اور انہی کے ماتحت کائنات نے ترقی کرنی شروع کی۔ آسمان سے لے کر زمین تک اور چیونٹی سے لے کر انسان تک ہر ایک چیز نے ان مقررہ قوانین کے ماتحت ترقی شروع کی +

اگر اس بات پر ایمان رکھا جائے کہ دنیا کی تکمیل چند مقررہ اور کامل قوانین کے ماتحت تدریجاً ہوئی تو اس سے خدا کی عظمت اور خالقیت ذرا بھی کم نہیں ہوئی۔ بلکہ اس سے تو اور بھی خدا کی حکمت اور کاریگری کا رعب ہمارے دل پر چھا جاتا ہے۔ کہ کس طرح بعض عجیب و غریب ذرائع سے جن کو خود خدا ہی نے پیدا کیا کام لیا جاتا ہے اور کس طرح تمام کائنات ان مختلف قوانین کی اطاعت کر رہا ہے جو اس کے مختلف ذرات کے لئے مقرر کئے گئے ہیں کس طرح ایک کی زندگی دوسرے کی موت پر منحصر معلوم ہوتی ہے۔ اور باوجود اس کے ہر ایک نسل حیوانی اور انسانی ہمیشہ سے قائم ہیں +

اسی مضمون کو واضح کرتے ہوئے قرآن کریم خدا کی حکمت اور قدرت کی طرف توجہ دلاتا ہے اور فرماتا ہے۔ والشمس تجری لمستقر لها۔ ذلك تقدير العزيز العليم والقمر قدرنه منازل حتى عاد كالعرجون القديم۔ لا الشمس ينبغي لها ان تدرك القمر ولا الليل سابق النهار وكل في فلك يسبحون

سورہ یسین آیت ۳۸ و ۳۹ و ۴۰ - ترجمہ - آفتاب اپنے ایک ٹھکانے کی طرف کو چلا جا رہا ہے - یہ اندازہ خدا کا باندھا ہوا ہے جو زبردست اگاہ ہے - اور چاند اسکے لئے ہم نے منزلیں ٹھیرا دیں یہاں تک کہ (گھٹتے گھٹتے) پھر ایسا ٹیڑھا پتلا رہجاتا ہے - جیسے پرانی ٹہنی - نہ تو آفتاب ہی سے بن پڑتا ہے - کہ چاند کو جا لے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے اور (کیا چاند کیا سورج) سب اپنے اپنے مدار پر تیر رہے ہیں ÷

مسٹر مل لکھتے ہیں - کہ ایمان باللہ کے ایک پہلو میں تو کوئی تناقص نہیں لیکن دوسرا پہلو ان تمام صداقتوں کے خلاف ہے جو تجربات سائنس کی بدولت ہمیں معلوم ہوئی ہیں ÷

وہ پہلو جو ہماری سمجھ میں نہیں آتا وہ ہے جس کے موجب خدا اپنی مرضی سے دنیا پر حکومت کر رہا ہے - اور وہ پہلو جسمیں کوئی تضاد نہیں وہ یہ ہے کہ خدا اٹل مقررہ قوانین کے ماتحت دنیا پر حکومت کر رہا ہے (تھری ایسیز آن ریلیجن صفحہ ۶۰)

قرآن کریم بار بار خدا کے قادر مطلق اور علیم خبیر ہونے پر زور دیتے ہوئے اس دوسرے پہلو کی تصدیق کرتا ہے - اور کئی جگہ فرماتا ہے - فلن تجد لسنت اللہ تبدیلا - و لن تجد لسنت اللہ تحویلا (سورہ فاطر آیت ۴۳) (ترجمہ - تم خدا کے قاعدے کو ہرگز بدلتا ہوا نہ پاؤ گے - اور نہ خدا کے قاعدے کو ٹلتا ہوا پاؤ گے) قادر مطلق ہونا اور نہ بدلنے والے مقرر قوانین سے حکومت کرنا یہ دو صفات ایک ذات میں اسی وقت جمع ہو سکتی ہیں جبکہ حکومت کرنیوالی اور قوانین بنانے والی دونوں طاقتیں ایک ہی ہوں ÷

مسٹر مل اسبات کا اقرار کرتے ہیں کہ اگر دنیا کا کوئی خالق ہے - تو اس کا ارادہ یقیناً یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام کام سببوں پر منحصر ہوں اور معین قواعد کے ماتحت اُن کو سرانجام دیا جائے - اور اگر اس بات کو مان بھی لیا جاوے تو تجربات سائنس ہرگز اس بات کے منافی نہیں کہ وہ مقرر قوانین اور نتائج ایک بالا اور ارفع ہستی کے بنائے ہوئے ہیں - نہ ہی ہم اس بات کے ماننے پر مجبور ہیں - کہ مشیت ایزدی صرف ایکدفعہ اپنا ظہور دکھا کر رہ گئی اور اس نظام میں ایک ایسی رُوح پھونک کر جس سے وہ خود بخود چلتا رہے ہمیشہ کیلئے ... سے الگ ... کھینچ

سائنس میں کوئی بھی ایسی بات ابھی تک معلوم نہیں ہوئی۔ جس سے اس امر کا رد ہو کہ ہر ایک واقعہ جو پیش آتا ہے اپنی حکمران طاقت کی مخالفت کا نتیجہ ہوتا ہے بشرطیکہ یہ طاقت مخالفت کرلے دقت خود اپنے بنائے ہوئے قوانین کی مطابقت کرے۔ عام رائے تو یہ ہے کہ یہ تھیوری خدا کی عظمت بہ نسبت اسباب کے کہ کائنات کا انتظام خود بخود چل رہا ہے۔ بہت زیادہ ظاہر کرتی ہے (تھری ایسیس آن ریلیجن صفحہ ۱۶) +

تو پھر کونسی بات اس سے بہتر ہو سکتی تھی کہ انسانوں کیلئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قدرت اور طاقت کی ایک بیّن دلیل بنتے۔ اسباب سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ آپ نے اپنے مذہب کا اعلان بڑے کھلے الفاظ میں کیا۔ اور اپنی بات منوا کر چھوڑی۔ یہ کام بہت ہی دشوار تھا اور جو ذرائع استعمال کئے گئے۔ وہ بہت ہی شریفانہ اور بہادرانہ تھے۔ اور خدائے قادر کی مدد سے آپ نے پوری کامیابی حاصل کی۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے کے ہاتھ میں ایک آلے تھے لیکن اس آلہ کا بنانیوالا بھی خود خدا تھا۔ نبی کریم نے ذرائع استعمال کیے۔ کیونکہ خدا اپنی سُنت اور قاعدہ تبدیل کرنا نہ چاہتا تھا۔ ایک اچانک فتح سے لوگوں کے دلوں پر کبھی کوئی دائمی اثر نہیں ہو سکتا۔ اور ایکدم کی تبدیلی سے کبھی کسی قوم کو حقیقی فائدہ نہیں ہوتا۔ زلزلہ یا دیگر شدائد اور مصائب سے خدا کا جلال اور عظمت لوگوں کے دلوں پر ہمیشہ کے لئے اثر نہیں ڈالتا۔ برخلاف اس کے نبی کریمؐ کے کام سے خدا تعالے کی قدرت طاقت حکمت اور تدبر ابدی طور پر لوگوں کیلئے ظاہر ہوئی ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا کی طاقت اور قدرت کی ایک زندہ نشانی تھے اور ہیں +

باوجود اسباب کے کہ رب العالمین کے رحم پر ہی کائنات کی بنیاد قائم ہے۔ ورنہ ابھی دم میں ساری کایا پلٹ جاوے۔ تاہم قدرت کے کاموں پر غور کرنے کے بعد ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ دنیا کا احکم الحاکمین نہ صرف ان اٹل قوانین سے حکومت کرتا ہے۔ بلکہ اس کا ہاتھ بھی بڑا سخت ہے۔ اور جہاں کہیں کسی قانون قدرت کی خلاف ورزی کی جاتی ہے وہ اس کی سزا دیتا ہے۔ اور اکثر دفعہ وہ سزا بڑی سخت ہوتی ہے +

"قدرت انسانوں کو مصلوب کرتی ہے۔ پہیوں پر چڑھا کر چکنا چور کر ڈالتی ہے۔ کبھی جھگتی

درندوں سے پھڑواتی ہے کبھی آگ میں جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہے کبھی وائل کے عیسائی شہیدوں کی طرح سنگسار کراتی ہے کبھی زہر میں ان کو ڈبو ڈالتی ہے۔ کبھی زہریلی ہواؤں سے کام تمام کرتی ہے۔ اور علاوہ ازیں اس دنیا میں سینکڑوں طریقے ایذا رسانی اور سسک سسک جان نکالنے کے ہیں کہ جو نابس اور ڈومیش جیسے ظالم بادشاہوں کے وہم و گمان میں بھی نہ گزرے ہوں بیشک انسان کو اپنی حفاظت کی طاقت دیگئی ہے۔ لیکن یہ کوئی اچنبہ بات نہیں ہر ایک مخلوق جسمیں احساس درد و تکلیف ہے اسکو اسی قسم کی طاقت دیگئی ہے۔ انسان موت پر اسی حد تک غلبہ پا سکتا ہے۔ کہ وہ حالت نزع کی تکالیف سے اپنے آپکو بچا لے + بہر حال اگر قدرت کے کاموں کو ذرا بھی غور سے دیکھا جائے تو ہر ایک آدمی کو یقین کامل ہو جاویگا۔ کہ عیسائیوں کا یہ مسئلہ کہ خدا خالق سوائے محبت کے کچھ نہیں سچا ثابت نہیں ہو سکتا +

خدا واقعی ہم سے محبت کرتا ہے لیکن یہ کہنا کہ خدا محبت مجسم ہے اسیقدر غلط ہے جس قدر یہ کہنا کہ خدا سوائے غیظ و غضب کے کچھ نہیں +

اگر مل کی یہ تصویر کہ قدرت ایک سنگدل اور قہار خدا کا پتہ بتاتی ہے غلط ہے تو عیسائی مذہب کی تصویر کہ خدا ایک ایسا رحمدل باپ ہے، جو اپنے بچوں کے ہر طرح کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے کیونکہ اُس نے ان کے کفارے میں اپنے اکلوتے بیٹے کو بڑی بے رحمی اور وحشیانہ طریق پر مصلوب کر دیا۔ یہ تصویر بھی علاوہ بداخلاقی اور غلط راہ پر لیجانے کے عقل کو ہرگز اپیل نہیں کرتی۔ اگر خدا کو باپ ہی سے مماثلت دینی ہے تو وہ ایک ایسا باپ ہونا چاہئے جو بچوں کے معاملے میں خوب سخت ہوتا کہ ان میں کوئی ایسی باتیں ترقی نہ پا جائیں جو ان کے لئے یا ان کی قوم کیلئے ضرر رساں ثابت ہوں۔ خدا صرف اسی قسم کا باپ ہو سکتا ہے جو اپنے بچوں کو پیار تو کرے لیکن ساتھ ہی اُن کی خوب حفاظت کرے اور خراب نہ ہونے دے۔ اس نے دنیا کی حکومت کے لئے بڑے سخت قوانین مرتب کئے ہیں۔ اسکی ربوبیت ایک جراح کی طرح کام کرتی ہے۔ اور اگر ضرورت پڑے تو مریض کے ناسور شدہ بازو کاٹ ڈالنے میں بھی فرق نہیں کرتا۔ تاکہ سارے جسم کے خون کو زہر آلود ہونے سے بچائے اگر ایک جراح نیک نیتی اور مریض کی صحت اور بہتری کیلئے چاقو یا نشتر استعمال کرے تو کوئی بھی اسکو ملزم نہیں کر سکتا۔

علیٰ ہذا القیاس اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو تلوار استعمال کرنی پڑی تو یہ بھی قابل اعتراض نہیں آپ نے اپنے پیشرو کی طرح اپنے آپ کو مقتول مصلوب ہونے نہ دیا۔ آپ نے اپنی نئی بنائی ہوئی قوم کی حفاظت کی۔ انہیں آپ کا ارادہ بہتری خلق کے سوا کچھ نہ تھا۔ کیونکہ آپ ایک ایسی قوم کی بنیاد ڈال رہے تھے جس نے سلطنت حکومت اور اخلاق میں دنیا کیلئے نمونہ بن کر بنی نوع انسان پر دائمی احسان کرنا تھا۔ الغرض اس سے بڑھ کر کوئی غلط بات نہیں ہو سکتی۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مذہب کی توسیع کے لئے تلوار اُٹھائی ؛

قرآن کریم نے فرمایا ہے۔ لا اکراہ فی الدین یعنی مذہب کے معاملے میں کوئی زبردستی یا مجبوری نہیں ؛

ڈریپر صاحب اقرار کرتے ہیں کہ یہ بات سراسر غلطی پر مبنی ہے کہ اہل عرب کی ترقی تلوار کے زور سے ہوئی۔ تلوار سے کسی قومی جتھے کا تبدیل کر دینا یا بالکل توڑ دینا تو ممکن ہو سکتا ہے لیکن لوگوں کے دلوں اور ضمیروں کو تلوار سے بدل دینا کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ تلوار بھی بذات خود ایک کافی مضبوط دلیل ہے لیکن تمام ایشیا۔ افریقہ وغیرہ کے لوگوں کی معاشرت میں اس قدر عظیم الشان تبدیلی پیدا کرنے کیلئے اور مختلف اقوام میں زبان عربی کے مروج کرنے کے لئے اس سے کہیں بڑھ کر مضبوط دلیل کی ضرورت تھی ؛

اس سیاسی تبدیلی کی وجہ مفتوحہ ممالک کی اس وقت کی حالت ہے۔ کئی مدتوں سے مذہب نے ان کے دلوں پر اثر کرنا چھوڑ دیا تھا۔ مذہب کی جگہ علم الٰہیات نے لیلی تھی۔ اور یہ الٰہیات اس قدر پیچیدہ اور ناقابل فہم تھیں کہ اہل روما اور دیگر زبانوں کا تو کیا ذکر اہل یونان کی عجیب و غریب زبان بھی ایسے پیچیدہ مسئلوں کو نہ سمجھا سکی۔ تو پھر کس طرح ممکن ہو سکتا تھا۔ کہ ناخواندہ اور جاہل لوگ جو موٹی موٹی باتیں بھی سمجھ نہیں سکتے۔ ان رازوں اور رمزوں کو سمجھ سکتے اور باوجود اس کے ان کو یہ تعلیم دیجاتی تھی کہ نسل انسانی کی نجات یا عذاب انہی مسائل پر مبنی ہے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ عمائدین کلیسیا نے اپنے گلوں کی گلہ بانی ترک کر دی تھی۔ اور ذاتی نیکی یا بدی کی کوئی قدر نہ تھی گناہ اور بدی کا اندازہ اعمال شنیع سے نہیں بلکہ کفر آمیز کلمات کا کہنا ہو گیا تھا۔ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ کہ روم۔ قسطنطنیہ اور اسکندریہ کے کلیسیائی لیڈر اپنے لوٹنے

بڑھانے کیلئے جان توڑ کوشش کرتے تھے۔ اور وہ وہ ذرائع استعمال کرتے تھے جن سے ہر ایک انسان کے ضمیر کو شرم آجائے۔ آئے دن لشپ صاحبان قتل۔ زہر دینا۔ زنا۔ اندھا کرنا۔ بغاوت دغابازی جنگ وغیرہ کے واقعات میں ملوث ثابت ہوتے تھے۔ مذہبی لیڈر دنیوی طاقت کی رقابت کی وجہ سے ایکدوسرے سے قطع تعلق اور اپنے بھائی بندوں پر لعنتوں کی بوچھاڑ کرتے خواہ برادران کو سونا چاندی کی رشوتیں دینے اور درباریوں اور شاہی خاندان کی عورتوں کو اپنے مقدس عشق سے بہرہ ور کرنے اور مذہب کی آڑ میں بڑی بڑی خفیہ اور کمینی چالبازیوں سے سیاسی برتری اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے۔ ایک طرف شاہی افواج پر راہبوں کی جنگی جماعتوں کے رعب کا سکہ جم چکا تھا۔ اور دوسری طرف ہر ایک شہر میں انہی کے ساتھیوں نے مختلف قسم کے فساد برپا کر رکھے تھے اسی اثنا میں الٰہیات کی تعلیم کے لئے چاروں طرف سے پکار شروع ہوگئی۔ لیکن مظلوم عوام کے حقوق کی حفاظت یا رائے کی آزادی کیلئے آواز بھی بلند نہ کی گئی۔ ان باتوں کا نتیجہ مذہب سے نفرت اور لاپرواہی کے علاوہ اور کیا ہوسکتا تھا اور ممکن نہ تھا۔ کہ اگر ضرورت پڑتی تو لوگ ایک ایسی جماعت کی حمایت کرتے جن کی بابت ان کے دلوں میں بدظنی اور خوف خوب گھر کر چکا تھا۔

اس واسطے جب چاروں طرف مختلف فرقے ایکدوسرے سے گتھم گتھا ہو رہے تھے اور نسطوری لیٹوکیشن۔ مانوفیسائیٹس میرو لوٹرٹیس۔ ارین وغیرہ کے لڑائی جھگڑے کا تلاطم مچا ہوا تھا۔ اور اس وقت بجائے ایک خفیہ مجلس کی دبی ہوئی آواز کے اللہ اکبر کا جنگی نعرہ بلند ہوا تو کونسے تعجب کی بات ہے کہ تمام ہل چل دب گئی۔ اور لا الہ الا اللہ کے زبردست ماننے والوں کے آگے کوئی دم نہ مار سکا۔ اور تمام ایشیا اور افریقہ ان کے آگے سرنگون ہوگیا۔ اکثر اوقات وطن کو مذہب پر قربان کردیا جاتا ہے لیکن اس وقت تو اس کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ نبی کریم کا وصال ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ مذہب اسلام نے ملک عرب کی حدوں سے نکلکر بڑی سرعت سے پھیلنا شروع کردیا۔ انسائیکلوپیڈیا بارٹینیکا میں لکھا ہے کہ اس بات کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے کہ عربی لشکر لوگوں کو نہ کرتے تھے وہ نظم اور قوانین کی ضرورت کو اچھی طرح پہچانتے تھے اور جہاں کہیں وہ گئے ان کے لیڈروں نے ممالک محروسہ میں امن اور انتظام قائم کرنا اپنا فرض اولین سمجھا۔

محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہ صرف خدا کی طاقت قدرت اور حکومت کی کامل آیت تھے کہ آپ نے

اپنے مدعا کو باوجود سخت مخالفت اور رکاوٹوں کے پورا کرکے دکھا دیا۔ بلکہ آپ خدا کے رحم اور برکت کے بھی کامل عکس تھے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے باوجود سخت مخالفتوں اور رکاوٹوں کے اپنا مدعا پورا کرکے دکھایا اور اس طرح خدا کی قدرت طاقت اور حکومت کا ایک زندہ نمونہ بالعلاوہ خدا کی قدرت کاملہ کا مظہر ہونے کے آپ اللہ تعالے کے رحم اور برکت کا بھی عکس کامل تھے آپ نے اپنی ذات میں حضرت موسیٰ و عیسیٰ دونوں کے اعلے صفات اپنے اندر جمع کرلئے تھے آپ خدا کے جلالی اور جمالی دونوں صفات کے مظہر تھے اللھم صل علی محمد و آل محمد و بارک وسلم۔

**محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا کی برکات اور رحمت کے آیت کامل تھے۔**

فلسفہ دان اور سائنس دان ہمیشہ اسبات پر جھگڑتے رہے ہیں۔ کہ قدرت میں بھلائی اور خوبصورتی زیادہ ہے یا ظلم اور برائی مسٹر مل ایک جگہ یہ رائے ظاہر کرتے ہیں۔ کہ قدرت کا مشاہدہ باوجود اسقدر عجیب و غریب ہونے کے ہم کو کسی خلاق صفات کا پتہ نہیں بتا سکتا لیکن ذرا آگے چلکر یہ صاحب اسی صفحہ پر یہ صاحب لکھتے ہیں کہ اگر رعایت اور تعصب کو الگ کرکے اور رائے زنی کرنے وقت اپنی ذاتی خواہشات کو دخل نہ دیکر ہم اسبات پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی مدبر ہستی پر ایمان لایا جاوے تو اسبات کی تصدیق کے لئے بہت سی گواہیاں ملجاتی ہیں۔ کہ خالق اپنی مخلوق کی خوشی کا خواہاں تھا۔ اس بات کے ثبوت کے لئے یہی ایک کافی دلیل ہے۔ کہ جس چیز کو دیکھو کسی نہ کسی رنگ میں ہماری ہی راحت اور آرام کا سامان مہیا کر رہی ہے۔ اور تو اور ہمارے اپنے روحانی و جسمانی قوتے کا ظہور ہی ہمارے لئے ایک انتہا سرور کا ذریعہ ہے۔ اور اکثر اوقات تکلیف دہ اور ضرر رسان چیزیں بھی اکتساب علم اور نامعلوم چیزوں کی واقفیت حاصل کرنے کے شوق اور حظ کی وجہ سے منبع نشاط بن جاتی ہیں۔ نیز جب کبھی ہم کو کوئی خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ ایک فطرتی تقاضا اور جسمانی نظم کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔ اور ہر قسم کے دکھ درد کو کسی بیرونی مداخلت یا اچانک واقعہ پر محمول کیا جاتا ہے۔ اور شاذ و نادر جب کبھی کوئی تکلیف کسی اندرونی خلل کی وجہ سے واقع ہو تو کم از کم اسکو ارادے اور عزم کا نتیجہ نہیں سمجھا جاتا"

"اس سے اگلے صفحہ پر یہی صاحب قرار کرتے ہیں۔ کہ "ان سب وجوہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے

ہیں کہ خوشی اور راحت خالق اکبر کو دکھ درد سے کہیں بڑھ کر پسندیدہ اور مرغوب معلوم ہوتی ہے۔ اور قدرتی علم الہیات کی بنیاد پر ہمارا یہ کہنا بھی بہت بے جا نہیں کہ رحمت اور احسان بھی خالق روزگار کی صفات میں سے ایک صفت ہے"۔ ارنسٹ ہیکل کے جو موجودہ زمانے کے اعلےٰ ترین سائنسدان اور فلاسفروں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کے بیان میں بھی تناقض پایا جاتا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں "اب ہم کو معلوم ہوا ہے کہ اس کرۂ زمین میں تمام حیوانی دنیا کی زندگی کا مدار ایک دوسرے سے برجان جنگ اور لڑائی پر ہے۔ چیدہ چیدہ اشخاص کی زندگی کے بحال رکھنے کے لئے ہزاروں جانیں اور پودے روزمرہ ہلاک ہوتے ہیں لیکن ان چیدہ چیدہ اشخاص کی ہستی بھی ہر قسم کے دکھ کے خطروں اور آفتوں سے پُر ہے۔ ہر لمحہ سینکڑوں اجرام بغیر کسی نفع یا فائدہ کے موت کی گھاٹ اترتے ہیں۔ انسانی سوسائٹی میں اپنی ذاتی اغراض کیلئے جو جوت پیدا ہوتی ہے وہ اس خوفناک جنگ کا ایک ادنےٰ نمونہ ہے جو تمام حیوانی دنیا میں قیام ہستی کے لئے ہو رہی ہے۔ اور آج کم از کم تعلیمیافتہ فہیم لوگ خدا کی رحمت اور حکمت کے دل لبھانیوالے خوابوں کو جن کو آج سے پچاس سال پہلے ہم آدمی گوش دل سے سنا کرتے تھے۔ کوئی وقعت نہیں دیتے۔ اب جوں جوں حیوانات کے باہمی تعلقات کا علم طب علم معاشرت وغیرہ بڑھتا جاتا اس قسم کے سارے دلخوش مسئلے بھی صفحۂ ہستی سے مٹتے چلے جاتے ہیں"۔

باقی آئندہ۔ انشاء اللہ

# ذرات عالم کا مذہب

بسلسلہ صفحہ ۲۴۰ جلد ۴ نمبر ۵

## سب سے طاقتور ذرہ کا مذہب

نیچر کے ہر حصے میں بعض فطرتی اور بدیہی الثبوت خواص پائے جاتے ہیں اور سائنس کی تحقیقات نسلاً بعد نسلاً ان خواص کے علم کو وسیع کر رہی ہے نیچر کے میدان میں انسانی اعمال کا دائرہ دن بدن وسیع ہو رہا ہے لیکن یہاں بھی ترقی صرف اسی حالت میں ہو سکتی ہے۔ جب ہم بعض قوانین کا پتہ لگا کر ان کا پتہ لگا کر ان کی پیروی اور اطاعت کریں۔ اگر ہم قوائے فطرت سے فائدہ اٹھانا چاہیں یا اپنی حالت بہتر کرنا چاہیں تو یہ گوہر مقصود قوانین کی اطاعت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ مثال کے طور پر ایک معمولی انسانی فعل زراعت یا کاشت پر غور کر لو۔ اگر قوانین کی پیروی نہ ہوگی یا نہ کروگے تو خاک بھی نتیجہ نہیں نکلیگا۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم زمین میں ایک خاص وقت پر ایک خاص طریقے سے ہل چلائیں اور پھر ایک مقررہ طرز سے تخم ریزی کریں۔ قوانین ہی کی مطابقت کرتے ہوئے کھاد اور پانی دیں۔ اگر سر مو بھی مقررہ قوانین کی مخالفت ہوگی تو نتیجہ نقصان اور تباہی ہوگی۔ پس ثابت ہوا کہ کامل اطاعت اور پوری فرمانبرداری یا بالفاظ دیگر اسلام اور قرآن ہی کائنات اور ذرات عالم کا مذہب ہے تو پھر کس قدر ضروری ہے۔ کہ انسان اگر وہ ضرور اور نقصان سے بچنا چاہتا ہے۔ تو اسلام کے فطرتی اور کامل قوانین کو تسلیم کر کے ان پر عمل کرے۔ اس صداقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم نے فرمایا۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین (سورہ آل عمران آیت ۸۴) **ترجمہ**۔ اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کی تلاش کرے تو خدا کے ہاں اس کا وہ دین مقبول نہیں اور وہ آخرت میں زیاں کار ہوگا +

الغرض قانون کی اطاعت ہر ذرۂ عالم کی فطرت ہر ایک جان کی پیدائش خاصیت ہے۔ تو کیا انسان جو اشرف المخلوقات ہے۔ اس فطری خاصیت کے برخلاف عمل کر سکتا ہے۔ اس اظہر من الشمس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خدا کی آخری کتاب نے فرمایا کہ تمام کائنات کا مذہب

جس میں انسان بھی شامل ہے اسلام کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ فرمایا۔ فاقم وجهك للدين حنيفا فطرت الله التي فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله ذلك الدين القيم ولكن اكثر الناس لا يعلمون (سورۃ الروم آیت ۳۰) ترجمہ۔ تم ایک خدا کے ہو کر اس کے (دین) کی طرف اپنا رُخ کئے رہو۔ یہ خدا کی (بنائی ہوئی) سرشت ہے۔ جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا۔ خدا کی بناوٹ میں کوئی تبدیلی نہیں یہی دین کا سیدھا رستہ ہے۔ بہت سے لوگ نہیں جانتے اس مسئلہ پر مغربی کلیسیا اور اسلام کے اصولوں میں نمایاں فرق ہے۔ کلیسیا تو یہ تعلیم دیتا ہے کہ انسان میں گناہ فطری اور پیدائشی طور پر پایا جاتا ہے۔ اور بدیں وجہ انسان اس قابل ہی نہیں کہ قوانین کی پیروی کرے یا بہ الفاظ دیگر کسی مقررہ رستے پر قدم مارنا یا کسی حکم کی تعمیل کرنا انسان کی استعداد اور قابلیت سے باہر ہے۔ یا یوں کہئے کہ عیسائی کلیسیا نے انسان کا رتبہ ذلیل حیوانوں سے بھی کمتر رکھا ہے حیوانوں میں تو قوانین کی اطاعت فطری اور پیدائش طور پر پائی جاتی ہے لیکن حضرت انسان باوجود ان سے اعلیٰ و اشرف ہونے کے کسی قانون پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے +

جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں انسان مختلف ذرات کا مجموعہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک ترقی کرنے کیلئے قوانین کی پیروی کر رہا ہے۔ تو کیا انسان کے لئے بحیثیت ان ذرات کا مجموعہ ہونے کے ضروری نہیں کہ وہ بھی ترقی اور اصلاح کیلئے بعض قوانین کی اطاعت کرے۔ اگر ہر ذرے کی ہستی اور ترقی کسی مقررہ قانون کی اطاعت سے وابستہ ہے۔ تو پھر کیوں اور کس طرح انسان اس قسم کی اطاعت اور فرمانبرداری سے بری الذمہ ہو سکتا ہے۔ اس جگہ پر پہنچ کر سائنس کو بھی ضرورت مذہب تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ سائنس اور مذاہب کے قوانین گو مختلف ہوں لیکن وہ ایک دوسرے کی ضد نہیں ہو سکتے اور ان کا اجتماع محال نہیں۔ بلکہ ان دونوں کی غرض اور مقصد ایک ہی ہے۔ سائنس ان قوانین کو ظاہر کرتی ہے۔ جن کا تعلق ہماری مادی اور جسمانی فطرت سے ہے۔ اور اگر ہم ایک تندرست اور صحیح زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہم کو چاہئے کہ سائنس کے اخذ کردہ نتائج کی اطاعت کریں۔ اور مذہب ہم کو ان قوانین کی اطلاع دیتا ہے جن کا تعلق ہماری روحانی اور اخلاقی زندگی سے ہے۔ انسانی سوسائٹی میں ہم اس وقت ترقی کر سکتے ہیں۔ جب اخلاقی روحانی جسمانی مادی سب کے سب قوانین کی پیروی کریں۔ ہر حالت میں اسلام یعنی قوانین کی فرمانبرداری کا اصول ہمارے تمام افعال کا راہنما ہے

(باقی آئندہ)

# کوڑیوں کے دام جواہر ریزے

رسالہ اشاعت اسلام کی سابقہ کی جلدیں نہایت قابل دید ہیں۔ ان سابقہ جلدوں میں اہم مسائل اسلام پر مسلسل اور معرکۃ الآرا بحث کی گئی ہے جس کے مطالعہ سے اسلام سے ناآشنا احباب اچھی طرح ان مسائل سے واقفیت حاصل کرکے اسلام کے مخالفین کو دندان شکن جواب دینے کے قابل ہو سکتے ہیں اس کے مضمون نگار مشرق و مغرب کے علماء و فضلاء ہیں ہم نے پبلک کے مفاد کیلئے ان کی قیمت میں تخفیف کر دی ہے امید ہے دلدادگان اسلامی لٹریچر اس سنہری موقعہ سے استفادہ اٹھائینگے۔ اور اسی رنگ میں مشن کی اعانت فرما کر اس کار خیر میں حصہ لیں گے سابقہ جلدوں میں سے کچھ مضامین بطور نمونہ درج کیئے جاتے ہیں **وھوھذا**

امن و سلامتی کا مذہب۔ عیسائیت و توحید۔ مذہب میں فطرت کا رنگ۔ اخلاق فاضلہ۔ اخلاقی معجزات رحمۃ للعالمین۔ مسئلہ زندگی۔ قرآن کریم و عقل۔ سیرت نبوی۔ لمعات انوار محمدیہ۔ ایک سرچشمہ سے نکلے ہوئے مذہب۔ اسلام کا احسان عورت پر۔ تہذیب اسلام و عیسائیت۔ روحانی شفا۔ خدا کی کامل تصویر۔ کفارہ کی تردید۔ دین فطرت۔ بعد الموت زندگی۔ غلامی۔ رمضان۔ بدقسمت +

جلد اول سنہ ۱۶-۱۹۱۵ء ۱۱ پرچے سوا پرچہ جنوری سنہ ۱۹۱۵ء عـ۸/ + جلد دوم سنہ ۱۷-۱۹۱۶ء مکمل عـ۸/

جلد سوم سنہ ۱۸-۱۹۱۷ء ۱۱ پرچے سوائے مارچ سنہ ۱۹۱۷ء +

# لمعات انوار محمدیہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک حالات آپ کے خلق عظیم کا آئینہ۔ حسن سیرت و معاشرت کا فوٹو علمی ادبی تمدنی اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت کے مختلف شعبہ زندگی کا دلکش مرقع حسین جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لا و جناب مارماڈیوک پکتھال و جناب ایس ایچ لیڈر مصنف ڈیزرٹ و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہے اور آنحضرت صلعم کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے قیمت ۸/ مجلد ۱۰/

**المشتہر- مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور**

(رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۰)

# اسلامک ریویو و وکنگ لنڈن

انگریزی ماہوار رسالہ چندہ سالانہ عہ

ایڈیٹرز۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل۔ بی و حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے۔ بی ٹی

بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا علمبردار تثلیث کے مرکز میں توحید کا پیامبر۔ قرآن کریم کے حسن و جمال کا فوٹو آنحضرت صلعم کے پاک حالات اور آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسن سیرت و معاشرت کا فوٹو علمی ادبی تمدنی اخلاقی اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع۔ ید بیضا کی طرح سے دین اسلام کی دعوت کا واحد ذریعہ سیاہ ظلمت شب دیجور کی تاریکی میں بجلی کا کام کرنیوالا ایک ہی انگریزی زبان میں ماہواری رسالہ جس نے ایسے وقت میں جبکہ اسلام کے چہرہ پر افترا غلط فہمی اور غلط بیانی کی سیاہ چادر پڑی ہوئی تھی۔ اس نے چادر کو پھاڑ اسلام کے منور چہرہ سے یورپین آنکھ میں چکا چوند کردی۔ اس کا اردو ترجمہ رسالہ **اشاعت اسلام** (عہ سالانہ) ماہواری لاہور سے شائع ہوتا ہے نیز ہر دو ماہواری رسالوں میں ہر ماہ نو مسلمین و نماز عیدین کی تصاویر ہوتی ہیں +

**المشتہر منیجر اسلامک ریویو و اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور**

**براہین نیرہ** حصہ اول (معروف بہ زندہ و کامل الہام) مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے ۱۲ /

**اُم الالسنہ** (معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان) مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے۔ اپنی نوع کی پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے جسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں اور ابتدا میں سب ملکوں کے آبا و اجداد عربی الاصل تھے یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے + قیمت ۱۲ /

**اُسوۂ حسنہ** (معروف بہ زندہ و کامل نبی)

اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کرچکی ہے جسکو پڑھکر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں اور اگر کوئی کامل نبی ہوسکتا ہے تو آپ کی ذات پاک ہی ہے قیمت ۸ /

**المشتہر منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور**

بومزن مطبع ... لاہور میں بابو ... پرنٹر کے اہتمام سے چھپ کر مرزا یعقوب بیگ آنریری سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون

رسالہ

# اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

## اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

زیر ادارت


خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی


قیمت تین روپے سالانہ

اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمدنی تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے کل اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے


جلد (۴) | بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر (۷)


فہرست مضامین

# ووکنگ مسلم مشن

ناظرین کرام ووکنگ مسلم مشن کے کارہائے نمایاں سے خوب واقف ہیں! اللہ تعالے کا فضل و احسان ہے کہ انکو گذشتہ سالوں میں ہر قسم کی نصرت و کامیابی ہوئی۔ اس مشن کو قائم ہوئے اب چھٹا سال گذر رہا ہے۔ اس چھ سال کے عرصہ میں نصرت اسلام کی تبلیغ کی راہ ہی صاف ہوگئی ہے۔ کہ جس اکیلے کام پر اگر تیس سال بھی لگجائے تو بہت نہ تھے۔ بلکہ ایک خاصی بڑی قابل و اہل قلم نو مسلمین کی جماعت پیدا ہوگئی ہے لیکن ہمیں افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ اسلامک ریویو انگریزی جس کے ذریعہ سے یہ تبلیغ اس وقت ہورہی ہے۔ اس کا حلقہ اشاعت دن بدن تنگ ہورہا ہے اس طرف موجودہ حالات کے ماتحت یورپ میں ہر ایک چیز کی قلت و گرانی ہے! اخراجات طبع و کاغذ میں بھی قیمت کا کئی گنا زیادہ اضافہ ہوگیا ہے! اسلیئے اشاعت اسلام کے پاک مقصد سے جو ہمدردی رکھتے ہیں وہ اس وقت مشن کی امداد کیلئے کھڑے ہوجائیں۔ وگرنہ اُن کی عدم توجہ سے مشن مذکور کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے*

بہی خواہانِ مسلم مشن ووکنگ مندرجہ ذیل طریقوں سے اس وقت مشن مذکورہ کی اعانت فرما سکتے ہیں:-

۱۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی انگریزی دان احباب میں اور اردو دان احباب میں اردو ترجمہ اشاعت اسلام کی توسیع اشاعت فرمائیں۔ کیونکہ انہیں رسالوں کا منافع بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات عظیم کا کفیل ہے اور کم از کم ازراہِ کرم تین جدید خریدار ہر ایک خریدار عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں +

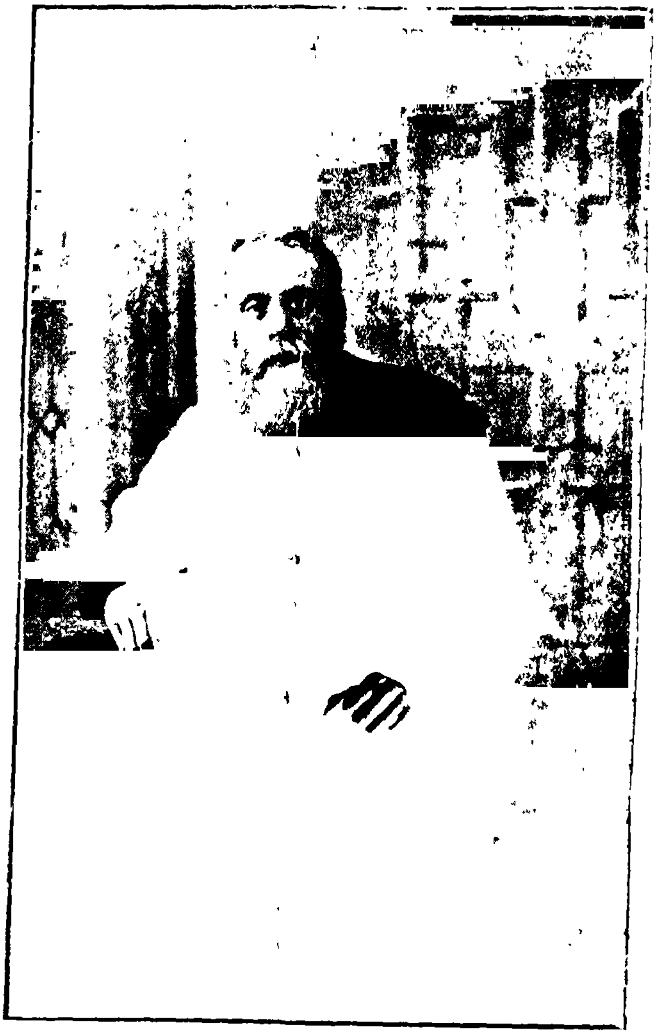
۲۔ اپنے اپنے شہر کے معزز و ذی اثر مسلم احباب کیخدمت میں اس مشن کی مالی اعانت کیلئے تحریک فرمائیں۔

۳۔ اپنے حلقۂ اثر میں یورپ میں مفت رسالہ اسلامک ریویو کی تقسیم کرانے کیلئے تحریک فرمائیں۔ اور جو تبلیغ اسلام کا شیدائی صمہ ہمیں مرحمت فرمائیں تو ہم اُن کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت بطور تبلیغ تقسیم کردینگے!

کسی قدر افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ سالانہ وی پی پر رسالہ اشاعت اسلام کے پانچ صد کے قریب خریداران نے وی۔ پی لینے سے انکار کردیا ہے۔ بعض وقت بالضرور ایسا ہوتا ہے۔ کہ ڈاکیہ کی غلطی سے رسالہ واپس ہوجاتا ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس طرح رسالہ کا انکار کسقدر عظیم اثر اشاعت اسلام کے کام پر ڈالتا ہے۔ بہرحال اشاعت اسلام کے خریداران کا اس وقت فرض ہے کہ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے کم از کم ۳ جدید خریدار فراہم کر کے عند اللہ ماجور ہیں +

**خاکسار۔ خواجہ عبد الغنی مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور**

* افسوس ہے۔ کہ بہت کم احباب نے توجہ مبذول فرمائی ہے۔ مینیجر



MR (KHIZR) TIDEMORE.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

# اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو ابتہ مسلم انڈیا مجریہ لندن

جلد (۴) بابت ماہ جولائی ۱۹۱۸ء نمبر (۷)

## شذرات

اِس ماہ سے رسالہ کے ساتھ ایک معمر سفید ریش کی تصویر شائع ہوتی ہے جن کو اللہ تعالےٰ نے اس پیرانہ سالی میں اسلام سے مشرف ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ انکا سابقہ نام مسٹر ٹاٹھ ورہے۔ اسلامی نام مسٹر خضر قرار پایا ہے۔ اللھم زد فزد +

---

لندن مسلم ہوس اور دیگر مقامات کی تبلیغی کوششیں حسب معمول جاری ہیں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری اور دیگر نومسلمین کی جدوجہد سے لیکچروں کا سلسلہ مختلف سائٹیوں کے زیر اہتمام سابقہ سے زیادہ سرگرمی کے ساتھ جاری ہے۔ اور ان سب سوسائٹیوں کے لئے جو مختلف اغراض و مقاصد کو لئے ہوئے ہیں اسلام کی معقولیت بہت ہی موثر ثابت ہوئی ہے +

---

نہایت ہی خوشی کا مقام ہے کہ ہمارے نومسلم بھائیوں نے بہت سے تبلیغی کوشش میں بڑے ذوق شوق سے حصہ لیتے ہیں۔ اور اسلام کی حمایت میں لیکچر دیتے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ ۳ مارچ ۱۹۱۸ء کو لندن مسلم ہوس

میں ہمارے نومسلم بھائی مسٹر حبیب اللہ لوگرو نے جن کا فوٹو رسالہ ہذا سال ۱۹۱۶ء میں شائع ہو چکا ہے "حضرت نبی کریم صلعم کا توکل علی اللہ" کے عنوان سے ایک روحانیت سے پر اور موثر لیکچر دیا - اور اسی رات کو ہمارے فاضل مبلغ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے ۱۴۲ مارلیبون روڈ پر دہریوں کی ایک مجلس کی دعوت پر اُنہی کے [illegible] فارم پر سے ہستی باری تعالیٰ پر ایک نہایت شاندار و فاضلانہ لیکچر دیا - دہریوں کی اس مجلس نے حضرت خواجہ صاحب موصوف سے یہ استدعا کی تھی - کہ وہ موجودہ علوم و سائنس کی روشنی میں خداوند تعالےٰ پر اپنے ایمان کو ثابت کریں کہ وہ کہاں تک صحیح ہے - یہ لیکچر "ہستی باری تعالیٰ" انشاءاللہ بعد رسالہ اگست ۱۹۱۸ء اشاعت اسلام میں ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں گے - اسی ضمن میں یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی - کہ دہریوں کی اس مجلس نے ہستی باری تعالیٰ پر معقول و مدلل دلائل سننے میں کمال درجہ کی فراخ حوصلگی دکھائی - جس کی تعریف کئے بغیر ہم رہ نہیں سکتے - کاش کہ ہندوستان میں غیر مسلم اقوام میں بھی مخالف کی باتوں کو فراخ دلی سے سننے کا مادہ ایک شمہ ہی موجود ہو +

---

ایک لیکچر پیٹرس سپرچولسٹ سرکل میں گذشتہ ۱۰ مارچ ۱۹۱۸ء کو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے "مسلم کی محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ" کے عنوان سے دیا - اور اُس خاص قبولیت کی وجہ سے جو اسلام جیسے فطری مذہب کی اس خصوصیت کو بیان کرنے میں حضرت خواجہ صاحب کی زبان نے حاصل کی - منتظمین سوسائٹی نے آپ سے دو اور لیکچروں کی درخواست کی +

---

مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۱۸ء کو جناب رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ الفاروق نے "سادگی مذہب" پر لیکچر دیا - حاضرین کی تعداد معقول تھی - اور تمام سامعین نے [illegible] سننے میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا اور ایک لیکچر جناب مسٹر احسان البکری نے (جو نومسلم نہیں بلکہ پہلے سے ہی مسلمان ہیں) ۲۴ مارچ ۱۹۱۸ء کو دیا +

---

ووکنگ میں حسب دستور ہر اتوار لیکچر ہوتے ہیں - جن میں ملک عبدالقیوم صاحب بی - اے اور حضرت خواجہ صاحب باری باری ہر اتوار تقریر کرتے ہیں +

۱۲ لیٹس سٹریٹ منسٹر روڈ فلہام لندن مورخہ ۱۱ مارچ ۱۹۱۸ء کو مسٹر سلمان شلینج نومسلم نے منظمین سائنٹی کی خاص دعوت پر ایک لیکچر دیا۔ اس لیکچر کے بعد ایک سرگرم مباحثہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ اُن نومسلمین کی تبلیغی کوششوں کو بارور فرمائے۔ آمین ثم آمین +

---

انگلستان میں ان ایام جنگ کی وجہ سے تقریباً ہر ایک چیز کی قلت وگرانی محسوس ہو رہی ہے۔ بسا اوقات کاغذ و دیگر مصالح بھی قلت کی وجہ سے وقت مقررہ پر میسر نہیں آسکتا ہمیں افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ آرٹ پیپر جس پر نومسلمین و نماز عیدین وغیرہ کی تصاویر شائع ہوتی رہتی ہیں ابھی تک میسر نہیں آیا۔ ان ناخوشگوار حالات کے ماتحت اگر ہم آرٹ پیپر کے حصول میں ناکامیاب ہے، توہمیں اُمید قوی ہے کہ فہیم و معزز ناظرین کرام ان وقتی مشکلات و دقتوں کو ملحوظ نظر رکھ کر ہمیں معذور سمجھیں گے۔ اگر تصاویر کا رسالجات میں شائع کرنے کا سلسلہ کچھ عرصہ تک ملتوی کرنا پڑا +

---

دوکنگ سے آفس کی تازہ ڈاک سے یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا کے سابقہ کاغذ کا سٹاک ختم ہوچکا ہے۔ اور اگر ایک خاص وقت کے اندر تازہ کاغذ کی سپلائی کا اہتمام نہ ہوسکا۔ تو جولائی و اگست ۱۹۱۸ء کا رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا دوہی نمبر میں شائع ہوگا جو غالباً اگست ۱۹۱۸ء کے اختتام تک ہندوستان پہنچ جائیگا۔ اس قلت وگرانی کا اثر رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا پر ہی نہیں پڑا۔ بلکہ انگلستان کے بڑے سے بڑے مشہور و معروف روزانہ وہفتہ وار اخبارات والے بھی چیخ اُٹھے ہیں۔ اور عام طور پر اخبارات کی سالانہ قیمتوں میں اضافہ کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل مضمون* سے ناظرین پر عیاں ہو جاویگا۔ ہم نے اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ اپنے مسلم بھائیوں و معطیوں کی گرامی توجہ اسی معاملہ کے متعلق "برادران اسلام کی قابل توجہ" کے عنوان سے مبذول کی ہے۔ امید قوی ہے کہ برادران ملت وقتی مشکلات کا احساس فرماکر اُن کو حل کرنے کی سعی بلیغ فرمائیں گے۔ اور مشن و ریویو فنڈ کی طرف اس نازک وقت میں دستِ جود و سخا دراز فرماکر عند اللہ ماجور ہونگے +

---

* "انگلستان میں اخباروں کی قیمت میں اضافہ" کے لیے صفحہ ۲۹۲ ملاحظہ ہو۔

## انگلستان میں اخباروں کی قیمت میں اضافہ

مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۱۸ء کا ٹائمز رقمطراز ہے کہ آیندہ ماہ یعنی اپریل ۱۹۱۸ء سے متعدد موقت الشیوعوں اور اخبارات کی قیمتوں میں اضافہ ہوجائیگا - چنانچہ روزانہ اخباروں میں پارک نائٹر پوسٹ کی قیمت یکم اپریل سے بجائے ½ ۱ پنس کے ۲ پنس لیجائیگی - اور ہفتہ وار موقت الشیوعوں میں سے کالد کٹ ۱۶ - اپریل سے بجائے ایک پنس کے ½ ۱ پنس کو فروخت ہوگا - اور بینی پکٹوریل کی قیمت ½ ۱ پنس کی بجائے ۲ پنس ہوگی - ہفتہ عشرہ تک آنسرس - ہوم چاٹ اور ہوم کیمپنین کی قیمتیں بجائے ½ ۱ پنس کے ۲ پنس ہوجاوینگی - فیملی ہیرلڈ ایک پنس کی بجائے ۲ پنس کو ملیگا ۔ اور اس کے علاوہ پارکنش ٹمر ویکلی پوسٹ - برٹش تیمزن - اور ٹمائیر ورکر کو بھی قیمتوں کے اضافہ میں فیملی ہیرلڈ کی ہی تقلید کرنی پڑیگی - وینز بشن مطبوعات کی قیمتوں میں بھی اضافہ ہورہا ہے - آدرہوم کی قیمت دو پنس سے تین پنس بڑھ گئی ہے - لیڈی ورلڈ - لیڈی ورلڈ فینسی ورک کی قیمتیں چار پنس سے چھ پنس ہوگئی ہیں - ہوم فیس ۳ پنس کی بجائے ۴ پنس کو - لیچ ڈریس میکر ۳ پنس کی بجائے ۴ پنس کو - یکس ہیرلڈ اور یکس فری پریس کی قیمتیں بھی ۲ پنس کی بجائے تین پنس ہوجاویگی ۔

## اشاعت اسلام

ہمیں امید واثق ہے کہ مسلمان ابھی مر نہیں گئے - ابھی بہت سے دل ہیں جو ان وقتی ضروریات کا احساس کرکے متفقہ طور پر اس آڑے وقت میں فنڈس کے مستحکم کرنے کی فکر کرینگے - اگر انگلستان کے اخبار بینوں نے محض شوق اخبار بینی میں قیمتوں کی ایزادی و اضافہ کو برداشت کیا ہے - تو ہمیں قوی اُمید ہے کہ دلدادگان اسلام اسلامی مفاد و منفعت کو مدنظر رکھ کر ان تکالیف کے مقابلہ میں مصارف کا تہیہ فرمائیں گے - جو اس جنگ میں سابقہ سے تین گُنا زائد ہوگئے ہیں - برادران ملت کا اس آڑے وقت میں فرض اولین ہے - کہ تبلیغ اسلام کے اس عظیم الشان کام کی طرف متوجہ ہوں - اور مسلم مشن ووکنگ کو مالی اضطرابی کے بوجھ سے آزاد کریں - اپنے خویش و اقارب و رفقا و حلقہ اثر میں رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا انگریزی اور رسالہ ہذا کی توسیع اشاعت کی سعی فرمائیں - اور دیگر احباب کو اعانت مشن کی طرف متوجہ فرماکر داخل حسنات ہوں - وہ دن ہمارے قومی حشر کا ہوگا -

اگر خدانخواستہ مالی کمزوری کی وجہ سے تبلیغ اسلام کے اس عظیم الشان کام کو کسی قسم کا صدمہ پہنچا۔ اُمید ہے کہ غیور شیدایان اسلام پیش از وقت مشن کی استقامت کی فکر فرما کر عند اللہ ماجور ہونگے۔ ایڈیٹر

# جلسۂ مولود النبی صلعم

گو اس جلسہ کا مجملاً تذکرہ رسالہ ہذا کے کسی سابقہ نمبر میں کیا جا چکا ہے لیکن جناب رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب ایم۔ اے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ پی۔ سی کی عالمانہ انگریزی افتتاحی تقریر جو آپ نے اس سعید تقریب پر ۲۲ دسمبر ۱۹۱۶ء کو مقام پراسپیکٹ ہال لندن میں کی ابھی تک ناظرین کرام تک نہیں پہنچی۔ اسلئے ذیل میں اس کا ترجمہ دیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر

معزز خواتین و اخوان! مجھے صاحب صدر نے استدعا کی ہے۔ کہ میں اس سعید تقریب پر آنحضرت صلعم کی ولادت پر روشنی ڈالوں۔ میرے خیال میں یہ نہایت ہی موزوں ہوتا۔ اگر اس پاک کام کی افتتاح تلاوت قرآنی سے کی جاتی۔ اکثر مسلم بھائی حضرت نبی عربی صلعم کی تاریخ و سوانح عمری سے آشنا ہیں اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں چند ہی الفاظ پر اکتفا کروں۔ جو کہ اُس عظیم الشان رُتبہ کا انکشاف کریں۔ جو دین اسلام کو نسل انسانی کی مذہبی اور رُوحانی ترقیات میں حاصل ہے کسی مذہب کا صحیح و منصفانہ اندازہ کرنے کے لئے میرے خیال میں یہ ضروری ہے۔ کہ اس مذہب کے پُرانے عقائد کا بھی جو اُس نے اپنے سے منسوخ کیئے ہوں یا اپنے اندر جذب کیئے ہوں خیال رکھا جاسے۔

اسلامی عقیدہ سے میری اسلئے دلبستگی نہیں۔ کہ میں جبلّی مُسلم ہوں۔ بلکہ اسلیئے کہ میں متقابلہ مذاہب کا متعلم ہوں۔ اور بہت سے مذہبی عقاید کے رجحان کو غور سے مطالعہ کرنے کے بعد میرا یہ پختہ اعتقاد ہو لیا ہے۔ کہ مذہب اسلام ہی حقیقتاً جس کی کہ مُعلم اسلام نے بڑے استقلال سے منادی کی مذہبی ترقی کے خط نصف النہار پر پہنچا ہوُا ہے۔ اسلام کو اس قدر عظیم الشان رُتبہ دیکر میں حاشا و کلا ایک لمحہ کے لئے بھی پُرانے مذاہب کو نظر۔۔۔۔۔ حقارت سے دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ زرتشتی۔ بُدھ مذہب موسوی مذہب اور عیسائیت ان تمام ادیان نے اپنے وقتوں پر اچھے کام کیئے۔ اور ذاتی طور پر میرے دل میں اُن تمام کے اصولوں کی جو انہوں نے پیش کیئے ہیں بہت عزت و وقعت ہے۔ ان میں سے ہر ایک

مذہب کی ہستی کو ضرورت زمانہ ہی وجود میں لائی۔ اور بیشتر اس کے یہ ادیان لوگوں کے دلوں پر تصرف حاصل کریں۔ ان سب کو اُس وقت کے مُروّجہ عقائد کے ساتھ جن پر کہ فوقیت پانے کی اُمید رکھتے تھے اپنے آپ کو مخلوط کرنا پڑا۔ بطور تمثیل میں مذہب عیسائیت کو لیتا ہوں۔ عیسائیت کی سالفہ تاریخ کے صفحات کی اگر ورق گردانی کی جائے۔ تو میرے متذکرہ بالا بیان کی تصدیق ہو جاویگی جناب مسیح کے مذہب کی پرچار گلیل کے ساحلوں پر اس زمانہ میں ہوئی۔ جبکہ عیش و عشرت و نفس پرستی کثرت سے تھی۔ اسلئے آپ نے حلم و محبت کی تعلیم دی لیکن شومئ قسمت سے آپ کا عہدِ نبوت نہایت ہی قلیل تھا اور اسی لئے آپ کی تبلیغ و تلقین سے محدود حصہ ہی مستفیض ہو سکا۔ جب تک کہ جناب مسیح کی تعلیمات ایک یہودی فلاسفر (جو نیو پلیٹزم[1] کے رنگ میں رنگین تھا) کے سانچہ میں ڈھالی نہیں گئیں۔ اور جب تک کہ گلیلی تعلیمات نے اوائل عقائد کو اپنے اندر نہیں لیا۔ اس وقت تک عیسوی تعلیم ہمسایہ اقوام میں ترقی و قبولیت حاصل نہیں کر سکی۔ میں خیال کرتا ہوں۔ کہ آپ کو اس بات کا علم ہوگا کہ گلیل کے معلّم کی بعثت سے پانچ صدی پیشتر ایک بڑے مصری بادشاہ نے ایک طریقہ نکالا۔ جس سے اس نے مصری اور یونانی دو مختلف اقوام و مذہب کو آپس میں متحد کرنے کا ارادہ کیا۔ چونکہ دونوں اقوام ایک ہی عقیدہ رکھتی تھیں۔ اسلئے وہ حصول مقصد میں کامیاب ہوا۔ اہل یونان میں زیوس[2] ڈیمیٹر[3] اور ڈایونیسس[4] کی پرستش مُروّج تھی۔ اور اہل مصر اوسیرس[5]۔ آئیسس[6] اور ہورس[7] کو اپنا معبود سمجھتے تھے۔ ان دونوں کا ایک ایسے خداوند خدا پر ایمان تھا۔ جس نے نسل انسانی کے گناہوں کی گٹھڑی کو اپنے کندھوں پر لینے کیلئے شدید تکالیف و مصائب جھیلیں۔ اور وجود با

---

[1] فلسفہ کا ایک اصول جسمیں پلوٹانی اور مشرقی عنصر شامل ہے جو تیسری صدی سکندریہ میں نکلا +

[2] اہل یونان کے قومی دیوتاؤں میں سب سے بڑا دیوتا۔ اس کی بیوی کا نام ہیرا تھا اور پایہ تخت تھسلی میں ماونٹ اولمپس ہے +

[3] یہ زیوس دیوتا کا بھائی ہے۔ جس کا ذکر فٹ نوٹ نمبر ۲ میں کیا گیا ہے اسکا دوسرا نام (Ceres) بھی ہے

[4] شراب کا دیوتا جس کا دوسرا نام (Bacchus) بھی ہے +

[5] مصری دیوتاؤں میں سب سے بڑا دیوتا جس کی شادی آئیسس (دیکھو نوٹ ۶) سے ہوئی۔ سٹ نے اسکو قتل کر دیا لیکن اس کے بیٹے ہورس نے جو کہتے ہیں دوسری دنیا میں مردوں کا جج ہے۔ اپنے باپ کے خون کا انتقام لیا +

[6] مصری دیوی۔ جو اوسیرس (دیکھو فٹ نوٹ ۵) کی بیوی تھی +

[7] ہورس اوسیرس دیوتے کا بیٹا تھا جس کے متعلق مصری خیال رکھتے تھے کہ دوسرے جہان میں مردوں کا جج ہے +

زندہ بھی کیا گیا۔ اس طرح ٹولمی* کا مقصد بھی جو سرا بین عقیدہ کا بانی تھا سہل ہوگیا +

ائی سس کی پرستش نے مصری اور یونانی دُنیا کے تخیلات پر غلبہ پایا۔ اور بعد ازاں آئی سس کی پرستش کُل سلطنت روما میں پھیل گئی جنہوں نے روما میں سینٹ پیٹر کی طرز عبادت دیکھی ہُوئی ہے۔ اور عجز و انکسار کی دُعائیہ راگنی (جو عیسائیوں میں عام عبادت کا ایک طریقہ) بھی سُنی ہُوئی ہے۔ اُنکی آنکھوں کے سامنے بہ آسانی اُن شاندار رسُومات و حرکت کرنیوالے رواجوں کا نقشہ پھر جاتا ہے۔ جو خداوندوں کی ماں" کی عبادت میں بجالائے جاتے تھے۔ آئی سس کے پرستار آئی سس کو ڈُلوروا آئی سس۔ نادُمی و ملمیٰ" کے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ پادریوں و کلیسیا کے دیگر عہدیداروں کی مشغولیت عبادت اور کنواریوں کا معطر مشعلوں کو ادھر اُدھر لیجانا یہ تمام سماں ائی سس کی عبادت یاد دلاتا ہے۔ یہ فقط اس وقت کا نقشہ ہے جبکہ اہل روما عیسوی مذہب کے ساتھ مخلوط ہوگیا۔ اور پُرانے رسُومات اہل روما میں پھیلنے شروع ہو گئے ہماری سرکار حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نبی عربی اس وقت مبعوث ہوتے ہیں جبکہ کُل رُوئے زمین کی اقوام تاریکی میں ٹامک ٹوئیے مار رہی تھیں۔ اور ہر ایک متلاشی حق اس ادھیری کے زمانہ میں ایک ماویٰ و ملجا و سہارا کی تجسّس میں تھا۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے دُنیا میں ترقی حاصل کرنے کے لئے بُت پرستی کے خیالات کو اپنے اندر نہیں لیا۔ خُود آنحضرت صلعم کی شخصیت مذہب اسلام سے کوئی کم مشہور و معروف نہیں۔ آپنے ہم کو خدا کے نزدیک کردیا۔ آپکے اصُولوں میں خالق و مخلوق کے تعلقات کے درمیان کسی سفارش کی ضرورت نہیں آپ کے مذہب کا زریں اصُول یہ ہے۔ کہ انسان اپنے ہی زُہد و تقویٰ و عبادت سے خدا تک رسائی حاصل کرسکتا ہے۔ آپنے تلقین فرمائی۔ کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑھکر منظور نظر انسانی کی خدمت کرنا ہے۔ آپنے "سب کو چھوڑ دو اور میری پیروی کرو" والا خود غرضانہ فقرہ جو آپ سے چھ صدی پیشتر کہا جا چکا تھا نہیں فرمایا۔ بلکہ مندرجہ ذیل مواعظ حسنہ سے آپ نے مخلوق خدا کی بہتری اور فلاح کے لئے تلقین کی +

اپنے بچوں کا خیال رکھو۔ اور اپنے والدین کی تعظیم و تکریم کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ

* دوسری صدی میں ایک منجم گذرا ہے جس نے ۱۳۹ء میں آسمانوں اور اجسام سماوی کی حرکات کی بناوٹ کو بیان کیا +

ہیں مگر جانتے تمہارے والدین ماجد نے تمہیں پرورش کیا۔ اسلئے اُن کے بھی کچھ حقوق تم پر ہیں۔ اور علیٰ ہذا القیاس مُلک بزرگوار کے بھی۔ غریب رفقا کی خبرگیری کرو۔ کیونکہ غربا کا بھی تم پر حق ہے"۔

ایک اور ضروری بات مجھے آپ سے کہنی ہے میں نے آپ سے آنحضرت صلعم کی ان تفصیلات کا ذکر کیا جسمیں آپ نے نسل انسانی اور خداوند تعالیٰ کی منشا* بجالانے کیلئے ہدایت فرمائی ہے لیکن ان سب سے بڑھ کر قابل توجہ یہ ہے۔ کہ جو کچھ بھی آپ نے کیا۔ انسانی جامہ کے اندر ہی کیا۔ اور اس لئے آپ کی آواز بڑے زور سے انسانی ضمیر کو اپیل کرتی ہے۔ کیونکہ آپ کی آواز ایک انسانی آواز تھی۔ اور آپ کی شخصیت کوئی وہمی یا قیاسی نہ تھی۔ اور نہ ہی آپ میں کوئی ...... فوق العادہ بات تھی۔ آپ کی سیدھی سادی انسانی آواز ہمیں سیدھے سادے انسانی فرائض کی طرف بلاتی ہے۔ آپ کے ذرا دہ نقشہ بھی ملاحظہ ہوں جو احادیث میں درج ہیں۔ آپ سفید لباس میں مسجد میں بیٹھے ہیں۔ اور مریدوں کا ارد گرد جمگھٹا لگا ہوا ہے۔ ایک اعرابی دور دراز ملک سے اونٹ پر سوار ہو کر آپ کے پاس آیا۔ اور اونٹ سے اتر کر پوچھا:۔

اعرابی "محمد کون ہے"؟

صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک نے کہا۔ کہ "یہ آپ تشریف رکھتے ہیں"۔

اعرابی۔ اے محمد۔ میں نے تجھ سے ایک سوال پوچھنا ہے۔ کہ کیا تو ہی مساوات کا پیغام ہمارے لئے لایا ہے"۔

"آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ "ہاں"۔

اعرابی "کیا تو خداوند تعالیٰ سے پیغام لایا ہے۔ کہ ہم ایک دوسرے سے مساوی طور پر سلوک کریں"۔

آنحضرت نے مثبت میں جواب فرمایا۔

اپنے استفسارات کا تسلی بخش جواب پا کر اعرابی آپ کے قدموں پر گر پڑا۔ اور اسلام سے بہرہ اندوز ہوا۔

*۔ قل انما انا بشر مثلکم (اے لوگو۔ میں تم جیسا ایک انسان ہوں)

اِس قسم کے لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نہایت ہی سادہ مزاج تھے۔ اور باوجود طاقت و حکومت کے آپؐ پرلے درجہ کی سادہ زندگی بسر فرماتے تھے۔ آپؐ کی سوانحعمری کے لکھنے والے مؤرخ و مصنف آپؐ کی مندرجہ ذیل احسن فضائل و صفاتِ جمیلہ و اوصافِ حمیدہ بیان کرنے میں متفق ہیں:—

"آپؐ پرلے درجہ کے سخی دلاور و صادق تھے۔ غربا معاون و مددگار تھے۔ گفتار میں شیریں کلام اور قول کے صادق تھے۔ اور ہمیشہ غربا کی حمایت کیا کرتے تھے سبھی لوگ جنہوں نے آپؐ کو دیکھا یا سُنا آپؐ سے اُلفت رکھتے ہیں۔ گو آپؐ کم سخن تھے لیکن جو کہتے اُسکو نہ بھولتے۔ آپؐ نفس کُشی و دنیا کا نمونہ تھے۔ غربا کے ساتھ غم و اندوہ میں خصوصیت سے اور عام طور پر ہر ایک سے ہمدردی کرتے۔ رذیل سے رذیل آدمی بھی اپنی بدکرداری کی معافی کیلئے آپؐ کا دامن پکڑ لیتا۔ ایسے انسان کامل ہمارے ہادی و پیشوا۔ ماوی و ملجا حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ علیہ وسلم ایک انسان تھے"

اللھم صل علی محمد وعلی اٰل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی اٰل ابراھیم انك حمید مجید۔ اللھم بارك علی محمد وعلی اٰل محمد کما بارك علی ابراھیم وعلی اٰل ابراھیم۔ انك حمید مجید

# نعرۂ توحید

(جیمس تیج مسٹر عبدالعزیز ایک نومسلم کی قلم سے)

مندرجہ ذیل مضمون ایک نومسلم سپاہی کی قلم سے نکلا ہے جو میدان کارزار سے اپنی دلی کیفیت کا اظہار کر رہا ہے۔ گو مضمون علمی نقطۂ خیال سے سادہ ہے لیکن اس سادگی میں توکل علی اللہ کا رنگ ٹپکتا اور میدان جنگ میں شان و جبروت ایزدی نظر آتی ہے۔ ایڈیٹر

میں عبدالعزیز ایک مسلم سپاہی ہوں۔ فرانس کے دور دراز میدان جنگ سے جہاں لاشوں کے تودے لگے ہوئے ہیں اپنے بھائیوں سے دو دو باتیں کرتا ہوں۔ یہ کبھی امن و چین کا مقام تھا۔ لیکن اب عزرائیل موت کا فرشتہ مہیب شکل کے ساتھ برباد و سنسان منظر پر گھور رہا ہے۔ اور مقتولین کی روحیں غمگین لہجہ میں انتقام کے لئے آہ و بکا کر رہی ہیں۔ لیکن ان کھنڈرات و ہولناک مناظر میں مجھے ایک غیر فانی آواز اللہ تعالیٰ کی سنائی دیتی ہے۔ ان ویرانوں میں ہُو ہُو کی ماتم انگیز سرسراہٹ میں اسی کی تسلی دینے والی صدا میری روح کو تسکین دیتی ہے۔ کرۂ ہوائی کے بیشمار ستارے اپنے تاباں حسن و جمال کے ساتھ اسی کے جبروت و جلال کی شہادت دیتے ہیں۔ اور دور دراز بندوقوں کی گرج میں بھی اسی کا نعرۂ توحید گونجتا ہے۔ میں یہاں پر ایک لمحہ کے لئے بھی اکیلا نہیں۔ کیونکہ میرا مولا ہر وقت میرا مونس و مددگار ہے۔ اور میرے ساتھ ہے۔ اور وہی ذات میری عین تسکین و سہارا ہے۔

وہ لوگ جو نادانی سے کہتے ہیں۔ کہ اسلام صداقت سے خالی ہے۔ میں ان کو ڈنکے کی چوٹ کہہ دیتا ہوں۔ کہ اطمینان قلب میں نے قبولیت اسلام سے ہی حاصل کیا ہے۔ اور اسلام ایک ایسی چٹان پر نصب ہے۔ جس کی بیخ و بن نہایت مستحکم و دیرپا ہے۔

میں نے جنگ کی گرج و خاموشی میں بھی اسی اللہ تعالیٰ کی آواز سنی ہے۔ جو کہ اپنے مسلم بچگان کو خاموش الفاظ میں دلیری و تسکین دیتی ہے۔ اس وقت جبکہ مجھے اجل کے مہیب ہولناک منظر چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ میں وسیع و عجیب چرخ نیلگوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہوں جس میں کہ ستارے ازل سے ہی عالم سکوت و خاموشی میں چمکتے ہیں۔ ان مناظر میں سے بھی ایک آواز میرے اندرون قلب سے نکل رہی ہے۔ جو مجھے خوش آیندہ کی امید دلاتی ہے۔ اور بآبانگ دہل یہ کہہ رہی ہے کہ جنگ کے خاتمہ پر

مذہب اسلام کل بنی نوع انسان اور کل دنیا کے دلوں پر تصرف حاصل کریگا - اس ہنگامہ عظیم کے ختم ہونے پر مجھے اللہ تعالے کی ذات بابرکات پر کامل یقین ہے کہ مذہب اسلام اپنی فتح و ظفر کی شان و شکوہ کے ساتھ درخشندہ ہوگا - اور جس کی بڑی تزک و شان کے سامنے گناہ اور بدی جو نسل آدم کی قدیمی دشمن ہے - پانی کی طرح بہہ جاویگی - اور نسل انسانی پھر کبھی بھی برسر پیکار نہ ہوگی - یہی آواز میں بار بار سنتا ہوں - اور یہی خوش آیند منظر میری آنکھوں کو فرحت دے رہا ہے - میں سنتا ہوں - کہ اسلام کا نعرہ جنگ امن اور امید کے راگ اور فتح و ظفر و شان و شوکت کی دلکش راگنی میں بدل رہا ہے - اور کل روے زمین کی اقوام کو اس حیّ و قیوم خداوند یگانہ ابدی و ازلی دربار میں دوش بدوش یکزبان و ہم آہنگ ہو کر اللہ اکبر کا نعرۂ توحید بلند کرتا ہوں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں - اللہ اکبر - اللہ اکبر - اللہ اکبر +

# برادرانِ اسلام کی قابل توجّہ

ذیل میں اس انگریزی چٹھی کا ترجمہ دیا جاتا ہے - جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری انگلستان نے مئی سنہ ۱۹۱۸ع کے اسلامک ریویو و مسلم انڈیا میں ملفوف کی ہے جسمیں انہوں نے موجودہ تکالیف کا جو جنگ کی وجہ سے کاغذ کی قلت و گرانی میں محسوس ہو رہی ہیں تذکرہ فرمایا ہے - اور اپنے ہندوستان کے مسلم برادران ملت سے ان مشکلات پر حاوی ہونے کیلئے مشورہ طلب کیا ہے - ہم چاہتے ہیں کہ ناظرین کرام رسالہ ہذا بھی ان کی موجودہ مشکلات سے آگاہ ہو جائیں ممکن ہے کوئی سعید روح اپنے مجاہد بھائی کا ہاتھ کسی رنگ میں اس نازک وقت میں بٹا کر داخل حسنات ہو - انا اجری اللہ - ایڈیٹر

برادران اسلام! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - اللہ تعالے کے افضال و برکات آپکے شامل حال ہوں - اسی ماہ کی شذرات میں کہیں تذکرہ کیا گیا ہے - کہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کے کاغذ کا سٹاک ختم ہو چکا ہے - اور آیندہ نمبروں کی اشاعت کیلئے ہم تازہ سٹاک کے ذخیرہ کرنے کی فکر میں ہیں - اس جگہ یہ بتلانا بیجا نہ ہوگا - کہ کاغذ کی قیمت امسال سال ماسبق سے دوگنی ہے اور قریباً ایام جنگ کے پیشتر سے تین گنہ بڑھ گئی ہے - ادھر کاغذ کا رونا ہے - ادھر ساتھ ہی

مطبع والوں نے اسلامک ریویو و مسلم انڈیا کی اُجرت طبع میں اضافہ کر دیا ہے۔ وہ اُجرت طبع جو آج سے ہم تین سال پیشتر دیا کرتے تھے اس سے انہوں نے دوگنی کر دی ہے۔ ان حالات کے ماتحت ہم نہایت ہی کشمکش و تذبذب میں ہیں۔ اور ان مشکلات کو حل کرنے کیلئے دو ہی سبیل ہمارے سامنے ہیں یا تو ہم اسلامک ریویو کے موجودہ حجم میں تخفیف کر دیں یا سالانہ چندہ میں اضافہ کر دیں لیکن اول الذکر کی تجویز پر تو ہم کاربند نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اسلامک ریویو کا موجودہ حجم پیشتر سے ہی ضرورت کے لحاظ سے ناکافی ہے۔ اور ہمیں ہر ماہ وہ تمام اسلامی لٹریچر و لیکچر جو ہم جگہ بہ جگہ مختلف سوسائٹیوں کی استدعا پر دیتے ہیں شائع نہیں ہو سکتا۔ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا کے قلیل حجم کی وجہ سے میں آرٹیکل بعنوان "ذرائع علم کا مذہب" کو دو اقساط سے زائد نہ لکھ سکا۔ اور مسئلہ ارتقاء انسانی والا دلچسپ و اہم مضمون بھی عدم گنجائش کی وجہ سے آگے نہ چل سکا۔ اور اس قسم کے کئے ایک متعدد آرٹیکل لطیف و اسلامی مضامین ہمارے پاس ذخیرہ پڑے ہیں جو ہم اسلامک ریویو کے محدود صفحات ہونے کی وجہ سے شائع نہیں کر سکتے۔ کاش ہمارے ذرائع وسیع ہوتے۔ اور ہم کھلے دل سے دلفریب تعلیمات اسلام کو اکناف عالم میں منتشر کرتے! اغیار تو باطل عقیدے کو لیکر لاکھوں کی تعداد میں مفت اپنے لٹریچر کو سمندر کی طرح بہائیں لیکن حاملان توحید و حق و صداقت کے مالی ذرائع اس قدر محدود ہوں۔ کہ وہ اپنے لٹریچر کو وسیع پیمانہ پر مفت تقسیم کرنے کے قابل نہ ہوں۔ کاش اہلِ برادران ملت اب بھی خواب غفلت سے بیدار ہوں۔ دوستو! اُٹھو!! جاگو!!! وقت کو شمار کر لو اس وقت قلبہ رانی ہو چکی ہے بیج بویا جا چکا ہے فقط آبپاری درکار ہے جس سے ایک سرسبز لہلہاتا ہوا کھیت پک کر تیار ہو جاویگا۔ اسلامی تعلیمات قدرتاً لوگوں کے دلوں پر تصرف حاصل کر چکی ہیں۔ اور موجودہ حالات نے تو طوعاً و کرہاً ان لوگونکو اسلامی تعلیمات کے سامنے سرنگوں کر دیا ہے۔ تجربہ و مشاہدہ نے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت کر دی ہے۔ کہ مسیحی تعلیمات نسل انسانی کیلئے ناقابل عمل ہیں۔ اور اگر کوئی تعلیم نسل انسانی کی روزمرہ زندگی کے مصداق ہو سکتی ہے۔ تو وہ اسلام کی ہی سیدھی سادی تعلیم ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ ان تمام تقریروں لیکچروں و سرمنوں کو جو میں مختلف پلیٹ فارموں سے مختلف شعبہ ہائے اسلام کو مختلف رنگوں میں مغربی دُنیا کے سامنے پیش کر رہا ہوں شائع کر دیا کروں لیکن وہی وقت یعنی رسالہ کا قلیل حجم

مانع ہے میرے پاس محض فضل ایزدی سے ہر ماہ اس قدر مضامین کا ذخیرہ ہوتا ہے کہ جس سے ساٹھ یا اسی صفحات کا ماہواری رسالہ بھی بآحسن وجہ شائع ہو سکتا ہے۔ یہ بات کہ مسلم برادران کو چنداں بتلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کہ اس رسالہ کی اجرا کوئی تجارتی نقطہ خیال سے نہیں۔ بلکہ اسکی غرض و غایت تو اسلامی لٹریچر کو کثرت سے بلاد غربیہ میں مفت پھیلانا ہے جس کے کثرت انتشار سے آئے دن مقبولیت اسلام کے احسن نتائج مترتب ہوتے رہتے ہیں۔ اسلئے اگر رسالہ اسلامک ریویو کے موجودہ حجم کو جو موجودہ ضروریات کے بھی کافی نہیں اور بھی کم کردیا جائے۔ تو یہ تجویز تبلیغ کے عظیم الشان کام کیلئے مہلک ثابت ہوگی۔ رسالہ اسلامک ریویو کے حجم کی تخفیف کرنے کی تجویز پر تو بہرحال ہم کاربند ہونے سے قاصر ہیں بہرحال رسالہ کے موجودہ حجم میں تخفیف کرنی یا موجودہ سالانہ چندہ میں کسی قسم کا اضافہ کرنا۔ ان سب امورات کا تصفیہ میں اپنے مسلم ہموطنوں کی رائے و مشورہ پر چھوڑتا ہوں۔ کیونکہ یہ کام ان کا اور میرا مشترکہ اسلامی کام ہے لیکن میری ناقص رائے میں اگر رسالہ کا موجودہ چندہ سات شلنگ سے دس شلنگ سالانہ کیا جائے تو میرا خیال ہے کہ بہت سا بوجھ جو وقتی ضروریات اور مشکلات کی وجہ سے ہم پر گراں ہو رہا ہے۔ ہلکا ہو جائیگا۔ قصہ مختصر برادران ملت و شیدایان اسلام کی خدمت میں میں مؤدبانہ ملتجی ہوں کہ للہ وہ اس معاملہ میں مجھے کوئی معقول مشورہ دیں جس سے کہ موجودہ مشکلات سے مخلصی ہو۔ اور رسالہ موجودہ کیلئے وہ خود ہی کوئی معقول رقم سالانہ رسالہ چندہ کی تجویز فرمائیں۔ جو کہ بآسانی ہر ایک ادا کر سکے۔ اور جس سے مشن کو بھی کافی تقویت پہنچے۔ ڈونیشن سے بھی ایک حد تک ریویو فنڈ کو تقویت پہنچ سکتی ہے۔ اور ساتھ ہی کثرت سے رسالہ اسلامک ریویو کے خریدار فراہم کئے جائیں۔ اگر ہندوستان کے کل انگریزی دان ہی رسالہ کے خریدار بنجائیں۔ تو یہ عظیم الشان تبلیغ کا کام مفت چل سکتا ہے لیکن یہ سب کچھ آپ صاحبان کی ہمت و کوشش و اسلامی درد و احساس پر منحصر ہے +

قصہ کوتاہ میں سب کچھ ناظرین کرام کے مشورہ پر ہی چھوڑتا ہوں۔ جو کچھ بھی وہ اس وقت موجودہ مشکلات کو حل کرنے کیلئے بہترین سبیل سمجھیں۔ اس پر کاربند ہو جائیں۔ اور مجھ کو کم از کم بوجھ سے آزاد کریں۔ والسلام

خاکسار۔ خواجہ کمال الدین از مسجد ووکنگ۔ انگلستان

## رپورٹ ووکنگ مشن بابت ماہ اپریل ۱۹۱۸ء

# ایک خاتون کا اسلام

### لندن مسلم ہوس میں فاضل مستشرق مارماڈیوک پکتھال کا ایک محیرت انگیز لیکچر

### ایک نومسلم کی کوشش حفظ قرآن

اللہ جلشانہٗ کا احسان ہے کہ گذشتہ چھ ماہ کے کام نے ہمیں قریب قریب اپنے نصب العین تک پہنچا دیا۔ جس خوبی اور سرعت سے اس وقت لندن مسلم ہوس میں ترقی ہو رہی ہے۔ اگر اسی طرح تدریجی ترقی جاری رہی۔ تو پھر جس بات کے مکلف ہم بردے قرآن کریم ہیں۔ وہ امر ہمیں حاصل ہو گیا۔ ہدایت خداتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ہمارا کام صرف تبلیغ اور پبلک میں ایک قسم کی دلچسپی پیدا کر دینا۔ اسلام کی فضیلت کو قائم کر دینا اور اس کے چہرہ سے غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کے داغ کو دور کر دینا۔ اس وقت لندن مسلم ہوس کے لیکچروں اور سرمنوں میں حاضرین کی تعداد ساٹھ کے قریب ہے۔ یہاں مغربی دنیا میں نئی تحریکوں کا جلسہ تیس نفر کا ایک کامیاب جلسہ گنا جاتا ہے۔ ان ہفتہ وار لیکچروں کے علاوہ ہر ماہ دو ایٹ ہوم بھی دیئے جاتے ہیں۔ چاء وغیرہ کی تواضع کے بعد جلسۂ وعظ شروع ہوتا ہے۔ مطالعہ اسلام کے عنوان سے میں نے ایک سلسلہ تقریر شروع کیا ہے جسمیں ارادہ ہے کہ صفت ایمان ارکان اسلام۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ سے چلکر آہستہ آہستہ کل تعلیم اسلام بیان کر دیجائے۔ یہ تقریر مختصر سی نصف گھنٹہ کی ہوتی ہے۔ اور اس کے بعد سلسلہ سوال وجواب کا شروع ہوتا ہے جسمیں حاضرین کو اختیار دیا جاتا ہے۔ کہ وہ جو چاہیں اسلام یا مذہب کے متعلق مجھ سے سوال کریں۔ اس وقت تک تین ایٹ ہوم ہو چکے ہیں جو مفید اور کامیاب ثابت ہوئے ہیں۔ ان میں بھی تعداد حاضرین کبھی پچاس ساٹھ کے لگ بھگ ہوئی ہے۔ یہ لیکچر اور ایٹ ہوم نماز جمعہ کے علاوہ ہوتے ہیں۔ دو کنگ کا جلسۂ اتوار بھی جاری ہے۔ جہاں اب ماہ میں دو دن ملک عبدالقیوم اور باقی میں یا کوئی اور نومسلم سرمن دیتا ہے۔ بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ اب باہر سے چاروں طرف لیکچروں کا مطالبہ متعلق اسلام پر ہو رہا ہے

مجھے اپنی صحت کا سخت اندیشہ ہے کاش کوئی اور خادم دین ساتھ ہو۔ اب کام تو اس قدر ہے۔ کہ سنبھالنا مشکل ہو رہا ہے مثلاً اسی ماہ اپریل میں جمعہ کے چار خطبے مسلم ہوس میں ایک لیکچر ووکنگ مسجد میں اور تین تقریریں و لیکچر لندن مسلم ہوس میں ایک لیکچر مجھے اور مقامات میں دینے پڑے۔ علاوہ میرے مضامین رسالہ کے ہے پھر ہفتہ میں ایک لندن میں اور ایک ووکنگ میں درس قرآن دینا ہوتا ہے خدا تعالیٰ کی ہی توفیق سے کام چل رہا ہے ورنہ میری صحت و طاقت سے بہت بالا یہ کام ہے میں اس فکر میں ہوں کہ ان نومسلموں سے کسی کی خدمات سے فائدہ اٹھاؤں۔ کیونکہ اس وقت خدا کے فضل سے ہماری شہرت اور اسلامی فضیلت کا اعتراف آہستہ آہستہ اس بات کا مقتضی ہو رہا ہے۔ کہ مختلف مواقع پر ہمارے واعظ اور لیکچرار جائیں۔ مطالبات تو اب بھی ہو رہے ہیں لیکن میں مثال دیتا ہوں

## مسٹر پکتھال کا لیکچر

اس اپریل کے لیکچروں میں جو امر خاص قابل ذکر ہے وہ ہمارے نومسلم بھائی مسٹر پکتھال کا لیکچر ہے جو ۲۸۔ اپریل کو لندن مسلم ہوس میں ہؤا۔ لوگ معمول سے زیادہ تھے۔ لیکچر کا عنوان تھا

"آسمانی بادشاہت"

لیکچرار موصوف نے اپنے مسلمان ہونے کا کامل حق ادا کر دیا۔ اور یہ ثابت کیا کہ وہ آسمانی بادشاہت جو جناب موسیٰ کو دور سے نظر آئی۔ اور جناب مسیح جس کے لئے رات دن دست بدعا تھے اس کا چارٹر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا کو بشکل قرآن کریم دیا گیا۔ گویا قرآن اس سلطنت خداوندی کا دستاویز اور چارٹر تھا۔ یہ ان کا کہنا محض دعویٰ کے رنگ میں نہ تھا۔ نہ ہی ایک مسلم کا اظہار جوش تھا۔ بلکہ انہوں نے بالتفصیل سلطنت مذکورہ کے امتیازی نشان بڑے بائبل بتلائے اور پھر قرآن کی تعلیم سے ثابت کر دیا کہ وہ سلطنت قرآن کے ذریعہ دنیا میں قائم ہوئی۔ اور جس کا کامل ظہور آنحضرت صلعم کے زمانہ آخری میں مدینہ طیبہ میں ہؤا۔ جبکہ جرائم کے روکنے کے لئے نہ پولیس کی ضرورت رہی اور نہ مجسٹریٹ کی حاجت۔ بدی دنیا سے مٹ گئی۔ اور امن اور ربانی اخلاق علیٰ درجہ الکمال مسلمانوں میں پیدا ہو گئے۔ اس لیکچر کا وہ حصہ نہایت ہی قابل غور تھا جہاں انہوں نے اہل اسلام کو خطاب کیا۔ انہوں نے پوچھا۔ کہ کیا تم جانتے ہو کہ وہ سلطنت کہاں گئی۔ اور کس طرح تمہارے ہاتھوں سے نکل گئی۔ اس کا سبب اور کچھ نہیں صرف یہ کہ تم نے اس سلطنت کو ایک درجہ

سمجھ لیا تم نے سمجھا کہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہونے سے تم اس سلطنت کے مالک ہو گئے۔ وہ سلطنت تو اُن کی تھی جو اس سلطنت کے چارٹر یعنے قرآن کریم پر عمل کرتے تھے۔ تم نے قرآن پس پشت کر دیا خدا تعالےٰ نے تم سے سلطنت چھین لی۔ اب بھی وہ سلطنت مل سکتی ہے۔ لیکن اُسی کو جس کے ہاتھ عملاً اُس سلطنت کا چارٹر یعنے قرآن کریم ہے۔ العظمت للہ کیا عبرت کا مقام ہے۔ العجب ثم العجب۔ آج ایک انگریز اور چند دنوں کا نو مسلم ہم کو نصیحت دے رہا ہے۔ اور ہمارے صحیح یقین ہم کو بتلا رہا ہے۔ لیکچر کا ایک ایک لفظ غور کرنے اور نصیحت حاصل کرنے کے قابل ہے۔ یہ لیکچر ماہ جولائی کے اسلامک ریویو میں چھپ جائیگا۔ اور اس کا ترجمہ غالباً اگست یا ستمبر کے رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں ہو گا۔ یہ لیکچر تو تعلیم یافتہ مسلمانوں کے گلے میں بطور حرز جان ہونا چاہئے لیکن وہ بات جس نے مجھے رُلا دیا۔ وہ مسٹر پکتھال کی ایک اور خوبی تھی۔ اس لیکچر میں اُنہوں نے جا بجا آیات قرآن سے تمسک کیا۔ اور بعض جگہ لمبی لمبی آیات ہیں لیکن ان کا ترجمہ نہیں بلکہ اصل آیات قرآن کریم پڑھیں اور ازبر۔ ذرا اس نظارہ کو اپنے تصور میں لاؤ۔ ایک انگریز اور وہ اسلامی پلیٹ فارم پر کھڑا ہے۔ اور قرآن کریم کی آیات ازبر سنا رہا ہے۔ اور اُن کی حسب ضرورت تفسیر کر رہا ہے۔ اور پھر وہ آیات صحیح پڑھتا ہے۔ اور غلطی اعراب تک کی نہیں کرتا +

اے انگریزی خوان مسلمانوں۔ کیا تمہارے لئے ڈوب مرنے کا مقام نہیں۔ تم میں کتنے ہیں جو اِس طرح قرآنی آیات کو ازبر سنا سکتے ہیں۔ کتنے تم میں ہیں جن کے دل میں اسلام کا وہ شوق اور درد ہے۔ جو اس نو مسلم میں ہے۔ شائد تم بھی حسب ضرورت بعض وقت اپنی تقریر کو خوبصورت بنانے کیلئے چند آیات یاد کر لیا کرتے ہو۔ لیکن آؤ تم کو ایک وہ بات بتلاؤں جو تمہیں آب ندامت میں ڈوب مرنے کیلئے کافی ہے۔ مسٹر پکتھال نے ایک اور غضب کیا ہے۔ اس نے اب حفظ قرآن شروع کر دیا ہے۔ سورہ یٰسین اور سورہ بقرہ تو اس نے حفظ کر لی ہیں۔ اور سورہ والناس سے چلکر ابتدا کی طرف پچاس سورتیں اور بھی ازبر کی ہیں۔ آہ ہم کیا تھے۔ اور کیا ہو گئے۔ اور یہ سعادت جو ہمارے ابا و اجداد کو ملی اور وہ سلطنت خداوندی جس کا چارٹر ہم کو ملا۔ وہ تو اب ہر معنے میں ہمارے ہاتھ سے آج بھی گئی اور کل بھی گئی۔ نہ معلوم وہ سلطنت اب کس قوم کے حصہ جا رہی ہے۔ آؤ خدا تعالےٰ کی سُنت کو سامنے رکھو وہ کسی کا سانجی نہیں۔ وہ زمین کا وارث ان کو بناتا ہے جو اسکی نگاہ میں

اس امر کی صلاحیت رکھتے ہیں تمہارا دین اور تمہاری ہونا تمہیں سلطنت خداوند کا مالک نہیں ٹھیرا سکتا اگر تم اس کے اہل ثابت ہو گے اور تم اس وقت ٹھیر گئے نہیں ہو تم پولٹیکل کوششوں میں انہماک سے جو چاہو ممکن ہے بنالو سلطنت خداوندی اب ہمارے ہاتھ میں ان کوششوں سے نظر نہیں آتی ۔ یہ نعمت اب ہاتھ سے بدلتی نظر آتی ہے ۔ دیکھو خود قرآن کریم کیا کہتا ہے ۔ وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم ۔ سورۂ محمد ﷺ پ ۲۶ +

مسٹر پکتھال خدا کے فضل سے عربی میں اچھی مہارت رکھتے ہیں ۔ اور آجکل اُن کا شغل دیوان متنبّی ہے ۔ یہ اللہ تعالٰے کا خاص الخاص احسان ہے کہ اس نے ہمیں ایسا درخشندہ گوہر اور ایک مشہور اہل قلم اور مانا ہوا مصنّف عطا کیا ۔ گذشتہ تین ماہ سے متواتر مسٹر پکتھال ہمارے ہر ایک جلسہ میں آتے ہیں ۔ اور آیندہ میں نے اُن سے وعدہ لیا ہے ۔ کہ وہ وہ تقریریں ہر ماہ مسلم ہوس میں کریں ۔ یہ سب تقریریں انشاء اللہ اسلامک ریویو میں چھپ جاویں گی +

بحمد اللہ ایک بی بی ماہ اپریل میں مشرف بہ اسلام ہوئی اور بعد از نماز جمعہ حسب معمول ڈیکلریشن اقرار ہی لفظ بہ لفظ کیا ۔ مورخہ ۹ مئی سنہ ۱۹ء

خواجہ کمال الدین امام مسجد ووکنگ

# لمعاتِ انوارِ محمّدیہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک حالات آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسن سیرت و معاشرت کا فوٹو علمی ادبی تمدنی اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع جس میں جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و جناب مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی مسلم مشنری و جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب بیرسٹر (قدوائی) و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہے ۔ اور آنحضرت صلعم کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے ۔ قیمت غیر مجلد ۶ ر مجلد ۱۰ ر

المشتہر خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل لاہور

# محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں

(وہ تم کو آئندہ کے واقعات کی خبر دیگا (یوحنا باب ۱۶)

بقول حضرت عیسیٰ آنیوالے موعود نبی کی نشانی یہی تھی کہ وہ لوگوں کو آئندہ کے واقعات کی خبریں پیشگوئیوں کے رنگ میں دیگا۔ عربی لفظ نبی اور اس کے مترادف انگریزی لفظ Prophet دونوں کے لغوی معنے آئندہ کی خبریں بتانیوالا ہے۔ اور عام لوگوں کے خیال میں بھی ایک نبوت کے دعویدار کیلئے اس قسم کا علم غیب رکھنا ضروری ہے۔ کسی دوسرے کی تحقیر کرنے کی نیت سے مقابلہ کرنا واقعی بہت بڑا اور قابل نفرین ہے لیکن اگر تحقیق حق کو مدنظر رکھ کر واقعات پر نظر ڈالی جاوے تو ہم کو ماننا پڑتا ہے کہ آئندہ کا جسقدر بھی علم دیگر انبیاء کو دیا گیا وہ نبی کریم کی بین اور کھلی پیشگوئیوں کے سامنے ہیچ معلوم ہوتا ہے۔ مسیح کی طرح آپکے الفاظ کبھی مشکوک یا ذو معنی نہ ہوتے تھے۔ اور ان کا مفہوم سمجھنے کے لئے بہت سوچ بچار کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ جناب مسیح نے اپنی دوسری بعثت کے وقت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا "تم لڑائی اور جنگ کی خوفناک صدائیں سنوگے۔ ایک قوم دوسری قوم کے خون کی پیاسی ہوگی۔ ایک سلطنت دوسری کی جانی دشمن ہوجاویگی۔ وبا۔ قحط اور زلزلے دنیا کے چاروں طرف پھیل جاوینگے"۔ اس قسم کے واقعات جو دنیا میں آئے دن پیش آتے ہیں ان کا کسی خاص وقت پر چسپاں کرنا بڑا ہی مشکل ہے۔ اور ایسے عام الفاظ کو ہم کس طرح ایک اعلےٰ درجہ کی پیشگوئی کا درجہ دے سکتے ہیں حقیقی اور سچی پیشگوئی ہم اسکو کہیں گے جس کے الفاظ بڑے صاف اور مبین ہوں۔ اور جس کے پورے ہونے کا وقت بھی تقریباً بتادیا گیا ہو۔ بدقسمتی سے انجیل میں جہاں کہیں بھی جناب مسیح کے منہ میں کوئی پیشگوئی ڈالی گئی ہیں اس کے الفاظ اس قدر مشتبہ اور اس کے پورے ہونے کا وقت اس قدر مشکوک طور پر بیان کیا گیا ہے کہ اسکو پیشگوئی کہنا بھی جائز معلوم نہیں ہوتا۔ ایک جگہ فرمایا "تحقیق میں تم سے کہتا ہوں کہ اس نسل کے گذر جانے سے پیشتر یہ سب باتیں ظہور میں آجاوینگی"۔ لیکن ایک تو کیا پچاس کے قریب نسلیں پیدا ہوئیں اور مرگئیں لیکن وہ واقعات کبھی بھی ظہور میں نہ آئے +

علاوہ ازیں ایک پیشگوئی اور ایک معمولی اٹکل پچو قیافہ دانی میں تمیز کرنے کیلئے ضروری ہے کہ

وہ پیشگوئی کسی ایسی بات پر مشتمل ہو جو واقعات کے رُو سے محال اور قریباً ناممکن ہو۔ اپنا مطلب زیادہ صاف کرنے کیلئے میں نبی کریم کی زندگی سے ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ سلطنت روما اور فارس میں جو کشمکش عرصہ قدیم سے چلی آتی تھی نبی کریم کے زمانے میں اس نے بہت زور پکڑا۔ اور ماریس جسکو فوکس نے قتل کر دیا تھا۔ اس کا بدلہ لینے کیلئے شاہ فارس کوس رُوس ثانی نے سنہ ۶۰۳ عیسوی میں رُوم پر چڑھائی کی۔ اس کے لشکر نے سیریا اور ایشیا کوچک کے علاقوں کو خوب لوٹا اور سنہ ۶۰۸ میں چالسڈن کا محاصرہ کر لیا۔ سنہ ۶۱۳ و سنہ ۶۱۴ عیسوی میں یہ سپاہ شاہ برز نے دمشق اور یروشلم فتح کر لئے اور مقدس صلیب بھی بطور غنیمت انکے ہاتھ لگی۔ اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد مصر کا سارا علاقہ فتح ہو گیا۔ اس وقت اہل روم ملخانہ جنگوں میں مشغول تھے۔ اور آورس وسلاوس نے ان کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ فارسیوں کے آگے ان کے قدم نہ جمتے تھے (انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا مضمون کوس رُوس ثانی) جب ان فتوحات کی خبر مکہ میں پہنچی تو نبی کریم کے دشمنوں یعنی کفار نے خوب خوشیاں منائیں۔ کیونکہ وہ آتش پرست فارسیوں کو بہ نسبت عیسائیوں کے جن کو وہ اہل کتاب ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں کے بھائی کہتے تھے بہت زیادہ چاہتے تھے۔ اور جب عیسائیوں کو شکست پر شکست ہوئی تو وہ یہ کہنے لگے کہ عنقریب مسلمانوں کا بھی یہی حال ہوگا۔ اہل یونان کی حالت ان دنوں اس قدر گری ہوئی تھی۔ کہ اس کھوئی ہوئی سلطنت کے واپس لے لینے کا خیال کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ گذر سکتا تھا۔ اسکے دوسرے ہی سال اہل فارس نے پھر چڑھائی کی۔ اور ان کے دار الخلافہ قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔ انہی واقعات کے درمیان نبی کریم نے اپنے علیم خبیر خدا سے الہام پا کر فرمایا۔ الم۔ غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون ۝ فی بضع سنین ۝ للہ الامر من قبل ومن بعد ۝ ویومئذ یفرح المومنون ۝ بنصر اللہ ۝ ینصر من یشاء ۝ وھو العزیز الرحیم۔ سورۂ روم۔ غلط بیانی کے الزام سے بچنے کیلئے ہم بجائے اسکے کہ کسی مسلمان مفسر کا ترجمہ لکھیں پامر صاحب کے انگریزی ترجمۃ القرآن کا لفظی ترجمہ اُردو میں کر دیتے ہیں ÷

میں ہوں اللہ بہتر جاننے والا۔ اہل روما مغلوب ہو گئے ہیں قریب کی زمین میں۔ اور مغلوب ہونے کے بعد وہ غلبہ پائیں گے چند ہی سال کے اندر۔ آگے اور پیچھے اللہ ہی کا حکم ہے

اور اُس دن مومن خوش ہونگے اللہ کی مدد سے۔ وہ جس کی چاہے مدد کرتا ہے۔ وہ بڑا طاقت والا اور رحم والا ہے ۔

مندرجہ بالا آیات قرآنی میں دو مختلف پیشگوئیاں درج ہیں۔ ایک تو اہل روما کا فارسیوں کو ایسے وقت شکست دینا جب کہ ان کی طاقت اور حشمت کا شیرازہ بالکل بکھر چکا تھا اور دوسری خبر اہل مکہ جو اس وقت بڑے طاقتور تھے۔ ان کا اُن گنتی کے مظلوم مسلمانوں کے ہاتھ سے تباہ ہونے کی ہے۔ وہ عربی الفاظ جن کا ترجمہ پامر صاحب نے چند ہی سال کئے ہیں۔ ان کے معنی میں زیادہ فصاحت ہے بضع کے معنے تین سے لیکر نو سال تک کا عرصہ ہے۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت ابوبکر جو بعد میں خلیفہ اول ہوئے انہوں نے ایک عام مجمع میں بڑے زور سے اعلان کیا۔ کہ تین سال کے اندر اندر اہل روما فارسیوں پر غلبہ پائیں گے۔ ابیہ بن کعف جو کفار مکہ کا ایک سردار تھا۔ اس نے اس کا رد کیا۔ اور دس اونٹوں کی شرط لگ گئی۔ جب نبی کریم کو اس واقعہ کی خبر لگی تو آپ نے حضرت ابوبکر کو فرمایا کہ بضع کے معنی ضروری طور پر تین سال نہیں یہ لفظ نو سال تک کے عرصے پر بولا جاتا ہے۔ اس پر ابوبکر ابیہ کے پاس گئے۔ اور مدت شرط دس سال پیش کی۔ اور اس نے یہ تبدیلی اس شرط پر قبول کی شرط بجائے دس کے سو اونٹ رکھی جائے۔ حضرت ابوبکر نے یہ بات مان لی۔ اس سے ہم کو خوب پتہ لگتا ہے۔ کہ خود نبی کریم اور ان کے صحابہ کو اس پیشینگوئی کے پورا ہونے کا کس قدر یقین تھا۔ یہ دونوں پیشگوئیاں ۶۱۵ء میں لکھی گئیں اور ۶۲۲ء عیسوی میں ہراکلس شمالی میڈیا کی طرف چڑھ گیا اور گوذاذک کا مشہور و معروف آتشکدہ ویران کر دیا (انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا) اسی سال مسلمانوں کی ایک قلیل تعداد نے قریش کے ہزار سے زیادہ تیراندازوں کو مقام بدر پر شکست فاش دی۔ کفار کے سارے سردار اس لڑائی میں کام آئے۔ اور ان کی طاقت کو بڑا ضعف پہنچا۔ اور ان فتوحات کا سلسلہ اس وقت تک برابر جاری رہا۔ جب تک ایک طرف قریش مکہ کی طاقت بالکل خاک میں ملگئی اور دوسری طرف فارس کی سلطنت میں بالکل بے عملی اور بدامنی پھیل گئی ۔

یہ ہے پیشینگوئی جسمیں خدائی علم غیب کا رنگ نظر آتا ہے۔ اور جو سیاسی قیافہ دانی یا دور اندیشی سے بالکل علیحدہ اور ممتاز ہے بھلا کونسا قیافہ دان کہہ سکتا ہے کہ ایک خانہ قوم جب تے

اکیلے ہی سلطنت کو بالکل تباہ کر دیا ہو اور ایک عرصہ دراز سے ملک پر ملک فتح کر رہی ہو کر اس کے سپاہی مغلوب دشمن کے دار الخلافے کے دروازوں تک پہنچ چکے ہوں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ قوم ایک ایسے قلیل عرصے میں جس میں فاتح لشکر ہی اسقدر جلد تباہ ہو سکتے ہیں اور نہ ہی مغلوب قوم کے تباہ لشکر اسقدر قوت حاصل کر سکتے ہیں کہ وہ نہ صرف اپنا کھویا ہوا ملک ہی واپس لے لیں بلکہ اس فاتح قوم کے عین وسط میں جاکر ان کے بہترین مقام پر حملہ کر دیں۔ اسی طرح کونسا سیاسی قیافہ دان یہ رائے قائم کر سکتا ہے کہ چند گنتی کے غریب آدمی جن کی تعداد بچوں اور بوڑھوں کو ملا کر سو بھی نہیں بنتی تھی۔ اور جن پر اس قدر جبر اور ظلم کیا جاتا تھا کہ ان میں سے اکثر کو غیر ملکوں میں جاکر پناہ لینی پڑی۔ یہی معدودے لوگ نو برس کے قلیل عرصے میں جنگجو بہادروں کی ایک مضبوط قوم کو مغلوب اور ماتحت کرینگے (ترجمۃ القرآن از مولوی محمد علی صاحب) +

نبی کریم کی فتح اور کفار کی طاقت کے نیست و نابود ہونے اور تباہ ہونے کی بابت قرآن کریم میں بار بار پیشگوئیاں آئی ہیں۔ ایک جگہ فرمایا:۔

ام یقولون نحن جمیع منتصر۔ سیھزم الجمع و یولون الدبر۔ بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھی و امر (سورۃ القمر آیت ۴۴ تا ۴۶)

ترجمہ۔ یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری بڑی جماعت ہے سو کوئی دن جاتا ہے کہ ان کا گروہ شکست کھا جائیگا۔ اور وہ پیٹھ پھیر پھیر کر بھاگیں گے۔ وعدہ تو ان کے ساتھ قیامت کا ہے۔ اور قیامت بڑی آفت اور بڑی کھیر ہے +

اِس پیشگوئی کے متعلق صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے لکھا ہے۔ جنگ بدر کے دن مسلمانوں کی طرف ۳۱۳ ناتجربہ کار اور قریباً غیر مسلح آدمی تھے۔ اور دشمن کی طرف قریش کے بہترین بہادر قریباً ایکہزار کی تعداد میں تھے۔ اس دن نبی کریم اپنے خیمہ میں گئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے یوں دعا مانگی "اے ہمارے رب اگر یہ چھوٹا سا گروہ اس وقت تباہ ہو گیا۔ تو آج سے بعد تیری پرستش کوئی نہ کریگا۔ ابو بکر نے آپ کا دست مبارک پکڑا اور کہا یا رسول اللہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے۔ پھر آپ باہر نکلے اور فرمایا "یہ گروہ عنقریب مغلوب ہو جاویگا۔ یہ اپنی پیٹھیں پھیریں گے۔ یہ گھڑی انکی موعود ساعت ہے۔ اور یہ گھڑی اُن کے لئے بڑی حسرتناک اور تکلیف دہ ہوگی +

ان باتوں سے پتہ لگتا ہے کہ نبی کریم اور ان کے اصحاب ان پیشینگوئیوں کا مفہوم کفار مکہ کا مغلوب ہونا ہی سمجھتے تھے۔ نبی کریم کی زندگی میں بدر کا دن ایک عظیم الشان انقلاب کا دن تھا چنانچہ تورات میں بھی یہی لکھا ہے "کہ خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہیگی۔ اور تیراندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے (یسعیاہ باب ۲۱ آیت ۱۶ و ۱۷) یہ واقعہ عرب کے ریگستانوں میں پیش آنیوالا تھا جیسا کہ یسعیاہ باب ۲۱ آیت ۱۳ سے معلوم ہوتا ہے۔ اور ہوا بھی ایسا ہی کیونکہ نبی کریم کے مکہ سے ہجرت کرنے کے ٹھیک ایک سال بعد بدر کا واقعہ پیش آیا یسعیاہ باب ۲۱ آیت ۱۶ میں اسی کی طرف اشارہ ہے جہاں فرمایا "انہوں نے بھاگنے والے کو اپنی روٹی سے روکا" جنگ بدر میں قیدار کے تمام بڑے بڑے سردار شامل تھے مثلاً ابوجہل معتصم بن عادیہ شیبہ بن ربیعہ عتبہ بن ربیعہ ولید بن عتبہ ابیمی بن کھف۔ نادر بن الحارث عقبہ بن ابی معید۔ یہ سب جنگ بدر میں مقتول ہوئے اور ابولہب جو مکہ میں پیچھے رہ گیا تھا۔ وہ بھی اس خبر کے سنتے ہی جہنم واصل ہو گیا۔ قیدار کی ساری طاقت جاتی رہی۔ اور قدیم پیشگوئیاں پوری ہو گئیں۔ قرآن میں جس قدر پیشگوئیاں مندرج ہیں ان کی قدر و منزلت کا صحیح اندازہ کرنے کیلئے ضروری ہے کہ نبی کریم کی اس کمزور اور ناگفتہ بہ حالت کو مدنظر رکھیں جسمیں آپ ان پیشگوئیوں کے سناتے وقت تھے۔ آپ ان تکالیف اور مصائب میں جو آپکے مستقبل کو بالکل تباہ کرنے کیلئے کافی تھیں۔ ان میں آپ ہمیشہ فتح و نصرت کی خوشخبری دیا کرتے تھے۔ جوں جوں آپکے دشمن مخالفت میں تیزی دکھاتے اور ظلم و تعدی میں بڑھتے چلے جاتے توں توں آپ آگے سے زیادہ عظیم الشان پیشگوئیاں فتح و ظفر کی کرتے۔ جوں جوں آپکے پیرؤں کا مضحکہ زیادہ اڑایا جاتا توں توں آپ کامیابی کے زیادہ وعید دیتے۔ ادھر آپکے دشمن آپ کو جلاوطن کرنے کے منصوبے کر رہے تھے۔ ادھر آپ انکو یہ سنا رہے ہیں۔ کہ عنقریب آپ واپس آئینگے۔ اور اسی سرزمین میں جس میں آپ کو دھکے دیئے جا رہے تھے حاکم اور فرمانروا ہونگے۔

جب کفار مکہ کے سرغنوں نے آپ کی جان لے لینے کا مصمم منصوبہ باندھا تو لوگوں نے آکر آپ کو اطلاع دی۔ اور کہا کہ اب آپ کا کیا حال ہوگا۔ انہی استفسارات کے جواب میں سورۂ یوسف نازل ہوئی۔ فرمایا " لقد کان فی یوسف واخوتہ اٰیٰت للسآئلین اس

آیہ شریف میں اِن سوال کرنے والوں کو بتایا گیا ہے کہ نبی کریمؐ کو وہی واقعات پیش آئیں گے جو یوسفؑ کو اس کے بھائیوں کی وجہ سے آئے۔ اور نبی کریمؐ بھی اُن سے وہی سلوک کرینگے جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کیا یعنی کہ آپؐ بھی حضرت یوسفؑ کی طرح اپنے وطن مولود سے نکالے جائیں گے ۔ اور آخر کار آپکے دشمن نہایت ذلیل اور مطیع ہو کر آپکے سامنے پابہ زنجیر لائے جائیں گے ۔ اور یوسفؑ کے بھائیوں کی طرح امن اور معافی کی التجا کرینگے ۔ اور ہجرت سے آٹھ سال بعد بعینہ یہی واقعات پیش آئے۔ مکہ فتح ہو گیا اور قریش آپکے سامنے اسیرانہ حالت میں معافی طلب کرتے ہوئے آئے مندرجہ ذیل روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ نبی کریمؐ بھی اِس بات کو خوب جانتے تھے ۔ کہ آپ سے وہی واقعات پیش آنیوالے ہیں جو حضرت یوسفؑ کو آئے۔ لکھا ہے کہ فتح مکہ کے دن آپؐ خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑے تھے ۔ اور اسیران قریش کو مخاطب کر کے آپؐ نے فرمایا" تم کیا خیال کرتے ہو ۔ میں تم سے کیا سلوک کروں گا"۔ انہوں نے کہا ۔ ہم بھلائی کی اُمید کرتے ہیں ۔ آپ ایک شریف بھائی اور ایک عالی قدر بھائی کی اولاد ہیں"۔ آپؐ نے فرمایا" میں تم سے وہی کہونگا جو میرے بھائی یوسفؑ نے کہا تھا کہ لا تثریب علیکم الیوم ۔ آج تم کو کوئی سرزنش نہیں ہوگی ۔ اور جب حضرت یوسفؑ کے بھائی معافی مانگنے کیلئے آئے ۔ تو بعینہ یہی الفاظ قرآن کریم حضرت یوسفؑ کے مُنہ میں ڈالے گئے ہیں نبی کریمؐ کے مکہ میں کامیابی کے ساتھ واپس آنے کی بابت جو پیشگوئیاں مختلف مقامات پر قرآن شریف میں ہیں ۔ انہیں سے ایک جو آپؐ پر مدینہ میں کی طرف ہجرت کرتے ہوئے راستہ میں نازل ہوئی یہ ہے ۔ فرمایا ۔ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد (سورۃ القصص آیت ۸۵) جس (ذات پاک) نے تم پر قرآن فرض کیا وہی تجھ کو (مکہ میں) واپس لائیگا" +

(باقی آئندہ)

# روح کا اثر جسم پر

ہر ایک زمانے کے عقلمند لوگ یہی کہتے گئے ہیں کہ حضرت انسان جدید اور نئی چیز کی بابت علم حاصل کرنے کیلئے بہت شوق رکھتے ہیں خواہ وہ نئی چیز کیسی ہی معمولی اور بیفائدہ کیوں نہ ہو اور ایک عام چیز خواہ وہ کتنی ہی اعلیٰ اور کارآمد ہو اسکی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ تمام اعلیٰ اور مفید اشیاء انسانی زندگی سے بہت زیادہ ملحق ہیں۔ اور یہی روزمرہ کا تعلق اور قرب ان کی وقعت کو گرا دیتا ہے اور کوئی ان کو خیال میں نہیں لاتا۔ ہم ایک عجیب استغنا اور لاپرواہی کے انداز سے صحیفۂ قدرت کے صفحے یکے بعد دیگرے اُلٹ دیتے ہیں۔ اور باوجودیکہ خالق روزگار کی صنعت اور قدرت کے نشان قدرت کے ہر حصے پر بڑے روشن حروف میں درج ہیں لیکن ہم ان پر ذرا بھی غور نہیں کرتے۔

اِس بے ثبات دُنیا میں بڑے بڑے خوش رنگ منظر اور لغریب عجائبات موجود ہیں اور باوجود کمیاب ہونے کے ہم کو عجیب اور بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ اور باوجودیکہ ان میں کوئی خوبی و قیمت کی بات نہیں ہوتی۔ لیکن ہم ان کی طلب میں پاگل ہو جاتے ہیں۔ ایک شہاب یعنی ٹوٹنے والے ستارہ تو لوگوں کو بہت عجیب معلوم ہوتا ہے لیکن فلک کے یہ عظیم الشان لیمپ جن کی روشنی مستقل اور ابدی ہے۔ اور جن کی عظمت کا اثر وحشیوں کے دلوں پر بھی اسقدر ہوتا ہے کہ وہ ان کو اپنا معبود خیال کرنے لگتے ہیں۔ یہ عوام کے دلوں پر کچھ بھی اثر نہیں کرتے۔ اور ہم لوگ ان کو کبھی غور سے دیکھتے بھی نہیں۔ اور اگر بفرض محال کوئی بچہ کوئی خصوصیت لیکر پیدا ہو۔ اور شکل و شباہت میں عام بچوں سے ذرا مختلف ہو تو چاروں طرف ایک شور سا مچ جاتا ہے۔ سائنسدان اس عجوبہ کا حل پیش کرنے کیلئے ہر طرح سر مارتے ہیں۔ لیکن ایک تندرست اور کامل بچہ اگر وہ حسب معمول معمولی شکل و شباہت والا پیدا ہو تو کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوتی۔ الغرض ہم کسی ایک غیر معمولی بات کو بہت تعجب کا اظہار کرتے ہیں لیکن روزمرہ کے عام واقعات ہماری نظروں میں چنداں قابل غور نہیں۔

بہت کم لوگ ہیں جو اس فلک ازرق خام پر اسکی تاروں بھری رات کی بہار یا چودھویں رات کے چاند کی شان و شوکت کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور وجد میں آتے ہیں۔ ان کو معمولی چیزیں سمجھ کر نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ یہ بات ہماری فطرت کا ایک حصہ ہو گئی ہے جب تک الذین

یعنی روزمرہ کی معمولی چیزوں کو نظر انداز کرکے نئی اور جدید چیزوں کی طرف مائل ہیں لیکن ایک چیز اگر وہ ہمارے لئے مفید اور کارآمد ہے تو ہمارا فرض ہے لیکن کتنا افسوس ہے کہ اکثر اوقات ہماری نظر بڑی بڑی مفید چیزوں پر پڑتی ہے لیکن چونکہ ہماری آنکھیں ان سے مانوس ہیں ہم ان کو معمولی سمجھ کر ان سے لاپرواہی سے گذر جاتے ہیں پس معلوم ہوا کہ ان چیزوں میں اگر کوئی نقص اور قابل اصلاح بات ہے تو وہ ان کا قرب اور آشنائی ہے۔ لیکن یہ نقص تو ہماری وجہ سے ان میں پیدا ہوا ہے۔ انکی ذات کا اس میں کوئی قصور نہیں +

یہ مشاہدہ ہم پر ایک بڑی حقیقت کھولدیتا ہے۔ اور اس مسئلہ پر ذرا زیادہ غور کرنے سے زندگی کی حقیقت اور اصلیت کا راز ہم پر کھل جائیگا۔ کیونکہ انسانی ہستی میں جو کمزوریاں اور بدیاں پائی جاتی ہیں۔ ان کے لئے ایک عذر یہ بھی پیش کیا جاتا ہے۔ کہ عام اور روزمرہ کی آشنا چیزوں سے قطع نظر ہوا ہی کرتا ہے۔ اور اس اصول سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے۔ کہ انسان اپنی ہستی سے بالکل بیخبر ہے۔ کیونکہ ایک انسان کیلئے سب سے زیادہ قریب چیز خود اسکی اپنی ہستی اور نفس ہے اسی واسطے وہ ہمیشہ اپنے آپ کو بھولکر اپنی ہستی پر غور نہیں کرتا۔ خدائے خالق نے انسان کو بڑے اعلےٰ اخلاق کا مجموعہ بنایا ہے۔ اور تمام مخلوق سے بہترین شکل وشباہت اسکو عطا کی ہے۔ اس واسطے ہم کو ماننا پڑیگا۔ کہ صحیفۂ قدرت کے مطالعہ کرتے وقت سب سے بہترین اور قابل مطالعہ باب انسان ہے چونکہ ہمارا مقصد اس کتاب کے روحانی پہلو کو مطالعہ کرنا چاہئے اس واسطے مناسب ہے کہ ہم باہر کی جلد سے قطع نظر کرکے یعنی فطرت انسانی کی جسمانی اور مادی حالت پر اصرار نہ کرکے اس عجیب وغریب صفحے کے دقیق اور رموز آمیز معانی کے سمجھنے کی کوشش کریں +

روح انسانی دو طریقوں سے اپنا ظہور کرتی ہے۔ ایک تخیلات سے اور دوسرے اعمال سے۔ پہلا طریقہ تو عقل وفہم کے ماتحت کام کرتا ہے۔ اور دوسرا مرضی اور مشیت کے ماتحت لیکن بحالت صحت جسمانی دونوں کے ظہور کا دارومدار اعضائے جسمانی اور قوائے انسانی پر ہے۔ ایک حالت میں وہ قوائے سے پہلے اور دوسری میں ان کے بعد کام کرتے ہیں۔ ایک کے لئے تو وہ ایلچی خبریں پہنچانیوالوں کا کام دیتے ہیں۔ اور دوسرے کیلئے خدام یعنے کام کرنیوالے بنتے ہیں +

اس واسطے جسم کو جو طاقت روح پر حاصل ہے اس پر بحث کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ تخیلات انسانی اپنے معمولی اور فطرتی کام میں ان اعضا اور قوٰے پر منحصر ہے جن کے مجموعہ کو جسم انسانی سے نامزد کیا جاتا ہے۔ کارندے روح پر حکمران تو نہیں لیکن اس کے کاموں میں التوا اور خرابی ضرور ڈال سکتے ہیں ہم کو ایسی بہت سی مثالیں یاد ہیں جن میں کسی جسمانی عارضہ نے بڑے گہرے دماغی اثروں کو اور بڑی مضبوط قلبی عادات کو اگر بالکل محو نہیں کر دیا تو کم از کم اُن کو کمزور بہت کر دیا ہے بطور مثال ہم انسان کی جسمانی حرکت کو لیتے ہیں ایک آدمی چلنے یا حرکت کرنے کی خواہش تو کرتا ہے اب اگر اس کے ماتحت اعضا بیمار ہوں یا تکان کی وجہ سے اطاعت سے مُنہ موڑ لیں تو خواہ اس انسان کی کی خواہش کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو جسم ہرگز حرکت نہیں کر سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ روح اور جسم پہلو بہ پہلو کام کرتے ہیں۔ اور روح کے لئے جسم کی امداد ضروری اور لابد ہے۔ یہ کمزوریاں اور بیماریاں جو ہم میں سے اکثر کی روحوں کو ملحق ہو جاتی ہیں یہ کوئی اندرونی چیز نہیں - یہ بیرونی وجوہ کا نتیجہ ہوتی ہیں - اور وہ بیہودی ملاوٹ ہی روح کو اس قدر کمزور اور دوسروں کی دست نگر بنا دیتی ہے اسکی وجہ بھی خراب اعضا ہیں جو خود بیقاعدہ ہونے کی وجہ سے روح کے افعال میں حارج ہوتے ہیں۔ اور اپنا سارا بوجھ اس پر ڈال کر اسکو سر تک نہیں اُٹھانے دیتے +

روح انسانی میں دو بڑے نقص نظر آتے ہیں یا تو کام کرنے کی ناقابلیت اور یا نقص فعل کی وجہ ہم وہ جسمانی کمزوری نہیں بتا سکتے جو ہر آن روح کو دبا سکتی ہے۔ لیکن مختلف انسانوں میں اختلاف قابلیت ہوتا ہے اسواسطے ہم مختلف حالات کیلئے ایک ہی قانون نہیں بتا سکتے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ مختلف روحوں میں مختلف درجے کی قابلیت اور استعداد ہوں لیکن ساتھ ہی اسباب سے بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ یہ اختلاف مزاج اور عادات کے تفاوت کی وجہ سے بھی ہوتا ہے اسواسطے ہم کو ماننا پڑیگا۔ کہ یہی ایک بات روح کے افعال کا باعث ہوتی ہے۔ اور اگر اس کے اثر سے بھی انکار کیا جائے۔ تو پھر کونسی وجہ آپ پیش کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اور کوئی وجہ ان ذاتی اختلافات کو حل کرنے کیلئے ہم کو نہیں ملتی۔ ورنہ چاہئے تو یہ تھا کہ تمام انسانوں کے اعمال ملتے جلتے ہوں اور ہستی کے رازوں کو سمجھنے اور علم حاصل کرنے کیلئے ہر ایک کو کامل آسانی ہو۔ اور دیکھا یہ جاتا ہے کہ بے علم بعض کی تو جھولیاں بھر بھر کر دیا گیا ہے اور بعض کو اس کا دانہ تک نصیب نہیں +

(اقبال علی شاہ۔ یونیورسٹی یونین۔ ایڈنبرگ ایل ایل (؟))

# عیسائی عقائد کی نئی شکل

موجودہ حالات زمانہ اور خصوصاً کلیسائی حالات اس بات کے بخوبی شاہد ہیں کہ عیسائی عقاید کو ایک نیا لباس پہنانے اور ایک جدید رنگ میں پیش کرنے کی سر توڑ کوششیں کی جا رہی ہیں۔ گذشتہ موقعوں کی طرح ایک یا دو عقاید نہیں بلکہ تمام کا تمام مذہب اس دفعہ تجدید کی بھٹی میں ڈھالکر موجودہ تہذیب اور ترقی یافتہ زمانے کی ضروریات کی مطابقت کے سانچہ میں ڈالا گیا ہے۔ اور حسب عادت عیسائیت کو قابل فہم اصولوں میں لانے کی کوشش بھی خود کلیسیا کے اندر سے پیدا ہوئی ہے۔ اور یہ موجودہ کوشش گذشتہ دو ہزار سال کی مختلف کوششوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ کیونکہ آج کل کے پادری صاحبان سینٹ آف نیبلا اور اتھنین کرید کے مذہبی پیشواؤں سے بہت زیادہ چالاک اور دُور اندیش ہیں +

موجودہ انجیل کا اپنی اصلی حالت پر نہ ہونا ایک مسلم امر ہو گیا ہے۔ گذشتہ صدیوں کے مباحثوں کے مقابل میں آج کل جو بات زیر بحث اور قابل غور ہے۔ وہ مستند یا معتبر اور مروّج اناجیل کا جھگڑا نہیں۔ بلکہ اب تو اساسات میں بھی شک ہو گیا ہے۔ کہ مجموعہ انجیل کو خدا کے الہامی الفاظ مانیں یا انسانی نظم اور تصنیف گردانیں۔ آجکل ہر ایک علمی یا رُوحانی بات کی کھال تک اُتاری جاتی ہے۔ اور اسی غور جستجو کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ اہل علم نے خدا کی کتاب (انجیل شریف) میں بعض ایسے حصے پائے جاتے ہیں جو ہر ایک ذی فہم انسان کی عقل کے خلاف ہونے کے علاوہ پیرووں کو رُوحانی ترقی دینے کا کوئی ذریعہ نہیں بتاتے۔ اس قسم کے حصوں میں سے ایک گیت ۵۳ کلیسیا نے جو جو فیصلے اور رائے زنیاں اس گیت پر کی ہیں وہ بھی بڑی قابل غور ہیں۔ ایک تو اسکو نماز کی کتاب (Prayerbook) سے نکال دیا گیا ہے۔ اور اس بات پر غور [illegible] کیا کہ اس قسم کا فعل اس خاص گیت کے علاوہ باقی مجموعہ کی اصلیت کو کس قدر مشکوک اور غیر معتبر کر دیگا۔ ممکن ہے کہ پہلے بھی کئی حصے ضرورت زمانہ کے مطابق کاٹ دیئے گئے ہوں یا حسب ضرورت تبدیل کر دیئے گئے ہوں۔ جلد باز پادریوں نے اس قدر بھی نہ سوچا۔ کہ اس سے تو تمام

بائبل اور نتیجتاً عیسائیت کی بالکل بیخکنی ہو جاتی ہے۔

آج کل جو تکلیف نہ صرف عوام الناس کو بلکہ عمائدینِ کلیسیا کو پیش آ رہی ہے اسکو دو اہم سوالوں کے رنگ میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلے ان کلیسیا کے گڈریوں میں سے بہتیروں کے دلوں میں یہ شک جاگزین ہو گیا ہے کہ یہ عقائد جو کلیسیا ان کو منواتا ہے وہ جناب مسیح کے سکھائے ہوئے بھی ہیں یا نہیں۔ اور ان کا تو کیا ذکر ہر ایک صحیح باطن اور حق کا طالب اگر وہ چاروں انجیلوں کو بنظرِ غور مطالعہ کرے تو وہ بھی اس نتیجہ پر پہنچیگا لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کہ باوجود اسقدر ترقی اور علمیت کے یہ سیدھی سادھی بات سمجھنے میں اہل مغرب نے پوری پانچ صدیاں گذار دیں۔ یہ شک ان کے دل میں ایک اور تشویش پیدا کر دیتا ہے یعنی اگر جناب مسیح ان عقاید کے بانی نہیں جو انکی طرف منسوب کیے جاتے ہیں اور انہوں نے بذات خود ایک نیا مذہب قائم کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی تو پھر کون ہے حضرت جنہوں نے بغیر اللہ تعالیٰ سے وحی یا الہام پانے کے آئندہ نسلوں کیلئے ایک مذہب بنا کر ایک معصوم نبی کے نام پر منسوب کر دیا۔

جناب مسیح کی تعلیم کی بابت جو اعتقاد عام لوگوں کا تھا وہ یہی تھا۔ کہ ان کی تعلیم ایک اعلیٰ ترین اُسوہٗ حسنہ ہے اور روزمرہ کی زندگی اسی کی پیروی سے نجات ابدی حاصل ہو سکتی ہے۔ اگرچہ بدقسمتی سے عیسائی ممالک نے اس تعلیم کی عملی عزت اسیقدر کی ہے۔ کہ ہمیشہ اس کے خلاف عمل کرتے رہے ہیں ہاں زبانی لفاظی اندھے مقلدوں کیلئے اب بھی اس کے پیرو اسکو لاثانی مانتے ہیں لیکن آج کل کے حالات کچھ اس قسم کے ہو گئے ہیں۔ کہ گرجا کے لیڈروں نے اگرچہ اسکو بالکل ناقص اور ردی کہکر قابل رد تو قرار نہیں دیا لیکن اسمیں شک نہیں کہ جان بوجھ کر کھلم کھلا اسکے خلاف عمل کرتے ہیں اور دوسروں کو ایسا کرنیکی تحریص دیتے ہیں کلیسیا کے بعض اکابر نے بہت دفعہ بڑی بڑی سخت کوششیں کیں کہ کسی طرح ناواجب بُردباری اور انکساری کے اور معنی پیش کئے جاویں لیکن ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس قسم کی تمام کوشش بے سود اور رائیگاں ثابت ہوئی ہیں۔ اگر تو اس کو ہر جگہ ماکھانے اور بدی کے آگے سر جھکانے کے مخالف صرف عام لوگ ہوتے تو کوئی بڑی بات نہ تھی کیونکہ یہ حصہ مذہبی معاملات میں بہت ہی کم بلکہ بالکل دخل نہیں دیتا لیکن طرفہ بات تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے کلیسیا کے نمایندوں اور مبلغوں نے اکثر دفعہ اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے ایسے الفاظ اور خیالات کا اظہار کیا ہے کہ گویا وہ پہاڑی والے وعظ کی کوئی وقعت ہی نہیں سمجھتے۔ اور ایمن

اور صلح کا شہزادہ جس کو چند سال پہلے وہ بڑے فخر سے بطور نمونہ پیش کیا کرتے تھے۔ آج اسی کو وہ لوگوں کی نظروں میں حقیر اور قابل ترک بنانے کیلئے کوشاں ہیں جس قدر مرضی ہے پیچیدہ منطق وہ پیش کریں اور جسقدر چاہیں غلط بیانی سے کام لیں لیکن مسیح کی تعلیم کو وہ اپنے موجودہ طرز عمل سے کبھی بھی مطابقت نہیں دے سکتے۔ اور تبدیلی اس قدر کامل طور پر واقع ہوئی ہے۔ کہ عیسائی عقائد کے مادی حجر یعنی معجزہائے مسیح کو بھی اب مثیلوں کے رنگ میں پیش کیا جاتا ہے +

کلیسائی مرکزوں میں جو سوالات زیر بحث ہیں وہ چار ہیں (۱) کیا موجودہ عیسائیت جس کو جناب مسیح کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے۔ جناب مسیح ہی کی تعلیم کے مجموعہ کا نام ہے (۲) کیا انجیل شریف جس کو آسمانی اور الہام ہی مانا جاتا ہے۔ اس رتبہ کے قابل اور حقدار بھی ہے (۳) کیا جناب مسیح کی یہ تعلیم کہ ہمیشہ معافی اور نرمی سے کام لو۔ اور جو بظاہر بڑی قابل تعریف معلوم ہوتی ہے قابل عمل بھی ہے (۴) اور سب سے آخر یہ کہ جو معجزات جناب مسیح کے انجیلوں میں درج ہیں۔ کیا ان کو اصلی مانا جائے یا آپ کی خداداد غیر معمولی طاقتوں کی مثال مانا جائے۔ اور وہ گنتی کے اصحاب جو اپنے آپ کو مسیح کی تعلیم کے خزانوں کے محافظ مانتے ہیں ان کے دل بھی ان چار سوالوں کے جوابات ڈھونڈنے کیلئے سخت بے تاب ہو رہے ہیں۔ اور اس شک کی حالت میں وہ عیسائیت سے سخت بیزاری ظاہر کرتے ہیں جس قدر ہو سکے اپنے الفاظ کو محتاط اور اپنے طرز بیان کو محفوظ وہ کریں لیکن واقعات کبھی چھپے نہیں رہ سکتے۔ اور سادہ سے سادہ انسان بھی ان کے مقصد کو بخوبی بھانپ سکتا ہے۔ یہ سوالات جو اکابر دین مسیحا اپنے دلوں سے پوچھ رہے ہیں۔ اور کوئی تسلی بخش جواب نہیں پاتے اس کا اثر ظاہر ہونا شروع ہو گیا ہے۔ اور آہستہ آہستہ کلیسیا کے سوچنے والے اہل دانش اور عوام اس نتیجہ پر آ رہے ہیں۔ کہ جناب مسیح کی خدائی کا زمانہ اب ختم ہوتا نظر آتا ہے۔ اور سب لوگوں کو ماننا پڑیگا۔ کہ وہ ایک انسان تھے اور ان کے مصلوب ہونے یا زندہ رہنے پر ایمان لانے سے نسل انسانی نجات نہیں پا سکتی +

اور جو تکالیف جناب مسیح کو دیگئیں وہ اس قسم کی تھیں جس طرح دیگر فدایان حق و مصلحان خلق کو دیجاتی ہیں۔ اور اس قسم کی شہادت واقعی ایک قابل عزت رشک بات ہے اب جناب مسیح کے الفاظ کو کورانہ تقلید اور بلا تحقیق نہیں مانا جاتا جس طرح پہلے مانا جاتا تھا

اور بعض تو یہاں تک پہنچے ہیں۔ کہ بدھ مہاراج کی تعلیم میں بھی جو اعلےٰ اور ابلغ اور قوانین اور احکام مندرج ہیں وہ جناب مسیح کے الفاظ سے کچھ کم نہیں +

الغرض باوجود بار بار ایک نئی شکل اختیار کرنے کے موجودہ عیسائیت کو پگھلانیوالی بھٹی میں جھونک دیا گیا ہے۔ اور اس عمل کا جو نتیجہ ہوا ہے تو وہ کبھی بڑے اہم معاملات کا پیغو معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ تبدیلی بڑی تجربہ کار اور مستند ہاتھوں کے ماتحت ہوئی ہے آجکل تو ایک ایسے مذہب کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے جسمیں عام فہم اصول ہوں اور قابل عمل احکام ہوں اور جو ہر بات میں عقل کو اپیل کرے +

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو عوام الناس کے ضمیروں کے حاکم پائے جاتے ہیں مع دیگر عیسائی دنیا کے سب ایک ایسے نمونہ کی تلاش کر رہے ہیں جو اپنے مذہب کے اصولوں پر خود چل کر معراج ترقی حاصل کر کے دکھلائے۔ اور ثابت کرے۔ کہ جو کوئی اُس کی پیروی کریگا وہ بھی معراج ترقی پر پہنچ جاویگا۔ جناب مسیح کی زندگی کے جو حالات ہمارے سامنے ہیں اُن کو جس طرح کوئی چاہے مطالعہ کرے وہ اسی نتیجہ پر پہنچیگا۔ کہ وہ خاص حالات کے ماتحت ایک خاص قوم و زمانے کیلئے رہبری خلق کرنے آئے تھے۔ اور ان کی تعلیم سے صرف ان کے ہمعصر لوگ فائدہ اُٹھا سکتے تھے۔ خود ان کے الفاظ اور افعال سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ انکی رسالت اور پیغامبری صرف ایک محدود قوم کی طرف تھی۔ خود انجیل میں سوائے چند لفظی وقتی اصولوں کے ایسے کوئی احکام نہیں جو انسانی زندگی کے مختلف حالات میں قابل پیروی ہوں۔ ایک الہامی کتاب کا یہ فرض نہیں کہ وہ نرمی اور مار کھانے کے چند اصول بتائے۔ اور بس برخلاف اسکے حقیقی پیغام خدا وہ ہے جو اپنے ماننے والوں کو اعمال صالحہ کی ترغیب دے اور انسانی قوائے کو ترقی دے کر اعلےٰ کاموں میں ان کو لگائے۔ اور رہبر کا یہ کام ہے۔ کہ انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں سے گذر کر بذات خود ایک کامل نمونہ بنے اور بادشاہ ملک کے اعلےٰ مرتبہ سے لیکر ایک معمولی آدمی کے رُتبہ میں سے گذر کر ہر حالت میں ان احکام کی کامل پیروی کر کے دکھلاوے +

یہ بات تو ایک مسلم امر ہے۔ کہ قلب انسانی اگر ایک دفعہ اسکو اندھی تقلید کی بیڑیوں سے آزاد کر دیا جائے تو جب تک وہ اپنی جستجو کے مقصد کو نہ پالے اُسے کسی پہلو آرام نہیں آتا ہم ایک ایسے

زمانے میں زندگی بسر کر رہے ہیں جب کہ یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے۔ اور ہمیں یہ بھی امید ہے کہ دامن مراد بھی گوہر مقصود سے پُر ہو جاویگی۔ اگر معاشرت اور قوانین زندگی یعنی اسلام کے زرّین اصول کی اطاعت شروع ہو جائے اور نبی کریم کے اُسوہ حسنہ کی پیروی کی کوشش کی جاوے +

(عبد القیوم ملک)

# ذرّاتِ عالم کا مذہب

(بسلسلہ صفحہ ۲۸۸ جلد ۱۴ نمبر ۶)

## سب سے طاقتور ذرّہ کا مذہب

ایک علم سے بکُلّی بے بہرہ دل اس صداقت سے انکار کرے تو کرے۔ مذہب کو پس پُشت ڈال دے لیکن ذرا دماغ کو تعصب اور بغض سے پاک کر کے غور کرو۔ کہ اگر آج قوانین قدرت کی اطاعت مفقود ہو جائے تو دُنیا کا نظم کس کس طرح قائم رہ سکتا ہے یہ سائنس کے اِن مادی قوانین کو معلوم کرنے سے ہم کو بیحد جسمانی ترقّی اور آرام ملے ہیں تو کیا وہ قوانین جو ہم کو رُوحانی اور اخلاقی ترقی دلائیں اُن کا پتہ لگانا ہمارا فرض اور خواہش نہیں ہونا چاہیئے +

اگر ہم جسمانی ترقی تو کرتے گئے اور رُوحانی یا اخلاقی پہلو کی طرف توجہ نہ کی۔ تو نتیجہ یہی ہوگا کہ ہمارا نفس امارہ ہم پر غالب آکر ہمارے حیوانی قوٰے کا ظہور کرائیگا۔ اور نسل انسانی کی تباہی کا مُوجب ہوگا۔ موجودہ جنگ یورپ اس بات کی صداقت کو ایسے جامع طور پر واضح کرتا ہے کہ کسی دیگر ثبوت کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ مذہب کو اس نظر سے دیکھنا جذبات کو شاید اپیل نہ کرے۔ بلکہ بعض تو یہ کہینگے کہ اس مذہب کو اس رنگ میں پیش کرنا مذہب کی ہتک کرنا ہے کیونکہ اسمیں تو متبرک الہامی چیز کو معمولی انسانی سائنس کے برابر کر دیا گیا ہے۔ اور مذہب تو ان خیالی خیالات سے بہت بالا اور برتر ہے۔ مذہب میں تو عرفان الٰہی صفات خدا اور انسان کے رُوحانی قوٰے وغیرہ کا ذکر ہونا چاہیئے۔ جس سے ہم رُوحانی منازل یکے بعد دیگرے طے کرتے چلے جائیں۔ یہ سب سچ ہے چشم ما روشن دل ما شاد لیکن الہام کی اس تعریف میں الہام کا رُتبہ کچھ زیادہ بلند کر کے تو

پیش نہیں کیا گیا۔ جو کچھ اعتراض کئے گئے ہیں۔ وہ دُور سے تو بڑے بھلے معلوم ہوتے ہیں لیکن غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ انہیں دُوراندیشی اور حقیقت اشیا پر غور کرنے کے کام نہیں لیا گیا۔ ہم کسی چیز کے وجود کو اس وقت تک تسلیم نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ اس کا اثر دوسروں پر نہ دیکھ لیں نیت کا قانون ایک ایسا قانون ہے جو ہر جگہ جلوہ گر ہے۔ اس سے ہم کو دیگر اشیاء کا بہت سا علم حاصل ہوتا ہے ہمارا علم ہرگز کامل نہیں۔ ہم کسی چیز کو صرف اس حد تک جانتے ہیں۔ جس حد تک اس کا تعلق کسی دوسری چیزوں سے ہے۔ اور عرفانِ الٰہی بھی اُسی قانون کے ماتحت آجاتا ہے۔ اول تو ہمارا علم ذاتِ باریتعالےٰ کے متعلق بہت ہی قلیل اور اقصر ہے۔ اور صرف اسکی بعض ان صفات کا ایک محدود علم ہم کو ملا ہے۔ جن کا تعلق ہماری ذات یا ہماری دُنیا سے ہے۔ اسبات میں بھی ہمارا علم مقابلہ ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا۔ لیس کمثلہٖ شیئاً (سُورۃ الشورےٰ اور آیت ۴) ترجمہ "کوئی چیز اسکی مثال کی مانند بھی نہیں"۔ خدائے قُدّوس کی ذات اسقدر ارفع اور تمام مادی خیالات سے بالا ہے کہ استعارے کے طور پر بھی اسکی مثل معلوم کرنا محال اور ناممکن ہے۔ اسکی ذات نہ صرف تمام مادی حدُود اور قیوُد سے بالا ہے۔ بلکہ استعارہ اور مثل سے بھی کہیں بلند ہے۔* ہم اپنے خیال میں اپنے علم کے موافق ہر ایک چیز کا تصوّر باندھتے ہیں۔ اور جو چیزیں ہمارے احاطۂ علم سے باہر ہیں۔ ان کا بیان کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔ بہرحال ہم چیزوں کی ہستی اور اُنکے اثر سے اور ان کے صفات کو ملاحظہ کرنے کے بعد ان کی بابت کوئی رائے قائم کرتے ہیں۔ مذہب کے معاملہ میں بعینہٖ یہی حالت ہے۔ جو کچھ بھی ہم کو خدا کی بابت سکھایا گیا ہے۔ اس کا تعلق ہماری ہی ذات سے ہے۔ اور ہماری تربیت اور قوائے کا نشوونما اسی علم پر منحصر ہے۔ خدا کی صفات کا علم کو ہماری ضروریات زندگی میں بہت مدد دیتا ہے۔ اس سے وہ قوانین پیدا ہوتے ہیں جو نسل انسانی کی ترقی کیلئے

*۔ اسلام نے جو اعلےٰ اور ارفع صفات خدا کی ذات سے منسوب کی ہیں۔ اگر ان پر غور کیا جائے تو فوراً سمجھ آجاتا ہے۔ کہ کیوں عیسائی مبلغ مسلم ممالک میں اس قدر ناکام اور نامراد رہتے ہیں بھلا ایک انسان یا قوم جس کے خیال میں خدا کی ذات اور صفات کا اسقدر بلند نقشہ سمایا ہو۔ وہ ایک گھٹیا اور معمولی خدا کے آگے کس طرح جھک سکتی ہے ؎

بھلا چھوڑ کے مصری بھلی سے بھلی　　　کھا ہے کھائے گا گڑ کی ڈلی

ابد ہیں۔ اور وہ مذہب جو اس مقصد کے حصول سے ناکام ہے۔ وہ تو ایک خیالی چیز ہے جس میں حقیقت کا نام بھی نہیں۔ اور وہ الہام جو اخلاق انسانی کو مضبوط کرنے کیلئے کوئی طریقہ نہیں بتائے اسکی حیثیت ایک قصہ یا ناول سے بڑھ کر نہیں ہوسکتی ؏

اخلاق اور روحانیت کوئی خیالی اختراع یا زبانی فسانہ نہیں۔ خود انسان کی جسمانی حالتیں جب ایک قاعدے کے ماتحت اور موازنہ کی حالت میں ہوں تو اخلاق بن جاتے ہیں۔ اور یہی اخلاق جب خاص قوانین کے ماتحت اور بھی اعلیٰ ہو جاتے ہیں تو ان کو روحانیت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ الغرض یہی ایتھر کے ذرات جو کائنات کو گھیرے ہوئے ہیں یہی مختلف تشکلوں میں اپنے مقصد اعلیٰ کیطرف سفر کر رہے ہیں۔ اور ترقی کے مختلف مدارج طے کرنیکے بعد زندگی کی شکل اختیار کرتے ہیں حیوانات میں وہ ترقی پاکر احساس کی صورت اختیار کرتے ہیں احساس انسان میں آکر نور قلب کی صورت اختیار کرتا ہے پھر نور قلب مناسب ہدایات کے ماتحت روحانیت کو پیدا کرتا ہے۔ جو زندگی بعد الموت کیلئے بطور عمارت کے بن جاتی ہے۔ ترقی کے یہ مختلف منازل جو ایک ذرہ کا چیز کو روحانیت کے مرتبہ عظیم تک پہنچاتے ہیں یہی یا بالفاظ دیگر ذرات عالم کی حیات اور ممات کا باعث ہیں۔ یہ نہ فنا ہوتا ہے۔ اور نہ اپنے مقصد کو نظروں سے نہاں ہونے دیتا ہے۔ ہر ایک درجہ ایک اخلاقی امتحان ہے۔ اور اپنے سے بعد کے درجے کی پیدائش کا باعث بنتا ہے۔ یہ مطلوبہ ترقی حاصل کرنے کیلئے موت کی گھاٹ اُترنا تو ضرور پڑتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ایک نئی زندگی شروع ہوجاتی ہے نیز یہ بات بھی دھیان رکھنے کے قابل ہے کہ اس تمام سفر ترقی میں ایک یگانگت اور وحدت کا رنگ پایا جاتا ہے۔ ہر ایک جگہ کوئی نہ کوئی قانون جلوہ گر نظر آتا ہے۔ الغرض مادے کی تمام حالتوں میں اطاعت قوانین اور یگانگت نمایاں طور پر نظر آرہے ہیں۔ تمام مادہ کسی نہ کسی مقرر طریق کے ماتحت کام کرتا ہے۔ اور اپنا مقصد حاصل کرنے کیلئے مُعیّن رستوں پر چل رہا ہے۔ تو کس طرح ممکن ہے کہ انسانیت کے درجہ اعلیٰ پر پہنچ کر ان راہوں پر قدم مارنا چھوڑ دے۔ اِس قسم کا اعتقاد رکھنا عین حماقت ہے اور اپنی فطرت کو جھٹلانا ہے۔ اِس بات سے انکار کرنا سراسر ہٹ دھرمی ہے۔ قوانین کی ضرورت ہمارے لئے لابد ہے۔ اور مذہب کی غرض و غایت الٰہی مفید قوانین کو منوانا اور ان پر عمل کرانا ہے ؏

# الہام ایک لابد اور ضروری چیز ہے

الغرض مذہب و سائنس میں کوئی اضداد یا مخالفت نہیں۔ وہ حقائق اور معلومات جو انسانی محدود ذرائع سے حاصل ہوتے ہیں ان کو علوم سے نامزد کیا گیا ہے۔ اور اسی قسم کے حقائق جب ایک علیم خبیر ہستی کی طرف سے خارق عادت طور پر نازل ہوتے ہیں۔ تو اُن کو مذہب سے موسوم کیا جاتا ہے۔ انسان اسی حالت میں اشرف المخلوقات ہونے کے دعوے کو نباہ سکتا ہے جب اس کا علم بھی کافی و شافی ہو۔ خواہ اس علم کا ماخذ اسکی اپنی کوشش ہو یا خدا کی طرف سے بطور الہام ملا ہو۔ اور عام طور پر یہی ثابت ہوا ہے کہ پہلا ذریعہ یعنے انسانی کوشش کا نتیجہ ناقابل اعتبار اور پُر از خطرات ہے۔ کیونکہ اس راہ سے جو کچھ بھی ہم حاصل کرتے ہیں وہ تکالیف اور ناکامیوں کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ اکثر اوقات کمزور اور ناقص تجربات ہمکو غلط نتائج پر پہنچاتے ہیں۔ اور توسیع امر کیلئے انہی غلط نتائج کو ہم بنیادی اصول مان لیتے ہیں۔ اور نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ کہ تھوڑی دُور چلکر ہمارے تجربے بے بنیاد اور غلط ثابت ہوتے ہیں۔ اور ہم کو بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ یہ ادھوری معلومات اور ناقص علم جس پر ہم اس قدر نازاں ہیں ناکامیوں تکلیفوں اور نقصوں پر مبنی ہیں۔ لیکن برخلاف اسکے اگر یہ مانا جائے کہ کائنات جس کا بہترین نمونہ انسان ہے۔ کسی ذی فہم ہستی کی مخلوق ہے۔ اور پھر غور کرنے سے بھی یہی نظر آتا ہے۔ کہ ہر حصۂ قدرت میں ایک مقصد خاص نمایاں ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ خالق ارض و سما انسان کی نازیبا حرکات اور علم کا ناروا جب اور غلط استعمال دیکھے اور چپکا بیٹھا رہے۔ ہر ایک اہل بصیرت یہی کہیگا۔ کہ انسان کے اخلاق اور اسکی خواہشات کو راہِ راست پر لانے کے لئے خود خالق کی طرف سے ہدایت اور رہنمائی ہونی چاہئے ورنہ وہ رب نہیں کہلا سکتا۔ کامل ربوبیت اسی حالت میں ہوگی جب جسم کے علاوہ روحانی اور اخلاقی ترقی کا سامان بھی مہیا کرے +

میرے خیال میں تو یہ دوسری راہ پہلی سے کہیں بہتر اور برتر ہے۔ نیز فہم اور تمیز کے لئے طاقت اور قابو بھی ایک ضروری عنصر ہے۔ اگر انسان کو نیک و بد دونوں کو اختیار کرنے کی طاقت

دیگئی ہے تو ضروری ہے کہ اسکو نیک و بد میں تمیز کرنے کی قوت بھی دیجائے تمیز اور علم کے بغیر اس قسم کا اختیار تو ایک خطرناک بوجھ اور ایک ظالمانہ تحفہ ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہاں کا انصاف ہے کہ کسی آدمی کو اسکی قوت اختیاری کے غلط استعمال کی وجہ سے سزا دیجائے جبکہ وہ اپنی اس قوت پر قابو ہی نہیں رکھتا۔ پس ضروری ہے کہ قوت اختیاری کے عطا ہونے سے پہلے علم نیک و بد ملنا ضروری ہے۔ اور اگر اس قسم کا علم دیئے بغیر سزا دیجائے تو بعین ظلم اور ناانصافی ہے۔ ضروری تھا کہ حضرت آدم کو حکم عدولی کی سزا میں باغ جنت سے نکالنے سے پیشتر شجر ممنوعہ کے پاس جانے سے متنبہ کر دیا جاتا۔ اس حقیقت کو قرآن کریم مندرجہ ذیل الفاظ میں ظاہر کرتا ہے فرمایا "ما کنا معذبین حتی نبعث رسولا" یعنی خدا کسی کو بھی بغیر رسول اور نذیر بھیجنے کے سزا نہیں دیتا۔ اور جب ہمکو علم نیک و بد دیدیا جاوے تو پھر اگر ہم نیکی کو چھوڑ کر بدی کی اتباع کریں تو ہم قابل سزا ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ سیدھی اور آسان منطق سینٹ پال صاحب کے فہم رسا میں آنہ سکی اور کلیسیا نے بھی اپنے بانی کی پیروی کرتے ہوئے اپنی اس غلطی کو دور کرنے کی کوشش نہ کی۔ انکے خیال میں قانون ایک لعنت تھی جس کا نتیجہ سوائے گناہ کے کچھ نہ تھا اور اسواسطے نجات کا ذریعہ سوائے جناب مسیح کے خون ناحق کے کوئی نہ رہا۔ انکو اتنی سمجھ نہ آئی کہ قوانین سے گناہ پیدا نہیں ہوا کرتا بلکہ قوانین کی نافرمانی سے بدی کا درخت نشو ونما پاتا ہے۔ قوانین کی پیروی نیکی اور فلاح کی راہ اور انکی نافرمانی جہنم کی سڑک ہے۔ اگر اختیار نیک و بد انسان کی فطرت میں ابتدا ہی سے پایا جاتا ہو تو ضروری ہے کہ علم نیک و بد بھی ازلی ہو۔ اور اگر قوت اختیاری خدا کی طرف سے بطور ہدیہ ملی ہے اور ہماری کسی کوشش کا نتیجہ نہیں تو علم نیک و بد بھی خدا کیطرف سے ملنا چاہئے۔ کیا آپ صاحبان سبات کو مان سکتے ہیں کہ خدائے خالق اسباب تو دیکھے کہ اسکی صنعت کا بہترین نمونہ یعنی انسان اپنے قوئے کا غلط استعمال کرے اور وہ انسان کی ہدایت کا کوئی انتظام نہ کرے + کیا کوئی باپ اپنے عزیز بچے کے ہاتھ میں ایک تیز چاقو اس حالت میں دیگا جبکہ بچہ کو اس چاقو کا ٹھیک استعمال نہ آتا ہو اگر ہم ایسا کریں تو ہماری نیت کبھی نیک نہیں ہو سکتی تو کیا یہی منطق ہم خدائے خالق اور مخلوق کیلئے استعمال نہیں کر سکتے۔ اگر آدم کو قوت اختیاری دیگئی تھی تو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ہم نیک و بد بھی ساتھ ہی دیا گیا ہوگا۔ اور اگر قوے اور اشیاء کے ٹھیک استعمال کا علم حاصل نہ کر لیں ان چیزوں پر قبضہ پانے سے پہلے ضروری ہے کہ تمام لوازمات ایک دل عدلا بہ ضرورت بنانا پڑتے ہیں

# ذرّات کو وحی

اگر الہام اور وحی کا سب سے اعلےٰ مقصد نیک و بد میں تمیز کرانا اور ضرر رساں چیزوں سے قطع تعلق کرنا اور فائدہ مند ذرائع کا اختیار کرانا ہے۔ تو جیسا کہ میں نے پہلے کہا کائنات کا کوئی ذرّہ بھی خواہ وہ زینۂ ترقی کی کسی سیڑھی پر ہو۔ اس رہنمائی سے محروم نہیں رکھا گیا۔ اسی کا نام بعض نے جبّی اور فطرتی خواص رکھا ہے۔ یہ اشیا تمام ذرّات بغیر ارادہ اور مشیّت کے دوست و دشمن میں تمیز کر سکتے ہیں۔ مادّہ اور طاقت کا یہ ہجوم جس کے مجموعہ کو کائنات کہا جاتا ہے۔ اور جو اپنے مختلف اجزا کے لئے سامانِ زندگی مہیّا کرتا ہے اسمیں اس قسم کے عناصر بھی موجود ہیں جو فطرتی طور پر ایکدوسرے کی ہلاکت کا باعث بنتے ہیں۔ مادے کے ہر ایک مرکب کے گرد اس کے معاون یعنی ترقی دینے والے اسباب بھی ہیں۔ اور اس کی ترقی کے روکنے والے اسباب بھی ہیں۔ اور اسکی ترقی کے روکنے والے اور ان کی جان کے دشمن بھی موجود ہیں۔ گویا کہ دوستوں اور دشمنوں کا ایک ہجوم کثیر اس کے اردگرد جمع ہے۔ لیکن یہ مرکب اپنے خیرخواہوں اور بدخواہوں میں خوب تمیز کر سکتا ہے۔ اور اپنے معاونوں کی طرف میلان اور دشمنوں کی طرف سے اعراض اور نفرت کرتا ہے جو چاہے سائنس اس کے وجوہ پیش کرے لیکن نقصان سے اعراض اور فائدہ کی طرف میلان کرنے کی صفت مادے کے ہر مجموعہ اور شکل میں موجود نظر آتی ہے۔ مثلاً ایک بلور کا پتھر انہی چیزوں کو اپنے ساتھ ملائیگا جو ترقی کرنے میں اس کے معاون و مددگار ہوں۔ اور ان تمام چیزوں کو اپنے نزدیک نہیں آنے دیگا جو اس کے تنزل یا ہلاکت کا موجب ہوں۔ تاہم جاندار چیزوں کا یہ حال نہیں بعض دفعہ ضرر رساں عناصر بھی ان کے اندر چلے جاتے ہیں لیکن فوراً وہ جسم ان کے نکال دینے اور دور کرنے کی کوشش کرنے لگجاتا ہے۔ انسان جو مختلف قسم کے فضلے باہر نکالتا ہے تو ان کا بھی یہی مطلب ہے۔ غیر ضروری اور ضرر رساں اشیا کیلئے جسم انسانی میں کوئی جگہ نہیں ان کا باہر نکلنا ہی بہتر ہے۔ کھانے کے وقت اچھی بُری سب قسم کی خوراک انسان کھا جاتا ہے لیکن ہماری خورد و نوش میں صرف وہی چیزیں جسم کا حصہ بنتی ہے جو مفید ہوں اور جسم انسانی کی پرورش اور نشو و نما کیلئے ضروری ہوں۔ باقیماندہ فضلات کو غیر ضروری اور ضرر رساں سمجھ کر نکال دیا جاتا ہے۔ فطرت حیوانی کچھ اس قسم کی بنائی گئی ہے کہ غیر مانوس اشیا کے ساتھ ملکر رہنا ہرگز گوارا نہیں کر سکتی۔ اور اگر اس نو آمدہ کو نکال دینا اسکی طاقت سے باہر ہو تو وہ اصلی جنبی عنصر کے آگے سر جھکانے سے قطعی انکار کر دیتی ہے۔ اور اپنی ناپسندیدگی اور بغاوت بیماری کے رنگ میں ظاہر

[redacted]

کر دیتی ہے بلکہ نتیجہ بھی ہوتا ہے۔ اگر کسی نمو اکثر کے نسخہ یا جلاب کی مدد سے اس کی اجنبی اور غیر ضروری عنصر کو علیحدہ کر دیا جاتا ہے
علاوہ ازیں ایک ہی قسم کے مادے سے سُور مرغی انسان سب پیدا ہوتے ہیں۔ ایک انسان کے دماغ کا گودا انہی اجزا
کا مرکب ہوتا ہے جن سے ایک اُلّو یا بندر کا دماغ بنتا ہے ہاں اجزا کے تناسب میں فرق ہونے کی وجہ سے شکل اور قویٰ میں بھی
اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ایک کا دماغ دوسرے سے نہیں ملتا۔ ہر جگہ ایک ہی قسم کے مادہ اور قوت کا
دَور دورہ نظر آتا ہے اور سب کی زندگی کا مدار ایک ہی قسم کے سامان پر ہے جہاں ذرا مقدار اور تناسب میں فرق
ہُوا وہیں نتیجے میں بھی فرق آگیا۔ ایک ہی مادہ سے نیک یا بد نفع رساں یا ضرر رساں اسباب پیدا ہو سکتے ہیں
کوئی چیز بذات خود اپنے اندر کوئی خاص صفت نہیں رکھتی۔ نیک یا بد اچھا یا بُرا یہ تو لازم ملزوم
اصطلاحیں ہیں۔ حالات اور مقدار کے موجب ایک چیز اچھی یا بُری ہو سکتی ہے۔ ایک ہی چیز مختلف
حالات میں اور مختلف مقداروں میں متضاد نتائج پیدا کر دیتی ہے الغرض شکلوں یا قوتوں میں جو اختلاف
نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ ذرات کا مختلف توازن اور مقداروں میں جمع ہونا ہے تمام کائنات میں دو
ایسی خصوصیات نظر آتی ہیں جو کبھی نہیں ٹلتیں۔ اول تو یہ کہ ہر ایک ذرہ ایک خاص تناسب اور مقدار
میں ایک خاص صفت اور قوت کا اظہار کرتا ہے۔ اور یہی ذرہ جب ایک مختلف وزن یا مقدار میں
کسی دوسری چیز سے ملتا ہے تو اس کی صفات مختلف ہو جاتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ تمام ذرات عالم اور
ان کے ان مجموعے و مرکب کی مقررہ مقداروں اور حدود سے سرِمُو کم و بیش نہیں کرتے۔ اور نہ ہی ان
متعین شرائط سے تجاوز کرتے ہیں ۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس تناسب اور مقدار کا مقرر کرنا اور مادہ کا ہر حالت میں
ان حدود کی کامل اطاعت کرنا مادے ہی کی ایک خاصیت ہے یا اس کی وجہ کچھ اور ہے ہمارا مشاہدہ
ہمیں بتاتا ہے کہ مادہ قوت حس کے آنے سے پہلے ہی اپنے افعال میں علم۔ دوراندیشی اور فہم دکھاتا ہے
اگر مفید اشیاء کی طرف میلان کرنا اور نقصان دہ چیزوں سے اعراض کرنا کس اندھی طاقت کا کام
ہے جسکو سائنس کی اصطلاح میں بلا ارادہ جبلی خواص کہا جاتا ہے۔ تو پھر کیوں یہ میلان یا اعراض
قوت حاسہ کے بڑھنے سے کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ کیا یہ تمام انتظام اور قواعد ایک ایسی ہستی کا پتہ
نہیں دیتے جو با ارادہ ہے اور جس نے اپنے فضل اور رحم سے ذرات عالم کو یہ حکم دے کر دہ مقررہ راہ
پر چلے تاکہ دوست و دشمن میں تمیز ہوتی چلی جائے۔ ذرات کا ہر ایک مرکب ترقی کرنے کیلئے چند مقررہ

قوانین پر چلتا ہے اور اس اطاعت کی وجہ سے خود بخود مفید چیزوں کی طرف میلان اور نقصان دہ اشیاء سے اعراض کرتا چلا جاتا ہے +

## تناسب اور مقدار ہی قانون ارتقا ہے

تمام عالم ایک مقدر چیز معلوم ہوتی ہے۔ ایٹم کے اجزا مختلف مقداروں میں مختلف صفات قوی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور انکی مالیکیول کی ترقی اور نشوونما بھی مقررہ اندازوں اور نئے انتظامات کے ماتحت ہوتی ہے تناسب کے اختلاف ہی کی وجہ سے بعض مرکبات ایٹم مفید اور بعض نقصان دہ ہوتے ہیں نسبتاً خاطرخواہ نتائج پیدا کرتے ہیں اور بعض تنزل اور ہلاکت کا باعث بن جاتی ہیں۔ مندرجہ ذیل صداقتیں جو نبی کریم پر الہام کی شکل میں نازل ہوئیں۔ اس مضمون پر خوب روشنی ڈالتی ہیں فرمایا والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ سبح اسم ربك الذی اعلیٰ الذی خلق فسوی والذی قدر فهدی .... ربنا الذی اعطا کل شئ خلقه ثم هدی .... (ترجمہ۔ اچھے اور برے کی مقدار اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اپنے اعلیٰ ترین رب کے نام کی تسبیح کرو جو چیزوں کو مقدار کے مطابق پیدا کرتا ہے۔ اور پھر ان کی ہدایت کرتا ہے ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر ایک چیز کو صحیح شکل اور مقدار عطا کی اور پھر ہدایت کی۔ ....) یہ الفاظ کوئی ذو معنی یا مشتبہ نہیں اور نہ ہی توضیح بیان کیلئے استعارے کا رنگ استعمال کیا گیا ہے۔ اس واسطے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ سائنس کی کسی تھیوری سے مطابقت دینے کیلئے ان الفاظ کی کھینچ لمبی چوڑی تاویل کی گئی ہے یا کوئی من گھڑت معنی زبردستی چسپاں کیئے گئے ہیں۔ مندرجہ بالا آیات قرآنی میں بڑے کھلے الفاظ میں اس صداقت کا اظہار کیا گیا جن کو غلطی سے جدید سائنس کی دریافت مانا جاتا ہے۔ مندرجہ بالا آیات میں سے آخری آیت یعنی ربنا الذی اعطاء کل شئ خلقه ثم هدی۔ بڑے واضح الفاظ میں اس اصول کو بیان کرتی ہے۔ جسکو سائنسدان بلا ارادہ فطرتی خواص کہتے ہیں +

میں نے ان آیات کو لفظاً لفظاً درج کیا ہے۔ کیونکہ ان کا ہر ایک لفظ اپنے اندر صداقت لئے ہوئے ہے۔ اور میرے خیال میں ان لغوی معنوں کے بیان کرنے سے معاملہ اور بھی صاف ہو جائیگا لفظ رب جس کا ترجمہ [illegible] یا مالک کیا جاتا ہے۔ اس کا مفہوم امام راغب اپنی تصنیف

مفردات راغب اصفہانی میں یوں بیان کرتے ہیں رب وہ ہے جو ایک چیز کی پرورش اس طرح سے کرے کہ وہ ترقی کے درجے یکے بعد دیگرے طے کرتی ہوئی کمال تک پہنچ جائے۔ پس لفظ رب کے استعمال سے پتہ لگتا ہے کہ ہر ایک چیز اس طرز پر بنائی گئی ہے۔ کہ اپنی استعداد اور حدود کے مطابق وہ کمال کو آہستہ آہستہ حاصل کرے۔ اور درجہ بدرجہ ترقی کرتی ہوئی تکمیل کو پہنچ جائے۔ لفظ رب میں نہ صرف پیدا کرنے اور پرورش کرنے کی صفات کا ظہور ہے بلکہ ترتیب دینے اور کمال تک پہنچانے کا کام بھی ربوبیت ہی کے ماتحت ہوتا ہے۔ اور خدا کی یہ صفت ذرات عالم کی ادنےٰ سے لیکر اعلےٰ تک سب حالتوں میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔ خلق کا ترجمہ عموماً پیدا کرنا کیا جاتا ہے لیکن اگر آپ کسی مستند اور معتبر لغات مثلاً لسان العرب کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ لفظ خلق کے اصلی معنی توازن ہیں۔ اور اسی طرح اس کے معنے مادہ کو شکل دینا اور چیزوں کا بنانا ہو گیا ہے۔ خالقیت کا مفہوم سمجھانے کیلئے زبان عربی میں ایک اور لفظ بھی ہے۔ فطر جس کے معنی نیستی سے ہستی کرنا ہے۔ یہی دو الفاظ ساری دنیا کی خلق اور بناوٹ سمجھانے کیلئے کافی ہیں۔ پہلا فعل صفت فاطر یعنی نیستی سے ہستی کرنا ہے۔ اور جب ایک چیز پیدا ہو گئی تو صفت خلق نے اپنا ظہور دکھا کر ان کا توازن کیا اور مختلف شکلوں میں ان کے مرکب بنا دئیے۔ یہی تناسب اور توازن کا انتظام مختلف مقداروں میں فائدہ اور نقصان پیدا کرتے ہیں۔ تمام خلق اور ارتقا کا دار و مدار مقدار اور توازن پر ہی ہے اور یہی عربی لفظ خلق کے معنی ہیں +

قرآن کریم نے خَلَقَ کے بعد سوّا کا لفظ استعمال کیا ہے۔ سوّا کے معنی ہیں برابر کرنا مساوات قائم کرنا اور فعل خَلَق کے بعد فعل سوّا یعنی مساوات کا قائم کرنا ضروری ہے۔

دوسری آیت میں دو نئے لفظ استعمال ہوئے ہیں قدّر و ہدیٰ۔ قدّر کے معنی مقدار مقرر کرنا ہے۔ قرآن کریم میں لفظ قدّر بارہا خیر و شر کے متعلق استعمال ہوا ہے۔ اور اس میں بھی یہی اشارہ ہے۔ کہ تمام نیک و بد ایک ہی چیز کے مختلف تناسب کا نتیجہ ہوتا ہے۔ لفظ ھُدا جس کے معنے مقصد اعلیٰ تک رہنمائی کرنا ہے معاملہ کو اور بھی صاف کرتا ہے۔ خدا نہ صرف مادہ کی خلقت اور توازن کرتا ہے۔ بلکہ ہر چیز کمال تک پہنچنے کیلئے رہبری کی محتاج تھی۔ اور قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو یہ رہبری عطا کی ہے +

الغرض بیان مختصر لیکن جامع الفاظ میں صحیفۂ اسلامی تمام کائنات کی خلق کا فلسفہ بیان کر دیتا ہے۔ پہلے پہل تو ایک بالارادہ ہستی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جس کا نام ربّ یعنی خالق پرورش کنندہ ترقی دہندہ رکھا ہے۔ اور جو خلق کے بعد مادہ کو مختلف مقداروں میں جمع کرتا ہے تاکہ مختلف نتائج مُرتّب ہوں وہ نہ صرف نیستی سے ہستی میں لاتا ہے۔ بلکہ ان کو تکمیل تک بھی پہنچاتا ہے۔ اور ہر ایک کی ترقی کے اسباب پیدا کر کے ان کو صراطِ مستقیم دکھاتا ہے۔ اس ذات باری نے مادہ کی ہر ایک شکل میں فطرتی طور پر ایک مقررہ راہ پر چلنے کی استعداد پیدا کر دی ہے۔ جب ذرّات عالم مختلف شکلوں میں متشکل ہو گئے۔ تو ان کو اور ترقی دینے کیلئے اُن کو مختلف جنسوں میں نظم دیگئی۔ اور نتیجتاً ان میں سے بعض مفید اور بعض نقصان دہ بن گئے +

اب یہ فیصلہ کرنا کہ یہ عربی الفاظ جو علم سائنس کے رموز سے بھرپور ہیں ان کے معنی عربوں نے علم سائنس کی تصویروں کی توسیع کے بعد ان پر چسپاں کیئے یا زمانہ سلف ہی سے یعنی زمانہ جاہلیت میں جبکہ از اسلام یہی مفہوم ان لفظوں کے سمجھے جاتے تھے اور اگر اس دوسری بات کو تسلیم کیا جائے تو ہم کو ماننا پڑیگا۔ کہ یا تو زمانہ قدیم میں عربوں کا علم سائنس بہت وسیع تھا اور یا جیسا کہ میرا ایمان ہے عربی زبان اُمّ الالسنہ اور الہامی زبان ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کے الفاظ کے اندر وہ معنی اور رموز رکھے گئے تھے جو توسیع علوم کے بعد کبھی ظاہر ہونے تھے۔ تاہم کچھ بھی ہو میرے مضمون کو ان سوالات سے چنداں تعلق نہیں۔ اور طول مضمون کے ڈر سے میں نے الحال ان کے متعلق کچھ نہیں لکھتا۔ لیکن بہر حال یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ قرآن کے نازل ہونے کے ساتھ ہی لوگوں کے دلوں میں توسیع علوم کا ایک جوش سا پیدا ہو گیا۔ اور اس صحیفۂ آسمانی نے کئی سربستہ صداقتوں کو صاف کر دیا اور اپنے پڑھنے والوں کو صراطِ مستقیم پر چلا کر فلاح کی منزلِ مقصود پر پہنچا دیا +

الغرض ہر ایک ذرہ ایک مقررہ راستے پر قدم مار رہا ہے۔ ان میں فطرتی طور پر نیک و بد کی تمیز کی قوت رکھی گئی ہے۔ وہ اپنی زندگی اور ترقی کیلئے مادہ میں انتخاب کرتے ہیں اور خداداد خواص کے موجب معین راہوں پر چلتے ہیں اور اس فعل ربانی کا نام ہم بجا طور پر ذرّات کو وحی کے نام سے پکار سکتے ہیں۔

"ربنا الذی اعطٰی کل شیٍٔ خلقہٗ ثم ھدٰی" (القرآن)

# اخلاق اور جذبات کا توازن

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ
بِحُسْبَانٍ ۝ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۝ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝
اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ

(سورۃ الرحمٰن آیت ۱ تا ۹)

(ترجمہ) الرحمٰن (خدا) نے قرآن (جیسی فائدہ مند کتاب کو) سکھایا۔ اُس نے انسان کو پیدا کیا۔ پھر اسکو بولنا سکھایا۔ سُورج اور چاند ایک حساب کے ساتھ (گردش میں) ہیں (تمام) بوٹیاں اور درخت (اسکی درگاہ میں) سربسجود ہیں۔ اس نے آسمان کو اونچا کیا۔ اور اس نے توازن قائم کیے تاکہ لوگ بھی وزن میں تجاوز نہ کریں۔ اور انصاف کے ساتھ توازن کو قائم رکھیں اور اسمیں کمی بیشی نہ کریں۔

مندرجہ بالا صداقت ہم قرآن شریف کی سُورہ الرحمٰن کی پہلی چند آیات میں پاتے ہیں۔ ان آیات میں ہمارا علیم خبیر خدا ہم کو ضرورت الہام کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اور ان الفاظ میں جو علم سائنس کی معلومات سے لبریز ہیں غیبی رہنمائی کی حاجت بیان کرتا ہے۔ ان میں اسی توازن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو مادہ کی ہر شکل میں عالمگیر طور پر کام کرتا ہؤا نظر آتا ہے۔ ایک ذرہ ناچیز اور ادنے سے ادنے جڑی بوٹی سے لے کر آفتاب و ماہتاب اور دیگر اجرام فلکی تک سب مخلوقات قوانین کی پیروی کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور جو توازن اسکی تربیت و حیات کیلئے مقرر ہے اس پر عمل پیرا ہے۔ اور تو اور نطق انسانی اور طرز کلام اس کے خلاف ایک قدم بھی نہیں چل سکتی۔ کلام کیا ہے آواز کی اونچ نیچ۔ توازن ہوا کی کمی بیشی ہی سے مختلف الفاظ پیدا ہوتے ہیں۔ اور اسی اونچ نیچ کے متعدد مجموعوں سے مختلف الفاظ بنتے ہیں۔ اور کسی زبان کے سیکھنے کے لئے ہم ان مختلف مجموعوں کے مقرر کردہ معانی اور انکی شکلیں یاد کرتے ہیں۔ قرآن شریف بھی اپنے پڑھنے والوں کی توجہ اسی بنیادی اصول کی طرف مبذول کرتا ہے۔ جو عالم کے ہر گوشے میں کام کرتا ہؤا نظر آتا ہے۔ اگر ہمارے چاروں طرف ہر چیز حتٰی کہ ہماری طرز کلام بھی ایک مقررہ توازن کے ماتحت ترقی پاتی ہے۔ تو کیا خود انسان کو اسبات کی اشد ضرورت نہیں کہ

اس کے پاس بھی کوئی ایسا توازن اور معیار ہو جو اس کے فطرتی جذبات کو قابو میں رکھے اور اُن کو صراطِ مستقیم پر چلا کر مذہب فلسفہ اور اخلاق کے عرشِ بریں تک پہنچا دیں جسم انسانی بھی تو ذرات کا ایک خاص مجموعہ ہے جس کا نتیجہ ضمیر اور قوت مُمیِّزہ کو خوب ترقی دینا اور جذبات کا پیدا کرتا ہے یہی خواہشات اور جذبات اگر ان کو حدود کے اندر ٹھیک راہ پر چلایا جائے تو انہی کا نام محاسنِ اخلاق ہو جاتا ہے۔ اور جب ان اخلاقی خوبیوں کا توازن بڑا احسن اور بہترین طور پر ہو تو اسی کو رُوحانیت کے نام سے موسوم کر دیا جاتا ہے۔ اب ہم کو یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ وہ توازن اور معیار جو انہی نفسانی خواہشات کو کیمیا گر کی چھُو کی طرح اخلاق اور رُوحانیت کے مسندِ اعلےٰ پر چڑھا دیتے ہیں۔ اور حیوانی قوت حاسہ کو ضمیر اور قوت ممیزہ جیسے نعمت سے بدل دیتے ہیں وہ کیا ہیں۔ اور ان کو کس نے بنایا۔ بالفاظ قرآنی ووضع المیزان الا تطغوا فی المیزان ٥ واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان (ترجمہ اس (رحمٰن خدا) نے توازن قائم کئے تا کہ لوگ بھی وزن میں تجاوز نہ کریں۔ اور انصاف کے ساتھ توازن کو قائم رکھیں اور اس میں کمی بیشی نہ کریں) پس معلوم ہوا کہ ہمارے لئے ظلم اور عدوان سے بچنے کیلئے اور انصاف قائم رکھنے کے لئے اس معیار اور توازن کا جاننا اور سمجھنا اشد ضروری ہے۔ جیسا کہ آگے بھی ہم نے جسمانی دُنیا کی مثالیں دیکر ثابت کیا کوئی چیز بھی بذات خود نیک یا بد نہیں۔ اعلیٰ اخلاق خواہشات اور جذبات کو بالکل مار ڈالنے کا نام نہیں بلکہ خوبی اور فائدہ والی بات تو یہ ہے کہ انہی جذبات کو ٹھیک راہ پر لگایا جائے۔ تا کہ اعلیٰ اخلاق پیدا ہوں اور رُوحانیت جیسی نعمتِ عظمیٰ حاصل ہو۔ تمام وہ مذاہب جن کی بنیاد رہبانیت یعنی جذباتِ انسانی کو ہلاک کرنا ہے۔ ناکامیاب ثابت ہوئے۔ کوئی انسان بھی بُدھ مت کے اصولہائے زندگی پر عمل پیرا نہیں ہو سکتا۔ اور اسی طرح پہاڑی والا وعظ بھی آج تک لفظی شکل ہی میں ہا اور کسی نے اُسکو عمل کا جامہ نہ پہنایا۔ یہ کیوں اس واسطے کہ یہ ہماری فطرت کے خلاف ہے۔ ایک دریا کی روانی کو بالکل روک دینے کی کوشش کرنا فضول ہے بہتر ہے کہ اس کے پانی کی رو کو بدلکر یعنی نہروں وغیرہ میں ڈال کر کھیتوں کو سیراب کیا جائے + نفس کشی اور رہبانیت کسی رنگ میں بھی ہو اس کا نقصان اس کے فائدے سے کہیں بڑھکر ہیں۔ ان پر عمل کرنا گویا ایک فطرتی تقاضے سے اعراض کرنا بلکہ اس کے خلاف کرنا ہے۔ اور اسی واسطے اس کا نتیجہ تباہی ہوتا ہے۔ مجرد رہنے اور شادی کرنے

سے جو ناگفتہ بہ اخلاق گند پیدا ہوتے ہیں وہ کسی سے نہاں نہیں - اور یہ سہرا قرآن کریم ہی کے سر ہے کہ وہ سب سے پہلے یہ صداقت دُنیا میں لایا - اس نے بتایا کہ فطرتی جذبات کا اظہار بھی قلب انسانی کی تربیت کے لئے ضروری ہے - ہاں اس اظہار کے لئے معیار اور توازن ہونی چاہیئے - جب دُنیا میں ہر ایک چیز ایک مقررہ قوانین کے ماتحت کام کرتی نظر آتی ہے - تو کیسے ہو سکتا ہے کہ اشرف المخلوقات کی اسی ضروریات کیلئے کوئی مقررہ معیار اور توازن قائم نہ ہو حقیقی انسانیت کو ترقی دینے کیلئے لازمی تھا کہ جذبات انسانی کا لحاظ رکھا جائے - اور مقررہ معیار کے بموجب ان کا توازن کیا جائے - رحم جیسی صفت احسن کو اگر بے محل استعمال کیا جائے تو وہ ظلم و ناانصافی سے بدتر ہے - اور غصہ و سزا کا بھی ٹھیک انداز سے اظہار کیا جائے تو اس سے امن اور انتظام قائم ہوتا ہے - اور تمدنی ترقی کو مدد ملتی ہے - یہ تمام کچہریاں اور پولیس کا محکمہ کیا ہے غصہ اور سزا کا ایک ٹھیک انداز سے اظہار اور اگر سنگین مجرموں اور قاتلوں پر رحم کر کے اُن کو آزاد کر دیا جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ امن اُٹھ جائیگا - اور تمدنی ترقی بالکُل رُک جاویگی - الغرض اخلاقی دُنیا میں بھی توازن اور معیار کا قانون ہی کام کرتا نظر آتا ہے - جس طرح جسمانی دُنیا میں ایک ہی مادہ کی مختلف نسبتیں مختلف شکلیں اور نتیجتاً مختلف اوصاف و خصوصیات پیدا کر دیتی ہیں - اِسی طرح رُوحانی دُنیا میں بھی ایک ہی قسم کے جذبات اور خواہشات کا مختلف توازن اور تناسب مختلف اخلاق پیدا کر دیتا ہے - جن میں سے بعض اچھے اور بعض بُرے نتائج پیدا کرتے ہیں - ایک ہی جذبہ کو حالات کے مختلف سانچوں میں ڈھالو تو ہر دفعہ اس کا ایک نیا نام رکھنا ہوگا - ایک ہی جذبہ اگر ایک شکل میں بڑا اعلیٰ اور قابل تحسین ہے - تو وہی ایک دوسری شکل میں کریہ اور قابل نفرین نظر آتا ہے - حالات کے بدلنے سے اسکی ساری قباحتیں خوبیاں بن جاتی ہیں - کیا بات پر اڑنا - ضد کرنا - کسی کی نہ سُننا اپنی ہی کرنا یا بالفاظ دیگر مستقل مزاجی اور اولوالعزمی یہ سب ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں - تو انہی کا اظہار جب کمال تک پہنچ جاتا ہے تو ایک طرف آدم علیہ السلام یا انسان کامل اور دوسری طرف شیطان الرجیم کا نقشہ آنکھوں کے آگے پھر جاتا ہے - اِسی طرح اطاعت اور غلامی - حیا اور بُزدلی - بُردباری اور دیُوثی - اظہار شجاعت اور شیخی - سخاوت اور فضولخرچی - رشک

حسد، ہوسِ ترقی اور لالچ، خواہش اور طمع وغیرہ وغیرہ کیا ان سب کا آغاز اور اصلیت ایک ہی جذبہ کو دو مختلف لباس پہنانا نہیں۔ ذرات مادہ کو جسم انسانی میں ترقی دینے سے قوتِ حس پیدا ہوئی۔ اور انسان کیا ہے چند جذبات اور خواہشات کا مجموعہ جن میں سے اکثر حیوانوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ ہر ایک خواہش اگر اس کا مقررہ معیار اور حدود کے اندر اظہار کیا جائے تو نتیجہ اچھا اور حسبِ دلخواہ ہوتا ہے۔ اور نیک اور بھلے ہونے کا سرٹیفکیٹ اسکو ملجاتا ہے۔ اس معیار کو جو عام طور پر وسطی مقام پر ہوتا ہے قائم کرنا مذہب اور اخلاق کا فرض ہے۔ ذرا ان حدود سے قدم باہر رکھو تو نیکیوں کی ضو گناہ اور جرم کی ظلمت سے مُبدّل ہوجاتی ہے۔ بدی دنیا میں بذات خود کوئی ہستی نہیں۔ اور وہ مذہب جو ایسا کہتا ہے بالکل باطل ہے۔ گناہ ہرگز کسی چیز کی غلط میں نہیں ہماری جسمانی تربیت کیلئے جس خوراک کی ضرورت ہے۔ اگر ہم اسکو بیجا طور پر استعمال کریں تو نتیجہ بیماری اور ہلاکت ہوتا ہے۔ اسی طرح جب ہم اخلاقی غذا کو بیجا طور پر کام میں لائیں تو وہ بدی کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ ہر بات میں درمیانی اور وسطی رستہ صراط مستقیم ہی اختیار کرنا چاہیئے۔ یقیناً افراط و تفریط کا نتیجہ گناہ اور بدی ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا وسطی راہ پر چلنا ہی کامیابی اور فلاح کو پاتا ہے۔ اسبارے میرا دل چاہتا ہے کہ میں زبان عربی کے محاسن کیطرف اشارہ کر کے دکھاؤں کہ اس اُمّ الالسنہ نے کونسا لفظ بدی کا مفہوم ادا کرنے کیلئے انتخاب کیا ہے۔ بدی اور گناہ کیلئے جس قدر الفاظ بھی آپ زبان عربی میں پائیں گے ان سب کے اصلی معنی زیادتی اور حدود سے تجاوز کرنا ہونگے۔ مثلاً ذنب۔ جرم۔ جناح۔ اثم۔ لفظ ذنب کے معنی زیادہ بڑھنا ہے یعنی وہ جو خاص حدود سے تجاوز کرے۔ جیسا کہ جانوروں کی دُم کیلئے اس لفظ کا استعمال ہوتا جاتا ہے۔ جرم کے معنے کاٹنا یا وہ چیز جو کاٹی جائے یعنی غیر محل ہو۔ جناح کے معنی ایکطرف ہونا علیحدہ ہونا۔ الغرض قرآن نے جسقدر الفاظ لفظ گناہ کے مترادف معنوں میں استعمال کئے ہیں اُن کے مادی اور لغوی معنے میں حدود سے آگے بڑھنا اور زیادتی کے معنے ضرور پائے جاتے ہیں۔ گویا کہ تمام بدی اور گناہ کا فلسفہ لفظ کے معنی ہی میں بیان کر دیا ہے اسکے سمجھنے کیلئے ہم کو کسی عالم فاضل یا فلاسفر کی مدد کی ضرورت نہیں صرف کسی لغت کی کتاب میں ان لفظوں کے مادے اور لغوی معنے پڑھ لینا کافی ہے +

لفظ توبہ جو ایک اور عربی لفظ ہے ساری توبہ کی حقیقت اپنے معنوں کے اندر لئے ہوئے ہے جس کے معنی واپس آنا۔ اگر حدود سے بڑھنا گناہ ہے تو یقینی واپس آنا ہی توبہ ہو سکتی ہے۔ اسی طرح عربی لفظ وسط کے معنے درمیانی بھی اور اعلیٰ و بہترین بھی ہیں کیونکہ درمیانی چیز عموماً بہترین ہوتی ہے

پس ثابت ہوا کہ جسمانی دنیا کی طرح روحانی دنیا میں بھی کوئی چیز بذات خود اچھی بُری نہیں۔ حدود کی نگاہداشت کرنا ہی نیکی ہے۔ اور ان سے تجاوز کرنا گناہ ہے ہر ایک جذبہ خواہ وہ درشت ہو یا نرم اگر حدود کے اندر اسکو پورا کیا جائے تو اعلیٰ اخلاق کا منبع بن سکتا ہے۔ قانون دانی کیا ہے۔ حدود مقرر کرنا لیکن سچی اور ٹھیک حدود وہ ہستی مقرر کر سکتی ہے جو علیم خبیر ہو۔ قرآن شریف نے اعمال صالحہ کا نام خدا کی حدود کو قائم کرنا لکھا ہے۔ فرمایا۔

التائبون العبدون الحامدون السائحون الرٰكعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناهون عن المنكر والحٰفظون لحدود الله وبشر المؤمنين (سورۃ البراۃ آیت ۱۱۲) ترجمہ (وہ جو توبہ کرنیوالے ہیں عبادت کرنیوالے حمد کرنیوالے۔ روزے رکھنے والے۔ رکوع و سجود کرنیوالے ہیں جو نیکی کی تحریص اور بدی سے روکتے ہیں۔ اور جو اللہ کی حدود کو قائم کرتے ہیں۔ اور مومنوں کو خوشخبری دو) ایک اور جگہ فرمایا:" اور یہ اللہ کی حدود ہیں جو کوئی ان سے تجاوز کریگا وہ اپنے ہی نفس کو نقصان پہنچاتا ہے" اور حدود کی نگاہداشت کرنے کا حکم قرآن کریم نے بار بار فرمایا ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم ... تلك حدود الله .... ومن يعص الله ورسوله ويتعد حدوده .... وله عذاب مهين (سورۃ النسا آیت ۱۱ تا ۱۴) (ترجمہ۔ اللہ تم کو تمہاری اولاد کی بابت حکم دیتا ہے .... یہ اللہ کی (قائم کی ہوئی) حدود ہیں ...... اور جو کوئی اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے اور اسکی (قائم کردہ) حدود سے تجاوز کرتا ہے... ان کے لئے رسوا کرنیوالا عذاب ہے) پھر سورہ بقرہ میں فرمایا۔ فمن اعتدى بعد ذالك فله عذاب عليم (ترجمہ جو کوئی اس کے بعد (حدود سے) تجاوز کریگا۔ اسکو سخت سزا ہوگی) پھر اسی سورۃ کے ذرا آگے چلکر فرمایا۔ ولا تعتدوا ان الله لا يحب المعتدين (ترجمہ حدود سے تجاوز مت کرو۔ اللہ زیادتی کرنیوالوں سے محبت نہیں کرتا) پھر سورہ البرأت میں فرمایا

الاعراب اشد کفرا و نفاقا و اجدر الا یعلموا حدود ما انزل اللہ علی رسولہ (ترجمہ - اور بدو لوگ کفر اور نفاق میں بڑے سخت ہیں۔ اور اللہ نے جو حدود اپنے رسول پر نازل کیں ان کو نہیں مانتے" سورۃ البقرہ میں فرمایا تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا (ترجمہ - یہ اللہ کی (قائم کردہ) حدود ہیں ان سے تجاوز مت کرو ؛

(باقی آیندہ)

## نظم

## در مدح قرآن کریم

از نورِ پاکِ قرآں صبحِ صفا دمیدہ — بر غنچہ ہائے دلہا باد صبا وزیدہ

ایں روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد — ویں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ

یوسف بقعر چاہے محبوس ماند تنہا — ویں یوسفے کہ تنہا از چاہ بر کشیدہ

از مشرقِ معانی صد ہا دقائق آورد — قدِ ہلال نازک زاں نازکی خمیدہ

کیفیت علومش دانی چہ شان دارد — شہدیست آسمانی از وحیِ حق چکیدہ

آں نیرِ صداقت چوں رو بعالم آورد — ہر بوم شب پرستی در کنج خود خزیدہ

روئے یقیں نہ بیند ہرگز کسے بدنیا — اِلّا کسے کہ باشد با روئیش آرمیدہ

آں کس کہ عالمش شد مخزن معارف — واں بیخبر ز عالم کیں عالمے ندیدہ

باران فضلِ رحمان آمد بمقدم او — بد قسمت آنکہ از وے سوئے دگر دویدہ

میل بدی نباشد اِلّا رگِ ز شیطاں — آں را بشر بدانم کز ہر شرے رہیدہ

اے کانِ دلربائی دانم کہ از کجائی — تو نورِ آں خدائی کیں خلق آفریدہ

میلم نماند باکس محبوبِ من توئی بس — زیرا کہ زاں فغاں رس نورت بما رسیدہ

ہے۔ جو ایک سچے مومن کے دل میں اللہ تعالےٰ کے اِن الفاظ کی ہو سکتی ہے اور ہونی چاہیئے"۔

## مسٹر لیڈر جو انگلستان کے مشہور اہل قلم ہیں لکھتے ہیں

"آپ کو قرآن مجید کے ایسی پاکیزہ اور دیدہ زیب صورت میں نکالنے کی مبارکباد دیتا ہوں۔ اس کتاب کو تو محض ہاتھ میں لینا ہی ایک خاص لُطف رکھتا ہے لیکن جب اس کے ان خزائن علمیہ کی طرف توجہ کی جائے۔ جو موجب ہدایت و نُور ہیں۔ تو انسان کا قلب اُس محنت کے لئے جس سے یہ کتاب تیار ہوئی ہے شکر و امتنان سے لبریز ہو جاتا ہے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ یہ محض محبت و عقیدت کا کرشمہ ہے۔ کہ اس قسم کی تصنیف سرانجام کو پہنچی ہے۔ میں اس سے خوش ہوں۔ کہ قرآن مجید اب میری مادری زبان میں ہو گیا ہے۔ اور اسکی تصنیف ایک مُتقی اور علامہ مسلمان نے کی ہے۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ یہ تصنیف دُنیا کی مذہبی زندگی میں ایک نیا دور شروع کردیگی۔ یہ تصنیف مشرق کے خزائن الٰہیات کو مغربی دُنیا کے قریب لے آئی ہے"۔

## پہلی قسط

اِس قرآن مجید کی پہلی قسط کی محدود کاپیاں ولایت سے ہمارے پاس آئی ہیں۔ شائقین کو جلد درخواستیں بھیجنی چاہئیں۔ ورنہ دوسری قسط کا انتظار کرنا پڑیگا
**ہدیہ** عـ۲۰ـہ علاوہ محصولڈاک وغیرہ پہلے اسکی قیمت عـ۱۶ـہ روپیہ رکھی گئی تھی مگر چونکہ جلد بندی کے سامان اور محصولڈاک و انشورنس وغیرہ مصارف جنگ کی بدولت بڑھ گئے۔ اسلئے مجبوراً عـ۲۰ـہ روپیہ قیمت مقرر کیگئی جس سے محض لاگت ہی وصول ہو سکتی ہے
**نوٹ**۔ درخواست خریداری کیساتھ پوری قیمت یا اس کا کوئی حصہ بذریعہ منی آڈر بھیجنا چاہیئے۔

تمام درخواستیں ذیل کے پتہ پر آنی چاہئیں

**آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور**

(رہبر دین جنتر)

# فہرست کتب اشاعت اسلام بک ڈپو

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| تربیت النساء .. .. | ۵ر | سوانح عمری امام حسن .. .. | ۲ر | سوانح عمری امام حسین | ۲ر |
| انمول موتی .. .. | ۸ر | انیس الحارثین .. .. .. | ۸ر | تعلیم الصبیان .. .. | ۲ر |
| لاڈلا بیٹا .. .. .. | ۳ر | حوران جنت .. .. .. | ۴ر | چڑیا چڑے کی کہانی .. | ۳ر |
| ناصح مشفق .. .. | ۳ر | علم کی دیوی .. .. | ۵ر | حمیدہ خاتون .. .. | ۳ر |
| آداب النسوان .. .. | ۶ر | رسول عربی .. .. | ۸ر | تاثیر صحبت .. .. .. | ۸ر |
| خوش انجام .. .. | ۲ر | جہاد کبیر .. .. .. | ۲ر | اتالیق طلبا یعنی بی بی کی تعلیمی کتاب مکمل | ۶ر |
| عربی کتب کی چوتھی کا حل .. | ۱۲ر | جوگی اور ناظر نظم .. | ۲ر | جام عرفان (نظم) .. .. | ۱ر |
| میرا خواب (نظم) .. .. | ۲ر | لیکچر ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر (اقبال) | ۴ر | مسلم مشنری سکہ لاتی لیکچر حصہ اول | ۱ر |
| صحیفہ آصفیہ .. .. .. | ۲ر | بنگال کی دلجوئی .. .. .. | ۱ر | کرشن اوتار .. .. | ۱ر |
| لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم | ۳ر | پیغام صلح .. .. .. | ۱ر | لیکچر اسلام در الہ آباد .. | ۱ر |
| نکات القرآن حصہ اول | ۶ر | سیرۃ النعمان .. .. .. | عہ ۸ر | انشاء النسوان .. .. .. | ۴ر |
| ؍؍ ؍؍ حصہ دوم | ۶ر | الفاروق .. .. .. | عہ/ | فیملی ڈایری .. .. | ۸ر |
| ؍؍ ؍؍ حصہ سوم | ۸ر | المامون .. .. .. | عہ ۸ر | ادیب النسوان .. .. | ۴ر |
| ؍؍ ؍؍ حصہ چہارم | ۶ر | الغزالی .. .. | عہ ر | انتظام خانہ داری .. .. | ۴ر |
| جمع قرآن .. .. | ۱۰ر | تائید حق .. .. .. | ۴ر | ہنر آموزی .. .. .. | ۴ر |
| صورت مادہ .. .. .. | ۴ر | اسرار سلیمانی مجلد .. .. | ۴ر | کھانا پکانا .. .. | ۴ر |
| التوحید .. .. .. | ۱ر | طریق فلاح .. .. .. | ۱ر | اخلاقی کہانیاں .. .. | ۴ر |
| مادہ فانی .. .. | ۱ر | مجموعہ لطائف .. .. | ۳ر | خورشید جہاں .. .. | ۴ر |

تصاویر نو مسلمانان یورپ فی درجن ۱ر فی فوٹو ۱ر ÷ عکس مکتوب آنحضرت صلعم جو تبلیغی خط آپ نے مقوقس شاہ مصر کو لکھا تھا فی درجن ۱ر فی عکس ۱ر

فوٹو اعجازی مچھلی جس کی دم کی ایک طرف "ماشاء اللہ" اور دوسری طرف کلمہ توحید لکھا ہوا۔ فی درجن ۱ر فی فوٹو ۱ر

مرواریدِ ثلاثہ مجلد عہ بے جلد عہ

براہین نیرہ - معروف بہ زندہ و کامل الہام (قرآن کریم) .. .. .. ۱۲ر

اُم الالسنہ - معروف بہ زندہ و کامل لعامی زبان (عربی مبین) .. .. ۱۲ر

اسوۂ حسنہ - معروف بہ زندہ و کامل نبی (حضرت محمد صلعم) .. .. ۸ر

المشتہر خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل - لاہور

... پریس لاہور ... کے اہتمام سے چھپا کر ... انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر

# اشاعت اسلام


اردو ترجمہ

## اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ


اس سے بڑھکر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ ان رسالوں کی آمدنی بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے


جلد (۲) | بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر (۸)


فہرست مضامین

# بلادِ غربیہ میں اسلام کا مشعلبردار

## اسلامک ریویو مجریہ لندن قیمت سالانہ ۶ع ر

اس کا اردو ترجمہ "اشاعت اسلام" قیمت سالانہ ۲ ر - ایڈیٹر خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و مولوی صدر الدین صاحب بی اے - بی ٹی مسلم پبلک میں اسلامک ریویو کسی معروف کرانے کا محتاج نہیں صرف ہم برادرانِ اسلام کو یہ اطلاع دینا چاہتے ہیں - کہ اس وقت اسی کے منافع پر انگلستان میں اسلامی مشن کے اخراجات بہت سے تک چل رہے ہیں - اس کا ہر ایک خریدار گویا بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا خود متکفل ہو جاتا ہے - اگر برادرانِ ملت کوشش کر کے انگریزی رسالہ کے پانچ ہزار اور اردو کے دس ہزار خریدار پیدا کر دیں تو ان کا منافع ہمارے دو کنگ اسلامی مشن کا کفیل ہو سکتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ انگریزی رسالہ کئی ہزار تک بلاد غربیہ میں مفت تقسیم ہو اگر کوئی تبلیغ اسلام کا شیدائی ہمیں پانچ روپے سالانہ بھیجدے - تو ہم اُن کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت تقسیم کر دینگے - کیا ملت بیضا کی اشاعت کے عاشق چند ہزار بھی ہندوستان میں نہیں ؟

دوستو اُٹھو ! جاگو ! اور وقت کو غنیمت سمجھو !!! اسلامک ریویو ایک کامیاب ذریعہ اشاعت اسلام کا ثابت ہوا ہے - الفضلہ تعالےٰ اس نے اپنی عزت کو یورپ میں نہایت آب و تاب سے قائم کیا ہے - اس کو مضبوط کرنے کی کوشش کرو - اور اللہ تعالےٰ سے اجر جزیل پاؤگے + والسلام

قیمت جلد اسلامک ریویو سنہ ۱۹۱۳ء ۵ پرچے عہ سنہ ۱۹۱۴ء ۱۱ پرچے عہ سنہ ۱۹۱۵ء مکمل و سنہ ۱۹۱۶ء ۱۱ پرچے فی جلد ۳ ر سنہ ۱۹۱۷ء صہ ر قیمت اردو ترجمہ اشاعت اسلام سنہ ۱۹۱۴ء چھ پرچے عہ سنہ ۱۹۱۵ء و سنہ ۱۹۱۶ء فی عہ سنہ ۱۹۱۷ء تین روپے (۳ ر)

نوٹ - نمونہ ۱ ر کے ٹکٹ آنے پر ارسال خدمت کیا جائیگا - کُل درخواستیں خریداری بتہ ذیل پر آنی چاہئیں

المشتہر خواجہ عبد الغنی مینیجر رسالہ اسلامک ریویو و اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور

---

# لندن

میں

جلسۂ میلاد النبی (صلعم)

قیمت ۳ ر

اس کتاب میں اس مقدس جلسہ کی مفصل روئداد ہے جو زیر سرپرستی سنٹرل اسلامک سوسائٹی مورخہ ۲ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء کو سیل ہوٹل میں مقدس تقریب ولادت آنحضرت پر منعقد ہوا - دیگر مشاہیر قوم و ریزیڈنٹ کی تقریر کے علاوہ مسٹر پکتھال کی ایک زبردست تقریر آنحضرت صلعم کے خلق عظیم کے متعلق نہایت ہی قابل مطالعہ ہے ہمارے ناظرین کرام ضرور اس کی متعدد کاپیاں خرید فرما کر غیر مسلم احباب میں تقسیم فرمائیں +

المشتہر

مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

# اشاعتِ اسلام

ترجمۂ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۴) ــــ بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۸ء ــــ نمبر (۸)

## شذرات

انگلستان میں آرٹ پیپر کے میسّر نہ آنے کی وجہ سے ہمیں کچھ مدت کیلئے رسالہ کے ساتھ تصاویر کے شائع کرنے کا سلسلہ ملتوی کرنا پڑا ہے۔ اُمید ہے کہ ناظرین کرام وقتی مشکلات کو ملحوظ نظر رکھ کر ہمیں معذور سمجھینگے +

### لنڈن مسلم ہوس میں خاص لیکچروں کا سلسلہ

اسلامک ریویو کے تازہ نمبر سے اُس کوشش اور جد و جہد کا مفصّل حال معلوم ہوتا ہے۔ جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری ولایت میں کر رہے ہیں۔ اُن لیکچروں کے علاوہ جو دوسری سوسائٹیوں کے زیر اہتمام ان کی دعوت پر آپ کو دینے پڑتے ہیں خاص لنڈن مسلم ہوس میں اکثر لوگوں کی درخواست پر آپ نے "مطالعۂ اسلام" کے عنوان سے لیکچروں کا ایک سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ ہر پندرہ دن کے بعد آپ ہفتہ کے روز اسلام کے کسی ایک خاص مسئلہ پر کچھ تھوڑا سا بیان کرتے ہیں۔ پھر سوالات شروع ہوتے ہیں۔ جس پر ایک نہایت ہی پُرلطف بحث ہو کر حاضرین کو بہت فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اور

وہ خاص طور پر اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس غرض سے آپ نے ایک خاص سلسلۂ مضامین شروع کر رکھا ہے۔ چنانچہ ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء میں آپ نے اسی سلسلہ میں جن مضامین پر لیکچر دیئے۔ اُن کو ناظرین کرام سابقہ رسالہ ماہ جون سنہ ۱۹۱۸ء اشاعت اسلام میں "ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء کا پروگرام" میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ماہ مئی سنہ ۱۹۱۸ء کی مفصل رپورٹ اس رسالہ میں کسی دوسری جگہ ناظرین کرام "بلاد یورپ میں تبلیغ اسلام" کے عنوان سے ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس کے علاوہ ہر مہینہ لیکچروں کا یہ سلسلہ اسی کثرت کے ساتھ جاری رہتا ہے چنانچہ ماہ جون سنہ ۱۹۱۸ء کے مہینہ میں جن لیکچروں کے دیئے جانے کا انتظام پیشتر سے ہی ہو چکا تھا۔ ان کی بھی تفصیل ذیل میں درج کیجاتی ہے:۔

## پروگرام لیکچر بابت ماہ جون سنہ ۱۹۱۸ء

یکم جون سنہ ۱۹۱۸ء ہفتہ ۵ بجے شام کو لندن مسلم ہوس میں حضرت خواجہ صاحب نے "اسلام میں خیرات[۱]" پر لیکچر دیا +

۲ جون سنہ ۱۹۱۸ء اتوار۔ ۳½ بجے شام مسجد ووکنگ میں حضرت خواجہ صاحب نے سرمن دیا۔

۹ جون سنہ ۱۹۱۸ء اتوار۔ ۳½ بجے شام لندن مسلم ہوس میں مسٹر مارماڈیوک پکتھال نومسلم نے "اسلام" پر لیکچر دیا +

۹ جون سنہ ۱۹۱۸ء اتوار۔ ۳½ بجے شام کو مسجد ووکنگ میں جناب مسٹر عبدالقیوم صاحب ملک نے "اسلام میں انسانی ہمدردی" پر لیکچر دیا +

۱۵ جون سنہ ۱۹۱۸ء ہفتہ کو ۶ بجے شام لندن مسلم ہوس میں حضرت خواجہ صاحب نے "اسلام میں روزمرہ[۱] کی زندگی" پر لیکچر دیا +

۱۶ جون سنہ ۱۹۱۸ء اتوار کے ۳½ بجے شام کو مسجد ووکنگ میں حضرت خواجہ صاحب نے سرمون پڑھا

۲۳ جون سنہ ۱۹۱۸ء اتوار کے ۳½ بجے شام کو مسجد ووکنگ میں جناب مسٹر عبدالقیوم صاحب ملک نے "حج" پر لیکچر دیا۔ جسمیں ثابت کیا کہ کل روئے زمین کی اقوام حج کے ذریعے سے ہی متحد ہو سکتی ہیں +

---

[۱] یہ لیکچر "مطالعۂ اسلام" کے سلسلہ میں سے ہیں۔ جو حضرت خواجہ صاحب نہایت ہی اختصار کے ساتھ اسلام کے حسن و جمال و فلسفۂ ارکان کے متعلق بیان فرماتے ہیں جس پر خوب بحث ہوتی ہے جو نہایت ہی سودمند ہوتے ہیں +

۲۸ جون ۱۹۱۸ء اتوار کے ۳ ½ بجے شام کے لندن مسلم ہوس میں سرمن و سروس جناب رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے الفاروق بالقالہم نے دیا +

۲۹ جون ۱۹۱۸ء ہفتہ کے ۵ بجے شام کو لندن مسلم ہوس میں حضرت خواجہ صاحب نے "اسلام میں ممنوعات" پر لیکچر دیا +

۳۰ جون ۱۹۱۸ء اتوار کے ۳ ½ بجے شام مسجد ووکنگ میں جناب مسٹر سلمان شلیح نومسلم نے سرمن و سروس دیا +

مندرجہ بالا لیکچروں کے علاوہ ایک لیکچر حضرت خواجہ صاحب نے بمقام ۲ سکارس ڈیل سٹوڈیو لندن میں مورخہ ۱۲ جون ۱۹۱۸ء کو کوسمک کانشس (ادراک کونیہ) پر دیا +

## لندن میں درس قرآن کریم

سب سے بڑھ کر دل خوش کن وہ خبر ہے۔ جو درس قرآن کریم کے نام سے خود حضرت خواجہ صاحب اپنی کسی چٹھی میں بھی سنا چکے ہیں۔ یہ درس حضرت خواجہ صاحب ہر جمعہ کے روز لندن مسلم ہوس اور ہر بدھ کو مسجد ووکنگ میں دیتے ہیں۔ اور قرآن کے معارف و حقائق سے سرزمین تثلیث کو توحید کا والا و شیدا بنا رہے ہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ ایک جماعت عربی پڑھانے کیلئے بھی آپ نے لندن مسلم ہوس میں ہی کھول رکھی ہے۔ جہاں ہر جمعہ کے دن ہی درس قرآن کریم کے بعد چھ بجے شروع ہو کر آٹھ بجے تک رہتا ہے مسٹر احسان الکجی عربی پڑھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت خواجہ صاحب اور دیگر تمام مسلمانوں کو جو اس مقدس کام میں آپ کے ممد و معاون ہیں خاص طور پر نصرت فرمائے۔ اور آپ کے اس کام کو بارآور کرے آمین ثم آمین

## لندن مسلم سوسائٹی

مورخہ ۴۔ اپریل ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر ظہور الدین صاحب نے مشرق و مغرب کے اتحاد پر ایک نہایت ہی دلفریب مضمون پڑھا۔ مضمون نہایت ہی علمی پایہ کا تھا جو براہین قاطعہ و دلائل ناطقہ سے مزین تھا اور لیکچرار کی اس محنت شاقہ کا بین ثبوت تھا۔ جو اس نے اس مضمون کی تیاری کیلئے صرف کی +

مشرف بہ اسلام۔ الحمد للہ کہ دو اور سعید روحیں جو ایک معزز عبرانی خاندان سے تعلق رکھتی

ہیں حلقہ بگوش اسلام ہوئی ہیں جن میں سے ایک مرد ہے اور ایک اسکی لڑکی۔ اللہ تعالے ان نومسلمین کو استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔ اللھم زد فزد +

# بلادِ غربیہ میں تبلیغِ اسلام

## ماہ مئی سنہ ۱۹۱۸ء میں مسلم مشن کا کام

خدا کرے کہ مسلم بھائیوں میں اس فرض اولین یعنے اشاعت اسلام کا احساس پیدا ہو یہاں پر اس قدر اب کام کرنے کی گنجائش نکلتی آتی ہے۔ کہ مجھے تو سمجھ نہیں آتا کہ میں کیا کروں خدا تعالے نے بعض حالات ہی ایسے پیدا کر دیئے ہیں کہ مختلف سرکلوں میں اسلام کے متعلق حالات سُننے کی خواہش بڑی سُرعت سے جوش مار رہی ہے۔ ادھر عیسائیت سے جہاں نفرت بڑھ رہی ہے۔ وہاں جس قدر نئی تحریکات مختلف مذہبی شکلوں میں پیدا ہو رہی ہیں وہ دراصل اسلام کا ہی ایک نہ ایک خط و خال ہے۔ کاش یہاں نصف درجن مشنری ہوں جو میری طرح پر یا مجھ سے یہاں کے دل و دماغ کو سمجھیں پھر کیا ہے چاروں طرف تبلیغ اسلام کا ہی غلغلہ ہو۔ ان ہدایت منجانب اللہ ہے۔ یہاں کے اہل قلم کو مذہبی امور پر چھوڑ۔ پولٹیکل حالات قریب قریب مجبور کر رہے ہیں کہ جس تنگ خیال سے اسلام کی طرف آج سے پہلے انہوں نے توجہ کی تھی اُسکو اب چھوڑ دیا جائے۔ اور ضرورت ہے کہ آئندہ اِس مذہب حقہ کے متعلق یُورپین مصنفین کی قلمیں حمایت میں چلیں جس کا ابتدائی رنگ پیدا ہو رہا ہے۔ یہ وقت ہے کہ اب مسلم اہل قلم اور اہل کلام اُٹھیں اور اسلامی معارف و حقائق کو بیان کریں کس قدر ہماری بد قسمتی ہے۔ کہ مسلم تعلیمیافتہ جہاں اس وقت پولیٹیکل امور کو مطمح نگاہ بنا رہے ہیں وہ یہ بھی سمجھیں کہ اہل اسلام کی اشاعت وہ باتیں جلد پیدا کر سکتی ہے جن کا عُشر عشیر ان کی پولٹیکل جولانیاں حاصل نہیں کر سکتیں

.... اس ماہ کے ابتدا میں بھی ایک خاتون مشرف باسلام ہوئی جمعہ کی نماز کے بعد حسب معمول اس سے اقرار لسانی مفصل طور پر لیا گیا +

نماز جمعہ کے علاوہ لندن مسلم ہوس میں ایٹ ہوم ۴ - ۱۴ - ۲۱ اور ۲۸ مئی کو دیئے جو ہر پہلو میں

کامیاب رہے معمولی تواضع اور نماز عصر کے بعد جلسہ تقریر ہوا۔ اور ان مواقع پر مطالعہ اسلام کے عنوان
کے ماتحت میں نے تین تقریریں نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج پر کیں۔ اس سے پہلے دو ایٹ ہوم
میں جو ماہ اپریل میں ایمانیات اور ارکان اسلام پر مفصل بحث ہوگئی۔ ہر ایک تقریر کے بعد
سلسلہ سوال وجواب ایک گھنٹہ یا زیادہ وقت تک رہا اور وہ بہت ہی مفید ثابت ہوا۔ اب چونکہ
آئندہ جون میں ماہ رمضان المبارک ہے۔ اسلئے ایٹ ہوم اس ماہ میں نہ ہونگے۔ اس کے
علاوہ مسلم ہوس میں ۱۲ مئی کو لارڈ ہیڈلے بالقابہم کا لیکچر بعنوان وارننگ (تنبیہ) پر ہوا۔
اس میں اس نو مسلمان نے پبلک میں ایک ساٹھ ستر حاضرین کے جلسہ میں اپنی گذشتہ غلطی کا
اعتراف کرکے "کردم زشراب ناب توبہ" کا وعظ پڑھا۔ سبحان اللہ یہ ہے احیائے موت
اسلام۔ ایک امیر زادہ اور گذشتہ سولیشت سے امیر ابن امیر کس جوانمردی سے اپنے گناہوں کا
پبلک میں اعتراف کرتا ہے۔ ۲۶ مئی کو میرا اپنا لیکچر بعنوان سلویشن (گناہوں سے نجات)
یا اگنزالٹیشن (رفعت روحانی) پر ہوا۔ یہ گویا اسلامی اور عیسوی عقائد متعلقہ نجات
کا مقابلہ تھا۔ ووکنگ مسجد کے اتوار کے جلسہ ہر اتوار کو ہوئے۔ وہاں ایک روز مسٹر عبدالقیوم
ملک اور دو اتوار ایک نو مسلم بھائی مسٹر شمس الدین شمس اور ایک اتوار میں نے تقریر کی۔ ان
جلسوں کے علاوہ جو دوسرے مقامات پر میری تقریریں اور لیکچر ہوئے وہ حسب ذیل ہیں۔
۲ مئی بمقام ۷ اپرنس ہنری روم فلیٹ سٹریٹ لندن یہ مجلس انتھوسٹیڈ یو کنسنگٹن
مضمون کوسمک کانسشن (ادراک کونیہ) ۱۲ مئی بمقام کلیب ہم سپر جوال سرکل سٹبرسی
مضمون ولا تموتن وانتم مسلمون - ۲۳ مئی۔ یہ مجلس برٹن اینڈ انڈیا بمقام ۲۱
اینجنٹ سٹریٹ ولسیٹ یہ مضمون یونیورسل ازم (اخوت عامہ) کی تعلیم کس طرح شارع اسلام نے
تلقین فرمائی اور اس کے نتائج اسکے علاوہ بمقام ایلنگ ہمارے نو مسلم بھائی شیخ سلمان
شلینج نے جاکر اسلام پر تقریر کی۔ جماعت قرآن۔ بحمد اللہ قرآن کریم کے اسباق برابر جاری ہے
جیسے میں نے پہلے لکھا تھا۔ کہ ہفتہ میں ایک سبق ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ مجھے فرصت
نہیں لیکن ہر سبق میں چند رکوع میں پڑھ دیتا ہوں۔ اور ان کی تشریح کردیتا ہوں۔ جماعت
میں تین چار طالب عیسائی شامل ہوگئے ہیں۔ یہ سبق ایک دن ووکنگ اور ایک دن لندن میں ہفتہ وار

ہوتا ہے۔ باہر سے مطالبات دن بدن بڑھتے جاتے ہیں لیکن کام کرنیوالے بہت تھوڑے ہیں اور جو ہیں بھی تو اُن کو یہاں کے حالات سمجھنے میں مدت چاہئیے اور پھر راہ جو انہوں نے اختیار کی وہ غلط قدم ہے۔ تھوڑے دنوں میں اُن کو خود ہی سمجھ آجاویگی کہ یہاں کس بات کی اس وقت ضرورت ہے۔ آج پانچ سال سے زیادہ عرصہ مجھے یہاں ہوا اور مجھے یہ امر تسلیم کرتے ہیں ذرا بھی تامل نہیں۔ کہ میں نے ابھی تک یہاں کے نکتہ خیال اور انداز فہم (سائیکولوجی) کو کما حقہٗ نہیں سمجھا پھر یہاں تو ابھی ابتدائی اصول اسلام اور حقیقت اسلام سے بھی ناواقفیت ہے۔ کس کا قرآن اور کس کی فروع ابھی گذشتہ ہفتہ میں نے اپنے لیکچر یونیورسلزم میں توحید کے متعلق بیان کرتے ہوئے انا البشر مثلکم کی طرف اشارہ کیا۔ اور کسی انسان کو خدا چھوڑ کر کسی رنگ میں فوق الانسانیت اوصاف سے متصف تسلیم کر لینے کی بیہودگی پر زور دیا۔ تو ایک فوجی افسر جو دوران لیکچر میں بشاش ہو رہا تھا لیکچر کے بعد میرے پاس آیا۔ اور شکریہ ادا کرنے کے بعد کہنے لگا کہ آج میں یہ سُنکر بہت خوش ہوا۔ کہ آپ اپنے نبی کو انسان سمجھتے ہیں۔ اور خدا نہیں سمجھتے سبحان اللہ سوا تیرہ صدیاں ہمیں توحید کا وعظ کہتے ہوئے گذر گئیں! اور کُل دُنیا ہماری توحید کو تسلیم کر لی ہے۔ اور یہ فوجی افسر مجھے آج یہ سناتے ہیں۔ اور خصوصاً وہ سرحدی اضلاع میں مدتوں رہ چکے ہیں جہاں واقفیت کا یہ حال ہے ہاں فرقہ بندی کی بدولت سراسر نادانی نہیں تو اور کیا ہے ؎

دل مسلم ہے اک شگوفۂ نو — پھل کدھر پھول کس کے شاخ کہاں
تو طریقت کے ہیر پھیر میں ہے — یہاں شریعت ابھی بے نشاں

اگر کسے ہست یک حرف بس است +

از لندن مسلم ہوس ۱۱۱ کمڈن ہل روڈ لندن

خواجہ کمال الدین امام مسجد ووکنگ

---

جملہ خریداران ازراہ کرم خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا ضروری حوالہ فرمایا کریں و نیز اپنے حلقہ اثر میں رسالہ کی توسیع اشاعت فرما کر داخل حسنات ہوں۔ کیونکہ کاغذ کی گرانی روز افزوں ترقی پر ہے +

# مسلم مشن ووکنگ

اس قحط سالی و جنگ۔ قلت وگرانی کے زمانہ میں مسلم مشن ووکنگ کو بہت سی مالی ضروریات لاحق ہیں۔ اور اخراجات سابقہ سے کئی گنا زیادہ ہو گئے ہیں۔ اور روز افزوں ترقی پر ہیں۔ اگر مسلم برادران ملت متفقہ طور پر کوشش فرمائیں۔ تو ان مصارف کا مہیا کرنا ان کیلئے کوئی بڑی بات نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مسلم برادران کو آئے دن کسی نہ کسی قومی تحریک میں حصہ لینا پڑتا ہے لیکن قرآن کریم کے احکام کے ماتحت جبکہ اسلام ایک بے بسی بیکسی و غربت کی حالت میں ہے۔ ہماری سب کی سب قومی تحریکات کے مقابل اشاعت اسلام کا عظیم الشان کام ہماری تمام مالی قربانیوں کا سب سے بڑھ کر مستحق ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے تو اس پاک فرض کی ادائیگی میں جانیں تک قربان کرنے میں دریغ نہ کیا لیکن ایک ہم ہیں کہ گھر بیٹھے بھی وعوبہ الاسلام جیسے دائرہ کی کسی قسم کی امداد بھی نہیں کر سکتے ہیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا مسلمانوں کا کس قدر روپیہ ہے۔ جو اگر درست طور پر جمع ہو۔ تو اس سے کتنے بڑے بڑے قومی کام چل سکتے ہیں مثلاً زکوٰۃ کا روپیہ۔ اگر صاحب نصاب آٹھواں حصہ بھی اشاعت اسلام کیلئے دے دیا کریں۔ تو اس سے بھی مسلم مشن کے بہت سے اخراجات ادا ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ قربانی کی کھالوں کا روپیہ۔ فطرانہ عید۔ ہر قسم کی نذر نیاز۔ بیعت۔ خیرات۔ صدقات یہ سب کا سب روپیہ اشاعت اسلام کے کام پر لگایا جا سکتا ہے۔ اسلام کی حالت اس وقت ایک ایسی اضطراری حالت ہے کہ اس کی اشاعت کے لئے سود کا روپیہ بھی جائز ہے۔ جو مسلمان اپنا روپیہ بنکوں میں رکھتے ہیں اگر وہ صرف اس کا سود اشاعت اسلام کیلئے دیدیا کریں تو اس کے ذریعے سے بھی بہت سے مشن کے کام چل سکتے ہیں۔ امید قوی ہے کہ بہی خواہان اسلام ان وقتی ضروریات پر غلبہ پانے کیلئے کوشش فرمائیں گے۔ اور مشن کے ضروری اخراجات کیلئے روپیہ فراہم فرما کر داخل حسنات ہونگے۔ اس اسلامی خدمت کیلئے تھوڑی سی ہمت وسعی درکار ہے۔ جو شخص اس کار خیر میں کمر ہمت باندھیگا۔ اللہ تعالیٰ اس کا معاون ہوگا۔ اس کام کیلئے مانگنے میں کچھ شرم نہیں۔ کیونکہ یہ خدا کا کام ہے۔ اللہ کی راہ میں لگانے کیلئے جو شخص دست سوال

دراز کرتا ہے ۔ وہ سائل نہیں بلکہ مجاہد ہے ۔ سو اشاعت اسلام کے شیدائیوں اس موقعہ پر اپنی ہمت دکھاؤ ۔ اٹھو اور کام میں لگ جاؤ

نوٹ ۔ تمام ترسیل زر بنام امین صاحب مسلم مشن ووکنگ ۔

(وفیصلہ امین صاحب) بتوسط شیخ رحمت اللہ مینیجر اسلامک ریویو مسلم انڈیا انگلش ویکلی دی مال لاھور

---

# نعت

درہ دلم جوشد ثنائے سرورے — آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے

آنکہ جانش عاشق یار ازل — آنکہ روحش واصلِ آں دلبرے

آنکہ مجذوب عنایاتِ حق است — ہمچو طفلے پروریدہ دربرے

آنکہ در بر و کرم بحر عظیم — آنکہ در لطفِ اتم یکتا درے

آنکہ در جود و سخا ابر بہار — آنکہ در فیض و عطا یک خاورے

آں رحیم و رحم حق را آیتے — آں کریم وجودِ حق را مظہرے

آں رخ فرخ کہ یک دیدار او — زشت رو را میکند خوش منظرے

آں دلے روشن کہ روشن کردہ است — صد درونِ تیرہ را چوں اخترے

آں مبارک پے کہ آمد ذات او — رحمتے زاں ذات عالم پرورے

احمد آخر زماں کز نورِ او — شد دلِ مردم زخور تاباں ترے

از نبی آدم فزوں تر در جمال — وز لآلی پاک تر در گوہرے

بر لبش جاری ز حکمت چشمۂ — در دلش پُر از معارف کوثرے

بہرِ حق داماں ز غیرش برفشاند — ثنائے او نیست در بحر و برے

آں چراغش داد حق کش تا بہ — نے خطرے نے غم ز باد صرصرے

پہلوانِ حضرتِ ربّ جلیل — بر میاں بستہ ز شوکت خنجرے

# حضرت مسیح کے کلام کو کیونکر صحیح طور پر سمجھا جاسکتا ہے

مسٹر ڈین صاحب (ایک انگریز نومسلم) کے قلم سے

اگر بائبل کے مغربی قارئین اس کا مطالعہ کرتے وقت اسبات کو مدنظر رکھ لیا کریں۔ کہ کتب مقدسہ (اناجیل) کے مصنفین مغربی نہیں بلکہ مشرقی تھے۔ اور ان کے اخلاق و اعمال بھی مشرق ہی کے سانچہ میں ڈھلے ہوئے تھے۔ اگر اُن کو اسبات کا احساس ہو۔ کہ یہ لوگ جس زبان میں کلام کرتے اور لکھتے تھے۔ وہ سب مشرقی محاورات ہی کا مجموعہ تھی۔ تو وہ تمام باتیں جو انہیں ناقابل فہم اور غیر معقول نظر آتی ہیں۔ اسی وقت معقول دکھائی دینے لگیں اور فوراً ان کی سمجھ میں آجائیں۔ حضرت مسیح کے اکثر محاورات بہت لوگوں کیلئے اُن کے مشن کے متعلق ٹھوکر کا موجب ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سوائے اسکے نہیں۔ کہ مغربی لوگوں کا رُجحان مادہ پرستی کی طرف بہت زیادہ ہے۔ اور وہ ان نظریات کو جو حواس سے تعلق نہیں رکھتیں سمجھنے سے قاصر ہیں۔ وہ ہر ایک چیز کی ظاہر شکل و صورت کو ہی دیکھ کر اُسے قبول یا رد کر دیتے ہیں۔ اور ہر ایک لفظ کے لغوی معنوں کو لینا ہی ضروری سمجھتے ہیں۔ مجاز کو وہ حقیقت اور چھلکا کو مغز خیال کر لیتے ہیں۔ اور اسکی تہ کو پہنچکر اصل مطلب کو سمجھنا نہیں چاہتے یسوع مسیح کو وہ خدا سمجھتے ہیں۔ تو ان الفاظ کے لغوی معنوں کی بنا پر جن کو حضرت مسیح نے ایک اور حقیقت کے اظہار کے لئے بطور مجاز استعمال کیا۔ لیکن جونہی عقل انسانی سامنے آتی اور دلیل کے ساتھ اس ناحق آفرینی کی قلعی کھولتی ہے۔ فوراً انہی پرستاران مسیح کو وہی حلیم شہزادۂ امن ایک خود بین اور خود نما انسان نظر آنے لگتا ہے لیکن اگر مسیح کے الفاظ کے وہی معنے روا رکھے جاتے۔ جو ان الفاظ کو استعمال کرتے وقت خود ان کے مدنظر تھے۔ تو اس قسم کی بداعتقادی ان کے متعلق پیدا نہ ہوتی۔ مگر ایک مغرب کا رہنے والا جب جناب مسیح کے مقدس کلام کی صداقت کو ثابت کر رہا ہو۔ اس کھینچا تانی کو دل میں جگہ دینے کے اپنے آپ کو ناقابل پاتا ہے حالانکہ

اسکو سمجھنا چاہیئے ۔ کہ مسیح مشرق کے رہنے والے تھے ۔ مشرق ہی کی زبان وہ بولا کرتے تھے اور اسی قسم کے محاورات کو وہ استعمال کرتے اور تمثیلوں میں کلام کیا کرتے تھے ۔ آپ اپنے الفاظ کو قطعاً لغوی معنوں میں استعمال نہیں کرتے تھے ۔ اگر اور بھی مشرقی معلمین اور بانیان مذاہب کے کلمات کو مطالعہ کیا جائے تو یہ معاملہ اور بھی صاف ہو جاتا ہے ۔ مسیح نے جو کچھ اپنے متعلق کہا ہے ۔ وہ کوئی نرالی اور انوکھی بات نہیں ۔ دوسرے انبیاء ہی کی زبان میں وہ کلام کرتے تھے ۔ مثال کے طور پر ہر ایک وہ شخص جو مسیح کی طرح اس پر یقین رکھتا ہو ۔ کہ انسان اللہ تعالےٰ کے نمونہ پر بنایا گیا ہے ۔ اور تمام اخلاق فاضلہ اور صفات حسنہ جو اس میں ودیعت کیگئی ہیں ۔ وہ خدا ہی سے ہیں ۔ وہ جب ان صفاتِ الٰہی سے متصف ہونے کا ذکر کریگا تو سوائے اس کے کہ وہ مسیح کے ہم آواز ہو کر یہ کہدے کہ "باپ مجھ میں ہے" اور کیا یہ کہہ سکتا ہے "کہ کوئی شخص باپ پاس نہیں آ سکتا ۔ مگر میرے ذریعہ سے" ۔ یہ ایک اور فقرہ ہے ۔ جو حضرت مسیح کے مُنہ سے نکلا ہے ۔ اور صرف آپ ہی نے نہیں بلکہ دوسرے انبیاء نے بھی مختلف الفاظ اور جداگانہ طریق پر اپنے متعلق اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے ۔ اس فقرہ کے سمجھنے کے لئے ہمیشہ ان حالات کو پیش نظر رکھ لینا چاہئے ۔ جو کسی نبی یا مصلح کی بعثت کا اصل موجب اور سبب ہوتے ہیں ۔ انبیا اس وقت آتے ہیں ۔ جب نسل انسانی رُوحانی اور اخلاقی طور پر اسفل السافلین میں جا گرتی ہے ۔ وہ اس وقت بنی نوع انسان کو اس خطرناک گڑھے سے نکالنے اور انہیں رُوحانیت کی بلند ترین منازل پر کھڑا کرنے اور ہر ایک پہلو سے ترقی کی شاہراہ پر چلانے کے لئے آتے ہیں ۔ وہ اپنے اردگرد تمام لوگوں کو خدا کے رستہ سے بھٹکے ہوئے اور سخت ترین ظلمتوں اور تاریکیوں میں مبتلا دیکھتے ہیں ۔ اور صرف اسی اکیلے نبی ہی کا ہاتھ روشنی کے اس بلند مینار کو تھامے ہوئے ہوتا ہے ۔ جو راستی اور صداقت کیطرف راہنمائی کرتا ہے ۔ پس اگر کوئی شخص اللہ تعالےٰ کا مطیع ہو کر اس کا اطاعت گذار اور فرمانبردار بنکر اس سے ملنا چاہتا ہے ۔ تو اسکے لئے ضروری ہے کہ اس رہبر حقیقی کے نقش قدم پر گامزن ہو ۔ اور ادھر اُدھر دوسرے لوگوں کے پیچھے لگنا چھوڑ دے ۔ ان حالات کے اندر کوئی وقت کا نبی آکر یہی کچھ کہدے ۔ جو جناب مسیح نے کہا ہے ۔ کہ کوئی شخص باپ پاس نہیں آ سکتا ۔ مگر میرے ذریعہ سے ۔ تو کیا وہ ایسا کہنے میں حق بجانب ہوگا ۔ کیونکہ اپنے وقت میں وہی ایک شخص ہوتا ہے جو

اللہ تعالےٰ کی طرف سے مخلوقِ خدا کو نجات کی راہ دکھانے کیلئے کھڑا کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم نے اسی حقیقت کو دہرایا ہے۔ جہاں اس نے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہدیا ہے۔ کہ قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ کہدے (اے رسول کر) اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو۔ تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالےٰ تم سے محبت کریگا۔ گناہوں کا محو ہونا اور اللہ تعالیٰ کی محبت یہ دونوں باتیں اسی شخص کو عنایت کیجاتی ہیں جو ایک باشریعت زندگی بسر کرنے کیلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ یوحنا ۱۵ باب آیت ۱۰ میں بھی یہی ہم پڑھتے ہیں۔ کہ

"اگر تم میرے حکموں پر عمل کروگے۔ تو میری محبت میں قائم رہو گے"۔ جو صاف طور پر حقیقت کا اعتراف ہے +

پھر جناب مسیح کو بھی ان تمام مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا جو ہر ایک صادق انسان کے حصہ میں آئی ہیں۔ اور اگر اعشائے ربانی کی رسم اسی تلخ تعلیم کیطرف ہی اشارہ کرتی ہے جو جناب مسیح نے اُس وقت کی مُہذب دُنیا کے سامنے پیش کی۔ اور اس صداقت کا اظہار اس سے ہوتا ہے جس کے قائم کرنے کیلئے آپ کو اپنا خون بہانا پڑا۔ تو پھر آپ کا یہ کلام بالکل صحیح ہے۔ اور عین صداقت پر مبنی۔ کہ یہ میرا خون ہے جو بہتوں کے لئے بہایا گیا۔ تاکہ وہ گناہوں سے نجات پائیں۔ آپ ایک گری ہوئی قوم کو سنبھالنے کے لئے آئے۔ وہ قوم جس کو موسیٰ نے بھی آکر اپنے پاؤں پر کھڑا کیا۔ اور نہایت ادنےٰ حالت سے اُٹھا کر اعلیٰ حالت تک پہنچایا۔ پس اب پھر داؤد کی نسل سے ایک اور انسان کو کھڑا کیا گیا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے دیگر فرزند مختلف وقتوں میں مبعوث ہوتے رہے۔ وہ آیا تاکہ انسان کو گناہوں کے اس اتھاہ گڑھے میں سے باہر نکالے جسمیں وہ پھر دوبارہ جا گرا تھا لیکن ان نئی تعلیمات کو دیکھ کر شریر آدمیوں نے ناک بھاؤں چڑھائے۔ اور بدکرداروں کو اسکی باتیں پسند نہ آئیں آپ نے ربیوں کی اندرونی حالت کو کھولکر رکھ دیا۔ اور فریسیوں کی بدعملیوں کو آشکارا کیا جس سے عام طور پر نفرت پھیلنی شروع ہوئی۔ یہود آپ کے دشمن بن گئے۔ اور انہوں نے آپ کو مارنے کی تجاویز شروع کیں۔ بظاہر صرف یہی ایک وجہ ہے۔ جو آپ کے صلیب پر چڑھانے

جانے کا موجب ہوتی۔ اور کونسا وہ شخص ہے۔ جو حق کی حمایت کیلئے آیا ہے۔ اور اس سے اس قسم کا سلوک نہیں ہوا۔ کیا یہ تکلیف جو مسیح پر آئی انہیں مصائب کا ایک حصہ نہیں جو مقتدیان دین کے حصہ میں ہمیشہ آتی رہی ہیں۔ آپ نے وہی تعلیم دی جو آپ کے نزدیک ایک گنہگار انسان کو اللہ تعالےٰ تک پہنچا سکتی تھی۔ شریعت کی پابندی کی تعلیم کو دیکر آپ نے باطل کو صفحۂ ہستی سے نابود کر دینا چاہا کیونکہ آپ کے یقین ایمان اور اعتقاد کے مطابق یہی ایک راہ تھی۔ جس کے ذریعہ سے انسان خدا کی بادشاہت میں بڑا بن سکتا تھا۔ اپنے پیروؤں کو اسی ایک راہ پر چلانا انہیں شریعت کا پابند بنانا ہی آپ کا مقصد حقیقی تھا۔ اور اسی نصب العین کو کامیاب بنانے کیلئے آپ نے اپنی جان تک دیدی۔ صداقت اور پرہیزگاری کے اصولوں کی آپ نے اپنے خون سے آبیاری کی۔ پس بیشک گنہگاروں کی خاطر آپ نے جان دی۔

---

آپ کی باتیں

صاف اور کھلی ہوئی باتیں۔ جو آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہیں لیکن اس کے برخلاف سادہ اور صاف لفظوں کے پیچ در پیچ معنے کر کے انسان کو بالکل عالم حیرانی اور تعجب میں ڈالدیا جاتا ہے۔ حالانکہ جناب مسیح ہماری روزمرہ کی گفتگو اور بولچال کے مطابق ہی کلام کرتے اور انہی محاورات کو استعمال کیا کرتے تھے جو کسی نہ کسی شہید صداقت کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے ہم بھی بول ہی دیا کرتے ہیں۔ کوئی اصلاح دنیا میں مصلحین کے دکھ اور تکلیف اٹھائے بغیر نہیں ہوئی۔ اور نہ ہو سکتی ہے۔ اس پودہ کو نشوونما دینے اور ثمر بنانے کیلئے ضرورت ہے کہ انسانی خون سے اسکی آبیاری کی جائے۔ گناہ کا استیصال اور استیصال کرنیوالوں کی شہادت دو لازم و ملزوم باتیں ہیں۔ وہ مصلحین جو وقتاً فوقتاً دنیا میں اصلاح خلق کیلئے آئے ہیں ہمیشہ انہیں سخت ترین مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ جو بعض اوقات اس قدر مظالم کا موجب بن جاتی ہیں کہ ان کی جان پر بنتی ہے۔ اسی جدوجہد میں وہ مرتے ہیں لیکن اپنے پیچھے ایک انقلاب پیدا کر جاتے ہیں۔ جو آئندہ نسل کی بہبودی اور ترقی کا موجب ہوتا ہے۔ نتیجہ ان اصولوں پر عمل کرنے سے رونما ہوتا ہے۔ جن کو قائم کرنے اللہ تعالےٰ

[illegible] انبیا و مصلحین نے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ یہ نہیں کہ اُن کی جان جانے [illegible] ان پیروان دھونے سے گناہوں سے نجات مل جاتی ہو +

غرض نسل انسانی کو وقتاً فوقتاً ان مصائب اور دکھوں کے ذریعہ سے جو کسی ایک انبیا پر وارد ہوئے۔ گناہوں سے نجات حاصل ہوئی ہے ایسا ہی جناب مسیح کے خون کے ذریعہ بھی انہوں نے گناہوں سے نجات پائی۔ کیونکہ وہ صداقت جس کے لئے آپ آئے تھے دُنیا میں ان دکھوں کے ذریعہ سے ہی قائم ہوئی اور ہوتی ہے۔ اور لوگ اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اس لئے محض ان دُکھوں پر ایمان لے آنے سے نجات نہیں ہو سکتی +

# محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آیت اللہ

(از جناب شیخ منیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء)

بہ تسلسل صفحہ ۲۰۶ جلد ۴ نمبر ۶

لیکن یہی صاحب جب صفحات ۵۸ و ۸۶ پر پہنچتے ہیں تو اپنی پہلی تحریر کو یکقلم فراموش کر کے فرماتے ہیں ”بیسویں صدی عیسوی کے فلاسفر جو اس مضبوط بُنیاد پر پھر نئے سر سے عمارت کھڑی کرنا چاہتے ہیں۔ ان کو آنیوالی نسلوں کے سامنے نہ صرف ارتقائے عالم کی عظیم الشان صداقتیں بیان کرنی پڑینگی۔ بلکہ ان بے انتہا خزانوں کی کُنجی بھی جو ہر جگہ پوشیدہ معلوم ہوتے ہیں ان کے حوالے کرنی ہوگی۔ خواہ ہم ان پہاڑوں کی عظیم الشان چوٹیوں کو نظرِ حیرت سے دیکھیں اور خواہ اس بحری دنیا کے رازوں کو ایک سحرِ عظیم سمجھیں۔ خواہ بڑی بڑی دُوربینوں سے اجرام فلکی کے عجائبات کو ملاحظہ کریں۔ اور خواہ خوردبینوں سے بڑے بڑے باریک جانداروں کی ہستی کو دریافت کریں۔ الغرض جس طرح چاہیں اپنی دریافت اور علم کو وسیع کریں۔ ہر جگہ خدا تعالےٰ نے ہمارے رُوحانی سُرور کیلئے عجیب عجیب سامان مُہیّا کر رکھے ہیں۔ بنی نوع انسان کا اکثر حصہ اس دنیا کے عجائبات سے آنکھیں بند کئے ہوئے اور لطف اُٹھائے بغیر ہوئے گذر جاتا ہے۔ اور وہ مذہب بہت ہی مایوس کُن اور خلافِ فطرت ہے جو اُسے گریہ و زاری کی عادی

کہ کرس سے نفرت لاتا ہے لیکن آخر کار انسان کے بے انتہا ترقی کرنیوالے عقل کی تحقیقیں مکمل ہو چکی ہیں۔ اور یہ بات مسلم ہو چکی ہے۔ کہ قدرت کا صحیح علم دل کو ایک نہ ختم ہونیوالی تسکین اور راحت دیتا ہے۔ نہ صرف اسلئے کہ جذبۂ تحقیق اس سے سیر ہوتا ہے۔ بلکہ اسلئے بھی کہ علم حاصل کرنے کی قدرتی پیاس بھی اس سے بجھ جاتی ہے +

اور یہی صاحب آخر میں اپنے عقائد کا اقرار یوں کرتے ہیں:۔

" خدا جو نیکی ۔ حسن اور صداقت کی روح ہے ہمارا حامی و مددگار رہو۔ اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ کوئی مسلم اس دعا پر آمین کہنے سے نہ رُکیگا +

اصل بات تو یوں ہے کہ ان فلاسفروں اور سائنسدانوں کو نیچر کی نیرنگیوں سے صفاتِ باریتعالےٰ کے پتہ لگانے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ وہ اس خلق دُنیا کو ایک اچانک واقعہ یا حادثہ خیال کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس دُنیا کا نہ کوئی مدبر۔ نہ کوئی تربیت دہندہ۔ اور نہ کوئی بالارادہ خالق ہے۔ وہ اس ساری دُنیا و ما فیہا کو ایک اتفاقیہ امر کا نتیجہ سمجھتے ہیں یا کم ازکم اس دُنیا کا آغاز تو ضرور اس طرح مانتے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ وہ قوانین بھی جن کا عالمگیر طور پر دُنیا میں حکمران ہونا مانتے ہیں۔ وہ بھی کسی کی مشیئت یا ارادے سے نہیں بلکہ یہ تو ایک اچانک واقعہ تھا۔ جس کا کوئی خاص مقصد یا انجام ضروری طور پر مقرر نہیں کیا گیا۔ اور جب یہ حضرات عقلمند۔ فلسفہ دان۔ زندگی کے حالات سے واقف مادے اور جسمانی دُنیا کے علم میں خوب ماہر ہونے کے باوجود بھی ایک مکھی یا مچھر بھی نہیں بنا سکتے۔ تو معلوم نہیں کہ انکی سمجھ پر کونسا پردہ پڑ جاتا ہے۔ جب وہ بڑے زور شور سے اپنی حماقت کا اظہار یہ کہہ کر کرتے ہیں کہ اس دُنیا و ما فیہا کے بنانیوالے اور تربیت کرنیوالے یہ ناچیز بیجان بیعقل ذراتِ مادہ ہیں۔ اور نیز ان کو یہ کہنے کا بھی کوئی حق نہیں کہ زندگی کے قائم کرنے کے لئے جو جنگ حیوانات میں ہوتا ہے۔ وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ خدا یا تو اچھا خدا نہیں اور یا وہ قادر مطلق نہیں۔ یا تو ان کو اس مقصد اور مدعا کا علم نہیں جو اس قیام حیات کے جھگڑے کا ہے لغو ریا وہ عمداً لوگوں کو قعر جہالت و ضلالت میں گرانا چاہتے ہیں محض بلا کم و کاست

سکتیں اور ظلم کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور ہم کسی قصاب کو جیلے کو ضروری طور پر نیکی سے خالی اور شقی القلب نہیں کہہ سکتے۔ اگر ایک جراح ہمارے جسم کا کوئی ناسور شدہ حصہ اپنے نشتر سے کاٹ ڈالے تو کیا ہم اس کو کوئی الزام دے سکتے ہیں۔ ہر ایک ذی فہم انسان یہی کہیگا کہ ڈاکٹر صاحب نے جو ایذا رسانی کی وہ نیک نیتی سے مریض کی بہتری کے لئے کی۔ اس واسطے وہ بری الذمہ ہیں +

قیام حیات کا ظاہرا جنگ جو اس دُنیا میں نظر آتا ہے کیا یہ ایک خیر خواہ خدا کی ہستی کا منافی ہے یا نہیں۔ اس مضمون پر اسلامک ریویو اپریل ۱۹۱۵ء میں بعنوان "جنگ اور خدا" خوب بحث ہو چکی ہے۔ میرے خیال میں یہ کہہ دینا کافی ہوگا۔ کہ جب سائنسدان اسباب کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ خلقت دُنیا کی علت غائی سمجھنے یا سمجھانے سے عاجز ہیں تو پھر ان کا کوئی حق نہیں۔ کہ وہ اس ظاہرا ہلاکت سے خالق کے خیر خواہ خلق ہونے یا قادر مطلق ہونے سے انکار کریں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس میں بھی الٰہی کی کچھ بہتری ہو۔ لسان الغیب جناب حافظ شیراز علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں ؎

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معمہ را

انسان کو ایسے قوے دیئے گئے ہیں جن کا پتہ سائنس نہیں لگا سکتی۔ بلکہ صرف جن کو وہ نور روحانیت دکھا سکتا ہے۔ ان کی مدد سے انسان موت پر بھی فتح پا سکتا ہے ان کے ہوتے ہوئے سب رنج خوشی اور سب تکلیفیں راحتیں ہو جاتی ہیں۔ تو پھر کس سائنسدان کا حق ہے کہ وہ موت یا ہلاکت کو ظلم کہے خصوصاً جبکہ ان کو کوئی پتہ نہیں کہ موت کے بعد کیا پیش آنے والا ہے۔ اگر تو ان کا ایمان یہ ہے کہ زندگی بعد الموت کوئی چیز نہیں۔ اور ان کا خاتمہ اس زندگی کے ساتھ ہمیشہ کیلئے ہو جائیگا تو پھر کسی صورت میں بھی وہ موت کو ظلم قرار نہیں دے سکتے۔ موت سے تو انسان کے سارے تفکرات۔ الام۔ رنج سب دُور ہو جاتے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا جسم مرنے کے بعد لاکھوں کیڑوں مکوڑوں کی خوراک بن کر مفید ثابت ہوتا ہے۔ تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ سائنسدان اصحاب کونسی منطق کے ماتحت موت کو ظلم اور موت بھیجنے والے کو ظالم کہتے ہیں علم الٰہیات کے جاننے والے موت سے بالکل نہیں ڈرتے

ان کے نزدیک تو یہ دنیا ایک سرائے فانی ہے۔ اسی واسطے انکو راحت بھلی اور تکلیف بُری معلوم ہوتی ہے۔ وہ ایک ایسے طریق سے زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ تمام مصائب اور دُکھ جن کا مترادف ان کو اس دُنیا میں کرنا پڑتا ہے۔ اگلی زندگی میں جزا اور ثواب کا باعث ہوں ان کا اصول ہے کہ یہ دُنیا تو بیج بونے کی جگہ ہے۔ خواہ اس زندگی میں انکی قسمت کچھ ہی ہو وہ ہمیشہ اسی دُھن میں لگے رہتے ہیں۔ کہ کسی طرح وہ ابدی خوشی کے گوہر مقصود سے دامن بھر لیں۔ انکو بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ قادر مطلق اور انصاف پسند خدا نے ان کو اُن مصائب پر فتح پانے کی طاقت ضرور عطا کی ہے۔ اور اگر وہ مستقل المزاج اور صابر ہوں۔ اور صراط مستقیم پر قائم رہیں تو وہ ضرور کامیاب ہو جاتے ہیں اور اکثر دفعہ تو اسی دُنیا میں سُرخرو اور خوش ہو جاتے ہیں۔ اور بفرض محال اگر اس دُنیا میں ناکامیاب بھی رہیں تو بھی ان کی قناعت اور رضا ان کو مایوس نہیں ہونے دیتی۔ اور اُن کا ایمان اُن کے پاؤں کو ڈگمگانے نہیں دیتا۔ ممکن ہے کہ اس چند روزہ زندگی میں ناکام رکھے جانے کے عوض میں ان کو آئندہ زندگی میں ہمیشہ کی کامیابی نصیب ہو! انسان کے اعمال صالحہ اس کے مذہبی عقائد کے مطابق وسیع ہوتے ہیں۔ اس کا معیار اور بھی بلند اور اعلیٰ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور ترقی آسان ہو جاتی ہے۔ وقتی تکالیف اور تفکرات چنداں تکلیف نہیں دیتے اور ہمدردی خلق کے خیال میں اپنے دُکھ درد باعث تسکین قلب ہو جاتے ہیں +

جناب شیخ فریدالدین صاحب عطار جو ایک مشہور مسلم ولی اللہ گذرے ہیں! اور جن پر حضرت مولوی رومی کو ناز تھا ایک دفعہ فرمانے لگے۔ کہ "کاش تمام انسانوں کے غم میرے دل پر ڈال دیئے جاتے۔ تاکہ وہ سب ہر قسم کے رنج سے نجات پا جاتے" +

اسی مضمون کو کسی شاعر نے اُردو میں بڑی خوبصورتی سے باندھا ہے ؎

اے منیر اچھا ہوا تر تیرا داماں ہوگیا ۔ خشک اَوروں کے لئے تو بحر عصیاں ہوگیا

وہ لوگ جو کائنات کے باطنیات پر غور کرتے ہیں جو دُنیا کی علت غائی کو سمجھنے کے لئے خوب کوشش کرتے ہیں۔ اور جو نہ صرف ظاہری مادی جسم بلکہ رُوحانی اُمور کا بھی مطالعہ کرتے

ہیں - وہ کبھی اسباب میں شک نہیں کرتے - کہ خالق و پروردگار نہ صرف قادر مطلق بلکہ بڑا ہی خیر خواہ خلق اور ودود خدا ہے +

ہیکل جیسے ظاہر بین فلاسفر کیلئے انسان کی حقیقت ایک معمولی دودھ پلانیوالے حیوان سے زیادہ نہیں - اور وہ اکثر مندرجہ ذیل حوالہ دیا کرتے ہیں +

شہنشاہ سیزر مرنے کے بعد ایک تودہ خاک بنگیا - اور اسکی مٹی کے ڈھیلوں کو جو نیزی پر آنیوالی ہوا کو روکنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے - کیسا عبرتناک نظارہ ہے کہ وہ انسان جس کے نام سے دنیا کانپتی تھی اُسی کے جسم کی مٹی ایک معمولی دیوار کی مرمت کیلئے استعمال ہوتی ہے" لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک انسان کا رتبہ بہت بلند ہے وہ خلیفہ نائب خدا ہے - زمین اور آسمان اس کے ماتحت کر دیئے گئے ہیں - الغرض تمام دُنیا اُسی کیلئے پیدا کی گئی ہے - اور جناب حافظ علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں ؎

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق		ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

محمد صلے اللہ علیہ وسلم ایک باعمل انسان تھے - آپ نے خدا کی خیر خواہی اور نیکی کا ثبوت اپنے عملی نمونہ سے دیا - آپ خدا کی بھلائی کی ایک کامل مثال بن گئے - آپنے بدی کو اپنے نزدیک تک نہیں آنے دیا - آپنے لوگوں کے اخلاق کو بہت بلند کر دیا - گویا کہ آپ نے بنی نوع انسان کی فطرت کو بالاتر کر دیا - کمزور کو ظلم و تعدی سے بچایا - عورتوں اور غلاموں کو حقوق دلوائے - آپ نے لکھوکھا انسانوں کو شراب تعصب مطلق العنانی توہم پرستی وغیرہ کی لعنتوں سے بچا لیا +

آپ نے تو مذہب کی ہیئت ہی بدل دی - آپکے آنے سے پہلے مذہب کو ایک قسم کا فلسفہ سمجھا جاتا ہے - اور اگر شاذ و نادر کسی مذہب نے کوئی قانون زندگی بتایا بھی تو وہ ایسا کہ اس پر عمل کرنا بالکل ناممکن تھا - اور اگر اخلاق کو سدھارنے والی کوئی بات سکھائی تو ایسی کہ جس سے صرف انفرادی ترقی ہو سکتی تھی - اور کوئی قوم بحیثیت قوم کوئی ترقی نہ کر سکتی تھی +

جناب بدھ نے نروان حاصل کرنے کی تعلیم جو دی وہ اکیلا آدمی انفرادی طور ہی سے حاصل کر سکتا تھا - اور جناب مسیح نے بھی خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کا یہی راز بتایا -

لیکن محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بادشاہت کو آسمان سے اُتار کر زمین پر لا دکھایا۔ آپ نے لوگوں کو ترقی کے وہ راز بتائے جن سے نہ صرف ایک قوم یا ملک بلکہ ساری دُنیا معراجِ ترقی پر پہنچ جائے +

اُمّی۔ بے یار و مددگار۔ نم دیدہ آنحضرت صلعم کی آواز محض انسانی آواز ہی نہ تھی۔ بلکہ یہ ایک رعد تھی جو آسمان سے نازل ہوئی۔ وہ ایک کڑک تھی جس نے لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کر دیا۔ وہ ایک چمک تھی جس نے ان کی بداخلاقی اور گناہ کے خرمن کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اور ساتھ ہی خدا کی بادشاہت زمین پر پیدا کر دی جس کے باشندہ فرشتہ خصلت۔ صادق القول۔ پاکیزہ صفت۔ شجاع۔ بےغرض۔ فیاض۔ محبِ وطن۔ فراخ دل۔ مہربان۔ وحشیوں اور حیوانوں تک سے نیک سلوک کرنیوالے ہمسایوں سے محبت کرنیوالے یتیموں مسکینوں کی حفاظت کرنیوالے الغرض تمام مخلوق کے حامی اور خیر خواہ تھے۔

تاریخ کی کتابوں میں جو واقعات نبی کریمؐ کی اصلاحِ قوم کے لکھے ہیں۔ اُن کا اندازہ مندرجہ ذیل اقتباس سے ہو سکتا ہے۔ لکھا ہے کہ جعفر طیارؓ جو مسلمانوں کے اُس گروہ کا سردار تھا جو طرح طرح کی جفائیں سہنے کے بعد بموجب حکم رسُول اللہ صلعم حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ اور اس نے بادشاہ حبشہ کے سامنے نبی کریمؐ کے مشن اور اپنے کام کی سابقہ حالت کا نقشہ یوں کھینچا۔ اس نے کہا ہم ایک جاہل اور گمراہ قوم تھے بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ زنا اور دیگر فسق و فجور میں مبتلا ہونا باعث عار یا ننگ نہ سمجھتے تھے۔ ہمسایوں سے بدسلوکی اور ظلم ہمارا شیوہ تھا۔ اور کسی جابر طاقتور کا معصوم کمزور انسان سے مال چھین لینا ایک معمولی بات تھی۔ سالہا سال سے ہم اس گہری بُری حالت میں پڑے ہوئے تھے کہ اللہ کا رسُول ہم میں آیا وہ ہماری ہی قوم کے ایک نامی گرامی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ہم اسکی شرافت۔ صداقت۔ امانت اور نیکی سے خوب واقف ہیں۔ اس نے ہم کو خدائے واحد کی طرف دعوت دی اور کہا کہ قابل پرستش صرف ایک ہی خدا ہے۔ اور باقی سب معبود باطل ہیں۔ اور یہ پتھر جن کو تمہارے باپ دادا پُوجتے چلے آئے ہیں بالکل بے سُود بلکہ تمہارے ہی محتاج ہیں۔ آپ نے ہم کو توحید کامل

کی ہدایت کی۔ اور فرمایا۔ کہ ہرگز کسی کو اُس کی ذات یا صفات میں شریک نہ کرو۔ آپ نے ہم پر پانچ وقت کی نماز فرض کی۔ زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا۔ اور سفر یا بیماری کی حالت کے سوائے رمضان کے مہینے میں روزے رکھنے کی تاکید فرمائی۔ ہم کو سچ بولنے امانت کو صحیح سالم واپس کرنے صلہ رحمی کرنے پڑوسیوں سے نیک سلوک۔ افعال شنیعہ سے اعراض اور ہر قسم کے لڑائی جھگڑے فسق و فجور سے پرہیز کرنے کی سخت تاکید فرمائی۔ آپ نے ہم کو یہ سکھایا کہ جھوٹی گواہی کبھی مت دینا یتیم کے مال میں کوئی خورد برد نہ کرنا اور عورتوں کو تہمت لگانے یا اُن کو بدنیتی سے دیکھنے سے ہمیشہ بچنا۔ ہم نے آپ کی سب نصیحتوں اور احکام کو خوب سمجھا۔ اور اُن کو دل میں جگہ دی ہمارا ایمان ہے کہ یہ سب احکام آپ نے خدا تعالےٰ سے وحی پاکر ہم کو سنائے اور اب ہم توحید کے سچے پرستار ہیں۔ ہم ممنوع اشیا کے نزدیک نہیں بھٹکتے۔ اور صرف حلال اور طیب چیزوں پر گذارہ کرتے ہیں۔ یہ تبدیلی دیکھ کر ہماری قوم (کفار مکہ) کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اور جب اُنہوں نے پرانے باطل عقائد خیالات اور افعال کو بدلتے پایا۔ تو اُن کے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی اُنہوں نے ہم کو ہر طرح ایذائیں پہنچائیں۔ اور بت پرستی اور دیگر افعال قبیحہ جن کو ہم ترک کر چکے تھے اُن کی طرف ہمیں واپس لانے کے لئے اُنہوں نے جان تک لڑا دی۔ اور اب اُن کے مظالم اور جفائیں اس حد تک پہنچ گئی ہیں کہ ان کے ساتھ رہنا بالکل ناممکن ہوگیا۔ اور اسی واسطے ہم اپنے آبائی وطن کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہ کر آپ کی سلطنت میں اس اُمید پر پناہ لینے آئے ہیں۔ کہ آپ ان ظالموں کے ظلم سے ہم کو محفوظ رکھیں گے +

ولیم میور جیسا متعصب مصنف بھی اقرار کرتا ہے کہ اُس وقت تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام بالکل سادہ اور قلیل تھے۔ اور آپ کی تعلیم نے حیرت انگیز عظیم الشان نتائج پیدا کیئے تھے۔ اور جس طرح عیسائیت نے اپنے ابتدائی زمانہ میں روحانی دنیا کو خواب غفلت سے بیدار کیا۔ اور شرک و کفر سے تنگ کیا۔ اسی طرح محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی تعلیم نے لوگوں کے دلوں میں ایک روح پھونک دی۔ اور آپ کے صحابہ نے بڑی بڑی قابل قدر قربانیاں کیں اور صرف ایمان کی خاطر اپنے بہترین مال اور اسباب خوشی سے اللہ کی راہ میں دے ڈالے کئی صدیوں سے مکہ بلکہ تمام جزیرہ نمائے عرب جہالت اور ضلالت کی نیند میں سویا پڑا تھا۔ اور یہودیوں

عیسائیوں یا بعض فلاسفروں نے ان کو بیدار کرنے کی جو کوشش کی۔ تو اس کا نتیجہ چند کروٹوں کے سوا کچھ نہ ہُوا۔ یہ ایک بحرِ ذخار تھا۔ جس پر ان ہواؤں نے معمولی سطحی لہروں کے سوا کچھ اثر نہ کیا۔ یہ لوگ توہم پرستی ظلم اور فسق کے دریا میں بالکل غرق تھے۔ ایک بڑے بیٹے کا اپنے باپ کی بیوہ کو ورثہ کی چیزوں میں سے ایک چیز سمجھ کر اس سے شادی کر لینا ایک معمولی بات تھی۔ نخوت اور افلاس کی وجہ سے دُختر کُشی عام طور پر رائج تھی اس رسم بد کی وجہ عموماً افلاس اور تکبر ہی ہوتی ہے۔ اور ہندوستان میں بھی اسی وجہ سے یہ بات پائی جاتی تھی۔ عربوں کا اعتقاد ایک عجیب توہم پرستی کا مجموعہ تھا ان دیکھی چیزوں سے وہ ڈرتے تھے۔ اور ان خیالی خداؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر طرح کے گناہوں میں آلودہ ہونا ثواب سمجھتے تھے۔ روز جزا سزا سے ڈر کر یا زندگی بعد الموت کی بہتری کے خیال سے کوئی نیک عمل کرنا ان کے لئے بالکل نئے خیالات تھے +

ہجرت سے صرف ۱۳ سال قبل مکہ کی حالت بالکل ناگفتہ بہ اور گری ہُوئی تھی۔ لیکن معلوم نہیں کہ ان تیرہ سالوں میں کیا جادُو چل گیا۔ اور وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ انہی پکے بُت پرستوں میں سے کئی سو آدمیوں نے کُفر و شرک سے ہاتھ دھو کر خدا پرستی کا طریق اختیار کر لیا۔ اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی وحی اور الہام یعنی (قرآن) کے کامل فرمانبردار بنا دیا۔ یہی عرب جو نماز کے نام تک سے واقف نہ تھے پانچ وقت اللہ اکبر کے نعرہ مارتے ہوئے جمع ہوتے۔ اور خدا تعالےٰ سے مغفرت اور رحمت کے لئے رو رو کر دُعائیں مانگتے جنہوں نے کبھی خواب غفلت میں بھی مُروت کا نام نہ سُنا تھا وہی اعمال صالحہ میں اسقدر بڑھے کہ صدقہ دینے میں عفت اور انصاف میں تمام جہان کے لئے نمونہ بن گئے۔ وہ خدا کو قادر مُطلق اور حاضر ناظر ماننے یعنی گناہ کو ترک کرنے کے بہترین ذریعہ کو اختیار کرنے سے بڑے بڑے زاہدوں سے بھی گوئے سبقت لیجاتے تھے۔ قدرت کے منظر۔ زندگی کے تعلقات۔ واقعات کا پھیر۔ الغرض جو کچھ وہ دیکھتے اُن کو خدا کا زبردست ہاتھ ہر ایک بات میں کام کرتا ہُوا نظر آنے لگا۔ اور یہی نیا ایمان جس کو وہ اس قدر بڑا سمجھتے تھے یہی ان میں معیار مراتب ہو گیا۔ اور ہر فرد بشر شرک و کفر کو ذلیل و زبون سمجھنے لگ گیا۔ نبی کریمؐ اُن کے لئے ایک بہترین نمونہ تھے۔ اور خدا کے بعد

آپ ہی ان کی تمام اُمیدوں کے والی تھے۔ اور اسی واسطے اُنہوں نے آپ کی اطاعت سے سر مُو فرق نہیں کیا۔ اس قلیل عرصے میں اس نئی تعلیم کی وجہ سے مکہ میں دو بڑے گروہ پیدا ہو گئے تھے دونوں قبیلہ اور قوم وغیرہ کی قیود کو بالکل توڑ کر ایکدوسرے کی مخالفت پر کمر باندھے کھڑے تھے مسلمانوں نے ہر قسم کے ظلم و ستم صبر و تحمل سے برداشت کیئے۔ کفار نے طرح طرح کی اذیتیں دیں مگر مسلمانوں نے کبھی اُف تک نہیں۔ انہی میں سے قریباً ایک سو مرد و عورت نے بجائے اس کے کہ اپنے جان سے پیارے ایمان کو ترک کریں۔ انہوں نے ہجرت قبول کی۔ اور حبشہ میں چلے گئے۔ اور انکے بعد اس سے بھی زیادہ تعداد خود نبی کریم کے ساتھ اپنے مادری وطن اور بیت اللہ کو جو اُن کو سب سے عزیز تھا چھوڑ کر مدینہ بھاگ جانے کی فکر کرنے لگے۔ لیکن کیا کہنے اُس پاک تعلیم کے جو نبی کریم نے خدا سے پا کر لوگوں کو پہنچائی کہ ان مہاجروں کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی اہل مدینہ کے دل محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے گرویدہ ہو چکے تھے۔ اور یہ دینی بھائی اور نبی کریم اور ان کے صحابہؓ کی جان و مال سے حفاظت کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ یہودی مذہب بہت دیر سے مدینہ میں پہنچ چکا تھا لیکن وہ بھی نبی کریم ہی کا نعرہ توحید سنکر خواب غفلت سے بیدار ہوئے اور ایک نئی اور بہتر زندگی میں قدم رکھ دیا +

خود قرآن شریف میں نبی کریم کے اُن کارناموں کا ذکر موجود ہے۔ اور مندرجہ ذیل آیات میں نبی کریم کے صحابہؓ کی چند صفات بیان کی گئی ہیں۔ سورہ مومنوں کی ابتدائی آیتوں میں فرمایا۔ قد افلح المومنون ۙ الذین ھم فی صلاتھم خاشعون ۙ والذین ھم عن اللغو معرضون ۙ والذین ھم للزکوۃ فاعلون ۙ والذین ھم لفروجھم حفظون ۙ الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین ۔ فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ھم العدون ۚ والذین ھم لامنتھم وعھدھم راعون ۙ والذین ھم علی صلوتھم یحافظون ۘ اولئک ھم الوارثون ۙ الذین یرثون الفردوس ؕ ھم فیھا خلدون ۔ (ترجمہ۔ ایمان والے (اپنی) مُراد کو پہنچ گئے۔ یہ (وہ لوگ ہیں) جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے۔ نکمی باتوں کی طرف رُخ نہ کرتے۔ زکوٰۃ دیا کرتے۔ شرمگاہوں کی حفاظت

کرتے (سوائے اپنی بیبیوں یا اپنے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈیوں) سے کہ ان پر کچھ الزام نہیں لیکن جو اس کے علاوہ طلبگار ہوں تو وہی لوگ حد (شرع) سے باہر نکلے ہوئے ہیں) اور جو اپنی امانتوں اور عہد کو ملحوظ رکھتے نمازوں کے پابند ہوتے یہی لوگ وارث ہیں۔ اور یہی بہشت بریں کی میراث پائیں گے۔ اور اسمیں ہمیشہ رہینگے۔" انہی مسلمانوں کا ذکر کرتے سُورۃ الفرقان میں فرمایا۔

وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض هونا واذا خاطبهم الجٰهلون قالوا سلٰما ٥ والذین یبیتون لربهم سجدا وقیاما ٥ والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جهنم ان عذابها کان غراما ٥ انها ساءت مستقرا ومقاما ٥ والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذٰلك قواما ٥ والذین لا یدعون مع الله الٰها اٰخر ولا یقتلون النفس التی حرم الله الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذٰلك یلق اثاما۔ **ترجمہ** ۔ رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلیں۔ اور جب جاہل ان سے (جہالت کی بات کرنے لگیں تو اُن کو سلام کریں اور الگ ہو جاویں) اور جو راتوں کو اپنے پروردگار کے آگے سجدے کریں اور کھڑے رہیں۔ وہ جو دُعائیں مانگا کریں۔ کہ اے ہمارے رب عذاب دوزخ کو ہم سے پرے رکھیو دوزخ کا عذاب بڑی مصیبت ہے۔ اور خواہ تھوڑی دیر ٹھیرنا ہو یا ہمیشہ رہنا ہو؛ دونوں حالتوں میں بُری جگہ ہے۔ اور جو خرچ کرنے لگیں تو فضول خرچی نہ کریں اور نہ بہت تنگی کریں بلکہ انکا خرچ افراط تفریط سے بیچ کر درمیان بیچ کی راس پکا ہو۔ اور جو خدا کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں اور ناحق کسی شخص کو جان سے نہ ماریں کہ اسکو خدا نے حرام کیا ہے۔ اور نہ زنا کے مرتکب ہوں اور جو کل کوئی مذکورہ بالا (شرک وغیرہ) کریگا، وہ اپنے گناہوں کا خمیازہ بھگتیگا

پھر سُورۂ رعد میں مومنین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

الذین یوفون بعهد الله ولا ینقضون المیثاق۔ والذین یصلون ما امر الله به ان یوصل ویخشون ربهم ویخافون سوء الحساب۔ والذین

صبروا ابتغاء وجه ربهم واقاموا الصلوٰة وانفقوا مما رزقنٰهم سرًا وعلانیةً ویدرءون بالحسنة السیئة اولٰئک لهم عقبی الدار ۝ جنّٰت عدنٍ یدخلونها ومن صلح من اٰبائهم وازواجهم وذرّیّٰتهم والملٰئکة یدخلون علیهم من کل باب ۝ سلٰم علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ۝ (ترجمہ۔ وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں۔ اور اقرار نہیں توڑتے اور جو تعلقات اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے جوڑتے ہیں۔ اور اپنے پروردگار سے ڈرتے اور قیامت کے حساب کا اندیشہ رکھتے ہیں جنہوں نے اللہ کی رضا کیلئے تکالیف سہیں نمازیں پڑھیں اور ہم نے جو اُن کو رزق دیا اسمیں سے ظاہر اور پوشیدہ خرچ کیا۔ جو برائی کے مقابلہ میں نیکی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کا انجام اچھا ہوگا۔ ہمیشگی کے باغوں میں جائیں گے۔ اور ان کے بڑوں اور بیویوں اور اولاد میں سے جو نیک ہونگے (وہ اُن کے ساتھ جائیں گے) اور جنت کے دروازے سے فرشتہ اُن کے پاس آکر سلام وعلیک کریں گے۔ اور کہیں گے دُنیا میں جو تم نے صبر کیا یہ اس کا اجر ہے تمہاری دُنیا کا انجام کیا اچھا ہوا) +

عوام کو نبی کریم کا تلوار کا استعمال کرنا بڑا ہی عجیب معلوم ہوتا ہے۔ ان کم عقلوں کو چاہیے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مشن کا صحیح اندازہ لگائیں تو ان کو معلوم ہوگا۔ کہ محمد صلعم آیت اللہ تھے۔ وہ خدا کی صفات کے کامل مظہر تھے۔ اور بدیں وجہ آپ کو دکھانا تھا کہ لڑائی اور جنگ ہر حالت میں گناہ اور قابل ترک نہیں اور قانون ہلاکت جو دنیا میں چاروں طرف نظر آتا ہے اس سے خالق کی خیر خواہی یا قادر مطلق ہونے پر حرف نہیں آسکتا۔ اور اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی جنگوں میں جن کی غرض حق اور انصاف کا قائم کرنا اور دنیا کے لئے نمونہ قائم کرنا تھا۔ اگر ان جنگوں میں چندسو آدمی مرگئے۔ تو کیا ہوا ان چند جانوں کی قربانی کے عوض میں لکھوکھا آدمی اور تمام آنیوالی نسلوں کے لئے نیکی اور اعلیٰ اخلاق کے نمونے قائم کئے۔ اور نسل انسانی اپنی گری ہوئی حالت سے نکلکر ایک اعلیٰ مقام پر متمکن ہوگئی۔ جناب بدھ نے سوائے نفس کشی کے کچھ نہ بتایا۔ اور جناب مسیح نے بھی ترک دنیا ہی کا راگ سنایا ہے کہ خدا کی راہ میں مخنث تک بننے کی نصیحت کی۔ اور برخلاف ان کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو انسان بلکہ کامل انسان بنانے کی کوشش

کی اور بنا کر دکھا دیا۔ جناب بدھ نے طرح طرح کے جگ اور تپ کھائے اور خود بھی تارک الدنیا ہو گیا۔ اور جناب مسیح قربانی کی تعلیم دیتے دیتے خود قربان ہو گئے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرت انسانی کی اصلاح کی۔ خدا کی بڑائی اور انسان کی ہمسری کی تعلیم دی۔ اور جو کہا اس کو اپنے عمل سے ثابت کر کے دکھا دیا۔ کسی مقصد اعلیٰ کے لئے جان دیدینا اور صداقت کی تبلیغ میں مرجانا تو کچھ مشکل کام نہیں۔ ہاں منزل مقصود پا کر پھر اپنی تعلیم پر عمل کر کے دکھانا اور اپنے رویہ کو نہ بدلنا یہ بات ذرا کارے دارد اور بڑی ہی مشکل ہے +

نبی کریم سے پہلے لوگ مذہب کو ایک خواب و خیال سمجھتے تھے۔ آپؐ نے ثابت کر کے دکھایا کہ مذہب ایک حقیقت اور قابل عمل اصلیت ہے۔ آپؐ نے یہ بات لوگوں کے دلوں میں مضبوط کر دی۔ کہ خدا انسانوں سے بیحد پیار کرتا ہے۔ بشرطیکہ انسان اس کے بنائے ہوئے رستوں پر عمل کرے۔ آپؐ نے دکھا دیا۔ کہ خیر خواہی اور بھلائی کا وعدہ جو خدائے خالق نے تمام الہامی کتابوں میں دیا۔ اس کے پورے ہونے کیلئے بعد الموت زندگی کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اگر کوئی فرد بشر یا قوم صراط مستقیم پر چلے تو اسی دنیا میں فلاح اور ابدی خوشی حاصل کر لیگا۔ نبی کریم نے زندگی بسر کرنے کے قانون ہی نہیں بتائے۔ بلکہ ایک مفید اور کار آمد زندگی بسر کر کے دکھا دی۔ اور آپ کا اسوہ حسنہ دیکھ کر آپ کی ساری قوم دنیا کے لئے نمونہ بن گئی۔ آپ نے خوشی فلاح اور نجات ڈھونڈنے کیلئے لوگوں کو سلطنت چھوڑنے بچوں اور بیوی سے قطع تعلق کرنے والدین اور رشتہ داروں کو خیر باد کہنے یا دیگر انسانوں سے بالکل الگ ہو کر غاروں اور پہاڑوں کی خلوت ڈھونڈھنے کی راہ ہرگز نہیں بتائی۔ برخلاف اسکے آپ ہمیشہ اپنے پیرؤں کو ایکدوسرے کی مدد کرنے والدین کی عزت کرنے بڑھاپے میں اُن کے ناز اُٹھانے۔ بیوی بچوں کی راحت کے سامان مہیا کرنے۔ دوستوں سے وفا کرنے۔ ایک امن پسند اور قابل باشندہ ہونے اور نسل انسانی کی اصلاح کے لئے ملکر کوشش کرنے کی وعظ و نصیحت کرتے رہے +

باقی آیندہ

# ہستی باریتعالےٰ

ذیل میں ہم اُس کامیاب لیکچر مندرجہ اسلامک ریویو مجریہ ماہ مئی کا ترجمہ ہدیہ قارئین کرتے ہیں جو خواجہ صاحب نے ایک دہریہ انجمن کے سامنے ان کی استدعا پر دیا۔ یہ لیکچر ۳ مارچ سنہ ۱۹۱۸ء کو بمقام ۲۴۱ ہیرلی بون لینڈن ہوا۔ ماہ فروری میں خواجہ صاحب اور چند نومسلم دوست اکیڈمی انجمن مذکور میں گئے جہاں انجمن ہذا کا پریزیڈنٹ حسب معمول ہستی باریتعالیٰ کے متعلق عیسائی نکتہ خیال پر نکتہ چینی کر رہا تھا۔ اسکی تقریر کے بعد جب حاضرین کو رائے زنی کا موقعہ دیا گیا تو خواجہ صاحب نے مختلف وجوہ سے پریزیڈنٹ مذکور سے اتفاق کرکے اخیر میں یہ بیان کیا کہ اگر عیسائی نکتہ خیال کے ماتحت انسان ہستی باریتعالیٰ سے انکار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ خدا کا وجود ہی کوئی نہیں۔ میں مسلم ہوں۔ اور میں خدا کی ہستی کا قائل ہوں۔ اور مجھے علم جدید کا مطالعہ اس خدا کی ہستی پر ایمان لانے کے لئے مجبور ہے۔ جس کا نقشہ مختلف رنگوں میں قرآن کریم نے کھینچا ہے۔ خواجہ صاحب کے اس بیان پر وہ انجمن حرکتی ہوگئی اور انہوں نے بیک زبان خواجہ صاحب کو کہا۔ کہ ہم حیران ہیں کہ آپ جیسا پڑھا لکھا انسان جیسے کہ آپ کی آج کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کس طرح خدا کی ہستی کا قائل ہو سکتا ہے۔ ہم آپ کو چیلنج کرتے ہیں۔ کہ آپ اس پلیٹ فارم پر آئیں۔ اور ہمیں اپنے قائل ہونے کے وجوہ بتلائیں چنانچہ اس امر کے لئے دو تاریخیں مقرر ہوئیں۔ ۳ مارچ اور ۲۸ مارچ کو یہ لیکچر ہوا۔ اور یہ دندان شکن ثابت ہوا۔ اوّل تو لیکچر کے بعد جو سوالات ہوئے ان میں لیکچر پر مطلق جرح نہیں کی گئی پھر اس کے بعد دوسرے ہفتوں انہوں نے کہلا بھیجا کہ ہم کسی اور ضروری بحث کی وجہ سے آپ کو یہ تاریخ دینے سے قاصر ہیں۔ اصل بات جیسا کہ ہمیں خواجہ صاحب کی چٹھی سے معلوم ہوا یہ ہے کہ اس لیکچر نے حاضرین پر دہریت کے خلاف بہت عمدہ اثر کیا۔ جس سے منتظمین انجمن مذکور بہت گھبرا گئے اور اس طرح ٹال دیا +

اب ہم ذیل میں اس لیکچر کا ترجمہ دیتے ہیں :-

# ومن یومن باللہ ویکفر بالطاغوت

اگر تھی ازم (خدا پرستی) سے مُراد کسی معبود کی ہستی کو تسلیم کر لینا اور ایتھی ازم (دہریت) سے مراد اُس معبود کی ہستی سے انکار ہے۔ اور اگر ایسے معبود کے متعلق ایک معقول علم دراصل ہمارا وہ علم ہے جو مختلف مذاہب و ملل نے ہمیں اس معبود کی صفات کے دے رکھا ہے (یہاں یہ کہنا چاہئے کہ خدا کے متعلق اسکی ذات کے سوا ہم اور کچھ نہیں سمجھ سکتے) تو پھر ایک مسلم ہونے کی حیثیت میں ایک معبود کا قائل بھی ہوں۔ اور اس سے مُنکر بھی۔ میں تھی ازم کا حامی بھی ہوں۔ اور ایتھی ازم کا معترف بھی۔ اگر خدا وہ ہے جس کی بہترین صفات کا ظہور صلیب پر ہُوا اگر خدا وہ ہے جس کی پدرانہ محبت نے اپنے اکلوتے بیٹے کو انسان کی نجات کے لئے سُولی پر کھینچا اگر خدا وہ ہے جس نے میری فطرت ایسی نامکمل بنائی کہ اسمیں جبلّاً گناہ رکھ دیا اور پھر جب میں اس فطرتی تقاضے کے ماتحت گناہ کا مرتکب ہوا تو مجھے مجرم ٹھیرا کر سزا دینے کیلئے تیار ہو گیا۔ اگر خدا وہ ذات ہے کہ جس کی کسی خاص صفت کے ظہور پر ایمان لانے سے انسان میں ایک ایسی معجزنما تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے اس کے سارے بُرے اعمال مُبدل بحسنات ہو جاتے ہیں۔ اور اگر وہ اس امر پر ایمان نہ لائے (کفارے پر) تو اُسکے نیک اعمال بالکل رائیگاں ہو جاتے ہیں۔ ہاں اگر خدا وہ ہے جو نہ خود قانون پر چلتا ہے۔ اور نہ قانون پر چلنے والوں کی عزت اور قدر کرتا ہے۔ بلکہ جس نے انسان کو فطرتاً گناہگار بنایا۔ اور جس کے ہاں نجات کا گر کسی مفروضہ بات پر ایمان لانے سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر خدا وہ ہے جس نے ایک دفعہ انسان کو شریعت دی جس پر انسان نہ چل سکا (یعنی خدا کو انسانوں کی استعداد کی خبر ہی نہ تھی) پھر ایک مُدت کے بعد اسے کسی اور طریقہ نجات کی فکر پڑی۔ ایسا ہی اگر خدا وہ ہستی ہے جو پرسنل ہے۔ جو انسانی جذبات اور کمزوریوں سے خالی نہیں۔ اگر اس نے خود ہی بدی کو پیدا کیا۔ اور پھر خود ہی اس کا مقابلہ نہ کیا۔ اور اس پر طرہ یہ کہ بدی کے آگے سر تسلیم خم کرنے میں اپنی فتح سمجھی۔ جو اپنی ہستی منوانے کیلئے معجزات کا محتاج ہے۔ اور مجھ کو عقل و دریک دیکر مجھے ایسے عقائد منوانا چاہتا ہے۔ جس سے میری عقل کا فقدان ہو تو میں ایسے معبود ار

اچھی معرفت سے بیزار۔ میں خوش ہوں اگر کوئی مجھے ایسے معبود کا منکر اور کافر کہے قرآن کریم بھی مجھے ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہے ایسے کے پرستار بننے سے تو کفر ہزار درجہ بہتر ہے فرماتا ومن یومن باللہ ویکفر بالطاغوت +

لیکن اگر خدا وہ پاک ہستی ہے جس کے وجود اور کام کی شہادت صحیفہ قدرت کا پتہ پتہ دیتا ہے۔ جو ان تمام قوانین کا سرچشمہ ہے۔ جو کائنات پر حکمران ہیں۔ اور جن کے توڑنے کا نام ہی گناہ اور بدی ہے۔ جس نے ہر ایک چیز کی فطرت میں کمال تک پہنچنے کے جوہر رکھ دیئے جس نے ہر ایک چیز میں نمو کی خاصیت اور اس کو معراج ترقی پر پہنچانے کا راستہ مقرر کر دیا ہے۔ جس نے اُن ضروریات کے اسباب بھی پہلے ہی سے پیدا کر دیئے ہیں جو ہر ایک چیز کو کمال تک پہنچانے کے لئے لاحق ہوتی ہیں۔ جس نے ایک طرف اگر چیزوں میں مختلف استعدادیں اور انفعالی طاقتیں رکھ دیں تو دوسری طرف دوسری چیزوں میں فاعلی قوے پیدا کر دیئے۔ جس نے ایک ہی مادے اور قوت کے صحیح اندازے کو مفید اور غلط اندازے کو غیر مفید بنا کر ہر ایک چیز میں اول الذکر کے قبول کرنے اور آخر الذکر سے بچنے کی استعداد جبلاً ڈال دی۔ جس نے میری فطرت کو مکمل بنایا مجھے اعلےٰ درجے کے رُوحانی اور جسمانی قوے دیئے۔ اور قوانین پر چلنا میری خلقت میں ڈال کر مجھے بالطبع معصوم بنایا۔ جس نے مجھ کو لامحدود ترقیات کی استعداد عطا کی۔ اور ان ترقیات کو چند مقررہ قوانین کی پیروی سے وابستہ کیا۔ پھر ان قوانین کا مجھے علم دیا یا غور یا فت فکر نیکا راستہ بتایا۔ وہ خدا جو انسانی جذبات اور انسانی نقائص سے پاک ہے جس کی خوشنودی کے معنے یہ ہیں۔ کہ میں اپنی استعدادی قوتوں اور طاقتوں کو فعل میں لاؤں۔ اور جس کے قہر و غضب سے مراد میرا قوانین کو توڑنا جس کے بطریقے ثواب یعنی میری استعدادوں کی تکمیل اور جس کا عذاب میرے اپنے نقائص یا مخالفت قانون کا نتیجہ ہوتا ہے یہ ہے وہ خدا اور یہ ہے میرا معبود اُس کی ذات پر ایمان لانا میرے لئے باعث فخر و ناز ہے۔ اور اس کا پتہ مجھے قرآن نے اپنی پہلی سطر میں بتلایا۔ اور جس کی تشریح مختلف طرزوں میں ایک طرف قرآن نے اور دوسری طرف صحیفہ قدرت کے ذرہ ذرہ نے کی +

آج جو کچھ میں آپ صاحبان کے سامنے پیش کرونگا۔ اس کا ماخذ قرآن ہی ہوگا۔ اگر ایک کتاب خدا کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کرتی ہے تو اس کا فرض ہے کہ پہلے خدا کی ہستی کو ثابت کرے۔ اسکو سمجھنے کیلئے میری عقل یا منطق کی ضرورت نہیں ہونی چاہیئے۔ اسکو خود اپنا پیرو کار بن کر مخالفوں کو قائل کرنا چاہیئے۔ اور یہ صفت میں نے صرف قرآن ہی میں پائی جو کچھ بھی قرآن سکھاتا ہے۔ اور جتنے اصُول باندھتا ہے۔ ان سب کا ثبوت خود دیتا ہے۔ وہ اپنے احکام کو ٹھیک اور مفید ثابت کرنے کیلئے اپنے پیرؤں کا محتاج اور و اُنکی کا دست نگر نہیں ۔

اس وقت اگر آپ صاحبان اپنے دل کو ان تمام خیالات سے یکدم پاک کرلیں جو آپنے بچپن سے خدا کے متعلق عیسائی دُنیا سے سیکھے اور جن پر آپ کا ایک مُدت تک ایمان رہا اور جن خیالات کی تردید صحیفۂ قُدرت اور سائنس نے کردی۔ اور جن کو آپ نے مجبور ہوکر ترک کیا۔ اور یہی نہیں بلکہ یہ نفرت اور بیزاری اس حد تک بڑھی کہ آج آپنے خود خدا سے بھی انکار کردیا۔ بہرحال میں چاہتا ہوں کہ آپ خالی الذہن ہوکر اور تعصب سے دل کو پاک کرکے ٹھنڈے دل کے ساتھ مجھ سے اس خدا کا حال سُنیں جس کا ذکر قرآن کرتا ہے ۔

وہ خدا جس کی ہستی قرآن منواتا ہے اس کا پتہ قرآن کریم اپنی پہلی آیت میں چار صفات بیان کرکے دیتا ہے۔ یہ چار صفات دیگر ننانویں صفات باریتعالیٰ کیلئے جن کا ذکر قرآن نے جابجا کیا ہے۔ بطور ام الصفات ہیں۔ وہ چار صفات رب العالمین۔ رحمٰن رحیم۔ مالک یوم الدین ہیں سب سے پہلے میں صفت رب العالمین لیتا ہے۔ عالمین سے مراد یہاں نہ صرف مختلف طبقات ہیں۔ بلکہ ہر ایک چیز بذات خود ایک دُنیا ہے۔ اور رب کے معنی صرف پیدا کرنیوالا ہی نہیں۔ بلکہ وہ ذات جو ہر چیز میں کمال تک پہنچنے کی طاقت ڈالتا ہے۔ اور اسکو کمال تک پہنچانے کے اسباب بھی مُہیا کرتا ہے۔ اس لفظ کی تشریح میں ذیل کی عبارت قرآن کی ایک لغت مفردات راغب میں سے نقل کرتا ہوں اور جس کا مؤلف امام راغب اصفہانی آج سے صدیوں پہلے گزرا ہے۔ جبکہ ارتقاے انسان کا وہم وگمان بھی کسی کے دماغ میں نہ گذرا تھا۔ ربُوبیت کے معنے کسی چیز کا

ان تمام مدارج میں پرورش دیتا ہے جن میں سے یکے بعد دیگرے ہوکر وہ اپنے اصلی نمو اور کمال تک پہنچ جائے۔ اِن جلی الفاظ کی آنکھیں کھولکر دیکھو کیا یہ تمام مسئلہ ارتقا (تھیوری آف اِیولیوشن) کی حقیقت اپنے اندر لئے ہُوئے نہیں۔ اور آج یُورپ نے اس کو اپنے تمام علوم کی جان قرار دیا۔ لفظ رُبُوبیّت کے معنوں میں نہ صرف پیدائش اور پرورش ہی شامل ہے بلکہ ان تمام قواعد اور طریقوں کا تجویز کرنا اور پھر ان میں سے کسی چیز کا کمال تک پہنچانے کیلئے گذارنا بھی شامل ہے۔ یہ معنی بھی آپ لفظ ربّ کی ذیل میں ایک عربی لغت تاج العروس میں پائیں گے۔ لہذا لفظ ربّ کے معنی پیدا کرنے والا۔ پرورش کرنیوالا۔ کمال حقیقی تک پہنچانیوالا۔ اس امر کے لئے قوانین مرتب کرنے اور ان قوانین پر چیزوں کو چلانیوالا +

جب ہم صحیفۂ قدرت اور نشاء عالم کو علمی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ان تمام مراحل پر غور کرتے ہیں جن میں سے ذرات عالم ایتھر سے چلکر انسانی قالب تک پہنچتے ہیں۔ تو ہم حیران رہ جاتے ہیں۔ کہ کس طرح ہر ایک منزل اور مرحلہ پر مختلف صورتیں شکلیں اور مقررہ ترکیبیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ذرات مقررہ قواعد اور طریق کے ماتحت مختلف لیکن مقررہ اندازوں میں ترکیب پاکر مختلف عناصر پیدا کر دیتے ہیں۔ پھر یہ عناصر از سر نو مختلف لیکن مقررہ اندازوں پر نئی ترکیبیں پاکر مادہ کی مختلف شکلیں پیدا کرتے ہیں۔ اور ہوتے ہوتے انسان کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ اور تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ تمام حالات اور مدارج میں یہ قوانین اور قواعد مُقررہ اور اَنْ ٹل ہیں۔ یہ سب باتیں گویا پہلے ہی سے مقرر شدہ ہیں۔ جہاں جاؤ مادہ کو اسکی ہر حالت میں قوانین کی زنجیر سے جکڑا ہوُا پاؤ گے۔ فرمایا ولہ یسجد ما فی السموات والارض طوعاً وکرھاً۔ یعنی جو کچھ آسمان زمین میں ہے وہ سب اللہ کے آگے سربسجود ہے۔ انکار تو کیا دم تک نہیں مار سکتا +

اس قسم کی بہت سی آیتیں قرآن کریم میں ہیں۔ جو اس حکومت قانون کی طرف اشارہ

کرتی ہیں۔ جن کی اطاعت مادہ ہر ایک شکل میں بلا حیل و حجت کر رہا ہے بعد یہ سائنس کی معلومات جنہوں نے ہم لوگوں کو اس قدر حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ یہ کوئی چیز خود پیدا نہیں کرتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ تو ان قوانین کی دریافت کا نام ہے۔ جو پہلے ہی سے موجود ہیں اور جن کے ماتحت فضائے عالم میں مادہ مختلف پہلوے بدل رہا ہے بہرحال جسقدر سائنٹیفک تحقیق ہو رہی ہے اس سے یہی ثابت ہو رہا ہے۔ کہ ہر ایک عنصر اور ذرے کا نشو و نما حرکت و سکون سب کسی نہ کسی قانون کے ماتحت ہو رہا ہے۔ جس بات کو کل اتفاق و حوادث و نیچر کے شعبدے سمجھا جاتا تھا۔ وہی آج مقررہ اور معین قوانین کا نتیجہ ثابت ہو رہی ہیں۔ اور گذشتہ نسل کے محققین کی تھیوریوں کو بدلکر موجودہ نسل کے محققین کو ماننا پڑا ہے کہ قانون اور مادہ دو الگ الگ چیزیں نہیں۔ بلکہ اُن کی ترقی ایکدوسرے کے ساتھ وابستہ اور پیوستہ ہے۔ یا یُوں کہئیے کہ تمام دُنیا نے قانون کی حکومت کا جُزوًا تسلیم کر لیا ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ آیا یہ سب کا سب محض ایک اتفاق ہے۔ یہ کائنات کسی ارادہ کے ماتحت پیدا ہوئی۔ آیا سلسلۂ علت و معلول عمل میں آیا۔ یہ مادہ خود ہی سب کچھ ہے۔ خود ہی علت خود ہی معلول +

تم نے اس کا نام ایک مشین (میکن ازم) قرار دیا ہے۔ لیکن کیا تم کسی مشین کو دماغ سے الگ قیاس میں لا سکتے ہو۔ آہ ہم کس قدر متضاد باتیں مُنہ سے نکالتے ہیں۔ اور کس طرح معمولی سے معمولی بات میں غلطیاں کر جاتے ہیں۔ جہاں کہیں ہم کسی انسان کے ہاتھ کی بنی ہوئی مشین کا تصوّر کرتے ہیں۔ ہم اسکی بناوٹ کو قوانین اور اصول جرِّ ثقیل کے ماتحت سمجھ کر فورًا ایک دِل و دماغ کے وجود کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ جس نے ایسے اصول اور قوانین تجویز کیئے جو اس مشین کو وجود میں لائے۔ لیکن جب ہم قدرت کے زبردست ہاتھ کے کارناموں کو دیکھتے ہیں تو ہم باوجود اُن لکھوکھا قوانین کے جاننے کے جو کائنات کے مختلف پہلوؤں اور حصّوں پر حکومت کرتے اور انکو وجود میں لاتے نظر آتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ کہ ان قوانین مختلفہ کو ایکدوسرے سے تمیز کرنے کیلئے ہم نے ان کے مختلف نام بھی تجویز کر رکھے ہیں مثلاً قانون انجماد (لاء آف کنڈینسیشن) قانون ثقل (لا آف گریوٹیشن)

قانون مواصلت (لا آف انفینٹی) قانون تسخر (لا آف ریپو سیبلٹی) قانون مماثلت (لا آف ہارمنی) وغیرہ وغیرہ ہم نے اس طرح قوانین تو تسلیم کر لئے لیکن ہم قانون کو مادے سے جدا کرتے ہوئے یا مادہ پر قانون کی تقدیم تسلیم کرتے ہوئے سخت گھبراتے ہیں۔ اسی لئے ہیکل وغیرہ نے مجبوراً یہ کہا کہ قانون اور مادہ ایک چیز ہیں۔ اور یہ گھبراہٹ ہمیں اسلئے ہے کہ ایک دفعہ ہم نے قانون کو مادے سے جدا کیا تو ہمیں قانون کو مادہ پر مقدم ماننا پڑیگا۔ اور جب قانون مادے سے جدا اور مقدم ہوا تو صراحتاً قانون کے ساتھ ہمیں مادہ پر ایک دماغ ایک ارادہ کی تقدیم تسلیم کرنی ہوگی۔ اور ساتھ ہی ایک مقنن کی ہستی کو چاہتا ہے۔

آج سے پچاس سال پہلے تمام سائنس کی تحقیق کی انتہا مسئلہ (اٹامک تھیوری) تھی یعنی پیدائش عالم کا ظہور ذرات سے ہوا۔ گویا ذرہ ہی ہمارا بڑا خدا تھا۔ اور اسی ذرہ کی بلا ارادہ اور اتفاقیہ حرکت کا نام قانون ہے۔ یا بہ الفاظ دیگر بلا کسی تدبیر و تجویز ذرات عالم نے مختلف ہیولے بدلے اور جو جو طریق ان ہیولوں میں اختیار کئے وہی آئندہ کیلئے قانون بن گئے۔ لیکن بعد کی تحقیقات نے آج یہ ثابت کر دیا۔ کہ یہ ذرات بھی قانون کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ یہ قانون کے موجد نہیں۔ بلکہ قانون کے غلام ہیں ان ذرات کی ابتدا ذرات برقی (الیکٹرن) ثابت ہوئے۔ یہ الیکٹرن مقررہ قوانین کے ماتحت مقررہ اندازوں پر ایک دوسرے سے ترکیب پاکر یہی ذرات ایتھر پیدا کر دیتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ یہ ذرات برقی بذات خود موجود ہیں۔ اور ان کے مولد ذرات ایتھر ہیں جن کا انجماد خاص طریقوں پر جو مقررہ اور لا تبدیل ہیں ہر وقت ہوتا رہتا ہے لیکن کیا یہ ایتھر جو اس وقت کل کائنات کا مبداء قرار دیا گیا ہے بذات خود قانون کی اطاعت سے باہر ہے۔ اگرچہ ایتھر اس وقت عام طور پر ناقابل وزن قرار دیا گیا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کا حجم اور وزن دریافت کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ روشنی کے اصول اور برقی مد کی امداد سے یہ قرار دیا گیا ہے کہ ایتھر کرہ ہمارے کرہ ہوا سے ایک کھرب پچاس نسبت حجم میں زیادہ ہے۔ اور اگر ایتھر کا ایک کرہ ارضی کرہ کے حجم جتنا بنایا جائے تو اس کا وزن دو صد پچاس پونڈ ہوگا۔ اس قسم کی تحقیقات اور تجربوں نے آخر اس ایتھر کو بھی ابدی قوانین

سے جکڑا ہوا ثابت کیا۔ لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ قانون اس راستہ اور طریق کا نام ہے جو مادہ نے نشاۃ عالم میں مختلف ہیولے بدلتے ہوئے خود اختیار کر لیا۔ بلکہ قانون تو شروع سے مادہ سے جدا اور مادہ پر حکومت کرتا نظر آ رہا ہے جیسا کہ ابھی اوپر کہا ہے کہ کیوں ایک محقق سائنس جو ہستی باری تعالیٰ سے منکر ہے قانون کی اس تعلیم کو تسلیم کرنے سے گھبراتا ہے کیونکہ اس تسلیم سے ایک ارادہ اور عقل کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اب یہ سائنسدان ایک اور حیلے میں لگ گئے ہیں۔ پروفیسر ہیکل اور دیگر ماہران سائنس اب مادہ اور قوت کو الگ الگ نہیں سمجھتے۔ اور ان کے کام کا نام وہ قانون تجویز کرتے ہیں۔ اب مادہ اور قوت ایکدوسرے کے جزو ہیں۔ قانون ان کی فطرت میں ہے اور اس سے جدا نہیں گویا قانون انکی روح ہے۔ اس طرح اس جدید توحید مادہ پرستی (فزیکو مونازم) کے ماتحت کائنات کا مبداء ایک ایسی چیز کو قرار دیا گیا ہے جس کا نام پروفیسر ہیکل لائسبٹنس ہیئت قانونیہ قرار دیتا ہے۔ بس صرف ایک ہی قدم آگے چلنے کی ضرورت ہے اور یہ ہمارے دوست یعنی ماہران سائنس اس خدائے قدوس کے آگے سر جھکاتے نظر آئیں گے جن کا ذکر قرآن نے کیا ہے۔ سائنسدان علت العلل کو یعنی جس سے تمام چیزیں نکلیں اسکو بذات خود پیدا شدہ اور دوسروں کا خالق مانتے ہیں اسے قائم بالذات اور دوسروں کو قائم کرنیوالا تجویز کرتے ہیں۔ اس کا ہر جگہ ہونا اور ہر چیز پر حاوی ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ اس کا غیر فانی اور ابدی و ازلی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اب ذرا ان صفات کے ساتھ جو سائنس نے اس خیالی علت العلل کو دے رکھی ہیں ذیل کی صفات ملا دو یعنی اسکو علیم قدیر مدبر بالارادہ اور مقنن ازلی مان لو تو گویا تم نے قرآن اور اسلام کے خدا کو تسلیم کر لیا۔ اس لائسبٹنس کی جگہ مبداء عالم کا نام لا سپرٹ (یعنی وہ روح جس نے قانون دیئے) رکھ لو تو پھر ہم اور تم ایک ہی کے توحید کے قائل ہو جاتے ہیں۔ اور ایک ہی رب العالمین کے آگے سر جھکانے والے بن جاتے ہیں جس نے مادہ کو مختلف ہیولوں میں جانے اور مختلف سکون کو پیدا کرنے کی استعداد دی۔ اور پھر اس استعداد کے نشوونما پانے کے قانون اور انداز مقرر کر دیئے اور مادے کو قانون کے ماتحت رکھ کر اسمیں قانون پر چلنے کی استعداد رکھ دی +

(باقی آیندہ)

# باطنیات اسلام

ذیل کا لیکچر جو اسلامک ریویو کے اپریل نمبر میں طبع ہوا خواجہ صاحب نے نیو لائٹ منسٹر چرچ میں بمقام ۱۹ گیلری اولڈ بونڈ سٹریٹ میں دیا۔ یہ ایک نئی مذہبی تحریک ان تحریکات جدیدہ میں سے ہیں جو اس وقت مغربی دل کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ یہ لوگ دراصل مذاہب کی موجودہ شکل سے بیزار ہو کر نئے ہیولوں میں دلی اور روحانی جذبات کو پورا کر رہے ہیں۔ ان کا نکتہ خیال ابھی تک عیسائیت ہے لیکن مسیح اب خدا نہیں رہا۔ بلکہ جس خدا کا اظہار اسمیں ہوا اب وہ ان کے خیال میں سب انسانوں کیلئے ممکن الحصول ہے۔ یہ لیکچر بطلو سرمن اتوار کی شام کو ہوا نہایت عجیب بات اس لیکچر کے خاتمہ پر یہ ہوئی۔ کہ اس گرجا کے بانی نے جو ایک امریکن صاحب ہیں۔ اور جن کا نام ڈاکٹر ملز ہے سرمن کے بعد یہ کہا کہ کیا عجیب بات ہے کہ جس بات کو ہم نئی سمجھ رہے تھے۔ وہ اس سرمن کے سننے کے بعد نئی نہ رہی جس بات کو ہم نہایت مشکل سے یہاں کے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں کیسے سادے طور پر اور واضح الفاظ میں اسلام کے مقدس بانی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے آج سے تیرہ سو برس پہلے بیان کر دی۔ اور کس طرح عام فہم الفاظ میں یہ روحانی حقیقت ہمارے سامنے آج رکھ دی گئی ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے یہ بھی کہا کہ اگر میں کل جزیرہ برطانیہ کی تلاش اس نگاہ سے کرتا کہ کوئی ایسا شخص ملجائے۔ جو ہمارے مقصد کی بوجہ احسن وکالت کرے تو شاید اس بات سے بہتر نہ کر سکتا جو اتفاق سے میں نے آج اپنے معزز دوست امام مسجد ووکنگ کو بذریعہ تار بلانے میں کی ہے وغیرہ وغیرہ۔ ایڈیٹر

خدا فرماتا ہے جب میں کسی انسان سے پیار کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے میں اسکی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کے ہاتھ اور پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چیزوں کو پکڑتا اور چلتا ہے +

خدا فرماتا ہے۔ اے انسان تو میری اور میرے احکام کی پیروی کر تو مجھ جیسا ہو جائیگا

اور تب تو کہیگا کن اور وہ چیز (فیکون) ہو جاویگی"۔ (از احادیث محمد صلے اللہ علیہ وسلم)

تیرہ صد برس ہوئے جب کہ اولوالعزم پیغمبر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ معنی خیز الفاظ اپنے دہن مبارک سے نکالے۔ روحانیت کی بابت آپ سے پہلے جو اشارات کنایات استعارات تشبیہوں اور معمات میں حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ و دیگر انبیاء علیہما السلام علے نبینا نے کہا۔ اپنے اس راز سربستہ کو ان سادے لیکن جامع الفاظ میں کھول دیا۔ دراصل ان الفاظ نے نہایت بیّن طور پر ربانی مذہب کی غرض وغایت کو مخلوق الٰہی کے سامنے رکھدیا۔ اور یاد رکھو کہ تمام مذاہب اپنی اصلی شکل و صورت میں خدا کی طرف سے ہی آئے۔ انسانی آمیزش نے ان مذاہب میں اختلاف ڈالدیئے مذہب اگر اس روحانی کمال کا پتہ بتاتا ہے۔ جو ہر قسم کی معرفت اور تقوے کا انجام ہوتا ہے۔ اس قسم کے ہادی دنیا میں وقتاً فوقتاً بشکل انسانی آتے رہے۔ آنحضرت صلعم جناب عیسیٰ جناب موسیٰ اور ایسا ہی دیگر انبیائے کرام اپنی زندگیوں سے اس شاہ راہ کو بتلا گئے جن پر انسان چلکر اس حقیقت کو پہنچ جائے۔ یہ بزرگ تو اپنا فرض منصبی بوجہ احسن ادا کر گئے لیکن افسوس ان پیچھے آنیوالوں پر جنہوں نے یہ راہ بھلادی اور گمراہی کی طرف چل دیئے اور بعض معلمان ربانی خدا بنا دیئے گئے۔ حالانکہ یہ معلم ان جسمانی کمزوریوں سے خالی نہ تھے جو کل بنی نوع انسان کو لاحق ہوتی ہیں۔ اور حق تو یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلعم صاف دو رہن الفاظ میں بار بار مسئلہ توحید کو صاف نہ کرجاتے تو وہ پاکیزہ زندگی جو آپ نے بسر کی وہ معجزات جو آپ سے سرزد ہوئے۔ اور وہ فوق الارادہ کامیابی جو آپ کو اپنی زندگی میں حاصل ہوتی ہے اور جس کی نظیر انسانوں میں کوئی نظر نہیں آتی۔ یہ تمام باتیں اس قابل تھیں کہ اگر کوئی انسان دنیا میں خدا کا بیٹا کہلانے کا حقدار تھا۔ تو نبی کریم خود خدا سمجھے جانے کے شایاں تھے لیکن آنحضرت صلعم نے خود کلمۂ اسلام (تشہد) میں خدا کے نام کے ساتھ اپنے نام پر رسول اللہ اور عبدہ کا لفظ بڑھا دیا اور مسلم دنیا کو انسان پرستی کی ذلت سے بچایا +

یہ نہ سمجھنا کہ قرآن کریم میں جو بار بار وحدانیت الٰہی پر زور دیا گیا تو وہ اسلئے نہیں کہ ہمارا خدا کوئی حاسد خدا ہے۔ جیسا کہ توریت بیان کرتی ہے۔ اور اُسے یہ گھبراہٹ ہے کہ کوئی اور خدا

ہو جاتے۔ سادہ تو ان باتوں سے مخفی ہے کہ توحید پر ایمان لانے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان ہر انسان کو اپنے سے بڑا اور اپنا ہمرنگ سمجھے۔ جس انسان کو تم آج خدا مان رہے ہو وہ کل تمہارے مولد بننے پر تمہارے برابر نظر آویگا۔ جن کمالات نے تمہاری نگاہ میں اُسے خدا بنا رکھا تھا۔ اُنہی استعدادوں کا تم اپنے اندر موجود ہونا تسلیم کر لوگے تمہارا خدا پھر تمہارے لئے ایک نمونہ بن جاویگا اور تمہارے سامنے ان روحانی ترقیات کی ایک شاہراہ کھل جاوے گی۔ لیکن اگر تم نے اُسے خدا سمجھ لیا۔ اور اپنے آپ کو انسان تو اُسکے کمالات کا تمہارے حدِ امکان سے باہر ہونا تم یقین کر لوگے۔ مسیح کے معجزات تو تم بھی کر سکتے ہو۔ ہاں ایمان عمل صالح نماز روزہ سے یہ بات حاصل ہو جاتی ہے۔ قربان جاؤں اِس توحیدِ الٰہی کے حقیقی پیغامبر محمد صلعم پر جس نے یہ خوشخبری سُنا کر کہ انا بشر مثلکم میں تم جیسا بشر ہوں ہماری اُمیدوں کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ جس کمال کے معراج پر آپ کھڑے ہیں وہاں تو ہم پہنچ نہ سکے لیکن آپ کے یہ سیدھے سادے الفاظ ہماری استعداد کو کس قدر بلند کر دیتے ہیں۔ اور ہر قسم کے شائبہ اور شکوک ایک طلسمات سے نکالکر امید کے دروازے پر لا کھڑا کرتے ہیں۔ آنحضرت صلعم مجھے یقین دلاتے ہیں کہ استعداد البشری میں میں اور آپ یکساں ہیں۔ میرا اور آپ کا نصب العین ایک ہے۔ اور ایک ہی قسم کی تکالیف اور جسمانی نقصائص ہمارے شامل حال ہیں *۔ اور یہی بات مسیح نے بھی کہی۔ لیکن جہالت اور

* یہاں کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ جب انسان انسان برابر ہیں تو کیوں نبوت عام نہیں یا نبوت ختم کیوں ہو گئی۔ جس قرآن کی آیت (انا بشر مثلکم) نے اِس یگانگت انسانی کی خوشخبری دی اُسی میں یہ ذکر ہے کہ نبوت اکتساب انسانی نہیں جو ہر ایک کیلئے کھلی ہو۔ بلکہ یہ ایک وہبی عطیہ ہے۔ فرمایا۔ قل انا بشر مثلکم یوحی الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد لوگوں کو کہدے کہ میں تم جیسا بشر ہوں لیکن خدا تعالےٰ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے +

رسالت ربی۔ جو نبوت کے اصطلاحی معنے ہیں یعنی خدا کی طرف سے انسان کی طرف ہدایت لانا یہ امر انتخاب ربانی سے وابستہ ہیں۔ اسلئے کہ یہ امر کسبی نہیں بلکہ وہبی ہے یہ ایک نہایت

خورش اعتقادی کا پڑا ہو۔ جس نے اس کے سر پر دو مڑھ دیا جس سے اسکو ہمیشہ انکار رہا مسیح خدا ہو یا نہو لیکن اس کا خدا ہونا میرے لئے تو کسی رنگ میں مفید نہیں یعنی غیر مفید ہے رہا۔ پھر اس کا خدا بن کر بطور نمونہ میرے سامنے آنا میرے لئے محض بیکار اور فضول ہے۔

القصہ یہ سب انبیاء علیہم السلام خدا کی تصویر تھے۔ اور دوسروں کے لئے بطور اسوہ تھے۔ ان میں خدا کا رنگ تو پیدا ہو گیا لیکن وہ انسان کے انسان ہی رہے۔ یہی حقیقت مذہب ہے۔ اور اسی کمال تک پہنچانے کے لئے انسان آیا۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم نے اس حدیث میں فرمایا۔ جو میں اوپر بیان کر آیا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ جب ہم کو پیار کرتا ہے تو ہمارے ہاتھ پاؤں اور جوارح ہو جاتا ہے۔ ایک اور بھی روایت ہے۔ جس کے رو سے خدا تعالیٰ نے فرمایا مجھے یہ امر محبوب تھا کہ میں اپنا اظہار کروں اسلئے انسان کو بنایا۔ لہذا انسان یا یوں کہو کہ کامل انسان کا خدا کی تصویر پر پیدا ہونا خدا کی محبت اور الفت کا اظہار ہے۔ یہ صفت الہی کل باطنیات اسلام کی بنیاد ہے۔

اب بڑے سے بڑا سوال یہ ہے کہ میں کس طرح اس مقام روحانیت پر پہنچوں کہ میں خدا کا پیارا بن جاؤں۔ کیا میں زبانی تسبیح و حمد سے یا طقوں میں بیٹھ کر چند الفاظ دھرا لینے سے یا خدا کا نام تسبیح کے دانوں پر پڑھنے سے اس مقام پر پہنچ سکتا ہوں۔ یہ باتیں بھی فائدہ

### بقیہ حاشیہ

نہ کہ حاصل کرنیوالی چیز۔ اس کا دروازہ ہر ایک پر کھلا ہو جیسا کہ خود خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ ان اللہ یعلم یجعل رسالتہ۔ سورۃ الانعام آیت ۱۲۵ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون رسالت کے قابل ہے۔ اب الہامی کتاب مکمل ہو چکی ہے اور پیغام آ چکا ہے جیسے کہ مسلمانوں کا عقیدہ قرآن کے متعلق ہے تو پھر یہ نبوت بھی بند ہو چکا ہے۔ ہاں نبوت کو الہام دینے کی قوت سے مخدوش کرنا چاہئے مکالمۂ الٰہی کا دروازہ اسلامی عقائد کے بموجب ہمیشہ کھلا ہے انسان خدا سے بات کر سکتا ہے۔ اور یہ انسان سے قابل کرتا ہے مل قرآن نے وہ راہ بتلائے ہیں جن سے انسان اس قابل ہو سکتا ہے۔

✻ یہ اشارہ اس نئے طریق کی طرف ہے جو مشرق میں تو قدیم سے ہے لیکن مغرب میں ابھی شروع ہوا ہے مثلاً یہ کیا جاتا ہے۔ کہ چند آدمی ایک حلقے میں بیٹھ جاتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیتے

حاصل نہیں۔ یہ ایک قسم کی دلچسپی کی عادت ڈال دیتے ہیں لیکن اس سے آگے چلکر تو ان حلقوں اور تسبیح کے دانوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ بلکہ ایک مدت کے بعد ان کا یہ فائدہ بھی جاتا رہتا ہے۔ یہ ایک قسم کی عادت میں داخل ہو جاتے ہیں جو کیفیت یہ پیدا کرتے تھے۔ اب وہ زائل ہو جاتی ہے۔ ہمارا حلقوں میں بیٹھنا یا تسبیح کے دانے شمار کرنا مجھے تبت کے لامہ پرستوں کا وہ چرخہ یاد دلاتا ہے جس پر وہ مقدس اسماء ربانی اپنے عقیدہ کے مطابق کسی کاغذ پر لکھ کر باندھ دیتے ہیں پھر چرخے کی دستی پھراتے ہیں۔ اور اس طرح ایک دور میں کئی ہزار نام پڑھے ہوئے سمجھے جاتے ہیں۔ اور جتنی دفعہ انہوں نے کوئی مقدس نام لینا ہوتا ہے بہت تھوڑے وقت میں لیا جاتا ہے۔ یہ تسبیح کرنا یا کوئی الٰہی نام لینا دراصل ایک قسم کی طیاری ہے لیکن اس سے ایک انسان محبت الٰہی کا درثہ نہیں پا سکتا۔ مجذوب الٰہی بننے کیلئے کچھ اور بھی ضروری ہے۔ آؤ صحیفۂ قدرت کو دیکھیں کس طرح قانون کشش کے ماتحت ہمارے چاروں طرف متجانس چیزیں ایکدوسرے کی طرف کھنچی چلی آرہی ہیں۔ اور دنیا میں عجیب و غریب نتائج پیدا کرتی ہیں۔ دیکھو تمام کرۂ ہوائی بارش کے قطروں سے معمور ہو رہا ہے لیکن قطرات بارش اسی سرزمین کی طرف کھنچے جاتے ہیں۔ جہاں کثرت سے درخت ہوں یہی حقیقت ہے۔۔۔ الٰہی کاشف جو ذرات بجلی کی طرح ہر جگہ خلا میں موجود ہیں۔ ہاں اس ربانی بجلی کے جذب کرنے کیلئے ایک ایسے کنڈکٹر (تار دار سلاخ آہن جو بجلی کو جذب کر لیتی ہے) کی ضرورت ہے۔ تو ہمیں دل میں پیدا کرنی چاہئے۔ محبت سے جذب کرنے کیلئے ہمیں گوشۂ دل میں خود محبت پیدا کرنی ہے۔ محبت ہی محبت کو کھینچتی ہے۔ خدا کا محبوب وہی بنتا ہے جو خدا کا عاشق صادق ہو۔ پہلے خدا کو دل و جان سے چاہو پھر خدا کی محبت کا نام منہ سے لو۔ نبی کریمؐ نے اسی حقیقت کو مندرجہ ذیل الفاظ میں سنایا۔ فرمایا جو شخص ایک بالشت میری طرف آتا ہے۔ میں ایک گز اسکی طرف آتا ہوں جو ایک گز آتا ہے۔ میں اس کی طرف ایک فرلانگ آتا ہوں اور جو میری طرف آہستہ آہستہ ٹہلتا ہوا آتا ہے۔ میں اسکی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں۔ یہ ہے اسلامی خدا کا نقشہ

---

بقیہ حاشیہ میں آنکھیں بند کر لیتے ہیں پھر انہیں کا مرشد یہ کہتا ہے اے خدا ہماری آنکھ ہو جا اے خدا ہماری زبان ہاتھ ہو جا اور یہی خیال کیا جاتا ہے کہ اس طرح وہ اس مقام کو پہنچ جاویگا۔ جس کی طرف خطیب اشارہ کرتا ہے۔

اس کے برکات اور فضائل تو صرف ہماری طرف آتے ہیں لیکن یہ ہماری حرکت اور کوشش کے بعد شروع ہوتے ہیں۔ خدا کا محبوب بننے کیلئے پہلے خود اسکی محبت سے سرشار ہو کر بنی نوع انسان کو خیر باد کہو +

(باقی آیندہ)

# سادگی ایمان

ذیل میں ہم وہ مکمل لیکچر ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جو جناب شیخ رحمت اللہ سیف الرحمن لارڈ ہیڈلے الفاروق صاحب نے ۱۷ مارچ بروز اتوار کو لندن مسلم ہوس میں دیا:۔

چند روز کا ذکر ہے کہ میرے معزز مکرم بھائی جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے مجھے کہا کہ میں سادگی ایمان پر ایک مختصر سی تقریر کردوں اپنے خیالات کے اظہار کرنے کا یہ موقع پاکر مجھے خوشی تو بہت ہوئی۔ لیکن ساتھ ہی مجھے یہ خیال بھی آگیا۔ کہ اس مضمون پر اچھی طرح بحث کرنے کیلئے میرے پاس کافی وقت نہیں۔ نیز یہ کوئی آسان امر نہیں کہ کسی خاص مذہب کی سادگی پر اس طرح رائے زنی کی جائے۔ کہ دیگر مذاہب پر کوئی زد نہ ہو اور نہ ہی ان لوگوں کو کوئی تکلیف ہو جن کا دل دُکھانا میں ہرگز نہیں چاہتا۔ تاہم اس پُر آشوب زمانہ میں جب کہ ہم میں سے ہر ایک کو خوفناک خطروں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مذہبی خیالات کو ظاہر کرنے کی کوئی روک ٹوک ہونی چاہیئے اور اظہار رائے پر کوئی سختی بھی نہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ کون جانتا ہے کہ اظہار حق کی طاقت کب تک اس کے پاس رہیگی۔ اور اسی واسطے اب جبکہ اعلان حق کی طاقت ہم کو حاصل ہے ہمکو اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ اور ڈنکے کی چوٹ صداقت کو پھیلانا چاہیئے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک آدمی کو مقدور بھی ہے اور موقع بھی ہے کہ وہ نسل انسانی کی ترقی میں مدد دے۔ اور کوئی نیک کام کرے لیکن صرف لوگوں کی نقطہ چینی اور مخالفت سے ڈر کر وہ اس موقع کو کھو دیتا ہے۔ اور بعد میں دست تاسف ملتا رہجاتا ہے۔ اگر ہم کو یقین ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں۔ وہ ٹھیک اور خدا کی مرضی کے موافق ہے تو

نسبت قبول ہی یہی شہادت ہمارے لئے کافی دلیری اور جرأت کا سبب ہونی چاہئیے اور ہم کو تبلیغ حق سے نہ رُکنا چاہئیے +

بہت دن نہیں ہوئے کہ میں نے بڑی جُرات سے کام لیکر ایک لیڈی صاحب کو اسلامک ریویو کے چند مضامین پڑھنے اور ان پر غور کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن بد قسمتی سے یہ لیڈی صاحبہ مذہبی معاملات میں اس قدر متعصب اور تنگدل تھیں کہ سوائے اپنے بچپن کے مذہب کے کسی اور مذہب کی واقفیت حاصل کرنا وہ کفر سمجھتی تھیں۔ اور ابھی تک اس بات پر تلی ہیں۔ کہ ہم مسلمان ہمیشہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھتے ہیں۔ اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی پرستش کرتے ہیں۔ اور جب میں نے ذرا زیادہ جُرات کر کے ان کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے زور کے ساتھ کانوں میں انگلیاں رکھ لیں۔ اور کہنے لگیں کہ خدارا اس گفتگو کو بند کرو مجھے اس قسم کی کلام سُننے سے سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ اس قسم کے تعصب اور اندھی تقلید کے مقابل میں ہر ایک انسان کی عقل چکرا جاتی ہے۔ اور میں نے اپنی زبان روک لی۔ مذہب یا بہ الفاظ دیگر اُن اعتقاد کا مجموعہ جو ہمارے تمام تعلقات زندگی میں ہمارے افعال کیلئے رہنما ہے۔ وہ سادہ اور عام فہم بھی ہو سکتا ہے لیکن ساتھ ہی بعض خود غرضانہ خلاف حکم خدا اور رسول اغراض کو مد نظر رکھ کر اسمیں ایسی پیچیدگیاں ڈالی جا سکتی ہیں جو انسانی عقل کے احاطے سے باہر ہوں +

بہت قدیم زمانے سے جبکہ انسانوں کو قربان کر دینا کوئی ظلم نہ سمجھا جاتا تھا۔ آج تک بعض اصحاب جو اپنے آپ کو مستقبل اور غیب کا علم جاننے والے پیش کرتے ہیں ان کے پیش نظر ہمیشہ سے دُنیاوی اغراض ہی ہوتے ہیں +

بہت ہی اوائل زمانے میں جبکہ مذہب کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ ان دنوں عوام کا یہ خیال تھا کہ خدا کی خفگی اور غضب کے دور کرنے کا طریقہ کسی انسان یا جانور کو قربان کرنا ہے۔ اور یہ خونی قربانی مندرجہ ذیل طریقہ سے کیجاتی تھی۔ ایک بہت ہی ہونہار اور خوبصورت جوان کو چن کر اسکی خوب پرورش کیجاتی تھی۔ اور ہفتوں کے لئے اعلےٰ اعلےٰ کھانے اور نعمتیں اس کیلئے مُہیا کی جاتی تھیں۔ پھر اسکو ایک پہاڑ کی چوٹی پر لیجا کر ایک پتھر کی سل پر باندھ دیا جاتا تھا

پھر ایک پجاری آگے بڑھ کر اپنے چقماقی چاقو سے اس کا سینہ چاک کر دیتا تھا ۔

پھر اس کے خون آلودہ دل کو آسمان کی طرف بلند کر کے تمام لوگ بڑی بلند آواز سے کہتے تھے "اب خدا کا غضب ٹھنڈا ہو گیا ہے"۔ ان سادہ لوحوں کو کبھی یہ خیال نہ آتا تھا کہ وہ خدا جو ایک خوفناک قتل کے واقع ہونے سے خوش ہوتا ہے۔ وہ ہرگز پرستش یا محبت کے قابل نہیں۔ اور ایسا خیال آ بھی کیسے سکتا تھا جبکہ ظالم پجاری خفیہ ذرائع سے ان سادہ لوحوں کو ان قابل نفرت بتوں اور خداؤں کی پرستش پر مجبور کرتے تھے جو ان کے اپنے طبع آزمائی کا نتیجہ ہوتے تھے ۔

ہم بڑی آسانی سے ان ابتدائی انسانوں کو سورج چاند ستاروں۔ خوبصورت پھول اور سایہ دار درختوں کی پرستش کرتے ہوئے تصور کر سکتے ہیں۔ کیونکہ خدا کی لا انتہا قدرت اور طاقت کو اس کے مختلف کاموں میں دیکھنے میں بھی ایک خاص لذت اور مزہ ہے۔ فطرت انسانی کی خاصیت ہے کہ جو چیز اسکی سمجھ میں نہ آئے وہ اسکو اپنے سے بالا اور قابل پرستش خیال کرنے لگتی ہے۔ اور اسی میلان نے پجاری صاحب کو اپنے غیبی معبود کے منوانے میں خوب مدد دی۔ کیونکہ یہ خدا صاحب سوائے اپنے خاص پجاری کے کسی پر ظاہر نہیں ہوتے ۔

تاریخ میں بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں ایک ناراض اور غضب میں آئے ہوئے خدا کی آڑ میں گنہگار انسانوں کو بڑے بڑے حیلوں اور مکروں کا تختہ مشق بنایا گیا پجاریوں کی چالاکیاں اور انکے راز ایک خاصہ علم بن گیا۔ اور چونکہ انسان غلط راہ کیطرف آسانی سے چلا جاتا ہے۔ اس واسطے چالاک انسان ہمیشہ خدا داد طاقت اور حکومت کے بہانے سے لوگوں کو اُلو بناتے رہے ہیں۔ اور سینہ چاک کرنے کے دنوں سے لیکر آج تک یہ چالاک گروہ لوگوں کو قعر ضلالت میں گراتا رہا ہے۔ لیکن کتنا افسوس ہے۔ کہ اس تہذیب یافتہ زمانے میں بھی مذہب عیسائیت ان تمام نیکوکار انسانوں کو جو مسیح کے خون کفارے یا تثلیث وغیرہ پر ایمان نہیں لائے ابدی جہنم میں ڈال دینے کا فتوے دیتا ہے۔ اور یہ ناانصافی اور ظلم سینہ چاک کرنے سے کم نہیں میرے خیال میں اب یہ بات آپ صاحبان پر بخوبی روشن ہو گئی ہوگی کہ کس طرح تھوڑی سی چالاکی برتنے سے ایک پیچیدہ اور ناقابل فہم [illegible]

مجموعہ بنا دیا گیا ہے۔ یہ پادری صاحب ہمیشہ اپنے آپ کو معافی دینے اور گناہ بخشنے کے کامل اختیار رکھنے والا متصور کر اپنی بھیڑوں کو مندرجہ ذیل منطق سُناتے ہیں :۔

" اے میرے بدنصیب اصحاب تمہاری فطرت میں گناہ رکھ دیا گیا ہے۔ عنقریب تم ایک غضبناک خدا کے آگے پیش کئے جاؤ گے۔ جو تم کو جہنم کی آگ میں جھونک دیگا۔ اور تم اسی کے لائق ہو۔ کیونکہ تم نے دنیا میں آنے کی جرأت کی۔ تم تو حشرات الارض سے بھی بدتر ہو۔ تم میں کوئی خوبی نہیں۔ اور اسی واسطے تم ابدی سزا کے مستحق ہو۔ لیکن ہاں اگر میرے کہنے پر عمل کرو گے جو میں حکم کروں اس پر ایمان لاؤ تو میں تم کو بچا سکتا ہوں۔ لیکن میری بہت سی شرائط ہیں تمہارے لئے ضروری ہے کہ بغیر کسی چون و چرا کے تمام ناقابل فہم اصول مان لو۔ اور خصوصاً الوہیت مسیح پر ایمان لانا فوراً ضروری اور لابد ہے۔ اگر تمہارے اس ایمان میں شک کی لغزش آئی تو تمہاری خیر نہیں۔ اس حالت میں میری کوشش بھی رائیگاں جاویگی۔ تم کو ماننا ہے۔ کہ مسیح خدا تھا یا ہے۔ اور خود خدا ہی نے اسکو ایک دردناک موت مروایا تاکہ نسل انسانی سے جو گناہ اور کمزوریاں اپنے خالق کی بنائی ہوئی فطرت کے تقاضے سے کیں ان کی سزا پوری ہو جائے اور یہ سزا دہندہ۔ اور خالق دونوں ایک ہی خدا ... تم کو اس کے سمجھنے کی کچھ ضرورت نہیں بس ایمان لے آؤ۔ اگر میں اس وقت تم کو کہوں کہ زمین بالکل چپٹی اور ہموار سطح ہے تو تم کو شک نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ مجھے خدا نے اپنے ہاتھ سے پادری بنایا۔ اور میرے احکام پر نکتہ چینی کرنے کا تم کو کوئی حق نہیں۔ ہاں میں یہ اعلان کرنا بھی مصلحت سمجھتا ہوں کہ باوجودیکہ مجھے تو آپ کی روحانی اصلاح کا فرض تفویض ہوا ہے لیکن ساتھ ہی مجھے آپ صاحبان کے دنیوی معاملات کا بھی بڑا فکر ہے۔ آپ صاحبان کو ایمان رکھنا چاہئے کہ نجات کیلئے پادری صاحب کے سامنے اعتراف گناہ کرنا ضروری ہے۔ اور کلیسیا کے عمائدین نے بحث مباحثہ میں اس قدر ترقی کی ہے۔ کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے منطق کے زور تمہارے ہر ایک فعل و قول کو باطل ثابت کر سکتے ہیں"۔ کیا سادگی اسی کا نام ہے۔ انسانی دماغ تو ایسی منطق کے سمجھنے سے عاجز ہے۔ میرا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے۔ کہ ان غیر ضروری اور فضول باتوں پر اسقدر زور دینے اور ان کو صداقت الہامی کے نام سے نامزد کرنے کی غرض صرف پادری صاحبان

کے اِس نام نہاد کے مشترک خصائل کو بیان کرنا ہے میرا مطلب نہیں کہ نصاریٰ میں کوئی مواحد نیکوکار انسان نہیں نعوذ باللہ من ذالک ہر مذہب و ملت میں نیک اور باامتیاز مصلح گزرے ہیں اور کلیسیا کے عمائدین میں بھی بڑے بڑے خیرخواہاں خلق ہوئے ہیں لیکن زیادہ تر یہی مشاہدے میں آیا ہے کہ پُجاری وغیرہ کو زیادہ طاقت اور اختیار رکھنے کا نتیجہ بُرا ہی ہُوا ہے۔ اور دنیوی مقاصد کو دینی مقاصد پر ترجیح ہوگئی ہے +

مشرکانہ رسومات جو زمانہ جاہلیت میں ملک عرب میں رائج تھیں۔ جن کے سُننے سے جسم میں لرزہ پیدا ہوتا ہے لیکن محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو یا تو جڑ سے اُکھاڑ دیا یا اُن کی ترمیم اور اصلاح کر دی۔ اور ایسے اعلیٰ اخلاق سے ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا آپ نے ان تمام دشمنوں کو بالکل معاف کر دیا جو آپ کے سامنے پابہ زنجیر لائے گئے۔ اور اس طرح ان سب کو اپنا گرویدہ اور فریفتہ بنا لیا۔ آپ نے مکّہ کی سرزمین کو تمام قسم کے بُتوں اور شرک سے بالکل پاک کر دیا۔ دختر کشی کی قبیح رسم کی آپ نے خوب بیخ کنی کی۔ اور آپ نے اجازت طلاق کے ناجائز استعمال کی اصلاح فرمائی۔ آپ نے اس کے قواعد اور شرائط باندھ دیئے۔ الغرض زندگی کے ہر پہلو کے لئے اپنی ذاتی مثال یا احکام نافذ فرما دیئے۔ تاکہ وہ لوگ جو جہالت اور ضلالت کے اسفل السافلین میں گرے ہُوئے تھے۔ اُن کو اُٹھا کر معراج ترقی اور رُوحانی عرش پر بٹھا دیں۔ اور تمام قوانین کو اس قدر سادہ بنایا کہ ایک بچہ بھی انکو بخوبی سمجھ لے اور عمل کر سکے۔ اس واسطے میں نے کہا کہ تمام مذاہب میں سے اسلام ہی سادگی کا مذہب کہلانے کا حق رکھتا ہے +

پندرھویں اور سولھویں صدی عیسوی مصلح یورپ مارٹن لوتھر نے وہ راہ اختیار کی جو اس سے نو سو سال پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دکھائی تھی۔ یعنی تمام ان عقاید کو رد کر دیا جن کی بنیاد توہمات اور تعصب پر تھی۔ اور ان کی جگہ خدا کی ذات پر کامل اعتقاد اور بھروسے کا سادہ قانون سکھایا +

اِس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ کلیسیائے مسیح کے بڑے حصّے (رومن کیتھولک) میں بہت پیچیدگیاں ہیں اور اسکی وجہ یہی نظر آتی ہے کہ ان میں خدا کے حضور پہنچنے کیلئے بہت سے وسائط

کی ضرورت مانی جاتی ہے۔ ولیوں کی وساطت پجاریوں کے وسیلے اور مریم صدیقہ کی شفاعت ان وسائط و ذرائع کے بغیر کوئی رومن کیتھولک عیسائی اپنے خدا کے حضور نہیں پہنچ سکتا۔ اور چرچ آف انگلینڈ کا ایک حصہ بھی جو ہائی چرچ پارٹی کے نام سے موسوم ہے وہ بھی رومن کیتھولک کلیسا کے نقش قدم پر چل رہا ہے +

ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ عیسائیت کے ماننے والوں نے کسی زمانہ میں مذہب میں اجالا کیا اور اشاعت تہذیب و علوم کو خوب ترقی دی لیکن یہ نتیجہ کوئی کس طرح نکال سکتا ہے کہ وہ اس سے بھی زیادہ ترقی نہ کرتے۔ اگر ان کے مذہبی پیشوا ان کے راستے میں حائل نہ ہو جاتے۔ اب تو ہر ایک مذہب حقوق اللہ و حقوق العباد پر بڑا زور دیتا ہے۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ جو کوئی ان دو باتوں کو مدنظر رکھیگا وہ خواہ کسی مذہب کا ہو ضرور نجات پائیگا۔ مثلاً ہم ایک بچے کو بچپن ہی سے احکام کی پیروی سکھائیں۔ خدا کی ذات پر اس کا ایمان مضبوط کردیں نیکی اور اعمال صالحہ کا عادی بنا دیں۔ اور ساتھ ہی یہ بات بھی اس کے ذہن نشین کرادیں کہ اسکی نجات اور مکتی چاند کو سبز پنیر سے بنا ہؤا ماننے پر مبنی ہے۔ تو نتیجہ کیا ہوگا + یہی کہ ہم نے اسکو اصولہائے حقہ پر چلا کر اسکو ایک نیکوکار انسان تو بنا دیا لیکن ساتھ ہی اسکی عقل و فہم کو ہم نے ضعیف کردیا۔ اور اس کی قوت ایمان کو ہلاکت کے درجہ تک پہنچادیا اسکو یہ بات منوا کر کہ نجات کا دار و مدار چاند کو پنیر سے بنا ہوا ماننے میں ہے۔ ہم اس کے دل میں ان شکوک اور وساوس کا باعث بنینگے۔ جن کا نتیجہ یہی ہوگا کہ وہ اس مذہب کو ترک کردے جو نجات کا دار و مدار ایک ایسے لغو اعتقاد پر رکھے۔ اسی واسطے میں بڑے زور سے پھر آپ صاحبان کو یاد دلاتا ہوں کہ تمام طالبان حق کے لئے از حد ضروری ہے کہ وہ ایک ایسے مذہب کی تلاش کریں جو ناممکنات سے پاک ہو۔ جو خدا کے رحم اور شفقت کی امید دلائے جو خدائے واحد کے پرستاروں اور احکام کے ماننے والوں کی مدد کرے +

جب مجھکو کہا جاتا ہے کہ میں ایک بدنصیب سیاہکار گناہگار ہوں تو میں اس الزام سے اپنے آپ کو بکلی بری نہیں سمجھتا لیکن جب مجھ کو یہ سنایا جاتا ہے کہ جس خدا کی میں حمد اور پرستش کرتا ہوں وہ مجھے اسوقت تک اپنی سلطنت میں داخل نہیں کریگا جب تک

میں بعض ناقابل فہم باتوں پر پورا ایمان نہ لے آؤں تو اسباب کے ماننے سے طبیعت ہچکچاتی ہے کیونکہ ایک رحیم کریم خدا کی طرف یہ ظلم منسوب کرنا گویا اجتماع ضدین کرنا ہے۔ بیشک ہمکو ہمارے گناہوں کی سزا ملیگی۔ اور دُور کیوں جاتے ہو اسی دُنیا میں ہمارے گناہوں کی پاداش برنگِ افسوس ہمکو ملجاتی ہے۔ لیکن سادہ لوح انسانوں کو یہ سنانا کہ چونکہ وہ چند نا ممکن الوجود کہانیوں پر جو مختلف طرزِ عبادت کے بنانیوالوں کی اختراع ہیں ایمان نہیں لاسکتے اس واسطے وہ ابدی جہنم میں پھینکدئیے جاوینگے۔ اور اس قسم کے اور فتوے دینا گویا انسانی فہم و ادراک کی صریح ہتک اور مخالفت کرنا ہے +

جب میں نے اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کیا تو پہلی چٹھی جو مجھے موصول ہوئی اسکے لکھنے والے نے بڑے اطمینان قلب سے مجھے یہ یقین دلایا۔ کہ اگر میں مسیح کی الوہیت پر ایمان نہیں لاسکتا۔ تو میری نجات بالکل ناممکن ہے۔ خدا اس نے انصافی تعصب اور ظلم کو تو دیکھو حد ہی کردی ہے۔ ذرا الوہیت مسیح کے جوئے سے گردن سرکی تو ادھر ابدی لعنت اور دوزخ کی آگ ہماری قسمت میں لکھی گئی۔ میں ایک ذرہ بیمقدار ہوں جس کو علیم خبیر رحیم اور قادر مطلق ہستی نے اپنی مشیت کے ماتحت نیستی سے ہستی میں لاکر دُنیا میں بھیجدیا لیکن جب دُنیا میں آگیا تو فوراً ہی نہایت بدلکر مجھے یہ دردناک حکم سُنایا کہ گناہ کا نتیجہ اور گناہ سے آلودہ ہونے کی وجہ سے میں قابل الزام ہوں اور بجائے اسکے کہ ایک دوسرے معصوم انسان کو قتل کردیا جائے میرے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ اس کے بعد مجھ کو کہا جاتا ہے کہ میرے گناہ بہت سخت اور زیادہ ہیں لیکن خدائے خالق (جو میری فطرت اور میلان گناہ کو خوب جانتا ہے) نے رحم کرکے تاوان لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور خدا کی خفگی اور ناراضگی کو دور کرنے اور اسکی صفت انصاف کو پورا کرنے کیلئے لازمی ہے۔ کہ وہ تاوان موت خوب زبردستی سے لیا جائے یعنی اسکو صلیب جیسی سخت اور تکلیف دہ موت سے مارا جائے۔ سامعین یہ بات بھی مدنظر رکھئیے کہ یہ سزا اور تاوان اُن عذابوں اور تکلیفوں کے علاوہ ہے جو عمایدین کلیسیا کفارہ گناہ کیلئے تجویز فرماتے ہیں۔ مثلاً چکر پر باندھ کر اسکو بڑی تیزی سے پھرانا۔ آنکھیں نکال دینا جسم کا جھلسنا اور یہ بات بھی قابل غور ہے۔ کہ تاوان کے طور پر جو انسان چُنا گیا وہ

کوئی معمولی انسان نہ تھا بلکہ خود خدا ہی کا بیٹا اور بیٹا بھی اکلوتا لیکن اس کے آگے چلکر ہمکو یہ سنایا جاتا ہے کہ یہ بیٹا خود خدا تھا یا خدا بنگیا۔ اور اس واسطے اس صلیبی موت سے اس کو کوئی تکلیف نہ ہوئی +

اس ساری منطق کا لب لباب میں پھر عرض کئے دیتا ہوں :۔

(۱) میرا ایمان ہونا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کو مجھ پر مہربانی کرنے کے معاوضہ میں ایک پُرجفا قربانی کی اجازت دینی پڑی لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا خدا ہمیشہ ہی سے جفاکار اور ناانصاف تھا۔ کیا انسان کی خلقت سے پہلے بھی وہ ایسا ہی ظالم تھا +

(۲) تمام مذاہب کا مقصد لوگوں کے دلوں میں شکوک شبہات اور مخالفت پیدا کرنا معلوم ہوتا ہے۔ ان میں سے بہت سے اچھے ہیں لیکن کیوں ہم انہیں سے بہترین نہ اختیار کریں۔ کیوں ہم اس سادگی کے مذہب کی پیروی نہ کریں جو اللہ کو تمام مخلوق کا مالک منوائے۔ اور ایک بہترین شہری بنانے کے طریقے بتائے +

جب ایک امیر نوجوان نے جناب مسیح کو "اے نیک استاد" کہہ کر خطاب کیا اور پوچھا کہ نیک بننے کیلئے وہ کونسا اچھا عمل کرے۔ تو آپ نے صدر درجے کی انکساری سے فرمایا "تم مجھے کیوں نیک کہتے ہو سوائے ایک یعنے خدا کے کوئی نیک نہیں لیکن اگر اچھی زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو موسیٰ کے دس احکام کی اطاعت کرو۔

وہ مذہب جو جناب مسیح کی اصلی تعلیم کا پیش کرنیوالا ہے وہ ہم سے کچھ دور نہیں وہ ہر ایک انسان کو اپیل کرتا ہے۔ اسمیں کوئی ناقابل فہم اصول نہیں۔ اسمیں مذہبی پیشواؤں کو کوئی فوق العادت اختیار نہیں دیئے گئے۔ اور وہ اپنے مخالفوں کو بلا شرط ابدی جہنم میں نہیں جھونکتا + اس مذہب کا نام اسلام یعنی خالص خدا کی ذات پر ایمان لانا ہے۔ اور ہم سب کو دعا کرنی چاہئے کہ تمام دنیا اس عالمگیر اور قابل فہم مذہب کو اختیار کرکے فلاح اور بہبودی حاصل کرے +

الفاروق

# عیسائیت کی ناکامی

## سینٹ ٹمپل کا معرکتہ الآرا لیکچر

"مسیح سے بڑھ کر کسی آدمی کی تاریخ میں ہتک نہیں کی گئی۔ اور سب سے زیادہ ہتک کرنیوالے وہ خیرخواہان مسیح ہیں جو اس کو مسند الوہیت پر بٹھا کر رتبہ عبودیت کے لائق بھی نہیں رکھتے"

"کلیسیائی عیسائیت کا ماننا گویا جناب مسیح کو بار بار صلیب پر چڑھانا ہے"۔

مندرجہ بالا فقرات اس سنسنی خیز وعظ کا لب لباب ہیں جو ریورنڈ وی ٹی پاموری آف برمنگم فورڈ نے سینٹ ٹمپل میں دیا۔ دوران وعظ میں پادری صاحب نے کہا کہ مدت سے اہل فہم کا خیال تھا۔ کہ عیسائی کلیسیا کی تکمیل میں ضرور کچھ نہ کچھ کمی رہ گئی ہے لیکن اب اس جنگ نے تیاری حقیقت کھولدی کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ اور کسر باقی ہے۔ اب تو یہ بات بخوبی واضح ہو گئی ہے۔ کہ موجودہ عیسائیت جو کہ پادریصاحبان پیش کرتے ہیں وہ ہرگز ضروریات زمانہ کی کفیل نہیں۔ اور ترقی کی راہ میں بجائے ممد و معاون ہونے کے ایک روک ثابت ہوئی ہے" +

پادریصاحب کے ایک فوجی دوست نے ان کو لکھا "چند دن سے میرے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو رہا تھا۔ کہ دنیا کا خدا مرچکا ہے۔ کہ انہی دنوں میں روس کی عظیم الشان خبر شائع ہوئی" لیکن میں پوچھتا ہوں۔ کہ اس عظیم الشان انقلاب میں کلیسیا نے کونسی مدد کی تھی۔ اور ان لکھو کھا مظلوموں کی دادرسی کے لئے کلیسیا نے کونسے ذرائع اختیار کئے۔ اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ان سوالوں کا جواب سوائے نفی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا"

مندرجہ بالا اقتباس لنڈن کے ایک مشہور اخبار سے لیا گیا ہے۔ اور جن اقوال کا حوالہ دیا گیا ہے وہ ایک عیسائی انگریز پادری صاحب کے دہن سے نکلے ہوئے ہیں۔ ہمیں انکی توضیح یا تشریح کی چنداں ضرورت نہیں۔ وہ اپنے معنے خود بتا رہے ہیں۔ کئی ایک دفعہ اسلامک ریویو مجریہ دو کنگ انگلینڈ اور اس کے ترجمہ اشاعت اسلام مجریہ لاہور کے صفحوں میں یہ بات بڑے دندان شکن دلائل سے ثابت کی جا چکی ہے کہ کلیسیا کی عیسائیت ایک بازیچہ اطفال سے

زیادہ نہیں حقیقت کا تو کیا ذکر معمولی منطق اور فصاحت سے بھی بہرہ ور نہیں۔ اور اس پر عمل کرکے کوئی انسان خلق خدا کے لئے فائدہ مند ثابت نہیں ہوسکتا۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ الٹا النقصان ہوتا ہے۔ مذہبی نقطہ خیال سے تو یہ تعلیم مشرکانہ ہے۔ کیونکہ اس میں موسیٰ کے خدائے واحد کی جگہ تین خداؤں کی پرستش کا حکم ہے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ اس تثلیث کو وحدانیت کے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یا یوں کہیئے کہ کلیسیا نے قدیم مشرکانہ توہمات اور باطل عقاید کو ایک نئے رنگ میں پیش کر دیا ہے۔ اور حجر پرستی کے بدلے انسان پرستی سکھائی ہے +

اخلاقی نقطۂ خیال سے بھی یہ تعلیم قابل ہے کیونکہ اس میں تو ان باتوں پر ایمان لانا مشتمل ہے جس سے انسان تمام ذمہ داریوں سے بری ہو کر سارا بوجھ ایک فرد واحد کے سر لا تھوپتا ہے۔ اس تمام دنیا کا بوجھ اٹھانیوالا ایک معصوم نبی کو خیال کیا جاتا ہے۔ نجات کی راہ اعمال صالحہ نہیں بلکہ ایک نیکوکار انسان کے خون ناحق پر ایمان سمجھا جاتا ہے تمدن کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو بیچاری عورت کی اس قدر بے عزتی کی ہے۔ کہ اسکو شیطان کی خالہ گناہ کی جڑ بچھو سانپ سے زیادہ قابل نفرت قرار دیا ہے۔ اور سیاسی نظر سے دیکھا جائے تو سیزر جیسی مطلق العنانی کے سوا یہ کچھ نہیں سکھاتی +

بڑے بڑے خوفناک قتل۔ رنگا رنگ کے عذاب اور ہر طرح کے دغا فریب اس مذہب کی آڑ میں ہوئے ہیں۔ اور اپنے عروج کے دنوں میں تمام علوم کی ترقی اور ہر ایک سیاسی یا تمدنی اصلاح کی مخالفت مذہب کلیسیا نے حد سے زیادہ کی ہے +

چند ہی دنوں کا ذکر ہے کہ جب ہمارے شہنشاہ جارج پنجم نے شراب خوری کے خلاف حکم نافذ فرمائے تو بعض کلیسیا کے عمائدین نے صدائے احتجاج بلند کی اور کہا کہ بموجب انجیل شریف شراب کا پینا جناب مسیح نے روا رکھا ہے تو کسی کو کیا حق ہے کہ اس کے خلاف پیروان مسیح کو تعلیم دے۔ انگلینڈ میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو اس جنگ کو مسیح کی تعلیم کے خلاف سمجھ کر اسکو برا سمجھتے ہیں۔ اور ان کے خلاف کثرت سے وہ لوگ بھی ہیں جو پہاڑی والے وعظ کو پس پشت ڈالکر خون سے ہاتھ رنگنا فخر سمجھ رہے ہیں۔ خود عیسائیوں نے مسیح کی تعلیم کا بطلان

کیا ہے اور اپنے باطل عقاید سے مسیح کی لعنت کے مدعا کو بالکل مفقود کر دیا ہے۔ نادانوں نے اسکو خط بنا کر انسانوں سے دور پھینک دیا۔ اور اتنا نہ سمجھا کہ نبیوں کے آنے کی غرض انسانوں ہی کی اصلاح ہوتی ہے۔ اور انسانوں کیلئے انسان ہی نمونہ بن سکتا ہے۔ کوئی ایک عیسائی بھی آپ ایسا نہ پائیں گے۔ جو مسیح کو خدا کا بیٹا مان کر اس کے نقش قدم پر چلنے یا اس کے نمونہ پر عمل کرنے کا خیال بھی دل میں لاتا ہو۔ اور ان کا قصور بھی کیا ہے۔ بھلا وہ انسان اور مسیح کا خدا کس طرح ایک عاجز انسان خدا کے نمونہ پر عمل کر سکتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ مسیح کو صرف اس واسطے پیدا کیا گیا کہ وہ صلیب پر چڑھ کر ایک بے شرمی اور لعنت کی موت مرے (بقول توریت) ان کا اعتقاد ہے کہ مسیح ابن آدم کے لئے جس کی فطرت میں گناہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہے نمونہ بنکر ہرگز نہیں آیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ اسکی زندگی کے حالات پر کبھی غور نہیں کرتے۔ ان چار انجیلوں کے لکھنے والوں نے اتنا بھی نہ سوچا کہ ایکدوسرے کے مخالف باتیں تو نہ لکھیں۔ اور اگر اس باہمی اختلاف سے قطع نظر کر کے ہم فرداً فرداً ایک ایک انجیل کو لیں تو بھی ہمکو کسی میں بھی کوئی ایسے احکام نظر نہیں آتے جن پر چلکر انسان ایک بہتر شہری یا نفع رساں حاکم بن سکے۔ نہ ہی کوئی ایسے قابل عمل قواید نظر آتے ہیں کہ جن پر عمل پیرا ہو کر کوئی انسان آزادی۔ زہد یا قومی ترقی حاصل کرے۔ اسمیں شک نہیں کہ نئے عہد نامہ میں چند خوبصورت اخلاقی باتیں درج ہیں۔ لیکن یہ کوئی عجیب یا انوکھی بات نہیں جناب مسیح سے پہلے جو انبیا یا رسول آئے۔ ان کی کتابوں میں بھی بڑے بڑے اعلےٰ اخلاق کی تعلیم موجود ہے۔ عیسائیت میں ایک بھی ایسی بات نہیں جس سے ہم یہ کہہ سکیں کہ عیسائیت جمہوریت قائم کرنا چاہتی تھی۔ کوئی ایک ہی ایسا فقرہ دکھا دو جسمیں غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ کوئی حکم ایسا پیش کرو جس سے انسانوں کے حقوق اور آزادی کی نگاہداشت فرض کی گئی ہو۔ بقول سینٹ پال (بانی کلیسیائے موجودہ) عورت کیا ہے۔ ایک مہلک مرض اور مردود عورت اول درجہ کی گناہگار اور سیاہکار ہے۔ اسواسطے تو عیسائیت اسقدر ناکام رہی۔ اور اسمیں ابن مریم یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کیا قصور۔ یہ افراط کی راہ نوان کے بعد میں اختیار کی گئی ہے +

(الفرقان)

# کوڑیوں کے دام جواہر ریزے

رسالہ اشاعت اسلام کی سابقہ سالوں کی جلدیں نہایت قابل دید ہیں۔ ان سابقہ جلدوں میں اہم مسائل اسلام پر مسلسل اور سیر کن بحث کی گئی ہے۔ جس کے مطالعہ سے اسلام سے ناآشنا احباب اچھی طرح مسائل سے واقفیت حاصل کر کے اسلام کے مخالفین کو دندان شکن جواب دینے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ ہم نے پبلک کے مفاد کیلئے ان کی قیمت میں تخفیف کر دی ہے۔ امید ہے کہ دلدادگان اسلامی لٹریچر اس سنہری موقع سے استفادہ اُٹھائیں گے اور اسی رنگ میں مشن کی اعانت فرما کر اس کارخیر میں حصہ لیں گے +

جلد اول ۱۹۱۵ء ۱۱ پرچے سوا روپیہ دری سلسلہ ۱۹۱۵ء عہ +جلد دوم سلسلہ ۱۹۱۶ء مکمل عہ +جلد سوم ۱۹۱۶ء ۱۱ پرچے سوائے مارچ ۱۹۱۶ء

## خُطبات غربیہ

قیمت ۳ رفی خطبہ مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب بی اے۔ ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ لندن۔ یہ وہ معرکتہ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرفت کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کے لئے انگلستان۔ فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں کیں اور لیکچر دیئے۔ اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کر کے چھاپے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں:۔

(۱) سلسلہ خطبات غربیہ سوم بمسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات
(۲) ؍؍ ؍؍ ؍؍ توحید ۔ عاتصوف
(۳) ؍؍ ؍؍ ؍؍ خطبات عیدین
(۴) دہریوں اور ملحدین کو خطاب
(۵) اسلام اور دیگر مذاہب
(۶) حقوق نسوان

## مروارید ثلاثہ

مُصنّفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

**براہین ثلاثہ** حصہ اول (معروف بہ زندہ کامل الہام) قیمت ۱۲ ار اسمیں یہ دکھایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے +

**اُم الالسنہ** (معروف بہ زندہ وکامل الہامی زبان) قیمت ۱۲ ار اسمیں یہ دکھایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دُنیا کی زبانیں اس سے نکلی ہیں! ور ابتداء میں سب ملکوں کے آبا و اجداد عربی الاصل تھے۔ یہ اپنی طرح کی پہلی کتاب ہے +

**اُسوۂ حسنہ** (معروف بہ زندہ وکامل نبی) قیمت ۸ر اسکو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں +

**المشتہر خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل لاہور**

# فہرست کتب اشاعت اسلام بک ڈپو

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| تربیت النسا .. .. | ۵/ | سوانحعمری حضرت امام حسن | ۱/ | سوانحعمری حضرت امام حسین | ۲/ |
| انمول موتی .. .. | ۸/ | انیس الوارثین .. .. | ۸/ | تعلیم الصبیان .. .. | ۲/ |
| لاڈلا بیٹا .. .. | ۳/ | حوران جنت .. .. | ۴/ | چڑیا پڑے کی کہانی .. .. | ۳/ |
| ناصح مشفق .. .. | ۳/ | علم کی دیوی .. .. | ۵/ | جمیلہ خاتون .. .. | ۳/ |
| آداب نسوان .. .. | ۶/ | رسول عربی .. .. | ۸/ | تاثیر صحبت | ۸/ |
| خوش انجام .. .. | ۲/ | جہاد کبیر .. .. | ۲/ | اتالیق طلبا یعنی تحریر کا کمال | ۶/ |
| عربی کی چوتھی کتاب کا حل | ۱۲/ | جوگی اور ناظر نظم | ۲/ | جام عرفان (نظم) .. .. | ۱/ |
| میرا خواب (نظم) | ۲/ | تجربات بیضا پر ایک عمرانی نظر (اقبال) | ۴/ | مسلم منسٹری ولائتی لکچر حصہ اول | ۱/ |
| صحیفہ آصفیہ | ۲/ | بنگال کی دلجوئی .. .. | ۱/ | کرشن اوتار .. .. | ۱/ |
| لندن میں جلسہ مولود النبی | ۳/ | پیغام صلح | ۱/ | لکچر اسلام در الہ آباد .. .. | ۱/ |
| نکات القرآن حصہ اول | ۶/ | سیرۃ النعمان | ۸/ | انشاء نسوان .. | ۴/ |
| " " حصہ دوم | ۶/ | الفاروق .. .. | ۱ے/ | تعمیل ڈائری .. .. | ۸/ |
| " " حصہ سوئم | ۸/ | المامون .. .. | عہ | ادیب نسوان .. | ۴/ |
| " حصہ چہارم | ۶/ | الغزالی .. .. | عہ/ | انتظام خانہ داری .. .. | ۴/ |
| جمع قرآن .. .. | ۱۰/ | تائید حق .. .. | ۴/ | ہنر آموزی .. .. | ۴/ |
| صورت مادہ .. .. | ۴/ | اسرار سلیمانی مجلد .. | ۴/ | کھانا پکانا .. .. | ۴/ |
| التوحید .. .. | ۱/ | طریق فلاح .. .. | ۱/ | اخلاقی کہانیاں .. .. | ۴/ |
| مادہ خانی .. .. | ۱/ | مجموعہ وظائف .. .. | ۳/ | خورشید جہاں .. .. | ۴/ |




[illegible] پریس لاہور میں لالہ دیوانچند پرنٹر کے اہتمام سے چھپوا کر مرزا یعقوب بیگ آنریری سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

# اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مسلزی — مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی حد تک بہت مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے لئے اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

جلد (۴) | بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر (۹)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

# اشاعت اسلام

ترجمۂ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

جلد (۴) — بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۸ء — نمبر (۹)

# شذرات

**مسجد ووکنگ**۔ گو لندن بھی اب تبلیغی جدوجہد کا مرکز قائم ہو چکا ہے لیکن مسجد ووکنگ کی تبلیغ و تلقین میں بھی کسی قسم کی کوتاہی واقع نہیں ہوئی۔ حضرت خواجہ صاحب کے زیر اہتمام مسجد ووکنگ میں باقاعدہ سرمن و سروس ہوتے رہتے ہیں۔ اور درس و تدریس کا سلسلہ سابقہ سے بھی زیادہ رُو بہ ترقی ہے۔ جنہیں کہ نومسلمین و سکان ووکنگ بڑے ذوق و شوق سے حصہ لیتے ہیں۔ نومسلمین میں سے مسٹر شمس الدین صاحب شمس خصوصاً اور کارکنان مشن میں سے ملک عبدالقیوم صاحب مسجد ووکنگ کی تبلیغی کوششوں میں اکثر حضرت خواجہ صاحب کا ہاتھ بار ہی بار بٹاتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ سابقہ پروگرام ماہ جون ۱۹۱۸ء مندرجہ رسالہ گذشتہ میں ناظرین نے ملاحظہ فرمایا ہوگا +

---

**لندن مسلم ہاؤس**۔ لندن مسلم سوسائٹی کے زیر اہتمام ہر پندرھویں یوم سرمن و سروس ہوتے رہتے ہیں جنہیں کہ جناب لارڈ ہیڈلے شیخ رحمت اللہ الفاروق صاحب بالقابہم و حضرت خواجہ صاحب

اپنی دلفریب تقاریر سے حاضرین کو محظوظ فرماتے رہے ہیں +

---

**لندن مسلم ہوس میں مسلم ایٹ ہوم** ۔حضرت خواجہ صاحب کی ماسبق تحریری و ماہواری رپورٹوں سے جو وقتاً فوقتاً "بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام" کے عنوان کے نیچے اکثر رسالہ ہذا میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ناظرین کرام کو معلوم ہو گیا ہو گا۔کہ حضرت خواجہ صاحب مُتلاشیانِ حق کو مہینہ میں دو دفعہ لندن مسلم ہوس میں مدعو کرتے ہیں۔اور حاضرین جلسہ کی چاء وغیرہ سے تواضع کرنے کے بعد ایک مختصر سی تقریر فرماتے ہیں۔چنانچہ خاص اسی موقع کیلئے اُنہوں نے "مُطالعہ اسلام" کے عنوان سے ایک سلسلہ مضامین شروع کیا ہوا ہے۔اور اسی سلسلہ میں وہ نماز۔رمضان۔خیرات اور ایمان کے مسائل پر روشنی ڈال چکے ہیں۔جن کا ترجمہ اپنے اپنے وقت پر ہدیہ ناظرین کیا جائیگا۔بہر حال یہ طرزِ تبلیغ نہایت ہی مُوثر ثابت ہؤا ہے کیونکہ اس چھوٹی سی معنی خیز تقریر کے بعد ہر ایک متلاشی صداقت کو موقع دیا جاتا ہے۔کہ وہ مضمون بیان کردہ کے متعلق نقطہ چینی وسوال وجواب کر کے اپنی تشفی کر لے۔اور اپنے شک وشبہات کو رفع کرے معترضین اس طرح سے اپنے اعتراضات کے تسلی بخش جواب پا کر مطمئن ہو جاتے ہیں جس کا نیک اثر ہوتا ہے۔اِس طرز تبلیغ سے اسلامی تعلیمات کے پھیلنے میں زیادہ امداد ملتی ہے مقامی مستفسرین کیلئے یہ طرز تبلیغ باعث دلچسپی ثابت ہؤا ہے۔اور عامۂ مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔اس سلسلہ میں جس قدر لیکچر ہونگے۔ان کا ترجمہ انشاء اللہ تعالےٰ قارئین کرام تک پہنچتا رہیگا۔چنانچہ اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ "مطالعہ اسلام" کی پہلی تقریر صلوٰۃ پر ہدیہ ناظرین کیجاتی ہے ہمارا یہ بھی ارادہ ہے۔کہ ان دُرِ بے بہا کی بکھری ہوئی لڑی کو ایک رشتہ میں متسلک کر کے "مطالعہ اسلام" کے نام سے ایک ضخیم کتاب شائع کیجائے۔جو ان تمام لیکچروں سیرمن وتقاریر کا مجموعہ ہو جو حضرت خواجہ صاحب مختلف مواقع و پلیٹفارم پر سے اسلام کی حمایت میں دیتے ہیں۔اور اسلام کو مختلف شعبہا میں مغربی دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔لیکن اس گرانی وقلت کاغذ کے زمانہ میں ایسے اہم کام کو سرانجام دینے کیلئے ہم صاحب جُود وسخا اصحاب کی گرامی توجہ پکارتے ہے۔جو ایسی بےمثل و بےنظیر کتاب کیلئے کم از کم

ایک ہزار خریدار بیشتر سے ہی فراہم فرماکر کارکنان رسالہ کو اس کام میں ہاتھ ڈالنے کی ہمت دلائیں ہماری دلی تمنا ہے۔ کہ تمام تقریرات و لیکچر جو ہمارے مبلغین انگلستان میں مختلف مواقع و مجالس میں دیتے ہیں۔ تمام کے تمام ہی ہر ماہ قارئین کرام تک پہنچ جایا کریں لیکن قابل افسوس امر یہ ہے کہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا موجودہ حجم ہر ماہ ان مضامین کو اپنے اندر لینے کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ اگر صرف مسجد ووکنگ اور لندن مسلم ہوس کیلئے ماہواری لیکچروں خطبوں یسرمنوں دو اعظوں کو فراہم کیا جائے۔ تو فقط انہی مضامین کی اشاعت ہی موجودہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا سے دو گنے صفحات چاہتی ہے بہرحال اس قسم کی تمام تقریرات اس وقت تک محفوظ رکھی جارہی ہیں۔ اگر مسلم برادران قوم ہماری ان معروضات کی طرف اپنی گرامی توجہ مبذول فرمائیں۔ جو رسالہ ہذا کے جولائی ۱۹۱۸ء نمبر میں شائع کیجا چکی ہیں۔ تو بہ فضل ایزدی مسلم برادران ملت کی توجہ سے ہم تمام مشکلات پر حاوی ہوکر باحسن وجہ اس تمام ذخیرہ کو شائع کر دینے کے قابل ہوسکتے ہیں +

## مسلمانان لندن کو خطاب

جناب مسٹر مارماڈیوک پکتھال صاحب نومسلم جو کہ ایک نہایت ہی قابل عالم و فاضل یورپین مستشرق ہیں۔ اور جن کی قلم کی گلکاری جدت و شوخی کی شہادت خود رسالہ اسلامک ریویو کے وہ صفحات دے رہے ہیں جن کو ان کے مضامین نے مزین و مرصع کیا ہوا ہے حال ہی میں آپ نے "خدا کی بادشاہت" کے عنوان سے ایک دلچسپ و معنی خیز لیکچر لندن مسلم ہوس میں دیا۔ اور اسمیں مسلمانان لندن کو خصوصیت سے خطاب کیا۔ جو آیندہ کسی اشاعت میں انشاء اللہ تعالیٰ ہدیہ ناظرین کیا جائیگا۔ اس کے علاوہ لندن مسلم ہوس میں بھی ایک لیکچر جناب مسٹر محمد عبدالخالق اسمعیل صاحب آفندی مصری نے دیا۔ جس کا موضوع یہ تھا۔ کہ آنحضرت صلعم جب مبعوث ہوئے تو دنیا کی کیا حالت تھی؟ جب آپ کا وصال ہوا تو آپ نے دنیا کو کس حالت میں چھوڑا۔ معزز و فاضل لیکچرار نے آپ کی بعثت سے بیشتر کی حالت ضلالت و توہم پرستی عالم کا خوب نقشہ کھینچا ہے۔ اور پھر آپ کی بعثت کے بعد جو اصلاح و تربیت خلق خدا کی آپ کے

توسل سے ہوئی۔ اس کا بالترتیب اظہار کیا ہے۔ یہ دلچسپ لیکچر بھی انشاء اللہ عنقریب ناظرین کرام تک پہنچ جائے گا۔

**مسلم لٹریری سوسائٹی** مسلم لٹریری سوسائٹی بھی اپنے کام میں سرگرم ہے۔ چنانچہ مسٹر سلیمان سلیج نے ایک مضمون جناب مسٹر مارماڈیوک پکتھال کی زیر صدارت میں "موجودہ یہودیت" پر پڑھا۔ مضمون بہت سی وسیع معلومات سے لبریز تھا۔ اور نہایت ہی دلچسپی اور اطمینان سے سُنا گیا۔

مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۱۸ء کو جس روز کہ مسٹر سلیمان سلیج کا لیکچر سیتر پچولسٹ سرکل ایلنگ میں "اسلام" پر تھا۔ اسی روز حضرت خواجہ صاحب نے نیپر پچولسٹ لسٹر سیا کے سامنے "زندگی بعد از موت کی تیاری" پر ایک نہایت عالمانہ لیکچر دیا۔ جس کا تذکرہ کرنا غالباً سابقہ نمبروں میں سہواً رہ گیا ہے۔

**عید الفطر کا تہوار**۔ ماہ صیام کے اختتام پر مورخہ ۱۰ جولائی کو مسجد ووکنگ میں عید الفطر کا تہوار حسب معمول منایا گیا۔ اور گیارہ بجے نماز ہوئی۔ دفتر ہذا میں اس وقت تک اس عید کی مفصل روئداد نہیں پہنچی۔ انشاء اللہ تعالےٰ روئداد پہنچنے پر فوراً شائع کر دیجائیگی۔

**انگلستان میں محصول ڈاک میں اضافہ**۔ رسالہ ہذا کے کسی سابقہ نمبر میں کاغذ کی قلت و گرانی اور مطبع والوں کی اُجرت طبع میں ایزادی کا رونا رو دیا جا چکا ہے۔ لیکن اب ایک اور بلائے ناگہانی کا ہمیں تہیہ کرنا ہے۔ اسلئے جن احباب کی نگاہ سے یہ سطور گذریں وہ ازراہ نوازش رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا انگریزی کے خریداران کی خدمت میں عرض کر دیں کہ وہ ازراہ کرم چھ پنس کا پوسٹل آرڈر سالانہ چندہ کے علاوہ دفتر ہذا میں ارسال فرمائیں۔ یا براہ راست دفتر اسلامک ریویو مسجد ووکنگ سرے انگلینڈ معرفت

خواجہ صاحب کی خدمت میں روانہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں - تاکہ محصول ڈاک میں اضافہ ہونے کی وجہ سے جو اخراجات میں ایزادی ہوگئی ہے اسکی تلافی ہو سکے ✦

# ہندوستان کے خریداران رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا انگریزی مجریہ ووکنگ کی اطلاع کیلئے

موجودہ جنگ کی وجہ سے چونکہ ناظرین رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا انگریزی کی شکایات عدم وصولی۔ و بے قاعدگی رسالہ کی وقتاً فوقتاً موصول ہوتی رہتی ہیں۔ اسلیئے کارکنان ہیڈ آفس مسلم مشن ووکنگ نے موجودہ حالات کے ماتحت تجویز فرمائی ہے کہ کچھ عرصہ تک ہندوستان ہی سے رسالہ اسلامک ریویو انگریزی خریداران کو دفتر رسالہ اشاعت اسلام لاہور کی ہی معرفت تقسیم ہوا کرے۔ تاکہ عدم وصولی و تاخیر رسالہ کی کل شکایات رفع ہو جائیں اور جلدی سے ان کا تدارک ہو سکے۔ اسلئے اسلامک ریویو و مسلم انڈیا انگریزی مجریہ ووکنگ کے جملہ معزز ناظرین کرام کی خدمت اقدس میں بذریعہ تحریر ہذا مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ ازراہ کرم قارئین رسالہ اسلامک ریویو میں سے اگر کسی احباب کو رسالہ اسلامک ریویو کے متعلق کوئی شکایت ہوا کرے تو فوراً دفتر ہذا میں مطلع فرما کر شکایت کو رفع فرما لیا کریں۔ امید ہے کہ اب خریداران رسالہ اسلامک ریویو کو کسی قسم کی شکایت کا موقع نہ ملیگا۔ بعض احباب پتہ تبدیل کرانے میں اکثر سہل انگاری سے کام لیتے ہیں۔ اور تبدیل پتہ کی اطلاع کئے ایکماہ گذرنے کے بعد دفتر کو دیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی عدم وصولی رسالہ کی شکایت بھی کرتے ہیں لیکن یہ شکایت ان کی سراسر درست نہیں ہوتی۔ کیونکہ رسالہ باقاعدہ اُنکے سابق پتہ پر روانہ ہوتا رہتا ہے۔ اور اُن کی اپنی سہل انگاری سے رسالے رائیگاں چلے جاتے ہیں۔ سازراہ کرم ایسے احباب توجہ فرما کر ممنون فرمائیں ✦

کام مشن نے کیا ہے۔ وہ قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کی اشاعت کا کام ہے" +

آخر میں معاصر موصوف کی یہ پُرزور اپیل خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہے کہ کام کی اس وسعت اور اہمیت کو مدنظر رکھ کر جو اس وقت مشن کے سامنے ہے۔ ہم ہر ایک اس شخص کے جس کے دل میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت ہے۔ یہ توجہ دلاتے ہیں کہ وہ مشن کو اس کے کاموں میں امداد دے۔ مشن کی ضروریات دن بدن بڑھ رہی ہیں۔ ایک بہت زیادہ اور شاندار مذہبی لٹریچر کی سخت ضرورت ہے۔ سندھ کے ان تمام تعلیمیافتہ مسلمانوں کو جن کے دلوں میں اسلام کیلئے ایک جوش بھرا ہؤا ہے۔ اس مقدس کام میں مشن کی اعانت کے لئے کمربستہ ہونا چاہئے۔ وہ اسلامک ریویو کی خریداری کی شکل میں بہترین امداد دے سکتے ہیں۔ جس کی قیمت سوا سات روپے ہے۔ اور مسلم مشن ووکنگ کی شاخ لاہور سے دستیاب ہو سکتا ہے"

ان الفاظ اور اس اعتراف کے لئے جو معاصر موصوف نے مسلم مشن کے کاموں کا کیا ہے۔ اس کا جتنا بھی شکریہ ادا کیا جائے تھوڑا ہے ...... فی الحقیقت اس اہم ترین اسلامی خدمت میں مسلمانوں کا فرض ہے کہ ہر ایک پہلو سے امداد دینے کی کوشش کریں۔ کہ ان کا یہ اپنا کام ہے۔ اور ایک ایسا فرض انکے اوپر ڈالا گیا ہے جس کا مکلف خود قرآن کریم نے بھی انہیں ٹھیرایا ہے ہمیں امید ہے کہ معاصر سندھ مسلم کی تحریک پر کم از کم سندھی مسلمان مشن کی امداد میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے۔ اور اسلامک ریویو کیلئے فوراً درخواستہائے خریداری بھیجدیں گے۔ معاصر سندھ مسلم نے بمصداق الدال علی الخیر کفاعلہ اپنا فرض ادا کر دیا۔ اور آئندہ بھی اس صورت میں اسے ادائیگی سے احتراز نہ ہوگا۔ اب یہ اس کے پڑھنے والوں کا فرض ہے کہ اس طرف متوجہ ہوں۔ اور اس کی آواز پر لبیک کہنے میں پس وپیش نہ کریں +

جملہ خریداران از راہ کرم خط وکتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ درج فرمایا کریں۔ و نیز اپنے حلقۂ اثر میں رسالہ کی توسیع اشاعت فرما کر داخل حسنات ہوں۔ کیونکہ کاغذ کی گرانی روز افزوں ترقی پر ہے +

# عورت اور عورت کے حقوق زیر اسلام

از قلم شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لا

بسلسلہ صفحہ ۷۰ - اشاعت اسلام جلد ۴ نمبر ۸

## حرم سرا - پردہ - خلوت

خدا کا شکر ہے کہ اسلام کی مدنی اصلاحوں کی بابت متعصب اور دشمن عیسائی مصنفوں نے جو غلط بیانی ارادۃً کی ہے۔ وہ اب دن بدن دور ہو رہی ہے۔ اور اسلام کے آفتاب کی کرنیں اب گمراہی کی گھٹا کو تتر بتر کر کے چکاچوند مچا رہی ہیں۔ گذشتہ نمبروں میں ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ کثیر الازدواجی اسلام کا کوئی ضروری اور اصل اصول نہیں۔ اور اجازت طلاق کے محاسن کو تو خود اہل یورپ نے تسلیم کر لیا ہے۔ اور باوجودیکہ ان کا مذہب اس ضرورت انسانی پر کوئی روشنی نہیں ڈالتا۔ تاہم انہوں نے خود ساختہ قانون ملکی کی رو سے اجازت طلاق سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیا ہے۔ اب ہم عورتوں کا مردوں سے الگ اور مستور رہنے کی مصلحت پر بحث کرتے ہیں +

جس طرح کثیر الازدواجی کو ایک خاص اسلامی اصول سمجھنا غلطی پر مبنی ہے اسی طرح یہ کہنا بھی ٹھیک نہیں کہ عورتوں کی خلوت خالص اسلامی حکم ہے۔ زمانہ قدیم کے مہذب یونانی اور اہل روما اپنی عورتوں کو مردوں سے حجاب کراتے تھے۔ اور کون شخص اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ ان دنوں یونان تہذیب اور علم میں ساری دنیا کا سرتاج نہ تھا فلسفہ اور ہر قسم کی صنعت کا گھر تھا۔ اسمیں افلاطون و سقراط جیسے جلیل القدر انسان پیدا ہوئے۔ لیکن ہم کو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ عورت کو وہ چنداں قابل وقعت نہ سمجھتے تھے پروفیسر لیکی اپنی کتاب اخلاق یورپ کی تاریخ اگسٹس سے چارلی میگن کے زمانہ تک میں لکھتے ہیں کہ یونانی قوانین کے رو سے عورتوں کو گھر کے اندر پردے میں رکھا جاتا تھا۔ اور سوائے خاص ضرورت کے ان کو گھر سے نکلنے کی اجازت نہ تھی +

اہل یونان عورت کے لئے کوئی حقوق تسلیم نہ کرتے تھے۔ اور انکو وراثت سے بھی محروم سمجھتے۔ کوئی یونانی لڑکی اپنی مرضی کے مطابق شادی نہ کرسکتی تھی۔ اسکو اپنے باپ کے حکم کے ماتحت پردہ میں رہنا پڑتا تھا۔ اور اگر کوئی لڑکی اپنے والدین کی ذرا بھی نافرمانی کرتی تو اسکے باپ کو اختیار تھا۔ کہ وہ اسکو قتل کرڈالے۔ حراست حرم کا رواج یونانیوں میں عام تھا۔ اور شہر ایتھنز میں زنانخانوں پر پہرہ رہتا تھا۔ روم میں بھی مردوں کو بہ حیثیت باپ یا خاوند عورت پر پورا اختیار تھا۔ اور ان سے لونڈیوں کی طرح سلوک کیا جاتا تھا۔ اور اکثر اوقات مرد عورتوں کو اپنے ساتھ رکھنا ہتک عزت سمجھتے تھے۔

برِاعظم ایشیا میں تمدنی تہذیب کے لحاظ سے اہل فارس سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ ان دنوں دربارِ فارس مابعد کے دربار پیرس کی طرح بارونق تھا۔ لیکن باوجود اس ترقی اور روشنی کے اہلِ فارس عورتوں کے بارے میں بڑے سخت تھے۔ اور ان کو زیرِ حراست رکھتے تھے۔ چین اور کوریا میں بھی عورتوں کو مستور اور محجوب رکھا جاتا تھا۔ ہندوستان میں اگرچہ کوئی باقاعدہ پردہ تو نہ تھا لیکن ذاتوں کی حدبندی اور رسموں کی کثرت کی وجہ سے عورتوں کا تو کیا ذکر بلکہ مرد بھی کھلی طرح آپس میں مل نہ سکتے تھے۔ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر تاریخ کو مطالعہ کیا جائے تو ثابت ہوگا کہ مرد و عورت کا میل ملاپ سوائے بہت ہی محدود طرز کے کبھی کسی حصہ دنیا میں نہیں ہوا۔ اور موجودہ ملاپ کی تحریک بیسویں صدی عیسوی کے ابتدا میں امریکہ سے شروع ہوئی۔ خود انگلستان میں آج سے ایک نسل پہلے عورتیں الگ تھلگ زندگی بسر کرتی تھیں۔ اور بہ نسبت آج کل کے مردوں سے بہت پرہیز اور حجاب کرتی تھیں۔ کوئی شریف زادی بغیر کسی محافظ عورت کے گھر سے باہر نہ نکلتی تھی۔ کرایہ کی گاڑی کی چھت پر اکیلے بیٹھنا سخت معیوب سمجھا جاتا تھا۔ آجکل کا مروجہ انگریزی لباس باعث ننگ سمجھا جاتا تھا۔ ناچ اور فوری شادی یہ سب اس قسم کی باتیں ہیں۔ کہ اگر ان دنوں انکا ذکر کیا جاتا تو سب کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے۔ جس طرح ہندوستان میں ذات پات کی قیود تھیں اسی طرح یورپ میں مراتب اور طبقات کی حدود تھیں۔ اور اس طرح مرد اور عورتوں کو کھلے بندوں ملنے کا بہت کم اتفاق ہوتا تھا۔ اگر نظر عمیق سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ عورتوں کا

پردہ میں الگ رہنا باعثِ عزت اور فخر ہے نہ کہ باعثِ ننگ و شرم۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس متبرک امر کے رواج دینے والے عورت کی بیحد عزت کرتے تھے۔ یہ طرز معاشرت حیوانی زندگی سے بہت بہتر اور عمدہ ہے۔ اور یہ بات بالکل غلط ہے کہ پردہ کے معنی عورتوں پر بے اعتباری اور شک کرنا ہے۔ برخلاف اس کے اسمیں تو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر ایک مرد عورت کی پاک اور متبرک صحبت کے لائق نہیں۔ جب عورتیں نقاب ڈالکر نکلیں تو وہ سب کو دیکھ سکتی ہیں۔ لیکن مرد اُن کو نہیں دیکھ سکتے گویا کہ مردوں کی نسبت عورت پر زیادہ اعتبار کیا گیا ہے +

پردہ اور حجاب وغیرہ کا رواج ایشیا اور یورپ سب ملکوں میں رائج معلوم ہوتا ہے جب انسان کے دل میں عزت کا خیال بڑھ گیا اور عورت کی عفت اور عصمت کا معیار زیادہ بلند ہو گیا تو عورتوں کو بعض بدمعاشوں کی پُر شہوت نگاہوں سے بچانے کا خیال آیا۔ اسمیں شک نہیں کہ ابتدائی زمانوں میں مرد و عورت دیگر حیوانوں کی طرح یکجا رہتے تھے۔ لیکن جُوں جُوں تہذیب بڑھتی گئی مردوں کو یقین ہو گیا کہ مرد کی نسبت عورت زیادہ پاک اور متبرک ہے اسی کی گود میں آنیوالی نسل کی قسمت کا فیصلہ ہے۔ اس واسطے مرد و عورت کے مختلف کام اور فرائض تفویض ہونے چاہئیں۔ مرد محنت مشقت کا کام کریں۔ اور عورتیں آسان اور نرم فرائض انجام دیں۔ قدرتی طور پر انسان قیمتی اور عزیز چیز کی حفاظت کرتا ہے اور جس قدر قیمتی کوئی موتی ہو اسی قدر زیادہ حفاظت سے اس کو مضبوط ترین صندوقوں میں رکھا جاتا ہے +

انسائیکلوپیڈیا میں حرم کی بابت مندرجہ ذیل ریمارک لکھے ہیں:-

"مشرق میں مرد و عورت کی تمیز کے لئے عورت کا محجوب اور مستور رہنا بہت قدیم زمانے سے مروج ہے۔ اور اس واسطے اسکی ابتدا پیشتر از قرآن کے زمانے میں تلاش کرنی چاہئے (قرآن تو صرف ایک عالمگیر رواج کے قواعد بتا کر اسکو ترتیب دے دیتا ہے) +

مندرجہ بالا اقتباس کا لکھنے والا اگر یہ بھی لکھ دیتا کہ حرم یا پردہ کا رواج مشرق کے ساتھ مخصوص نہیں تو راستی سے بعید نہ تھا۔ ایک وقت تھا کہ دنیا کے ہر حصے میں عورتیں

مردوں سے حجاب کرتی تھیں۔ اور عوام الناس کا خیال تھا کہ عورت ایک پاک اور متبرک چیز ہے۔ اور اسکی حفاظت اور منزلت لازمی ہے۔ ان دنوں لوگوں کا مال و متاع یا عزت اس قدر محفوظ نہ ہوتی تھی جس قدر کہ آج ہے جس کی لاٹھی اُسی کی بھینس کا زمانہ تھا اور ایک طاقتور آدمی یا قوم اپنے کمزور بھائی کے گھر بار و عورتوں پر قبضہ کرنا کوئی جرم نہ سمجھتا تھا۔ اور اکثر دفعہ ایک خوبصورت عورت پر قبضہ پانے کے لئے نہ صرف فرد واحد بلکہ قبیلے اور قومیں آپس میں لڑمرتی تھیں۔ ہندوستان میں سیتا جی کی خوبصورتی اور مصر میں کلیوپیٹرا کی عشوہ گری نے اپنے اپنے ملک کی تاریخ میں بڑے بڑے جنگ کرائے بہت سے قبیلوں کا ملکر ایک قوم بننے اور بین الاقوامی قوانین کے مرتب ہونے سے کہیں پہلے عورت کا حسن تباہی اور تکلیف کا باعث ہؤا ہے۔ مرد عورت کیلئے ایکدوسرے سے اسی طرح لڑتے تھے جس طرح دو وحشی جانور مادہ کیلئے لڑتے ہیں۔ اِس عالمگیر خطرے سے بچنے اور عورتوں کی عزت اور عفت کی حفاظت کرنے کیلئے عورتوں کو جو کہ قدرتی طور سے کمزور اور ناقابلِ حفاظت خود واقع ہوئی ہیں۔ انکو پردہ میں رکھنے کا رواج دُنیا میں پھیلگیا +

اہلِ یورپ میں مادہ پرستی کا میلان شروع سے اسقدر رہا ہے کہ آج تک اس جگہ نہ کوئی نبی مبعوث ہؤا ہے۔ اور نہ ہی کسی مذہب کی بنیاد رکھنے کا اس کو فخر حاصل ہؤا ہے۔ اور آج بھی باوجود اس قدر ترقی کے مشرق ہی کے ایک نبی اللہ کے آگے سر جھکاتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس اجنبی پیغمبر کے کلام کا مفہوم وہ ٹھیک طور پر نہیں سمجھے۔ اور ایک عاجز انسان کو مسندِ الوہیت پر بٹھانے کی غلطی کے مرتکب ہوئے جس طرح ان میں رُوحانیت کبھی نہیں آئی۔ اسی طرح عورت کی عزت اور رفعت کا خیال بھی ان کے وہم میں نہیں گذرا۔ وہ عورت کو اپنے جیسا گنہگار بلکہ شیطان کی خالہ سمجھتے ہیں۔

برخلاف اس کے ایشیا میں جس قدر شریف یا مہذب کوئی خاندان ہے اُسی قدر زیادہ عورت کو متبرک اور پاک سمجھتے ہیں۔ اور اگر کوئی اوباش آدمی کسی کی بہو بیٹی یا بیوی کو نظر بد سے دیکھے یا ان کی حرمت میں خلل انداز ہو تو وہ فوراً اُسکو قرار واقعی سزا دینے کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ جب تمدن نے اور بھی ترقی کی۔ اور عورت کا رُتبہ اور بھی بلند ہوگیا تو عورتوں کا

غیر مردوں کے ساتھ ملنا معیوب خیال کیا جانے لگا۔ اس کے بعد اسباب کا خیال ہُوا کہ کسی مرد کو عورت کی بےحُرمتی کا موقعہ ہی نہ دیا جائے۔ اور اس کا بہترین ذریعہ پردہ اور حجاب سمجھا گیا۔ غالبًا سب سے سخت پردہ ہندوستان میں کیا جاتا تھا۔ خود اہل ہنود جنمیں پردہ بالکل رائج نہ تھا۔ جب غیر ملک کے باشندوں نے ان کو مغلوب اور مفتوح کر لیا تو وہ اپنی عورتوں کو سخت پردہ کرانے لگ گئے۔ مسلم ممالک میں عورتیں مُنہ پر نقاب ڈالکر بازاروں میں جاتیں اور مردوں سے گفتگو کر سکتی تھیں لیکن ہندوستان میں آکر انہوں نے یہ آزادی بھی محدود کر دی۔ اور ہر ہندو و مُسلم شریف زادی بالکل چار دیواری میں رہنے لگی۔ پردہ کی بُنیاد عورت کی عزت اور وقعت کے خیال پر ہے۔ اور اس کا ایک کافی ثبوت یہی بات ہے کہ جس قدر معزز اور اعلےٰ ایک خاندان ہوتا تھا۔ اس گھر کی عورتیں اسی قدر زیادہ پردہ کرتی ہیں۔ یا بالفاظ دیگر پردہ شرافت اور عزت کا معیار بنگیا ہے۔ اور سوائے عام اور کم حیثیت عورتوں کے کوئی عورت بازار میں نظر نہیں آتی +

ایک زمانہ تھا کہ ایک یورپین میم صاحبہ کو بھی زنانہ میں جانے کی اجازت نہ ملتی تھی کیونکہ ان کے خلاف اہل ہند کے لئے یہ کافی شہادت تھی۔ کہ وہ کھُلم کھُلا مردوں سے ملتی ہیں۔ اور اس واسطے وہ کوئی اعلےٰ پایہ کی خاتون نہیں ہو سکتی۔ عیسائی مشنری عورتوں نے لوگوں کو عیسائی بنانے کے لئے بہت زور لگایا اور بعض دفعہ لڑکیوں کو بھگا لیجانے میں کامیاب بھی ہُوئیں لیکن اس نازیبا حرکت کی وجہ سے تمام شریف گھرانوں کی نظروں سے وہ گر گئیں اور زنانخانے میں آنے کی اجازت ان کیلئے بند ہوگئی۔ ایشیائی لوگ فطرتی طور پر زُود حِس اور اعلےٰ خیالات والے ہیں۔ ان کی تہذیب اور ترقی بھی یورپ سے قدیم ہے۔ جب انہوں نے عورتوں کو پردہ کرانا شروع کیا۔ تو ان کا مدعا عورتوں پر بدظنی یا بےاعتباری نہ تھا۔ برخلاف اس کے پردہ کی وجہ تسمیہ عفت اور عصمت کے معیار کا بہت بلند ہونا تھا۔ انہوں نے عورت کا بار بھی خود اُٹھانا گوارا کیا۔ اور اسکی حفاظت اور خوراک وغیرہ سب اپنے ذمہ لیلیا۔ آج بھی مشرق میں مرد ہی پسینہ بہا کر عورت کی ضروریات مُہیا کرتا ہے۔ عورت کو آرام اور راحت میں رکھنے اور محنت مشقت سے بچانے کیلئے مرد خود محنت مزدوری کرتے ہیں

اور اکثر دفعہ اپنے عیال کو اچھی حالت میں رکھنے کیلئے بچارے مرد کو سخت محنت کرنی پڑتی ہے۔ اور ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ عورتوں کی خوشنودی اور راحت کیلئے ایشیائی مرد یورپین مردوں سے بہت زیادہ کوشش کرتے ہیں +

ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ایشیائی مردوں نے عموماً اور مسلمانوں نے خصوصاً جو قدر و منزلت عورت کی کی۔ اس کا نتیجہ ان قوانین اور رسموں کا بقا ہوا جو مسلمان بادشاہوں کے ماتحت غیر مسلموں میں رائج تھیں مسلمانوں کا مذہب ان کو حکم دیتا ہے کہ غیر مسلم رعایا سے احسن سلوک کریں۔ اور قول و فعل کی کامل آزادی دیں۔ اور اُن کی راہ و رسم میں ہارج نہ ہوں یہی وجہ تھی کہ مسلمان فاتحین نے یورپ کے عیسائیوں کو اجازت دی کہ وہ اپنے ہی آئین اور کچہریاں جاری رکھیں لیکن انجام کار یہی آزادی مسلمان سلطنتوں کے زوال کا باعث ہوئی بعض نے بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر دیا۔ اور بعضوں نے اس قدر حقوق اور وثوق حاصل کر لئے۔ کہ ان کو قابو میں رکھنا ناممکن ہو گیا۔ اسی طرح مسلمان مردوں کو عورت کی عزت اور وقعت کا ازحد خیال تھا۔ وہ اسکو ایک پاک اور متبرک خزانہ سمجھتے تھے۔ اور عوام کی نظروں سے اسکو محفوظ کرنیکے لئے اُنہوں نے حرم اور پردہ کو رواج دیا۔ جس طرح یورپین سلطنتوں کی حرص ظلم نے آزادئ قول و فعل سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر مسلم سلطنتوں کی بیخکنی کی۔ اسی طرح پردہ اور حرم کے مُقدّس رواج سے بھی بعض شہوت پرست امرائے ناجائز فائدہ اُٹھانا شروع کر دیا۔ اسلام ہرگز غلامی کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام نے تو تمام نسل انسانی کو آزادی مساوات اور برادری کی مسند پر بٹھا دیا۔ اور غلاموں کو آزادی حاصل کرنے کی تمام سہولتیں پیدا کر دیں۔ نسل انسانی کی ابتدا سے عورتوں کو لونڈیوں کی طرح قید رکھا جاتا تھا۔ اسلام نے ان کو مرد کا ہمسر اور ہمپایہ بنا دیا۔ اور انسانی حقوق میں مراتب یا تذکیر تانیث کے فرق کو دُور کر دیا۔ اگر بعض نام نہاد کے مسلمان بادشاہوں یا امیروں نے اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کیلئے بعض اصولوں کا ناجائز استعمال کیا تو اسمیں مذہب اسلام کا کیا قصور۔ ترکی پاشاہوں یا ہندی نوابوں کے حرم سرا اور زنانخانے ضروری طور پر اسلامی زنانہ زندگی کے مطابق نہیں ہونے۔ نبی کریم کے زمانہ میں بلکہ خلفاء راشدین

کے زمانہ میں بھی عورتیں شریعت کے احکام پر عمل کیا کرتی تھیں میدان جنگ میں زخمیوں کی تیمار داری کرتی تھیں۔ اور اگر ضرورت پڑے تو دشمن سے مقابلہ کرنا بھی فخر سمجھتی تھیں ترکی اور ہندوستان میں جو حرم سرائے اور زنانخانے ہیں وہ ایرانی تہذیب کا نتیجہ ہیں لیکن یہ بھی بہت سے یورپین درباروں سے بدرجہا بہتر اور قابل ترجیح ہیں +

مشکل تو یہ ہے کہ اہل مغرب اہل مشرق کی خانگی زندگی کا نقشہ اپنے ذہن میں جما نہیں سکتے مشرق میں مرد و عورت دونوں کے فرائض اہل مغرب سے بالکل مختلف ہیں مشرق میں خانہ داری کے لئے بہت ساز و سامان درکار ہے۔ ایک معمولی طبقے کی عورت بھی بہت سی نوکریں اور ماما ئیں رکھتی ہے۔ کھانا پکانے کی مائی اور قصیدہ کاڑھنے والی ماما ہر متوسط مشرقی گھر میں نظر آتی ہیں۔ کیونکہ عورتوں کے لباس اکثر گھر ہی میں تیار ہوتے ہیں۔ پھر ایک منتظمہ (مینیجر) کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جس کے سپرد گھر کی سب چیزیں ہوں کپڑے زیور برتن وغیرہ کی چابیاں اسی کے سپرد ہوتی ہیں۔ اور کم از کم ایک ایسی عورت (بڑھیا) بھی گھر میں ہونی چاہئے جو مردوں سے بات چیت کر کے ان کو احکام پہنچا سکے۔ اور اگر گھر میں بچے ہوں تو استانی صاحبہ کا وجود بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ گھر میں جو انا یا کوئی اور خادمہ پرانی ہو جائے تو اسکو بھی گھر کا آدمی سمجھ کر اسکی عزت کیجاتی ہے۔ میرا مطلب اس تفصیل سے یہی تھا۔ کہ ایک متوسط گھرانے میں گھر والی عورت کی راحت کیلئے کس قدر انتظام کیا جاتا ہے۔ اس مجموعہ کا نام حرم یا زنانخانہ ہے۔ اہل یورپ اس مصلحت کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ اور کہہ دیتے ہیں۔ کہ مشرق میں عورتیں قیدیوں کی طرح زندگی بسر کرتی ہیں! درحقیقت یہ ہے۔ کہ مشرق میں ہر ایک گھر والی بہ حیثیت ایک ملکہ کے اپنی ماماؤں اور خادموں پر حکمرانی کرتی ہے مغرب میں تو تاجدار ملکہ بھی ایسی خوشی اور آرام سے نہیں رہتی جسقدر ایک معمولی مشرقی عورت کو میسر ہے۔ مشرق میں عورتوں کی زندگی۔ بڑی لطف و ارا و مزے کی ہوتی ہے۔ وہ مہمانوں اور رشتہ داروں کو مدعو کرتی ہیں۔ اور خوب رنگ رلیاں مناتی ہیں چھوٹی چھوٹی لڑکیاں سینکڑوں روپے گڑیوں کی شادیوں پر خرچ کر دیتی ہیں مشرقی گھروں میں عورتوں کے لئے الگ باغ باغیچے ہوتے ہیں گھر کی لڑکیاں گھر کے کام کاج میں خوب حصہ لیتی ہیں۔ انکو سلائی۔ کپڑے بنانے کھانا پکانے وغیرہ کا کام بڑی احتیاط سے سکھایا جاتا

ہے۔ اور چونکہ تمام کنبہ ایک ہی جگہ ملکر رہتا ہے۔ اس واسطے بعض بے اولاد عورتیں بھی اپنے رشتہ داروں کے بچوں سے دل بہلا لیتی ہیں۔ اور اپنے آپ کو اسقدر بدنصیب اور اکیلا نہیں سمجھتیں تو پھر کون کہہ سکتا ہے۔ کہ مشرقی عورتوں کی زندگی پر لطف نہیں اور کم از کم اُس کو اخلاق سے گرا ہؤا تو ہرگز نہیں کہہ سکتے +

مسٹر جان ڈیون پارٹ لکھتے ہیں :-

"حرم کو قید خانہ کہنا تو درکنار وہ تو عورتوں کے لئے کامل آزادی کی جگہ ہے۔ اور خود خاوند جب حرم میں آتا ہے تو اجازت مانگ کر آتا ہے جونہی کہ وہ حرم کی دہلیز کے اندر قدم رکھتا ہے تو جدھر نظر ڈالتا ہے۔ ہر چیز اُس کو یہی یاد دلاتی ہے۔ کہ اس جگہ وہ مالک اور حکمران نہیں۔ بچے نوکر غلام سب ربۃ البیت (گھر والی) کو اپنا حاکم سمجھتے ہیں۔ اگر تو بیوی صاحب کا مزاج درست ہو تو خیر ورنہ ہر چیز غلط اور تکلیف وہ ثابت ہوتی ہے" +

ایک مشہور سیاح بنیج برنامی لکھتا ہے " اہل یورپ کا یہ خیال کہ مسلمانوں کی شادی شدہ زندگی عیسائیوں کی شادی شدہ زندگی سے بالکل مختلف ہے غلط ہے۔ مجھے تو عرب میں ایسا کوئی اختلاف نظر نہیں آیا۔ اور اس ملک کی عورتیں یورپین عورتوں سے کم آزاد اور شائستہ نہیں" +

ایرانی مورخ مرزا ابو طالب خان نے اہل انگلستان کی گھریلو زندگی پر بہت کچھ توجہ کرنے کے بعد یہی نتیجہ نکالا کہ مسلم عورتوں کو زیادہ آزادی اور طاقت حاصل ہے۔ اور ان کے حقوق مغربی عورتوں سے زیادہ وسیع ہیں +

انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں لکھا ہے :-

حرم کے انتظام کا جو کہ یہ نقشہ مغربی سیاحوں نے کھینچا ہے۔ اسمیں بہت کچھ مبالغہ کی آمیزش ہے اور اسکی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ حضرات پہلے ہی سے اس قسم کے انتظام کے سخت مخالف تھے اور حرم کی اچھی چیز بھی ان کی نظروں میں بُری معلوم ہوتی تھی۔ اصل بات تو یہ ہے کہ حرم کا قابل تعریف یا قابل نفرین ہونا اس کے مالک پر مبنی ہے۔ اکثر گھروں میں میاں بیوی ایکدوسرے کی عزت اور حرمت کا بہت پاس کرتے ہیں۔ اور ان کے اخلاق بہت پسندیدہ

[illegible] دیا ہے۔ اس طرح اللہ نے عورت کے لئے بہت سی آسانیاں مہیا کی ہیں۔ اور کاح و شرح ان کے تعلقات اور حقوق عیسائی عورتوں سے بہت اچھے ہیں۔ جونہی کہ ایک عورت خواہ وہ لونڈی ہو یا آزاد ہو ایک مرد کی زوجہ بن جاتی ہے۔ تو فوراً اسکی اور اسکی اولاد کی خبر گیری و کفالت اس مرد کا فرض ہو جاتی ہے۔ عورت اپنی جائداد منقولہ وغیر منقولہ پر پورا اختیار رکھتی ہے۔ اور اگرچہ اسلام میں عیسائیت کی نسبت طلاق زیادہ آسانی سے ہو سکتا ہے لیکن پھر بھی رقم مہر عورت کے گذران کیلئے کافی ہوتی ہے مس گریس ایلی سن نے ترکی حرم سرائے میں بذات خود رہنے سہنے کے بعد مندرجہ ذیل ریمارک لکھے +

مسٹر راجٹ کی تصنیف "قصسارس" میں حرم کو ایک بہت بُری جگہ کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ جب میں نے ترکی سے واپس آکر اعلان کیا۔ کہ میں خود حرم میں رہکر آئی ہوں تو مجھے خیال پیدا ہوا کہ حرم کی بابت عوام کا جو خیال ہے اسکو مد نظر رکھ کے لوگ مجھ کو ایک اعلیٰ طلاق کی عورت نہیں سمجھتے ہونگے۔ چند دن ہوئے کہ میں نے زندگی حرم پر ایک مختصر سی تقریر کی تو سامعین سارے مرد ہی مرد تھے۔ اور ایک عورت نے بھی میری تقریر سُننے کی تکلیف گوارا نہ کی +

"ان حضرات کی خاطر جو ان باتوں سے بے علم ہیں۔ میں پھر لفظ حرم کی تشریح کر دیتی ہوں۔ لفظ حرم عربی لفظ محرم کا مشتق ہے۔ اور اس کے معنی منع کی گئی۔ یا عزت کی گئی چیز ہیں۔ اس سے مراد وہ حصہ مکان یا کمرے لئے جاتے ہیں جو صرف عورتوں کے استعمال کے لئے مخصوص ہوں۔ اور اس کے معنے جیسا کہ آپ لوگ خیال کرتے ہیں بیویاں اور لونڈیاں جمع کرنے کی جگہ نہیں۔ اور مالکہ کے قریبی رشتہ داروں کے سوائے ہرگز کوئی مرد حرم کی ڈیوڑھی کے اندر قدم نہیں رکھ سکتا۔ اور بعض حالتوں میں تو رشتہ داروں کو بھی مداخلت کی اجازت نہیں دیجاتی۔ ٹرکی میں حرم انہی معنوں میں بولا جاتا ہے۔ جیسے ہندوستانی لفظ زنانخانہ بولا جاتا ہے۔ اور ہرگز ہرگز کوئی بُری چیز اس سے مُراد نہیں ہو سکتی۔ اور یہ کہنا کہ ایک ترکی اپنے حرم کے ساتھ سفر کرتا ہے اسی عقل سے بعید ہے جسقدر یہ کہنا کہ فلاں انگریز اپنی میم صاحبہ کے ڈریسنگ روم (کپڑے پہننے کے کمرے) کے ساتھ سفر کرتا ہے +

میری سمجھ میں حرم کے مفہوم کی بابت جو غلط فہمی لوگوں کو ہوئی ہے۔ اسکی وجہ غالباً یہ غلط خیال ہے۔ کہ ترکی مرد ضروری طور پر ایک سے زیادہ شادی کرتے ہیں لیکن خیال بھی بالکل باطل ہے۔ ترکی اور تمام مشرق میں کثیر الازدواجی کا رواج ختم ہوتا جاتا ہے جب پیغمبر اسلام نے بیویوں کی تعداد چار تک محدود کردی۔ تو ان دنوں تمام مشرق میں کئی کئی عورتوں سے شادی کرنے کا رواج تھا۔ اور اس قسم کی قیود سے عورت کا رتبہ سوسائٹی میں بہت بلند ہوگیا نیز ایک ایسی قوم میں جنہیں آئے دن کے جنگوں کی وجہ سے مردوں کی تعداد اکثر کم ہو جاتی ہو کثیر الازدواجی ایک ضروری اور اخلاقی اصول ہے۔ اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے باوجود بہت سی بیویاں کرنے کے بڑی بڑی قربانیاں کیں۔ میرے بہت سے ترک دوست بڑے اعلےٰ اخلاق رکھتے ہیں۔ اور میں دعوے سے کہتی ہوں کہ بہت ہی کم یورپین لوگ ایک اجنبی عورت کی آسائش کیلئے اسقدر تکالیف برداشت کرینگے۔ جسقدر ان ترکی دوستوں نے میرے لئے گوارا فرمائیں۔ اس واسطے میں سخت افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتی کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جیسے مصلح قوم کے پیروؤں کو جن کا ایک کثیر حصہ انگریزی سلطنت کے ماتحت امن سے زندگی بسر کر رہا ہے صرف اس واسطے قابل نفرت سمجھنا کہ ان کا مذہب ان کو ایک سے زیادہ شادی کی اجازت دیتا ہے انصاف سے بہت دور ہے +

پیغمبر اسلام نے ان تھک کوششوں سے عورت کا رتبہ بلند کیا۔ خود آپ کی صاحبزادی سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا پاکیزگی عفت اور دینداری کا نمونہ تھیں۔ اور اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر میں کہہ سکتی ہوں کہ تمام ترکی شریف زادے عورتوں سے سلوک کرنے میں اپنے ہادی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ان کو غیر مردوں کی نگاہوں تک سے محفوظ رکھنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ حجاب اور پردے کی جسقدر قیود ہیں ان سب کا مقصد ان کو دنیا کے برے پہلو سے الگ رکھنا اور ان کی پاکیزگی کو ملاوٹ سے بچانا ہے۔ ترکی میں کوئی ایسی عورت نظر نہیں آتی جس کا کوئی ولی محافظ یا رشتہ خبر گیر نہ ہو کوئی نہ کوئی مرد ضرور اسکو اپنی حفاظت میں لیلیتا ہے +

خود لفظ حرم کے معنوں کے اندر ایک پاکیزگی ملحوظ ہے۔ اسمیں قید خانہ وغیرہ کے کا شائبہ تک نہیں۔ ایران اور ہندوستان میں بیوی کو اہلخانہ یعنی گھر کی مالک کہا جاتا ہے۔ پھر سمجھ نہیں آتی کہ غلامی کا مفہوم مغربی مصنف کہاں سے لے آتے ہیں۔ اکثر اوقات بیوی میاں پر بھی حکمرانی کرتی ہے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ وہ پہلے پہل ایک نر بچہ کی ماں بن جائے۔ مرد جو کچھ کماتا ہے۔ سیدھا عورت کے سامنے جا رکھتا ہے۔ اور اپنے ذاتی استعمال کیلئے بھی عورت سے مانگ کر خرچ کرتا ہے۔ اور باوجودیکہ تمام آمدنی اور روپے کا مہیا کرنیوالا مرد ہوتا ہے لیکن خرچ کرنے کا اختیار عورت کے ہاتھوں میں ہوتا ہے +

وون ہامر نے بالکل ٹھیک کہا ہے کہ حرم ایک متبرک جگہ ہے۔ اسمیں اجنبی نہیں جا سکتے اس واسطے نہیں کہ عورتوں پر اعتبار نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اس واسطے کہ عورت کو ایک متبرک خزانہ سمجھ کر غیروں کی نظروں سے پنہاں رکھنا فرض سمجھا گیا ہے۔ اور جو عزت ایشیا اور یورپ کے مسلمان عورت کی کرتے ہیں۔ اس کو ثابت کرنے کی مجھے ضرورت نہیں عنقریب تمام دنیا پر صداقت کھل جائیگی۔ جیسا کہ ہم اوپر کہہ چکے ہیں ہندوستان کا پردہ اسلامی ممالک کے پردے سے بہت سخت تھا۔ اور اس کی وجہ اس وقت کے لوگوں کی راہ و رسم تھی۔ جو حالات زمانہ کے ساتھ تبدیل ہوتی رہی ہیں۔ ان صفحات کے لکھنے والے نے مغرب کے تمدن کو خوب مطالعہ کیا ہے۔ اور مغربی تہذیب اور اخلاق اور تمام مشہور مرکزوں کی سیر کی ہے۔ اور اگر آج بھی اس سے پوچھا جائے کہ وہ مغربی روشنی کو اختیار کرنا پسند کرتا ہے۔ یا مشرقی انداز کو تو بغیر کسی تامل کے وہ کہیگا کہ مغربی طرز زندگی جیسی کہ آجکل یورپ میں مروج ہے ہرگز قابل ترجیح نہیں +

یہ مغرب کے سادہ لوح جو اپنے زعم میں مشرق کی عورتوں کو غلامی سے آزاد کرانے کے دعوے کرتے ہیں انکو چاہیئے کہ اپنے خداوند یسوع مسیح کی تعلیم پر عمل کر کے پہلے اپنی آنکھ کا شہتیر نکالیں اور پھر دوسروں کا تنکا دیکھیں۔ ان کو چاہیئے کہ پہلے اپنے شہروں کی گلیوں میں سے ان خطرناک انسانی وباؤں کو دور کریں جو خاندانوں کے خاندان تباہ کر دیتی ہیں۔ اور عورت جیسی شریف ہستی کو سخت بے عزت اور قابل نفرت بنا دیتے ہیں

لگا چاہئے کہ اپنی تہذیب کو شراب خوری۔ بدکاری اور قمار بازی کی لعنت ثلاثہ سے مُبرّا کریں۔ . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . .

. . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . .

جب یورپ عورت کی اس بے عزتی کو محسوس کریگا جس کی وجہ مذہبی قیود کی غیر حاضری ہے۔ یا جب تعداد پیدائش کی کمی اور مُہلک بیماریوں کی کثرت یورپ کی مادہ پرست آنکھ کو عیش پرستی کی عارضی نیند سے جگائیگی تو ان کو چارو ناچار اسلامی اصولوں کی طرف توجہ کرنی پڑیگی۔ اور اُن عالمگیر قوانین کے آگے سر جُھکانا ہوگا۔ جو مصلحِ حقیقی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے عالم الغیب خدا سے الہام پاکر لوگوں کو سکھائے +

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے تمدنی قوانین کی بابت مسٹر بانس ورتھ سمتھ جس نے نبی کریم کی زندگی کو خوب مطالعہ کیا ہے لکھتا ہے :-

پہلے پہل تو سخت قوانین سے اور بعد میں اُن اخلاقی خیالات سے جو ان قوانین کی اطاعت نے پیدا کر دیئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم دُنیا کے تمام مصلحوں سے زیادہ کامیاب ہوئے اور آپ نے مسلم ممالک کو ان پیشہ ور بدمعاشوں اور بدکاروں سے بالکل صاف کر دیا جو ہر قوم و ملک کے باعث ننگ و عار ہوتے ہیں۔ اور اکثر دفعہ اس قوم کو تباہ کرکے چھوڑتے ہیں +

ہم اس تبدیلیٔ زمانہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ کہ بڑے بڑے واضعانِ قوانین کا ضمیر اب اُن بداخلاقیوں کو محسُوس کرتا ہے جو دُنیا کے بڑے بڑے شہروں کی گلیوں میں خصُوصاً کھلم کُھلا کیجاتی ہیں۔ بہت سی کتابوں اور مضمونوں میں اُن گلیوں کی افسوسناک حالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اور بعض حالتوں میں تو گرفتاریاں بھی عمل میں آئی ہیں۔ اور حال میں قانون ساز کمیٹی کے در پیش ایک بل ہے جسمیں مُہلک جرائم کی اصلاح میں بداخلاقی اور بدکاری کو بھی روکنے کی کوشش کی گئی ہے +

اِن بیماریوں اور بدکاریوں کی وجہ مرد اور عورتوں کا اِس طرح آزادانہ میل جول بیان کیا جاتا ہے۔ اور اب ایسے قوانین بنانے کی تجویز ہے۔ جن کی رُو سے میل جول محدُود ہو جائیگا اور خانہ داری میں بے انتظامی کا جُرمانہ زیادہ ہوگا ایسی کتابوں یا مضمون کا لکھنا اور چھاپنا

بھی بند کیا جا رہا ہے جو اخلاق سے گرے ہوئے ہیں۔ اور جن بیماری کا اثر اولاد کا مرکب ہوا انکو بھی مجرم قرار دیکر سزا کا سزاوار سمجھا جائیگا۔

لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا لوگوں کے اخلاق ملکی قوانین سے بھی قابو میں لائے جاسکتے ہیں۔ ڈاکٹر ہیلن ولسن لکھتے :-

اگر بفرض محال آج ہی ساری کنچنیوں کو زیر حراست کر دیا جائے۔ تو بھی ایسے بہت سے لوگ موجود ہیں جو اپنی خواہشات پورا کرنے کیلئے اس قسم کی اور عورتیں پیدا کرلیں گے جبتک مرد اسباب کے خواہاں ہیں اُن کی خواہشات کے پورا کرنے کے سامان کو روکنے کی کوشش کرنا سخت حماقت ہے۔ یہی مصنف آگے چلکر لکھتے ہیں :-

اس فسق و فجور کو روکنے کے لئے صرف سزا اور قوانین کافی نہیں۔ کیونکہ وہ جوان جو بھی بُرے ارادے سے اکٹھا ہونا چاہیں وہ سوائے ایک طریق کے کسی طرح رک نہیں سکتے۔ اور وہ طریق یہی ہے۔ کہ غیر مرد اور عورت ایکدوسرے سے بالکل الگ رہیں۔ ان فاسق فاجر مرد و عورتوں کے خلاف قانون صرف اسقدر کرسکتا ہے۔ کہ ان کو عوام الناس کی حرمت میں مداخلت سے روکے اور یہ کہ ایک دوسرے سے ملاقات کے واسطے وہ عزت دار آدمیوں کی ہتک نہ کریں۔ اور یہ قیود مرد و عورت دونوں کے لئے ایک جیسے مقرر ہونے چاہئیں۔

اوراُن کے رضاعت کے اسباب پیدا کر دیئے۔ اور جس کی مہربانی تمہارے لئے ایک کام بنے میں مدد گار ہوتی ہے) بے شک آسمان زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کی آمد و شد میں اور جہازوں میں جو لوگوں کے فائدے کی چیزیں سمندر میں لیکر چلتے ہیں اور مینہ میں اور جس کو اللہ آسمان سے برساتا پھر اس کے ذریعے سے زمین کو اسکے مرنیکے پیچھے زندہ کرتا ہے۔ اور ہر قسم کے جانوروں میں جو خدا نے روئے زمین پر پھیلا رکھے ہیں اور ہواؤں کے پھیرنے میں اور بادلوں میں جو آسمان و زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں اُن لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں نشانیاں ہیں +

مندرجہ بالا آیات میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ جو کچھ دُنیا میں ہے انسان کے فائدہ کیلئے بنایا گیا ہے۔ مثال کے طور پر اختلاف لیل و نہار ہی غور کر کے دیکھ لو۔ ہواؤں کا چلنا بارش کا آنا۔ زمین کا خاص موسموں میں مُردہ ہو جانا۔ اور پھر اس کے بعد از سر نو زندہ ہو جانا یہ سب زمین کے محور کے جھکاؤ کا نتیجہ ہیں۔ الغرض ہماری صحت ہمارا نشو و نُما و ترقی سب اسی اختلاف لیل و نہار سے وابستہ ہیں۔ اور یہ اختلافِ لیل و نہار اور زمین کی خاص شکل اور رفتار اس کے محور کے جُھکاؤ پر منحصر ہے۔ کیا یہ سب اتفاق لایعنی ہے۔ یا واقعی اس عجیب و غریب انتظام کی کوئی غرض و غایت بھی ہے۔ کسی اور چیز پر نظر ڈالو خفائے عالم میں ایک ذرّہ بھی ایسا نظر نہ آئیگا۔ جس کے وجُود کو تمہاری ہستی سے تعلق نہیں۔ اس صداقت پر روشنی ڈالتے ہُوئے ترجمانِ حقیقی نے فرمایا۔ الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السمٰوات والارض ربنا ماخلقت ھذا باطلا سبحٰنك (سُورۂ اٰل عمران آیت ۱۹۰) ترجمہ۔ وہ لوگ جو کھڑے بیٹھے اور پڑے خدا کو یاد کرتے ہیں۔ اور آسمان زمین کی مسافت پر غور کرتے ہیں (کہتے ہیں) اے ہمارے ربّ تو اس (دُنیا) کو بیفائدہ نہیں بنایا۔ تیری ذات پاک ہے) وہ چیزیں جو کل نے شُود خیال کیجاتی تھیں آج اُن میں ایک غرض و غایت نظر آتی ہے۔ میں مانتا ہوں کہ لکھوکہا ایسی چیزیں ہیں جن کی غرض و غایت کو انسان نے اس وقت تک نہیں سمجھا لیکن جسقدر ہماری تحقیق میں آچکا ہے۔ وہ سب کا سب اپنے اندر کوئی نہ کوئی مقصد لئے

ہوتی ہے۔ اب اگر مجھے بہ الفاظ قرآنی یہ بات معلوم ہوگئی۔ کہ یہ نظام شمسی ہماری زمین کے قیام ہی کے لئے بنایا گیا ہے۔ اور کائنات کا ہر ذرہ اس ہستی کیلئے ضروری ہے۔ تو یقیناً مجھے یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ دنیا کا ہر ذرہ میری فلاح اور خدمت کے لئے بنایا گیا ہے۔ لیکن یہ ایک الگ امر ہے کہ میں یہ نہ سمجھوں کہ کس طرح میں ان سے فائدہ اٹھاؤں اور اُن سے خدمت لوں۔ بہر حال میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر نیچر کے عناصر کا ایک خاص قانون کے ماتحت چلنا ایک خاص غرض سے وابستہ ہے۔ تو پھر تمام قانون کسی مُقنّن اور واضع کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کا نام میں اللہ رکھتا ہوں۔ اور جس نے بہ الفاظ قرآنی تمام دُنیا کو میری خدمت کیلئے بنایا۔ فرمایا۔ اللہ الذی خلق السموات والارض وانزل من السماء ماءً فاخرج بہ من الثمرات رزقاً لکم وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامرہ وسخر لکم الانھار وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم الیل والنہار واتٰکم من کل ما سالتموہ۔ (سُورۃ ابراہیم آیت ۳۲ تا ۳۴) جس نے زمین آسمان پھل کشتیاں سمندر سُورج چاند دن رات اور جو مانگو سب تمہارے ماتحت۔ ذرا ان الفاظ قرآنی پر غور کرو۔ تم جو اپنے عیش و عشرت کے اِس قدر سامان مُہیّا کرتے ہو کیا تمہارے آرام اور راحت کی کوئی ایسی بھی چیز ہے جو قدرت میں موجود نہ ہو۔ جو خود رحمٰن خدا نے ضرورت سے پہلے ہی مُہیّا نہ کردی ہو۔ کس طرح آپ لوگ اس کو بے ارادہ اور بغیر مشیت کے کہہ سکتے ہیں +

اِس دلیل کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ بذات خود کسی چیز میں کوئی غرض وغایت نہیں۔ اِنسان نے چونکہ اُسکو ایک خاص طرز پر استعمال کیا۔ اسلئے اس سے فائدہ مترتب ہوگیا۔ خود انسان نے اس بلا مقصد کائنات کے غرض وغایت مقرر کیئے۔ یہ ایک مُسلّمہ امر ہے۔ کہ قوت باصرہ روشنی اور سبز رنگ کو دیکھنے سے بڑھتی ہے۔ اور اسی لئے نیچر میں روشنی کے بعد سبز رنگ ہی کثرت سے پایا جاتا ہے۔ لیکن معترض کہتا ہے کہ سبز رنگ کو اس واسطے پیدا نہیں کیا گیا کہ وہ طاقت بصارت کو قوت دے بلکہ بصارت روشنی اور سبز رنگ کی اسلئے خوگر ہوگئی ہے کہ اسکے اردگرد چاروں طرف یہی دو چیزیں کثرت سے تھیں۔ ان لوگوں نے بنا بر

بچھو، بندر وغیرہ کو نہیں دیکھا کہ اُس کی آنکھ تو ہے لیکن عدم روشنی کی وجہ سے بصارت نہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ کہاں تک روشنی اور سبز رنگ کو بصارت دینے سے تعلق ہے یہ چیزیں آنکھ کو نہ صرف طاقت دیتی ہیں بلکہ ان کے بغیر آنکھ کسی کام بھی کی نہیں روشنی کسی اتفاق کے ماتحت آنکھ سے تعلق نہیں رکھتی۔ بلکہ بصارت کے لئے غذا کا حکم رکھتی ہے۔ اس امر پر زور دیتے ہوئے کہ نیچر غرض وغایت سے وابستہ نہیں بلکہ اتفاقات نے نیچر کے عطیوں کو مختلف شکلوں میں استعمال کر لیا۔ اور وہی آج غرض غایت کے قائمقام ہو گئے۔ پروفیسر ہیکل بارود کی مثال پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ بارود مدت سے بیکار پڑا ہؤا تھا ہم نے اس کو ایک خاص غرض کے لئے استعمال کر کے اُس استعمال کو اسکی غرض وغایت بنا دیا ہے۔ اگر ہم اسکو استعمال کر کے خواص نہ دریافت کرتے تو یہ ایک محض بیکار چیز رہتی۔ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ پروفیسر ہیکل جیسے عظیم الشان علم وعقل کا انسان بھی اپنی تھیوری ثابت کرنے کے شوق میں معمولی سے معمولی غلطیوں کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ ہم نے مانا کہ اشیاء کے خواص انسان ہی کے ہاتھ سے دریافت ہوتے ہیں۔ لیکن دریافت خواص وجود خواص کے بعد ہی ہوتی ہے۔ کیا بارود کے سارے خواص پروفیسر صاحب نے معلوم کر لئے ہیں۔ ہر ایک چیز کے ہزار در ہزار خواص ہوتے ہیں۔ اگر انسان نے ان میں سے بعض دریافت کر لیئے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ اسمیں باقی اور خواص نہیں۔ پروفیسر ہیکل کا یہ کہنا کہ ہم نے بارود کو وہ خاصیتیں عطا کی ہیں جو پہلے اسمیں نہ تھیں یا بہ الفاظِ دیگر وہ خواص بارود میں پہلے ہی سے موجود تو تھے۔ لیکن ان کا اظہار انسانی طاقت کا دست نگر تھا۔ اور ان کا دریافت کرنا انسان کا کام تھا۔ اس سے بجائے ارادہ اور غرض کی نفی کے اس کا اثبات ہوتا ہے۔

بہرحال یہ سوال حل کرنے کے لئے کہ کسی چیز کی غرض وغایت پہلے سے ہمیں فطرتی طور پر موجود تھی یا ہم نے اس کا ایک خاص طور پر استعمال کر کے اس کا نام غرض وغایت رکھ دیا۔ اس سوال کو طے کرنے کے مختلف طریق ہیں لیکن اختصار کے لئے میں دو ہی پہلوؤں پر بحث کروں گا۔ اوّل اگر کسی مادہ پر کسی بالارادہ ہستی نے عمل نہیں کیا تو

ہر ایک دماغ اس مادہ کو جس طرح چاہے استعمال کر سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی دماغ نے اس مادے پر کسی خاص غرض و غایت سے عمل کیا تو اس کے بعد وہ مادہ اسی طرز سے استعمال ہو سکتا ہے جس طرح وضع کرنے والے کی منشا تھی۔ اور اگر اسکی منشا کے مطابق نہ چلو گے تو نقصان اُٹھاؤ گے۔ نیچر میں لکڑی اور لوہے کی مثال پر غور کر کے دیکھو جب تک لوہے کے ٹکڑے پر کسی دماغ نے کام نہیں کیا اس کو میں جس طرح چاہوں استعمال کر سکتا ہوں لیکن اگر اسی لوہے یا لکڑی کے ٹکڑوں سے کوئی مشین بنا دی جائے۔ تو جو کوئی اس مشین کو استعمال کرنا چاہے اسکو مجبوراً اسی طرح استعمال کرنا ہوگا جس طرح کہ موجد مشین نے اس کے لئے قاعدے مترتب کئے۔ کسی مادہ کا صرف ایک ہی طرز پر قابل استعمال ہونا اس بات کی ایک کافی شہادت ہے۔ کہ اس مادے پر کسی نہ کسی دماغ یا بالارادہ ہستی نے عمل کیا ہوا ہے۔ اب ذرا اگر یبان میں مُنہ ڈالکر سوچو کہ کیا تم خدا کی بنائی ہوئی چیزوں کو اپنی منشا کے مطابق استعمال کر سکتے ہو۔ دُور کیوں جاتے ہو تمہارا اپنا جسم ایک عظیم الشان مشین ہے۔ اس کے مختلف حصے مختلف کاموں اور غرضوں کیلئے مخصوص ہیں۔ وجود انسانی باٹیالوجی کی رُو سے بہترین مادہ کا مجموعہ ہے۔ جس میں جوہر حیات مکمل طور پر نشوونما پا چکا ہے۔ جسمیں Freewill یا مشیت بالارادہ بھی ہے لیکن باوجود اسقدر طاقت اور قدرت کے کیا تم ناک سے بصارت یا آنکھ سے سماعت کا کام لے سکتے ہو۔ کیا کان کے رستے کھا سکتے ہو۔ تمہاری مجال نہیں کہ بنانے والے کے مقررہ رستوں کے خلاف جا سکو۔ جس طرح کسی دوسرے انسان کی بنائی مشین کو تم اسی کے بنائے ہوئے قوانین کے ماتحت استعمال کر سکتے ہو۔ اسی طرح خالق کے بنائے قوٰے سے اسی کے بتائے ہوئے طریقوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ اب اس وقت جبکہ میں بول رہا ہوں آپ کے کان اور آنکھیں میری طرف لگے ہیں مہربانی کر کے ذرا کانوں اور آنکھوں کو بند کر دو۔ کیا آپ صاحبان میرا لیکچر سن اور سمجھ سکتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں بھوک پیاس محسوس کرینگے! ورقریب کے قہوے خانہ میں جاوینگے۔ آپ صاحبان جو کہتے ہیں کہ نیچر کی مختلف چیزوں کو آپ ہی نے خاص طور پر استعمال کر کے ان کی غرض و غایت پیدا کر دی۔ تو آج ذرا منہ کے

بجائے گرم گرم چائے کان کے سوراخ میں ڈال دیں - تا کہ اس خاص استعمال سے کان کی غرض و غایت پیدا ہو جائے لیکن نہیں آپ کی فطرت یہ لے قانونی ہرگز قبول نہیں کریگی آج جب کھانے پر بیٹھو اور نمک ذرا کم ہو تو نمک کی ایک چٹکی بجائے منہ کے آنکھ میں ڈال دینا پھر دیکھنا کیسا مزا آتا ہے - کیونکہ غرض و غایت کا پیدا کرنا تو آپ ہی کے ہاتھ میں ہے لیکن یقین رکھو کہ اس بے ضابطگی سے آنکھ اور کان دونوں بیکار ہو جائینگی - اسکی وجہ یہ ہے - کہ ان اعضا پر ایک بالارادہ ہستی نے عمل کیا ہے - تمہاری اس مشین کو ایک دل و دماغ نے وضع کیا ہے - اس کے مقرر کردہ قوانین کے خلاف اگر کرو گے تو تمہارا فعل قبول نہ ہو گا - اور بجائے فائدے کے نقصان ہو گا - اس صداقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن حکیم نے فرمایا - افغیر دین اللہ یبغون ولہٗ اسلم من فی السموات والارض طوعاً وکرھاً والیہ یرجعون ..... ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخسرین - سورۂ آل عمران آیت ۸۲ و ۸۴ (ترجمہ - اللہ کے دین کے سوا تلاش کرتے ہیں اور جو کوئی آسمان یا زمین میں ہیں چار و نا چار اس کے حکم بردار ہیں - اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ..... جو فرمانبرداری (اسلام) کے سوا کوئی اور راہ تلاش کریگا خدا کے ہاں وہ مقبول نہ ہو گا اور وہ انجام کار نقصان اُٹھانے والوں میں ہو گا) +

میں نے تشریح کے طور پر ایک انسانی ہاتھ کی بنائی ہوئی مشین کا جسد انسانی سے مقابلہ کر کے دکھایا ہے - دونوں کا عمل ایک دوسرے کے مشابہ ہے - دونوں مخترع اور موجد کے مقرر کردہ قوانین کے بغیر استعمال نہیں ہو سکتے تو پھر کتنے افسوس کی بات ہے - کہ ایک میں تو آپ انسانی دماغ کا ارادہ اور مشیت دیکھتے ہیں اور دوسرے کی بنا محض اتفاق یا استعمال پر رکھتے ہیں اس نتیجہ پر پہنچنے سے پہلے آپ کو منطق کے سارے اصولوں کو بدلنا پڑیگا +

یہ کہنا کہ سینے کی مشین کو سوائے مقرر کردہ قوانین کے استعمال کرنا ناممکن ہے گویا یہ کہنا ہے کہ کسی دل و دماغ نے اس پر عمل کیا - اور اب باقی سب دماغوں کو اسکے

ماتحت عمل کرنا ہوگا لیکن آپ صاحبان کیوں انسانی مشین کی بابت اسی نتیجہ پر نہیں پہنچے یاد رکھو کہ لوہا اور لکڑی بھی بالکل ہماری مرضی کے ماتحت استعمال نہیں ہوسکتے۔ ان کے بھی قوانین اور قواعد ہیں۔ اگر ان قوانین کی پیروی نہ کروگے تو ان کے فوائد سے بھی محروم رہوگے +

(باقی آئندہ)

# مطالعۂ اسلام

## رمضان یعنی ماہِ صیام

مسلمانوں کے لئے یہ بڑا متبرک مہینہ ہے جس میں مسلمان روزہ رکھتے ہیں۔ روزہ رکھنے کا طریق کوئی مسلمانوں سے ہی مختص نہیں۔ دُنیا کے ہر ایک مذہب نے اس رسم کو اختیار کیا ہے۔ اور اب تو وہ لوگ جو مذہب سے کوئی خاص تعلق یا دلچسپی تو نہیں رکھتے لیکن اصُولِ صحّت کے رُو سے اس رسم کی دل سے عزت کرنے لگ گئے ہیں۔ ہاں اسلام کی یہ خصوصیت ہے۔ کہ جو ارکانِ اسلام دیگر مذاہب سے مشترک ہیں ان کو بڑے صاف اور سادے الفاظ میں بیان کرنے کے علاوہ قواعد وضوابط مقرر کردیئے ہیں۔ روزے رکھنے کے رواج پر غور کرو کہ اس رسم کو متبرک اور مصلح اخلاق بنانے کے لئے کس قدر ضوابط رکھے ہیں۔ تاکہ اس بہترین رُوحانی دوا کو محض فاقہ کشی کے مترادف نہ سمجھ لیا جائے اس مہینے کے شروع ہوتے ہی تمام دنیا کے مسلمانوں کی زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہوجاتی ہے۔ جہاں تک کھانے پینے کا تعلق ہے وہ تو اسیقدر ہے کہ جس دن چاند دیکھا جائے اس سے اگلے دن طلوعِ آفتاب* سے لیکر غروبِ آفتاب تک کوئی کھانے پینے کی چیز استعمال نہ کیجائے +

* طلوعِ آفتاب سے پہلے بطور ناشتہ کچھ کھا پی لینا سنت ہے انگلستان میں سحری کا وقت اس سال پونے چار بجے تک ہوگا +

اور دوسرے ہلال تک اسی طرح روزہ رکھنے کا حکم ہے۔ یہاں تک تو اسلامی روزے اور دیگر مذاہب کے روزوں میں چنداں فرق نہیں۔ اگرچہ بعض مذاہب میں کسی خاص قسم کی خوراک سے پرہیز کرنا ہی روزے کے لئے کافی سمجھا جاتا ہے وہ پھل یا دودھ وغیرہ کھا پی لینا جائز سمجھتے ہیں مسلمانوں کے لئے کوئی چیز بھی گلے سے اُتارنا جائز نہیں اس کے علاوہ اسلام نے روزے کو فاقہ کشی سے متمیز کرنے کے لئے خاص احکام جاری کئے ہیں۔ خود شارع اسلام نے مختلف مواقع پر فرمایا۔ کہ جو شخص کھانے پینے کو چھوڑنا ہی روزہ سمجھیں وہ حقیقت روزہ سے بالکل نا آشنا ہے۔ جن آیات قرآنی میں روزے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے ان کا مفہوم بڑا واضح اور صاف ہے۔ اور ان میں بتایا گیا ہے کہ اس کی غرض صلاح خلق اور روحانی ترقیات میں مدد کرنا ہے۔ فرمایا۔ یا ایھا الذین امنوکتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون" ہم نے تم پر روزہ فرض کیا جس طرح تم سے پہلی قوموں پر فرض کئے۔ اور اسکی علت غائی یہی ہے کہ تم متقی ہو یعنی بدیوں سے بچنے کا رستہ سیکھو +

اِنسان کو بدی اور گناہ سے بچنے کا طریق سکھانے کے لئے اسلام نے یہ رستہ اختیار کیا ہے کہ جو چیزیں شرعاً حلال اور جائز بھی ہیں۔ ایام رمضان میں ان سے بھی محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پرہیز کرے۔ یہ ایک قسم کی مشق ہے کہ جب کوئی انسان محض اللہ کے لئے حلال طیب چیزیں چھوڑ سکتا ہے تو پھر کس طرح وہ ناجائز اور حرام اشیا کے نزدیک جا سکتا ہے۔ دوران روزہ میں ہر مسلم کو تمام تعلقات زناشوئی ترک کرنے پڑتے ہیں۔ بلکہ ان تمام راہوں سے بچنا فرض ہے جن سے مرد یا عورت میں کسی قسم کی نفسانی خواہش کا خیال پیدا ہو۔ ایک مسلمان کا روزہ نہ صرف منہ کا روزہ رکھنا ہے بلکہ اس کو منہ آنکھ۔ کان۔ ہاتھ اور ہر ایک عضو کا روزہ رکھنا پڑتا ہے مسلمانوں کو ہر قسم کے خیالاتِ فاسدہ اور جذبات کے روکنے کا حکم ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ روزہ دار کو نہ صرف تمام اعضاؤں جذبات اور خیالات کو بُرے استعمال سے روکنا چاہئے بلکہ ان کو بھلائی خلق یا اصلاح رُوحانی کے لئے لگانا بھی ضروری ہے۔ جو شخص اپنی

بلکہ کو شہوت سے مُبرّا نہیں کر سکتا اس کا روزہ اسلامی نقطۂ خیال سے کوئی وقعت نہیں رکھتا
اسی طرح جس کی زبان نازیبا کلمات استعمال کرے جس کے کان غیبت یا چغلی سُنیں جس کے
ہاتھ پاؤں کوئی ناجائز فعل کے ارتکاب میں ممد ہوں وہ گناہگار ہے۔ اور اُس کا روزہ
مکروہ اور فاسد ہے۔ اسلام تو گویا تمام بُرے خیالات کو جڑ سے اکھیڑنا چاہتا ہے مُسلمانوں
کو تاکید ہے کہ وہ ماہ صیام میں تمام احسن اور نیکی کے قوتے کو ترقی دیں۔ حضرت نبی کریم صلعم
کی بابت لکھا ہے کہ یُوں تو آپ ہمیشہ ہی سخاوت اور فیاضی کا نمونہ تھے لیکن ایام رمضان
میں آپ اجوُدالنّاس تھے۔ اور آپ کی سخاوت کو تیز چلنے والی ہوا سے مشابہت دی گئی ہے
جو روکے نہیں رُکتی۔ غُصّہ روکنے اور مغضُوب الیہ سے محبّت پیدا کرنے کا بہترین طریقہ وہی
ہو سکتا ہے جو قرآن کریم نے بتایا۔ فرمایا۔ والکاظمین الغیظ والعافین عن النّاس
واللہ یحب المحسنین۔ مومن کون ہیں غُصّے پر قابُو پانیوالے۔ معاف کرنیوالے اور اللہ
احسان کرنیوالوں سے پیار کرتا ہے + گویا خیرات میں اور بھی بڑھو اور اس طرح تمہارا
دشمن تمہارا گرویدہ ہو سکتا ہے +

دراصل ہمارے تمام جذبات اور خواہشات کسی نہ کسی فطرتی خواہش کے متقاضی
ہیں۔ اور بدیں وجہ ان کو بالکل روکنا یا مار دینا ممکن نہیں۔ ہاں ان فطرتی تقاضوں کو
اگر ٹھیک راہ پر چلایا جائے تو یہی ہمارے لئے موجب فلاح اور کامیابی ہو سکتے ہیں اسی
اصُول کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام نے یہ تجویز کیا کہ جس وقت کوئی انسان تمہارے غُصّے کا
مُوجب ہو تو نہ صرف غُصّے کو روکو اور معاف کرو بلکہ کچھ مُروّت بھی کردو۔ اور رمضان میں تو اِس
حُکم پر عمل کرنے کا حکم خصُوصاً دیا گیا ہے جو کچھ اللہ نے دیا ہے اسمیں سے کچھ راہ للہ غُربا کو
دینا روزہ دار کا فرض ہے۔ اب اگر ایک شخص بالفرض ماہ رمضان میں تمام قسم کے گناہوں سے
پرہیز کرنے کے علاوہ اعمال صالحہ کی بھی کوشش کرے۔ خیرات اور زکوٰۃ بھی دے تو اس ایک ماہ
کا اثر کم از کم ایک سال تو ضرور رہیگا۔ دیگر اخلاق حسنہ کا بھی اسی طرح قیاس ہو سکتا ہے۔

جب ایک مسلم ہر سال میں ایکدفعہ نہ صرف نفسانی خواہشات اور جذبات قبیح کا مقابلہ کرتا رہے
بلکہ ان کے مقابل اشرف جذبات کی مشق کرتا ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ یہ ایک ماہ کی مشق اس کے

اخلاق پر گہرا اثر نہ ڈالیگی +

## روزہ کی بابت عیسائی نقطہ خیال

بدقسمتی سے عیسائی دُنیا میں روزہ وغیرہ کی مشق کو ریاضت اور عبادت کا ایک جزو لازمی قرار دیا گیا ہے - ہاں اِس قسم کے احکام ایسے ہیں جیسے کوئی مطلق العنان حاکم اپنی بات منوانے کے لئے نافذ کرے - اور خلق خدا پر سختی کرنا ہی اُن کا مدعا ہو - انہی چند احکام کے مجموعہ کو وہ شریعت کہتے ہیں - اب چونکہ عیسائی عقائد کے رُو سے انسان شریعت کے بارِ گراں کا متحمل نہیں ہو سکتا - اس واسطے یہی قانون بجائے رحمت و رہبر کے لعنت اور راہزن ہو گیا - اور اسی لعنت اور بوجھ کو دُور کرنے کے لئے حضرت مسیحؑ دُنیا میں تشریف لائے - لیکن خدا کا انصاف کب یہ گوارا کر سکتا تھا کہ تمام نسل انسانی عذاب نار اور سزائے گناہ سے بغیر تاوان کے بچ جائے اور اسی وجہ سے خدا کو خود اپنا اکلوتا بیٹا صلیب کی لعنتی موت مار کر تین دن دوزخ میں رکھنا پڑا جس سے ہماری نجات یقینی ہو گئی - شریعت قانون یا اُن کی پیروی کی کوئی ضرورت نہیں - مسیح کا خُون ہمارے لئے کافی سرٹیفکیٹ ہے +

کیا اِس کا نام حقیقت مذہب اور الٰہیات رکھتے ہو - مذہب کی غرض تو اخلاق کی اصلاح کرنا اور رُوحانیت کو ترقی دینا ہے ذرا غور تو کیجئے کہ اگر اس قسم کا روزہ جیسا کہ اسلام نے تجویز کیا ہے تہذیب اور اصلاحِ اخلاق میں مُمد ہو سکتا ہے - تو پھر کونسا کفارہ اور کس کا مصلوب ہونا مجھے روزہ رکھنے کے بغیر میرے اخلاق کی اصلاح کر سکتا ہے اسلامی روزہ محض کا مرنا یا جسم کو تکلیف دینا نہیں - اور نہ ہی کسی مطلق العنان کی خوشی کو پُورا کرنے کا ذریعہ ہے - اسکو کسی تکلیف دہ امر یا کفارہ سے کوئی تعلق نہیں - اسکی غرض و غایت تو صرف اصلاح اخلاق اور تمدن و سوسائٹی کی بہتری کا ایک بہترین آلہ ہے - کیا اس میں صبر اور استقامت کی ایک اعلےٰ مشق نہیں - اب اگر استقلال اور اولوالعزمی انسان کے بہترین اوصاف میں سے ہیں - تو کیا ایک سچے مذہب کا فرض نہیں کہ وہ نہ صرف ان صفات کو پیدا کرنے کی تلقین کرے - بلکہ ان کے حصُول کا طریقہ بھی سکھائے - اسلام نے صرف اتنا کہنا کافی نہیں سمجھا - کہ مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب اور صابر ہیں بلکہ ان اخلاق

فاضلہ کے حاصل کرنے کے طریق بھی بتائے۔ روزہ بھی اُنہی اوصافِ حمیدہ کے حصول کا ایک ذریعہ ہے۔ نبی کریم نے فرمایا۔ الصوم نصف الصبر (روزہ آدھا صبر ہے) اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے۔ کہ اگر روزے کا مفہوم کھانے پینے سے پرہیز ہی سمجھا جائے۔ تو بھی یہ صحت کے لئے از حد مفید اور قابل عمل ہے۔ وہ شکم پرست لوگ جو رات دن عمدہ کھانے اور سامان عیش کی دُھن میں رہتے ہیں ہم خوب جانتے ہیں۔ کہ آئے دن اُن کو ملین دواؤں کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان کے لئے روزہ رکھنا اکسیر ہوگا۔ علاوہ ازیں مرغن اور مقوی غذا ئیکے کھانے سے نفسانی خواہشات ترقی کرتی ہیں۔ اور مختلف قسم کے جرائم اور گناہ دُنیا میں ہوتے ہیں۔ ایک بھُوکے آدمی کو شہوت وغیرہ کا خیال بھی نہیں آسکتا۔ اب اگر یہ بات مسلم ہے کہ معدہ خالی ہو تو جذبات فاسدہ کی تحریک بہت ہی کم ہوتی ہے۔ تو کیا نبی کریم صلعم کا یہ قول حرف بحرف ٹھیک نہیں۔ کہ ایام رمضان میں تمام دروازے شیطان پر بند ہو جاتے ہیں۔ جس طرف سے بھی وہ حملہ کرے روزہ اس کے لئے سدراہ بنکر ناکام واپس کر دیتا ہے۔

## ایّام رمضان میں مسلمانوں کا طریق عمل

اُوپر بیان ہو چکا ہے کہ روزے کے دنوں میں ہمیں نہ صرف ہر قسم کی منہیات اور بدیوں سے منع کیا گیا ہے۔ بلکہ خیرات صدقہ اور تمام حسنات میں بھی جتنے الوسع سبقت لیجانے کا حکم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماہ رمضان میں مسلمانوں کا رُجحان دُنیاوی امُور کی طرف کم ہوتا ہے۔ اور کوئی مسلم ایسا نہیں جو دوسرے مہینوں کی کمائی میں سے کچھ نہ کچھ اس ماہ میں فی سبیل اللہ خرچ کرنے کیلئے نہ بچائے۔ اِس مہینے کے آتے ہی ایک خاص اخوت اور اُلفت مسلمانوں میں پیدا ہو جاتی ہے طبیعت خود بخود عبادت اور یاد الٰہی کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ معمولی پنج وقت نمازوں کے علاوہ ایک اور نماز (تراویح) شروع کردیجاتی ہے دراصل یہ نماز تہجد کی قائم مقام ہے۔ تہجد ایک چھوٹی نماز ہے جو فرض تو نہیں لیکن اس کا پڑھنا بڑا ہی ثواب سمجھا جاتا ہے۔ یہ نماز پچھلی رات کو جبکہ دُنیا دار خواب غفلت میں ہوتے ہیں زاہد شب بیدار ادا کرتے ہیں۔ یہی نماز رمضان میں لازمی ہو جاتی ہے۔ افطار روزہ کے

بعد کھانا کھا کر مسلمان مسجدوں میں رات کا کچھ حصہ گزارنے کیلئے عبادت کرنے کے واسطے جاتے ہیں۔ اور جب کہ نمازی مسجد میں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ تو ایک شخص امام بنکر نماز پڑھاتا ہے۔ اور باقی مقتدی اس کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ التزام کیا جاتا ہے کہ امام قرات سے پڑھے اور اس مہینے میں کم از کم قرآن شریف کا ایک دور ختم کرے۔ چنانچہ رات کے گیارہ بجے تک قریباً مسلمان قرآن سننے میں مشغول رہتے ہیں اس کے بعد گھروں کو جاکر آرام کرتے ہیں۔ اور ابھی کچھ رات باقی ہی ہوتی ہے۔ کہ سحری کے لئے خواب راحت کو چھوڑ کر اُٹھ بیٹھتے ہیں۔ بعض لوگ اس وقت نفل پڑھتے ہیں اور کچھ ناشتہ کرنے کے بعد صبح کی نماز کے لئے پھر مسجدوں میں جاتے ہیں بعض لوگ نماز صبح کے بعد سو جاتے ہیں۔ تاکہ شب بیداری کی کمی پوری ہو جائے۔ اور صحت میں فرق نہ آئے۔ اکثر لوگ کوشش کرتے ہیں۔ کہ باقی مہینوں کی کمائی سے کچھ بچا کر اس ماہ کے خرچ کے لئے رکھیں۔ تاکہ اس ماہ میں دنیاوی دھندوں سے آزاد رہیں۔ یہ لوگ تمام دن ان مجالس میں گذارتے ہیں جہاں قرآن و حدیث کا ذکر اذکار ہو یا خود قرآن حدیث یا دیگر کتب مقدسہ و اخلاق کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ان ایام مسجدوں میں خوب رونق ہوتی ہے۔ اور مسجدوں کے دروازے دن رات نمازیوں کے لئے ماسوائے رات کے چند گھنٹوں کے کھلے ہی رہتے ہیں۔ اور ایک امر جو خاص طور پر قابل دید ہوتا ہے یہ ہے کہ کسی طرف بھی بھوک یا فاقہ کشی کے آثار نظر نہیں آتے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہر ایک مسلمان اپنی حیثیت کے مطابق غرباء کی تکلیف اور ضروریات کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے ہمدردی۔ عبادت اور خیرات ان دنوں کا خاصہ ہے غریب سے غریب انسان بھی خوشحال اور فارغ البال نظر آتا ہے۔ آج مغرب کے جن علماء نے یہ بات مان لی ہے کہ خاموشی اور تفکر بھی انسانی اخلاق کی اصلاح میں بڑے کام آتے ہیں۔ ان کو چاہئے کہ وہ اس صداقت کو اسلامی ممالک میں خاص کر اس مہینے میں جاکر دیکھیں +

## رمضان کا آخری عشرہ ۔ لیلۃ القدر

مسلمانوں میں یہ اعتقاد روایتہً چلا آیا ہے کہ ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں ایک

رات ایسی ہوتی ہے۔ کہ اُس رات جو دُعا مانگی جائے قبول ہو جاتی ہے۔ یہ وہ رات ہے کہ جس کے میسر آجانے پر انسان رُوحانی کمالات میں بڑھ جاتا ہے۔ یہ خاص طور پر مقرر نہیں۔ لیکن جن خوش نصیب لوگوں کو یہ مبارک گھڑی نصیب ہوئی ہے۔ ان کے تجارب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ رات طاق راتوں میں ہی آتی ہے بعض تو اس سے بھی بڑھ کر ستائیس اٹھائیس و اُنتیسویں رات کو مخصوص سمجھتے ہیں۔ اور کثرت سے لوگ ستائیسویں رات کو ہی لیلۃ القدر کا اعزاز دیتے ہیں +

یہ رات کوئی فسانہ یا خیالی نہیں یہ ایک صادق مصدوق حقیقت ہے اور اسکی شہادت بڑے بڑے خدا رسیدہ اصحاب نے دی ہے۔ اور ان سطروں کا لکھنے والا بھی اس رات کی برکات سے ناآشنا نہیں۔ قرآن نے اس رات کا نام لیلۃ القدر رکھا ہے۔ اور مقبولیتِ دعا کا خاص وقت پچھلی رات کو ہوتا ہے۔ یہ رات عموماً خوب روشن اور خوشگوار ہوتی ہے۔ اور ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا کے ساتھ بارش کی بوندیں بھی پڑتی ہیں جس سے رُوح میں ایک خاص سرور اور لذت پیدا ہوتی ہے۔ عابد شب زندہ دار جو تمام رات عبادت میں مشغول رہا ہے۔ اُس کے دل میں اس وقت ایک عجیب شوق اور سرور پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے تمام جذبات نفسانی اور خواہشات جسمانی مردہ ہو جاتے ہیں اور تمام دُنیا اسکی نظروں میں پاک اور گناہ سے مُبرا نظر آتی ہے۔ جب وہ اس ربودگی کے عالم میں اپنے خدا کے آگے سر جھکائے کھڑا ہوتا ہے تو دُنیا و مافیہا کی کچھ خبر اس کو نہیں رہتی۔ اس پر ایک عجیب قسم کا وجد طاری ہو جاتا ہے۔ حتےٰ کہ جس حالت میں ہے اسی طرح رہتا ہے۔ خواہ قیام میں ہو یا رکوع یا سجدے میں رقت اور رُوح میں سرور آجاتا ہے۔ اس کا دل ایک چشمہ کی طرح رواں ہو جاتا ہے۔ اور زبان سے خود بخود دُعا و حمد جاری ہو جاتی ہے۔ اور ان الفاظ کے نکالنے وقت اسکی زبان اور دہن سے ایک قسم کا لعاب نکلتا ہے۔ جو نہایت لذیذ اور فرحت بخش ہوتا ہے۔ اور حالانکہ کوئی اس کے پاس نہیں ہوتا۔ تاہم وہ خدا کو اپنے سامنے موجود دیکھتا ہے۔ اس ملاقات سے اس کے دل پر کوئی خوف وغیرہ نہیں چھاتا بلکہ خدا تعالےٰ کی نظر اُلفت اس کو یقین دلاتی ہے کہ

بڑھوا اور مُنہ مانگی مُراد پالو - یہ ایک نہایت ہی مختصر نقشہ ان رُوحانی لذّات کا ہے - جو اس مبارک گھڑی میں کسی خوش نصیب کو ملتی ہیں - اور جن کی حقیقت الفاظ بیان نہیں کر سکتے اور ان چند لمحوں کے حاصل کرنے کے لئے اگر مجھ سے کوئی ساری زندگی بھی مانگے تو میں بخوشی اور شکریہ سے قبول کرونگا +

# اعتکاف

اِس بابرکت ساعت کے حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں میں خلوت اور خاموشی کا ایک اور رواج ہے - جس کا نام اعتکاف ہے - مسلم ممالک کی بڑی بڑی مسجدوں کے ساتھ متعدد حجرے ملحق ہوتے ہیں - یہ ایام اعتکاف میں خلوت نشینی کا کام دیتے ہیں - رمضان کے مہینہ میں جو لوگ معتکف ہونا چاہتے ہیں وہ ۲۱ تاریخ کی رات کو گھروں کو چھوڑ کر ان حجروں میں جا بیٹھتے ہیں - جو دراصل مسجد کا ایک حصہ ہوتے ہیں - نماز باجماعت میں شریک ہونے کے لئے باہر نکلتے ہیں اور نماز سے فارغ ہو کر پھر حجرے میں جا گھستے ہیں - اور رفع حاجت کے سوا کسی صورت میں اُنہیں مسجدوں سے باہر نکلنے کا حکم نہیں - اُن کے متعلقین ان کو سحری اور افطار کا سامان وہیں پہنچا دیتے ہیں - اور وہ اس قدر قلیل ہوتا ہے - کہ جس سے انسان ہلاکت سے بچ سکے - اسی طرح یہ تو یا دس دن یعنی ۲۱ تاریخ کی رات سے لیکر اگلے چاند کے نکلنے تک یہ لوگ تمام دُنیا سے الگ یادِ خدا میں مصروف رہتے ہیں ان ایام کا اکثر حصہ صفاتِ باری تعالےٰ پر غور کرنے اور اپنے نقائص کو اپنے سامنے لاکر انکی اصلاح کے لئے خدا سے دُعا کرنے میں صرف کیا جاتا ہے معتکف لوگ قرآن کو بڑی باریک نگاہ سے بہ تدنظر رکھ کر پڑھتے ہیں - کہ کہاں تک ان کے اعمال اور اخلاق قرآن کی منشا کے مطابق ہیں - اور جہاں جہاں وہ اپنے اندر نقص پاتے ہیں ان کے دفعیہ کیلئے خدا کی جناب میں صدق دل سے توبہ کر کے مدد کی دعا کرتے ہیں - نبی کریم صلعم کی زندگی اور قرآن کے احکام کو پیش نظر رکھ کے وہ دعا مانگتے ہیں - کہ اللہ تعالےٰ ان کو ان کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے - اسی طرح وہ رات کا زیادہ حصہ نماز و عبادت اور گیان دھیان میں گذار دیتے ہیں - یہ کہنا بالکل غلط ہے

ذاتقہ کاف کا مدعا صرف لیلۃ القدر کو تلاش کرنا ہے۔ باوجودیکہ لیلۃ القدر بذات خود ایک بڑا نیک اور اہم کام ہے لیکن معتکف کا نصب العین اپنی زندگی اور اوقات کو بموجب حکم خدا و رسول کرنا ہے۔ وہ اپنے اندر عشق الٰہی کی لو لگا کر حقیقی روشنی حاصل کرنا ہے۔ ان کے متعلقین کو ہدایت ہوتی ہے۔ کہ اُن کی طرف سے بہت خیرات اور صدقہ کریں۔ یاد رہے دنیا ان باتوں پر ہنسے گی لیکن کوئی تجربہ کر کے دیکھے اور پھر دیکھے کہ ان امور کا اثر کہاں تک اخلاق اور روحانیات پر ہوتا ہے +

## ماہِ رمضان کی ستائیسویں رات

یہ اُوپر بھی لکھا جا چکا ہے کہ عموماً مسلمان صلحی کے خیال میں ستائیسویں رات ہی کو لیلۃ القدر ہونے کا فخر حاصل ہے۔ وہ لوگ جو اعتکاف میں نہیں بیٹھتے۔ وہ سب اس رات کو بڑی دُھوم دھام سے مناتے ہیں۔ اپنے اپنے مذاق کے مطابق مساجد کو آراستہ کیا جاتا ہے۔ اور افطار کے وقت مسجدوں میں تل رکھنے کی جگہ نہیں رہتی۔ ذی ثروت لوگ عوام کے لئے افطاری کا سامان مسجدوں میں تقسیم کراتے ہیں۔ یہ بات تو قریباً سارا مہینہ ہی ہوتی ہے لیکن ستائیسویں کی رات کو افطاری کے خاص اہتمام کئے جاتے ہیں۔ جب تمام حاضرین روزہ افطار کر چکتے ہیں تو نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے۔ ہم اُوپر لکھ چکے ہیں کہ جو خاص نماز رمضان میں عشا کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ اسکو تراویح کی نماز کہتے ہیں۔ اور قرأت قرآن اس کا ایک لازمی حصہ ہے۔ کئی مسجدوں میں اس رات سارا قرآن تراویح میں ختم کیا جاتا ہے +

یہ ایک مختصر سا نقشہ ماہ رمضان کا ہے۔ جو عید کا چاند دیکھنے پر ختم ہو جاتا ہے عید کے لغوی معنے خوشی راحت ہیں۔ اور اس دن مسلمان یکجا جمع ہو کر خدا کی جناب میں شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے اُن کو یہ مبارک مہینہ میسر کیا۔ اور اسکی برکات میں سے حصہ پانے کی توفیق عطا فرمائی۔ عیسائی مبلّغ جنھوں نے اسلام کی بابت زہر اُگلنا ثواب سمجھا ہؤا ہے کہتے ہیں کہ عید کے دن تمام مسلمان رمضان کے ختم ہو جانے پر خوشی مناتے ہیں کہ یہ فاقہ کشی کا مہینہ خدا خدا کر کے ختم ہؤا۔ اس بہتان کے ابطال کیلئے اتنا کہنا ہی کافی ہوگا۔ کہ ہر ایک مُسلم تمام سال اِس ماہ کی آمد کا منتظر رہتا ہے۔ اور

اور ماہ رمضان کے آخری جمعہ کو جمعۃ الوداع کہنا ہی بتاتا ہے کہ اس کو رخصت کرتے وقت ہر مسلمان کے دل میں جدائی کا رنج محسوس ہوتا ہے +

عیسائی دنیا میں ایک بھی ایسا دن ہمیں نظر نہیں آتا جس کو اس مبارک مہینے سے کوئی نسبت ہو۔ کرسمس کے ایام واقعی مبارک دن ہیں۔ کیونکہ انہی ایام میں ایک راستباز دنیا میں آیا۔ اور اسے نیکی کی تلقین کی۔ لیکن جن طریقوں اور رسموں سے یہ تیوہار منایا جاتا ہے۔ ان کو پیش نظر رکھ کر ہمیں حیرت آتی ہے۔ کہ یہ تیوہار ثمر کے دیوتا بیکس کی یادگار ہے یا مسیح جیسے راستباز انسان کی ہمیں اس سے انکار نہیں کہ تمام مسلمان روزے نہیں رکھتے لیکن یہ کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ کہ کوئی مسلمان اس مہینے کی بے عزتی کرے یہ ممکن ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے لیکن وہ کم از کم پبلک میں اس مہینے کی عزت کریگا۔ اور کھلم کھلا گناہ سے بچیگا +

اسلامی ممالک میں کسی کو ماہ صیام میں بدی کی طرف مائل کرنے یا کسی کو فعل شنیع سے روکنے کے لئے اس قدر کہدینا کافی ہے۔ کہ یہ تو ماہ رمضان ہے۔ اور اگر ایک شخص یہ کہدے کہ میں روزہ دار ہوں تو گویا اس نے اپنے قول کی صداقت کا پورا یقین دلا دیا۔ الغرض ان تمام باتوں پر غور کرنے سے ایک غیر مسلم سمجھ سکتا ہے کہ روحانی ترقیات اور جذبات کے روکنے کے لئے ماہ رمضان کہاں تک مفید ہے

## کن صورتوں میں روزہ رکھنا ضروری نہیں

حالت بیماری یا سفر میں روزہ رکھنے کی ممانعت ہے۔ ہاں دوسرے دنوں میں ان کے عوض روزے رکھنا ضروری ہے۔ بیماری یا سفر کی حدود مقرر کرنا یا تمام انفرادی حالتوں کے لئے احکام دینے بڑا ہی مشکل ہے۔ ہر ایک شخص اپنے حالات کو خود جانچ سکتا ہے۔ یا اگر ڈاکٹر کا فتویٰ کسی کی حالت کے مطابق یہ ہو کہ روزہ اس کے لئے تکلیف دہ ہوگا۔ تو اسلام نے اس کو معافی دی ہے۔ جو عورت حاملہ ہو یا بچے کو دودھ پلاتی ہو یا ماہواری ایام میں ہو تو ان کے لئے بھی روزہ ضروری نہیں۔ اسی طرح نابالغ بچے بھی روزے سے مستثنے ہیں +

ماہ رمضان کی بابت جو احکام قرآن شریف میں ہیں ان کا ذکر سورۃ البقرہ کی آیت ۱۸۳ سے ۱۸۷ تک بڑی تفصیل سے مندرج ہے۔ ان آیات کی تشریح اور تفسیر جو حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی مترجم انگریزی ترجمۃ قرآن وتفسیر نے بزبان انگریزی فرمائی ہے۔ وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ ہم ناظرین کرام کی ضیافت طبع کے لئے ذیل میں حضرت مولانا موصوف کی اردو تفسیر المسمٰی *"نکات القرآن"* میں سے چند آیات کی تشریح وتفسیر درج کئے دیتے ہیں۔ جو امید ہے کہ خالی از دلچسپی نہ ہوگی +

کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم۔ روزے قریباً دُنیا کی ہر ایک قوم میں پائے جاتے ہیں۔ اور اسی کی طرف الذین من قبلکم میں اشارہ ہے۔ اور اسلام کے چار ارکان میں سے یہ ایک رُکن ہے۔ جس پر عمل کرنا ہر ایک مسلمان کیلئے ضروری ہے۔ باقی تین ارکان نماز۔ زکوٰۃ اور حج ہیں۔ اور ان سب کا ذکر اسی سورت البقرۃ میں آجاتا ہے۔ دُنیا کی مختلف قوموں میں سے صرف عیسائی ایک ایسی قوم ہے جس نے شریعت کو جواب دیکر ہر ایک قسم کی عبادت سے آزادی حاصل کرلی ہے۔ مگر جب ہم مُرّوجہ اناجیل میں ہی حضرت مسیح علیہ السلام کے حالات کو پڑھتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے نہ صرف خود روزے رکھے۔ بلکہ اپنے پیرووں کو بھی روزے رکھنے کی ہدایت کی مگر جب پولوس نے ایک سہل راہ نجات کی کفارہ کی شکل میں بتادی جسمیں کوئی تکلیف اُٹھانی ہی نہ پڑے۔ تو ان مصائب میں اپنے آپ کو ڈالنے کی کیا ضرورت تھی۔ حضرت مسیح نے خود روزے رکھے۔ دیکھو متی ۴: ۲ "اور جب چالیس دن اور چالیس رات روزہ رکھ چکا آخر کو بھوکا ہوا"۔ پھر مشہور پہاڑی تعلیم میں روزے رکھنے کا حکم موجود ہے۔ "پھر جب تم روزہ رکھو ریاکاروں کی مانند اپنا چہرہ اُداس نہ بناؤ ...... تاکہ تو آدمی پر نہیں بلکہ اپنے باپ پر جو پوشیدہ ہے روزہ دار ظاہر ہو اور تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا

*نکات القرآن کے چار حصص اُردو زبان میں چھپکر شائع ہوچکے ہیں جن کی قیمت علے الترتیب ۲ ر ۸ ر ۱۲ ر ۱۲ ر ہے اور پانچویں پارہ تک تفسیر ختم کی جاچکی ہے۔ جو احباب مفصل تفسیر ماہ صیام کی متعلقہ آیات کے پڑھنے کے متمنی ہوں وہ دفتر ہذا سے نکات القرآن حصہ دوئم منگواکر محظوظ ہوسکتے ہیں +

ہے آشکارا تجھے بدلہ دے" متی ۶: ۱۶ و ۱۷ (اِس سے مسیحیوں کے کفّارہ کا عقیدہ بھی باطل ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ یہاں روزوں کا بدلہ دیا جانے کا ذکر ہے۔ پس اگر نماز اور روزہ پر نیک بدلہ ملتا ہے تو کفّارہ کا عقیدہ باطل ہؤا۔) ایسا ہی لوقا ۵: ۳۳-۳۵ میں ہے "اور انہوں نے اُس سے کہا۔ کہ یوحنّا کے شاگرد کیوں اکثر روزہ رکھتے اور دُعا مانگتے ہیں۔ اور اسی طرح فریسیوں کے شاگرد بھی۔ پر تیرے شاگرد کھاتے پیتے ہیں۔ اُس نے اُن سے کہا۔ کیا تم براتیوں کو جب تک دُولھا اُن کے ساتھ ہے روزہ رکھوا سکتے ہو۔ پر وے دن آوینگے کہ دُولھا اُن سے جُدا کیا جائیگا۔ اُن دِنوں میں روزہ رکھیں گے"۔ مگر افسوس کہ دُولھا کے جدا ہونے کی دیر تھی کہ یہی پابندیاں بھی اُٹھ گئیں۔ اور مسیح کے اس حکم پر عمل نہ ہؤا۔ کہ جب دُولھا جُدا کیا جائیگا تو پھر بہت روزے رکھیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کے لئے روزہ ضروری ٹھیرایا تھا۔ پس کتب علی الذین من قبلکم بالکل صحیح ارشاد آلہی ہے +

لعلکم تتقون۔ ان دو لفظوں میں روزے کی علت غائی بیان فرمائی شریعت کے احکام بیشک پہلے بھی پائے جاتے تھے۔ نماز اور دُعا کا بھی کوئی نہ کوئی طریق ہر قوم میں تھا۔ روزوں اور زکوٰۃ کا بھی کوئی نہ کوئی رنگ موجود تھا۔ مگر اسلام نے اُن عبادات کو اپنے کمال تک پہنچایا۔ اور کمال انسانی کے حصول کو اُن کی اصل غرض قرار دیا۔ بائبل کی نجوم میں روزوں کا ذکر کرتے ہوئے یادری کروڈن لکھتا ہے۔ کہ روزے ہر قوم میں غموں اور رنجوں اور مصائب کے وقت میں رکھے جاتے تھے۔ جس کی غرض غالباً یہ ہوگی۔ کہ انسان ظاہر میں اپنے آپ کو ایک مصیبت میں مُبتلا کرکے ان رنجوں اور غموں سے نجات پائے۔ مگر اسلام نے جب روزوں کا حُکم دیا تو ایک اعلےٰ غرض بلکہ انسانی زندگی کے اعلےٰ ترین مقصد کو سامنے رکھا۔ وہ مہتم بالشان مقصد انسانی زندگی کا کیا ہے۔ لعلکم تتقون یعنی تاکہ تم ہر ایک قسم کی مضر چیز اور ہر ایک بدی سے بچ کر حقیقی اور پاکیزگی کے اعلےٰ مقام پر پہنچ سکو

اسی طرح یہ ہوتا ہے۔ کہ جب انسان محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ان چیزوں کو ترک کر دیتا ہے۔ جن کا استعمال اس کیلئے بالکل جائز تھا۔ تو اُس کی وہ قوتیں نشوونما پاتی ہیں۔ جو انسان کو بدی کی گرفت سے چھڑا کر پاکیزگی کے مقام پر پہنچاتی ہیں۔ کیونکہ انسان کی ہر ایک قوت اپنے کمال تک پہنچنے کے لئے اسباب کی محتاج ہے۔ کہ اسے کام میں لگایا جائے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے نماز سے اور روزوں سے انسان کے اندر جو نیکی کی قوتیں ہیں۔ اسکو ہر دم کام پر لگایا ہے۔ اور جس طرح پر نماز انسان کو حقیقی پاکیزگی کے مقام تک پہنچاتی ہے۔ ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر۔ اسی طرح پر روزوں کی اصل غرض یہ ہے کہ انسان کو سکھایا جائے کہ تقویٰ کے مقام تک وہ کیونکر پہنچ سکتا ہے۔ اور اس طرح پر اسلام کے روزوں کی غرض وہ نہیں جو دوسری قوموں کے اندر تھی +

ایاماً معدودات گنتی کے دن یعنی معلوم دن یا تھوڑے دن اسکی وضاحت شہر رمضان سے فرمائی جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے +

فمن کان منکم مریضاً او علیٰ سفر فعدۃ من ایام اُخر۔

اس آیت میں مریض اور مسافر کے لئے عدۃ من ایام اخر یعنی مقررہ ایام کو چھوڑ کر پچھلے دنوں میں گنتی پورا کرنے کا ارشاد ہے۔ اس بات پر بہت بحث ہوئی ہے کہ آیا یہ بر سبیل رخصت ہے یا وجوب کے طور پر۔ بعض احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزے رکھنے کو منع فرمایا۔ اس لئے محتاط مذہب یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ بیماری اور سفر میں روزہ ترک کر دے۔ اور اُتنے دن بعد میں روزہ رکھ لے کیونکہ اگر رخصت کے طور پر بھی ہو تو اللہ تعالیٰ کی رخصت سے فائدہ اُٹھانا چاہئیے اور دوسرے بعض وقت انسان کو بیماری اور سفر میں نااندیشیدہ تکالیف پیش آجاتی ہیں +

# اِسلامک ریویو کی علمی و مذہبی جدوجہد

یہ گرم رفتاری کا زمانہ ہے۔ ہم سب مصروفِ کار ہیں۔ اور اگر کوئی اس وقت مصروف نہیں تو اُسے ہو جانا چاہئے۔ اِن ایام میں بیکاری کے لئے کوئی عُذر نہیں ہو سکتا۔ میں جب خود صبح بستر سے اُٹھتا ہوں۔ اُس وقت سے لیکر سونے کے وقت تک مصروف رہتا ہوں۔ قابل افسوس بات یہ ہے کہ رسالہ اسلامک ریویو کے مضامین لکھنے کے لئے بھی مجھے کافی فرصت نہیں ملتی۔ لہٰذا اس معاملہ میں اگر کوئی کوتاہی مجھ سے سرزد ہو تو اُمید ہے کہ قارئین کرام مجھے معاف فرمائیں گے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ مجھے رسالہ مذکور سے دلچسپی نہیں بلکہ قلّت فرصت ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اس جنگ کو کامیابی کے ساتھ اختتام تک پہنچا دیں۔ اس جنگ کے اختتام پر جمہور کو اِنسداد کرنا ہوگا۔ کہ آیندہ کبھی بھی ایسی عالمگیر آتش قتال واقع نہ ہو۔ جمہور کو جنگوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ غرباء کو سب سے زیادہ مصیبت اُٹھانی پڑتی ہے۔ اور اخلاق کو بھی کچھ ترقی نہیں ہوتی۔ انسان کو اخلاق کے اس درجہ سے کہ جہاں اپنے بھائیوں کا خون بہانا ایک فرحت معلوم ہوتی ہے۔ اس وقت تک اخلاقی ترقی کے آگے نکلجانا چاہئے تھا۔ میں نے سُنا ہے یا لکھا دیکھا ہے کہ تمام تہذیب صنفِ لطیف بعض اوقات مردوں میں صفتِ بہیمی کا اظہار پسند کرتی ہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو ہم اُمید کرتے ہیں۔ کہ موجودہ جنگ اسکی قطعی موت کا باعث ثابت ہوگی۔ یہ صفت بہیمی آیندہ جس قدر بھی کم ہو اتنی ہی اچھی ہے۔ جس زمین کو توپ و تفنگ نے اُکھیڑ پھینکا ہو۔ جس کے قصبے اور آبادیاں برباد ہوگئی ہوں جو سرزمین جنگ کی تباہی اور بربادی کی داستان زبان حال سے کہہ رہی ہو۔ جو انسانی خون سے سیراب ہو۔ جہاں مقتولین کی لاشیں بریدہ و دریدہ حالت میں پڑی ہوں۔ اور جہاں مجروحین درد و کرب سے چیخ رہے ہوں۔ بھلا ان کے نظارے سے کیا فرحت ہو سکتی ہے۔ نوع انسان کو اس سے کیا حاصل ہوتا ہے +

من قتل نفساً بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا ۔ (ترجمہ) جو کوئی جان بدلے نہیں اور ملک میں فساد پھیلانے کی سزا کے طور پر نہیں (بلکہ ناحق) کسی کو مار ڈالے تو (اسکی نسبت ایسا سمجھا جائیگا کہ) گویا اُس نے تمام آدمیوں کو مار ڈالا ۔ اور جس نے مرتے کو بچا لیا تو گویا اُس نے تمام آدمیوں کو بچا لیا ۔

اس دلفریب تعلیم کے باوجود ہم میں سے اکثر ہتھیاروں کا استعمال سیکھ رہے ہیں تاکہ خون بہائیں بعض جو خود پیشتر سے سیکھے ہوئے ہیں ۔ وہ دوسروں کو سکھا رہے ہیں ۔ کہ وہ بھی اسی بھیانک راستہ پر چلیں ۔ ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اپنے اپنے اعزہ واقارب اور وطن کی حفاظت کرے لیکن قطع نظر مدافعت اور حملہ کی بحث کے ہماری ادعائی تہذیب کیلئے یہ امر سخت مضحکہ خیز ہے ۔ کہ اس بیسویں صدی میں ایسی وحشیانہ حرکات اور ایسی قساوت و خونریزی واقع ہو کس قدر عبرت کا مقام ہے ۔ کہ انسان اپنا قوی دماغ اپنے نہایت اعلیٰ قوائے عقلیہ اور صدیوں کے جمع کئے وسیع تجربے کو خود اپنی تباہی کے لئے وقف کرے ۔ اور دُنیا کے تمام ذخائر جانوں کے اتلاف میں صرف کرے ۔

جب میں لکھنے بیٹھا تو اس وقت موجودہ حالات کے ذکر کرنے کا میرا ارادہ نہیں تھا لیکن حالات غالب تھے کیونکہ اس وقت یہی حالات ہی ایک ایسا واقع ہیں جس کی طرف سبکی توجہ لگ رہی ہے جوں جوں دماغ میں خیالات گذرتے ہیں قلم لکھتا جاتا ہے ۔ اور کئی ایک اِدھر اُدھر کے خیالات احاطۂ تحریر میں آجاتے ہیں ۔

رسالہ کی سالنامہ اشاعت میں جناب ایڈیٹر صاحب نے کاغذ کی گرانی ۔ اور اسکے حاصل کرنے اور رسالہ کو موجودہ ضخامت میں اسی قیمت پر جاری رکھنے کی روز افزوں مشکلات کی طرف توجہ دلائی [illegible] ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ کوشش کرے کہ رسالہ میں حرج واقع نہ ہو ۔ ہماری کوشش [illegible] ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں ۔ ہم دن بدن اپنے [illegible] بڑھ رہے ہیں ۔ اور ہمارا حلقۂ اثر وسیع ہوتا جا رہا ہے ۔ روشنی پھیل رہی ہے

مشکلات سے ہم کو گھبرانا نہیں چاہئے۔ اور یہی مشکلات ہمارے لئے تازیانہ ہونی چاہئیں تاکہ ہم روزافزوں قوت اور جوش اور بانیان اولین کی سی سرگرمی کے ساتھ آگے بڑھتے جائیں اور تہیہ کر لیں۔ کہ نور ایمان دور دور پھیل جائے۔ حتیٰ کہ ملک کا ملک اسکی شعاعوں سے منور ہو جائے۔

یہاں پہ ہم محض فضل ایزدی سے اپنی تبلیغی کوششوں میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ یہ آپکا فرض ہے کہ آپ ہمارے اس معاملہ میں معاون و مددگار ہوں ہم ساکنان برطانیہ علمی و مذہبی جدوجہد کر رہے ہیں یہ آپکا فرض ہے۔ کہ ہمکو آپ ہر قسم کی امداد بہم پہنچائیں۔ ہمارا سب سے قوی حربہ قلم ہے۔ اور ہمارا ذریعہ یہ رسالہ ہے یہ بھی جنگ ہے لیکن انسانی جانیں نہیں بلکہ غلط اعتقادات کو ہم تباہ کرتے ہیں کسی دشمن کے خون سے ہمارے ہاتھ پاک ہیں۔ یہ رسالہ آپ کی طرف سے مذہبی جدوجہد میں مصروف ہے۔ اور آپ کے عقائد کی اشاعت کرتا ہے۔ اسکو جاری رکھو۔ صرف اس رسالہ کی وساطت سے ہی ہم عوام تک پہنچ سکتے ہیں۔ اور ملک میں اپنا پیغام پہنچا سکتے ہیں۔ تقریر صرف چند لوگوں تک ہی محدود رہتی ہے۔ قلم و کاغذ دور تک رسائی رکھتے ہیں۔ اور تحریر ان حلقوں تک اثر رکھتی ہے۔ جہاں تقریر کی شنوائی نہیں۔ اور اگر یہ امر کچھ ترغیب کا باعث ہو۔ تو میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ تبلیغ کا یہی ایک زبردست اور ارزاں طریقہ ہے۔ یہ نہ صرف جمہور تک پہنچ سکتا ہے۔ بلکہ اکثر لوگ تقریر سننے کے لئے جانے کی تکلیف بھی گوارا نہیں کرتے اور ایک مطبوعہ رسالہ لیکر اطمینان کے ساتھ مطالعہ کرنے کو بہتر سمجھتے ہیں۔ پڑھنے والے کو یہ بھی موقعہ ملجاتا ہے۔ کہ اس پیغام کو اچھی طرح تحلیل کرے اطمینان سے پڑھے اور اس پر غور کرے۔ اور اس طرح اس کے دل پر زیادہ دیرپا اثر ہوتا ہے۔ تقریر عموماً عارضی اور وقتی اثر رکھتی ہے۔ اور ایک گھنٹہ یا دن میں دل سے محو ہو جاتی ہے اس کا اثر کافی دیرپا نہیں ہوتا۔ مقرر کے منہ سے دوسرا فقرہ سننے کی انتظار میں پہلا بھول جاتا ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے دل سے محو ہو جاتا ہے۔ برخلاف اس کے جو مضمون بوقت فرصت پڑھا جاتا ہے۔ وہ لوح دل پر کندہ ہو جاتا ہے۔ اور خیالات کی زنجیر میں منسلک ہو جاتا ہے اور اگر مضمون بھی اچھا ہو۔ استدلال سادہ اور دلنشیں ہو۔ مگر حالات اور درست ہوں۔ اور موضوع بھی وسیع ہو۔ تو اس کا اثر عموماً مستقل ہوتا ہے خواہ اس کا نتیجہ خود مطابق

کہ پیالے پر بھی فوراً عیاں ہو۔ ایک مسلمان کی زندگی کی قدر و قیمت اس کام پر منحصر ہے جو اس نے کیا ہو۔ اور اس محنت پر منحصر ہے۔ جو اس نے اپنی زندگی میں اپنی قابلیت کے بہترین صرف کے ساتھ کی ہو۔ اور اس بات پر منحصر ہے کہ آیا وہ صدق دل سے اللہ کی راہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلا ہے یا نہیں +

حضرت علیؓ کے قول کو یاد کرو۔ کہ وہ وقت آ رہا ہے جبکہ تجھ سے پوچھا جائیگا۔ یہ نہیں کہ تیرے آبا و اجداد نے کیا کیا اور وہ کیا تھے۔ بلکہ تو نے خود کیا کیا کام کئے +

مجھے معلوم ہے کہ اہل اسلام اس پُر آشوب زمانہ میں سلطنت کی امداد کیلئے فیاضی سے بلا دریغ روپیہ اور جانیں دے رہے ہیں۔ لہذا اُن سے فیاضی کے مزید اظہار کی اُمید ابھی اور ہے۔ لیکن بالآخر جناب ایڈیٹر بھی تو اُن کے ذخائر کے دریا میں سے ایک قطرہ ہی طلب کرتے ہیں۔ اور فرزندان اسلام ہمیشہ فیاضی اور کھلے ہاتھ دیتے رہے ہیں آپ میں سے اکثر کیلئے رسالہ کا چندہ دوگنا کر دینا کوئی بڑی بات نہیں +

## فرزندانِ اسلام

کیا ایسے مُسلمان ہیں جو دوران جنگ میں اپنے چندے کی مقدار دُگنی کرنے کیلئے تیار ہوں کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ کیوں دو ہزار ایسے اصحاب نہ نکل آئیں۔ اپنا چندہ اور وعدہ ووکنگ کے پتہ پر فوراً بھیج دیجئے۔ جب میں رنگون میں تھا۔ میں تقریباً نصف درجن ایسے مسلمانوں سے ملا۔ جن میں سے ہر ایک بجائے خود رسالے کے اخراجات کا کفیل ہو سکتا ہے۔ اور اگر اس نسبت سے دوسرے شہروں میں بھی مسلمان ملسکتے ہیں۔ تو یہ نازک وقت اطمینان کے ساتھ گذر سکتا ہے۔ کیا میرے پُرانے دوست اور بھائی امداد فرمائیں گے + یہ مذہب کا کام ہے۔ اور یہ کچھ زیادہ نہیں۔ اگر ایک مسلمان اپنی آمدنی میں سے ضروری اخراجات کے بعد جو پس انداز ہو اس کا پانچواں حصہ اس کام کیلئے دیدے فرداً فرداً خواہ یہ رقم کم ہی ہو۔ لیکن جمع ہو کر بہت بڑی رقم بن سکتی ہے +

## ۶ - قطرہ قطرہ بہم شود دریا

اس ایثار سے کام کو بہت تقویت ہو گی۔ اور معطی کو بھی طمانیت ہو گی۔ کہ میں نے اسلام کی

امداد اور اپنے عقائد کی اشاعت کیلئے اپنی ہمت کے مطابق کچھ کام کر دیا ہے۔ قربانی کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اس شخص سے زیادہ کوئی قربانی نہیں کر سکتا جس نے عرب کی جلتی ہوئی ریت میں علم توحید نصب فرمایا۔ اور رفتہ رفتہ وہاں پرچم فتح لہرایا +

برادران! تن من دھن اس کام میں لگا دو۔ اور انشاء اللہ اسلام کے سنگ بنیاد پر یہاں یہ ہم وہ مسجد تعمیر کرینگے۔ جس کو زمانے کے ہاتھ مسمار نہیں کر سکینگے۔

والسلام

جان یحییٰ النصر پارکنسن

# مُسلم مشن ووکنگ

سابقہ نمبر میں اسی عنوان کے ماتحت مسلم مشن ووکنگ کی موجودہ تکالیف و ضروریات کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ امید ہے کہ بہی خواہان مشن اس آڑے وقت پر اپنی گرامی توجہ اس کار خیر کی طرف مبذول فرما کر عنداللہ ماجور ہونگے۔ مندرجہ ذیل طریقوں سے ناظرین کرام مشن مذکورہ کی اعانت فرما کر مشن فنڈس کو مستحکم فرما سکتے ہیں۔ امید قوی ہے کہ معزز ناظرین میں سے فرداً فرداً مندرجہ ذیل طریقوں میں سے کسی ایک پر عمل پیرا ہو کر مشن کی استعانت و اعانت کے لئے سعی بلیغ فرما کر داخل حسنات ہونگے:۔

(۱) جو احباب اہل قلم ہوں۔ وہ اسلام کی حمایت میں اپنی زبان میں مضامین لکھ کر حضرت خواجہ صاحب کو براہ راست ووکنگ ارسال فرمائیں۔ یہ انکی قلمی استمداد ہوگی +

(۲) لسان احباب مسلم مشن کی حمایت میں مخلص ہیں اور انفرادی طور پر اپنی زبان کو جنبش دیکر اس اہم اسلامی فرض کو ادا کر سکتے ہیں +

(۳) اس مقصد کیلئے کچھ قدمی و بدنی اعانت بھی بکار ہے۔ کچھ منتخب مخلص احباب اپنے اپنے شہروں میں ذی اثر و متمول برادران ملت کی خدمت اقدس میں قدمی صورتیں حاضر ہو کر ان کی گرامی توجہ اس کار خیر کی طرف منعطف کرائیں +

(۴) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی و رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ کی سابقہ جلدیں

خریدنے سے بھی آپ مشن کو اس وقت تقویت پہنچا سکتے ہیں +

(۵) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی انگریزی دان احباب میں اور اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام کی اُردو دان احباب میں توسیع اشاعت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں اور یہ طریقۂ اعانت سب سے بڑھ کر ہے +

(۶) اپنے اپنے حلقۂ اثر میں اپنے متمول وذی ثروت دوستوں کو تحریک فرمائیں کہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کو اپنی طرف سے بلاد غربیہ میں بطور تبلیغ اسلام مفت تقسیم کرائیں۔ اس صورت میں رسالہ کا سالانہ چندہ مبلغ صر ہوگا +

(۷) رسالہ اسلامک ریویو و اشاعت اسلام کا باطنی حسن وجمال تو ایک مسلمہ امر ہے۔ لیکن باطنی حسن کے ساتھ ظاہری آب وتاب کو بھی قائم رکھنا ناظرین کرام کا فرض اولین ہے۔ آغاز جنگ سے اس وقت تک کاغذ کی قلت وگرانی کی چیخ وپکار اخباری دنیا کے ہر گوشہ سے اُٹھ رہی ہے۔ کہیں کاغذ فنڈ کھل چکے ہیں۔ کہیں رسالوں کے حجم کو تخفیف کرنے کی تجاویز درپیش ہیں کہیں سفید کاغذی لباس کو خیرباد کہی جا چکی ہے۔ اور اسکی جگہ زرد جامہ زیب تن کر کے اخبار و رسائل شائع ہو رہے ہیں۔ کئی ایک معاصر رسائل اسی قلت وگرانی کاغذ کا شکار بھی ہو چکے ہیں لیکن اللہ تعالے کا خاص فضل واحسان ہے۔ کہ ہمارے رسالجات بہت کم آہ وبکا کے آج تک اسی آب تاب کے ساتھ صاف ستھرے کاغذ پر شائع ہو رہے ہیں لیکن تا بکے۔ چونکہ گرانی کاغذ کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ اسلئے ضروریات اسباب کی متقاضی ہے۔ کہ ہم بھی ناظرین کرام کی خدمت اقدس میں کاغذ فنڈ کے لئے دست سوال دراز کریں۔ معزز ناظرین کو بھی یاد رہے کہ وہ ریم جو کبھی عہ کو قبل از جنگ ہم خریدا کرتے تھے۔ اس وقت عہ پر بھی ملنا دشوار ہو رہا ہے۔ یورپ میں تبلیغ اسلام کے کام کا حصر بہت حد تک کاغذ پر ہی ہے۔ اسلئے ناظرین کرام کو خصوصیت سے اسلامک ریویو کے کاغذ فنڈ کی طرف زیادہ تر توجہ مبذول فرمانی چاہئے۔

(۸) اسباب کی بھی اشد ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ کچھ متمول احباب مختلف انگریزی ٹریکٹوں کو

یورپ میں مفت تقسیم کرنے کا ذمّہ لیں۔ ان ٹریکٹوں میں ارکان اسلام مجموعہائے اسلام مندرج ہونگے جو کہ معطی صاحبان کی طرف سے بطور تبلیغ بلاد غربیہ میں مفت تقسیم ہونگے اس سے بھی تبلیغ اسلام کے کام میں خاصی امداد ہوسکتی ہے +

(۹) حضرت خواجہ صاحب کی ماسبق تحریرات و رپورٹوں سے ناظرین کرام کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ہفتہ میں حضرت خواجہ صاحب ایک بار ایٹ ہوم بھی دیتے ہیں یعنی متلاشیان حق کو حضرت خواجہ صاحب اپنے گھر مدعو کرتے ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس قحط سالی کے زمانہ میں مشن کو کس قدر اخراجات کا متحمل ہونا پڑتا ہوگا۔ اس لنگر خانہ فنڈ کی طرف بھی احباب توجہ فرمائیں +

(۱۰) ووکنگ کے علاوہ لندن کو بھی تبلیغ اسلام کا مرکز قرار دیا گیا ہے جہاں مسلسل پُررونق اجلاس ہوتے رہتے ہیں۔ اور بعد از تقریر نہایت ہی سرگرم بحث ہوتی ہے اسلئے لندن مرکز کے اخراجات کا بھی ہمیں تہیّہ کرنا ہے +

# مدح

هر کسے اندر نمازِ خود دُعائے میکند — من دُعاهائے بر و بارِ تو اے باغ بہار
یا نبی اللہ فدائے ہر سرِ موئے تو ام — وقفِ راہِ تو کنم گر جاں دہندم صد ہزار
اتباع و عشق رویت از رہِ تحقیق حبیبت — کیمیائے ہر دلے اکسیر جانِ ہر فگار
دل اگر خوں نیست از ہجرت چہ چیز است آں بگو — در نثارِ تو نگردد جاں کجا آید بکار
دل نمی ترسد بجز تو مرا از موت ہم — پائدار یہا ببیں خوش میروم تا پائدار
راغب اندر رحمتت یا رحمت اللہ آمدیم — ایکہ چوں ما بردرِ تو صد ہزار امیدوار
یا نبی اللہ نثارِ روئے محبوبِ تو ام — وقف راہت کردہ ام این سر کہ بردوش است بار
تا بمن نورِ رسولِ پاک را بنمودہ اند — عشقِ او در دل ہمیں شد چو آب از آبشار
آتشِ عشق از دم من ہمچو برقے مے جہد — یک طرف اے ہمدمانِ خام از گرد و جوار
بر سرِ و جد است دل تا دید روئے او بخواب — اے براں روئے و سرش جان و سر و رویم نثار

# بیبیوں اور بچوں کے پڑھنے کی دلچسپ کتابوں کا نچوڑ

ان کتابوں کے پڑھنے سے عورتوں میں اخلاق۔ تہذیب اور روشن خیالی کا اضافہ ہوتا ہے

| | | |
|---|---|---|
| رسول عربی | رسول اکرم کی سوانح عمری خاص بیبیوں کے مطالعہ کے قابل | ۱ر |
| بنت رسول | خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرہؓ کے متبرک حالات - - - .. | /۵ر |
| حسنین | حضرت امام حسنؓ او امام حسینؓ کے ذکر خیر قابل دید - .. | ۴ر |
| پیام کوثر | نہایت موثر نعتیہ کلام کا مجموعہ مقبول عام .. . . . | ۴ر |
| جمیلہ خاتون | ایک ضدی اور نامحمد خاتون کا راہ راست اختیار کرنا - .. .. .. | ۳ر |
| آداب النسوان جدید | زنانہ آداب و اخلاق کی نہایت مفید کتاب - - - - - - - | ۶ر |
| تنقید بیگم | بیبیوں کو انتہا درجہ کا کفایت شعار اور دور اندیش بنانیوالی کتاب | ۳ر |
| زنانہ حساب کتاب | گھر کا روزانہ حساب لکھنے کی بہتر اور آسان کتاب بہت مدت تک کافی ہے | ۱۰ر |
| ثریا اور باورچیخانہ | قصہ کی صورت میں تمام کھانے پکانے کی ترکیبیں .. . . | ۶ر |
| مناجات بیوہ | حالی مرحوم کی مقبول عام نظم نہایت پُردرد .. .. - .. | ۲ر |
| زنانہ خطوط | عورتوں کو خطوط نویسی کا طریقہ بتلانے والی کتاب .. .. .. | /۵ر |
| صبر کی دیوی | سونیا ڈاہ کی دردناک داستان موثر پیرایہ میں بیان کی گئی ہے | ۳ر |
| اصلاح الرسوم | بری رسموں کے دور کرنے کیلئے مفید طریقے بڑے کام کی کتاب | ۳ر |
| قومی گیت | بچے اور بچیوں کے یاد کرنے کے قابل دلچسپ قومی گیت .. .. | /۵ر |
| لیکچر اسلام | مسز اینی بیسنٹ صاحبہ کا لیکچر اسلام کے متعلق .. .. | ۳ر |
| راہ جنت | نیک اور پاکباز مرد و عورتوں کے نتیجہ خیز قصے - - - | ۳ر |
| چڑے چڑیا کی کہانی | انسان کی بے مروتی کے قصے دو بیزبانوں کی زبان سے - | ۳ر |
| [illegible] کی داد | نہایت دلچسپ نظم مصنفہ مولانا حالی صاحب - - | ۲ر |
| [illegible] کا لائق بیٹا | تعلیم یافتہ اور جاہل ماں کا مقابلہ .. - .. | ۳ر |
| شفق | نصیحت کے پتے ایک سچے موتی نہایت قابل دید کتاب ہے . + . | ۳ر |



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

# اشاعت اسلام

ترجمہ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۴) — بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۸ء — نمبر (۱۰)

## شذرات

**مسجد ووکنگ** - مسجد ووکنگ میں ہر اتوار حسب معمول حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری اور جناب مسٹر عبدالقیوم ملک صاحب باری باری خطبات فرماتے رہتے ہیں +

**مسلم نمازگاہ لندن** - لندن مسلم نمازگاہ کی تبلیغی جدوجہد حسب معمول جاری ہے - صرف ماہ رمضان کے مبارک و متبرک مہینے کے لئے (ایٹ ہوم) یعنی لوگوں کو چاء پر مدعو کرنے کے سلسلہ کو ملتوی رکھنا پڑا - ذیل میں ہم ان تبلیغی اجلاسوں کا تذکرہ کرتے ہیں - جو لندن نمازگاہ کے زیر اہتمام جون و جولائی سنہ ۱۹۱۸ء کے پروگرام کے مطابق منعقد ہوئے +

ہفتہ ۔ یکم جون سنہ ۱۹۱۸ء کو مشاغل اسلام کے سلسلہ کو جاری رکھنے کیلئے احباب کو چاء کیلئے مدعو کیا گیا - چاء سے فراغت کے بعد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے اسلام میں خیرات کے مضمون پر لیکچر دیا - لیکچر کے اختتام پر جو بحث ہوئی - اس نے اسلام کی اس عظمت کو منکشف کیا جس میں اسلام نے مسلمانوں میں اپنے ہم جنسوں کی تکالیف و

افلاس کے دفع کرنے کے لئے کئی صدیاں پیشتر سے ہی خاص خاص قوانین مرتب کر رکھے ہیں بہ نسبت اسکے کہ آج کل کے موجودہ ہمدردانہ (سوشل سروس) خیالات ظہور پذیر ہوئے +

مورخہ ۹ جون ۱۹۱۸ء اتوار کے روز جناب مسٹر مارمیڈیوک پکتھال نے نماز پڑھائی - اور آپ کے خطبہ کا موضوع "مذہبی صداقتوں کے متعلق" تھا - خطبہ نہایت ہی معنی خیز و نصیحت آموز تھا - سامعین نے فاضل خطیب کے خطبہ کی از حد تحسین و توصیف کی - اس خطبہ کا ترجمہ انشاء اللہ کسی اگلے نمبر میں ہدیۂ ناظرین کیا جائیگا +

۲۳ جون ۱۹۱۸ء اتوار کے روز جناب مسٹر سید احسان البکری صاحب نے حسب معمول اپنے دلچسپ و لطیف لب و لہجہ میں "زندگی میں مذہب" کے مضمون کو نہایت خوبی و ادا سے نبھایا +

۳۰ جون ۱۹۱۸ء بروز اتوار ہمارے فاضل نومسلم بھائی مسٹر سلمان شفلیج نے مذہب اور اعتقادیات پر لیکچر دیا - آپ کا طویل و مسلسل موثر و مدلل دلائل سے اپنے لیکچر کو مرصع و مزین کرنا اس عزم و احتیاط و محنت شاقہ کا بین ثبوت دے رہا تھا - جو آپ نے اس لیکچر کو ادا کرنے اور اسکے تیار کرنے میں صرف فرمائی +

---

ماہ رمضان کی وجہ سے عربی و قرآن کریم کے درس و تدریس کا سلسلہ ملتوی رکھا گیا +

---

## دیگر لیکچر

ولورلے ہوٹل ہیسٹنگ بن نیز تھاٹ سرکل ہیسٹنگز کی درخواست پر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا اسلام پر لیکچر دینے کا ایک سلسلہ تجویز ہوا - متذکرہ بالا سرکل کے جملہ کارکنان عموماً اور جناب مسز ہال ہیسن خصوصاً ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے ایسے مفید و نتیجہ خیز اجلاسوں کا اہتمام فرمایا ہے - ان اجلاسوں میں مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق اسلام پر مسلسل لیکچر ہوئے ہیں -

۱۹ جون ۱۹۱۸ء "ارتقاع انسانی صحیح ہے نہ کہ نجات"

۲۰ جون ۱۹۱۸ء "انقطاع روحانی اسلامی نقطۂ خیال سے"۔
۲۱ جون ۱۹۱۸ء "ہمہ گیری جو شارع اسلام حضرت محمد مصطفیٰ نبی کریم صلعم نے تلقین فرمائی"۔
۲۲ جون ۱۹۱۸ء "بدی کا معمہ اور اس کی اصلیت جس کو اسلام نے حل کیا"۔
۲۳ جون ۱۹۱۸ء (صبح کے وقت) "مسلمانوں میں عبادت کی روح"۔
" " (بوقت شام) "کاسمک کانشس (ادراک کونیہ) اور اس کو اسلام میں کس طرح پیدا کیا جائے"۔

جناب مسز ہال سمپسن کی خاص استدعا پر "بدی کا معمہ اور اس کی اصلیت جو اسلام نے حل کی" کے لیکچر کو مکرر اسکاریس ڈیل سٹوڈیو نلنگسٹن میں دہرایا گیا +

ایک اور نہایت ہی دلکش اور دلچسپ لیکچر مورخہ ۲۵ جون ۱۹۱۸ء کو "عربی ہی کل عالم کی زبان ہے" پر لندن یونیورسٹی کے مشرقی زبانوں کے سکول میں ہوا۔ دوران لیکچر میں دیگر امور کا تذکرہ کرتے ہوئے اسبات کو بیّن طور پر ثابت کیا گیا کہ عربی مبین کے سوا باقی کل دنیا بھر کی زبانیں جو وقتاً فوقتاً ربانی پیام کو دنیا کے مختلف حصص میں پہنچانے کا ذریعہ ہوئیں۔ اپنے صوری معنوی ولفظی تغیر وتبدل کی وجہ سے معلمان وقت کا پیام آئندہ نسلوں کیلئے پورے طور پر محفوظ نہ رکھ سکیں لیکن عربی مبین ہی آخری پیغام الٰہی کو محفوظ رکھنے میں کامیاب ہوئی ہے کیونکہ اسکے اوائل زمانہ کے عربی لغت دانوں نے اِس زبان کی اصلیت کو محفوظ رکھنے کے لئے نہایت ہی احتیاط فرمائی۔ یہ لیکچر بھی انشاء اللہ تعالیٰ کسی آئندہ کی اشاعت میں ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے +

# قبول اسلام

باوجود طرح طرح کی مشکلات کے جو اس نازک وقت میں تبلیغ اسلام کے کام میں حائل ہورہی ہیں۔ یہ محض خداوند تعالےٰ کا فضل واحسان ہے کہ نومسلمین کی تعداد میں برابر اضافہ ہو رہا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ ماہ بھی محض فضل ایزدی سے خالی نہیں گیا۔ اور اس ماہ میں بھی ایک خاتون مشرف بہ اسلام ہوئی ہیں + اللھم زدفزد +

# ووکنگ میں عیدُ الفطر

امسال بھی سالہائے گذشتہ کیطرح ووکنگ میں حضرت خواجہ صاحب نے عید الفطر پڑھائی جسکی تفصیلی روئداد اگست و ستمبر ۱۹۱۸ء کے اسلامک ریویو میں شائع ہوئی ہے جو حسب ذیل ہے +

کہا جاتا ہے کہ عبادت کو سچے دل سے بجا لانا ہی بذات خود اسکی قبولیت کا نشان ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جو جس قدر ہمارے معاملہ میں سچی ثابت ہوئی ہے شاید کبھی بھی صداقت کی کسوٹی پر اس طرح پوری نہ اتری ہوگی۔ ناظرین کرام کو یاد ہوگا۔ کہ چند سال ہوئے ہم نے اپنی اس دلی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ کہ مسجد ووکنگ میں ہم دلہا سال تک عیدین کی مبارک و مسرت انداز تقریبات منانے کے قابل ہو سکیں۔ یہ خوشگوار امید اور خواہش جس خوش آئند طریق پر پوری ہوئی۔ اور ہو رہی ہے وہ ہماری تمام توقعات سے بالاتر ہے۔ ہمارے بہت سے نومسلم برادران و خواتین کیلئے یہ مبارک تقریب حقیقی خوشی اور مسرت کا موجب ہوئی ہے کیونکہ اس سے اُن کی زندگیوں میں جو انہوں نے اسلام کے ماتحت بسر کرنی شروع کی ہیں۔ وہ نمایاں خصوصیات پیدا ہو گئی ہیں کہ جن کے پیدا کرنے میں اس زمانہ کی خشک مادیت کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ ان میں سے اکثروں کے لئے اسلام ایک عجیب و غریب لیکن مؤثر اور دلنشین مسلمہ ضابطۂ زندگی ثابت ہوا۔ جو نہ صرف روحانیت ہی کی عمارت کو مستحکم و مضبوط کرتا ہے۔ بلکہ تمام دنیوی ترقیات اور مرفّع الحالی کا بھی مخزن ہے۔ جسم اور روح دونوں کے متعلق اسنے ہدایات دی ہیں۔ اور یہ وہ امر ہے کہ جواب تک کسی کے سننے میں نہیں آیا +

حسب معمول انگلستان میں بسنے والے مسلمانوں کو عید سے جو ۱۰ جولائی ۱۹۱۸ء کو بروز بدھ منائی گئی بہت دن پیشتر اطلاع دیجا چکی تھی۔ صبح سویرے ہی ہمارے مسلمان بھائی اور بہنیں لندن اور اس سے کسی قدر دور کے مقامات سے آنے شروع ہو گئے۔ جن کا سلسلہ ۱۲ بجے بعد دوپہر تک جاری رہا۔ بارش کی وجہ سے جو تمام دن ہوتی رہی۔ اگرچہ مجمع* پہلے سالوں سے نسبتاً کم تھا۔ لیکن پھر بھی مسلمانوں کی ایک کافی تعداد جمع ہو گئی تھی جنمیں ہر ایک طبقہ کے مرد اور عورتیں اور بہت سی مجالس کے نمایندے بھی شریک تھے۔ اور لوگوں کے علاوہ سکرٹری آف سٹیٹ

*۔ اس مجمع کا فوٹو اسلامک ریویو انگریزی کے ساتھ تو شائع ہو چکا ہے لیکن اشاعت اسلام کیلئے ہمارے پاس نہیں پہنچا +

(صاحب وزیر ہند) کی انڈیا کونسل کے بھی دو ممبر ایک ہندو اور ایک مسلمان شامل تھے۔ انگلستان کے مسلمان طلبا میں سے بھی بعض عید منانے کیلئے آئے ہوئے تھے۔ دو عید کے موقعہ پر کیمبرج آکسفورڈ ایڈنبرا ، لیورپول اور مانچسٹر یونیورسٹیوں کے بھی اکثر طلبا نے اس نیک موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ نماز مسجد کے اندر ہی پڑھی گئی تھی … امام صاحب نے خطبہ* پڑھا۔ اور سورۃ فاتحہ کو اپنے وعظ کا عنوان قرار دیا۔ خطبہ میں … اسلام کی اس نمایاں اور عالمگیر تعلیم اور خصوصیت کا بالخصوص ذکر کیا۔ جو تمام بڑے بڑے مذاہب … نے دی ہے۔ اور جس کا عملی نقشہ آج بنایا گیا۔ آج عید کے دن سے بڑھ کر کوئی نقشہ نہیں بھی … نہیں سکتا۔ یہ دن مختلف اقوام کی باہمی عالمگیر مناقرت … کا دن ہے +

خطبہ کے بعد تمام حاضرین نے عید مبارک اور السلام علیکم کی صداؤں کے ساتھ ایک دوسرے سے بغلگیر ہونا شروع کیا۔ دعوت عید پلاؤ اور قورمہ (دو ہندوستانی کھانوں) سے کی گئی۔ حاضرین اس کھانے سے بہت ہی محظوظ ہوئے۔ اور باقی دن لوگوں کی باہم مسرت سے بہت حیثیت میں گذرا۔ نماز ظہر کے بعد چائے پلائی گئی جس میں بہت سے اور احباب بھی جو عدیم الفرصتی کی وجہ سے صبح پہنچ نہ سکتے تھے شامل ہوئے۔ عصر اور مغرب کی نمازوں کے بعد کچھ لوگ … اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اور شام کے کھانے میں سوائے ان چند ایک کے باقی اور … تھے۔ کھانا کھانے کے بعد باقی مہمان بھی اس دلی دعا کے ساتھ رخصت ہوئے۔ کہ آیندہ بھی سالہا سال تک وہ عید منانے کے قابل ہو سکیں +

عیدالفطر کی اس روئداد کو ختم کرنے سے پہلے ہم ان خدمات کے لئے جو ہمارے نو مسلم بھائی یا دریوں نے … عید کو کامیاب بنانے کیلئے محنت اور شوق کے ساتھ سرانجام دیں۔ ان کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ان نو مسلم بھائیوں کا یہ شاندار نمونہ اس اخوت و محبت اور جوش اسلامی کی ایک زندہ مثال ہے۔ جو اسلام سے انہیں حاصل ہوا ہے +

# ایک ولایتی انگریزی اخبار کے الفاظ عیدالفطر کی تقریب پر

عیدالفطر کی مندرجہ بالا تقریب پر لندن کا روزانہ اخبار ڈیلی ایکسپریس رقمطراز ہے کہ

* یہ خطبہ بھی انشاء اللہ کسی آئندہ کی اشاعت میں ہدیہ ناظرین ہوگا۔

کل مسجد ووکنگ میں ہندوستانی مصری اور ایرانی دلکش ملبوسات اور عماموں کے ساتھ مختلف نمازیوں اور ایک ہردلعزیز انگریزی ناولسٹ (مسٹر مارمیڈیوک پکتھال) اور ایک پیر یعنے امیرالامرا (لارڈ ہیڈلے بالقابہ) نے رمضان کی عید کا تہوار منایا۔ ان رنگارنگ کے ملبوسات اور عماموں کے اندر ایک شاہی فوج کی خاکی وردی بھی تھی۔ جو بہت سے نمازیوں نے پہنی ہوئی تھی۔ نماز اور تلاوت قرآن کے ایک گھنٹہ بعد خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام نے انگریزی میں ایک زبردست لیکچر دیا۔ ایک باغ کے اندر خوبصورت مسلمانوں کے طرز کی نہایت خوبصورت مسجد جسمیں ایک فوارہ بھی ہے مسجد کے اندر تلاوت قرآن کریم اور مکہ معظمہ کیطرف مُنہ کرکے نماز پڑھنا وادی سرے میں (اس علاقہ کا نام ہے جہاں ووکنگ کا شہر آباد ہے) بغداد کا منظر قائم کئے ہوئے تھا +

# انتخاب از صحیح بخاری

مندرجہ ذیل احادیث کا ترجمہ ماہ رمضان کے متعلق صحیح بخاری میں سے کیا گیا ہے جو آنحضرت صلعم کی روایات کی نہایت ہی مستند کتاب ہے +

(۱) ماہ صیام کے مہینہ میں بہشت کے دروازے بالکل کُھلجاتے ہیں۔ اور شیطان پا بزنجیر ہوتا ہے

(۲) ماہ رمضان کی رویت ہلال سے روزہ رکھنا شروع کردینا چاہئے۔ اور شوال کے ہلال دیکھنے تک روزہ رکھنا چاہئے لیکن اگر اس دن مطلع صاف نہو تو تیس روزے پورے کرنے چاہئیں

(۳) عبداللہ بن عباس سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے میں سب سے بڑھکر تھے لیکن ماہ صیام میں آپ کی فیاضی وسخاوت معمول سے بھی بڑھکر ہوتی تھی +

(۴) جو شخص دروغ دہی و دروغگوئی سے احتراز نہیں کرتا۔ اسکے بھوکا رہنے یا پیاسے رہنے کی اللہ کو حاجت نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ خود فرماتا ہے۔ کہ ہر ایک شخص اپنے ہی لئے اعمال صالحہ کرتا ہے لیکن روزہ رکھنا خالصتہً میرے لئے ہے جس کا میں ہی صرف اجر دے سکتا ہوں +

(۵) روزہ گناہ سے بچاتا ہے۔ روزہ رکھکر تند کلامی و بدزبانی نہیں کرنی چاہئے۔ اگر کوئی تم کو گالی دے یا بُرا بھلا کہے۔ تو اسکو اتنا کہنا کافی ہے۔ کہ مجھے روزہ ہے +

(۶) اگر کوئی شخص شادی شدہ نہ ہو۔ اور اسکو بُرے جذبات کے شکار ہونے کا احتمال ہو۔ تو روزے رکھے +

(۷) قرآن کریم میں خیط الابیض سے مُراد دن کی روشنی یعنی صبح صادق اور خیط الاسود سے مرادات کی تاریکی ہے۔

(۸) کوئی شخص حضرت بلال رضؓ کی اذان سُنکر سحری کھانی نہ چھوڑ دے۔ حضرت بلال رضؓ حضرت پیغمبر خدا نبی کریم صلعم کے صحابہ کرام میں سے تھے اور مؤذن تھے۔ بعض اوقات صبح کی اذان آپ وقت مقررہ سے پیشتر دے دیتے تھے جس سے اکثر لوگ سحری چھوڑ کر روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے۔ اس واسطے مندرجہ بالا حدیث نبی کریم نے صحابہ کے سامنے بیان فرمائی +

(۹) روزہ رکھنے سے پہلے سحری مستحب ہے۔ واجب نہیں ہے +

(۱۰) اگر کوئی روزہ رکھ کر ناک میں پانی ڈالے۔ اور پانی ناک سے گذر کر حلق کے نیچے اُتر جاوے۔ اور پھر اس کو خارج نہ کر سکے تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا +

(۱۱) جی کے متلانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ اُس سے تو کچھ خارج ہی ہوتا ہے۔ اندر کچھ داخل نہیں کیا جاتا +

(۱۲) جو چیز نگل لی جائے۔ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن جو مُنہ سے خارج کیجاوے۔ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا +

(۱۳) غروب آفتاب کے وقت روزہ کا افطار ہوتا ہے +

# ماہِ رمضان کے علاوہ روزے

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم ماہ رمضان کے علاوہ شعبان میں اور مہینوں سے زیادہ روزے رکھتے تھے۔ اور اکثر ماہ شعبان کا تمام کا تمام مہینہ ہی روزے رکھتے تھے۔ اور آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اپنی وسعت کے مطابق نیکی کرو +

(۲) عبداللہ بن اد دبن آس سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ عبداللہ میں نے سُنا ہے۔ کہ دن کو تم روزہ رکھتے ہو۔ اور رات عبادتِ الٰہی میں کھڑے گذارتے ہو لیکن اسقدر ریاضت ٹھیک نہیں۔ روزے ضرور رکھو لیکن افطار

بھی کرو نمازیں پڑھو لیکن ساتھ ہی نیند بھی کرو کیونکہ تمہارے جسم اور آنکھوں کے بھی تم پر حقوق ہیں۔ ان کی نگہداشت کیجائے۔ اور اسی طرح تمہاری بیوی اور مہمانوں کے بھی تم پر حقوق ہیں۔ ایک ماہ میں تین دن سے زائد روزے نہ رکھو۔ کیونکہ ہر ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے۔ پھر آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح روزہ رکھو۔ اور اس معاملہ میں اس سے تجاوز نہ کرو۔ اس پر عبداللہ نے دریافت کیا۔ کہ حضور وہ کس طرح روزے رکھا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کیا کرتے تھے +

(۳) آنحضرت صلعم نے عید الفطر اور عید الضحےٰ کو روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

# لیلۃ القدر

(۱) ماہ رمضان کی آخری دس طاق راتوں میں اس نیک و سعید گھڑی کو تلاش کرو +

(۲) ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں آنحضرت صلعم معتکف ہو جاتے تھے +

(۳) ایک رات کیلئے بھی کوئی شخص اعتکاف میں بیٹھ سکتا ہے +

(۴) عورت اپنے خاوند کے پاس اعتکاف میں معمولی ملاقات کیلئے جا سکتی ہے +

# خُدا کی بادشاہت

## مُسلمانانِ لندن کو خطاب

### لندن مُسلم ہوس میں مسٹر مارمیڈیوک پکتھال کا لکچر

میں نے کسی جگہ ایک چینی بزرگ کا حال پڑھا ہے جو لوگوں کو رُوحانی حقائق و معارف سکھایا کرتا تھا۔ اُس نے پنجرے میں ایک سفید چوہا بھی رکھا ہؤا تھا۔ اور وہ زرد رنگ کا چولہ پہنا کرتا تھا۔ اسکی وفات کے کُچھ عرصہ بعد ایک سیّاح کا اُس ملک میں گذر ہؤا۔ اور اس نے دیکھا۔ کہ لوگوں کا مذہب صرف اسی تک محدود ہے کہ سفید چوہے پنجروں میں رکھیں اور عصفر لون چغے پہنیں۔ اُس کے پیرؤوں نے حقائق و معارف کو بُھلا دیا تھا۔ دُنیا کے ہر ایک مذہب کے ساتھ کچھ اسی قسم کا واقعہ پیش آیا ہے بعض نے اصلی حقیقت کو قطعاً فراموش کردیا ہے۔ اور بعض نے اصلیّت کو بیہودہ روایتوں کی آلودگیوں سے مُلوّث کردیا ہے۔ ایک ہمارا مذہب ہی ایسا ہے جس نے اصلی حقیقت کو من وعن طور پر قائم رکھا ہے لیکن پھر بھی بعض اوقات اُس کے پُورے مفہُوم کو نہیں سمجھا گیا +

میں تمام پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والسلام اور تمام مذاہب کی جو وقتاً فوقتاً دنیا میں آتے رہے ہیں تاریخ کا اعادہ نہیں کرنا چاہتا۔ اگرچہ مجھے اُن تمام سے پُوری واقفیت بھی ہوتی۔ تو بھی میرے پاس کافی وقت نہیں۔ میں اپنی تقریر تین بڑے سامی مذاہب موسویت عیسائیت اور اسلام تک محدود رکھوں گا۔ جہانتک ان تین مذاہب کا تعلق ہے۔ سامی مذہب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت خلیل نہایت ہی قدیم زمانے کے ایک سیاحت پسند سردار تھے۔ جو عراق عرب سے ہجرت کرکے شام مصر اور عرب کی سیاحت کے بعد فلسطین کے جنوب میں ہیبرن مقام پر سکونت پذیر ہوئے۔ حضرت خلیل ایک خدائے واحد کے پرستار تھے۔ جو تمام کائنات کا بادشاہ اور تمام مخلوق کا مبداء و منتہا ہے۔ اپنے زمانے کے لوگوں میں حضرت ابراہیم کی معرفت اور روشنئ باطن کا ہم اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں

کہ انسانی قربانی کی جگہ حیوانی قربانی مقرر ہوئی۔ اور سامی نسل میں جو ابراہیم کی پیروی کرتی تھی انسانی قربانی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہوگئی۔ نسل انسانی کا ہر ایک حصّہ کم از کم میرے آباؤ اجداد صدیوں بعد تک انسانی قربانی کرتے رہے۔ ابراہیم کا خدا رحم و نور و ہدایت والا خدا تھا +

یہودی اور عرب اپنے جدامجد کے نام کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ لیکن اُن چینی بزرگ کے پیروؤں کی طرح جس کا میں نے ابھی ذکر کیا۔ وہ حضرت ابراہیم کی تعلیمات کی بجائے اُن کی ذات کو زیادہ یاد کرتے تھے۔ اسی نسل کا ایک حصہ مصر میں غلام ہوگیا۔ مصریوں کے ظلم و تشدد نے ان کے دلوں میں تمام نوع انسانی سے علیحدگی کی حس پیدا کردی۔ اور ان کو آرزو ہوئی۔ کہ ہم ابراہیم کے ملک یعنی فلسطین کو واپس چلے جائیں۔ اور وہاں آزاد ہوکر رہیں +

ان کے پاس ایک انسان آتا ہے۔ جو بظاہر مصری معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ فرعون کا درباری تھا۔ اور اُن کو کہتا ہے۔ کہ میں تم کو آزاد کراؤنگا۔ وہ اُن کو اُکساتا ہے۔ کہ دین حنیفی کو پھر زندہ کرو۔ اور بُت پرستی کو چھوڑ دو۔ وہ اول اوّل اس سے بے اعتباری ظاہر کرتے ہیں لیکن بعد ازاں جبکہ وہ اپنے آپ کو اُن کا طرفدار اور ہمدرد ثابت کردیتا ہے وہ اس کو اپنا رہنما مان لیتے ہیں لیکن بغیر کسی قسم کی سرگرمی کے اس وقت خدا کی ارضی بادشاہت کی تصویر صرف موسیٰ کے ذہن ہی میں تھی جو بعد ازاں اسرائیلیوں کا مطمح نظر رہی +

غور کرو۔ کہ حضرت موسیٰ کس قدر بڑا انسان تھا۔ خدا پر پُورا اور کامل ایمان ہونے کی وجہ سے وہ اپنے زمانہ کے اوہام باطلہ سے اس قدر بالا ہوگیا تھا۔ کہ وہ کوہستان سینا کی زلزلہ خیز زمین کو جس کے آتش فشاں پہاڑ دُھواں اور آگ اُگلتے تھے۔ خدا کی صنعت (یعنے کائنات کا ایک حصّہ) سمجھتا تھا۔ اور نہایت دلیری سے اپنی قوم کو شریعت حاصل کرنے کے لئے وہاں لیگیا۔ ایسے انسان کو اس قسم کے مناظر میں کیا کیا کشف و رویا ممکن نہیں۔ اور اُسکی شیر دلی اور بیجوفی نے اُس خوف زدہ تن آسان اور ذرا سی تکلیف پر بڑبڑانیوالی قوم کو جس کو وہ بچانا چاہتا تھا کس قدر مرعوب کردیا ہوگا +

حضرت موسیٰ ہی کے توسّل سے بنی اسرائیل کو وہ شریعت عطا کی گئی۔ جس کی متابعت سے ...

الٰہی بادشاہت کی مدعا یا ہونیکی حیثیت سے اُن کو آئینہ کرتی تھی - وہ ایک برگزیدہ قوم تھی کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد تھی - جن کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا تھا - کہ نور ہدایت اُس کی اولاد کے توسّل سے دیا جائیگا - اور تاریخی شہادت کے سامنے دہریوں کو بھی انکار نہیں ہو سکتا - کہ یہ وعدہ زمانہ مابعد میں پورا ہوا - اگر محض اسرائیلی نبیوں کی طویل فہرست کا ذکر نہ بھی کیا جائے - تو بھی حضرت مسیح علیہ السلام اور جناب محمد صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے تھے +

! مجھے بچپن میں سکھایا گیا تھا - کہ حضرت موسیٰ نے خدا کے حکم سے اسرائیلیوں کو دیگر اقوام سے اسلئے علیحدہ رکھا کہ یسوع مسیح ابن مریم تک توالد و تناسل کا سلسلہ غیر مخلوط رہے لیکن کیا حضرت موسیٰ کو جن کا تدبر اپنے زمانے کے تفکر و تعقّل سے بہت بلند تھا - واقعی یقین تھا - کہ وہ نور ہدایت جو اُن کو دیا گیا تھا - صرف ایک ہی نسل کیلئے تھا ؟ بالفاظ دیگر کیا وہ تمام دیگر اقوام کو اللہ کے رحم اور فضل سے بعید اور منقطع سمجھتے تھے - جیسا کہ ان کے پیرووں نے ازمنۂ مابعد میں سمجھا ؟ بخلاف اس کے کیا یہ امر بھی اُن امور میں سے نہیں جن میں اس کے تنگ دل پیرووں نے حقیقت کو بھلا دیا اور اپنے ہی میلان طبع کی پیروی کی - میرے خیال میں حضرت موسیٰ جانتے تھے - کہ اللہ صرف ایک قوم یا صرف اس دنیا کا ہی خدا نہیں بلکہ اس کا رحم اپنی ہر ایک مخلوق پر حاوی ہے +

بہرحال اسرائیلیوں نے ازمنۂ مابعد میں یہوداکو اپنا قومی دیوتا اور اس دُنیا کا خدا ہی سمجھا - یہ بھی مشتبہ امر ہے - کہ ان کو بابل کی قید اور فلسفی طبع کلدانیوں کے میل جول سے پیشتر عاقبت کی زندگی کا کوئی واضح دینی خیال تھا یا نہیں - اس واقعہ سے کہ وہ کلدانیوں سے بہ کچھ سیکھے وہ معلوم کر سکتے تھے - کہ خدا کا فضل خاص اُنہی کی قوم تک محدود نہ تھا لیکن انہوں نے یہ سبق نہ سیکھا - انہوں نے کلدانیوں اور ایرانیوں کے علوم اخذ کیئے لیکن اپنے قومی مذہب کی تنگ نظری کو نہ چھوڑا - خدا کی بادشاہت کے متعلق ان کا خیال اسرائیلی قوم اور اسی دُنیا تک محدود رہا - حالانکہ اُن کے مذہبی پیشواؤں کا ایک فرقہ جو اپنے فلسفہ کے پارسی الاصل ہونے کی وجہ سے فریسی کہلاتا تھا - حیات مابعد الموت پر یقین رکھتا تھا جب

کبھی اسرائیل جادۂ اعتدال سے منحرف ہُوئے۔ توان کے نبیوں نے ایسی بادشاہت کی علیٰ کے طور پر ان کے فرائض اُن کو یاد دلائے لیکن (ممکن ہے میرا خیال صحیح مطلب ہو) باستثنائے یسعیاہ و دانیال اسرائیلی نبیوں نے یسوع ناصری کی بعثت تک کبھی یہ خیال ظاہر نہ کیا۔ کہ خدا کا رحم تمام نوع انسانی کے لئے ہے +

یہ امر بڑا مشکل ہے کہ ایک مسلمان عیسائیوں کے ساتھ مسیح کے بارہ میں گفتگو کرے اور اس سے غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ خصوصاً جبکہ وہ گفتگو علےٰ سبیل تحجت ہو۔ کیونکہ اُسے مجبوراً اس اولوالعزم پیغمبر کے متعلق عیسائیوں کے بعض خیالات کی تردید کرنی پڑتی ہے لیکن مسلمان یسوع مسیح کے بحیثیت اسکے ایک رسول خدا ہونے کے احترام و توقیر میں عیسائیوں سے ایک انچ بھر بھی پیچھے نہیں ہیں۔ ولقد اٰتینا موسی الکتٰب وقفینا من بعدہٖ بالرسل و اٰتینا عیسی ابن مریم البینٰت و ایدنٰہ بروح القدس (سورۃ البقرآیت ۸۷) اور البتہ ہم نے موسیٰ کو کتاب (توریت) عنایت فرمائی۔ اور ان کے بعد پے درپے (اور) رسول بھیجے۔ اور مریم کے بیٹے عیسےٰ کو (بھی) ہم نے آیات بینات عطا کیں۔ اور رُوح القدس سے اُسکی تائید کی +

مسیح اور انبیاء ماقبل میں ایک فرق ہے۔ اور وہ فرق یہ ہے۔ کہ رُوح القدس یعنی محبت اور کامل تابعداری کی رُوح اسکے ساتھ تھی یہودی ایک ایسے مسیح کی انتظار میں تھے۔ جو دنیاوی بادشاہ ہو جو انکو سربرآوردہ اور دولتمند بنا دے اور انکے دشمنوں کو زیر و زبر کردے لیکن جب مسیح آگیا۔ تو وہ ایسا تھا۔ جسے اس کے وطن کی موجودہ زبان میں درویش کہہ سکتے ہیں۔ اور جسے ہم زیادہ جوش والا واعظ کہیں گے۔ آپ نے جمہور سے اپیل کی۔ اور انہوں نے دلوں و جان سے بخوشی آپ کی بابت سُنی۔ خدا کی بادشاہت کے متعلق ہماری لاعلمی کا یہ حال ہے فقیہوں اور فریسیوں کو زیادہ واقفیت تھی۔ مگر وہ ڈرتے تھے +

حضرت مسیح اپنے آپ کو اسرائیلیوں کا قومی پیغمبر سمجھتے تھے۔ لیکن روح القدس کے فیضان سے اُن کو وہ بصارت حاصل تھی۔ کہ اُن کا پیغام کسی ایک نسل تک محدود نہیں رہ سکتا تھا۔ یہودیوں نے موسوی شریعت کی لفظی پیروی کو اپنا شیوہ بنا لیا تھا۔ اور اُن کا مذہب محض اوہام پرستی ہی رہ گیا تھا۔ مسیح نے شریعت کے حقیقی معانی کی اشاعت کی۔ اور مذہب کے ظاہری ڈھانچے کو جس سے حقیقت کی رُوح پرواز کر گئی ہو لعنت قرار دیا۔ اُس نے نرمی اور عجز و بازی کی تعلیم دی۔ اُس نے ایک سامری عورت کے ساتھ (ملحدین میں سے تھی) مساویانہ حیثیت سے گفتگو کی۔ اور صیدا و صیر کے سرحدی علاقہ کی ایک عورت کی (جو کنعانی میں سے تھی) بنی اسرائیل سے زیادہ ایماندار ہونے کی وجہ سے تعریف کی۔ اِس طرح سے اُس نے اس حقیقت کو ازسرِنو تازہ کر دیا۔ کہ خدا کی بادشاہت مقامی یا قومی نہیں بلکہ ہمہ گیر ہے لیکن مسیح نے موسوی شریعت کو نہ تو منسوخ کیا اور نہ ہی اُسمیں کوئی تبدیلی کی۔ اُسکی وفات کے عرصہ بعد تک یہودی نسل کے عیسائی پکے یہودی رہے۔ اُس نے حیوانات اور پرندوں کی خونی قربانیوں کو جو یہودی مراسم کا جزوِ اعظم تھیں نہ تو منسوخ کیا۔ اور نہ اُن کی مخالفت کی۔ خدا کی بادشاہت کے بارہ میں مسیح نے جو تمثیلیں بیان کیں مثلاً خمیر اور رائی کے دانے والی تمثیلیں۔ اگر اُن میں ارضی بادشاہت کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ میں خیال کرتا ہوں۔ تو اُن میں اِسلام کی پیشگوئی ہے۔ کہ یہودیت قومیت کا جامہ اُتار کر رُوحانیت کا رنگ اختیار کرلیگی اور اُسکی حدُود اسقدر وسیع ہوجائینگی۔ کہ تمام نوعِ انسان اُسمیں شریک ہوجائیگی۔ جیسا کہ طلوعِ اسلام پر وقوع میں آیا +

مسیح نے خدا کی بادشاہت قائم نہ کی لیکن اُس کی دُوربین آنکھوں نے اُسکی پیشبینی کی۔ اور اُس کے حصُول کا راستہ بتایا۔ اُسکی تعلیمات سامی مذہب کے ارتقا میں اس بادشاہت کی طرف ایک مرحلہ ہیں۔ کیونکہ اُس کے بعض الفاظ سے اُسکے یوروپین پیرووں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔ کہ اُس کی موت سے غضب الٰہی کو ٹھنڈا کرنے کے لئے

حیوانی قربانی کی ضرورت نہ رہی۔ ابراہیم خلیلؑ کی تعلیمات نے انسانی قربانی کا خاتمہ کر دیا اور مسیح کی تعلیم سے حیوانی قربانی بند ہو گئی۔ لیکن تعجب ہے۔ کہ بہت زمانہ نہ گذرا تھا کہ عیسائیوں نے مسیح کی موت کو غضب الٰہی کی بھینٹ قرار دینا شروع کر دیا۔ اور اس طرح سے خونی قربانی کی ضروریات کا خیال اُن کے تمام مذہب میں سرایت کر گیا۔ اس کے حواریوں کو یقین تھا کہ مسیح زمین پر خدا کی بادشاہت قائم کریگا۔ لیکن جب وہ بادشاہت قائم کیئے بغیر مر گیا۔ تو ان کو سخت حیرت ہوئی۔ چونکہ اُن کو اس پر ایمان تھا۔ اور وہ اُس سے محبت رکھتے تھے۔ انہوں نے خیال کیا۔ کہ اس نے جو کچھ خدا کی بادشاہت کے بارہ میں اُن سے کہا تھا۔ وہ سب رُوحانی زندگی اور حیات مابعدالموت سے متعلق تھا۔ اس کے اس قول کی کہ "میری بادشاہت اس دنیا کی نہیں"۔ عیسائیوں میں جو مانتے ہیں۔ کہ وہ بحیثیت خدا کے کلام کرتا تھا عموماً یہ تعبیر کی جاتی ہے۔ کہ خدا کی بادشاہت اتنی اس دُنیا کی نہیں جس قدر کہ دوسری دُنیا کی۔ لہذا جہاں تک اس دنیا کے معاملات اور سیاسیات کا تعلق ہے۔ اسے شیطان کے سپرد رہنے دیا جائے۔ برخلاف اس کے مسیح نے یہ دُعا سکھائی تھی کہ تیری بادشاہت آئے۔ اور تیری مرضی زمین پر بھی ہو جیسی کہ آسمان پر ہوتی ہے جب مسیح کی زندگی اور تعلیمات کی تاریخ میں اضافہ کیا گیا۔ اور سمیں تغیر تبدل کر کے اسے وہ شکل دیگئی۔ جو آج عیسائیت کے نام سے موسوم ہے۔ اور جب عیسائیوں کو یقین ہو گیا۔ کہ دُنیا کا اختتام اُس قدر جلد نہیں ہوگا جیسا کہ انہوں نے پہلے سمجھ رکھا تھا۔ تو پادریوں نے کوشش کی۔ کہ عیسائیوں کو ایک نظم میں منضبط کیا جائے۔ اور ایک شریعت وضع کی جائے۔ اور یہ وہ کوششیں تھیں جن میں خدا کی ارضی بادشاہت کا نصب العین مضمر تھا۔ اگر آپ مغربی یورپ کے قرون وسطے کے کلیسیائی قانون کا مطالعہ کریں۔ تو آپ اسلامی شریعت اور اس قانون میں بہت سی باتوں میں حیرت انگیز مطابقت پائیں گے۔ بہت تھوڑے لوگوں کو معلوم ہے کہ کلیسیاء روما کے اقتدار کے زمانہ میں انگلستان میں عیسائیوں کیلئے سود لینا ایسا ہی ممنوع تھا جیسے اسلام میں ہمیشہ سے رہا ہے۔ اور شراکت اور معاملات ارضی ہمارے طرح جائز تھا اسی طرح

کئی ایک باتوں میں زبردست مشابہت تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ کلیسیاء روما جو عقائد میں اسلام سے شائد بعید ترین مذہب ہے سیاسی اور تمدنی اعتبار سے پروٹسٹنٹوں (انجیلیین) کے مقابلۃً پاک مذہب کی نسبت اسلام سے زیادہ نزدیک ہے۔ جس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اول الذکر یعنی کلیسیاء روما نے زمین پر خدا کی بادشاہت قائم کرنے کو اپنی مساعی کی غرض و غایت بنایا۔ اور اس قسم کی بادشاہت قائم کرنے کا صرف ایک ہی ہے یعنے باہمی اخوت۔ لیکن خدا کی اس بادشاہت میں جو مسیحی کلیسیا کے پیش نظر تھی۔ گو وہ یہودی بادشاہت سے زیادہ وسیع تھی۔ اور اس میں ہر ایک قوم شامل ہو سکتی تھی۔ غیر مسیحیوں کو انسانی حقوق سے بھی محروم رکھا گیا تھا۔ اس کا مذہب محض اوہام پرستی ہو گیا تھا۔ اور اسکی بنا اس مرکزی مسئلہ پر تھی۔ کہ ایک انسان کی قربانی سے غضب الٰہی کی آگ صرف ان لوگوں کے لئے ٹھنڈی ہوئی تھی۔ جو اس قسم کی قربانی کی ضروریات اور استجابت پر ایمان رکھتے ہیں۔ فطری گناہ کے ہیبتناک مسئلہ نے اور اس مسئلہ نے جو اس سے کم وحشتناک نہیں۔ کہ جو لوگ کلیسیاء کے مقرر کردہ عقائد پر پورے طور سے ایمان نہیں رکھتے ابدی جہنم میں رہینگے۔ اس بادشاہت کو جو اس کی حدود سے باہر تھی باعث لعنت بنا دیا تھا۔ کلیسیا کے نزدیک کفار کی موت و حیات کچھ حقیقت نہیں رکھتی تھی۔ پس ان کا صفحۂ ہستی سے نابود کر دینا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ کسی ملحد کے جوڑ جوڑ جدا کرنے اس ہر طرح طرح کے تشدد کرنے اور اس کو زندہ جلا دینے سے کوئی دریغ نہیں کیا جاتا تھا۔ کیونکہ خیال کیا جاتا تھا۔ کہ اس طریق سے اسکی روح پاک ہو جاتی ہے۔ اور دوسروں کی روحیں ناپاک ہونے سے بچ جاتی ہیں۔ اسپین جیسے لکھو کھا مردوں اور عورتوں کو ذمہ ہیں لاؤ۔ جن کو صلیبی جنگوں اور قتل عاموں میں حق کے نام پر تلوار کے گھاٹ اُتارا گیا۔ اور مجھے بتاؤ کہ کیا یہ خدا کی ارضی بادشاہت تھی۔ کیا اسے خدا کی بادشاہت کہہ سکتے ہیں +

میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ بعض باتوں میں یہ قابل تعریف بادشاہت تھی ہم سب کو اُسکی تعریف کرنی چاہئے۔ اسمیں بےتعداد اولیا اور بزرگ پیدا ہوئے مسیحی اخوت انسانی خدمت

اور ایثار کا شاندار نصب العین اس کے پیش نظر تھا۔ مفلس عیسائیوں کی امداد کیلئے اس نے مہتم بالشان خیراتی کام کئے لیکن افسوس کہ دُنیاوی نقطۂ نظر سے اُن عقائد باطلہ نے ان سب پر پانی پھیر دیا۔ یہی مسیحی دُنیا تھی جس نے اسلام کے خلاف صلیبی افواج چڑھادی۔ صرف اس غرض سے کہ ان لوگوں کے ہاتھ سے جن کو وہ کافر۔ بیدین بلکہ حیرت ہے کہ بُت پرست تک کہتے تھے۔ مسیح کی نام نہاد قبر کو چھین لیں لیکن آخرکار ان لوگوں کو جنہوں نے سسلی میں ایک اسلامی معبد بھی نہیں چھوڑا تھا یہ دیکھ کر حیرت ہوئی۔ کہ قبر اور اس کا ملحقہ گرجا عیسائیوں ہی کے پاس ہے۔ اور ایک معتدبہ عیسائی آبادی اسلامی حکومت کے سائیہ عاطفت میں بغیر کسی تکلیف کے بڑے آرام سے زندگی بسر کر رہی ہے

اِس قسم کی مذہبی رواداری کی جو اس زمانہ میں عنقا تھی۔ اور جس نے صلیبی جنگ آزماؤں کو متحیّر اور میرے خیال میں خوف زدہ کر دیا تھا۔ کیونکہ متعصب لوگ مذہبی رواداری کو بھی ایک طرح کا گناہ تصوّر کیا کرتے ہیں۔ اور اس سے نفرت اور خوف کیا کرتے ہیں۔ کیا وجہ تھی ؟

اِس سوال کے جواب کیلئے آج سے چھ صدی پیشتر اس زمانہ پر نظر ڈالنی چاہئے جبکہ عیسائیت اِس قدر غلط ہو چکی تھی جس قدر غلط ہونا اُس کے لئے ممکن تھا۔ اور جس سے زیادہ غلطی اس سے پیشتر یا بعد اس میں کبھی پیدا نہیں ہوئی۔ جبکہ اُس نے فطری گناہ کا مسئلہ اختیار کر لیا تھا۔ اور اپنے ایمان میں یہ وحشت انگیز فقرہ ایزاد کر لیا تھا۔ کہ جب تک کوئی شخص فلاں فلاں مسئلہ پر ایمان نہ لائے وہ نجات نہیں پا سکتا۔ اس نے ایسی مراسم اختیار کر لی تھیں۔ جن کی بُت پرستی سے تمیز نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعض پیرو ہمیشہ چار پایوں کیطرح ہاتھوں اور پاؤں کے بل چلتے تھے اور گھاس کھاتے تھے۔ اور بعض کئی کئی سال تک ستونوں کی چوٹیوں پر کھڑے رہتے تھے ان کا عقیدہ تھا کہ اس قسم کی حرکتوں سے اپنے لئے اور دوسروں کے لئے نجات حاصل کر لیں گے۔ اور لوگ ان کو اولیاء سمجھ کر اُن کی پرستش کرتے تھے چھٹی اور ساتویں صدی مسیحی میں عیسائیوں کا کثیر حصہ محض غلامی میں تھا۔ عورتوں کو قطعاً کوئی قانونی

[illegible] حاصل نہیں تھے۔ اور سوائے اس حالت کے کہ وہ مذہبی زندگی اختیار کرکے اپنی زندگی میں بسر اوقات کرتی تھیں۔ پادری اُن کو فطرتاً گنہگار، اور مردوں کے لئے [illegible] کا جال تصور کرتے تھے۔

+ + + + + + + + + + + + + + + + + + + +

مسلمانوں کا ایمان ہے کہ مسیح کے بعد اور حضرت محمد صلعم کی بعثت کے درمیانی عرصہ میں خدا کی بادشاہت عیسائیوں میں تھی۔ عیسائیوں نے اس کو یہ ترقی دی کہ اُسے ایک ایک نسل واحد کی حدود سے پرے تک وسعت دی۔ اور باستثنا کلیسا ارضی خدا کی پرستش میں حیوانی قربانی بند کر دی۔ نیز انھوں نے مسیح کی تعلیمات کی غیر ممالک میں اشاعت کی۔ جس سے لوگوں کے دلوں پر ضرور تہذیب آفرین اثر ہوا ہوگا۔ خواہ ان تعلیمات میں تحریف بھی ہوگئی ہو۔ اور پادریوں کی باہمی نزاعات سے یہ اثر زائل بھی ہوتا رہا ہو۔ مزید برآں کلیسیا کی تعلیمات و اعمال میں جو تضاد و تناقض تھا۔ اس نے شمالی افریقہ اور مغربی ایشیا کے عیسائیوں کے کثیر حصہ کو اسبات کا متمنی کر دیا تھا۔ کہ سوسائٹی کے نظام میں اصلاح ہو۔ اور ان میں اس تشدد کے خلاف جو انہیں سہنا پڑتا تھا شکایت کا احساس پیدا کر دیا تھا۔ جس نے ان کو آمادہ کر دیا تھا۔ کہ جب خدا کی بادشاہت آئے اُسے قبول کر لیں۔ یہ تھی ترقی جسے ہمیں اس ضمن میں یاد رکھنا چاہئے لیکن عیسائی دُنیا اغیار کو ازلی اور ابدی لعنتی اور خدا کی رحمت سے دُور سمجھتی تھی +

اسی وقت ایک نبی ملک عرب میں جو دُنیا میں سب سے اخیر ملک ہے مبعوث ہوا۔ اور جماعۃ الناس اس سے نور و ہدایت پانے کے متمنی ہوئے۔ میرے پاس وقت نہیں۔ کاش ہوتا۔ کہ میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی وہ حالات زندگی جو بجائے خود ایک معجزہ تھے۔ آپ کے سامنے بیان کرتا۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت سے معجزے بیان کئے گئے ہیں لیکن مسلمانوں نے کسی زمانہ میں بھی آپکی طبعی زندگی کے نہایت ہی شاندار معجزوں اور کارہائے نمایاں کے مقابلہ میں ان معجزات

[illegible] حضرت موسےٰ کے ... اور حضرت [illegible] کی بعثت کے درمیانی حصہ ... [illegible]

کو چنداں اہمیت نہیں ہے۔ تاہم ایک معجزہ ایسا ہے جس کا ذکر کرنا جب کبھی بھی آنحضرت صلعم کا اسم مبارک زبان پر لایا جائے نہایت ہی ضروری ہے اور یہ معجزہ قرآن ہے۔ وہ فصاحت اور حسن بیان اور وہ گرمیٔ کلام جس کا حظ اس کتاب کو عربی میں تلاوت کرنے ہی حاصل ہوتا ہے۔ اس کا شمہ بھر بھی کسی ترجمے میں حاصل نہیں ہو سکتا لیکن کوئی ترجمہ بھی اِس حقیقت نفس الامری کو نہیں چھپا سکتا۔ کہ اسمیں تمام نوع انسان کیلئے ہدایت اور نور ہے۔ ہمارے رسول کریمؐ ہمیشہ اس کتاب کو ایک معجزے کے طور پر پیش کیا کرتے تھے۔ اور واقعی یہ معجزہ ہی ہے۔ کیونکہ اگرچہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باعتبار انسان ہونے کے نہایت ہی مہذب اور متمدن تھے لیکن اُمی تھے۔ اور یہ بھی فصاحت جو خالص دانش اپنے اندر رکھتا ہے۔ اکثر آنحضرتؐ پر حالت وجدانی میں نازل

اِس کتاب کے تقریباً آغاز میں آپ کو یہ الفاظ ملیں گے۔ انّ الذین امنوا والذین ھادوا والنصریٰ والصابئین من امن باللہ والیوم الاخر و عمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (سورہ بقرہ ۶۲ آیت) ترجمہ۔ بے شک مسلمان اور یہودی اور عیسائی اور صابی اور ان میں جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے تو ان کو (اُنکے کئے) کا اجر اُن کے پروردگار کے ہاں ملیگا۔ اور ان پر نہ (کسی قسم کا) خوف طاری ہوگا۔ اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہونگے +

پھر ایک اَور جگہ فرمایا۔ وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھوداً او نصریٰ۔ تلک امانیھم قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین بلیٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہٗ اجرہٗ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (سورہ بقرہ آیت ۱۱۱ و ۱۱۲) اور (یہود) کہتے ہیں۔ کہ یہود (کے سوا) اور نصارے (کہتے ہیں کہ نصاریٰ) کے سوا جنت میں کوئی نہیں جانے پائیگا یہ ان کے (اپنے) خیالی پلاؤ ہیں (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو۔ اگر سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔ بلکہ واقعی بات تو یہ ہے کہ جس نے خدا کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور وہ

...ہی حصہ تو اس کیلئے اُس کا اجر اس کے پروردگار کے ہاں (موجود) ہے۔ اور (قیامت میں) ایسے لوگوں پر نہ (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا۔ اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہونگے +

پھر ایک اور جگہ فرمایا۔ وقالت الیھود لیست النصریٰ علیٰ شئی و قالت النصاریٰ لیست الیھود علیٰ شئی وھم یتلون الکتٰب ۔ کذالک قال الذین لا یعلمون مثل قولھم فاللہ یحکم بینھم یوم القیٰمۃ فیما کانوا فیہ یختلفون (البقرہ آیت ۱۱۳) ترجمہ۔ اور یہود کہتے ہیں نصاریٰ کا مذہب کچھ نہیں۔ اور نصاریٰ کہتے ہیں یہود کا مذہب کچھ نہیں۔ حالانکہ وہ (دونوں فریق) کتاب (الٰہی) کے پڑھنے والے ہیں۔ اسی طرح ان ہی کی سی باتیں وہ (مشرکین عرب) بھی کہا کرتے ہیں۔ جو اللہ کے حکم احکام کچھ بھی نہیں جانتے۔ تو بس جس بات میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں قیامت کے دن اللہ اُن میں اس کا فیصلہ کردیگا +

ان کے علاوہ اس مضمون پر اور بہت سی آیات ہیں۔ تلاوت کردہ آیات تو صرف وہ ہیں جو قرآن شریف کے ابتدائی حصہ میں ہیں +

منقولات کی اصلاح میں اگر اس مفہوم کو ادا کیا جائے۔ تو اس کا لُب لباب یہ ہوگا۔ کہ جو شخص عزم راسخ کے ساتھ اعمال صالح کا عامل ہو۔ وہ اُن کا اجر ضرور پالیگا۔ اور اُن پر نہ تو کوئی خوف طاری ہوگا اور نہ حزن و ملال۔ یہ ہے وہ اکی بادشاہت کی حقیقی بنیاد جس کا نظارہ جناب موسیٰ نے جزوی طور پر اور جناب مسیح نے رُوح القدس کے توسط سے تمام و کمال دیکھا۔ حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اس بادشاہت کی تعمیر کی۔ اگر آپ کو اس میں شبہ ہے۔ تو اس تغیر کی تاریخ اُٹھا کر دیکھئے۔ جو آنحضرت کے توسّل سے ظہور پذیر ہوا۔ اور اس کتاب کا مطالعہ کیجئے۔ جو اس بادشاہت کا قانون اساسی اور عہد نامہ ہے +

ہمارے بزرگ شرف رسُول مقبول ؐ یوم ولادت سے ہی غریب تھے۔ کیونکہ یتیم تھے۔ حیات ارضی کے دوران میں انسانی زندگی کے تمام تغیرات اور تمام مختلف حالتیں آپ پر گذریں۔ یعنی افلاس و ثروت مظلومیت و ہردلعزیزی شکست و فتح۔ شدید ترین بیکسی اور

سطوت و جبروت جتنے کہ سب الہی کی مالکیت تھیں۔ ادھر عالمین مثال قائم کردی کہ فرماں روا کو کیا ہونا چاہیئے۔ زندگی کے آخری سال میں آپ نے تمام ملک عرب سے بت پرستی کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر نیست و نابود کر دیا۔ اور اس کے ساتھ ہر ایک قسم کی توہم پرستی مثل پیشۂ ملا گری مسئلہ توسل و توسط۔ مذہبی رسومات اور ہر ایک قسم کی خونی قربانی کا جو گناہ کی آلائش دھونے کیلئے کیجاتی تھی قلع قمع کر دیا۔ روحانی زندگی کا سرچشمہ بلا مزاحمتے احدے ہر ایک کیلئے کھولدیا گیا۔ اس کے اور انسان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رہی۔ خدا یہودیوں کے قومی خدا کی طرح غضبناک اور حاسد خدا نہ رہا۔ برخلاف ان کے ایسے خدا کی تعلیم دیگئی جو اس دنیا میں جسکی حکومت انسان کے سپرد کردیگئی ہے۔ اسکی ہدایت کے لئے صاف اور واضح قانون دیتا ہے۔ آنحضرت نے فرقۂ اناث کو قعر ذلت سے اُٹھا کر ذی عزت اور محفوظ مرتبہ پر پہنچا دیا۔ انکو ازروئے شریعت مردوں کے مساوی حقوق دیئے۔ قبائل کی باہمی خونریزی اور انتقام کا خاتمہ کر دیا۔ میخواری اور قمار بازی کا جس نے عربوں کو خواری و ذلت کے گڑھے میں گرا رکھا تھا قطعی استیصال کردیا۔ اور تاریخ عالم میں پہلی دفعہ ہمہ گیر اخوت کو شریعت کا ایک اصول قرار دیکر اُسے واقعیت کا جامہ پہنا دیا۔ آنحضرت تمام ملک عرب کے شہنشاہ ہو گئے لیکن استبدادیت سے ہمیشہ گریز کیا۔ خدا کے سوا اور کوئی بادشاہ تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ شریعت الٰہیہ ملکی قانون تھی اور انسانوں کو اپنی ضمیر پولیس کا کام دیتی تھی۔ کہیں بدامنی کا نام و نشان نہ تھا۔ اس لاتعداد اور روز افزوں انبوہ کثیر کی روش ایسی تھی۔ گویا اخوت ان کے رگ و ریشہ میں سرائیت کر گئی تھی۔ رنگ و قومیت کی بندشیں نہ تھیں اور نہ ہیں۔ سیاہ و سفید بھورے اور زرد لوگ اس بادشاہت میں سب ہی بھائی بھائی ہیں۔ تاریخ اسلام میں بعض نہایت ہی بلند پایہ بزرگ اور مدبر فرمانروا ایسے بھی ہوئے ہیں۔ جو سیاہ فامی میں شب تار کے ہمپایہ تھے۔ جسے ہم قومیت کہتے ہیں۔ اس کا شیرازہ توڑ دیا گیا۔ اور جسے ہم حب الوطنی سمجھتے ہیں۔ یعنی یہ خیال کہ اپنے ملک کی حمایت کرنی چاہیئے خواہ وہ راستی پر ہو یا غلطی پر۔ اسے مجرمانہ جذبہ قرار دیا گیا۔ تمام فرمانروایانِ عالم میں سے صرف رسول اللہ ہی ایک ایسا انسان ہے جس نے عین جہانگیری میں رحم اور عفو کو دستور العمل بنائے رکھا۔ جس سے نہایت ہی متعجب خیز نتائج مترتب ہوئے۔

مسیحیت ناکارہ ثابت ہوئی وہاں اسلام کامیاب رہا لیکن مسیحیت اپنی ناکامی کو تسلیم نہیں کرتی۔ بخلاف اس کے اپنے شاندار کامیابی کا دعویٰ ہے۔ رُوئے زمین پر اسی کا غلبہ ہے اور دُنیائے اسلام کو آئے دن تحدیاں کرتی ہے۔ کیا کبھی کسی مسلمان نے بھی کوئی زہریلی گیس ایجاد کی۔ یا طور پیڈ ناٹ بنائے۔ اور کیا کسی مسلمان کے دل میں اسّی میل سے زیادہ مار کرنے والی توپ کا کبھی خیال بھی گزرا۔ ناکامی اور کامیابی کے الفاظ سے غلط فہمی پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ لیکن قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے۔ کہ خدا کی بادشاہت میں کامیابی کسے کہتے ہیں۔ قد افلح من زکٰھا وقد خاب من دسّٰھا جس نے اپنی رُوح کو (شرک اور اخلاق بد کی گندگی سے پاک کیا۔ وہ ضرور (اپنی) مُراد کو پہنچا۔ اور جس نے اسکو دبا دیا (وہ) ضرور گھاٹے میں رہا کامیابی کے یہ معنے نہیں کہ چند افراد عوام کا حق چھین کر وسیع جائدادیں بنالیں۔ اور کروڑپتی بن جائیں اور نہ ہی اس سے مُراد ان مقاصد کا حصُول ہے جو نام نہاد مسیحی تہذیب کے پیش نظر ہیں لیکن اگر تم کُرۂ ارض پر کسی ایسے مُلک کی تلاش میں ہو۔ جہاں غریب اور امیر دستوُر اور قانون کی تمام و کمال بجا آوری کرتے ہُوئے اپنی روزانہ زندگی میں حقیقی اور اصلی طور پر خدا کی خدمت کر سکتے ہیں جنہیں ارتقائے ذاتی کا موقعہ حاصل ہے۔ اور جو اپنے ہمسائیوں پر مسابقت کی بجائے انکی امداد میں کوشاں رہتے ہیں۔ تو جس چیز کے تم متلاشی ہو وہ تمہیں مسیحی دُنیا میں نہیں بلکہ کسی اسلامی ملک میں ملیگی مسلمانان عالم پر اگرچہ ادبار کی گھٹا چھائی ہُوئی ہے لیکن پھر بھی سلکِ اخوت میں منسلک ہیں۔ خدا کی بادشاہت کا مہتم بالشان نصب العین ابھی اہل اسلام میں زندہ ہے۔ محاربات وسیاسیات خارجیہ اور خدا کی بادشاہت کا تمام نظام حکومت جن قوانین کے ماتحت چلتا ہے۔ اسلام میں وہ قوانین ایسے ہی واضح وصریح ہیں۔ جیسے وہ قانون جن کو انسان کی انفرادی زندگی سے تعلق ہوتا ہے۔ واضح اور صاف ہے عیسائی مدبرین کے نزدیک یہ ایک اصول متعارفہ ہو گیا ہے کہ سیاسیات میں اخلاق کو کوئی دخل نہیں۔ لیکن الہامی حقائق ہمیں اس سے بہتر تعلیم دیتے ہیں۔ ہم یقینی طور پر جانتے ہیں۔ کہ جو قومیں جادۂ اخلاق سے انحراف کرتی ہیں۔ وہ ضرور بعینہٖ افراد کی طرح اس کا خمیازہ بھگتتی ہیں۔ + + + +

+ + + + + + + + + + + + + + + + +

+ + + - آج ہم دیکھتے ہیں کہ دُنیا کی سربرآوردہ اقوام خدا کے واضح قوانین یعنی قوانین فطرت سے جو آج سے تیرہ صدی پیشتر بذریعہ الہام دُنیا کو سکھائے گئے تھے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے ایک مہیب اور تباہی خیز جنگ میں مصروف ہیں +

خدا کی ارضی بادشاہت کے قوانین میں سے یہ بھی ایک قانون ہے - کہ سیاسیات اخلاقی ضروریات کے تابع ہونی چاہئیں +

آج عیسائی ممالک میں کسی شخص کیلئے جو دُنیاوی امُور میں مُنہمک رہتا ہے - یا جسے اپنے اہل وعیال کیلئے روزی پیدا کرنی ہو - مسلم زندگی بسر کرنا یعنی ان سیدھے سادھے قوانین کی باقاعدہ پابندی کرنا جن کو عیسائی اور مسلمان یکساں طور پر خدا کے قوانین خیال کرتے ہیں - تقریباً ناممکن ہے - آج سے تیرہ سو سال پیشتر یہ ثابت کر دیا گیا تھا - کہ ایک ایسی سلطنت قائم کرنا اور وہ بھی ایک زبردست سلطنت جسمیں ہر ایک مرد اور عورت ویسی زندگی بسر کر سکے ممکنات سے ہے - رُوئے زمین پر جس قدر سلطنتیں گذر چکی ہیں - ان میں سے کسی سے بھی وہ سلطنت علوم وفنون - ادب وتجارت میں پیچھے نہیں تھی - اور باعتبار رعایا کی خوشحالی کے وہ سلطنت دُنیا بھر کی سلطنتوں سے فائق تھی - کیونکہ اس سلطنت کے افراد ایک رشتۂ اخوت میں منسلک تھے +

آہ - وہ لوگ تو گذر چکے ہم سے یہ سوال نہیں کیا جائیگا - کہ انہوں نے کیا کچھ کیا - بلکہ ہم سے پُوچھا جائیگا - کہ ہم تیس کروڑ انسانوں نے جو خدا بادشاہت کا بلند پایہ نصب العین رکھتے ہیں - اپنی ارضی زندگی میں کیا کچھ کیا - صدیوں سے وہ لوگ جو حقیقت نفس الامری سے ناآشنا ہیں - اور وہ قومیں جو ہمیں ابدی جہنمی تصور کرتی ہیں - کیونکہ ہم تجسد وتثلیث پر ایمان نہیں رکھتے - ہمارے نظام حکومت پر حملے کرتی اور بُرا بھلا کہتی رہی ہیں - وہی عیسائی رعایا جس کے عقائد اور قومیت ہماری حکومت کے زیر سایہ مامون ومصئون تھے - اور جو ہماری مذہبی رواداری کا ثبوت تھی - آج اسی کو ہمارے خلاف کھڑا کر دیا گیا ہے - اور بطور ثبوت پیش کیجاتی ہے - کہ ہم آبادی کے خارجی عناصر کو اپنے

تھیں ختم کرنے کے ناقابل تھے مسیحی یورپ ازمنۂ ماضیہ میں آبادی کے ایسے عناصر کو قتل و غارت یا بزور تبدیل مذہب اور آتش سوزی کی موت سے اپنے میں شامل کر چکا ہے۔ ہم نے جنہیں مذہبی آزادی اور حکومت اور خود مختاری دی۔ میں اس کے الصاف پر زور دینا نہیں چاہتا۔ بلکہ میں اپنی خطاؤں اور قصوروں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جن سے یہ سلطنت فانی ممکن ہو گئی۔ ہم حد سے زیادہ اپنے آپ میں محدود و خود پسند اور قناعت کے خوگر ہو گئے تھے۔ ہم نے اسے اسلامی حکومت کے مترادف سمجھ لیا تھا۔ اور اپنے آپ کو تمام ضروری دانش و حکمت کے مالک تصور کرنے لگے تھے +

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اطلب العلم ولو کان بالصین لیکن ہم نے اِن عام معنوں میں تحصیل علم کی کوشش نہ کی۔ ہم اطمینان سے اپنے روزانہ کاروبار اور نماز روزہ میں مشغول رہے۔ اور چونکہ سکونِ قلب حاصل تھا ہمنے سمجھا کہ مزید تشویش کی ضرورت نہیں۔ اِس اثنا میں دیگر اقوام نے وہ باتیں سیکھ لیں جو ہمارے لئے سیکھنا ضروری تھیں۔ اُنہوں نے اِن صفات اور قوی میں ترقی کر لی جنہیں ہمیں کبھی حد تک اُن کے دوش بدوش چلنا چاہئے تھا۔ ہم تن آسانی میں پڑ گئے ہم عائیں بھی کرتے رہے۔ اور یہ بادشاہت تباہ اور برباد ہو گئی ؎

گفت پیغمبر بہ آوازِ بلند — بر توکل زانوئے اُشتر بہ بند

وہ مطلق العنانیاں جو اسلامی ممالک میں پیدا ہو گئیں۔ قطعاً خلاف اسلام تھیں وہ ہمارے لئے باعثِ شرم تھیں اُن لوگوں کا کہ فرض تھا۔ کہ خدا کی بادشاہت کے آئین کے تحفظ میں اپنی جانیں بھی نثار کر دیں۔ ہم نے حکومت کی باگ نااہلوں کے ہاتھ میں دیدی ہم نے نظامِ حکومت اور عدالتوں کو جادۂ اعتدال سے انحراف کر دیا۔ ہم نے ہر ایک شخص کو جو اسلامی برادری سے باہر تھا۔ کافر کہا۔ اور کافر کے اصلی معنے کو بھلا دیا +

مذہبی اصطلاح میں کافر سے وہ شخص مراد ہوا کرتا ہے جو حقیقت سے اِنکار کرنے میں عملی مخالفت سے کام لے۔ کیا پیغمبر صلعم کے غیر مسلم حلیفوں یا اُن لوگوں کو کافر کہیں گے جنہوں نے آغازِ اسلام میں برضا و رغبت اسلام کی باجگذاری اختیار کی تھی۔

خواہ اُن کا مذہب کچھ ہی ہو؟ کیا وہ ممالک بعیدہ کے مطلق العنان فرمانروا اکثر ایسے تھے جنہوں نے رسول اللہ صلعم کے سفرا کی اُن کے مراتب کے مطابق عزت و توقیر کی۔ اور رسول اللہ کے پیغام کو عزت و احترام سے پڑھا؟ ہرگز نہیں۔ یہ کتاب (قرآن شریف) میری تائید کی ؛

حقیقی یا اسلامی اصطلاح میں کافر اور ذمی حلیف کے درمیان یہ فرق ہے :۔
کافر خدا کی بادشاہت کے اُس نصب العین کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے۔ جس کی بنیاد اُس حقیقت اسلامی پر ہے۔ کہ تمام وہ لوگ جو عزم راسخ کے ساتھ نیکی کرتے ہیں۔ وہ اپنے اعمال صالحہ کا اجر ضرور پالیں گے۔ برخلاف اس کے وہ دعویٰ کرتا ہے کہ نجات رسوم باطلہ یا عقائد متحجرہ سے وابستہ ہے۔ ایسے لوگ چونکہ بزور مخالفت کرتے ہیں۔ پس اُن سے ہرگز مصالحت نہیں ہو سکتی۔ یہ لوگ ہٹ دھرمی اور تعصب حق کی مخالفت کرنے والے کفار ہیں

زمانہ ماضیہ میں مسیحی دُنیا کا قریباً ہر ایک فرد اسی قسم کا رہا ہے۔ غیر مسیحیوں کو انسانی حقوق سے بھی محروم گردانا جاتا تھا۔ ان کا قتل اور ان کا مال و منال اُن سے چھین لینا کوئی جرم نہ تھا۔ اور سب سے بڑا نقصان جو غازیان صلیب نے اپنے متعصبانہ حملوں سے اسلام کو پہنچایا ہے۔ یہ ہے۔ کہ انھوں نے اپنے وطیرے سے جاہل مسلمانوں کو جنہوں نے اپنے ہم قوموں کو آئے دن مسیح کے نام پر قتل و غارت ہوتے دیکھا۔ اس بات پر مجبور کر دیا۔ کہ وہ بھی جب موقع ملے حد انتقام سے بڑھ کر بدلہ لیں۔ انہوں نے ہم میں سے بھی بعض کو اپنے جیسا ظالم بنا دیا ہے۔ تعصب و ناانصافی سے تعصب اور ناانصافی ہی پیدا ہوگی۔ اس سے بہتری کی امید رکھنا خیال خام ہے ٭

لیکن اب اُمید کی جھلک آ رہی ہے۔ آج مسیحی دُنیا میں اور خصوصاً انگلستان میں ذکور و اناث کا ایک کثیر الانفار گروہ ہے۔ جو اس عالم آشوب مصیبت سے متاثر ہو کر محسوس کرتا ہے کہ یورپ کے مذہب اور تفکر و تصور میں کوئی نہ کوئی سقم اور خامی ضرور رہی ہے لیکن ہی اب عالمگیر اخوت کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ اخوت عالمگیری تو اسلام میں ہے ہزار زبانوں پر اتحاد بین الاقوامی کی بحث ہے جس سے جنگوں کا انسداد کیا جا سکے ہم اہل اسلام اتحاد بین الاقوامی کی سلک میں منسلک ہیں (شمار کرو اس کرہ میں کتنی قومیں جمع ہیں) اور اتحاد بین الاقوامی جس نے اپنی مقصد

نے مدتوں جنگ کے بھوت کو سلائے رکھا۔ لا علمی کی اب آنکھیں کھل گئی ہیں کہ وہ تہذیب جس کی بنیاد
محمود خواہی اور غربا و مساکین سے بیدردانہ برتاؤ پر ہو ٹھیک نہیں ہزاروں نے جان لیا ہے کہ مسیحی یورپ
کا غیر مسلح اور تخیل پسند اقوام کے گلے میں غلامی کا جوا ڈال دینا اور اُن سے بیدردانہ
اخذ و سلب کرنا انصاف سے بعید ہے۔ یہ سب کچھ قرآن میں ہے سینکڑوں عقل و تدبر
کے پتلے اب خیال کرنے لگے ہیں۔ کہ لایعنی اور ظلمت آفرین عقائد منجمد سے توبہ کرنی چاہیئے
اور ہر ایک مذہب کی خوبیوں کو تسلیم کرنا چاہئے۔ اور یہ وہی بات ہے جو پیغمبر اسلام نے ہمیں آج
سے تیرہ صدی پیشتر سکھائی تھی سینکڑوں اب تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ کہ حضرت محمد صلعم
خدا کا رسُول تھا سب سے بڑھ کر یہ جیسا کہ میں نے دکھایا ہے۔ عقیدہ کے علاوہ اعمال
کی تعلیم اصل الاصُول ہے۔ ہر ایک عیسائی مُلک کے قانون میں تعلیمات اسلام مرکوز رہی ہیں
گو اسے دینی کی بجائے دُنیاوی قانون کہا جاتا ہے +
تمام دیگر صحیفے ضرُوریاتِ زمانہ کے مطابق نہ رہے ہوں لیکن یہ قرآن کریم باقی ہے
اور جو خدا کی بادشاہت کے متلاشی ہیں۔ اُنہیں مجبوراً اسی کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہوگا +
یہ نئے روشن دماغ عیسائی حق کے مخالف نہیں ہیں۔ ان کے ساتھ ہم مل سکتے ہیں
اور انہیں ضرور اپنا حلیف بنا لینا چاہئے۔ انشاءاللہ وہ وقت عنقریب آنیوالا ہے جبکہ
یورپ بھی نوعِ انسان کے سیاہ بھورے۔ اور زرد رنگ حصہ کو اگر وہ اس حقیقت پر عامل
ہونگے برادرانہ درجہ دیگا۔ قومیت اور لایعنی عقائد کی صنم پرستی کو چھوڑ دیگا۔ اور اسلامی نقطہ
نظر کو اپنا نقطۂ نظر بنا لیگا لیکن ضرورت ہے ایک مذہبی شریعت یعنی تہذیب نفس کے
قواعد کی۔ ایک ایسی شریعت کے تسلیم کرنے کی ضرورت ہے۔ جو قوموں کے وضع کردہ قانون
سے اشرف اور برتر ہو۔ جیسا کہ بادشاہوں کا قانون ہوا کرتا ہے۔ اور روزِ حساب یعنی جزا و
سزا کے دن کا بھی کچھ مفہوم ہونا چاہئے۔ وہ شریعت۔ تہذیب نفس کا وہ قاعدہ اور
مفہوم ہمارے پاس ہے۔ اِس کتاب میں جو خدا کی بادشاہت کی سند اور دستورالعمل
ہے۔
تقریر شروع کرتے وقت میرا ارادہ تھا۔ کہ آپ کے سامنے اسلام کی ایک مختصر سی تصویر

پیش کرنے کی کوشش کروں لیکن اب جبکہ میں اس مقام تک پہنچا ہوں۔ جہاں مجھے اپنی تقریر ختم کر دینی چاہئے۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ اگر میں نے اسلام کا کوئی نقشہ پیش کیا ہی ہے تو وہ بڑا ہی ناکافی اور غیر مکمل ہے۔ میں نے اس بادشاہت یعنی اہل ایمان کے جس سے پہلو فلسفہ عبارت ہے۔ روحانی پہلو کا ذکر تک نہیں کیا۔ ایک انگریز کیلئے خصوصاً اس جماعت کے انگریز کیلئے جسے غیر منصفانہ طور پر "جنگو" یعنے جاہ پسند کہا جاتا ہے۔ ان چیزوں کے متعلق ذکر کرنا ہمیشہ دشوار معلوم ہوتا ہے۔ جن کو وہ نہایت ہی مقدس سمجھتا ہو۔ اور اس جگہ کھڑے ہو کر اُن کا ذکر کرنا میرے لئے اور بھی دشوار معلوم ہوتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ہمارے محترم امام (خواجہ کمال الدین صاحب) نے جو مجھ سے بہت زیادہ فصیح اور متقی ہیں۔ پہلے ہی بوجہ احسن وکما حقہٗ ان کا ذکر کر دیا ہے۔ میں صرف ایک مسئلہ پر آپ کی توجہ مبذول کرانے کی جرأت کروں گا۔ آپ نے نوٹس کیا ہو گا۔ کہ میں نے دوران تقریر میں متعدد بار اِس قربانی یا بھینٹ کا جو گناہ کی پاداش یا بدلے میں کیجاتی ہے۔ اور ان مختلف اشکال کا ذکر کیا ہے۔ جو اس قربانی نے نوع انسان کے ارتقاء مذہبی کی مختلف منازل میں اختیار کی ہیں۔ انسانی قربانی اور نیز حیوانات کی قربانی کے خیال سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ارتقاء انسانی کی اس منزل پر ایسا ہونا بالکل جائز ہے لیکن ہم یہ خیال کرنے میں غلطی پر ہونگے۔ کہ جو لوگ خونی قربانی کرتے تھے یا کرتے ہیں۔ وہ محض بہائمی یا سفاکانہ محرکات سے ایسا کرتے ہیں۔ حاضرین مجلس! وہ لوگ بھی جو اپنے ہمجنس انسانوں کا گوشت کھا جاتے ہیں اپنے خیال میں اعلےٰ اغراض کو ہی مدِنظر رکھتے ہیں یقینی طور پر کہا جاتا ہے۔ کہ وہ بھی ایک بزدل یا غیر مطبوع شخص کا یا اس شخص کا جسے وہ گنہگار تصور کرتے ہیں۔ گوشت نہیں کھاتے۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ کسی انسانی ہستی کا گوشت اپنا جزو بدن کرنے سے وہ اس شخص کی صفات بھی اخذ کر لیتے ہیں۔ پس ان کا کسی شخص کو کھا لینا (اگر اس شخص کو اس خیال سے کوئی تسلی ہو سکتی ہے) اس کیلئے تعریف کے مرادف ہے۔ جو وہ اس شخص کی کر سکتے ہیں۔ انسانی قربانی اصالتہً یا وسیلہ بذریعہ حیوان مذہب کا لب لباب ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ اولاً اصلی خیال یہ تھا۔ کہ ذاتی

[قربان] کی جائے۔ اور وہ مرد یا عورت جسے احساس ہوتا تھا۔ کہ میں نے خدا کو اپنے اعمال سے ناراض کر دیا ہے۔ گناہ کی آلائش کو دھونے اور خدا کی رضا جوئی کیلئے خودکشی کرے۔ ہمارے خیال میں یہ اور بھی بُرا ہے۔ کہ کسی دوسرے کو قتل کر دیا جائے۔ لیکن قابل معافی طریق پر مذہبی نقطۂ خیال سے ذاتی قربانی کی بجائے دوسرے کی قربانی اختیار کر لی گئی ہے۔ تاہم جسے اپنے گناہ کا احساس ہوتا تھا اپنے آپ کو قربانی کے ناقابل سمجھتا تھا۔ وہ اپنے متعلقین میں سے نہایت ہی پاک اور معصوم کی قربانی کرتا تھا۔ بھینٹ چڑھنے والا شخص ہمیشہ رضامندی سے بھینٹ کا شکار ہوتا تھا۔ کیونکہ یہ قربانی بہت ہی موقر و محترم تھی۔ اس کی توقیر و احترام مسلّم تھا۔ اس کے بعد ہم اس دور میں پہنچتے ہیں۔ جبکہ اُس کا تخیل اور اُس کے ذہنی اور روحانی قویٰ اس درجہ ترقی کر گئے تھے جہاں محض ذہنی طور پر قربانی کرنا مناسب سمجھا گیا۔ اصلی قربانی کی بجائے استعارۃً ایک قربانی اختیار کر لی گئی یعنی انسانی قربانی کی جگہ حیوانی قربانی نے لے لی۔ انسان ابھی اس حالت طفلی سے آگے نہیں بڑھا تھا جس میں وہ اصلی خون دیکھنا چاہتا تھا۔ کسی جانور کا خون اس کے خیال میں اس کے اپنی خون کی نیابت کرتا ہے۔ اس کے بعد ہم اس دور میں پہنچے جس میں متشرع مسیحیت کی مانند قربانی کرنے والے کو اصلی خون دیکھنے کی ضرورت نہیں رہی اس میں روٹی اور شراب یا دوسرے مذاہب میں کچھ اور انسانی گوشت اور خون کی جگہ استعمال ہوتی ہے لیکن پھر بھی یہ قربانی شرکاء قربانی کی طرف سے اگر وہ دائمی عبادت میں مشغول ہوں "اپنی اپنی روحوں اور اپنے جسموں" کی قربانی تصور کی جاتی ہے جیسا کہ کلیسیاء انگلستان کی کتاب نماز میں عمدگی سے بیان کیا گیا ہے۔ سوائے اس کے خدا نہ تو انسان سے کوئی قربانی طلب کرتا ہے۔ اور نہ ہی نعوذ باللہ اس کو اسکی ضرورت ہوتی ہے لیکن جب تک یہ قربانی نہ کی جائے۔ انسان کی روح اس تیراک کی مانند ہے۔ جو چڑھاؤ کی طرف جانے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ لیکن اس سے کچھ بن نہیں پڑتا۔

اب ہم الاسلام کی طرف آتے ہیں۔ جو ایک کامل و اکمل قربانی ہے۔ ہمارے [اجداد] کا خیال تھا۔ کہ خدا ایک موت چاہتا ہے۔ یہ قطعاً غلط ہے۔ خدا کو ایک زندگی کی ضرورت

اگر ہم اس کے قوانین پر عمل پیرا ہوں۔ تو وہ ہمیں ایک زندگی عطا کرتا ہے لیکن تاہم یہ خیال نہ کرنا کہ ہمارے پیشرو بالکل غلطی پر تھے۔ انہوں نے غلطی صرف اس قدر کی کہ استعارات کو حقیقت سمجھ بیٹھے۔ خدا کے قوانین کی متابعت کیلئے ایک استعاری موت کی ضرورت ہے۔ رسول اللہ فرماتے ہیں۔ موتوا قبل ان تموتوا (ترجمہ۔ مرجاؤ پیشتر اس کے کہ تمہیں موت آئے) یہ ہے الاسلام۔

برادران۔ اگر ہم واقعی مسلم ہیں تو ہر وقت جبکہ ہم نماز ادا کرتے ہیں ہم پر یہی حالت طاری ہو جاتی ہے جب ہم اپنا سر جھکاتے ہیں۔ تو گویا ہم عہد کرتے ہیں۔ کہ ہم اس دنیا میں اپنے رب کی اطاعت کریں گے اور جب ہم سجدے میں جبین نیاز زمین پر رگڑتے ہیں۔ تو گویا ہم مرجاتے ہیں۔ کیا وہ شخص اس حالت میں جبکہ وہ اس جہان اور ایک دوسرے جہان کے ان دیکھے بادشاہ کے آگے سربسجود پڑا ہو۔ اپنے عزا و اقارب اپنا حسب و نسب۔ اپنی شان و شوکت یا اپنی عزت و توقیر کو کوئی وقعت بھی دے سکتا ہے وہ اس وقت اپنی تمام جاہ و ثروت کے خیال سے بیگانہ ہوتا ہے۔ جہانتک دنیاوی رشتوں کا تعلق ہے۔ وہ حالت نزع کی طرح تنہا اور برہنہ ہوتا ہے۔ ایسا تنہا جیسا کہ ہر ایک مرد اور عورت کی روح شیر خوارگی سے تالب گور تنہا ہوتی ہے۔ جس متنفس نے یہ قربانی کی۔ ہے۔ خواہ کیسا ہی اکیلا ہو۔ وہ پھر کبھی تنہائی محسوس نہیں کریگا۔ وہ ذاتی ہوا و حرص و نخوت و خود پسندی سے پاک ہو کر اٹھتا ہے۔ وہ ہر دوسری انسانی روح سے مشابہ ہو جاتا ہے اور اسمیں خدا کی مونس برادری ہمہ گیر بادشاہت کا فرد بننے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ اپنی زندگی خدا کی راہ میں قربان کر دیتا ہے۔ لیکن اس کا رشتہ حیات منقطع نہیں ہو جاتا۔ اسلام میں کفارہ نہیں ہے۔ اسلام میں کوئی ایسا جادو کا گنڈا نہیں۔ جس سے نجات حاصل ہو سکے۔ ہر ایک مسلمان قیامت کے دن تک اپنے تمام افعال اعمال کا پورا پورا خود ذمہ دار ہے۔ ذمہ داری سے زیادہ شرافت و نجابت آفرین اور کوئی چیز نہیں۔ اور ذمہ داری کا فقدان سب سے زیادہ رذالت آفرین ہے۔ جس شخص نے یہ قربانی کی۔ اسکی زندگی خدا کی ہو جاتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے ہمیں اپنی کتاب میں بتایا ہے۔ کہ یہ زندگی کس طریق پر بسر ہونی چاہیئے ہمیں تارک الدنیا ہو کر نشاط انگیز

جیسی اختیار کرنے چاہئیں ۔ ہمارا یہ غرض نہیں کہ آخرت میں جاہ و جلال کے حصول کیلئے خود غرضانہ اور حریصانہ جدوجہد سے کام لیں ۔ خدا کی بادشاہت یہاں بھی ہے اور یہاں بھی پس جب تک ہم اس دنیا میں ہیں ۔ ہماری مساعی کی جولانگاہ یہیں ہے ۔ اسی دنیا میں کئی ایک فرائض کی ادائیگی ہمارے ذمہ ہے ۔ اور اس بادشاہت میں خدا کی خدمت اپنے ہمجنس انسانوں کی خدمت ہے ۔ یہ انسانی قربانی کی اعلےٰ ترین اور میرے خیال میں آخری شکل ہے ۔ آخرت میں جو رتبہ ہم کو ملنا ہے ۔ وہ ہم خدا کے سپرد کرتے ہیں ۔ اس کے متعلق نہ ہمیں کوئی فکر ہے ۔ اور نہ ہم بحث یا تکرار کرتے ہیں ۔ یہ ہے اسلام +

اولم یر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین ۔ وضرب لنا مثلاً ونسی خلقہ قال من یحیی العظام وھی رمیم ۔ قل یحییہا الذی انشاھا اول مرۃ وھو بکل خلق علیم ۔ الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارًا فاذا انتم منہ توقدون ۔ اولیس الذی خلق السموات والارض بقادر علی ان یخلق مثلھم بلی وھو الخلاق العلیم ۔ انما امرہ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون ۔ فسبحن الذی بیدہ ملکوت کل شیء والیہ ترجعون

(سورہ یسین آیات ۷۷ سے ۸۳) ترجمہ ۔ کیا آدمی کو معلوم نہیں ۔ کہ ہم نے اُس کو نطفے سے پیدا کیا ۔ بااینہمہ وہ (ہمارا) کھلم کھلا (مقابل بن کر) لگا جھگڑنے اور لگا ہماری نسبت باتیں بنانے اور اپنی اصالت کو بھول گیا ۔ کہتا (کیا) ہے کہ کون ایسی قدرت رکھتا ہے ۔ کہ (آدمی کی) ہڈیاں گل (کر خاک ہو گئی) ہوں ۔ اور وہ ان کو جلا کھڑا کرے (اے رسول تم اس گستاخ سے) کہو ۔ کہ جس نے ہڈیوں کو اول بار پیدا کیا تھا ۔ وہی ان کو (دوبارہ بھی) جلا (اٹھائے) گا ۔ اور وہ سب طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے ۔ وہی (قادر مطلق) تو ہے ۔ کہ (بعض) ہرے درختوں کے (آپس میں رگڑنے) سے تم لوگوں کے لئے آگ پیدا کرتا ہے ۔ اور پھر تم اس سے (اور آگ) سلگا لیتے

ہو۔ کیا جس (خدا) نے آسمان اور زمین پیدا کیئے۔ وہ اسباب پر قادر نہیں۔ کہ (قیامت میں) ان جیسے (آدمیوں کو دوبارہ) پیدا کرے۔ ہاں (ضرور قادر ہے) اور وہ تو (بڑا) پیدا کرنیوالا (اور) ماہر ہے۔ اسکی تو یہ شان ہے۔ کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ تو بس وہ اس سے (اتنا ہی) فرما دیتا ہے کہ ہو اور وہ ہو جاتی ہے۔ پس پاک ہے وہ (ذات) جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا کامل اختیار ہے۔ اور (مرنے کے پیچھے) تم سب اسی کی طرف لوٹا کر لائے جاؤ گے +

# بعثتِ نبوی سے قبل اور بعد دُنیا کی حالت

## لندن مُسلم ہوس میں محمد۔ اے۔ اسمٰعیل سنے کا لیکچر

جناب رسالت پناہ سے قبل دُنیا کی کیا حالت تھی؟

عرب قبائل کا ایک گلہ تھا جو ہمیشہ ایک دوسرے کا خوُن بہانے میں سرگرم پیکار رہتا تھا بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا خوفناک جرائم ہوتے تھے۔ اور خطرناک اوہام پرستی عوام کا شیوہ تھا۔ چاند تارا اور بیجان دیوتاؤں کی پرستش ہوتی تھی۔ اور مختلف مقامی زبانیں بولی جاتی تھیں۔ اہل حبشہ نے بھی ملک پر حملہ کیا تھا۔ اور رُوم وایران کی سلطنتیں مُلک میں اپنا اقتدار بڑھا رہی تھیں۔ اس قسم کے مُلک میں۔ انصاف امن اور نیکی کا ہونا بعید از قیاس ہے۔ کچھ نیک لوگ بھی تھے۔ لیکن وہ غاروں یا خانقاہوں میں گوشہ نشینی اختیار کر لیتے تھے +

المختصر۔ عرب کی یہ حالت تھی۔ بیرُونی دُنیا ٹھیٹھ مادیت اور فقر و ذلت میں پڑی ہوئی تھی۔ ظالم۔ خود مختار۔ اور بہائم صفت فرقۂ امرا نہایت بے دردی کے ساتھ غلاموں کے انبوہ ہائے کثیر کو اپنی اغراض کے حصُول کیلئے کام میں لاتا تھا۔ اور وہ بیچارے سوائے اشک غم بہانے کے اور کچھ نہ کر سکتے تھے۔ ایک جماعت نے

جو پروہتوں کے نام سے موسوم تھی۔ مذاہب کا ٹھیکہ لے رکھا تھا۔ اور اُن کو اپنی اغراض کے مطابق توڑتا پھوڑتا اور بدلتا رہتا تھا۔ اسلئے مذاہب رفتہ رفتہ اپنے اصل مبدا سے دور ہٹتے گئے۔ اور آخر کار بالکل کھو بیٹھے۔ اور بالآخر ظلم بدبختی کا بہانہ بن گئے۔ وہ معدودے چند لوگ۔ جو اس قسم کی زندگی سے نفرت کرتے تھے۔ خانقاہوں میں مصیبت کی موت مرنے کے لئے چلے جاتے تھے۔ انسان کو دماغی قوائے اسلئے نہیں دیے گئے تھے۔ کہ اُن کو بدی میں صرف کیا جائے۔ یا رہبانیت سے ساقط کر دیا جائے اول الذکر سے دُنیا نے ترقی معکوس کی۔ ثانی الذکر نے اسکو ایک قدم بھی آگے نہ بڑھایا۔ تجارت کا سلسلہ وسیع اور عالمگیر نہ تھا بلکہ بہت کم تھی علم لفظی ہیر پھیر تک محدود تھا اور فلسفہ یونان مقفل پڑا تھا۔ اور کھوکھا دیگر لوگوں کی طرح منتظر تھا۔ کہ اسلام آکر اس کو آزاد کرے۔ نوع انسانی متفرق اور الگ تھلگ پڑی تھی۔ اور کسی نے کوشش نہ کی تھی۔ کہ اسکو ہمہ گیر برادری کے سلسلہ میں منسلک کرے۔ بعض اوقات مختلف مقامات پر تہذیب کی روشنی جلوہ گر ہوتی تھی۔ اور کرۂ ارض کے دیگر حصص کو بہرہ اندوز کئے بغیر غائب ہو جاتی تھی۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیشتر دُنیا کی جو حالت تھی۔ تاریخ اُس کا مفصل بیان کرتی ہے۔ اہل روما دنیا کی تسخیر کی کوشش کرتے تھے۔ جس کو وہ اپنے سے کم مرتبہ سمجھتے تھے۔ اور ایران اُنکی ہمہ گیری کا مزاحم تھا۔

دُنیا کی جب یہ حالت تھی تو حضرت رسول مقبولؐ مبعوث ہوئے۔ تاکہ دنیا کو ایک نئے سانچے میں ڈھالا جائے۔ ذات باری کی احدیت۔ بنی نوع انسان کی یکسانیت اور بلند پایہ ابدی ترقی کا قاعدہ قائم ہو جائے۔ عربوں کو کائنات کے واحد خدا کی پرستش کی تعلیم دی گئی قبائل کو ہمہ گیر اخوت کے بدلے میں قومیت ترک کرنی پڑی۔ اور نئے ترقی پذیر مقصد اور اُسکے محاسن متعلقہ کی خاطر اپنی سابقہ برائیوں اور اعمال سیئہ سے توبہ کرنی پڑی اور اُن کی زندگی کا منتہا یہ ہو گیا۔ کہ اس دُنیا میں ترقی کریں۔ اور آخرت کے لئے سامان فراہم کریں۔ مذہب اب وہ چیز نہیں ہے جسے عقل سے کوئی تعلق نہ ہو۔ افلاس کا قلع قمع ہونا چاہئے۔ غلاموں کو بتدریج آزادی ملنی چاہئے۔ حکومت محکومین کے فائدہ کے لئے

ہونی چاہئے۔ کائنات کے ذخائر انسان کی بہبودی کیلئے کام میں لائے جانے چاہئیں۔ اور خدا کے قانون دریافت کرنے چاہئیں۔ اور ان پر عمل ہونا چاہئے +

مندرجہ ذیل دو قرآنی اصول ملاحظہ ہوں:۔

یا یھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثیٰ وجعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ان اللہ علیم خبیر۔ ترجمہ۔ لوگو! ہم نے تم (سب) کو ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حوّا) سے پیدا کیا۔ اور (پھر) تمہاری ذاتیں اور برادریاں ٹھیرائیں۔ تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو (ورنہ) اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف وہی ہے۔ جو تم میں بڑا پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا باخبر ہے +

اس کے علاوہ دوسرا اصول بھی ملاحظہ ہو۔

ان الذین امنوا والذین ھادوا والنصٰری والصابئین من امن باللہ والیوم الاخر وعمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (ترجمہ) بیشک مسلمان اور یہودی اور عیسائی اور صابی ان میں جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے تو ان کو اُن (کے کیئے) کا اجر ان کے پروردگار کے ہاں ملیگا۔ اور ان پر نہ (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہونگے +

رسالت مآب صرف عربوں کے لئے ہی مبعوث نہیں ہُوئے تھے۔ اور نہ ہی صرف مشرق کے لئے بلکہ تمام نوع انسان کے لئے۔ جیسا کہ قرآن اور احادیث نبوی سے ثابت ہے۔ چنانچہ ذیل میں چند احادیث درج کیجاتی ہیں:۔

اپنے پیدا کرنیوالے سے محبّت کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ تم پہلے اپنے ہمجنس انسانوں سے محبت کرو +

تم کیا سمجھتے ہو۔ کہ جب تم اپنے خدا کے حضور میں حاضر ہوگے تو وہ تم کو کس طرح پہچانیگا (وہ تم کو پہچانیگا) تمہاری محبت سے جو تم اپنے بچوں۔ اپنے قریبیوں اپنے پڑوسیوں اور

نوعِ انسانی سے کرتے ہو"+

کیا تم اپنے ربّ کا قرب چاہتے ہو؟ تو اُسکی مخلوق سے محبت کرو۔ اُن کے لئے بھی پسند کرو۔ جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ جو تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔ ان کیلئے بھی نہ کرو۔ تم ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرو جیسا تم چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھ کیا جائے"+

کوہِ عرفات کی چوٹی پر کھڑے ہو کر حج کے دن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے منجملہ اور باتوں کے فرمایا:-

"جان لو کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تم ایک برادری ہو۔ بے انصافی کرنے سے اپنے آپ کو بچاؤ"+

جون ۶۳۲ء میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ اور حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ اسموقعہ پر خلیفۃ المسلمین نے مسلمانوں کو حسب ذیل الفاظ میں خطاب کیا:-

"دیکھو خلافت کا کام میرے سپرد ہوا ہے۔ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ مجھے تمہارے اچھے مشورے اور پوری مدد کی ضرورت ہے۔ اگر میں راستی پر چلوں۔ تو میری تائید کرو۔ اگر میں غلطی کروں۔ تو میری اصلاح کرو۔ جس شخص کو حکومت کا کام سپرد ہوا ہے۔ اسکو سچ کہدینا وفاداری متابعت ہے۔ سچ کو چھپانا بغاوت ہے۔ کمزور اور زبردست میری نظر میں برابر ہیں۔ اور میں دونوں کے ساتھ انصاف برتنا چاہتا ہوں۔ اگر میں خدا اور اس کے رسول کی تابعداری کروں۔ تو تم میری تابعداری کرو۔ اگر میں خدا اور اس کے رسول کے احکام سے غفلت کروں۔ تو تمہاری متابعت کا مستحق نہیں"+

ازاں بعد جب اسلامی لشکر نوعِ انسان کو آزاد کرنے کے لئے نکلا تو حضرت ابوبکرؓ نے اُن کو رخصت کرتے وقت حسب ذیل الفاظ میں خطاب کیا:-

"دغا اور فریب سے ہمیشہ پرہیز کرنا۔ راہِ راست سے کسی طرح انحراف نہ کرنا۔ کسی کو دُکھ مت پہنچانا۔ اور کسی بوڑھے۔ بچے اور عورت کو قتل نہ کرنا۔ کھجور کے درختوں کو نہ کاٹنا اور نہ اُن کو آگ سے جلانا۔ اور نہ کسی ایسے درخت کو کاٹنا جس کا پھل آدمی یا حیوان کھاتے ہیں+ ضروری خوراک کے سوائے کسی ریوڑ یا گلے یا اونٹوں کو ذبح نہ کرنا۔

اس طرح نبی نوع انسان کیلئے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ جو اس وقت سے اب تک جاری ہے اگر مدینہ منورہ اسلام کا دارالخلافہ رہتا۔ تو دنیا کا نقشہ اس وقت کچھ اور ہی ہوتا۔ بہرحال اس نئے مذہب نے دنیا کو متزلزل کر دیا۔ اور روم اور دیگر خود سر حکومتوں [illegible] کو زور سے لگا رہے۔ یہ نئی قسم کی طاقت دنیا کی خوابیدہ روح میں داخل ہوئی۔ اور استقلال کیلئے بیدار کر دیا۔ [illegible] ہر ایک قوم کا سرمایہ [illegible]۔ اور عقل کے دوش بدوش چلنے لگا۔ اسلامی تجارت جاپان [illegible] انگلستان اور روس سے افریقہ کے مشرقی اور مغربی سواحل تک پھیل گئی مسلمانوں کو کولمبس سے عرصہ پہلے امریکہ کی خبر تھی اور کولمبس نے ہسپانیہ میں مسلمان پروفیسروں سے جغرافیہ سیکھا۔ اسلام کی سرپرستی میں یونان اور ہندوستانی علوم کو منکشف کیا گیا۔ اور علم [illegible] اوہام باطلہ کا مجموعہ تھا ایک مفید سائنس بن گیا منطق منضبط کی گئی۔ فلسفہ۔ علوم خواص الاشیا۔ ادب۔ اور ہر ایک قسم کی مفید تحریک نے قرآن حکیم کے زیر سایہ ترقی کی۔ آج سے ہزار سال پیشتر کے ازمنہ بعیدہ میں اسلامی علامت کے فیض رساں نور سے علم و حکمت نے وہ ترقی کی۔ کہ اگر ایک کتاب اس وسیع سلطنت کے کسی [illegible] میں [illegible] تھی۔ اسکی نقلیں کی جاتی تھیں جو ایشیا۔ افریقہ اور یورپ میں بڑے شوق اور [illegible] سے [illegible] پھیلائی جاتی تھیں +

اسلام کے زمانہ سے لیکر دنیا کبھی خوابیدہ نہیں ہوئی۔ تہذیب و تمدن متواتر ترقی کرتے رہے۔ اور ہر ملک میں انکی روشنی پہنچ چکی ہے۔ آج دنیا کو تلخ تجربہ سے معلوم ہوا ہے۔ کہ تمدن کو ٹھیٹھ مادیت اور قبیح خود غرضی کی آلائش سے پاک کیا جائے۔ جس کے خلاف اسلام ہمیشہ سے اصولاً برسر پیکار رہا ہے۔ آؤ ہم ذرا غور کریں۔ کہ جب اسلام قرآن۔ حدیث اور دلائل عقلیہ پر مبنی تھا۔ اس [illegible] کیا معنی تھے۔ قمری سال کے آخری مہینہ کے ابتدائی ایام میں لاکھوں مسلمان [illegible] میں ہر سال جمع ہوتے تھے۔ مختلف اقوام و ممالک کے لوگ [illegible]۔ اور سفید رنگ والوں کا ہر مجلس ایک سا ہی نام ہوتا تھا۔ اسلام میں انسانیت کی قدر [illegible] اخلاقی بزرگی کی وجہ سے

[illegible]

وہ مسلم ہو۔ دیگر سب باتیں اتفاقات سے تھیں۔ اس حج میں ہر ایک ملک کے تعلیم یافتہ مسلمان ایک دوسرے سے ملتے اور اسلامی دنیا کی حالت سے آگاہ ہوتے اور اس پر تنقید و جرح کرتے تھے یہیں فیصلہ طلب امور فیصل ہوتے تھے۔ کسی مصیبت زدہ کے درد کا اندمال ہو جاتا تھا۔ اور کئی خیر و برکت کے کام ہوتے تھے۔ یہی اسلام کی با لمیت تھی۔ یہ جہان ہمارے آباؤ اجداد ایک دوسرے کے لئے اپنے دلوں میں وہ الفت محسوس کرتے تھے۔ جو ایک مسلمان اب بھی اپنے کسی غیر ملکی بھائی کو دیکھ کر محسوس کرتا ہے۔ یہ جذبہ اخوت ہم سب میں موجود ہے اور ہم امید کرتے ہیں۔ کہ حج اب پھر ویسا ہی ہو جائے گا۔ جیسا کبھی پہلے زمانہ میں تھا۔ تب کرۂ ارض کے ایک وسیع حصے پر امن کا دور دورہ ہوگا۔

اشاعت اسلام کے معنے ہی جسمانی اور روحانی صحت اور بہتر زندگی کی طرف ترقی کرنا ہے۔ اسلام تمام مسلمانوں کو وضاحت سے حکم دیتا ہے۔ کہ مقررہ اوقات پر جسمانی طہارت کریں۔ ہر ایک چیز میں اعتدال کو مد نظر رکھیں۔ اور منشیات و مسکرات اور ناپاک ماکولات سے قطعاً اجتناب کریں۔ جناب رسالت مآب نے فرمایا کہ ذہن پہچان کیا۔ انکو بینائی بخشی۔ اور ... باقی ... جو خود اپنے ... محدود تھے۔ جیسے ہمارا انسانی دماغ محدود ہے۔ آنحضرت نے اسلامی آزادی اخوت اور مساوات کی بنیاد پر ایک نئی تہذیب تعمیر کی۔ اور ایک وسیع ... خدائے واحد برتر کے فضل سے انسانی ترقی اور اصلاح کے لئے باہمی اتفاق و محبت کے ساتھ کام پر لگا دیا۔

## عکس مکتوب آنحضرت صلعم

جو تبلیغی خط آنحضرت صلعم نے شاہ مقوقس والی مصر کو لکھا ... یہ عکس سب کے لئے قابل دید ہے جس پر آپ کی مہر نبوت بھی ثبت ہے ... کاپیاں احباب کو ضرور خرید نی چاہئیں۔ قیمت فی کاپی ... 

المشتہر۔ خواجہ عبد الغنی مینجر اشاعت اسلام ...

# ارتقائے انسانی

از قلم جناب پروفیسر نور الدین سٹفن اے۔ ایس۔ پی۔ ایف۔ پی۔ سی (لندن)

"انسان خود اپنی قسمت کو بنانیوالا ہے۔ اور وہ سعید رُوح جو گناہ سے پاک رہ گئی ہے وہی انسان کامل ہے"۔ فلیچر

اس قدر عمر گذارنے کے بعد مجھے یہ سمجھ آئی ہے۔ کہ کسی چیز یا واقعہ کی وجہ اور سبب ایک نہیں ہوا کرتا۔ اکثر دفعہ میں نے دیکھا ہے۔ کہ بہت سے طالب علم اور نقطہ چیں صرف اس وجہ سے منزلِ مقصود پر نہ پہنچے۔ کہ انہوں نے کوئی ایک سبب کسی واقعہ کا ڈھونڈنا چاہا اگر اُن کا تجربہ اور مشاہدہ قدرت وسیع ہوتا تو ان کو جاننا چاہیئے تھا کہ شاذ و نادر ہی کوئی واحد چیز کوئی قابل قدر اثر پیدا کر سکتی ہے۔ اور ہمیشہ بہت سے اسباب اور واقعات کے جمع ہو جانے کی وجہ سے کوئی نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔ اور اگر یُوں نہ ہوتا۔ یعنی ہر ایک نتیجہ اور واقعہ کا سبب ایک واحد چیز ہوتی تو پھر کسی معمہ کا حل بھی مشکل نہ ہوتا ہر ایک چیز آسانی سے سمجھ آجاتی ✤

اصل بات یہ ہے کہ جو چیزیں کوئی اثر پیدا کرتی ہیں وہ کبھی عام فہم اور مفرد نہیں ہوتیں وہ ہمیشہ چھوٹے بڑے مختلف اسباب کے مجموعہ کا نتیجہ ہوتی ہیں ✤ چند دن ہوئے۔ میں نے ایک بڑی دلچسپ بحث اِس امر پر سُنی۔ کہ موجُودہ زوال مذہب کا سبب کیا ہے۔ اور کیا وجہ ہے کہ لوگ رُوحانی اُمُور کی طرف اب توجّہ نہیں دیتے۔ بڑے بڑے لائق فائق لکچراروں نے تقریریں کیں بعض نے ایک اور بعض نے دوسرا سبب بتایا۔ آخر کار ایک صاحب اُٹھے اور کہنے لگے۔ اب تک جس قدر وجوہ بتلائی گئی ہیں وہ سب خفیف اور معمولی ہیں میری سمجھ میں اس زوال مذہب کا سبب ایک خاص میلان ہے۔ اور وہ لاپرواہی ہے۔ گویا کہ جہاں سے چلے تھے پھر وہیں۔ زوال مذہب اور رُوحانی لاپرواہی کا سبب آخر دریافت ہوا تو کیا "لاپرواہی" گویا کہ خود نتیجہ ہی سبب تھا ✤

میرے خیال میں اس لکچر کے پھیر کی وجہ یہی تھی۔ کہ انہوں نے کوئی ایک سبب معلوم

کرنے کی کوشش کی۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ جس قدر وجوہ اس بحث میں بتلائی گئیں۔ وہ سبکی سب ملکر اس لاپرواہی کا باعث ہوئی ہیں خواہ وہ خفیف ہوں یا عظیم لیکن کچھ نہ کچھ حصہ ضرور رکھتی ہیں +

اس طرح ارتقائے انسانی کی بھی مختلف اور متعدد اسباب ہیں بعض ان میں سے اچھے اور بعض بُرے ہیں لیکن ہر ایک اپنا اثر آخری نتیجہ پر ڈالتا ہے۔ یہاں قریب ہی ایک دریا ہے۔ جس سے میں بخوبی واقف ہوں۔ میں اس کے راستے کی تمثیل بیان کرکے اپنا مطلب زیادہ صاف کیئے دیتا ہوں +

اس دریا کا منبع انسانی آبادی سے دور ایک پہاڑ کے دامن میں ہے۔ وہاں اس کا پانی صاف شفاف شیشے کی مانند ہے۔ اور کئی میلوں تک پتھریلی زمین میں سے بہتا ہوا آتا ہے۔ اور کوئی ظاہرا تبدیلی اسکی رو یا پانی میں نظر نہیں آتی۔ ذرا آگے چلکر ایک اور نالہ اس میں آکر ملتا ہے۔ اس کا پانی ذرا گدلا ہے۔ اور یہاں سے چلکے دریا کے پانی کا رنگ بھی قدرے تبدیل ہوجاتا ہے۔ اب بھی اگرچہ وہ بڑا خوشگوار اور صاف نظر آتا ہے لیکن وہ ابتدا کی صفائی اور چمک اب کہاں۔ اب اس میں ایک ایسی آمیزش ہوگئی ہے۔ جو کسی طرح دُور نہیں ہوسکتی۔ تھوڑا آگے چل کر ایک اور ندی اسمیں آملتی ہے۔ اور یہ کئی کھیتوں اور گاؤں وغیرہ میں سے ہوکر آتی ہے۔ اور اس کا پانی بہت گدلا اور میلا ہے۔ یہ آمیزش ہمارے صاف شفاف دریا کو اپنے جیسا خراب اور میلا بنا لیتی ہے۔ اب یہ دریا ایک بڑے شہر کے قریب پہنچگیا ہے۔ اور بہت سی نالیاں اور نہریں اسمیں آکر گرتی ہیں۔ ان میں سے بعض کارخانوں کا گند۔ رنگریزوں کا خراب پانی اور فضلہ اپنے ساتھ لاکر اس دریا میں پھینک دیتی ہیں۔ اور ہمارا دریا شہر میں آتے ہی سیاہ رنگ اور بدبودار ہوجاتا ہے۔ الغرض وہی دریا جو آنکھوں کو طراوت اور دل کو سرور دیتا تھا۔ وہی آج قابل نفرت اور صحت کے لئے ضرر رساں بنگیا ہے۔ سائنسدانوں اور ڈاکٹروں نے سارا زور لگا دیا۔ لیکن کبھی بھی اس کو وہ پورے

بھی قابل غور ہے کہ یہ موروثی میلان تمام دُنیا میں پایا جاتا ہے۔ مُہذّب یورپین اور افریقہ کے وحشی سب اِس عالمگیر قانون کے ماتحت ہیں۔ ایک ان پڑھ وحشی فطرتاً ان چیزوں کو پسند کرتا ہے۔ جو اس کے باپ کو پسند نہیں۔ اور تمام اجنبی چیزیں خواہ وہ فائدہ مند اور بھلی ہی کیوں نہ ہوں ان سے گُریز کرتا ہے لیکن یہاں بھی ایک محقق کے لئے بہت سی عجیب اور حیران کرنے والی مثالیں اِس قانون کے خلاف نکلینگی +

قصّہ مختصر یہ کہ ہماری تحقیقات اور علم پیدائش کے بعد شروع ہوتے ہیں اسواسطے بہتر یہی ہے کہ قبل از پیدائش کی بیفائدہ بحث کو چھوڑ کر ہم پیدائش کے بعد کے تاثرات پر غور کریں۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہیں سے ہماری زندگی شروع ہوتی ہے +

مجھے اس وقت کنفیوشس کا ایک مقولہ یاد پڑتا ہے "ہماری موت ہماری پیدائش سے شروع ہوتی ہے"۔ اور اس خیال کو ایک انگریزی شاعر ینگ یوں بیان کرتا ہے۔ درانحالیکہ انسان بڑھتا ہے زندگی کم ہو رہی ہے۔ اور گہوارے کی حرکت ہمکو ہماری قبر کی طرف دھکیل رہی ہے۔ پیدائش کیا ہے موت کا آغاز اور بس" اسی خیال کو ایک اُردو کا شاعر یوں دوہراتا ہے ؎

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے مُنادی
گردوں نے گھڑی عُمر کی اِک اور گھٹا دی

لیکن یہ خیال تو بڑا ہی اُداس کرنے والا ہے۔ بچپن کا زمانہ سب پر قریباً یکساں گُزرتا ہے۔ جیسا کہ مارک ٹوین صاحب لکھتے ہیں "ہم سب اس قدر خوش قسمت نہیں کہ سب کے سب حسین ماہ جبین لیڈیز ہوتے یا فوج کے جرنیل یا نامی شاعر ہوتے لیکن بچپن کے زمانے میں ہم سب مساوی تھے"۔ اسمیں کیا شک ہے کہ بچپن کا زمانہ سب پر گذرا اور سب کیحالت قریباً قریباً یکساں تھی۔ گوشت پوست کا ایک ٹکڑا جسکی سوائے مستقبل کی امیدوں کے کچھ وقعت نہیں ہوسکتی۔ اور اسی ممکنات کی گھڑی کو ٹھیک طور پر پرورش کرنے اور تعلیم دینے پر آدمی کے اخلاق منحصر ہیں۔ اس جگہ یہ بات بھی قابل غور ہے۔ کہ موجودہ مُہذّب انسان بھی مصنوعی ترقی ہی کا مجموعہ ہے پیدا

ہوتے وقت وہ کبھی کامل نہیں ہوتا۔ بچے کا اِدراک اور فہم اور خمیر خیالات کے موروثی جذبات کمہار کی مٹی کی
طرح ہیں۔ اگر عقل اور سمجھ سے کام لیا جائے تو جس شکل میں مرضی ہو انکو ڈھال سکتے ہیں لیکن ممکن ہے کہ یہ مٹی
ہی ناقص ہو یا بھٹی میں پکاتے وقت کوئی نقص واقع ہو جائے تو اس صورت میں خواہ کمہار کتنی ہی کاریگری دکھائے
اور اپنا سارا زور لگائے۔ لیکن خاطر خواہ شکل کبھی ظہور پذیر نہیں ہو سکتی۔ مسٹر کوپر لکھتے ہیں
یہ بات تو ایک مسلّم امر ہے۔ کہ ہماری زندگی کا سب سے ضروری حصّہ ہمارے ایام بچپن ہیں۔ ان دنوں
قلب انسانی بڑا نرم اور اثر پذیر ہوتا ہے۔ ایک بچہ جو سنتا ہے یا دیکھتا ہے اسکی نقل اُتارتا ہے
جو اثر اس وقت کی تعلیم اس کے دل پر پیدا کرتی ہے۔ وہ تمام عمر زائل نہیں ہوتا +
معلوم ہوا کہ حالاتِ خانہ کا اثر بھی ایک بڑا طاقتور عنصر ہے۔ اور اگرچہ مُلکی حالات کے
ماتحت یہ مختلف ہوتے ہیں۔ لیکن اُن کا اثر ہر جگہ ویسا ہی زبردست ہوتا ہے پیشتر اس کے کہ
ہم کسی کتاب کے پڑھنے یا اُستاد کی نصیحت سے فائدہ اُٹھانے کے قابل ہوں ہم اثر قبول کرنے
شروع کر دیتے ہیں۔ نقل کی طاقت اور خواہش جو فطرتی ہے ایسے وقت اپنا ظہور دکھاتی
ہے۔ جبکہ دیگر قوے ابھی بالکل ناکمل ہوتے ہیں۔ اور پیشتر اس کے ہم نیک و بد اچھے بُرے
کی تمیز کر سکیں۔ ہماری عادات ایک خاص شکل میں متشکل ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ تو پھر
کس قدر افسوس ہے ان والدین پر جو اپنی معصوم اولاد کو ہمیشہ کیلئے قعر ضلالت میں جھونک
دیتے ہیں بچوں کیلئے ان کے والدین بہترین نمونہ ہوتے ہیں۔ اور انہی کی نقل کرنا وہ اپنا
فرض اولین سمجھتے ہیں +

اس سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ہماری عادات اطوار سب ہمارے گھر والوں کے چالچلن
پر منحصر ہیں۔ جس بچے کے ماں باپ میں کاہلی اور لاپرواہی کی عادت ہوتی ہے۔ اس کا چست و
چالاک ہونا سخت محال ہے۔ اور اس طرح جو خوش قسمت بچے ایسے گھروں میں پیدا ہوتے ہیں
جہاں مذہبی تعلیم اور اخلاقی محاسن کا چرچا ہو وہ تمام عمر اس اوائل اثر کو زائل نہیں کرتے
اور مابعد کی ساری تعلیم اور تربیت بھی ان اوائل کی عادات اور میلانوں سے متاثر رہتی ہے۔
انہی سے ملتے ہوئے اثر عادات اور ہمجولیوں کے ہوتے ہیں۔ اور یہ دونوں تو اسقدر
مخلوط اور ملے ہوئے ہیں۔ کہ ہم ان دونوں کا بیان یکجا کر سکتے ہیں۔ عام طور پر یہی دیکھا گیا

ہے۔ کہ ہماری عادات اسی قسم کی ہوتی ہیں جس قسم کی ہمارے ساتھیوں اور رفقاء کی ہوتی ہیں مثل مشہور ہے۔ کہ اگر لوہار کی دکان میں بیٹھو گے تو تمہارے کپڑے میں سے بھی دھوئیں اور کوئلے کی رنگ و بو آنے لگیگی۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

صحبت صالح ترا صالح کند صحبتِ طالح ترا طالح کند

پس ہم کو چاہئیے کہ خوب آنکھیں کھول کر دوستوں اور ہم جلیسوں کا انتخاب کریں انسان کیا ہے چند عادات کا مجموعہ اور جیسے کہ ہم نے آگے کہا عادات کا اچھا برا ہونا دوستوں اور ہمجولیوں پر منحصر ہے۔ اور یہ کہنا کوئی مبالغہ نہیں۔ کہ انسان کے تمام اخلاق اور زندگی دوستوں کے انتخاب پر منحصر ہے۔ انسان کی تمام خواہشات اور میلان اسکی عادات اور خو کے ماتحت ہوتی ہیں۔ اور جب ایکدفعہ کوئی عادت مضبوط ہو گئی تو انسان اس قسم کے لوگوں کو دوست بناتا ہے جن میں یہ عادات ہوں۔

عادتیں اچھی بھی ہوتی ہیں۔ اور بری بھی۔ بطور مثال صفائی کی عادت جس کا درجہ اعمال صالحہ کے بعد سب سے بلند اور اعلیٰ ہے جسم اور کپڑوں کا صاف اور بے لوث ہونا اسقدر ضروری ہے جس قدر اعمال کا صاف اور گناہ سے پاک ہونا۔ برخلاف اسکے شراب خوری قماربازی اور دیگر نشے وغیرہ کی عادات بڑی ہی قبیح اور قابل نفرت ہیں لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ بری عادات اچھی عادات سے کہیں زیادہ طاقتور ہوتی ہیں اگر ایک دفعہ کوئی بری عادت جڑ پکڑ لے تو اس سے پیچھا چھڑانا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس درجہ پر پہنچ کر وسیع تعلیم اپنا فائدہ دکھاتی ہے۔ اس عمر پر پہنچ کر نیک و بد کی تمیز نقل کی خواہش پر غلبہ پاتی ہے۔ اور ہم کو اتنی سمجھ آجاتی ہے۔ کہ اپنے افعال کے ذمہ دار ہم خود ہیں۔ کسی فعل کے مرتکب ہونے سے پہلے ہم کو خوب سوچ سمجھ لینا چاہیئے۔ یا بالفاظ دیگر ہم کو دوسروں کا دست نگر ہونا اور انکی نقل کرنا چھوڑ کر اپنی ذمہ داریاں خود اپنے سر پر اٹھانی چاہئیں لیکن اس درجہ پر پہنچ کر بھی ہم بالکل آزاد نہیں ہوتے۔ ہر قدم پر بہت سے قوانین اور قواعد کی متابعت کرنی پڑتی ہے۔ اور ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ ارتقاے انسانی میں سب سے ضروری عنصر اپنے نفس پر قابو پانا ہے۔ انسان کی اعلےٰ ترین کامیابی

یہی ہے۔ کہ وہ اپنے نفس پر غلبہ پائے۔ اپنی عادات اور طبیعت کو اپنے فہم ادراک دماغ اور تدبر
بد کے ماتحت رکھے +

اِس مقصدعالی کو پانے کیلئے مذہب کی ضرورت پیش آتی ہے کیونکہ تمام مذاہب کی غرض نہایت نیک ہے یعنی تمیز کرانا اور اوامر و نواہی بتانا ہونی چاہئے۔ مذاہب سے میری مُراد وہ ناقابل عمل عناصر ایمان نہیں جو بعض مذاہب عذاب ابدی سے بچنے کے لئے ضروری قرار دیتے ہیں۔ بلکہ مذہب سے مُراد اُن کا عملی حصّہ ہے۔ اور مَیں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ایک غلط مذہب یا عقیدہ رکھنے والا انسان ایک لامذہب اور دہریہ انسان سے کہیں اچھا ہے کیونکہ مذہب ایک ایسی چیز ہے۔ جو ہمارے بُرے جذبات کو روکتا ہے۔ اور اچھے اعمال کی ترغیب اُمید جزا سے دے سکتا ہے۔ یہ کہنا کہ باپ کے گناہ کی سزا اولاد کو ملیگی اس کا ثابت کرنا تو بڑا ہی مشکل ہے لیکن یہ بات تو یقینی طور پر ثابت ہے۔ کہ جو کام بھی ہم کرینگے اسکی جزا ہم کو ضرور ملیگی۔ اسی صداقت کو بیان کرتے ہُوئے ترجمان حقیقی قرآن کریم نے فرمایا۔ و
من یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ +

اب تو آپ صاحبان پر خوب روشن ہوگیا ہوگا۔ کہ ارتقائے انسانی میں بہت سے عنصر کام آتے ہیں جنمیں سے بعض تو ہم کو بعض اعمال کرنے پر اُکساتے ہیں۔ اور بعض ان سے روکتے ہیں لیکن ایک بالغ صحیح العقل انسان بہت حد تک اپنے اعمال کا آپ ذمّہ وار ہے وہ موروثی میلان کے بہانہ سے معذور نہیں سمجھا جاسکتا۔ کیونکہ اس پر غلبہ پانا اور اس میں تغیّر و تبدّل کرنا قُدرت انسان میں ہے۔ اور نہ ہی یہ کہنا کوئی قابل قبول عُذر ہے کہ میں تو عادات کا بندہ ہُوں۔ آخر کار عادات کا اِنتخاب بھی تو خُود انسان ہی کرتا ہے ہم کو چاہیئے کہ کسی عادت کو مضبوط کرتے وقت اُسکی بھلائی بُرائی پر خُوب غور کرلیں +

آپ کو یہ نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ ارتقاء انسانی میں ان چند اثرات کے سوا جو میں نے بیان کیئے۔ اور کوئی اثر نہیں میرا مضمُون اور وقت مجھے اجازت نہیں دیتا کہ مَیں اُن تمام اثرات کو بہ تفصیل بیان کروں جو موقع اور محل سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اکثر دفعہ دیکھا گیا ہے کہ ایک انسان ایک جگہ کو سخت بُرا سمجھتا ہے۔ اور وہاں سے جگہ بدلنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔

لیکن ضرورتِ معاش اُس کو ناپسندیدہ جگہ میں مجبوراً باندھ دیتی ہے۔ اور اُس کے اعلےٰ قوائے اور جذبات کو ظہور کا موقع ہی نہیں دیتی لیکن ایسی مثالیں شاذ و نادر ہی نظر آتی ہیں عام طور پر انسان اپنی قسمت کا خود فیصلہ کرتا ہے۔ حالات زمانہ اور موقع لچکدار اور نرم چیزوں کی طرح ہیں۔ اور ایک قوی القلب آدمی ان کو اپنی خواہش اور ضرورت کے مطابق ڈھال سکتا ہے +

پس معلوم ہوا کہ ارتقاے انسانی بہت سے تاثرات کا مجموعہ ہے لیکن جب ہم یہ پوچھتے ہیں۔ کہ فلاں انسان اِس قسم کا کیوں واقع ہوا ہے تو ایک اہم مشکل ہمیں پیش آتی ہے اور اکثر دفعہ اس کا حل کرنا بڑا ہی مشکل ہوتا ہے۔ ایک ضعیف اور کمزور انسان کہدیگا کہ میری قسمت میں یہی لکھا تھا۔ اس قسم کے لوگ سوچنا نہیں چاہتے۔ اور اس آسان حل پر قناعت کرنا غنیمت سمجھتے ہیں۔ اور ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ لوگ معراج ارتقائے انسانی پر نہیں پہنچتے۔ اور نہ پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ برخلاف ان کے وہ اولوالعزم انسان جو اپنے زور بازو سے ایک نیک اور مفید زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آزمائش میں پورا اُترنے اور بدی کو ترک کرنے کا خواہاں رہتا ہے +

وہ جو جنگ زندگی میں بہادروں کی طرح آگے بڑھتا ہے۔ اور صرف خیالی منصوبے باندھنے پر بس نہیں کرتا۔ وہ قابل تعریف انسان پہلے انسان سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اور انشاء اللہ معراج ترقی پر پہنچ کر رہیگا۔ اور یہی انسان کامل انسان کہلانے کا مستحق ہے شیکسپیر لکھتا ہے "انسان کمال صنعت ہے۔ عقل اور فہم بہترین چیز ہیں۔ اور قوائے انسانی لامحدود ہیں"۔ آدمی کی شرافت اور عزت اسکے اعلےٰ خاندان سے وابستہ نہیں۔ کامل انسان بننے کے لئے قول و فعل میں عقل سے کام لینا شرط ہے۔ اور انہی کی مدد سے ایک انسان زندگی کے جنگ میں کامیاب اور سرخرو ثابت ہو سکتا ہے۔ اس مضمون کو فلیچر صاحب یُوں لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"انسان اپنی قسمت کا خُود فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور وہ سعید رُوح جو گناہ سے بچتی ہے وہی انسان کامل ہے" +

# ہستی باریتعالےٰ

تسلسل صفحہ ۳۶۸ جلد ۱۰ نمبر ۹ سنہ ۱۹۱۱ء

اس امر کے ثابت کرنے کیلئے کہ مادہ پر کسی بالارادہ ہستی نے عمل کیا ہے۔ ایک اور دلیل ہے کہ اگر مادے کی ایک خاص
شکل اپنے اندر کوئی خاص اصول رکھتی ہے تو اس مادے کی غرض وغایت معلوم کرنے کیلئے ان اصولوں
کا دریافت کرنا ضروری ہے اسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی دل ودماغ نے ضرور اس پر عمل کیا ہے۔ ہاں اگر
مادے کی شکل ان خاص اصولوں سے وابستہ نہ ہوتی۔ اور نہ ان اصولوں کے دریافت کرنے کی ضرورت ہوتی۔
اور نہ انکے استعمال سے کوئی فائدہ ہوتا۔ تو پھر یقیناً ہم ارادہ و مشیت یا دل و دماغ سے انکار کرسکتے تھے۔ یہ ایک اور
دلیل ہے جو قرآن نے ہستی باریتعالےٰ کے ثبوت میں دی ہے یعنے ایک طرف تو یہ کہا کہ تمام چیزیں ہم نے تمہارے فائدے
کے لئے پیدا کیں۔ اور دوسری طرف ان اصولوں کی طرف اشارہ کردیا جن کے دریافت کرنے سے انسان ان کو استعمال
کرکے فائدہ اٹھا سکے۔ فرمایا۔ الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان الشمس والقمر بحسبان
والنجم والشجر یسجدان والسماء رفعھا ووضع المیزان۔ الا تطغوا فی المیزان۔ واقیموا الوزن بالقسط
ولا تخسروا المیزان۔ والارض وضعھا للانام فیھا فاکھۃ والنخل ذات الاکمام۔ والحب ذو العصف
والریحان۔ فبای آلاء ربکما تکذبان (سورۃ الرحمٰن آیت ۱ تا ۱۲) ترجمہ۔ رحمٰن نے قرآن پڑھایا
اس نے انسان کو پیدا کیا۔ اسکو بولنا سکھایا۔ سورج اور چاند ایک حساب میں ہیں۔ بوٹیاں اور درخت سر بسجود ہیں۔ اس نے
آسمان کو اونچا کیا۔ اور توازن قائم کئے۔ تاکہ تم میزان سے تجاوز نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ سیدھی تول تولو۔ اور میزان سے
کم نہ تولو۔ اس نے خلقت کے لئے زمین بنادی۔ کہ اس میں میوے اور کھجور کے درخت ہیں جن پر غلاف چڑھے ہوئے
ہیں۔ اور اناج خول میں ہوتے ہیں۔ اور خوشبودار پھول ہیں۔ تم دونوں اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کا انکار کروگے)
یعنی کس طرح تم اس کی ہستی سے انکار کرسکتے ہو +

ان آیات میں خط کشیدہ الفاظ کو غور سے دیکھو ان میں صاف بتلایا گیا ہے کہ تمام کائنات ایک خاص تناسب
پر قائم ہے۔ اگر ہم ان سے فائدہ اٹھانا چاہیں تو ہم کو اس توازن اور تناسب کو دریافت کرکے اس کا لحاظ کرنا چاہئے تاکہ
اسمیں کوئی فرق نہ آجائے۔ ان آیات میں نہ صرف یہ بتایا گیا ہے۔ کہ نظام شمسی کو موجودہ شکل میں بنانے کا
مقصد انسان کی بہتری ہے۔ بلکہ یہ بھی صاف کردیا گیا ہے کہ اس موجودہ نظام سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانے

کیلئے ہم کو کونسی راہیں اختیار کرنی چاہئیں۔ قرآن شریف ہمکو بتاتا ہے۔ کہ مادے کا ہر ایک ذرہ ایک خاص تناسب سے ترقی کر رہا ہے۔ اور جو کوئی اس تناسب کو معلوم کرلے وہ اس سے فائدہ حاصل کرسکتا ہے۔ بڑے سے بڑے اجرام فلکی سے لیکر چھوٹے سے چھوٹا پودہ مقررہ قوانین پر عمل پیرا ہیں۔ الغرض جو کچھ بھی اس دنیا و مافیہا میں موجود ہے سب کا سب خاص تناسب اور علم ہندسہ کے اصولوں کے ماتحت خلق کیا گیا ہے۔ اور قرآن نے تو نطق انسانی کو بھی علم ہندسہ کا ایک نتیجہ بتایا ہے۔ الفاظ کیا ہیں۔ ایک خاص طریق سے آواز کی اونچ نیچ اور انہی مختلف آوازوں کو حروف کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے۔ انہی حروف کو مختلف تناسب کے ساتھ جمع کرنے سے الفاظ مرتب ہوگئے۔ انہی الفاظ کے استعمال کا نام زبان دانی ہے۔ الغرض ہماری تمام معلومات اور تحقیقات ہمیں اسی نتیجہ پر پہنچاتی ہے۔ کہ ہر ایک چیز ریاضی کے اصولوں کے ماتحت پیدا کی گئی ہے۔ اور ایک مقررہ توازن کے ماتحت ترقی کر رہی ہے +

علوم نیچر کو ہمارے ماتحت کر دیتے ہیں۔ اور انہی علوم کے ذریعے ہم ان سے خدمت لیتے ہیں۔ اگر ہم نیچر کی کسی چیز کے مختلف اجزا اور اُن کا تناسب دریافت کرلیں تو وہ فوراً ہماری حلقہ بگوش ہو کر ہماری خدمت پر مستعد ہو جاتی ہے۔ میں پروفیسر ہیکل سے اس وقت اتفاق کرسکتا ہوں جب انسان نیچر کے اس تناسب اور توازن سے انکار کردیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہم نے نیچر کے لئے خود کوئی مقاصد نہیں بتائے ہم نے صرف ان قوانین کو معلوم کرلیا ہے جو اس معین مقصد کے پورا کرنے کیلئے کام پر لگائے گئے ہیں یہ بالفاظ قرآن شمس و قمر شجر و حجر ارض و سما سب خاص توازن کے ماتحت کام کر رہے ہیں +

اب اگر انسانی دل و دماغ کی بنائی ہوئی چیزوں پر نظر ڈالی جاوے تو جو چیز کسی دماغ نے کسی اصول پر بنائی ہو اس چیز کے استعمال کرنے سے پہلے اس اصول کو دریافت کرنا ہوگا۔ اور یہی اصول اس دماغ کی قدر و منزلت کا پتہ بھی چل جاتا ہے۔ کسی ناتراشیدہ دماغ کی بنائی ہوئی چیز کو استعمال کرنے میں کسی لمبی چوڑی عقل کی ضرورت نہیں لیکن جسقدر کسی موجد کا دماغ اعلےٰ اور مہذب ہوگا اتنا ہی اس چیز کے استعمال کرنیوالے کو نظر عمیق سے اس کے اصول دریافت کرنے پڑتے ہیں۔ حیرت آتی ہے کہ انسانی دل و دماغ کی بنی ہوئی چیزوں پر تو تم اس دل و دماغ کی اس قدر تعریف کرتے ہو اور اس دماغ کے وجود کے قائل ہو جاتے ہو لیکن جب وہی باتیں کائنات کے خلق کی بابت کہی جائیں تو تم سر پھیر کر صاف انکار کر دیتے ہو۔ خود قرآن نے لفظ رب کی یہ تفسیر و تشریح کی ہے کہ سبح اسم ربك الاعلےٰ الذی خلق فسوّی والذی قدر فھدیٰ۔ ایک اور جگہ فرمایا۔ قال فمن ربك یموسیٰ قال ربنا الذی اعطی کل شیءٍ خلقہ ثم ھدیٰ اس جگہ رب کی تعریف کرتے ہوئے بتایا گیا ہے۔ کہ رب وہ ہستی ہے۔ جو ہر ایک چیز کے بنانے کیلئے ایک شکل تجویز کرتی ہے۔

پھر اس شکل سے پیدا ہونے کے لئے مختلف توازن مادے کے تجویز کرتی ہے۔ پھر اس چیز کو ہدایت کر دیتی ہے کہ اپنے اردگرد کے مادے اس مقدار کے مطابق مادہ لیلے جس سے وہ شکل پیدا ہو جائے۔ گویا ہر ایک چیز کی پیدائش چار چیزوں سے وابستہ ہے شکل۔ توازن۔ مادہ اور ہدایت۔ قرآن کی اس بیان کردہ حقیقت کو موجودہ سائنس نے بہت واضح کر دیا ہے۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جو حقائق صرف گذشتہ پچاس سال ہی میں دریافت ہوئے ان کا علم کس طرح ایک محض اُمی کو آج سے ۱۳۰۰ برس پہلے لگ گیا۔ سائنس نے اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ ہر ایک چیز ایک ہی مادے سے تیار ہوئی ہے۔ ذرات مادہ کی ترقی توازن اور تناسب پر منحصر ہے۔ اور اس چیز کا ایک خاص انداز جو مادے کے ایک ہیولے کیلئے مفید ہے وہی دوسرے کیلئے مُضر ہے۔ ایک مُرغی کا بچہ ایک سُور اور ایک انسان سب ایک ہی چیز سے بنائے گئے ہیں لیکن جو انداز مرغی کیلئے مفید ہے ضروری نہیں کہ وہ سُور کے لئے بھی مفید ہو۔ اور اکثر دفعہ وہ مضر ثابت ہوتا ہے۔ ہر ایک چیز کے اردگرد اسکے مُضر اور مفید چیزیں موجود ہیں لیکن وہ اپنی زیست اور ترقی کیلئے وہی چیزیں چُن لیتی ہے جو مُفید ہوں اور ان چیزوں سے بچتی ہے جو مضر اور ناموافق ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک چیز میں حفاظت خود اختیاری کیلئے ایک ایسا احساس موجود ہے جو دشمن اور دوست کی تمیز کر دیتا ہے۔ مفید کیلئے اُنس اور مضر کیلئے نفرت پیدا کر دیتی ہے۔ بیجان چیزیں مثلاً کوئلہ اور جواہر کو لیلو۔ جو مادہ جواہر مُضر سمجھ کر رد کر دیتے ہیں اس کو کوئلہ مفید سمجھ کر جذب کرتا ہے۔ اور جاندار اشیاء مفید اور مضر دونوں قسم کی چیزیں کھا تو لیتے ہیں لیکن بیفائدہ اور مضر کو فوراً باہر نکال دیتے ہیں۔ انسانی معدہ بھی کوئی مضر چیز قبول نہیں کرتا۔ اگر غلطی سے کوئی مکھی اندر چلی جائے تو فوراً قے کر کے باہر پھینک دی جاتی ہے۔ اور جب جسم انسانی میں بعض اس قسم کے ضرر رساں مواد گھس جائیں جن کے دُور کرنے کیلئے معدہ وغیرہ ناقابل ہوں تو حکیم یا ڈاکٹر لوگ جلاب یا اپریشن کر کے اسکو دُور کر دیتے ہیں مرض اور بیماری کیا ہے جسم انسانی کا بیرونی غیر مفید اشیاء کے اندر آ جانے سے بگڑ جانا لہٰذا یہ تمیز نیک و بد ایک اتفاقی امر ہے۔ یا ایک بالارادہ ہستی کی ہدایت ہے پیشتر اسکے کہ آپ اس کا جواب دیں یہ ایک اور عرض پر پہلے غور کر لیں۔ یہ امر مسلم ہے کہ مادہ جوں جوں ترقی کرتا ہے اسکی قوتیں اور خواص زیادہ مضبوط ہوتے جاتے ہیں بائیالوجی کی رُو سے انسان مادے کی بہترین نشوونما یافتہ شکل ہے۔ جب جاندار مخلوق میں حِسّ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ادراک مزید ترقی پکڑتا ہے تو اخلاق مذہب اور فلسفہ کا دور دورہ شروع ہوتا ہے۔ تو پھر چاہئے تھا کہ جس طرح مادہ ابتدا سے اپنے ہر ایک درجہ نمو میں مفید اور غیر مفید چیزوں میں تمیز کرتا رہا ہے وہ صحیح اخلاق اور صحیح فلسفہ پیدا کرنے میں بھی مفید اور غیر مفید میں تمیز کرتا۔ ہر ایک نسل انسانی میں اخلاق اور فلسفہ کا بدلنا

اور ایک ہی چیز کا ایک وقت مفید اور دوسرے وقت غیر مفید ہونا بتاتا ہے کہ ادراک کے بعد مفید اور غیر مفید میں تمیز کرنے کی فطرتی طاقت انسان میں نہیں ہے۔ اب اسکی جگہ انتخاب کی طاقت ملتی جاتی ہے لیکن کیا میری اخلاقی ترقی کیلئے میرا دل اسی طرح عمل کرتا ہے جس طرح میرا معدہ مکھی کو قے کر کے نکال دیتا ہے جس طرح میری آنکھ میں کوئی خارجی چیز چلے جانے سے تکلیف اور اس کو نکالنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور جس طرح میرے سسٹم میں جب کبھی خارجی غیر مفید چیز چلی جائے تو میری نیچر اسکو نکالنے کیلئے بے چین ہو جاتی ہے۔ کیا فی الواقعہ اسی طرح میرا دل و دماغ ان چیزوں سے نفرت کرتا ہے۔ جو صحیح اخلاق اور صحیح فلسفے کے خلاف ہوں نہیں ہرگز نہیں۔ ہاں جب میں سُن لیتا ہوں یا میرا تجربہ اور مشاہدہ مجھے ثابت کر دیتا ہے کہ فلاں چیز مفید اور فلاں چیز غیر مفید ہے۔ تو پھر واقعی میں ضرر رساں غیر مفید چیزوں سے نفرت کرتا ہوں۔ لیکن اگر یہ تمیز نیک و بد ایک فطرتی طاقت ہے تو پھر مجھے پہلے ہی دن کیوں یہ فرق معلوم نہ ہوا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ فطرتی تقاضا نہیں ہدایت ہے۔ اور یہ وہ ہدایت ہے جو چیزوں کی خاص شکل کے بنانے والے اور ان خاص شکلوں کے پیدا کرنے کیلئے مادہ ہی سے خاص مقدار مقرر کرنیوالے کی طرف سے آتی ہے۔ جس کو قرآن نے رب کہا ہے۔ فرمایا۔ میرا رب وہ ہے جو ہر ایک چیز کیلئے شکل تجویز کرتا اور پھر اسکو ہدایت کرتا ہے۔ اب میں اس آیت کے ایک اور پہلو کو لیتا ہوں ہر ایک چیز کی شکل مقرر ہے۔ اور ہمارا علم اور مشاہدہ یہی بتاتا ہے کہ مادہ نہ صرف مقررہ شکل ہی رکھتا ہے بلکہ اس شکل کے پیدا کرنے کے اسباب بھی مقررہ ہوتے ہیں جس سے تخیل اور ارادہ کی ہستی کا ثبوت ملتا ہے۔ اس موقع پر کہا جا سکتا ہے کہ خیالات مادی اشیا سے الگ کوئی چیز نہیں۔ اور ان کا وجود اس سے پہلے ممکن ہو سکتا ہے یہ دراصل وہ بحث ہے جو افلاطون اور اسکے مشہور شاگرد رشید ارسطو میں ہوئی۔ اختلاف ان دونوں میں اس بات پر تھا کہ آیا خیال پہلے ہوتا ہے یا مادہ۔ اور بات اصل میں یوں ہے کہ استاد شاگرد دونوں کا خیال غلط بھی اور نہیں بھی صرف نکتہ خیال کا فرق ہے۔ دماغ انسانی بحالت فاعلی خیال کو مادے سے الگ نہیں کر سکتا لیکن مفعولی حالت میں نہ صرف یہ دونوں لازم ملزوم ہیں بلکہ بعض دفعہ تو خیال مادے سے مقدم اور پہلے ہوتا ہے۔ ارسطو انسانی دماغ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ دماغ نے چیزوں کا تعقل چیزوں کو دیکھ کر کیا۔ افلاطون کے نزدیک چیزوں کی مقررہ شکل ہے اور وہ اس مقررہ شکل میں پیدا ہوتی ہیں کیا وہی انسانی دل جو فاعلی حالت میں تخیل اور مادی چیز کو علیحدہ نہیں کر سکتا جب کوئی امر تجویز کرتا ہے تو اس چیز کا خیال اسکے دل میں پہلے ہی سے موجود نہیں ہوتا۔ الغرض یہ چند ایک دلائل ہیں جنکی رو سے مجھے نظر آتا ہے کہ مادے سے پہلے ایک تجویز کنندہ بالارادہ ہستی ہے وہی خالق ہے وہ شکل دیتا ہے وہ پرورش اور معیشت کے سامان مہیا کرتا ہے وہی درجہ بدرجہ بطرح ترقی پر پہنچاتا ہے۔ یا یہ الفاظ قرآنی ان صفات کو ایک لفظ میں اکٹھا کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمارا رب ہے۔ وان الی ربک المنتہیٰ ۔

# بیبیوں اور بچیوں کے پڑھنے کی دلچسپ کتابوں کا نچوڑ

ان کتابوں کے پڑھنے سے عورتوں میں اخلاق۔ تہذیب اور روشن خیالی کا اضافہ ہوتا ہے

| | | |
|---|---|---|
| رسول عربی | رسول اکرم کی سوانحعمری خاص بیبیوں کے مطالعہ کے قابل | ۸ر |
| بنت رسول | خاتون جنت حضرت فاطمۃ زہرۃؓ کے متبرک حالات ... | ۵ر |
| حسنین | حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے ذکر خیر قابل دید - .. | ۴ر |
| جام کوثر | نہایت موثر نعتیہ کلام کا مجموعہ مقبول عام - . . | ۴ر |
| جمیلہ خاتون | ایک عقلمند اور ناسمجھ خاتون کا راہ راست اختیار کرنا - .. - | ۳ر |
| آداب نسوان جدید | زنانہ آداب و اخلاق کی نہایت مفید کتاب - - - | ۶ر |
| عقیلہ بیگم | بیبیوں کو انتہا درجہ کا کفایت شعار اور دور اندیش بنانیوالی کتاب | ۴ر |
| زنانہ حساب کتاب مجلد | گھر کا روزانہ حساب لکھنے کی بہتر اور آسان کتاب بہت مدت تک کافی ہے | ۱۰ر |
| نیا باورچی خانہ | قصہ کی صورت میں تمام کھانے پکانے کی ترکیبیں .... | ۶ر |
| مناجات بیوہ | حالیؒ مرحوم کی مقبول عام نظم نہایت پُردرد - .. - | ۲ر |
| زنانہ خطوط | عورتوں کو خطوط نویسی کا طریقہ بتلانے والی کتاب - - | ۵ر |
| صبر کی دیوی | سوتیا ڈاہ کی دردناک داستان موثر پیرایہ میں بیان کی گئی ہے | ۳ر |
| اصلاحُ الرسوم | بُری رسموں کے دور کرنے کیلئے مفید طریقے بڑے کام کی کتاب | ۳ر |
| قومی گیت | بچے اور بچیوں کے یاد کرنے کے قابل دلچسپ قومی گیت .. | ۵ر |
| لیکچر اسلام | مسز اینی بیسنٹ صاحبہ کا لیکچر اسلام کے متعلق - - | ۳ر |
| راہِ جنّت | نیک اور پاکباز مرد و عورتوں کے نتیجہ خیز قصے - - .. | ۳ر |
| چڑے چڑیا کی کہانی | انسان کی بیمروتی کے قصے دو بیزبانوں کی زبان سے - | ۳ر |
| چپ کی داد | نہایت دلچسپ نظم مصنفہ مولانا حالی صاحب - - .. | ۲ر |
| لائق ماں کا لائق بیٹا | تعلیم یافتہ اور جاہل ماں کا مقابلہ - - - - .. | ۳ر |
| ناصح مشفق | نصیحت کے پورے ایکسو سچے موتی نہایت قابل دید کتاب ہے .. | ۳ر |

(رجسٹرد ایل نمبر ۹)

| | | |
|---|---|---|
| تاثیر صحبت | نوجوانوں کی اصلاح دلچسپ پیرایہ میں ... | ۱۰/ |
| مجموعۂ وظائف | مجرب نادر وظائف ... | ۲/ |
| خوش انجام | ایک موثر کہانی بےفکر شوہروں پر بچوں کی بیکسی کا اثر ... | ۲/ |
| رباعیاتِ حالی | مولانا حالی مرحوم کی قابل دید مطبوعہ و غیر مطبوعہ یعنی جدید رباعیات کا خوشنما گلدستہ ہے | ۳/ |
| مناجات بیوہ | ہندوستان کی مجبور بیواؤں کی آہ وزاری بیوہ کے دل کی سچی باتیں پڑھتے جاؤ اور روتے جاؤ نظم کیا ہے تیر و نشتر ہے پُر درد اور سچے عاشق قوم کے دل سے نکلے ہوئے شعر ہیں ٹھیٹھ ہندوستانی اردو زنانہ محاورات ... | ۲/ |
| تربیت النساء | تہذیب و اخلاق حاصل کرنے کیلئے طرز عمل قصہ کے پیرایہ میں ... | ۵/ |
| ایک شریف خاتون کی جمع کی ہوئی سود لچسپ اور مزیدار کہانیاں | یہ کہانیاں خاص کر لڑکیوں اور شریف پردہ نشین بیبیوں کے مطالعہ کے واسطے عالی ہی میں چھاپی گئی ہیں ہر کہانی اپنے سبق آموز مضمون اور عمدہ نتیجے کے لحاظ سے لاجواب ہے۔ ان دلچسپ کہانیوں نے زنانہ اردو کے پاکیزہ لٹریچر میں قابل قدر اضافہ کیا ہے صرف ایک کہانی پڑھ کر پوری سو لہ کہانیوں کی قیمت وصول ہو جاتی ہے۔ فی کہانی ایک آنہ پڑا سو کہانیوں کا سٹ | عہ/ |
| مسدس حالی | مسلمانوں کی گذشتہ اور موجودہ حالت کا فوٹو اگر دیکھنا منظور ہو تو اسے دیکھو موجودہ حالت کی پُردرد کہانی۔ مولانا حالی کا زندہ جاوید تصنیف جو جزو اسلام جس نے مسلمانوں میں نئی زندگی پیدا کی ... | ۸/ |
| انشائے نسوان | جسمیں مستورات کو لکھنا بتانے کے قواعد طرز تحریر و رسم الخط کی اصلاح زنانہ محاورات تسبیح القاب و طریقہ خطوط نویسی مع خطوط بتائے گئے ہیں۔ قیمت صرف | ۴/ |
| ادیب نسوان | اسمیں طبقۂ نسوان کی پردہ نشین مستورات کی قابلیت بڑھانے کیلئے عظمت اتباع خاوند۔ پردہ حیا انتظام خانہ داری تہذیب تعلیم اولاد گھر کے کام دکاج و ہنر آموزی کے تمام مضامین درج ہیں ... | ۱۴/ |
| اخلاقی کہانیاں | بچے بچیوں کے پاک اور نرم دلوں میں رحم و انصاف و دینداری پیدا کرنیوالی نصیحت آمیز دلچسپ کہانیاں | ۱۴/ |

المشتہر خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور

... لاہور ... حافظ ... کے اہتمام سے چھپوا کر شیخ نور احمد بلال نے عزیز منزل نولکھا لاہور سے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

# اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

## اِسلامک رِیوِیو اینڈ مسلم اِنڈیا مجریہ لندن

زیر ادارت

خواجہ **کمال الدین** بی اے ایل ایل بی — مُسلم مشنری — و مولوی **صدر الدین** بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

یہ کارِ ثواب ہے کہ آپ انہیں رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ سالانہ دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

جلد (۴) | بابت ماہ نومبر ۱۹۱۸ء | نمبر (۱۱)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

# اشاعت اسلام

ترجمہ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۴) بابت ماہ نومبر ۱۹۱۸ء نمبر (۱۱)

## شذرات

قارئین کرام اس افسوسناک خبر سے یقیناً متاسف ہونگے۔ کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی کے فرزند اکبر خواجہ بشیر احمد صاحب بی اے گذشتہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو اپنی اہلیہ سمیت عین عنفوان شباب میں راہی عالم بقا ہوئے۔ خواجہ بشیر احمد اور انکی اہلیہ کی وفات نہ صرف اس وجہ سے ازحد افسوسناک ہے کہ آپ اس پہلوان اسلام کے عزیز فرزند تھے جو اس وقت اسلام کا جھنڈا ہاتھ میں لئے ہوئے اپنے وطن۔ اپنے گھر بار۔ اپنے خویش واقارب اور اس مرحوم فرزند ہی کالے کوسوں دور پڑا ہے۔ نہ صرف اس صدمہ کے احساس کی وجہ سے جو اس غریب الوطنی میں حضرت خواجہ صاحب اپنے اس لخت جگر کی ہمیشہ ہمیشہ کی جدائی سے ہوگا۔ نہ محض اس وجہ سے ہی کہ مرنیوالا ایک نوجوان لائق اور ہونہار انسان تھا۔ اور اسکی وفات اپنے خویش واقارب کے لئے ازحد صدمہ کا موجب ہے۔ بیشک یہ سب امور بھی دل کو ازحد صدمہ پہنچانیوالے اور افسوسناک باتیں ہیں لیکن یہ رنج وتاسف بہت بڑھ جاتا ہے جب ہم اس نقصان عظیم کو دیکھتے ہیں جو اس حسرتناک موت سے اشاعت اسلام کے کام کو پہنچا ہے۔ یوں تو دنیا میں سینکڑوں نوجوان عین عنفوان شباب میں ہی داعئے اجل کو لبیک کر کے اپنے والدین اور دیگر خویش واقارب کو داغ جدائی دے جاتے ہیں جس کا صدمہ انہیں تازیست رہتا ہے لیکن اس قحط الرجال کے زمانہ میں جبکہ اسلام کی اس زار و نزار حالت کے باوجود بھی اسکی حفاظت اور تبلیغ کے بیش بہا فرض کو لوگوں نے پس پشت ڈال رکھا ہے۔ اور شاید لاکھوں میں دس پانچ ہی ایسے پیدا ہوتے ہوں۔ جو دل میں اسلام کا حقیقی درد لے کر اٹھتے اور اسکی تبلیغ میں

کو خوش ہوتے ہیں۔ خواجہ بشیر احمد جیسے قابل۔ نیک خصال و دیندار مذہبی واقفیت رکھتے تھے اور پھر دین کی خدمت کیلیے اپنے آپ کو وقف کرنے والے انسان کا اس نوجوانی کے عالم میں فوت ہو جانا ازبس افسوسناک اور موجب ملال ہے +

صنع

مرحوم صاحب [illegible] باوجود اس اعلیٰ تعلیم کے جو انہیں حاصل تھی جس درجہ خوش اخلاق خوش طبع حلیم الطبیعت اور متواضع تھے اسکا احساس ان لوگوں کو ہی ہو سکتا ہے جنہیں کبھی ایکدفعہ بھی ان سے ملنے کا موقع ملا ہے سنہ ۱۹۱۶ء میں آپ نے بی اے میں نمایاں کامیابی حاصل کی جس کے بعد ایم اے میں داخل ہوئے لیکن اس خیال سے کہ کچھ اسلامی اور عربی لٹریچر سے واقفیت حاصل ہو جائے اسے چھوڑ کر تحصیل عربی میں مصروف ہو گئے۔ اسی دوران میں مسلم ہائی سکول کھلگیا جہاں آپ نے اپنی آنریری خدمات سے ثواب حاصل کیا۔ قریباً ڈیڑھ سال تک یعنی جب سے کہ مسلم ہائی سکول کھلا ہے آپ وہاں بغیر تنخواہ کے کام کرتے رہے ہیں۔ اور اس تندہی اور محنت سے کام کرتے رہے ہیں کہ آپ سے زیر تعلیم طلبا کے آپ سے تسلی یاب ہونے کے ساتھ پرنسپل صاحب بھی آپکے مداح تھے اور ہیں +

ایک طرف آپ سکول میں پڑھاتے تھے اور دوسری طرف اپنے فارغ اوقات میں عربی اور حدیث پڑھا کرتے تھے بلکہ ایک موقعہ پر سکول میں عربی اُستاد کے موجود نہ ہونے پر آپ کو وہاں عربی پڑھانی بھی پڑی جس کی تعریف خود طلبا کی زبان سے انہی دنوں میں ہمارے سُننے میں آئی تھی۔ گذشتہ سال درس قرآن میں آپ برابر شریک رہے اور باوجود اسکے کہ چار ماہ میں قرآن ختم کرنے کیلئے نماز مغرب کے بعد رات کے دس بجے تک حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے درس دیتے تھے مگر آپ برابر ضروری نوٹ کرتے رہتے اور معقول سوالات سے اپنی ذہانت طبعی کی داد دیتے تھے غرض کہ بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

اور ان خوبیوں ہی کی وجہ سے یہ ایک دل خوش کن امید تھی۔ کہ آپکے وجود سے بھی آپکے محترم والد کی طرح اسلام کو عظیم الشان فوائد حاصل ہونگے۔ جن کی بنیاد اس پاک ارادہ پر تھی جو اس وقت جب آپ نے حضرت خواجہ کی انگلستان سے واپسی کے بعد ان کے دوران قیام لاہور میں ہی بی اے پاس کیا ظاہر ہو چکا تھا جس کے لئے آپ عملاً تیاری میں مصروف تھے اور اُمید کی جا سکتی تھی کہ آپ سنہ ۱۹۱۹ء میں ولایت جا کر حضرت خواجہ صاحب کا ہاتھ بٹانے کے قابل ہو جائینگے۔ بلکہ مرحوم و مغفور کو حضرت خواجہ صاحب سنہ ۱۹۱۹ء میں ہندوستان سے روانہ ہونے کیلئے لکھ بھی چکے تھے۔ فی الحال انگریزی دانی کی قابلیت اس اردو ترجمہ سے ظاہر ہے جو اشاعت اسلام میں اسلامک ریویو کے مضامین کا (شذرات کو چھوڑ کر) آپ خود کرتے تھے۔ غرض مرحوم خواجہ صاحب گوناگون خوبیوں کے انسان تھے جن کی وجہ سے اس عالم جوانی میں آپ کی اس حسرتناک وفات کا ہمیں سخت صدمہ ہے۔ اور ہر ایک وہ شخص جس کے پہلو میں دل اور دل میں درد ہے اس صدمہ

سو محسوس کئے بدوں نہیں رہ سکتا۔ بلکہ یہ احساس اور دلی درد اور بھی بڑھ جاتا ہے جب اس نقصان کا اندازہ کیا جاتا ہے جو بصورت مرحوم خواجہ بشیر احمد صاحب بلکہ ان کی لائق اور انہی کی طرح دیندار بیوی کے بھی ان کے ساتھ ہی فوت ہو جانے سے ہوا۔

---

ہاں اس نقصان عظیم کے وقت ایک وجہ تسلی ہمارے لئے موجود ہے۔ اور وہ حضرت نبی کریم صلعم کے وہ الفاظ جو اپنے پیارے فرزند ابراہیم کی وفات پر آپ کے منہ سے نکلے۔ لو عاش ابراهيم لكان نبيا بتاتا ہے کہ یہ مقدر ہی تھا کہ خاتم النبیین کے ہاں اولاد ذکور پیچھے رہتی مگر مصلحت خداوندی نے یہی چاہا کہ آپ کو بیٹے دیکر واپس بلا لئے جائیں تاکہ تقاضائے قدرت کے ان صدمات کے وقت جن کا آنا اس دنیا میں ناگزیر ہے آپ کے پیرووں کیلئے ایک عملی نمونہ ہادی عالمین صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں موجود ہے۔ ایسے صدمات کے وقت دل کا پرغم اور آنکھوں کا پرنم ہونا عین فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ وہ محبت جو خود خدا کے ہاتھ نے انسان میں ودیعت کی ہے۔ اسی کا یہ تقاضا ہے کہ جب انسان کا کوئی محبوب اس سے الگ ہو تو اس کے دل کو غم پہنچے اور اسکی آنکھوں میں آنسو بھر آئیں۔ اگر یہ باتیں حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے اندر نہ ہوتیں تو آپ ہمارے لئے نمونہ نہ بن سکتے۔ اگر جذبہ محبت اس قلب صافی میں نہ ہوتا تو اور کہاں ہوتا۔ ہاں آپ کی فطرت تو ایسی صحیح ایسی صراط مستقیم پر واقع ہے کہ اس کے تمام ترین جذبات ایک مکمل رنگ میں آپ کے اندر پائے جاتے ہیں۔ پس اولاد کی محبت جو فطرت انسانی کا ایک نہایت ہی صحیح جذبہ ہے ضرور تھا کہ آپ کے اندر پایا جاتا۔ اور اس محبت کا تقاضا اولاد کی علیحدگی پر قلب حزین اور چشم پرنم کا ہونا اس محبت سے علیحدہ نہیں ہو سکتا تھا۔ پس فرمایا القلب يحزن والعين تدمع ولا نقول الا ما يرضى ربنا۔ دل پرغم ضرور ہے۔ آنکھوں میں آنسو ضرور ہیں۔ یہاں تک ہی انسانی محبت اور انسانی فرائض تھے لیکن اس سے آگے اس سے بالاتر ایک فرض اور اپنے مالک حقیقی کا تھا۔ اور وہ یہ کہ اولاد ہو یا مال یا صحت یہ سب کچھ اللہ تعالے کی نعمتیں ہیں جو انسان کو ایک وقت تک بطور امانت دیجاتی ہیں۔ اس کا حق نہیں کہ ہمیشہ کیلئے ان کا مدعی بنے۔ وہ ان باتوں میں سے جس قدر چاہتا ہے اور جب تک چاہتا ہے کسی کو دیتا ہے اور جس طرح محض رحمانیت سے دیتا ہے کسی کے حق کے طور پر نہیں دیتا۔ اسی طرح اسی صفت مالکیت کے ماتحت جب چاہتا ہے اور جس سے چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ اور جو کوئی دیتا ہے وہ خدا کی امانت ہے اسکو واپس کرتا ہے پس شکایت کے کیا معنی۔ خدا نے کیوں ایسا کیا کہ ہم سے ایک اپنی امانت کو واپس لے لیا۔ یہ سوال وہ نادان کر سکتا ہے جو صفات الٰہی سے ناواقف ہے۔ کیوں یہ سوال اس کے دل میں اس وقت پیدا نہیں ہوتا جب اسکو وہ نعمت ملتی ہے۔ کیونکر وہ اس وقت یہ نہیں سوچتا کہ ہزاروں اس نعمت سے محروم ہیں مجھے یہ کیوں مل گئی؟ جو دیتا ہے وہی لیتا ہے نہ اسکے دینے پر سوال ہو سکتا ہے نہ اسکے لینے پر۔ پس جب یہ بتایا کہ تقاضائے محبت جو بشر کی فطرت میں ودیعت ہے دل غمگین ہے اور آنکھ پرنم۔ تو دوسرے پہلو کو بھی ساتھ ہی بتا دیا۔ کہ ہم کوئی حرف شکایت زبان پر

نہیں لاتے بلکہ لانقول الا ما یرضی به ربنا۔ کیا ہی پاک نقشہ اگر ایک طرف فطرت انسانی کا کھینچا ہے تو دوسری طرف مالک حقیقی کی طرف جھکایا ہے۔ اور وہ بھی درحقیقت فطرت انسانی ہی کا نقشہ ہے کیونکہ مالک کی طرف جھکنا بھی فطرت انسانی میں ودیعت کیا گیا ہے۔ ہاں زیادہ خوشی اور زیادہ غم کے وقت میں بعض وقت اس تقاضائے فطرت کو انسان بھول جاتا ہے۔ اسلئے ان جامع الفاظ میں کہ دل پر غم ہے اور آنکھ پر نم ہے مگر شکایت کا حرف زبان پر نہیں لاتے بلکہ خدا کی قضا پر راضی ہیں صدمہ کے وقت فطرت کے ان دونوں تقاضوں کو اپنے کمال میں ظاہر کر دیا ہے یہی وہ باتیں ہیں جو تمام صحیح فطرتوں کو آہستہ آہستہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور غلامی کی طرف کھینچ کر لائی رہینگی۔ اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلی اصحابہ وآلہ اجمعین

---

آج خواجہ بشیر احمد کی وفات پر ہم بھی یہی الفاظ دہراتے ہیں جو ہمارے پیارے ہادی صلعم نے ہمیں سکھائے ہیں۔ القلب یحزن والعین تدمع ولا نقول الا ما یرضی به ربنا۔ اسکی حکمت کا ملہ نے ہی جو چاہا عطا فرمایا۔ اور اس نے اپنی حکمت کاملہ سے جس کو چاہا اور جب چاہا اپنی طرف واپس بلا لیا۔ مرحوم کی خوبیوں اُسکی سعادت اُسکی فرمانبرداری نے بہت دلوں میں گھر کر لیا تھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اُس نے اپنے آپ کو خدا کی راہ میں لگانے کا پورا تہیہ کر لیا تھا پس جو نیت اُسنے کی اس کا پھل وہ پائیگا۔ فقد وقع اجرہ علی اللہ ہماری ترقیات اس دنیا کی اسی زندگی کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتیں۔ اللہ تعالے اپنی حکمتوں اور مصالح کو خوب جانتا ہے وہ جہاں تک چاہتا ہے اور جب تک چاہتا ہے کسی سے یہاں کام لیتا ہے۔ اور جب اسکی مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے وہ اپنے حضور بلا لیتا ہے۔ اس سے اسکی ترقی میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔ ہاں یہ سچ ہے کہ قضا و قدر کے ایسے صدمات جو انسان کو پہنچتے ہیں۔ اور وہ تکالیف جو اس پر وارد ہوتی ہیں وہ ایک مومن کے لئے اسکی ترقیات کا موجب ہوتی ہیں یقین ہے کہ یہ واقعہ اللہ تعالے حضرت خواجہ صاحب کے لئے مزید ترقیات کا موجب کریگا۔ آج سے چھ سال پیشتر آپ کی بی بی کا انتقال ہوا۔ اور اللہ تعالے نے اس کے ساتھ ہی آپ کی زندگی میں ایک ایسی تبدیلی پیدا کر دی جس کا اثر آج ایک دنیا محسوس کر رہی ہے اللہ تعالے نے اس مصیبت پر صبر کا یہ اجر آپ کو دیا کہ اپنی خدمت کیلئے آپ کو چن لیا۔ اب یہ دوسرا صدمہ ہے۔ اور خدا نے چاہا تو اس پر صبر کا اجر مزید ترقیات کے رنگ میں نمودار ہوگا +

---

یہ اللہ تعالے کا وعدہ ہے کہ جب مومن ان ابتلاؤں پر جو قضا و قدر الہی سے اس پر وارد کئے جاتے ہیں صبر کرتا ہے تو صلوٰۃ من ربھم و رحمہ کا حقدار ہو جاتا ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو اعلےٰ سے اعلےٰ ترقیات کے مقام قضا و قدر کی مشکلات اور مصائب ہیں سے گذرنے کے بعد حاصل ہوتے ہیں۔ ایک وہ قربانیاں ہیں جو انسان اپنے اختیار سے کرتا ہے۔ ایک وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے جو انسان خوشدلی کے ساتھ اسکی طرف

قدم بڑھاتا ہے لیکن اس سے بلند تر مقام وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قضا وقدر کے ذریعہ سے اس سے قربانی چاہتا ہے یعنے اسکو کوئی دکھ اور تکلیف پہنچتی ہے۔ اور وہ اس کی قضا پر راضی ہو جاتا ہے۔ اور جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت نے اسمیں بھی اسکی بہتری ہی رکھی ہے۔ اور خوشدلی کی اطاعت سے بڑھ کر وہ اطاعت ہے جو قلب حزین اور چشم گریاں کے وقت انسان اختیار کرتا ہے۔ آسائش و راحت اور آرام کے وقت ہر شخص اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کو تیار ہو سکتا ہے دُکھ تکلیف او رغم کے وقت باخلاص انسان ہی دل سے الحمد للہ رب العالمین کہیگا۔ دل میں قوت ہو خوشی ہو۔ بڑی سے بڑی مشکلات کو طے کرنے کے لئے انسان تیار ہو سکتا ہے۔ مگر غم سے بھرے ہوئے دل کے وقت ایسا قدم اُٹھانا عارفان آلٰہی ہی کا کام ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام میں اللہ تعالےٰ نے کیسا عجیب واقعہ بیٹے کی قربانی کا رکھا ہے۔ کہ باپ اپنے بیٹے کو خدا کے حکم کے ماتحت قربان کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ مگر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی تو ایک کامل نمونہ ہے۔ کیا وہ ایسے واقعات سے خالی ہے؟ ہرگز نہیں۔ جہانتک اپنے اختیار سے قربانی کرنے کا سوال ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے اس مقام بلند پر پہنچایا قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین حضور کا سب کچھ ہی اللہ تعالےٰ کیلئے تھا مگر بیٹے کے معاملہ میں اللہ تعالےٰ نے اس سے بھی بڑھ کر واقعہ دکھایا ہے۔ آپ کا فرزند ابراہیم آپ کے سامنے وفات پاتا ہے۔ اور وہ کام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اختیار سے کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔ ہمارے نبی کریم پر قضا و قدر کے ذریعہ سے وارد کر دیا جاتا ہے۔ اور اس وقت آپکے یہ الفاظ القلب یحزن والعین تدمع ولا نقول الا ما یرضی بہ ربنا حضرت ابراہیم کی تیاری سے بھی بڑھ کر ہیں۔ آج اگر ہم یہی لفظ باتباع سُنت نبی کریمؐ کہتے ہیں۔ اور اپنے قلب کے اندر ایک سکون اور ٹھنڈک کی کیفیت پاتے ہیں۔ تو کس قدر سکون اور ٹھنڈک سے وہ قلب پُر ہوگا جس سے پہلے یہ لفظ پھوٹ کر نکلے ہیں۔ اور عین اس حالت میں نکلے ہیں جب اس کا دل حزیں ہے جب اسکی آنکھوں میں پیارے بیٹے کی جُدائیگی کے لئے آنسو بھر آتے ہیں۔ اس وقت ولا نقول الا ما یرضی بہ ربنا کے الفاظ کا جوش سے پھوٹ کر نکلنا بتاتا ہے کہ باوجود حزن قلب کے اللہ تعالےٰ کی رضا پر کس قدر سکون اس قلب صافی کو حاصل ہے۔ اللھم صل وسلم وبارک علیہ۔ جہانتک غور کیا جائے حضرت ابراہیمؑ کے اپنے بیٹے کو قربان کرنے کی تیاری سے بڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہ واقعہ ہے۔ کہ اپنے بیٹے کی وفات پر جب محبّت پدری سے فی الواقع دل میں غم اور آنکھوں میں آنسو ہیں وہ چلا اُٹھتا ہے۔ کہ اے خدا تیری قضا پر ہم راضی ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ اپنے اختیار سے ایک قربانی کرنے کو راضی ہوتے ہیں ہمارے نبی کریمؐ پر قضاء و قدر ایک قربانی وارد کرتی ہے۔ تو آپکا قلب

اور انسان کا علم اور انسان کی طاقت اسکے سامنے بالکل محدود ہے۔ ہاں جس طرح سوتے ہوئے آدمی کو جگانیوالا برا معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ وہ اسکے آرام و آسائش میں مخل ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ کچھ تکلیفیں نظر آتی ہیں۔ رہا یہ سوال کہ ایسی تکلیفات میں نیک و بد دونو کیوں شامل ہوتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو قحط پڑا اسمیں مسلمانونکو بھی تکلیف ہوئی چنانچہ اسی قسم کے عذابوں کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے: واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ اس فتنہ یا عذاب سے ڈرو جو خصوصیت سے تم میں سے ظلم کرنیوالوں کو نہیں پہنچتا یعنی اس کا اثر نیک و بد دونوں پر ہوتا ہے سو اس پر اعتراض کرنا فضول ہے ظاہر ہے کہ اس قسم کے عذابوں میں اگر نیک و بد کو الگ کر دیا جائے۔ اور نیکوں پر کوئی تکلیف نہ آئے۔ تو ایمان بالغیب باقی نہیں رہتا اور دوسرے یہ کہ درحقیقت تضرع اور عاجزی کے بد او نیک اپنے اپنے حالات کے مطابق دونوں محتاج ہیں جب تک عزیز و اقارب پر تکلیف نہیں آتی اس وقت تک انسان کے دل سے دنیا کی محبت سرد نہیں ہوتی +

---

ہاں نیک کیلئے تضرع یہ خدا کی طرف جھکنا اپنے اپنے حالات کے مطابق ہوتا ہے۔ ایک دہریہ کیلئے بھی تضرع ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی قدرت کے نشانات کو دیکھ کر اور انسان کی بے بسی اور عاجزی کو دیکھ کر اللہ تعالےٰ کی ہستی کا قائل ہو جائے۔ مومن اس سے اور زیادہ فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور خدا کی راہ میں بڑی بڑی ترقیات کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں دُنیا کی محبت کی آگ بجھا کر محبت الٰہی کی آگ جلا دی جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ تضرع دونوں میں پیدا کرتا ہے۔ مگر ایک کا تضرع دوسرے سے بہت بلند مقام رکھتا ہے۔ ہاں مسلمانونکو اس بات کو سمجھ کر اپنی ہمتوں کو دوبالا کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ دُنیا تو ایک فنا کا مقام ہے بڑے بڑے نوجوان عین جوانی کی اُمنگوں میں اُٹھائے گئے۔ یہ نظارہ ہماری غفلتوں کو دور کرنے کیلئے کافی ہے۔ یہ بات کو ہماری آنکھوں کے سامنے لے آتا ہے۔ کہ ہم اپنی ساری ہمت دُنیا پر ہی صرف کر دیں بلکہ کچھ کام خدا کی راہ میں بھی کر کے دکھائیں۔ اور اس مقصد کو بھول نہ جائیں جس کے حصول کیلئے ہمیں مسلمان بنایا گیا ہے یہی وہ سبق ہے جو ان بڑے بڑے مصائب پر ملتا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو اس سبق سے فائدہ اُٹھانے کی توفیق دے۔ اور ہماری دُنیا کیلئے بھی یہ تازیانہ کافی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ اس سے بھی سخت تر تازیانہ کی ضرورت ہو +

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحوم خواجہ بشیر اور انکی بی بی کو جن کے ایک ہی دن فوت ہونے نے اس نظارہ کو اور بھی درد انگیز بنا دیا اپنی جوار رحمت میں جگہ دیوے۔ اللّٰھم اغفرھما وارحمھما وعافھما واعف عنھما۔ اللھم اکرم نزلھما ووسع مدخلھما وارفع درجتھما فی الجنۃ اور حضرت خواجہ صاحب اور دیگر پسماندگان کے قلب حزین کو اپنے فضل سے سکون و صبر عطا فرمائے +

خواجہ بشیر احمد صاحب نے ایک بچہ چار ماہ کی عمر میں پیچھے چھوڑا تھا افسوس کہ وہ بھی تھوڑے دنوں بعد فوت ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

# ہستی باری تعالےٰ

بسلسلہ صفحہ ۴۸۰ جلد ۱۴ نمبر ۱

## کیا یہ تدبیر و ارادہ ہے یا محض ظہورِ اتفاق

کیا فوٹوگراف کا کیمرہ اتفاقاً پیدا ہوا ہے۔ یہ جو اسمیں محدب شیشہ لگا ہوتا ہے پھر اسکے اندر جو عکس کو جذب کرنیوالا کاغذ ہوتا ہے پھر اسمیں خاص تجویزت خارجی روشنی کو کم و بیش کیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح اسکے دیگر اجزا یہ سب کے سب اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ سب کا سب انتظام کسی دل و دماغ کی تدبیر اور فکر کا نتیجہ ہے۔ لیکن یہ فوٹوگراف کا کیمرہ تو ایک نہایت ادنےٰ درجہ کی نقل چشم انسانی کی ہے۔ جو تمہارے خیال میں اتفاقاً بن گئی ہے۔ ذرا اسکی ساخت کو دیکھو تو تمہیں تسلیم کرنا پڑیگا کہ اسکے بنانے والے نے روشنی اور رنگوں کے تمام علوم چھان مارے ہیں۔ فوٹوگراف میں تو صرف ایک محدب شیشہ ہوتا ہے لیکن یہاں لنز* اور علاوہ ان کے کئی ایک پردے اس خوبصورتی سے ترتیب دئیے گئے ہیں کہ جو مشاہدہ کی ہوئی چیز کی ایک کامل تصویر کا عکس آنکھ میں پیدا کر دیتے ہیں۔ آئی رس کو دیکھو کس طرح خوردبین کے خاص پُرزہ کی طرح آنکھ کے اندر سے فالتو اور پراگندہ روشنی کو نکالکر حسب ضرورت مقدار روشنی کو لے لیتا ہے۔ شاید آپ کو معلوم ہوگا کہ فوٹوگراف میں جو عکس جذب کرنیوالا کاغذ استعمال ہوتا ہے اسکی ساخت بھی انسانی آنکھ کے پردوں کے مطابق بنائی گئی ہے آنکھ کی پتلی کے اندر ایک پردہ ہے جو ہر ایک عکس کو جذب کر لیتا ہے۔ اور اسی قسم کے مصالح سے فوٹو کا جاذب عکس کاغذ بنایا گیا ہے۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ فوٹو کا کاغذ ایک عکس لے کر دوسرا عکس لینے کے قابل نہیں رہتا۔ اور خدائی صنعت کو دیکھئے کہ ہماری آنکھ پر لحظہ بہ لحظہ نئے سے نیا عکس پڑتا ہے لیکن اس کا مصالحہ کبھی خراب نہیں ہوتا۔ پھر کبھی اس احساس پر بھی غور کیا ہے جو بیرونی چیزیں ہمارے دل و دماغ میں پیدا کرتی ہیں دوربین

* یہ سب آنکھ کے مختلف حصوں اور پردوں کے اصطلاحی نام ہیں۔

کہلاتا ہے۔ اصل دماغ حیوانی کے افعال کو سامنے رکھکر یہ نام تجویز کیا گیا ہے۔ خوراک اور پانی کے محتاج اعضا کا تعلق دماغ سے بذریعہ رگوں کے ہے اور ایسا ہی وہ اعضا اور جوارح جو ان اشتہاؤں کو دفع کرنے کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ ان کا تعلق بھی مختلف رگوں سے دماغ کے ساتھ ہے۔ اور جونہی معدہ خالی ہؤا اُس نے داخلی رگوں کے ذریعے دماغ کو اطلاع دی کہ مجھے بھوک ہے کھانا چاہئے دماغ نے فوراً قیام زندگی کو مدنظر رکھکر خارجی رگوں کے ساتھ ہاتھ پاؤں کو حکم دیا کہ خوراک مہیّا کرو۔ پس ہم فوراً چلکر اس جگہ پہنچے جہاں کھانا موجود ہے۔ اور ہاتھوں نے لقمے مُنہ میں ڈالدئیے۔ اور اس طرح معدہ کی طلب کو پورا کیا۔ علیٰ ہٰذا القیاس دیگر اشتہاؤں اور خواہشوں کا بھی یہی حال ہے۔ لیکن حیف ہے کہ اس دفتر کو جسکو عقلی طور پر "فوج کا دماغ" کہا جاتا ہے ایک اعلےٰ تدبیر اور عقل کا نتیجہ قرار دیتے ہیں لیکن جب خود دماغ اور اسکے کارناموں کا ذکر ہو تو فوراً اتفاق اور واقعہ کا حیلہ پیش کر دیا جاتا ہے۔

اچھّا آؤ ذرا ریل کے انجن کو دیکھیں اسمیں ایک سو سے زیادہ نالیاں ہیں لیکن انہیں سے کوئی نالی بھی بیکار نہیں بنانے والے نے ہر ایک نالی ایک ضرورت کیلئے رکھی ہے۔ اور یہاں عقل تدبیر اور ارادہ کا وجود مانتے وقت ہم ذرا بھی نہیں جھجکتے۔ لیکن وہ لکھوکھا نالیاں جو جسم کے اندر رگوں اور پٹھوں کی شکل میں کام کر رہی ہیں۔ اور ان میں ایک بھی بیکار نہیں۔ ان سب کی سب کو ہم اندھا دھند پیدا ہوئی ہوئی مانتے ہیں۔ واہ کیا اچھا استدلال ہے۔ پھر ایک اور بات دیکھو ان مشینوں کو جو رات دن کام کرتی ہیں! اور اس خیال سے کہ جلدی گھس نہ جائیں ہم اسکے خاص خاص حصوں میں جہاں رگڑ پیدا ہوتی ہے یا دو پُرزے جوڑ کھاتے ہیں۔ اور ہمارے تجربہ نے ہم کو اس تجویز اور تدبیر کیطرف رہنمائی کی۔ کہ وہاں تیل دیا کریں۔ لیکن کیا آپ حضرات میں سے کسی نے بھی اس عجیب و غریب انتظام پر غور کیا۔ جس کے ماتحت تمہارے جسم کے ہر ایک جوڑ کی ہڈی کو ایک قسم کی چربی سے تیل دیا جاتا ہے۔ مثلاً یہ تمہاری انگلی کے تین جوڑ جس وقت تم ان کو حرکت دیتے ہو یا انگلی کو موڑتے ہو تو اس حرکت سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے وہ اس چربی کو پگھلاتی ہے جو تمہاری انگلی میں ہوتی ہے۔ اور یہ پگھلی ہوئی چربی جوڑ کے قریب آکر ہڈیوں کو تیل دیتی ہے

...محفوظ رکھتی ہے۔ یہ کیفیت تمہارے جسم کے ہر حصے میں ہر جوڑ پر حرکت کے ... پیدا ہوتی ہے اور اس طرح تمہاری ہڈیاں خراب ہونے سے محفوظ ہیں۔ کیا اس میں کوئی ... مطابق ہے۔ اور کسی مدبر بالارادہ کے حسن تدبیر کا نتیجہ نہیں۔ جب جسم کے ہر حصے ... ہر جوڑ میں ایک تدبیر اور تجویز کا پتہ چلتا ہے تو باوجود اسقدر علم و ترقی کے کیوں تم خدا کے مدبر بالارادہ ہونے سے منکر ہو۔ اگر بقول شخصے اب بھی نہیں سمجھتے۔ تو پھر تم سے ... سمجھے +

# ممنوع خوراک

قرآن کریم کے پارہ دوم سورہ بقرہ آیت ۱۷۳ میں ہم یہ الفاظ پاتے ہیں تحقیق حرام کیا گیا تم پر مُردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جس پر خدا کے بغیر کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ مگر وہ جو کہ مضطر ہو نہ خواہش کرنیوالا اور نہ حد سے بڑھنے والا اس پر کوئی گناہ نہیں (ان شرائط کے ماتحت ان کو استعمال کرلے) تحقیق اللہ غفر کرنیوالا اور رحم کرنیوالا ہے +

میرا منشا اس آیت کے تمام پہلوؤں پر بحث کرنے کا نہیں۔ ہاں اس میں جو خون کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس پر کچھ بیان کرونگا۔ خدا کی کتاب ہمیں خون کے استعمال سے روکتی ہے جس سے صریح یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ تمام جانور جن کو ذبح کرنے پر ان کی موت اخراج خون سے واقع نہیں ہوتی ممنوع ہیں۔ بظاہر بعض اصحاب کو قرآن کریم کی یہ حرمت یہودیوں کی رسم کی ایک حقیر متابعت معلوم ہوتی ہے۔ مگر قرآن کریم کو دنیا کی کتب مقدسہ پر جو بڑی فضیلت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ اسکے احکام حکیمانہ نہیں۔ بلاشبہ مسلمان یہودیوں کی طرح جانوروں کو خوراک کیلئے ان کی شاہ رگ کاٹ کر ذبح کرتے ہیں۔ مگر ایک یہودی اس فعل کی صحت پر صرف باب استثناء کا حوالہ دیتا ہے۔ اور صرف یہی بات پیش کرتا ہے۔ کہ خدا کی کتاب میں اس کیلئے اسی طرح لکھا گیا ہے۔ مگر قرآن کریم ایسی رسومات تجویز نہیں کرتا۔ بلکہ محولہ بالا آیت میں اس فعل پر دلیل بھی پیش کرتا ہے۔ کہ ذبح کرنے میں جانور کی شاہ رگ کاٹنے کی اصل غرض یہ ہے کہ اس کا گوشت اس خون سے پاک ہوجائے جس کا استعمال ممنوع ہے۔ اسلامی نقطۂ خیال سے اس شئے کے سوا جو

کسی نہ کسی رنگ میں انسانی بہبودی کے مخالف ہو کوئی امر گناہ میں داخل نہیں قرار دیا گیا۔ خدا اس بادشاہ کی مانند نہیں جو کہ اپنی مرضی پوری ہوتی دیکھ کر خوش ہوتا اور یہیں غرض کیلئے حکم و احکام صادر کرتا ہے۔ قرآن کریم نے صرف وہی اشیاء محرمات کی فہرست میں شامل کی ہیں جو کہ انسانی صحت اخلاق اور جسم کیلئے مضر ہیں پس امر زیر بحث میں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ خون کا بطور خوراک استعمال کسی رنگ میں مضر ہے یا نہیں مغربی دنیا کے قلوب میں عام طور پر یہ خیال جاگزین ہے۔ کہ اگر گوشت میں سے خون بتمام و کمال نکال دیا جائے۔ تو اسکی غذائی طاقت مفقود ہو جاتی ہے۔ یہ وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ اس خیال سے بڑھ کر کوئی اور بات بھی از صداقت نہیں۔ اور اس غلطی کو رفع کرنے کیلئے ضروری ہے کہ خون کی بحیثیت خوراک غذائی طاقت اور اسکے ذاتی خواص اور افعال پر غور کیا جائے۔ خون کو جب خوردبین سے ملاحظہ کیا جائے تو اسمیں دو قسم کے کارپسکلز یعنی خون کے کیسے ایک ہلکے زرد رنگ کی سیال رطوبت میں جس کو پلازمہ یعنی آب خون کہتے ہیں تیرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ خون کے کیسے سفید و سرخ رنگ کے ہوتے ہیں۔ اور اول الذکر موخر الذکر سے۔ ایک اور پانسو کی نسبت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ خون میں اور اجسام بھی پائے جاتے ہیں۔ جن کو بلڈ پلیٹلیٹز کہتے ہیں لیکن موجودہ تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ یہ صرف بہائے خون میں ہی پائی جاتی ہیں۔ اور خون کے بیرونی ہوا سے مس کرنے پر پیدا ہوتی ہیں سرخ کیسوں کا کام جسم کے رگ و ریشہ کو خوراک بہم پہنچانا ہے۔ اور سفید کیسوں کا منصب کسی زہریلا خارجی مادہ کو تباہ کرنا اور بواسطہ خون ان کے رگ و ریشہ تک پہنچنے کو روکنا ہے۔

سفید کیسے ان سمیات کو اپنے وجود میں جذب کر کے اس وقت تک لئے پھرتے ہیں جب تک کہ ان کو ان کے اخراج کا موقع نہ ملے سرخ کیسے رگ و ریشہ کو خوراک اکثر بشکل آکسیجن پہنچاتے ہیں۔ اور اسکے عوض میں ان سے وہ تمام فضول مادے جو جسم کیلئے مضر ہیں جذب کرتے ہیں۔ تحقیقات نے یہ بھی ثابت کیا ہے۔ کہ آب خون میں سمیات کو تباہ کرنے کی خاصیت ہے۔ اور یہ کہ بلڈ پلیٹلیٹز وہ جراثیم ہیں جو کہ خون کو منجمد ہونے میں مدد دیتے ہیں۔ اور جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے خون کے بیرونی ہوا سے مس کرنے پر ہی پائے

پائے جاتے ہیں +

اگر اب ہم خون کے ملاحظہ سے اسکی غذائی طاقت کا اندازہ لگائیں۔ زندگی کے بقا کے لئے ایک انسان کے لئے ضروری ہے کہ بطور خوراک اس مرکب کو استعمال کرے جسمیں کہ مندرجہ ذیل تین اشیا موجود ہوں :-

(۱) پروٹین (یہ گوشت کا جزو اعظم ہے)

(۲) کاربوہائیڈریٹز یعنی شکر وغیرہ وغیرہ (یہ نباتات کا جزو اعظم ہے)

(۳) روغن معدنیات و پانی

اگر یومیہ خوراک کا بصورت فہرست اندازہ کیا جائے تو مندرجہ ذیل ہوگی -

| | |
|---|---|
| پروٹین ......... | ۱۲۰ گرامز |
| کاربوہائیڈریٹز ..... | ۵۰۰ " |
| روغن ......... | ۶۰ " |
| معدنیات ....... | ۳۰ " |

فرض کرو کہ ایک آدمی ایک وقت میں ایک پونڈ گوشت کھاتا ہے۔ اب اگر اس میں سے خون بالکل خارج نہ ہوا ہو تو قریباً نصف اونس تو اس میں خون ہوگا اور خون کی ترکیب مندرجہ ذیل ہے

| | |
|---|---|
| پانی ........ | ۹۲ فیصدی |
| پروٹین ........ | ۶ " |
| شکر ........ | ۰۱۵ " |
| روغن ........ | نہایت خفیف |

یوریا (۰۲ء فیصدی)

لیسیتھین۔ کولسٹرول۔ لیکٹک ایسڈ وغیرہ وغیرہ

معدنیات ......... نہایت خفیف

رنگ و خوشبودار اشیاء

آکسیجن۔ کاربونک ایسڈ و نائیٹروجن

گیسوں میں سے آکسیجن کی غذائی طاقت صفر ہے ۔ کاربونک ایسڈ ایک زہر ہے ۔ اور نائٹروجن محض بے تاثیر ۔ بلکہ اگر حد سے زیادہ استعمال کی جائے تو زہر ہے ۔ پس اس ترکیب سے واضح ہے کہ خون کی غذائی طاقت نہایت ہی خفیف ہے ۔ علاوہ ازیں خوراک تو کھانے پر ہضم ہوتی ہے ۔ اور جزو بدن بنتی ہے ۔ مگر برخلاف اسکے سمیات جب بدن میں داخل ہوتی ہیں تو فوراً ہی خارج نہیں ہو جاتیں ۔ بلکہ جیسا کہ بارہا وقوع میں آتا ہے جمع ہوتی رہتی ہیں ۔ اور جب ایک خاص مقدار میں اکٹھی ہو جاتی ہیں ۔ تو اچانک جسم کی ہلاکت کا موجب ہو جاتی ہیں ۔
جنوبی افریقہ کے ساحر اس طرز زہر خورانی کا عموماً کثرت سے استعمال کرتے تھے ۔ وہ اپنے شکار کو سمیات مثلاً قلعی یا کوئی اور خطرناک چیز تھوڑی تھوڑی مقدار میں دیتے رہتے ہیں ۔ اور اس عمل کو ایک خاص مدت تک جاری رکھتے ۔ یہانتک کہ زہر برداشت سے زیادہ جسم میں جمع ہو کر موت واقع کر دیتی ۔ مندرجہ بالا ترکیب شریانی یعنی مصفیٰ خون کی ہے مگر وہ خون جو بعد از موت ایک جانور میں پایا جاتا ہے وریدی اور گندہ ہوتا ہے ۔ اور اسمیں سمیات اس سے بھی زیادہ ہوتی ہیں ۔ اسکی وجہ یہ ہے ۔ کہ شریانی خون کے دل سے نکلکر رگ و ریشہ تک پہنچنے میں اسکی آکسیجن کا مضر مادوں سے تبادلہ ہو جاتا ہے ۔ پھر موت وارد ہونے پر دل کی حرکت فوراً بند نہیں ہو جاتی ۔ انسانوں میں روح کی مفارقت کے بعد دو تین دفعہ اور مینڈک میں ۲۴ گھنٹے تک دل حرکت کرتا رہتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ شریانیں بعد از موت خالی پائی جاتی ہیں ۔ اور ان کے مقابل پر وریدیں خون سے بھری ہوئی ہوتی ہیں ۔ اور کثیر حصہ سمیات کا اسمیں (یعنی خون میں) موجود ہوتا ہے ۔ ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ہم اسلامی طرز ذبح میں شاہ رگ کے قطع کرنے پر نظر ڈالتے ہیں تو بیساختہ اس پُرحکمت فعل پر تحسین کیئے بغیر نہیں رہ سکتے ۔ اور گرم ملکوں میں جہاں خون بہت ہی جلد سڑ جاتا ہے خصوصاً اسکی شان اور بھی دوبالا نظر آتی ہے علاوہ ازیں کہ خون میں سمیات موجود ہیں ہمیں ابھی اسباب پر بھی غور کرنا ہے کہ خارج میں ان سمیات کا کیا اثر ہے ۔ اور جسم کے اس رجحان کو بھی دیکھنا ہے ۔ جو کہ وہ ایسے مضر مادوں کے قبول کرنے میں دکھلاتا ہے ۔ مثلاً یہ بات ثابت ہے کہ خون آکسیجن کو چھوڑ کر کاربانک

ایسڈ گیس کو جذب کر لیتا ہے۔ اسی طرح کئی اور زہروں میں خون کا کوئلے کی گیس و علاقہ بخوبی واضح ہوتا ہے۔ چنانچہ زمین دوز کوئلے کی کانوں میں کام کرنیوالوں میں ان کے خون کے مشاہدے سے ثابت ہے کہ اس گیس کی خفیف سے خفیف مقدار فوراً خون میں جذب ہو جاتی ہے۔ اور موخر الذکر اس کے بدلے میں آکسیجن چھوڑ دیتا ہے۔ لہذا وہ لوگ جو خون کے اس رجحان سے جو اس کو کوئلے کی گیس سے ہے واقف ہوتے ہیں۔ خودکشی کرنے میں اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور آہستہ سے گیس کے پیچ کو پھیر کر خاموشی سے اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں +

پس سمیات کا بآسانی اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ خون بسبب ان سمیات کے جو اس میں موجود ہیں انسانی خوراک کیلئے کس قدر خطرناک ہے۔ اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ خون کی غذائی طاقت کے لحاظ سے اہم جوہر پروٹین۔ چربی و کاربوہائیڈریٹس ہیں وہ بمقدار خفیف ہیں کہ بطور خوراک درحقیقت کسی کام کے ہی نہیں۔ آکسیجن بیشک جسم کا ایک جزو لاینفک ہے۔ مگر جب خون کے ہمراہ جسم میں داخل ہو تو جسم اسکو استعمال نہیں کرتا کیونکہ وہ تمام آکسیجن جو کہ زندگی کی بقا کے لئے ضروری ہے پھیپھڑوں کے ذریعہ بیرونی ہوا سے حاصل کی جاتی ہے۔ بلکہ اگر ضرورت سے زائد خوراک کے ہمراہ لیجائے تو مضرت ہونے کا احتمال ہے +

پچھلے زمانہ میں جیسا کہ بعض اشخاص آج کل بھی کرتے ہیں۔ لوگ جب باہر شکار کو جاتے تو گوشت کو خشک کر کے ہمراہ لیجاتے۔ یہ ایک نہایت ہی مفید طریقہ ہے کیونکہ اس سے خون بالکل خارج ہو جاتا ہے۔ اور پروٹین منجمد ہو جاتے ہیں لیکن شکاری کی فطری تحریک نہ کہ اس کا علم اس کو اس ضرر سے محفوظ رکھنے کا باعث ہوا مگر قرآن کریم نے خون کا بحیثیت خوراک استعمال ممنوع ٹھیرایا۔ اور جنہوں نے اس پر عمل کیا بیحد فوائد اٹھایا۔ جنوبی افریقہ کے زولو (وہاں کے باشندوں کا نام ہے) جن کے وجود کا مقابلہ کم لوگ کر سکتے ہیں۔ موجودہ لوگوں سے بھی زیادہ گوشت کے استعمال سے زندگی بسر کرتے تھے۔ مگر وہ خون کبھی نہ کھاتے تھے۔ جب کبھی ان کو خوراک کیلئے کسی جانور کی ضرورت ہوتی تو وہ

شکار کو نکلتے اور جانور کو زخمی کرکے اس کا تعاقب کرتے یہاں تک کہ خون کے ضائع ہونے سے وہ درماندہ ہو کر گر کر مر جاتا۔ اس بات کا اثر ہم سب بڑے بڑے شکاریوں میں بھی دیکھتے ہیں کہ وہ سب کے سب جسیم انسان تھے۔ اور اسکی وجہ یہی تھی کہ وہ زولو کی طرح جانوروں کا شکار کرتے تھے۔ میں ان لوگوں کی عمدہ بدنی حالت کو بکلی اس طرز خوراک پر ہی موقوف نہیں سمجھتا۔ تاہم مجھے یقین کامل ہے کہ انکی جسامت کی یہ بھی ایک وجہ تھی۔ کوئی صاحب یہ نہ سمجھ لیں کہ میرے نزدیک خون کی کچھ قدر و قیمت ہی نہیں۔ دُنیا میں ہر چیز کسی نہ کسی رنگ میں مفید ہے لیکن ہم اسی حالت میں ایک چیز کو بیسُود قرار دیتے ہیں جبکہ اسکا نقصان اس کے نفع پر سبقت لیجائے۔ خون بھی بہت مفید ثابت ہوا ہے بہت سی زندگیاں ایک شخص سے دوسرے میں خون پہنچانے سے بچائی گئی ہیں۔ مگر اس حالت میں اس کا فعل بالکل مختلف ہے۔ جسم زہر کی ایک خاص مقدار کو برداشت کر سکتا ہے۔ اور وہ مقدار عموماً ایک تندرست انسان کے خون میں موجود ہوتی ہے۔ لہذا ایک انسان سے دوسرے انسان میں خون پہنچانے میں اس امر کا خصوصیت سے خیال رکھا جاتا ہے کہ اسمیں خون کی مقدار قدرتی اندازے سے زائد نہ ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس عمل سے کسی قسم کی زہر نہیں چڑھتی۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ خون کو جہاں زہر ملے اسکو جذب کرتا ہے اور آکسیجن کو چھوڑ دیتا ہے۔ اسکی غذائی طاقت تقریباً صفر ہے۔ اور بحیثیت خوراک سوائے اسکے کہ معدے میں بوجھ زائد کرے کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ علاوہ ازیں گوشت کو بچانے کی بڑی وجہ ہی یہ ہے کہ وہ جراثیم جن سے خون مملو ہوتا ہے ہلاک ہو جائیں۔ لہذا جب ہم خدا کی کتاب میں یہ پڑھتے ہیں کہ خون انسان کیلئے ممنوع ہے تو ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ہمیں ان خطرات سے بھی محفوظ رکھتا ہے جن کا ہم کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا +

جملہ حسنِ خریداران ازراہ کرم خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا ضرور ہی حوالہ فرمایا کریں۔ اور نیز اپنے حلقۂ اثر میں رسالہ کی توسیع اشاعت فرما کر داخل حسنات ہوں کیونکہ کاغذ کی گرانی روز افزوں ترقی پر ہے + منیجر

# پنج ارکانِ اسلام

## اسلام سلامتی و راہ سلامتی

اسلام بحیثیت مذہب پانچ اصولوں پر مشتمل ہے:- (۱) اللہ - عقائد یعنی کلمۂ طیبہ (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ اور (۵) حج +

اسلام جیسا کہ اس کے لغوی معنوں سے ظاہر ہے ایک سلامتی و امن کا مذہب ہے۔ اور مندرجہ بالا پانچ اصولوں کے ذریعہ دنیا و آخرت میں سلامتی و امن قائم کرنا چاہتا ہے اور یہی ایک الٰہی دین کا مطمح نظر ہو سکتا ہے +

مندرجہ بالا مقصد کے حصول کے لئے دنیا کے مختلف مذاہب نے مختلف قوانین منضبط کئے ہیں۔ مگر وہ مذہب جس کو محمد صلعم نے بیان فرمایا اسلئے قابل توصیف ہے کہ وہ عقل انسانی کو اس کے فیوض کا معیار ٹھیراتا ہے۔ "مبارک ہیں وے جو کہ امن پسند ہیں" الفاظ میں نہایت موثر و دلفریب معلوم ہوتا ہے۔ مگر صرف اتنا کہنا سخن دیگر ہے۔ اور ان اسباب و ذرائع کا ایسا خاکہ کھینچنا کہ جس سے امن اور باہمی میل و ملاپ انسانی زندگی کا دستور العمل بن جائے نئے دیگر ہے۔ اسلام اُن تمام مشکلات کا جو کہ دنیا میں کسی منسیہ اصول کی نشوونما میں سد راہ ہوتی ہیں حل کرتے ہوئے فطرت انسانی کا کما حقہٗ پاس کرتا ہے۔ لہٰذا اگر ہم امن چاہتے ہیں۔ تو ہمیں اوّل ان اسباب پر غور کرنا چاہئے جو اسکی تباہی کا موجب ہوتے ہیں جنگیں خانگی یا قومی رقابتیں - جرائیم بدنظمی۔ عدم امن کے ہی مترادف ہیں +

**تیرے اور میرے کا "گورکھ دھندا"** یہ سب کے سب ایک مفتنہ کرما خذ ہے جو ان سب کی جڑ ہے پیدا ہوتے ہیں یعنی "یہ تیرا ہے اور وہ میرا ہے" شاید ایک کنبے کی زندگی کے تدریجی حالات کی مثال میرے مضمون کیلئے نہایت موزون ہو گی۔ ایک وقت ہوتا ہے جبتک کہ ایک گھر کے سارے بچے ایک مجلس منتظمہ کے مختلف اجزا کی مانند ہوتے ہیں والدین انکی

تمام خصوصیات کے متکفل ہوتے ہیں۔ اور ان کی باہمی محبت کی مشترکہ رسن اُن کو یکجا متحد رکھتی ہے۔ مگر جب ان کے افعال واقوال میں "تیرے اور میرے" کا سوال پیدا ہوتا ہے تو اس اتحاد کی استواری میں فرق آنے لگتا ہے۔ اور اس امر کی بنیاد پڑتی ہے۔ جو نہ صرف ایک گھرانے بلکہ اس سے بھی بڑے سوشل اجتماع یعنی ایک قوم یا جمہور بلکہ اس کے اس سے بھی بڑھکر یعنی کل نسل انسانی کے شیرازے کو بکھیر دیتا ہے۔ ایک قوم کی دوسری قوم سے جنگیں ایک گھرانے کے دو افراد کی باہمی رقابت ہی کا اعلےٰ پیمانے پر ایک نقشہ ہے جس طرف نظر اُٹھاؤ "تیرے اور میرے" کی تحریک ہی ذمہ وار نظر آتی ہے +

اسی طرح "یہ تیرے اور میرے" کا خیال ہی تمام جرائم کا محرک ہے۔ ہم ناجائز وسائل سے دوسروں کے مال ومتاع پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔ اور یہ خواہش ہی ہم سے جرم کا ارتکاب کرا دیتی ہے۔ غصب۔ چوری۔ دغا ان ناجائز وسائل ہی کے مختلف خط و خال ہیں جن کے ذریعہ ہم کسی کے مال کو اپنا مال بنانا چاہتے ہیں۔ اگر ہم اپنے نقطۂ نظر کو وسیع کر کے اس روشنی میں ایک قوم کے افعال کا مطالعہ کریں تو تمام جنگوں اور بین الاقوامی رقابتوں کا اصل مقصد اس لالچ میں ہی پنہاں نظر آئیگا۔ جس کے باعث ایک قوم دوسری کو اس کے بہترین مفاد سے محروم کر دینا چاہتی ہے خواہ وہ غیر مزروعہ زمین کا قطع عظیم ہو یا تجارتی حقوق ہوں۔ یا ازیں قسم کوئی اور چیز۔ اس حرص کی تحریک خواہ کتنی ہی ہیچ کیوں نہ ہو۔ مگر جو کشت وخون وتباہی اس سے وقوع میں آتی ہے۔ وہ بسا اوقات نہایت ہی مہیب ہوتی ہے۔ لہذا ایسی انسٹیٹیوشن کا جس کا مقصد دنیا میں امن قائم کرنا ہو فرض اولین ہونا چاہئے۔ کہ وہ "تیرے اور میرے" کے معمہ کو نہایت غور وتدبر سے حل کرے۔ کیونکہ جہاں ہم اسکے ناجائز پہلو سے لڑائی وجھگڑوں کا ظہور دیکھتے ہیں وہاں اُسکو اپنی تمام نیک کوششوں کا سرچشمہ بھی پاتے ہیں۔ یہ ہر دو رحمت ولعنت کا موجب ہے لیکن ان راہوں کا تحقق ومشرح کرنا جن سے یہ ہمیشہ رحمت ہی ثابت ہو اور کبھی لعنت کا موجب نہ ہو ایک منجانب اللہ دین کا فرض ومنصب ہے۔ "یہ تیرے اور میرے" کا خیال خالی از مطلب نہیں۔ یہ فی الحقیقت اس طبعی تحریک کو جنبش میں لاکر انسانوں کو اس امید پر حیثیت کرتا ہے

کردہ اپنی کوششوں کے ثمرہ سے بہرہ ور ہونگے۔ اگر کوئی ایسا قانون ہوتا جس کے ذریعہ ہر
کی محنت کا پھل بحر کو ملجاتا تو تہذیب کے خاتمہ میں کوئی شک نہ رہتا۔ اور نیز اس تیرے اور
میرے" کے ذاتی خیال کو بکلی معدوم کرنے کے لئے اگر کوئی کوشش کیجائیگی۔ تو یقیناً ناکامیاب
ثابت ہوگی۔ اور جنہوں نے اس امر کا بیڑا اُٹھایا انکو اپنی کوششوں میں بجز ناکامی کا منہ
دیکھنے کے کچھ نصیب نہ ہوا۔ ایسی کوشش سے گویا وہ اس تحریص کا ہی خاتمہ کرنا چاہتے
ہیں جو نوع انسانی کو کام کرنے کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ مغرب میں سوشلزم کی یہ خلافِ فطرت
جھلک اس کے لئے پیامِ اجل ثابت ہوئی۔ یہی بات ہم یسوع مسیح کے متعلق پڑھتے ہیں وہ
خدا کا سچا نبی تھا اور اس بات پر کامل یقین رکھتا تھا کہ دنیا میں تمام کشت و خون کی جڑ
"تیرے اور میرے" کا سوال ہے اور اس نے جتنے الوسع اس بات کا وعظ بھی کیا۔ مگر وہ اپنے
مشن میں کامیاب نہ ہوا۔ شاید اس زمانے کے لوگ اس کی بات سمجھنے کے اہل نہ تھے۔
خود اسکی قوم نے اسکو مفسد و باغی اور موجودہ حالت سکون میں تلاطم پیدا کرنے والا ٹھیرایا۔
اگر ہم ان باتوں کو جو کہ انجیل میں پائی جاتی ہیں یسوع کے اقوال و افعال کا صحیح نقشہ
متصور کریں تو بشرط انصاف ہم اسکے ہمعصروں کو اگر وہ اس نرے خوابوں کی خیالی باتوں
سے اتفاق رائے ظاہر نہ کر سکے چنداں ملزم نہیں ٹھیرا سکتے۔ اوروں کو چھوڑو کیا وہ
جنہوں نے اس کے ریوڑ کی نگہبانی کا ٹھیکہ لیا ہے۔ اسکے مندرجہ ذیل اقوال پر عمل
کرینگے:۔

"پر اُن سے کہا کہ راہ کے لئے کچھ نہ لینا نہ لاٹھی نہ جھولی نہ روپیہ۔ نہ دو دو کُرتے رکھنا۔ اور
جس کسی گھر میں داخل ہو وہیں رہنا اور وہیں سے روانہ ہونا۔ اور جس کسی شہر کے لوگ تمہیں قبول
نہ کریں۔ اس شہر سے نکلتے وقت اپنے پاؤں کی گرد جھاڑ دو تاکہ اُن پر گواہی ہو" +

دنیا دراصل ایک مجمل و موہوم نمونے کی محتاج نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف ایسے عملی قوانین و
ہدایات کو چاہتی ہے۔ جو کہ ہماری روزانہ زندگی کا دستور العمل بن کر ہمیں اس قابل بنادے کہ ہم
تخیلات کو حقیقت کا جامہ پہنے ہوئے دیکھیں۔ ایک واعظ یا مصلح کا کام اس بات کے کہدینے پر
ہی ختم نہ ہونا چاہئے کہ مبارک ہیں وے جو کہ امن پسند ہیں۔ بلکہ اسکو ممکنات و حقیقت کے میدان میں گامزن

ہوں چاہیئے اسکو چاہیئے کہ بیّن طور پر بتادے کہ امن کس طرح قائم ہوسکتا ہے اور اس کے اسباب کسطرح پیدا ہو سکتے ہیں۔ اسباب کیلئے کہ یہ تیرے اور میرے کا خود غرضانہ اصُول مناسب حدُود میں کام کرے اور فی الواقع ایک عملی قانون وجُود میں لایا جائے۔ یہ ضروری ہے کہ ایسے عملی طریقے سُوجھائے جائیں جس سے کہ انسانی زندگی کی تگ ودو کی روک تھام ہو سکے۔ بجائے اس کے کہ ہم جبریہ لوگوں میں مساوات قائم کریں۔ یہ بہت بہتر ہو گا۔ کہ ہم انہیں سخاوت و ایثار کی رُوح پیدا کریں۔ لوگوں کو ان کے گاڑھے پسینے کی کمائی سے محرُوم کرنا نہ صرف خلافِ فطرت ولغو ہوگا۔ بلکہ ان میں کام کرنے کی قوّت کو ہی زائل کر دیگا۔ اور تہذیب کی چلتی ہوئی گاڑی کو ساکن کر دیگا۔ اگر ہر ایک کو اپنی محنت سے پُورا فائدہ اُٹھانے کی اجازت دی جائے اور ان میں اپنی کمائی کو برضا ورغبت مفلوک الحال و مصیبت زدگان کی اعانت میں خرچ کرنے کا زبردست احساس پیدا کیا جائے۔ تو دُنیا اپنی موجودہ حالت سے بھی بدرجہا خوشحال و پُر امن ہو جائیگی۔ اور یہ تیرے اور میرے کا ولولہ اپنے بُرے پہلو سے پاک ہو کر رحمت میں مُبدّل ہو جائے گا +

واقعی یہ ایک اہم عُقدہ تھا اور نبی آخر الزّمان اس کو حل کرنے کیلئے آئے انہوں نے تیرے اور میرے کے طبعی میلان کا جو کہ انسانی خودی کا خُلاصہ ہے خُون کیئے بغیر ان پنج ارکان اسلام کے ذریعے زندگی کے اُن ضوابط کی بُنیاد ڈالی جو کہ اس کے بُرے نتائج کا قلع قمع کر دیتے ہیں +

ہمیں اپنے محبُوب کی خاطر اور اسکی رضا جوئی میں اپنے جان و مال خرچ کرنے سے کوئی چیز باز نہیں رکھ سکتی۔ اسلام ہمیں بتاتا ہے۔ کہ وہ محبُوب اللہ ہے اور اپنے پرستاروں سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اُس واحد خدا کی رضا جوئی کیلئے جو کہ سب سے اعلےٰ سب سے مقدّس اور ہر پہلو سے تمام انسانی عبادات کیلئے نہایت موزُوں ہے۔ اپنے اموال سے کوئی چیز بھی اُٹھا نہ رکھیں چنانچہ قرآن کریم میں لکھا ہے کہ "تم ہرگز ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے۔ تاوقتیکہ اُن چیزوں سے خرچ نہ کرو جو تمہیں محبُوب ہیں" +

آؤ اب میں آپ کو چند ان اشیاء سے دکھاؤں جنہیں ہم محبُوب رکھتے ہیں۔ اور جن کے حصُول

میں یہ "تیرے اور میرے" کا رہنمائی اصول ہمارے لئے زحمت کا موجب ہو جاتا ہے اور ہمیں لامحدود برائیوں کا مرتکب بنا دیتا ہے۔ روپیہ جیسا کہ ہم جانتے ہیں دنیا میں ہر چیز کے تبادلے کا ذریعہ ہے۔ اور اپنے وقت کے بہترین مصرف سے حاصل کیا جاتا ہے۔ وقت بذاتِ خود روپیہ ہے۔ تمام اہم امور کی تکمیل کے لئے ہم وقت کے محتاج ہیں۔ ہمارے اہم قومی کاموں میں سے ایک بھی پورا نہیں ہو سکتا۔ جب تک ہم اُن کی پیروی میں دل کھول کر وقت صرف نہ کریں۔ وقت سے دوسرے درجے پر وہ ذرائع ہیں جو کہ ہماری جسمانی خواہشات کو پورا کرتے ہیں یعنی وہ اسباب جو زندگی کے قیام و بقا کے لئے ضروری ہیں۔ اس کے بعد ہمارا جسم لباس کا محتاج ہے۔ پھر اسی سلسلے میں ہمیں متاہل زندگی کی ضرورت ہے۔ آخر ہم حیوان ناطق ہی ہیں اور ہماری فطری حالت جب ہم بلوغت کو پہنچ جائیں ہمارے طبعی میلان کی مناسب حدود میں تسلی چاہتی ہے اور متاہل زندگی ہمیں ایک راحت و طمانیت کی زندگی کا پتہ دیتی ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ضرورت پیش کر دیتا ہے۔ کہ ہم اپنے بچوں کو کامیابی سے پرورش کریں اور ان کی آئندہ خوشی کے سارے سامانوں کو مہیا کریں۔ بالآخر سب سے بڑھ کر ہماری محبت و لگن کا منتہائے نظر ہماری قوم اور ملک ہے۔ یہ سب امور براہ راست کم و بیش ہماری دنیاوی کوششوں کے محرک ہوتے ہیں۔ اور ان اغراض کے مطابق جن کے ماتحت یہ کئے جاتے ہیں۔ دوسرے بنی نوع انسانوں کیلئے مفید یا مضر ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً وہ جوش جو ہم اپنے وطن کے لئے رکھتے ہیں۔ اور جسے ہم حب الوطنی کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب کبھی حد اعتدال سے بڑھ گیا تو بے انداز تباہی و کشت و خون کا موجب ہوا۔ اس سے یہ نتیجہ نکال لینا چاہئے کہ اپنے نفس مال و متاع بیوی بچوں اور ملک کی محبت سب کے سب عیوب ہیں حاشا و کلا میرا یہ مطلب نہیں بلکہ اس کے برخلاف انسان کیلئے ایک ملنسار مخلوق ہونے کے باعث اپنی ہستی کو باضابطہ بنانے اور ترقی دینے کیلئے یہ کوششیں اشد ضروری ہیں۔ نقص تو اس امر میں ہے کہ ان میں اس حد تک منہمک نہ ہو جائے کہ دوسروں کے حقوق کو پائمال کر ڈالے۔ ایک ایسا مذہب جس میں ایک امیر آدمی خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کے لئے اونٹ کے ناکے میں سے گذرنے کی لاینحل مشکل میں پھنسا ہوا ہو کبھی فطرت انسانی کو اپیل نہیں کرتا۔

اس کا لازمی نتیجہ سستی و کاہلی ہوگا جیسا کہ یورپ میں آٹھویں سے پندرھویں صدی تک ظہور میں آیا ہم کو ایک ایسے دین الٰہی کی ضرورت ہے۔ جو کہ خوشگوار ذرائع پیدا کرے۔ اور افراط و تفریط کے نقصانات سے ہمیں بچائے۔ جو مذہب یہ امور حل نہیں کرتا۔ وہ محض قصہ کہانی اور نوع انسانی کے لئے لاشئے ہے۔ صرف دنیا کی تاریخ کے چند واقعات پر ایمان رکھنا بشکل دیگر بُت پرستی کرنا ہے۔ ایک سچے مذہب کو ہم میں وہ روح پیدا کرنی چاہیئے۔ جو ایک طرف تو ہمیں دنیا کی حسنات کو حاصل کرنے کیلئے ہر آن کمربستہ کرنے اور دوسری طرف اوروں کے آرام و راحت کیلئے انہیں خرچ کرنے کیلئے ہمیں تیار کرے۔ اس کا فرض ہے کہ ہم میں ایثار کا وہ روح پیدا کردے۔ کہ ہماری نظر میں اپنے اندوختے کو دوسروں کیلئے صرف کرنا محبوب ہو جائے۔ انسان ایک عبادت کرنیوالا حیوان ہے۔ اس نے ہمیشہ خدا کی پرستش کی ہے اور اسکو راضی کرنے کیلئے ہمیشہ اپنا جان و مال دینے کیلئے تیار رہا ہے۔ اسی لئے اسلام نے ایک طرف تو ایک ایسا ضابطہ تربیت مقرر کیا جس کے ماتحت ایک مسلم اپنے مال کھانا پینا۔ اہل و عیال اور وطن کی محبت کو خدا کے رستے میں ترک کرنا سیکھے۔ اور دوسری طرف خدا کا دین اپنے پرستاروں کے قلوب پر یہ بات منقش کرتا ہے۔ کہ اللہ کی نصرت بنی نوع انسان کی نصرت کا ہی دوسرا نام ہے ÷

**نماز**

سب سے اول اسلام مجھ پر فرض کرتا ہے۔ کہ اپنے خدا کی عبادت کے وقت تمام دنیاوی کاموں سے خواہ وہ کس قدر منہمک کرنے والے کیوں نہ ہوں دست بردار ہو جاؤں۔ مجھے حکم ہے کہ میں صبح سویرے اٹھوں اور وضو کر کے اپنے خالق کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ اسی طرح مجھے حکم ہے کہ ہر روز پانچ مرتبہ نماز پڑھوں تاکہ مجھے سبق ملتا رہے۔ کہ یہ میرا فرض ہے کہ اپنی اغراض کے علاوہ دوسروں کے لئے اپنا وقت صرف کروں۔ اگر یہ پاک بےغرضانہ اور بےلوث کوششیں میری زندگی کا دستور العمل بن جائیں تو مجھے اپنا وقت اپنے کام کاج کو چھوڑ کر دوسروں کی بہبودی کیلئے صرف کرنا چنداں مشکل نہ ہوگا ÷

**روزہ**

درحقیقت اسلام نے اپنی معقول تعلیم کے ذریعہ اپنے پرستاروں کو [illegible] ناجائز کو ہی ترک نہ کریں۔ بلکہ دوسروں کی بہبودی و خوشی کی خاطر اپنے [illegible] کیونکہ ایسے شخص کو جو کہ اسلامی تعلیم کے ماتحت اپنے دنیاوی تعلقات [illegible] مندرجہ بالا علاقہ رکھتا ہے۔ خدا کے لئے کامل ایثار کا پہلو دکھا [illegible]

لہٰذا ایسے شخص کیلئے بالکل ناممکن ہے کہ وہ ناجائز وسائل سے اس چیز کو حاصل کرے جو کہ از روئے حق و انصاف اس کی ہے۔ اور جس کو وہ بطیب خاطر دوسروں کی خدمت میں صرف کرتا ہے پس یہ وہ رستہ ہے جس کے ذریعہ اسلام اس معمہ کو حل کرتا ہے۔ ایک شخص کیلئے اس کی وسعت کے مطابق خورد نوش بالکل جائز ہے۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہی کھانا و پینا صرف خدا ہی کی رضا کے لئے ایک وقت تک چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تو ایسے شخص کیلئے یقیناً نہایت مشکل ہوگا۔ کہ وہ معمولی حالات میں ان میں حد سے زیادہ مبتلا ہو۔ اسی طرح ہر ایک کا حق ہے کہ وہ اپنی بیوی کی صحبت کا حظ اٹھائے۔ مگر جبکہ وہ رمضان کے مہینے میں بغیر کسی چیز کے ایک مقررہ وقت تک اس سے دستکش ہو جاتا ہے۔ تو گویا اس نے فی الواقع دوسرے الفاظ میں ایک نامحرم عورت پر شہوانی نگاہ نہ ڈالنے کی خاصیت اپنے اندر پیدا کر لی نماز درورزہ اس سیڑھی کا پہلا زینہ ہے جس کے ذریعہ انسان بچا پرستانہ اعلے مدارج کی طرف چڑھتا ہے۔ اپنی سوسائٹی کے تیرہ تار کرنے والے ۹۰ فیصدی گناہوں پر نظر ڈالو اور ان سب کا علاج آپ کو محمد صلعم کے اس سادہ فقرہ میں ملیگا۔ فرمایا "جو کوئی گوشت کے دو ٹکڑوں (ایک جو اس کے دانتوں اور دوسرا رانوں کے درمیان ہے) کے جائز استعمال کا ذمہ اٹھاتا ہے میں جنت کا ذمہ دار ہوں" اسلام اس کا علاج ہمیں روزہ میں بتاتا ہے جس کا مطلب اپنے جسم کو تکلیف دینا نہیں بلکہ خدا کی محبت میں جائز خواہشات کو ترک کر کے ناجائز خواہشات سے پرہیز کی عادت ڈالنا ہے +

**زکوٰۃ** ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ سالانہ اپنی بچت کا جائزہ لے۔ اور اس میں سے ۲½ فیصدی بطور خیرات خرچ کرے۔ خیرات کی اسلام میں دو مختلف اقسام ہیں۔ ایک تو اختیاری ہے۔ اور دوسری لازمی موخر الذکر زکوٰۃ کہلاتی ہے اور اس کا خرچ کرنا معطی کے اختیار میں نہیں۔ زکوٰۃ بیت المال میں ادا ہونی چاہئے جو ایک کمیٹی کے ماتحت ہوتا ہے۔ اور جو کہ بموجب مندرجہ ذیل حکم الٰہی مسلوآ کٹھ مدوں میں خرچ کرتی ہے۔

"تحقیق خیرات کا مال حق ہے فقیروں کا اور محتاجوں کا اور اُن عاملوں کا جو اس پر مقرر ہیں اور ان کا جن کے دل حق کی طرف جھکتے ہیں۔ اور یہ کہ خرچ کیا جائے گردنیں آزاد کرنے میں اور قرضداروں کیلئے اور خدا کے رستے میں اور مسافروں کے لئے ..." +

مندرجہ بالا آیت میں "خدا کے رستے میں" سے جو کہ فی سبیل اللہ کا ترجمہ ہے مُراد اسلام اور اسکی سچائیوں کو غیر مسلموں تک پہنچانا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کے مصرف کی چوتھی مد اشاعت اسلام کے ایک اور پہلو کی طرف اشارہ کرتی ہے مؤلفۃ القلوب وہ ہیں جو اسلام میں داخل ہوتے ہیں اور اُن کی تبدیلئے مذہب ان کے لئے باعث فتنہ بن جاتی ہے۔ اور بعض اوقات اُن کو اُن اشیاء سے محروم کر دیتی ہے جن کے وہ عادی تھے۔ اسلئے وہ ایک حصّہ زکوٰۃ مسلم برادری کے ان نئے ممبروں کے حقوق کی نگہداشت اور ان کی آسائش کے سامان مُہیّا کرنے میں صرف ہونا ضروری ہے۔ لہذا مندرجہ بالا آیت ہر مسلمان پر فرض ٹھیراتی ہے۔ کہ وہ اپنی زکوٰۃ کا ⅛ حصہ اشاعت اسلام کے لئے وقف کرے۔ زکوٰۃ کے سوا اور خیراتوں کی وضاحت مشکل ہے۔ رسُول پاک صلعم کے کلمات طیبات میں ایک مصیبت زدہ کی طرف تشفی وہ نگاہ سے دیکھنے سے لے کر اپنی ہر ایک پیاری چیز بنی نوع انسان کے لئے وقف کرنے تک اختیاری خیرات ہے" +

بُڑھاپے کی پنشن اور محلے کی اعانتی مد اور بہبود دیگر وسائل جو کہ ایک سوسائٹی کے مفلوک الحال ممبروں کو مفلسی کی بلا سے آزاد کرنے کیلئے تجویز کئے گئے ہیں اسلامی قانون غُرباء کے ہی مختلف خط وخال ہیں +

دُنیا کے مذاہب میں اسلام ہی پہلا مذہب ہے جس نے خیرات کو باقاعدہ کر کے اسکو قانون کا لباس پہنایا۔ جب رسُول پاک محمد صلعم سے سوال کیا گیا۔ کہ زکوٰۃ کی کیا غرض ہے فرمایا۔ کہ یہ ایک وسیلہ ہے جس کے ذریعہ امرا اپنے اموال سے غریبوں کی امداد کریں۔ لہذا نماز روزہ و زکوٰۃ وہ ذرائع ہیں جن سے ایک مسلم اپنا مال و متاع غریبوں کی امداد میں خرچ کر کے محرمات سے بچنے کا سبق سیکھتا ہے۔ بلاشک اسلام اس رنگ میں ایک نادر قانون ہے +

میں اوپر بتا چکا ہوں کہ لوگوں کی دُنیاوی اموال۔ عزیز واقارب اور دوسری اشیاء سے ناجائز محبت ہی ہر ایک دنیاوی بدنظمی کی جڑ ہے۔ لہذا اس نقص کا تدارک واقعی انسداد کرنے کے لئے حج کا حکم نافذ فرمایا۔ اس حکم کے ماتحت ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ایک مرتبہ مکہ کا سفر کرے ایس لمبے اور دشوار گذار سفر کی صعُوبت برداشت کرنے سے اسے سمجھ آجاتی ہے کہ عزیز واقارب اور محبوب اشیاء کی مفارقت کیا شے ہے۔ خدا کے پاک گھر سے کچھ فاصلہ پر تمام حاجیوں کو اپنی روزمرہ

کی پوشاک اُتار کر ایک ہی قسم کا لباس پہننا پڑتا ہے۔ ایک چادر جسم کے اوپر کے حصہ کے لئے اور دوسری نیچے کیلئے۔ خواہ عبادت کنندہ کی حیثیت کچھ بھی ہو۔ یہ ہم وضعی ان سب کو ایک ہمرتبہ بنا دیتی ہے (حج کی دیگر خصوصیات کو میں کسی آیندہ آرٹیکل میں بیان کرونگا) مجھے یہاں یہ دکھانا منظور تھا۔ کہ ہماری موجودہ تنگ حب وطنی مسلم قانون کے ماتحت بہت سے قبیح شعبوں سے پاک ہو جاتی ہے۔ اور ہمارا حب وطنی کا احساس صحیح معنوں میں مناسب حدود میں جاتا ہے۔ پھر میں اپنے اصل مضمون کی طرف عود کر کے مختصراً عرض کرتا ہوں کہ اسلام کی غرض دُنیا میں حقیقی امن قائم کرنا اور تمام ان اسباب کو جو کہ اس مقصد کے حصول میں حارج ہوں نیست نابود کرنا ہے۔ اسلام نہ صرف دکھاتا ہے کہ حقیقی امن کیا شے ہے بلکہ اس کے ظہور و قیام کے اسباب بھی بتلاتا ہے۔ تیرے اور میرے کی حقیقت جو کہ راحت و خوشی کو وجود میں لاتی ہے ان کے مناسب استعمال میں بھی حارج تھی۔ اور ایسے نسخہ کی ضرورت تھی جو اسکو رفع بنا دے۔ اور اسکے نقائص کو دُور کر دے۔

# عورت اور عورت کے حقوق پر اسلام

(از قلم جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی)

تسلسل صفحہ ۵۰۴ جلد ۱۱ نمبر ۹

انسانوں کے اخلاق سدھارنے کے لئے ضروری ہے کہ خود خدا تعالےٰ کوئی احکام نازل کرے انسانی قوانین ضمیر انسان پر چنداں اثر نہیں کرتے۔ پارلیمنٹ کے مقنن پبلک اور کھلم کھلا فسق و فجور کو تو کسی حد تک روک سکتے ہیں لیکن یہ کافی نہیں۔ ان قوانین سے مخصوص بیماریاں کم نہیں ہو سکتیں۔ اور نہ ہی انسانوں کے اخلاق صحیح اور حقیقی طور سے ٹھیک ہو سکتے ہیں۔ انسانوں کو پاک امن اور عفیف بنانے کے لئے اور مخصوص بیماریوں کو روکنے کیلئے ایک ایسے عنصر کی ضرورت ہے جو پوشیدہ ترین فسق و فجور کو روک سکے۔ نتیجہ ہر ایک انسان کے لئے ایک ایسا محافظ جاسوس مقرر ہو جن کا تقرر سی۔ آئی۔ ڈی کے محکمہ سے نہیں۔ بلکہ خود قلب انسانی

سے ہو۔ جب تک کسی انسان کا اپنا ضمیر بدی سے بچانے کی کوشش نہ کرے بد اخلاقی کبھی بھی کافی اور شافی طور پر نیست و نابود نہیں کی جا سکتی +

وہ ذرائع اور قواعد بھی جن پر عمل کرنا انسانی طاقت میں ہے ہم انکو بھی زبردستی منوا نہیں سکتے۔ اس میں کچھ کلام نہیں کہ وہ شہوت ران جوان جو کسی بُرے ارادے سے یکجا ہونا چاہیں اُن کو الگ کرنے کا طریق اسکے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ کہ غیر مرد و عورت ایکدوسرے سے بالکل الگ رہیں لیکن کیا یورپ کا کوئی شخص آج اس قانون پر عمل کرا سکتا ہے۔ کیا کوئی گورنمنٹ زبردستی مرد اور عورت کو جدا رکھ سکتی ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ یہ ذریعہ حفاظت اخلاق کیلئے بڑا مفید ہے لیکن آج تو اس پر عمل کرنا بالکل ناممکن ہے۔ اور اسی کی وجہ ہے کہ عیسائیت نے خود اخلاق کی حدبندی کرنے کی بجائے سینیٹر کے سپرد یہ کام کیا اور اس مذہبی فرض کو ایک معمولی دنیوی بادشاہ کے ہاتھ دیکر نسل انسانی کے ایک حصہ کثیر کو بد اخلاقی سے بچانے کا کوئی قابل عمل طریقہ نہ بنایا +

ہاں آج سے تیرہ سو سال پہلے ایک آسمانی کتاب یعنی القرآن نے زنا وغیرہ کو روکنے کا انسداد کیا اور چونکہ اس کا واضع ایک علیم خبیر خدا تھا۔ وہ طریقہ بڑا ہی کامیاب ثابت ہوا۔ خدا کا شکر ہے کہ مسلمانوں کے اخلاق کسی قانون ساز کے ماتحت نہیں۔ ہر پہلو سے قرآن کریم ان کے لئے ایک کافی راہنما ہے۔ قرآن شریف اخلاقی قوانین اور تمدنی فوائد سے بھرا پڑا ہے۔ اور یہ قوانین اور قواعد فسق و فجور کے روکنے میں بڑے ہی مفید اور کامیاب ثابت ہوئے ہیں۔ اور اس کامیابی کی وجہ یہی ہے کہ اُن کو ساخت کرتے وقت فطرت انسانی کا خوب لحاظ رکھا گیا ہے۔ تمام انسانوں میں یہ شرف نبی کریم محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہوا کہ آپ نے تمام نسل انسانی کو بد اخلاقیوں سے بچنے کے طریقے بتائے۔ اور تمام نبیوں میں یہ فضیلت آپ ہی کو نصیب ہوئی۔ کہ آپ کے دیئے ہوئے قوانین کی پیروی کرنا دنیا کا ایک تہائی حصہ اپنا فخر سمجھتا ہے +

آج اسلامی ممالک شراب خوری کی لعنت عظمےٰ سے اس قدر محفوظ ہیں جس طرح ہمارا ملک زنا اور دیگر افعال قبیحہ سے پاک ہیں ہر ایک خوب جانتا ہے کہ تمام دنیا نبی کریم سے زیر احسان ہے۔ آپ نے وہ عالمگیر اور مستقل قانون بتائے جن کی خوبی اور فائدہ دن بدن زیادہ نظر آتا ہے اور جوں جوں دنیا ترقی کرتی ہے۔ آپ کا مرتبہ محققین کی نظروں میں بلند ہوتا جاتا ہے۔ اللھم

صل علی محمد و آل محمد و بارک وسلم۔ اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم

وجعلنا منھم۔ سورہ نور میں فرمایا:-

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذلک ازکی لھم

ان اللہ خبیر بما یصنعون ٥ وقل للمؤمنٰت یغضضن من ابصارھن و

یحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علی

جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او اٰبائھن او اٰباء بعولتھن او ابنائھن

او ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخواتھن او نسائھن او ما ملکت

ایمانھن او التابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال او الطفل الذین لم یظھروا

علی عورات النساء ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن و

توبوا الی اللہ جمیعاً ایہ المؤمنون لعلکم تفلحون ترجمہ مسلمانوں سے کہو اپنی نظریں

نیچی رکھیں۔ اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اسمیں ان کے لئے زیادہ صفائی ہے۔ جو کچھ بھی

وہ کرتے ہیں اللہ کو سب خبر ہے مسلمان عورتوں سے کہو اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ اور اپنی شرمگاہوں

کی حفاظت کریں۔ اور اپنی زینت کے مقامات کو ظاہر نہ کریں مگر جو اسمیں سے کھلا رہتا ہے

اپنے سینوں پر دوپٹوں کے آنچل ڈالے رہیں۔ اور اپنی زینت کسی پر ظاہر ہونے نہ دیں مگر اپنے

شوہروں پر یا باپ پر یا خاوند کے باپ پر۔ یا اپنے بیٹوں پر یا شوہر کے بیٹوں پر یا بھائیوں

پر یا بھتیجوں پر یا بھانجوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال پر یا گھر کے لگے ہوئے نوکروں

پر جو مرد تو ہیں لیکن عورتوں سے غرض نہیں (خواجہ سرا یا بڈھے) یا لڑکوں پر جو عورتوں کے پردے

کی بات سے آگاہ نہیں۔ اور اپنے پاؤں ایسے زور سے نہ رکھیں کہ لوگ ان کے اندرونی زیور کی

خبر ہو۔ اور مسلمانو تم سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ +

وہ اصحاب جن کو یورپ کے مہذب اور نام نہاد کے عیسائیوں سے پالا پڑا ہے۔ وہ قرآن شریف کے

ان احکام کی صداقت اور عقلمندی کے ضرور قائل ہوں گے اور ان کو تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ قرآن کریم تمام

انسانی کمزوریوں کا لحاظ کرنے کے بعد احکام نافذ فرماتا ہے۔ قرآن تو شہوت انگیز والقوں کی جڑ ہی

کاٹ دیتا ہے۔ اور تمام قسم کی امراض کا علاج زنا اور بدمعاشی کے موقعوں کو نیست نابود کر کے کرتا ہے

اس میں مرد و عورت کو بڑے ہی مفید اور اعلےٰ طریق سے الگ کیا گیا ہے۔ اور دونوں کے لئے علیحدہ قوانین دیئے ہیں۔ یہ بات بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ قرآن کا مدعا مرد و عورت کو بالکل الگ اور علیحدہ کرنا نہیں صرف حد سے زیادہ میل جول اور غیر موزوں آزادی اور خلط ملط سے منع فرمایا ہے۔ اور کوئی ذی فہم انسان اس کی صداقت سے انکار نہیں کر سکتا +

قانون ساز کمیٹی زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتی ہے کہ غریب طبقے کے لوگوں کو جبراً فسق و فجور سے روک دے اور ہم یہ بھی عرض کر سکتے ہیں کہ خفیہ حرامکاری تو درکنار اس قسم کی کھلم کھلا بد خلاقی کا کامل انسداد کرنا بھی انکے امکان سے باہر ہے اور اس قسم کے قوانین بجائے فائدے کے نقصان دہ ثابت ہونگے +

زندگی بسر کرنے کے چند قوانین مرتب کر دینا کافی نہیں۔ نسل انسانی کو صراط مستقیم پر چلانے کے لئے ایک نیک اور تندرست زندگی کے حصول کے طریقے بتانا از حد لازمی اور ضروری ہے۔ اور یہی کافی نہیں بلکہ یہ طریقے اور راستے انسانی طاقت اور دسترس سے باہر نہیں ہونے چاہئیں ورنہ ایسے علاج کا بتانا جو ہماری طاقت سے باہر ہے بالکل فضول ہے۔ موسم اور آب و ہوا کی تبدیلی کی وجہ سے مرد و عورت کے باہمی میل ملاپ کے قواعد کا ہونا مشرق میں بہ نسبت مغرب کے بہت زیادہ ضروری ہے۔ اہل مشرق بہت جلدی سن بلوغت کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور نفسانی خواہشات بہت جلدی اپنا اظہار چاہتی ہیں۔ مشرقی لوگوں کی طبیعت میں بہت جوش ہوتا ہے۔ عشق و محبت کی آگ۔ عزت اور غیرت کا خیال۔ دشمنی اور کینہ کی خواہش ایک مشرقی دل میں بہت تیز ہوتی ہے۔ اور عالمگیر الہامی قانون وہی ہو سکتا ہے جو مشرقی اور مغربی دونوں قسم کی طبیعتوں کو مد نظر رکھ کر بنایا جائے۔ اسی واسطے اسلام نے مرد و عورت کے تعلقات پر اس قدر زور دیا اور اس کا مدعا نہ صرف جسمانی صفائی اور تندرستی تھی۔ بلکہ دل کو پاکیزہ اور نیک بنانا اس کی اصلی اور حقیقی غرض و غایت تھی +

خوبصورتی اور خصوصاً حسین عورت کی طرف میلان کرنا فطرت انسانی ہے۔ ہر ایک حسین اور دلکش چیز محبت اور الفت کی آگ سلگاتی ہے۔ اور اس پر قبضہ پانے کی خواہش ہر ایک زندہ دل محسوس کرتا ہے۔ ذرا خیال تو کیجئے کہ اگر ایک نوعمر جوان لڑکا ایک حسین عورت کی طرف مائل ہو جائے۔ اور پھر حصول مطلب ناممکن ہو تو وہ اس کے حصول کے لئے کیا کیا جتن کرے گا

خصوصاً جبکہ یہ عاشق مزاج نوجوان اہل مشرق کی سی گرم طبیعت رکھتا ہو۔ عمر رسیدہ اور تجربہ کار لوگوں کے لئے اس قسم کی خواہشات کا روکنا تو ممکن ہے لیکن ایک کم عمر نوجوان سے یہ توقع کرنا کہ اس معاملہ میں وہ عقل و فہم سے کام لیگا بالکل فضول اور لاحاصل ہے + ع

ممکن نہیں کہ آگ لگے اور دھواں نہ ہو

ایک مقنن کا فرض ہے کہ قوانین مرتب کرتے وقت اس قسم کی طبائع کا خوب لحاظ کرے۔ اور قواعد نافذ کرتے وقت نہ صرف بوڑھوں کو بلکہ نوجوان گرم طبیعتوں کو بھی مدنظر رکھے آخر انسان بھی تو ایک حیوان ہے اور جوانی کے ایام میں خواہشات حیوانی اپنے پورے زور میں ہوتی ہیں اور اگر اس عمر کے مرد و عورت ایک دوسرے سے بلا روک ٹوک آزادانہ اکیلے ملیں تو ناپسندیدہ نتائج ہی کا نکلنا اغلب ہے۔ یورپ کی اخلاقی حالت ہمارے اس بیان کی تصدیق کرتی ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ عورتوں میں حیا اور عفت خوب پیدا ہو جائے بازاروں میں چلتے وقت مردوں کی طرح وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں۔ اور اپنے زیور و لباس وغیرہ کو غیروں کی نظروں سے پوشیدہ رکھیں۔ اور اپنا دوپٹہ سر سے لیکر چھاتی کے نیچے تک تمام اعضا ڈھانک لیں +

سورۂ احزاب میں فرمایا:- یا ایها النبی قل لازواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن ذلك ادنى ان يعرفن فلا يؤذين وكان الله غفورا رحيما۔ ترجمہ۔ اے پیغمبر اپنی بیبیوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہدو کہ اپنی چادروں کے گھونگٹ نکال لیا کریں اس سے غالباً یہ پہچان پڑیگی۔ اور کوئی نہ چھیڑیگا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے +

پھر سورۂ النور میں ایک جگہ فرمایا۔ یا ایها الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتى تستانسوا وتسلموا على اهلها ذلكم خير لكم لعلكم تذكرون فان لم تجدوا فيها احدا فلا تدخلوها حتى يؤذن لكم وان قيل لكم ارجعوا فارجعوا هو ازكى لكم والله بما تعملون عليم - ترجمہ مسلمانو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں گھر والوں سے پوچھے اور ان کو سلام کئے بغیر نہ جایا کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے تاکہ تم خیال رکھو۔ پھر اگر تم کو معلوم ہو کہ گھر میں کوئی آدمی موجود نہیں تو جب تک تمہیں اجازت نہ دیجائے وہاں میں

نہ جاؤ اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس جائے تو بلا تامل لوٹ جاؤ۔ یہ تمہارے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے اور جو کچھ بھی تم کرو اللہ خوب جانتا ہے ٭

اسی سورت میں ایک اور جگہ یہ قانون مقرر کیا اور فرمایا ان الذین یرمون المحصنت الغفلت المومنت لعنوا فی الدنیا والاخرۃ ولھم عذاب عظیم یوم یشھد علیھم السنتھم وایدیھم وارجلھم بما کانوا یعملون ۲۲۔ رکوع ۳۔ ترجمہ۔ جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں جو بے خبر ہیں اور ایمان رکھتی ہیں ایسے لوگوں پر دُنیا اور آخرت میں لعنت ہے۔ اور ان کو بڑا عذاب ہوگا۔ جب کہ ان کے مقابلے میں ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور اُن کے پاؤں ان کے عملوں کی گواہی دینگے ٭

اِس آخری آیت میں پوشیدہ بدظنیوں اور کارروائیوں سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ خدائے علیم پر کوئی چیز پوشیدہ اور چھپی ہوئی نہیں ٭

جتنا زیادہ کوئی محقق نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اخلاقی سیاسی تمدنی مذہبی اور پرائیویٹ پہلوؤں پر غور کرے۔ اتنا ہی آپ کا رتبہ اعلےٰ اور ارفع نظر آئیگا اور آپ کو دنیا کا بہترین مصلح ماننا پڑیگا۔ آپ نے اپنے معصروں کی کایا پلٹ دی۔ اور اخلاق انسانی کے پاک کرنے کے لئے ایسے قوانین مرتب کئے جو انسانی کمزوریوں پر فتح پانے کے بہترین ذرائع ہو سکتے ہیں۔ وہ مقنن جو انگلستان سے شراب وغیرہ کا استعمال دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا ان امراض مخصوصہ سے تعلیمیافتہ یوروپ کو پاک کرنا چاہتے ہیں ان کو چاہئے کہ وہ اس عظیم الشان انقلاب کی داد دیں جو ایک محض اُمّی نے [illegible] برس پہلے عرب جیسی جاہل اور اکھڑ قوم میں کر دکھایا۔ یہ انقلاب کوئی کم معجزہ [illegible] معمولی امراض کو شفا دینے سے کہیں بڑھ کر ہیگا۔ کیونکہ اس کا اثر آج تک موجود [illegible] ہمیشہ تک آپ کی صداقت کی ایک زندہ شہادت ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ ہر ایک قوم [illegible] معاشرت مختلف اور مخصوص ہوتا ہے اور تمام تمدنی خصوصیات آب و ہوا [illegible] کے موافق ہوا انکی حاجات کا نتیجہ ہوا کرتی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ تمام نبی [illegible] ملکوں کی ہدایت کیلئے آئے وہ دیگر ممالک اور اقوام کی ضروریات کو پورا نہ کر سکنے [illegible]

ناکامیاب ثابت ہوئے۔ لیکن قربان جائیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ ایسا مذہب ہمارے سامنے پیش کیا جو کسی ملک قوم یا زمانے کے لئے مخصوص نہیں جس کے قواعد عالمگیر ہیں۔ اس وقت اسلام دنیا کے قریباً ہر کونے میں پہنچ چکا ہے۔ اور باوجودیکہ ان تمام ممالک کا طرز معاشرت اور درجہ تہذیب و ترقی مختلف تھے۔ لیکن سب کو ایک ہی خزانہ یعنی قرآن شریف سے ہدایت دی۔ اور صراط مستقیم پر چلنا سکھا دیا۔ گویا دنیا کے اکثر حصے میں ایک نمایاں تبدیلی یعنی یگانگت کا ایک رنگ پیدا کر دیا۔ دنیا کی آبادی کے اکثر حصے کو مساوی اور برابر کر دیا۔ تمام دنیا کے مسلمانوں کے دلوں میں اخوت اور الفت پیدا کر کے ایک حد تک اُن کے رسم و رواج اور آداب کو بھی یگانگت کا رنگ دے دیا۔ جہاں کہیں بھی مسلمان گئے اُنھوں نے اپنے ہی قوانین اور رسموں کو مروج کیا۔ ایسی [illegible] نہیں کہ یہ لوگ جب اپنے وطن مالوف عرب سے ہجرت کر کے دیگر ممالک میں جا بسے تو وہاں کے رسم و رواج کا کچھ نہ کچھ ان پر اثر ضرور ہوا چنانچہ [illegible] کے مسلمانوں نے بہت سی عادات اور رسمیں ہندیوں کی لے لیں۔ ہند کے مسلمانوں نے ہندوؤں کے رسم و رواج سے متاثر ہو کر کئی عادتیں [illegible] لی ہیں۔ پس اگر کوئی طالب حق چاہے کہ وہ اسلامی طرز معاشرت کو اس کی اصلی حقیقی حالت [illegible] دیکھے تو قرآن شریف کو پڑھے سیرت نبوی اور اخلاق رسول اللہ پر غور کرے لیکن نبی کریم کی [illegible] پچھلے وقت عرب کے حالات اور زمانے کو ضرور مد نظر رکھ کر جانچے۔ اگر کسی ملک کے مسلمانوں [illegible] رسم یا عادت خلاف اسلام بوجہ ملکی اثر کے آ جاوے تو اس کا الزام مذہب اسلام پر نہیں ایسے [illegible] چاہئے کہ اس قسم کے [illegible] رواج کی اصل تاریخ کو معلوم کریں۔ اور دیکھیں کہ اس عادت کا منبع اسلام [illegible] ہے یا ملکی تاثرات اب ہم پھر [illegible] اور حرم کے سوال [illegible] میں اسلام کی غرض [illegible] اسقدر ہے کہ غیر مرد و عورت آپس میں بلا روک ٹوک [illegible] تاکہ سوسائٹی میں عفت اور پاکبازی [illegible] اسلام ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ مرد و عورت [illegible] بیٹھیں [illegible] کہاں کہاں تو عورت ہی کا [illegible] فرض زیادہ [illegible] نظر رکھتے ہوئے ہر ایک ملک اور قوم کے [illegible] قانون بنا سکتے ہیں۔ حالات زمانہ تو بدلتے رہتے ہیں لیکن [illegible] ہوئی اور نہ ہوگی۔ اور اسی وجہ سے اصول ہمیشہ ایک ہی رہتے ہیں +

رہیں چونکہ ہندوستان امن و سکون کی حالت میں نہ تھا ان دنوں پردہ اور ستر سخت ضروری اور لابدّ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے امن اور ہلچل کے زمانوں میں بھی ہندوستان کی عورتیں محفوظ اور عفیف رہیں۔ مردوں کے اخلاق میں تو کچھ تنزل ہوا لیکن عورتیں ہمیشہ سے پاکباز اور عفیف رہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہی ہوا کہ دوسری نسل کے اخلاق پھر سنور گئے۔ اور قوم تباہی سے بچ گئی اب بھی اگرچہ اس سخت پردے کی ضرورت تو نہیں لیکن حالات زمانہ کے ماتحت پردے کا یکدم ہٹانا بجائے کسی فائدہ کے نقصان دہ ثابت ہوگا۔ خصوصاً جبکہ ہندوستان میں مختلف اقوام بستی ہیں۔ انگلستان میں اُس حجاب اور ستر کی شاید اس ضرورت نہیں جو ہندوستان میں مروج ہے۔ اس لئے تو وہاں کی سوسائٹی کا شیرازہ ہی بکھر جاویگا۔ عورتیں بھوکی مرنے لگجاوینگی۔ انگلستان اور ہندوستان کے حالات میں بڑا فرق ہے طرز معاشرت اور رسوم حالات و ضروریات کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ انگلستان میں سوسائٹی کو پاکباز اور باعصمت بنانے کیلئے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اسلامی اصول پردہ کی طرف رجوع کیا جائے۔ غیر مرد و عورت کے بالکل آزادانہ ملنے کو روک دیا جائے۔ بعض معترضین کہیں گے کہ آج اگر یورپ میں عورتوں کو کامل آزادی نہ ہوتی۔ یعنی اگر وہ غیر مردوں سے بلا روک ٹوک نہ ملتیں۔ تو آج انگلستان کو بڑی ہی مشکلات پیش آتیں اگر آج عورتیں اسلحہ بنانے کے کارخانوں میں مردوں کی جگہ کام نہ کرتیں تو کس طرح ان کارخانوں میں کام کرنیوالے مرد ملک و قوم کی خاطر سینہ سپر ہوتے۔ یعنی کہ آج پردہ نہ ہونے کی ہی وجہ سے انگلستان کے لکھوکھا مرد میدان جنگ میں دشمن سے لڑ رہے ہیں۔ ورنہ ان کی بہت سی تعداد کارخانوں وغیرہ میں کام کرتی نظر آتی۔ ہاں یہ بھی ایک پہلو اس جنگ کا ہے۔ لیکن اگر ذرا النظر کو وسیع کر کے دیکھا جائے۔ کہ اگر آج تمام یورپ اسلامی طرز معاشرت پر عمل پیرا ہوتا یعنی ہر جگہ عورتیں غیر مردوں سے الگ رہتیں تو اس قدر کشت و خون نہ ہوتا۔ اگر انگریز سپاہیوں کی تعداد کم ہوتی تو ساتھ ہی دشمن کے سپاہی بھی کم ہو جاتے اور ممکن تھا کہ یہی آدمیوں کی قلت دشمن کو جنگ ختم کرنے پر مجبور کر دیتی ۔

اس تباہ کن جنگ کے بعد تو عورتوں کیلئے اور بھی ضروری ہو جائیگا۔ کہ وہ اپنی ساری توجہ خانگی امور کی طرف مبذول کریں۔ اولاد کی تربیت اور تعلیم اپنا سب سے پہلا فرض سمجھیں۔ اور قوم کو مرد و عورت کی رقابت کے عظیم الشان خطرے سے بچا لیں۔ جنگ سے پہلے بھی یورپ کے انسانوں کے لئے زندگی دوبھر ہو رہی تھی۔ کم سن لڑکے تو کیا کم سن لڑکیوں کو بھی سکول وغیرہ کی تربیت سے محروم کر کے سخت

مشقت کرائی جاتی تھی۔ تا کہ کسی طرح قوت لایموت حاصل ہو۔ شادی کے بعد لڑکیوں کو امور خانگی کی طرف رجوع کرنے کا کچھ موقع دیا جاتا تھا۔ لیکن جن بچاری نفے بچپن سے کبھی ان کاموں میں دخل ہی نہیں دیا۔ وہ کس طرح ایک کامیاب منتظمہ ثابت ہو سکتی ہے۔ اور اگر یہی قلت روزی اور بڑھ گئی جیسا کہ خالات زمانہ بتاتے ہیں تو مجبوراً شادی شدہ عورتوں کو بھی اپنی اولاد کی تربیت پس پشت ڈالکر مشقت کرنی پڑیگی۔ اور آئندہ نسل جس پر ایک ملک قوم اور سارے دنیا کی ترقی منحصر ہے بالکل ناکام اور ناقابل عمل ثابت ہوگی +

جنگ سے پہلے بھی مرد و عورت کی رقابت فن بڑھ رہی تھی۔ اور سوسائٹی کی گاڑی کے دو پہیے ایک دوسرے سے دور ہوتے نظر آتے تھے۔ اور جنگ کے بعد تو عورتوں کی تعداد اور بھی زیادہ بڑھ گئی اور یہ رقابت اور بھی ترقی کریگی۔ اور ممکن ہے کہ یہ دونوں پہیے ایکدوسرے سے بالکل الگ ہوکر سوسائٹی کی گاڑی کو چکنا چور کر دیں۔ اب وقت ہے کہ اس رقابت کی روک تھام کی جائے۔ اور ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ اس رقابت کو روکنے کیلئے سب سے بہترین ذریعہ اسلامی طرز معاشرت کو رواج دینا ہے +

عورت کے رتبہ کو حقیقی طور پر بلند کرنا چاہئے۔ اسکو گھر کی ملکہ اور مرد سے بہتر سمجھنا چاہئے اور یہ بات اچھی طرح اسکے ذہن نشین کرانا چاہئے کہ مردوں کے برابر ہونے کی خواہش کا اظہار کرنا تو اپنے آپ کو اپنے عالی رتبے سے گرانا ہے۔ تمام قسم کے سخت اور پُر مشقت کام صرف مردوں کیلئے مخصوص ہونے چاہئیں۔ جس طرح آدمی تمام قسم کے مشقت والے کام ادنےٰ درجہ کے آدمیوں کیلئے مخصوص سمجھتے ہیں۔ عورتیں نازک اندام ہوتی ہیں۔ اسکی صفات عفت عصمت حسن اور نزاکت ہے۔ ان کا ہر وقت لحاظ رکھنا چاہئے۔ اور جیسا کہ مسلمانوں کا ایمان ہے بہشت بھی انہی عورتوں کے پاؤں تلے ملتا ہے والدہ ہونے کا مقدس رتبہ اسی کا حصہ ہے +

ہندوستان کی مسلمان عورتیں دنیا میں بہترین عورتیں ہیں۔ اور بجائے اسکے کہ ہندوستانی مسلمان عورتیں یورپین لیڈیز کی نقل کریں یورپین لیڈیز کو چاہئے کہ وہ ہندوستانی مسلمان شریف عورتوں کی تقلید کریں۔ پردے سے مشرقی عورتوں کا رتبہ اور شان اور بھی دوبالا ہو گیا ہے۔ حیا جیسا حسن معنوی پردہ ہی کی بدولت ان کو ملا ہے۔ اور ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ حیا کے کامل معنی بیان کرنے کے لئے کوئی انگریزی لفظ مترادف نہیں۔ مشرقی طبقہ نسوان میں جو شرافت خوبی ہمدردی۔ حیا نفس کشی

اور اخلاق پسندیدہ ہیں وہ سب بلا شک و شبہ مردوں کی دنیا وی لالچ بھری پُر فریب زندگی سے الگ رہنے کا نتیجہ ہے یہ مرد ہی خود ہی ڈاکہ اور خفیہ کارروائیوں کے بانی اور موجد ہوتے ہیں۔ اور نہ صرف کمزور آدمیوں کو بلکہ سلطنتوں کو برباد کر دیتے ہیں۔ اسی قسم کے کام کرتے کرتے مردوں کے دل سخت ہو گئے۔ اور وہ اول درجہ کے خود غرض بن گئے ہیں۔ اور توار اپنے بھائی بندانسانوں کو قتل کرنے پر وہ فخر کرنے لگے زہریلی گیس اور بڑے بڑے خوفناک بم بنانا مایہ عزت اور ناز سمجھنے لگے۔ اور اگر طبقۂ نسوان کی فرشتہ خصال عادات آڑے نہ آتیں اور وہ بھی ان خونریز کاموں میں حصہ لینے لگ جاتی تو انسانوں کی حالت جنگلی جانوروں سے بھی بدتر ہوتی۔ کیونکہ انسان وحشی درندوں سے زیادہ عقلمند ہے اور اپنی خداداد عقل کو اس بُرے طریق سے استعمال کر کے وہ دُنیا کیلئے کہیں زیادہ باعثِ ضرر ثابت ہو سکتا ہے +

ایک دُوربین آدمی موجودہ یورپین زندگی کو ایک ایسی سڑک پر قدم مارتے دیکھتا ہے۔ جس کا خاتمہ ایک غارِ عمیق اور قعر تاریک میں ہے۔ یورپ میں اب گھریلو زندگی کوئی نہیں۔ عام طور پر اصحاب ڈنر کے گھروں میں جانا اپنے گھر میں رہنے سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اور کلب گھر میں تاش کی بازی اس کے لئے اپنی بیوی سے گفتگو کرنے اور بچوں سے پیار کرنے سے کہیں زیادہ دلپذیر اور پسندیدہ ہے +

حقیقی گھریلو زندگی صرف مشرق میں ہی ہے۔ اہل مشرق عموماً اپنے مملوکہ گھروں میں رہتے ہیں۔ کلب وغیرہ جانے کا رواج نہیں حُسن کی تعریف یا عورت کی طرف رغبت وہ صرف اپنی منکوحہ بیوی کیلئے مخصوص سمجھتے ہیں۔ اور سوائے رشتہ کی عورتوں کے وہ کسی سے بات تک بھی نہیں کرتے وہ یہ بات کو ہرگز پسند نہیں کرتے کہ انکی بیویاں غیر مردوں کی توجہ اور تعریف کا مرکز بنیں۔ کوئی مشرقی عورت سوائے اپنے کنبہ کے مردوں سے کسی غیر سے آزادانہ میل ملاقات یا گفتگو نہیں کر سکتی +

مشرقی عورتوں کے اخلاق اس قدر پسندیدہ اور حمیدہ ہوتے ہیں۔ اور وہ خاوند کی اس طرح دلجوئی اور خاطر کرتی ہیں۔ کہ ایک بدصورت عورت بھی اپنے خاوند کو اپنا گرویدہ اور دلدادہ بنا لیتی ہے۔ اگر ان کے گھر کوئی اجنبی عورت یا مہمان آجاوے۔ تو انکی تواضع کرنا اور ان سے خوش اخلاقی اور الفت سے پیش آنا وہ ... اولین سمجھتی ہیں مشرق کے معمولی گھرانوں کی عورتوں کے اخلاق اور اوصاف اس قدر اعلیٰ ... ہیں۔ کہ وہ مغرب کی اعلیٰ سے اعلیٰ سوسائٹی میں بڑی کامیابی سے مل سکتی ہیں۔ جہاں کہیں بھی نرمی ان کا شیوہ نظر آتا ہے۔ ایک غریب مشرقی کنواری لڑکی کسی نامحرم سے لفظ ...

ہے ۔حالانکہ ہماری مغربی بہنیں اسے ایک بہت ہی معمولی بات خیال کرتی ہیں مشرق کی عورتوں کا لباس اور سنگار صرف اپنے خاوند کو خوش کرنے کیلئے ہوتے ہیں ۔اور غیر مردوں کی توجہ مبذول کرنے کیلئے نہیں +

لیڈی ڈفرن نے اپنی تصنیف میں جس میں ہندوستانی عورتوں کی زندگی کا کچھ نقشہ کھینچا ہے وہ لکھتی ہیں +

"جو اثر مجھ پر زنانخانہ اور حرم کی سیر سے ہوئے وہ سب کے سب بڑے ہی خوشکن اور دلپذیر ہیں میں نے دنیا کے کسی حصے میں بھی عورتوں کو اس قدر مہذب اور مہمان نواز نہیں پایا جس قدر کہ پردہ نشین ہندوستانی عورتوں میں دیکھا ۔اجنبی کو خوش آمدید کہنا اور اس کی تکلیف کو دور کرنا انہی کا حصہ ہے ۔وُ باوجود بہترین ترجمان رکھنے اور خود گفتگو کرنے کے ناقابل ہونے کے میں نے ہمیشہ ان کو با مذاق اور مہربان پایا" +

ان کی حیا اور فہم کی تعریف کرتے ہوئے وہ لکھتی ہیں :-

میرا خیال ہے کہ میں کم از کم ایک دفعہ تو ایک ایسی بات کہوں جو عالمگیر طور پر سچ ہے ۔اور وہ یہ ہے کہ ہندوستانی لڑکیاں بڑی زود فہم اور ذہین ہوتی ہیں ۔بہت ہی تھوڑے عرصے میں لکھنا پڑھنا سیکھ جاتی ہیں ۔اور انگریزی لڑکیوں سے کہیں زیادہ محنتی ہوتی ہیں ۔میں نے تعلیم یافتہ عورتوں سے بھی ملاقات کی ۔اور میں نے دیکھا کہ ایک بہترین عورت کے تمام اوصاف ان میں موجود تھے ۔انکی گفتگو ان کا انداز ہمیشہ پُرحیا تھا ۔اور میں نے کبھی نہ آنکھ سے دیکھا اور نہ کان سے سنا کہ ان میں سے کوئی ایک بھی راہ راست سے بھٹک گئی ہو" ۔یورپ میں جو غلط فہمیاں ہندوستانی عورتوں کی بابت مشہور ہیں اُن کا رد کرتے ہوئے وہ تحریر فرماتی ہیں :-

انگلستان میں جو نقشہ ہندوستانی عورتوں کی زندگی کا پیش کیا جاتا ہے ۔اور اگرچہ بعض ... لیکن بہت حد تک اسمیں مبالغہ اور غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے ۔اور ایک ایسا ... ہندوستانی زندگی کا خوب مطالعہ کیا ہو وہ ضرور میری تصدیق کریگا ۔انگلستان میں ... عورت ... بتائی جاتی ہے وہ ہمیشہ ایک بدبخت مہجور بیوی یا ایک مظلوم بیوہ یا ایک کس مپرسی ... کی ہوتی ... میں اس بات پر بحث نہیں کرتی کہ اسمیں کہاں تک

سمجھائی ہے لیکن میں یہ ضرور کہونگی کہ اس میں ان لاکھوں عورتوں کو بالکل چھوڑ دیا گیا ہے جو بڑے چین سے زندگی بسر کرتی ہے۔ جو اپنے خاوند کی محبوبہ بیوی ہوتی ہیں۔ گھر کی مالکہ اور کنبے کا سرتاج ہوتی ہیں۔ کم درجہ کی عورتیں تو روزمرہ کے کام کاج کرتی مردوں سے گفتگو اور لین دین کرتی ہیں لیکن اعلیٰ طبقہ کی عورتیں گھر کے اندر پردے ہی میں بیٹھ کر نہ صرف گھر کا بلکہ ریاست اور سلطنت کا انتظام بخوبی کر لیتی ہیں" +

اس کتاب میں لیڈی ڈفرن ایک اور جگہ لکھتی ہیں :-

"میرے ذہن میں ایسی بہت سی عورتیں ہیں جو دن رات سخت مشقت کرنے کی بجائے زنانخانہ یا پردے میں بیٹھنے کو ترجیح دینگی"۔

"اور اب میں اس قوم کو عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہوں کیونکہ میں نے بہت سی بیویوں کو خوش و خرم اور ماؤں کو چین سے زندگی بسر کرتے پایا۔ اور چونکہ میں نے ہندوستانی گھروں کو بڑا آرام دہ اور فرحت کی جگہ دیکھا" +

"اس میں شک نہیں کہ دنیا کے ہر حصے میں اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں اور بُرے بھی لیکن عام طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان عورتوں جیسی عفیف مہربان۔ شریف۔ وفاشعار۔ نیک پاکدامن۔ عمدہ اور پسندیدہ اخلاق والی۔ خاوند اور بچوں کے واسطے جان تک دے دینے والی عورتیں ہم کو کہیں نہیں مل سکتیں اور ان اوصافِ حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ بنانے میں پردہ اور حجاب ایک بڑا عنصر ہے" +

## ضروری التماس

امید ہے کہ ناظرین کرام رسالہ ہذا کی اہمیت کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے اسکی توسیع اشاعت کے لئے ہمہ تن ساعی ہونگے۔ کاغذ کی گرانی حد سے تجاوز کر گئی ہے اسلئے ملتجی ہیں کہ معزز خریداران رسالہ فرداً فرداً اپنے حلقہ اثر میں سے ایک ایک جدید خریدار فراہم فرما کر عند اللہ ماجور ہوں +

رسالہ دسمبر ۱۹۱۵ء میں ہم انشاء اللہ تعالےٰ ووکنگ مسلم مشن کی اجمالی کیفیت اور اس کا حساب آمد و خرچ شائع کرینگے جو انشاء اللہ ناظرین کرام کی دلچسپی کا موجب ہوگا + مینیجر

# باطنیاتِ اسلام

(بہ تسلسل صفحہ ۳۶۹ جلد ۴ نمبر ۸)

مگر آخر محبت چیز کیا ہے؟ یہ ایک لفظ ہے جو ہر ایک کے نوک زبان ہے۔ ایک ایسے جذبہ کا نام ہے جس کی گرمی کا مزا آدم و بنی ہر ایک فرد بشر نے چکھا ہے۔ لیکن اللہ تعالے کے ساتھ محبت کا جہاں تک تعلق ہو سکتا ہے اُسکی کیفیت کو کما حقہٗ سمجھنا بہت ہی مشکل امر ہے۔ زبان عربی کی بیشمار خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کے الفاظ اس چیز کی جس کیلئے وہ وضع ہوئے ہیں۔ اصل کیفیت اور مفہوم کو پورے طور سے بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ عربی زبان میں دو الفاظ "خلت" اور "حب" جو دوستی اور محبت پر بولے جاتے ہیں۔ ان میں سے "خلت" کے معنے خالی کرنا اور "حب" کے پُر کرنے کے ہیں۔ ان ہر دو الفاظ کے ان معنوں پر ایک ذرا سا غور کرنے سے محبت کی اصل حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔ کسی چیز کی محبت اس بات کی متقاضی ہے کہ دل کو کسی اور چیز سے خالی کر دیا جائے۔ اور اس محبوب شئے کو اس کے اندر جگہ دے دیجائے اگر آپ کی روح پہلے ہی سے کسی کی محبت میں ڈوبی ہوئی ہے۔ تو پھر اس کے اندر کسی دوسرے معبود و مطلوب کو جگہ ملنی مشکل ہے۔ آپ اللہ تعالے سے محبت کیونکر کر سکتے ہیں بحالیکہ آپ کا قلب غیر اللہ کی محبت سے معمور ہو۔ اس حقیقت کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے:۔

ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا۔ یحبونھم کحب اللہ والذین امنوا اشد حبا للہ۔ ترجمہ۔ لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے سوا (اوروں کو بھی خدا کے ساتھ) شریک ٹھہراتے (اور جیسی محبت خدا سے رکھنی چاہیئے ویسی ان سے محبت رکھتے ہیں۔ اور جو ایمان والے ہیں۔ ان کو (تو سب سے) بڑھ کر خدا ہی کی محبت ہے + سورۃ البقرہ آیت ۱۶۵

ان الفاظ میں انسان کے اللہ تعالے سے محبت کرنے کو جو اسلام کی اصل روح رواں اور بنیاد ہے۔ اور جسے اللہ تعالے کی کامل اطاعت کہنا چاہیئے۔ دوستی اور محبت کے دیگر تمام

رشتوں سے زیادہ تر مضبوط قرار دیا گیا ہے۔ حتّٰی کہ اس محبت سے بھی اسے بہت زیادہ فوقیت دی گئی ہے۔ جو کسی انسان کو اس شی سے ہو سکتی ہے۔ جس کو وہ اپنے نزدیک قابل عزت و پرستش سمجھتا ہے۔ ہمارے دل اور روح کو محبت آلٰہی سے بکلی معمور ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہم انہیں تمام غیر اللہ اشیاء کی محبتوں سے خالی کر دیں اور صرف اسی محبت کی جگہ ہمارے قلب کے اندر ہو جس کا تعلق اس معبود حقیقی سے ہی ہو۔ تاوقتیکہ ہمارا دل محبت آلٰہی میں ہمہ تن محو نہ ہو جائے۔ ہم ان افضال و برکات کو جذب نہیں کر سکتے۔ جو اس محبت آلٰہی کے ذریعہ سے انسان کو میسر آسکتے ہیں۔ اس موقعہ پر بطور مثال میں آپ کی ذات کو لیتا ہوں۔ کیا آپ نے حقیقتاً کسی سے لو لگائی ہے۔ اگر واقعی آپ نے کبھی محبت کا مزا چکھا ہے تو اس وقت کو یاد کیجئے جبکہ آپ کے جذبات اپنے محبُوب کی محویت میں انتہائی جوش کی حالت میں ہونگے۔ اس وقت کو یاد کرو جب آپ کا محبوب یا محبوبہ (جو بھی ہو) نے آپ کی تمام تر توجہات کو اپنی ہی طرف منعطف کر لیا ہو۔ اسی عالم محویت میں آپ خود بخود ہی اپنے محبوب کو اپنے پاس بیٹھا ہوا تصور کرتے اور اس خیالی و قیاسی تصویر کے ساتھ باتیں بھی شروع کر دیتے ہیں۔ اس وقت آپ کو لوگ دیوانہ سمجھتے ہیں لیکن در اصل آپ دیوانے نہیں ہوتے۔ یہ حالت محویت ہی بات کا اظہار ہے کہ آپ کا وجود خیالات محبت میں بکلی محو ہو گیا ہے۔ اور آپ کے محبُوب کی تصویر ہر وقت آپ کے دل کی آنکھوں کے سامنے رہتی ہے۔ ایک فانی چیز کی محبّت میں تو اس انتہائی درجہ کی محویت تک آپ پہنچ گئے لیکن کیا اللہ تعالےٰ کی محبت بھی آپکے قلب میں اس انتہائی درجہ تک موجزن ہُوئی ہے۔ اگر نہیں تو پھر آپ کس طرح توقع کر سکتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ آپ کی آنکھیں آپکے ہاتھ اور دیگر اعضاء و جوارح بنجائیگا۔ جب آپ کو یہ سمجھ آ جائے کہ ایک فانی انسان کی جو محض ایک زمینی چیز ہے محبت میں آپ بالکل فنا ہو چکے ہیں۔ تو اس وقت آپ بڑی آسانی سے معلوم کر لیں گے۔ کہ اس اعلیٰ و برتر ہستی کی محبت آپ کے قلب میں کہاں تک موجزن ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ محبُوب کی خوشنودی کا بہترین طریق یہی ہے کہ ہم اپنے طریق و خیالات کو چھوڑ کر محض اسی کے طرز خیالات کو کلیتہً اختیار کریں۔ یہی وہ آخری مرحلہ محبت کا ہے جس پر

محبت کرنے والا اپنے محبوب کی محبت کے مذبح پر اپنے آپ کو قربان کر دیتا اور اُسکی خاطر اپنے آپ کو بالکل مٹا دیتا ہے +

جناب مسیح نے بھی باپ کی محبت میں اسی انتہائی اور آخری درجہ پر اپنے آپ کو پہنچایا۔ آپنے ہر ایک قسم کے مصائب کو جو آپکے رستہ میں حائل ہوئیں بخوشی برداشت کیا۔ یہانتک کہ صلیب پر بھی چڑھنے سے ذرا نہ ہچکچائے۔ کیا ہم بھی ایسی ہی حیرت انگیز قربانی کیلئے تیار ہیں۔ کیا ہم بھی اُسکی تقلید کرنے اور اپنی صلیب آپ اُٹھانے کیلئے تیار ہیں جیسا کہ آپنے اپنی صلیب کو آپ اُٹھایا۔ مجھے ڈر ہے کہ آپ ایسا کرنے کیلئے تیار رہیں۔ اور ہم اس قسم کے مصائب و تکالیف برداشت کرنے کیلئے قطعی طور پر تیار رہیں۔ مگر باپ خداوند خدا اُسکے جاہ و جلال اور محبت کی تعریف میں بڑے بڑے گیت ہماری زبانوں پر ہر وقت چڑھے رہتے ہیں۔ ہماری کم ہمتی ہر لحظہ ہم پر مستولی رہتی ہے اور ہر ایک خفیف سے خفیف تکلیف یا سختی کو ہمارے آگے سے ہٹانے میں مساعی یہی وجہ ہے کہ وسیلۂ گناہوں سے مخلصی اور کفارہ کے نام سے ہمنے ناجائز حیلے تراش رکھے ہیں۔ ان اختراعات حیلوں اور تدابیر سے ایک مہمل سی کوشش نجات کی منزل مقصود تک آسانی سے پہنچنے کیلئے کی گئی ہے کیا محبت کا یہی طریق ہے۔ اگر نہیں تو پھر کس مُنہ سے آپ اللہ تعالے سے اپنے ساتھ محبت کی توقع کرتے ہیں۔ جب آپ اسکے کبھی مستحق ہی نہیں ہوئے۔ انسان کے محنت و مشقت سے جی چرانے کے متعلق میں ایک اور مثال آپکو سُناتا ہوں۔ آپنے غالباً اس پارس کے پتھر کے متعلق سُنا ہوگا۔ جس کی تلاش و جستجو میں زمانہ وسطی کے مشرقی و مغربی لوگوں کی کئی نسلیں ضائع ہوئیں محض اس لئے کہ اسکے متعلق یہ خیال جم گیا تھا۔ کہ ہر ایک ردّی سے ردّی دھات بھی معاً اُس سے چھونے کے ساتھ ہی خالص سونا ہو جاتی ہے۔ مگر آخر کار ناکامیوں پر ناکامیاں جب ہوئیں تو انہوں نے اسبارہ میں ہمارے یقین کی بیہودگی کا پردہ فاش کر دیا۔ اور معلوم ہو گیا کہ پارس پتھر کا دھاتوں کو سونا بنا دینے کا خیال محض بیہودہ خیال تھا لیکن دیگر معاملات میں ہم ابھی تک اسی دھوکے میں ہیں۔ اور روحانیت کے بارہ میں بھی اس پارس پتھر کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔ ہماری کم ہمتی ہمیں محنت سے روکتی ہے لیکن باوجود محنت نہ کرنے کے ہم یکایک لہلہاتی ہوئی سرسبز کھیتی کے خواہشمند ہیں بغیر اس کے کہ اپنے ہاتھ سے اسکی قلبہ رانی تک بھی کریں۔ ہماری نامردی ایک اور پارس

پتھر کی تلاش میں ہے جس کو اس نے "کفارہ" کی شکل میں پالیا ہے۔ یہ کہنا کہ "اعمال" کبھی بھی نیک نہیں ہو سکتے۔ شریعت لعنت ہے۔ مگر صلیب پر ایمان لے آنے سے ایک ذلیل ترین شقی بھی نہایت پاک شریف اور نیک طینت شخصیت کی شکل میں اعجازی طور پر تبدیل ہو جاتی ہے وہی پرانی کہانی ہے۔ کہ انسان کچھ کر کے اور ہاتھ پاؤں ہلا کر اپنا استحقاق پیدا کرنا نہیں چاہتا۔ اور آسائش کے لئے دگان کی بڑی خواہش ہے۔ کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے ہوئے بیٹھے رہیں۔ اور یونہی بغیر مشقت اُٹھائے ہر ایک چیز میسّر آ جاوے۔ اپنی بدکرداریوں کے نتائج کو بھگتنے سے انسان بچنا چاہتا ہے۔ اور پھر بھی وہ سب کچھ کر گذرنا ہے جس کے کرنے کے لئے اسکی سفلی خواہشات اسے آمادہ کرتی ہیں لیکن جہانتک کفارہ پر ایمان کا سوال ہے۔ وہ گویا ان بداعمالیوں کی سزا کو دوسروں کے گلے مڑھنا چاہتا ہے۔ پارس پتھر اگر زمانہ وسطیٰ کا ایک لغو افسانہ ہے۔ تو اس قسم کا اعتقاد بھی جو کفارہ کے متعلق ہے۔ اس سے بیہودہ قصہ ہی کا نتیجہ ہے لیکن جہانتک کسی چیز کو سونا بنا دینے کا سوال ہے۔ ہمیں ہم اسی مشقت کو ہی سنہری نتائج میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ جو ہم پوری دیانتداری کے ساتھ کریں۔ اسیطرح سے روحانی فرحت اور رضائے الٰہی کو حاصل کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے پوری پوری استعدادیں ہمیں عطا فرمائی ہیں۔ بشرطیکہ ہم اسکے حصول کیلئے کوشش سے کام لینا چاہیں۔ ہماری عقل سیات کو کبھی نہیں مان سکتی۔ کہ پارس پتھر بھی کوئی چیز ہے۔ اور یہ بھی ہمیں یقین کر لینا چاہئے۔ کہ روحانیت کے معاملہ میں بھی کفارہ وغیرہ کا خیال کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اگر ہم خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کے سچے دل سے خواہشمند ہیں۔ تو جناب مسیح کی ہدایات کے مطابق شریعت پر ہمیں عمل پیرا ہونا چاہئے۔ کیا ہم مدلّل طور پر جناب مسیح کا کوئی ایک ہی قول ایسا پیش کر سکتے ہیں جسمیں آپ نے ہمیں گناہوں کے نتائج سے نجات دلانے کیلئے خود صلیب اُٹھانے کا اقرار کیا ہو نہیں بلکہ اس کے بالکل برخلاف آپکے یہ کھلے الفاظ ہمیں ملتے ہیں کہ "میرے نام لیوا اگر بننا چاہتے ہو۔ تو اپنی صلیب آپ اُٹھاؤ" +

آپ نے مصلوب ہو کر ذاتی مجاہدہ وعبادت کا سبق ہمارے لئے چھوڑا۔ یہی وہ محبت الٰہی کا اعلےٰ مقام ہے۔ جہاں ایک عاشق صادق کا اپنے محبوب کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے جان تک دیدینا کوئی بڑی بات نہیں ہوتی الفاظ سے دھوکا نہ کھاؤ۔ الفاظ کو غلط طور پر سمجھنا ہی خدائی نعمت

پر انسانی قربانی کی شکل میں جو مذاہب قدیمہ کا ایک عام دستور تھا۔ بہت سی زندگیوں کے بے فائدہ اتلاف کا موجب ہوا ہے۔ گوشت اور خون کی قربانی محض اس روح اور نفسانی خواہشات کی قربانی کی ایک علامت ہے۔ جو کہ ہمارے گوشت و خون (جسم) پر حکمران ہیں۔ اپنے تمام ذاتی جذبات و خود غرضانہ خواہشات کا قلع قمع کر دو تمہاری زندگی اور موت دونوں خدا کی مرضی کے ماتحت ہوں۔ ان تمام جذبات بہیمیہ اور سفلی خواہشات کو مار ڈالو جو گوشت و خون سے پیدا ہوتی ہیں اپنی تمام آرائے اور خیالات کو ایک خالق اکبر ہی کی مرضی کے ماتحت کر دو "میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی" کا قول تمہاری زندگی کا زریں اصول ہو۔ اس کامل اطاعت کے رویہ کو جس وقت آپ اختیار کر لیں گے۔ اسی وقت محبت الٰہی کی منزل مقصود کو آپ پالیں گے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے کس خوبصورتی کے ساتھ اس صداقت کا اظہار "موتوا قبل ان تموتوا (مرنے سے پہلے مرجاؤ)" کے الفاظ میں کیا ہے۔ اس فقرہ میں آپ نے ہدایت کی ہے کہ ان تمام چیزوں سے جن کی خواہش تمہاری روح اور جسم ملکر کرتے ہیں علیحدہ ہو جاؤ پیشتر اسکے تمہاری روح تمہارے جسم سے جدا ہو۔ کیونکہ تمہاری روح کے لئے تمام چیزیں دراصل غیر مانوس ہیں + یہی وہ حق و صداقت اور وہ زبردست اصول ہے جس کو یوحنا اصطباغی نے یوں بیان فرمایا ہے۔ کہ

"میں تو تمہیں توبہ کے لئے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن جو میرے بعد آتا ہے وہ تمہیں روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دیگا۔" متی باب ۳ - آیت ۱۱ +

یہ الفاظ کس قدر صحیح اور حقیقت پر مبنی ہیں لیکن شومئی قسمت سے ہماری کم ہمتی و نامردی نے ان الفاظ کا صحیح مفہوم سمجھنے سے ہمیں معذور ہی رکھا۔ اس کو بعض لوگوں نے نہ صرف خیال ہی کیا بلکہ اس کو اپنے ایمان و اعتقاد میں سے قرار دے لیا۔ کہ پانی میں ایک غوطہ لگا کر انسان گناہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور گویا اسکی فطرت ہی بدل کر اور کی اور ہو جاتی ہے۔ پانی اور آگ سے بپتسمہ لینے کی ماہیت کو وہ قطعاً سمجھ نہ سکے۔ ان تصوری* مذاہب کے ماننے والوں کے اعتقاد و اعمال ایک جیسے نہیں ہوتے۔ وہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ اگر بپتسمہ آتشیں سے وہ جناب مسیح پر ایمان لانا مراد لیتے

*معبود کی جگہ کوئی قائمقام تصویر یا نشان رکھ کر اس نشان کی عزت یا پرستش کرنا اسکا نام تصویری مذہب یا سمبلزم ہے۔ ایسا ہی مذہبی رسوم میں بعض اشیاء کو بعض اعمال یا عقائد کا قائمقام بنانا بھی سمبلزم ہے +

ہیں۔ تو ان کو پانی میں بپتسمہ لینے کی بجائے آگ میں بپتسمہ لینا چاہیئے۔ انہیں اپنے سروں پر پانی کی بجائے جلتے ہوئے انگارے ڈالنے چاہئیں۔ لیکن یہ تمام خود تراشیدہ باتیں ہیں جناب یوحنا نے ان الفاظ میں استعارۃً ایک حقیقت نفس الامری کا اظہار کیا تھا۔ آپکی مخاطب قوم چونکہ پختہ دماغ اور عقل کی مالک نہ تھی۔ اسلیئے آپنے تمثیلوں اور استعاروں میں کلام کیا۔ قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کے الفاظ اس پرانے علم کلام میں بہت کچھ اصلاح اور ترقی کا موجب ہوئے ہیں۔ اور ان میں نہایت سلیس و سادہ فقرات میں اس صداقت پر پوری روشنی ڈالی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن خود اسکو بیان کرتا اور اپنے سلامت زبان کا ثبوت ان الفاظ میں دیتا ہے:-

صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ۔ اللہ کے رنگ میں رنگین ہو جاؤ۔ اور اللہ کے دئیے ہوئے رنگ (بپتسمہ) سے اور اُس کا رنگ بہتر ہوگا۔

جب کبھی آپ کسی کپڑے کو رنگنا چاہتے ہیں۔ تو پہلے اسے تمام دھبّوں اور آلودگیوں سے صاف ستھرا کرنے کیلیئے آپ اچھی طرح سے دھوتے ہیں۔ اسی طرح اپنے دل کو اللہ تعالےٰ کے رنگ میں رنگین کرنے کیلیئے آپ کو اسے ان تمام گندوں اور آلائشوں سے پاک کرنا ہوگا۔ جو علم روحانیت سے دُور تر لیجانیوالی ہیں۔ ورنہ آپکی کامیابی ناممکن ہے۔ ان گندوں کو دھونے کیلیئے آپ کو وافر اور کھلے پانی کی ضرورت ہے۔ اور یہ پانی "توبہ" کا پانی ہے۔ یوحنا اصطباغی کے الفاظ پر غور کرو اس کا بپتسمہ پانی کا بپتسمہ ہے یعنی توبہ کا جو صبغۃ اللہ (اللہ کے رنگ میں رنگین ہونے) کی درصل تیاری ہے لیکن بعد میں آنیوالے کا بپتسمہ رنگ یا آگ کا بپتسمہ تھا۔ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ اور دونوں اس تسلّی دہندہ کیطرف اشارہ کرتے ہیں۔ جو جناب مسیح کے بعد آنیوالا تھا۔ ہم کپڑے کے کسی ٹکڑے کو رنگتے ہیں۔ تو وہ اپنے اصل رنگ کو کھو دیتا ہے۔ ایسا ہی ہر ایک چیز جو آگ میں ڈالی جاتی ہے۔ آگ ہی کی خاصیت اور شکل کو اختیار کرلیتی ہے +

روح القدس میں بپتسمہ لینے سے بھی یہی مُراد ہے اپنے سابقہ گناہوں کی آلودگیوں سے پاک ہونے کیلیئے ہمیں کسی کے خون سے اپنے آپ کو دھونے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ پانی سے پہلے اپنے کپڑے کو دھونے اور پھر رنگ میں اُسے ڈال دینے کی ضرورت ہے۔ آگ میں اس کا ایک حصہ بننے کیلیئے اس وقت تک ہم کود نہیں سکتے۔ جب تک کہ پہلے ہماری تمام آلائشیں ملکر راکھ نہ ہو جائیں

اگر محض اس بات پر ایمان ہو۔ کہ آگ کو یہ طاقت حاصل ہے کہ وہ سونے کو میل سے پاک کر دیتی ہے تو یہ ایمان اس وقت تک فائدہ نہیں دے سکتا۔ جب تک کہ سونے کو آگ میں نہ ڈالا جائے ہمارا بھی کسی عقیدے کو محض مان لینا ہی فائدہ مند نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہمیں بھی اپنے آپ کو جلتی ہوئی آگ میں ڈال دینا پڑیگا بپتسمہ آتشیں یا رنگ کا بپتسمہ لینا جو بھی چاہیں آپ اس کا نام رکھ لیں لیکن یہ محض ایک استعارہ ہے جو دل کو تمام گندوں اور آلائشوں سے پاک کر کے اسکے ہر ایک رگ و ریشہ کو خدا تعالے کے رنگ میں رنگین کر دینے پر بولا گیا ہے۔ بت پرستی اور پتھر کی مورتیں قدیم زمانہ کی چیزیں ہیں۔ گو مغرب میں کلیساؤں کے اندر بعض دوسری اشیاء نے انکی جگہ لے لی ہے۔ لیکن ہم ان سے بھی بدتر چیزوں کے غلام بنے ہوئے ہیں۔ ہم اپنی نہایت کمینہ اور سفلی خواہشات اور کئی قسم کے بیہودہ جذبات کو معبود بنائے ہوئے ہیں۔ ہم نے اپنی کمینہ خواہشات کو اپنا خدا بنا رکھا ہے ہماری نفسانی خواہشات جن کی ایک گونہ تسلی کرنی اسلئے ضروری تھی کہ جسم اور روح کا باہمی تعلق قائم رہکر اُن ترقیات کا موجب ہو جو خالق اکبر نے اس زندگی میں ہمارے اُوپر رکھی ہیں بہت بڑھ کر ہم سے فائدہ اُٹھا رہی ہیں۔ اور ہمیں اپنے ماتحت کر لیا ہے رات دن ہم انکی پرستش کرتے اور اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اپنے اندرون قلب کا مطالعہ کرو اور دیکھو کہ تمہارا قلب ان سے آزاد ہے۔ اگر واقعہ ہی ایسا ہے۔ تو یقیناً تم نے رُوح القدس کو اپنے اندر لیلیا۔ تمہارا دل اس کا تختگاہ بن گیا ہے۔ اور تمہارا جسم اسکی عبادتگاہ ہے جہاں محض اسکی عبادت تمہارا مقصود اور نصب العین ہے۔ یہ وہ حالت ہے جسے حقیقتاً محبت الٰہی پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ یُوں کہنا چاہیئے کہ اس وقت اللہ تعالے آپ سے محبت کرتا ہے اس وقت بیشک وہ تمہارے ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہے فنا فی اللہ کے اس انتہائی مقام پر پہنچکر معجزات کا صادر ہونا ایک معمولی بات ہے لیکن وہ معجزات تو اس بات کی علامت ہیں کہ خود خداوند خدا تم میں موجود ہے لیکن تم خود ان معجزات سے خدا نہیں ٹھہر سکتے۔

انسانی زندگی کے کمال کو آپ نے حاصل کر لیا۔ اور ایک ربانی قلب کو حاصل کیا انسانی جامہ کے اندر ربانی صفات کو آپ نے پیدا کیا لیکن پھر بھی آپ انسان ہی ہیں اس سے بڑھ کر نہیں اللہ تعالے کیا ہے؟ قرآن کریم کا ارشاد ہے لیس کمثلہ شیءٌ۔ اس کی مثل کی نسبت

بھی کوئی چیز نہیں - اللہ تعالیٰ کی ذات اس قدر بلند اور بالاتر ہے اور تمام مادی تصورات اور خیالات سے بھی اسقدر ارفع ہے کہ اسکی کوئی مثال استعارہ اور تصور میں بھی نہیں آسکتی - کیونکہ نہ صرف اس جیسی ہی کوئی چیز نہیں - بلکہ جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے لیس کمثلہ شئی اسکی مثال کی مانند بھی کوئی چیز نہیں - ذات باری کے متعلق اس قدر عالیشان خیال اسلام میں پایا جاتا ہے۔ اور اسکی تسلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف تمام مادی حدود ہی بڑھ کر نہیں بلکہ استعارات و تشبیہات کی حدود سے بھی ماورا ہے معجزات دکھانا کسی کو خدا نہیں بنا دیتا۔ اسکے لئے محض اپنے آپ کو فنا کر دینا اور تزکیۂ نفس درکار ہے - اسلئے اپنی خواہشات کو مٹا ڈالو - جناب مسیح نے صرف اپنی ہی خاطر خود اپنی صلیب کو اٹھایا - اور کسی بھی دوسرے کی صلیب آپ نے نہیں اٹھائی - مصائب و تکالیف کو برداشت کر کے باپ کی خوشنودی آپ نے حاصل کی - اور اُس کے برگزیدوں و مقربوں میں سے ہو گئے - اسمیں شک نہیں کہ آپ ہمارے لئے ایک بڑا ہی عجیب سبق چھوڑ گئے - آپ نے اپنے نمونہ سے ہمیں بتایا - کہ قرب اور محبت الٰہی یونہی حاصل ہو سکتی ہے - کہ اپنی صلیب کو خود ہی ہم اٹھائیں اپنے جسم کی قربانی بلاشبہ ایک بہت ہی مشکل امر ہے لیکن اس سے بھی محال تر خدا کی راہ میں نفسانی خواہشات کو دبانا ہے - اسلئے اپنے تمام جسم اپنی روح اور تمام کمینہ خواہشات کی تحریکات کو آپ بالکل ترک کر ڈالیں - اس وقت آپ اس بلندی پر پہنچ جائیں گے - جہاں پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا "قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین بذالک امرت وانا اول المسلمین - کہدے کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کیلئے ہے - جو تمام جہانوں کا مالک سب کو پیدا کرنے اور جینے والا ہے - اس کا مجھے حکم دیا گیا ہے - اور میں سب سے پہلا مسلمان (اطاعت گذار) ہوں +

# آنحضرت صلعم اور صحابہ کبار

(ماخوذ از اسلامک ریویو و مسلم انڈیا مجریہ ستمبر ۱۹۱۳ء)

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی قدسی طاقت و زبردست مقناطیسی اثر نے صحابہ کرامؓ کے نفوس کا یہاں تک تزکیہ کیا۔ کہ انہوں نے نہ صرف بُت پرستی و دیگر عناصر پرستی کو چھوڑ کر ابدی ازلی خدا کے جلال کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور اپنے باطلہ مذاہب کو چھوڑ کر دین حق کو قبول کر لیا بلکہ ساتھ ہی ان میں وہ رُوح پھونکی گئی۔ جس نے ان میں سے دُنیوی منفعت و مفاد کے حاصل کرنے کے جذبات کو بالکل کالعدم کر دیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے جاہ و جلال کو دیکھ لیا۔ اور اسکی راہ میں سرگرمی سے اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ اور اپنی مرضی کو اُس خالق اکبر کی مرضی کے ماتحت یہانتک کلیتہً کر دیا۔ کہ ان میں ہر ایک قربانی و ایثار میں اللہ تعالیٰ کے حضور ابراہیمی رُتبہ حاصل کرنے کا حقدار ہو گیا۔ سب سے عظیم الشان و احسن خدمت جو صحابۂ کرام نے انجام دی۔ اور جس کی مثال تاریخ عالم میں بے عدیل و بے نظیر ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے لوگوں کے دلوں سے اصنام پرستی کی باطل توقیر و عزت کو مٹا کر اسکی جگہ زندہ و ابدی خدا کی عزت و عظمت۔ جاہ و جلال جاگزین کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ ملکی فتوحات عطا فرمائیں۔ جو کہ تیر و تفنگ سے بھی میسر آنی مشکل ہیں۔ ایک طرف ہم جب اس ظلمت و تاریکی پر نگاہ ڈالتے ہیں۔ جو آپؐ کی بعثت سے پہلے مُلک عرب پر چھائی ہوئی تھی۔ اور کُفر و بُت پرستی نے تمام مُلک کو رسوا کیا تھا۔ اور دوسری طرف جب اس حیرت انگیز تبدیلی پر نظر ڈالتے ہیں۔ جو کہ جزیرہ نما عرب میں صحابہ کرام نے رسُول اکرم کے اُسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر اپنے مُلک میں پیدا کی۔ تو ہم اسبات کے تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کہ ان میں صدق و صفا کی ایک نئی رُوح پھونکی گئی تھی +

رسُول اکرم کے تقدس و پارسائی نے اپنا رُوحانی اثر ان لوگوں پر اس قدر ڈالا۔ کہ وہ ہر ایک قسم کی بدی کو ایسی حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ گویا کہ خدائے ذوالجلال کے حضور میں کھڑے ہیں۔ ان سب کا مطمح النظر ایکدوسرے سے نیکی میں سبقت لیجانا تھا۔ تاریخ ایک بھی اس قسم

کی مثال پیش کرنے سے عاجز و قاصر ہے۔ کہ جہاں کسی ایک مُعلّم نے خواہ اس کا دعویٰ کچھ بھی ہو اس قدر حیرت انگیز اثر اپنے پیرودں میں پیدا کیا ہو؟

محمد علی (ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی)

# نظم

بیکسِ شد دینِ احمد ہیچ خویش و یار نیست — ہر کسے در کار خود با دینِ احمد کار نیست
ہر طرف سیلِ ضلالت صد ہزاراں تن ربود — حیف در چشمیکہ اکنوں نیز ہم ہشیار نیست
اے خداوندانِ نعمت ایں چنیں غفلت چرا ست — بیخود از خوابید یا خود بختِ دیں بیدار نیست
اے مسلماناں خدارا ایک نظر بر حالِ دیں — آنچہ مے بینم بلا ہا حاجتِ اظہار نیست
آتشِ اُفتاد است درِ نقش تخریبِ ملّیاں — دیدنش از دور کارِ مردمِ دیندار نیست
ہر زماں از بہرِ دیں خوں دلِ من می تپد — محرمِ ایں درد ما جز عالم اسرار نیست
آنچہ بر ما میرود از غم کہ داند جز خدا — زہر مینوشیم لیکن زہرۂ گفتار نیست
ہر کسے غمخوارئے اہل و اقارب مے کند — اے دریغ ایں بیکسے را ہیچکس غمخوار نیست
خونِ دیں بینم رواں چوں کشتگانِ کربلا — اے عجب ایں مردماں را ہیچ آں دلدار نیست
حیرتم آید چو بینم بزل ستاں در کارِ نفس — کایں ہمہ جود و سخاوت در رہِ دادار نیست
ایکہ داری مقدرت ہم عزم تائیداتِ دیں — لُطف کُن مارا نظر بر اندک و بسیار نیست
بیں کہ چوں در خاک مے غلطد زجورِ ناکساں — آنکہ مثل او بزیرِ گنبدِ دوّار نیست
اندریں وقت مصیبت چارۂ ما بیکساں — جز دُعائے بامداد و گریۂ اسحار نیست
ایخدا ہرگز مکن شاد آں دلِ تاریک را — آنکہ اورا فکرِ دینِ احمدِ مختار نیست
اے برادر پنج روزِ ایامِ عشرت ہا بود — دائما عیش و بہارِ گلشن و گلزار نیست

[illegible]

| | | |
|---|---|---|
| تاثیر صحبت | نوجوانوں کی اصلاح دلچسپ پیرایہ میں - - - - - - | ۱۰/ |
| مجموعۂ وظائف | مجرب و نادر وظائف - - - - - - | ۲/ |
| خوش انجام | یہ ایک موثر کہانی سنکر قسوہ مردوں پر بچوں کی بیکسی کا اثر - - - | ۲/ |
| رباعیات حالی | مولانا حالی مرحوم کی قابل قدر مطبوعہ یعنی جدید رباعیات کا خوشنما گلدستہ ہے | |
| مناجات بیوہ | ہندوستان کی مجبور بیواؤں کی آہ وزاری۔ بیوہ کے دل کی سچی باتیں پڑھنے جاؤ اور رونے جاؤ نظم کیا ہے تیر و نشتر ہے۔ پُر درد اور سچے عاشق قوم کے دل سے نکلے ہوئے شعر ہیں ٹھیٹھ ہندوستانی اُردو زنانہ محاورات - - | ۲/ |
| تربیت النساء | تہذیب اخلاق حاصل کرنے کیلئے طرز عمل قصہ کے پیرایہ میں - - | ۵/ |
| ایک شریف خاتون کی جمع کی ہوئی سو دلچسپ اور مزیدار کہانیاں | یہ کہانیاں خاص کر لڑکیوں اور شریف پردہ نشین بیبیوں کے مطالعہ کے واسطے حال ہی میں چھاپی گئی ہیں۔ ہر کہانی اپنے سبق آموز مضمون اور عمدہ نتیجہ کے لحاظ سے لاجواب ہے۔ ان دلچسپ کہانیوں نے زنانہ اردو کے پاکیزہ لٹریچر میں قابل قدر اضافہ کیا ہے صرف ایک کہانی پڑھ کر پوری سو کہانیوں کی قیمت وصول ہو جاتی ہے۔ فی کہانی ایک آنہ پورا سو کہانیوں کا سٹ | ۱۰/ |
| مسدس حالی | مسلمانوں کی گذشتہ اور موجودہ حالت کا فوٹو اگر دیکھنا منظور ہو تو اسے دیکھو موجودہ حالت کی پُر درد کہانی۔ مولانا حالی کا زندہ جاوید تصنیف جس کا ہر حرف اسلام جس نے مسلمانوں میں نئی زندگی پیدا کی - - - | ۸/ |
| انشائے نسوان | جسمیں مستورات کو لکھنا سکھانے کے قواعد۔ طرز تحریر و رسم الخط کی اصلاح زنانہ محاورات کے القاب طریقہ خطوط نویسی معہ خطوط بتائے گئے ہیں قیمت صرف | ۴/ |
| ادیب نسوان | اسمیں طبقہ نسوان کی پردہ نشین مستورات کی قابلیت بڑھانے کیلئے عظمت اتباع خاوند پردہ حیا انتظام خانہ داری تہذیب تعلیم اولاد۔ گھر کے کام و کاج و ہنر آموزی کے تمام مضامین درج ہیں - | |
| اخلاقی کہانیاں | بچے بچیوں کے پاک اور نرم دلوں میں رحم و انصاف و دینداری پیدا کرنیوالی نصیحت آمیز کہانیاں | ۴/ |

رجسٹرڈ ایل ۱۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

# اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

## اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — لیڈر سنڈری — مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

بہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد حسب تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ کی آمدنی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے پورے اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

جلد (۷) | بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۸ء | نمبر ۱۲

فہرست مضامین

# اشاعت اسلام کا سالانہ وی پی اور ناظرین کرام رسالہ

جو اہم تبلیغ اسلام کی خدمت رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا انگریزی مجریہ ووکنگ انگلستان نے کیا بلاد غربیہ اور کیا ہندوستان میں سرانجام دی ہیں۔ وہ محتاج بیان نہیں اور نہ ہی اس پر مزید کر کے خامہ فرسائی کرنے کی چنداں ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ کیونکہ خود اس کے احسن نتائج جو قبولیت اسلام کے رنگ میں وقتاً فوقتاً رسالہ ہذا کے صفحوں میں شائع ہوتے رہے ہیں اسبات کے کافی شاہد ہیں۔ جو مذہب اسلام سے محبت عشق و انس اس اسلامی مجلد نے یورپ میں پیدا کر دی ہے۔ اس کی مفصل کیفیت اس رپورٹ سے عیاں ہوتی ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے ووکنگ سے مرتب فرما کر یہاں ہمیں اشاعت کے لئے ارسال فرمائی ہے۔ جو اس رسالہ کے ساتھ ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے ذیل دی جاتی ہے۔ یہاں صرف ان معروضات کی طرف ناظرین کرام کی گرامی توجہ مبذول کرائی ہے۔ جن کے ماتحت رسالہ ہذا کا اجرا ہوا یہ رسالہ محض اسلئے جاری کیا گیا۔ کہ مسلم برادری کا ہر ایک خواندہ ممبر خواہ وہ کتنا ہی نادار و مفلس کیوں نہ ہو اس کا قلیل چندہ ادا کر کے اس کار ثواب میں شامل ہو سکے جس کے لئے قرون اولے کے مسلم احباب نے جانیں تک قربان کرنے میں دریغ نہ کیا۔ رسالہ ہذا کے خریدار بننے سے رسالانہ جو ایک پائی روزانہ خرچ کے مترادف ہے اس مشن کو مرحمت فرما کر دین متین کی اشاعت میں (جس کے لئے صحابہ کرامؓ اور خود حضرت نبی کریم صلعم نے گوناگوں تکالیف و مصائب و آلام جھیلیں) شریک ہو سکتے ہیں۔ ایک پائی روزانہ اگر آپ احباب کی جیب سے اس پاک مقصد پر صرف ہو اور ساتھ ہی اس کے آپ کو اعلےٰ سے اعلےٰ لٹریچر میسر آوے۔ کہ جس کو یورپین نقاد و یوروپین پبلک نے "اسلام کی طاقت" قبول فرمایا ہے۔ تو اس صورت میں اس رسالہ کی خریداری گراں خاطر نہ ہونی چاہئے۔ امید ہے کہ اشاعت اسلام کے نیک مقصد سے محبت رکھنے والے احباب ہماری ان معروضات پر توجہ فرمائیں گے۔ ازراہ کرم۔ جن احباب کا چندہ اس رسالہ دسمبر ۱۹۱۸ء کے پہنچنے پر ختم ہوتا ہے۔ ازراہ کرم مبلغ ے ر بذریعہ منی آڈر بنام امین صاحب ارسال فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ ورنہ بصورت دیگر ان سب کی خدمت میں جنوری سنہ ۱۹۱۹ء کا رسالہ اشاعت اسلام بذریعہ وی ارسال خدمت ہوگا÷

والسلام ÷

خاکسار بندہ

**مینیجر**

پتہ امین صاحب } شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر ہائے انگلش ڈریس ہوس دی مال لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

# اشاعت اسلام

ترجمہ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد ۴ ——— بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۸ء ——— نمبر (۱۲)

## شذرات

ناظرین کرام اس افسوسناک خبر کو دلی رنج و تأسف سے پڑھینگے کہ جناب بلال شیخ نور احمد صاحب جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ ابتدا میں ولایت میں کئی سال تک خدمت اسلام سر انجام دیتے رہے ہیں ایک طویل علالت کے بعد مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۱۸ء کی صبح ۵ بجے راہئے عالم بقا ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون +

---

مرحوم پرلے درجہ کے متقی۔ پرہیزگار۔ دیانتدار اور ایک فنا فے اللہ کی حالت تک پہنچے ہوئے بزرگ تھے۔ اور تبلیغ دین متین کا آپ کو ایک عشق تھا۔ جو کشاں کشاں آپ کو ووکنگ تک لے گیا۔ اور اہالیان ووکنگ کے قلوب کو اپنے حسن خلق سے مسخر کرلیا آپ کو ایک نہایت گہری محبت والنس اشاعت اسلام کے ساتھ تھی۔ آپ منجملہ ان چند ایک جاں فروشان وجاں نثاران اسلام میں سے تھے۔ جن کی ابھی مسلم مشن ووکنگ کو اشد ضرورت ہے۔ اسلئے آپ کی وفات بھی اس قحط الرجال زمانہ میں ایک قومی نقصان ہے۔ جس کی تلافی بظاہر امر محال ہے +

ووکنگ کی تازہ ڈاک سے ہم حضرت خواجہ صاحب کی علالت طبع کا حال پڑھ کر مشوش ہیں احباب سے درخواست ہے۔ کہ ایسے پاک وقیمتی وجود کی درازی عمر کے لئے دعا فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ آپ کی علالت طبع کی وجہ بہت حد تک کثرت کام و قلت عملہ ہے +

---

امید واثق ہے کہ حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی جنوری ۱۹۱۹ء کے آغاز میں حضرت خواجہ صاحب کا ہاتھ بٹانے کیلئے ووکنگ تشریف لے جائیں گے۔ اور حضرت مولانا صاحب کے بخیریت ووکنگ پہنچنے پر حضرت خواجہ صاحب کچھ عرصہ کے لئے واپس ہندوستان میں آجائیں گے +

---

ناظرین کرام مسلم مشن ووکنگ کی اجمالی کیفیت اور اس کا حساب آمد و خرچ جو اسی رسالہ کے ساتھ ضم کر دیا گیا ہے پڑھ کر محظوظ ہونگے۔ کہ محض فضل ایزدی سے مسلم ووکنگ بہت حد تک کسی قدر مالی مشکلات سے آزاد ہو کر اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا ہے +

---

رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا انگریزی مجریہ ووکنگ بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۸ء تا حال ووکنگ ہیڈ آفس سے لاہور برانچ آفس میں موصول نہیں ہؤا۔ جس کی وجہ نامعلوم ہے۔ امید ہے کہ ناظرین رسالہ اسلامک ریویو انگریزی اس تاخیر کو معاف فرمائیں گے۔ بعض ناگزیر حالات کے ماتحت یہ تاخیر جہانتک ہمارا قیاس ہے واقع ہوئی ہے +

---

رسالہ ہذا اکتوبر و نومبر ۱۹۱۸ء کے ہر دو نمبر بھی قدرے تاخیر کے ساتھ اپنے معین وقت اشاعت سے ناظرین کرام تک پہنچے ہیں۔ جس کی وجہ وہ ناگزیر و ناخوشگوار واقعات ہیں۔ جو کہ گذشتہ نمبر کی شذرات میں مفصل بیان کئے جا چکے ہیں۔ اُمید ہے کہ ناظرین کرام ان وقتی مشکلات کو جو ہمارے احاطہ قدرت سے باہر تھیں ملحوظ نظر رکھ کر معاف فرمائیں گے +

---

# عورت اور عورت کے حقوق زیر اسلام

(رقم زدہ شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی)

## فرقۂ اناث کے شرعی حقوق

اسلام نے عورتوں کو بحیثیت بیٹی - زوجہ - ماں یا ہمشیرہ ہونے کے بلکہ بعض صورتوں میں جبکہ دور کا رشتہ بھی ہو وراثت کا حق دیا ہے +

اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ جب ایک آدمی کے ہاں لڑکا اور لڑکی دونوں ہوں تو لڑکے کا حصہ لڑکی کے حصے سے دوگنا ہوتا ہے لیکن یہی امر ثابت کرتا ہے کہ محمد صلعم شارع اسلام ملہم تھے اور اس ذات باری سے الہام پاتے تھے جو فطرت انسانی کے پیدا کرنیوالی اس کے خصائص کی تعیین کرنیوالی اور اسکی ضروریات سے واقف ہے لڑکے کو گھر کی کارپرداخت اور اپنے والدین کے رشتہ داروں کی ضروریات مہیا کرنی ہوتی ہیں اسکو زیادہ اخراجات کا متحمل ہونا پڑتا ہے لہذا اُس کیلئے زیادہ حصہ درکار ہوتا ہے اسکو اپنی ہمشیرگان کی شادی کا بھی انتظام کرنا ہوتا ہے بخلاف اسکے عورتوں کو مردوں کی طرح زیادہ اخراجات نہیں کرنے پڑتے - جب ایک عورت کسی مرد کی زوجیت میں آجاتی ہے - تو وہ شرعاً اپنے خاوند سے گذارہ حاصل کر سکتی ہے - خواہ اس کا اپنا لاکھوں کا روپیہ موجود ہو - تمام وہ املاک جو اسلامی شریعت کے ماتحت قرآن کے رو سے کسی خاندان کے حصہ اناث کو ملتی ہے - انکی اپنی جائداد بن جاتی ہے - خواہ وہ نابالغ ہوں - خواہ شادی شدہ - اُن کا حق ان کا اپنا ہے - جس سے کوئی شخص انکو محروم نہیں کر سکتا - جو کچھ ورثہ میں ان کو ملتا ہے انکی قطعی جائداد بنجاتا ہے جس کے انتقال کا حق انکو حاصل ہوجاتا ہے - اور جس کو وہ جس طرح چاہیں استعمال میں لا سکتی ہیں - وہ اگر چاہیں تو اسے غیر مشروط طور پر ہبہ کردیں - نابالغوں کے سرپرست اس کا بیجا استعمال نہیں کر سکتے - کیونکہ سن بلوغت کو پہنچنے پر انکو اختیار ہوتا ہے کہ کسی ایسے معاہدہ کو جو ان کے زمانہ نابالغی میں انکی طرف سے کیا گیا ہو منسوخ دار یا منسوخ کردیں باپ بھی اپنی نابالغ بیٹی کیلئے کوئی ایسا عقد نکاح تجویز نہیں کر سکتا - جو اس لڑکی کے

مفاد کے منافی ہو یا کسی ایسے شخص سے جو کسی مرض میں مبتلا ہو یا لڑکی کا ہم رتبہ نہ ہو +

بالغ ہونے پر جو اکثر ملکوں میں سولہ سال کی عمر پر ہو جاتا ہے اسکو شرعی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے پھر تو بادشاہ وقت بھی اسکو اسکی مرضی کے خلاف کسی شخص سے نکاح کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ شریعت اسلامی میں کوئی شخص بھی کسی لڑکی کو اس ورثہ سے جو اسے اپنے والدین سے پہنچا ہے محروم نہیں کر سکتا +

پس بحیثیت بیٹی ہونے کے مسلمان عورت کی شرعی حیثیت بالکل محفوظ ہوتی ہے بصورت زوجہ ہونے کے بھی یہی حال ہے۔ قانونی پارہ جوئی کی صورت میں اسکی ہستی اسکے خاوند کی ہستی میں ضم نہیں ہو جاتی نکاح سے مسلمان عورت کے ذاتی حقوق ضائع نہیں ہو جاتے شادی کے وقت جو کچھ از قسم جائداد وہ اپنے ساتھ لاتی ہے وہ اس کا اپنا مال رہتا ہے۔ جو کچھ وہ نکاح کے بعد حاصل کرتی ہے وہ بھی اسکا اپنا ہی مال رہتا ہے جو کچھ وہ کمائے اسکی اپنی ملکیت ہے عین نکاح کے وقت اس کا حق ہوتا ہے کہ بطور جائداد کے اسکو کچھ دیا جائے جسے شرعی اصطلاح میں مہر کہتے ہیں جس کا ذکر اس سے پیشتر اس کتاب میں ہو چکا ہے خاوند کے زمانہ حیات میں اسکا حق ہوتا ہے کہ اسکے رتبہ اور خاوند کے ذرائع آمدنی کے مطابق اسکو گذارہ دیا جائے +

اگر خاوند بدسلوکی کرے یا جسمانی لحاظ سے مخبوط الحواس ہو جائے۔ تو ایسی صورت میں شریعت نے اسکی سہولیت کا انتظام کیا ہے خاوند کے انتقال پر اسکی جائداد کا ایک حصہ اسکو ورثہ میں ملتا ہے +

نظام تمدن میں مسلمان ماں کو نہایت اعلیٰ مرتبہ دیا گیا ہے اسلام نے اس وقت مستورات کو بلند ترین رتبہ عطا کیا ہے۔ کوئی مسیحی یا مغربی تمدن یا قانون ماں کو اپنے بیٹے کی جائداد پر کسی قسم کا قانونی حق نہیں دیتا۔ شاید بیٹے سے توقع کی جاتی ہے۔ کہ وہ اپنی بوڑھی ماں کو محتاج نہیں رکھیگا۔ اور اپنی زندگی میں اسکی امداد کریگا۔ لیکن قانون عورت کو کوئی حق نہیں دیتا کہ وہ اپنے متوفی بیٹے کی جائداد کا وارث ہونے کا دعوےٰ کر سکے۔ خواہ وہ تہی دست ہو اور اس کا بیٹا ایک بھاری ریاست چھوڑ مرا ہو لیکن اسلام ماؤں کے ساتھ فیاضانہ سلوک کرتا ہے اور انکو بیٹوں کے ورثہ میں ایک مقررہ حصہ دیتا ہے +

بچوں کی پرورش اور نگہداشت کا فائق حق جو ماؤں کو حاصل ہے خواہ ان کا باپ زندہ ہی ہو۔ اس کا ذکر اس سے پیشتر الحضانت کے عنوان کے تحت ہو چکا ہے +

بحیثیت عورت ہونے کے یعنی انسانی نظام تمدن کا ایک رکن ہونے کی حیثیت سے مسلمان

عورت کے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے +

کوئی مرتبہ ایسا نہیں جو وہ حاصل نہ کر سکتی ہو۔ اور کوئی پیشہ نہیں جس کا دروازہ اس کیلئے نہ کھلا ہو + جہاں انگلستان میں اس وقت تک کوئی عورت وکیل یا جج نہیں ہو سکتی امام ابوحنیفہ نے جو فقہ کا شارح ہوا ہے۔ اور فقہ کے متعلق جس کی تصریحات کی دوسرے فقہا کے مقابلہ میں بہت زیادہ لوگ پیروی کرتے رہتے ہیں اور کر رہے ہیں آج سے آٹھ سو سال پیشتر فیصلہ کر دیا تھا کہ عورتیں جج یا قاضی کے عہدہ پر متمکن ہونے کی ایسی ہی حقدار ہیں جیسے کہ مرد۔ مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض زوجہ مطہرہ آنحضرت صلعم اپنے زمانہ میں سب سے بڑی فقیہہ مانی جاتی تھیں ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف (ان کو (یعنی عورتوں کو) وہی حق حاصل ہیں جو ان سے دستور کے موافق دوسروں کو حاصل ہیں) ایک اور جگہ فرمایا۔ للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن (سورۃ النساء آیۃ ۳۲) جو مرد کماتے ہیں ان کا حق ہے اور جو عورتیں کمائیں وہ ان کا حق ہے +

قرآن کے یہ دو ایسے احکام ہیں جنہوں نے حقوق نسواں کے بارہ میں نہ صرف تیرہ صدی پیشتر کے عرب میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ بلکہ آج بھی حقوق و آزادی نسواں کی بہترین سند ہیں جس سے بہتر اور مراعات آج تک نہیں دیکھی۔ اسلام نے جو بھلائی عورتوں کے ساتھ بحیثیت عورت ہونے کے کی ہے کوئی قوم اور کوئی مذہب اس سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ اور نہ ہی کبھی بڑھ سکیگا۔ شریعت اسلامی کے تحت وارثوں کی تین قسمیں ہوتی ہیں:-

(۱) حصہ دار جو ورثہ کے مقررہ حصہ کے حقدار ہوتے ہیں +

(۲) وارثان لقبایا جن کا مقررہ حصہ نہیں ہوتا۔ بلکہ حصہ داروں کے حقوق پورا کرنے کے بعد جو بقایا بچے اس کے وارث ہوتے ہیں +

(۳) رشتہ دار یعنی وہ خون کے رشتہ دار ذکور و اناث جو نہ تو حصہ دار ہوتے ہیں اور نہ ہی وارثان لقبایا +

اس جماعت بندی کا تصفیہ صورت حالات پر منحصر ہوتا ہے تاہم مندرجہ ذیل نقشہ سے ظاہر ہوگا کہ فرقہ اناث کے ارکین جنس متقابلہ کے ارکین کے برابر حصہ داری کا استحقاق رکھتے ہیں۔ گو حصوں کی مقداروں میں نہایت معقول اور منصفانہ وجوہات سے فرق ضرور ہے +

## نقشہ حصہ داران

| حصہ دار | حصہ معروف |
|---|---|
| ۱۔ باپ | $\frac{1}{6}$ |

۲- ساگا دادا .......... $\frac{1}{6}$
۳- خاوند .......... $\frac{1}{4}$
۴- زوجہ .......... $\frac{1}{8}$
۵- ماں .......... $\frac{1}{6}$
۶- سگی دادی .......... $\frac{1}{6}$
۷- بیٹی .......... $\frac{1}{2}$
۸- پسر زادی (خواہ کسقدر دور کا رشتہ ہو) $\frac{1}{2}$
۹- ہم بطن بھائی .......... $\frac{1}{6}$
۱۰- سگی ہمشیرہ .......... $\frac{1}{2}$
۱۱- ہم پدر ہمشیرہ .......... $\frac{1}{2}$

* عورتوں کے شرعی حقوق کا تذکرہ کرتے ہوئے اسلام کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس نے عورتوں کا عدالتوں میں جانا پسند نہیں کیا ہندوستان میں پردہ نشین مستورات کا حق مسلم ہو چکا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں ہی بذریعہ کمیشن شہادت دے سکیں اسلام اسکو پسند نہیں کرتا کہ عورتیں گواہ بنکے کٹہرے میں کھڑی ہو کر جرح کی آتشباری کا سامنا کریں۔ لہذا یہ مقرر کر دیا ہے کہ اگر کوئی عورت بطور گواہ کے عدالت میں لائی جائے۔ تو اسکی شہادت کی تائید کسی دوسرے کی شہادت سے ضرور ہونی چاہئے +

## کیفیت عمومی

فی الواقع یہ نہایت خوش قسمتی کی بات ہے کہ اسلام نے تمام دیگر مذاہب کی روشنی سے گریز کر کے اس پاک کتاب میں جو اس نے اپنے پیرووں کی ہدایت کیلئے چھوڑی عورتوں کے مسئلہ پر پوری تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے جیسا کہ اس سے پیشتر بتایا جا چکا ہے۔ قرآن مجید میں مردوں اور عورتوں کے نہ صرف مذہبی فرائض پر بالتفصیل بحث کی گئی ہے۔ بلکہ ان کے باہمی معاشرتی تعلقات انکے مخصوص حقوق و مراعات ان کے ورثہ نکاح طلاق اور بچوں کی نگرانی اور پرورش وغیرہ کے متعلق مفصل قوانین بیان کر دئیے ہیں اس سے بھی زیادہ خوش قسمتی کی یہ بات ہے۔ کہ وہ مقدس کتاب ہدایت جو رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئی جن کے اپنے اعمال و افعال اس کے ماتحت ہوتے تھے۔ اور جو آنحضرت نے ہر ایک ملک و قوم اور زمانہ کے مسلمانوں کی ہدایت کیلئے چھوڑی بالکل محفوظ ہے۔ اور لفظ بلفظ بلکہ حرف بحرف وہی ہے جو آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے نکلی۔ اور آنحضرت کے سامنے عرصہ تحریر میں لائی گئی پس اس کے متعلق ذرا بھی شبہ نہیں ہوسکتا۔ کہ آنحضرت صلعم نے عورتوں کو کس حالت میں پایا۔ اور کس رتبہ پر ان کو بلند کرنے کی آنحضرت نے کوشش کی مسئلہ اناث پر بحث کرتے ہوئے ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ موجودہ زمانہ

*۱۲- ہم بطن ہمشیرہ .......... $\frac{1}{6}$

کے مسلمانوں نے اور اُن کے پیش رو ان سابق نے اپنے مذہب کے احکام اور رسول اللہ صلعم کے اُسوہ کی اس قدر اطاعت نہیں کی جس قدر کہ نافرمانی انہوں نے کی ہے۔ اور اس وجہ سے وہ خود بھی ذلیل ہو گئے ہیں۔ اور اپنے ملکوں اور قوم کی بربادی اور مذلت کا بھی باعث ہوئے ہیں جس طرح عیسائی اقوام کی موجودہ فارغ البالی کا راز ان کے اپنے مذہب سے تنفر میں مضمر ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کی تباہ حالی کی وجہ ان کا اپنے مذہب سے تنفر اور رُوگردانی ہے۔ مسلمانوں نے جس قدر زیادہ اپنے مذہب کے احکام کی پابندی کی اسی قدر زیادہ عقلی، سیاسی، تمدنی اور اخلاقی خوشحالی اور ترقی ان کو نصیب ہوئی۔ جب انہوں نے اپنے مذہب کی پابندی سے غفلت کی تو ہر اعتبار سے تنزل اور انحطاط ان میں آگیا۔ اگر ہم کو اسلام کی اصلی تعلیم کا اندازہ کرنا مقصود ہے تو ہمیں اسلام کی غیر محرف اور تصرفات سے پاک کتاب کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور موجودہ زمانہ کے مسخ شدہ متغیر الہیئت مسلمانوں کی طرف نہیں دیکھنا چاہئے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مسلمانوں کا سیاسی انحطاط ان کے مردوں کی نااہلی کی وجہ سے ہوا ہے۔ عورتیں اس کی ذمہ وار نہیں ہیں ہم اس سے جو پیشتر بتا چکے ہیں۔ کہ تمام اسلامی دُنیا کی عورتیں شریف النفس۔ پاکباز فیاض دل۔ مہربان۔ محبت کرنے والی۔ نفقہ۔ وفا شعار۔ راستباز۔ متدین ایثار کرنے والی۔ دوسروں سے بھلائی کرنے کی شائق۔ خوش مزاج اور حسد و دیگر ایسی بدیوں سے پاک ہوتی ہیں زنانہ صفات اور خوبیوں میں وہ کسی سے کم نہیں ہیں حقیقت یہ ہے کہ اسلامی دنیا کا جہاز مسلمان عورتوں کے لنگر کے سہارے ہی کھڑا ہے سیاسی زوال کے بعد قوم میں کل اخلاقی اور تمدنی انحطاط کے پیدا نہ ہونے کی وجہ صرف یہ ہے کہ مسلمان عورتوں میں ابھی وہ خوبیاں موجود ہیں جو رسول اللہ صلعم نے ان کو سکھائی تھیں اپنے مردانہ ساتھی کی روش کے خلاف وہ ابھی تک اپنی شاندار روایات اور بلند پایہ قوانین کو گلے لگائے ہوئے ہے مسلمانوں کا مستقبل صرف اسی بات پر منحصر ہے۔ کہ ان کے بچوں کی مائیں جو ہر ایک قوم کے لئے سرمایۂ ناز و افتخار ہو سکتی ہیں ایسی ہی رہیں لیکن جونہی کہ فرقۂ ذکور کے اثر میں بھی کچھ اصلاح ہوئی اُسی وقت تمام کی تمام قوم متحد۔ دلیر۔ ترقی کرنے والی اور بہادر فوج ہو جائیگی جیسی کہ پہلے تھی بخلاف عیسائی اقوام کے اسلامی تہذیب کی بنیاد مضبوط ہے سلطنتیں مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتی رہیں۔ کیونکہ مسلمان مرد عیش و تن آسانی میں پڑ گئے خانہ جنگیوں میں مصروف ہو گئے۔ قومی اور شجاعانہ جوش ان میں سے جاتا رہا۔ اشاعت اسلام کا رُوح پرور اصول چھوڑ بیٹھے۔ اپنے بیٹوں اور ان سے زیادہ اپنی بیٹیوں کی تعلیم سے لاپرواہ ہو گئے۔ فرقۂ اناث

..پر حکومت کرنے لگے یہانتک کہ ان کے ساتھ درشتی آمیز سلوک بھی کیا جانے لگا۔ اور اس ما دی ترقی و تمدن کو جس کی بنیاد ان کے آبا و اجداد نے قرآن کی تعلیمات سے متاثر ہو کر ڈالی تھی ترک کر دیا۔ تاہم گو مسلمانوں پر زوال آ گیا ہے۔ لیکن اسلام پر نہیں آیا۔ مسلمانوں کے سیاسی تنزل کے باوجود اسلام ترقی کرتا رہا ہے۔ اور کر رہا ہے۔ اسلام کی فتوحا روز افزوں ہیں۔ اسلامی قوانین اور اسلامی تمدنی رواجات تمام دوا ضعان قوانین کی توجہ اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ بحیثیت مذہب کے اسلام کی طرف تمام بالغ نظر اور معقول پسند لوگ متوجہ ہو رہے ہیں۔ وہ یورپین لوگ جو مسلمان عورتوں کے حالات سے بخوبی واقف ہیں اعتراف کرتے ہیں۔ کہ وہ واقعی بہت بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ عالم ہو یا جاہل غریب ہو یا امیر۔ بیٹی ہو یا بیوی۔ اور یا ماں۔ غرضیکہ ہر ایک حیثیت سے وہ پرستش کے قابل ہے۔ جو شخص اسے محبت کی نگاہ سے نہ دیکھے وہ مرد کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ اگر مسلمان مرد عورتوں کی اسقدر تعظیم اور قدر و منزلت نہیں کرتے جیسی کہ انہیں کرنی چاہئے۔ تو یہ خود اُن کی ذلت پر دال ہے۔ لیکن باوجود اسکے وہ اپنی پیشروؤں مثلاً حضرت فاطمہؓ۔ حضرت عائشہؓ۔ حضرت خولہ یا حضرت رابعہ بصری کا محض ایک ناتمام نمونہ ہیں۔ کیونکہ ان کی طرف لاپرواہی برتی گئی ہے۔ رسول اللہ صلعم کا یہ ایک معجزہ تھا۔ کہ آپ نے عرب مردوں کو ایک وحشی قوم سے تہذیب و تمدن کے بلند پایہ معلم بنا دیا۔ لیکن یہ تو کچھ معجزہ سے بھی زیادہ تھا۔ کہ آپنے عورتوں کو جو تمام دنیا میں اور خصوصاً ملک عرب میں قعر ذلت میں گری ہوئی تھیں فاطمہؓ یا عائشہؓ کے سے جلیل القدر رتبہ اور تبحر علمی پر پہنچا دیا +

غیر مسلم عرب عورتوں کی طبیعت کا موازنہ زمانۂ جاہلیت کی عربی تاریخوں سے ہو سکتا ہے جب حضرت حمزہؓ جو آنحضرت صلعم کے چچا تھے۔ ایک لڑائی میں شہید ہو گئے۔ تو ایک عرب عورت ہند نامی اپنے جذبۂ انتقام اور شیطانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے حضرت حمزہؓ کا جگر نکال کر آگ پر بھون کر کھا گئی۔ لیکن آنحضرت صلعم نے ان سب کو فرشتہ سیرت بنا دیا۔ اسلام لانے کے بعد خود ہند کی فطرت میں تغیر پیدا ہو گیا۔ اور اس بھیانک اور مکروہ جرم کے ارتکاب کے باوجود اس کا قصور معاف کر دیا گیا +

(باقی دارد)

# مطالعہ اسلام

## ایمان

امنت باللہ وملٰئکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ والیوم الاٰخر والقدر خیرہٖ وشرہٖ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت۔ ترجمہ۔ میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اسکی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر کہ اچھی اور بُری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور جی اٹھنے پر مرنے کے بعد +

یہ سات اُمور اسلام میں سات شرائط ایمان کے نام سے موسوم ہیں جنمیں سے کسی ایک سے بھی انحراف اسلامی نقطۂ خیال سے ضلالت کا موجب ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ خصوصیت یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ یہ ایسے امور نہیں۔ جن کا اثر صرف اعتقادات تک ہی محدود ہو اور اعمال کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔ بلکہ یہ سات اُمور در اصل ان حقائق اور صداقتوں کا ایک خلاصہ اور نچوڑ ہے جو ایک مسلمان کی زندگی کی رُوح رواں ہوتی ہیں جس سے کہ وہ ان حقائق عالیہ کو عملی جامہ پہنا کر ان سے بہت بڑے بڑے کام لیتا ہے۔ لفظ "امنت" جس کا ترجمہ میں نے اوپر "مَیں ایمان رکھتا ہوں" کیا ہے۔ لفظ "ایمان" سے مشتق ہے جس کے معنے صرف زبانی اعتقاد ہی نہیں بلکہ اُس سے وہ ایمان مُراد ہے جو اعمال سے ظاہر اور ثابت ہو ۔ اسلام کے معنے بلا شُبہ کسی ایک اصُول کو بطور صداقت قبول کرنیکے ہیں لیکن جب وہی صداقت عمل میں آکر ثابت ہوتی ہے تو ایمان کی صُورت اختیار کر لیتی ہے۔ اسلئے یہ سات شرائط ایمان گویا اسبات پر دلالت کرتی ہیں کہ ایک مسلمان کو اپنے روزانہ مشاغل زندگی میں انہی سات باتوں کے زیر اثر اور ان کی حکومت کے جھنڈے کے نیچے کام کرنا چاہئے یا بالفاظ دیگر مسلمان کو گویا ان شرائط ایمان کا مجسم نمونہ بننا چاہئے۔ بیشتر اس کے کہ میں ایک مسلمان کے عقائد وایمانیات کی کوئی تشریح کروں میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ جو اصُول اسمیں بتائے گئے ہیں وہ اسقدر اپنے اندر وسعت رکھتے ہیں کہ انسان کے ہر ایک قول وفعل پر مشتمل ہیں خواہ کوئی شخص مسلم ہو یا نہ۔ خدا پرست ہو یا دہریہ یا اور کوئی مذہب رکھتا ہو اس وقت تک

گروہی نوع انسان میں سے ہے اور ذمہ دارانہ حیثیت سے تعلق رکھتا ہے وہ ان اصولہائے ایمان سے باہر نہیں جاسکتا۔

## نیکی اور بدی کا معیار

صحیفۂ فطرت کی وسیع حکومت کا بنظر غور سے مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت ہم پر منکشف ہوتی ہے۔ کہ بذات خود بدی کوئی چیز نہیں صرف خاص خاص مواقع و حالات کے ماتحت ایک چیز کے ناجائز استعمال کا نام بدی ہے۔ وہی چیز ایک خاص مقدار میں مفید اور قیمتی ہوتی ہے۔ اور وہی ایک دوسری مقدار میں ضرر رساں ثابت ہوتی ہے۔ وہی کام کسی خاص حالات میں راحت و آرام برکت کا موجب ہوتا ہے اور وہی کسی اور حالات میں کام کرنیوالے اور اسکے ساتھیوں کیلئے لعنت اور تکلیف کا موجب ٹھیرتا ہے۔ یہ ایک عالمگیر قانون ہے جس کے شکنجے سے کوئی چیز باہر نہیں۔ بطور مثال افیون کو لو بعض خاص حالات میں اس کا استعمال ایک بیمار کیلئے شفا کا موجب ہوتا ہے لیکن اسی افیون کا اگر بلا ضرورت استعمال کیا جائے تو سوائے ہلاکت کے اور کوئی نتیجہ نہیں۔ یہی حالت تمام کائنات کی ہے جو ہر ایک شکل و صورت اور حالت میں نظر آتی ہے۔ یہ متضاد نتائج ایک ہی چیز کی مختلف شکل و صورتیں ہیں۔ اور یہ بوقلمونی صرف ان کے تناسب ہی کے تفاوت و اختلاف کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ ہائیڈروجن کے دو جز اور آکسیجن کے ایک جز سے پانی کا ایک قطرہ بنتا ہے۔ اسی طرح سے اگر ان دونوں کو کسی اور مقدار میں ملایا جائے تو کوئی اور مادی شکل پیدا ہوجائیگی۔ یہ قانون صرف مادے تک ہی محدود نہیں بلکہ روحانی اور اخلاقی معاملات میں بھی یہی قانون کام کرتا ہے۔ قرآن کریم ہی سب سے پہلی کتاب ہے کہ جس نے کہ اس عالمگیر کے قانون کے کام کرنے کے خواص اور اسرار سے ہمیں آگاہ کیا۔ اسی نے ہم پر یہ ظاہر کیا ہے کہ مادی اشیاء کی ترقی کا انحصار صرف مادے ہی کے مختلف تناسب مقدار پر ہے +

اگر آپ علم موسیقی کے غوامض سے بہرہ ور ہونا چاہتے ہیں۔ تو لازماً آپ کو آواز کے مختلف مدارج زیر و بم سے واقفیت حاصل کرنی ہوگی۔ یہی حال نطق انسانی کا بھی ہے۔ اور اسی طرح ہمارے نیک و بد اعمال بھی ترتیب دیئے گئے ہیں۔ شریعت جو اسلامی اصطلاح میں احکام الٰہیہ کے قائمقام ہے۔ ان چند ایک اخلاقی قوانین کا نام ہے۔ جو انہی نیک و بد اعمال کی حدود و

قواعد کو بیان کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم اپنے تمام اوامر ونواہی کو (حدود اللہ یعنے الٰہی حدود کے نام سے نامزد کرتا ہے +

## اعتقادات وایمانیات

اسلامی تعلیمات کے بموجب وہ ہستی جو ہر ایک چیز کی نیکی اور بدی کی حدود اور معیار مقرر کرتی ہے ذات باری ہے اللہ تعالیٰ جو سب سے بڑا خالق ہے۔ اور ہر ایک پیدا کی ہوئی چیز کے حقیقی اور انتہائی مدعا سے کما حقہٗ واقف ہے۔ اور تمام قوانین کا سرچشمہ ہے۔ اور یہ اسی کیلئے موزوں بھی ہے تمام قوانین کا منبع ہونے کی وجہ سے وہ اپنے بعض خدام کے ذریعہ جن کو اسلامی اصطلاح میں ملائکہ کہتے ہیں۔ لوگوں کے اعمال پر نتائج مترتب کرتا ہے۔ اس لحاظ سے گویا ایمان ملائکہ ایمان باللہ ہی کا نتیجہ اور اثر ہے عملی طور پر اگر یہ صحیح ہے کہ خداوند تعالیٰ تمام قوانین کا سرچشمہ ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ ملائکہ اس کے قوانین کے نافذ کرنے والے ہیں۔ اور انہی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنی منشا کو اپنی مخلوق پر ظاہر کرتا ہے اسلامی نقطۂ خیال سے جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی نسل انسانی کی ہدایت ہر زمانہ میں الہام الٰہیہ سے متمتع ہوتی رہی ہے۔ اس کا یہ فیض کسی خاص قوم یا وقت تک ہی محدود نہیں ہے وہ صحیفے جن میں یہ قوانین منضبط ہیں کتب الٰہی کے نام سے موسوم ہیں مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد اسکی کتب کی بھی کامل پیروی اختیار کرے۔ وہ شخص جس کے ذمے کتاب الٰہی کو دنیا میں پہنچانا ہوتا ہے اور جسے اصطلاح اسلام میں نبی اور رسول کہتے ہیں اس کے متعلق ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کام کیلئے اپنی مخلوق میں سے سب سے بہتر اور پسندیدہ آدمی کو اس منصب پر کھڑا کرتا ہے۔ اور ملائکہ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے احکام ان تک پہنچتے ہیں۔ رسول پہلے خود ان احکام الٰہی کی پیروی کرتا ہے۔ اور اپنے وجود اور تجربہ سے ان کی صداقت کو ثابت کرتا ہے اسلئے اسکی زندگی گویا ان تمام احکام الٰہی کی تفصیل ہوتی ہے وہ ان احکام کی ایک کتاب کی شکل میں ان لوگوں کے حوالے کر دیتا ہے جنمیں وہ زندگی بسر کرتا ہے لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اس کتاب اللہ کا ملنا نسل انسانی میں کسی خاص قوم یا نسب اور زمانے کیلئے ہی نہیں۔ بلکہ جب کبھی مروجہ احکام اور شرائع میں دستبرد زمانہ سے آمیزش اور تحریف ہو جاتی ہے۔ یا ان کا مفہوم بالکل بگڑ جاتا ہے۔ یا انکی تعلیمات دلوں سے محو ہو جاتی ہیں یا منشاء الٰہی

کے خلاف اسمیں کچھ آمیزش کر دیجاتی ہے تو جدید تعلیم کی ضرورت محسوس ہوتی ہے ۔ یہ جدید تعلیم دراصل کوئی پرانی تعلیم کے خلاف نہیں ہوتی ۔ بلکہ اسی پرانی تعلیم کو ہی زمانے کے متغیر حالات کے مطابق نیا لباس پہنا دیا جاتا ہے ۔ اس سے گویا اللہ تعالےٰ ملائکہ اور کتب پر ایمان لانے کے بعد بیشمار پیغمبروں پر بھی ایمان لانا پڑتا ہے ۔ اور ان سب کی عزت و عظمت کے ہم دل سے قائل ہیں اسطرح ان چار شرائط ایمان کو مان لینے سے عالم آخرت* کی حقیقت کو بھی مان لینا پڑتا ہے انہی حقائق ہی کی وجہ سے ہمارے افعال نیک یا بد افعال قرار پاتے ہیں یہ یاد رکھنا چاہئے ۔ کہ ہمارے تمام موجودہ افعال اس اعتقاد و یقین کا نتیجہ ہیں جو ان کے آئندہ نتائج کے متعلق ہم نے قائم کر رکھا ہے اگر صرف اس دنیا سے ہی ان افعال کا تعلق ہو ۔ اور عالم آخرت میں ان کے نتائج کا کوئی خوف ہمارے دل میں نہ ہو ۔ تو اس صورت میں نہ تو کوئی چیز ہمیں بدی سے روک سکتی ہے اور نہ ہی نیکی کیلئے کوئی ترغیب و تحریص ہوتی ہے نیک یا بد اعمال کی تمیز اُن کے بھلے یا بُرے نتائج سے ہی سمجھ آ سکتی ہے ۔ اس طرح سے مستقبل گویا ہمارے موجودہ حالات پر حکمران ہے یوم آخرت پر ایمان کے بغیر کسی کام کے کرنے کی ترغیب یا رکاوٹ مجھے نہیں ہو سکتی جبتک کہ میں دوسروں سے اپنے اعمال کے نتائج کو چھپا سکتا ہوں لیکن جونہی کہ میں یوم آخر پر اچھی طرح سے ایمان لے آتا ہوں ۔ یہ مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ میرے موجودہ افعال کا میرے مستقبل پر یقیناً اثر پڑیگا ۔ تو پھر آخر کی وہ امید یا خوف ہی ہے جو میرے مشاغل زندگی کو اعتدال میں لا سکتا ہے مستقبل خواہ میری آیندہ زندگی کے تھوڑے ہی عرصہ پر اثر ڈالنے والا ہو یا سارا ہی اُس کے زیر اثر ہو صرف اس کا واجبی خیال ہی مجھ کو نیک و مفید کام کرنے کی تحریص دلانے کیلئے کافی ہے علاوہ ازیں تمدن انسانی میں کوئی بھی قاعدہ قابل عزت و انقیاد نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہر شخص کو ان نتائج کا جو اسکی عدم نگہداشت سے ظہور پذیر ہوں نجات

---

* قرآن کریم کی مندرجہ آیات کو اُوپر کی عبارت کے ساتھ مہربانی فرماکر پڑھیں جو پہلے بیان کی تصدیق کرتی ہیں :۔

قولوا امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمعیل واسحق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسی وعیسی وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون ترجمہ ۔ کہو ہم ایمان لائے خدا پر اور اس چیز پر جو ہم پر نازل ہوئی ۔ اور ایسا ہی جو ابراہیم ۔ اسمعیل ۔ اسحاق اور اُن کی اولاد پر نازل ہوئی ۔ اور ایسا ہی ہم انکو بھی مانتے ہیں جو موسےٰ عیسےٰ اور دنیا کے تمام نبیوں کو دیا گیا ۔ ہم ان سب انبیاء کو قبول کرتے ہیں ۔ اور ان میں کوئی فرق اور تمیز نہیں کرتے ۔ اور ہم اس ( ایک خدا ) کو مانتے ہیں +

دفتر دارینہ ٹھیرایا جانے یعنی مکافات عمل پر ہمارا ایمان لانا جس سے قوانین پر عمل اور انکی عدم تکمیل کی سزا واقع ہوتی ہے۔ یہ وہ پہیے ہیں جن پر انسانی سوسائٹی کی گاڑی چکر لگاتی ہے۔ الغرض ایک مسلمان کا یوم آخر پر ایمان مت کرہ بالا چار شرائط ایمان کا ایک لازمی نتیجہ ہے سرچشمہ قوانین یعنی اللہ تعالیٰ قوانین کے نافذ کرنیوالے یعنی ملائکہ کتب قوانین یعنی کتاب اللہ یا شریعت اور انبیاء جن کے پاس دوسروں کی ہدایت کے لئے قوانین آتے ہیں یہ کیا ہیں اس یوم آخر پر ایمان پیدا کرنیوالے ہیں۔ دوسرا سوال اُن قوانین کی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نافذ ہوئے ہیں محبت کے متعلق پیدا ہوتا ہے جیسا کہ میں اُوپر بتا چکا ہوں خاص خاص اشیاء یا خیالات کے نیک یا بد مفید یا مضر مفید یا محض اندازے ہی ہیں۔ وہ قانون ان اندازوں کو مقرر کرتا ہے بہت ہی سخت اور ناقابل ترمیم ہے۔ کیونکہ انسان سے ایک بالاتر ہستی نے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مقرر کیا ہے +

اِن ربّانی قوانین اور شرائع کا یہ لازمی خاصہ انہیں اس قابل بنا دیتا ہے۔ کہ انکی اطاعت میں سرمو تفاوت نہ ہو۔ کیونکہ ایسے ٹھیک تناسب سے ترتیب دیئے گئے ہیں کہ ان سے بڑھ کر درست طور پر اور کوئی قانون وضع نہیں ہو سکتا۔ ان قوانین کی صحت پختگی اور سختگی پر جس قدر بھی ہمارا ایمان زیادہ قوی ہوگا۔ اسیقدر زیادہ صدق اور وسیع پیمانہ پر ہم ان پر عمل کرنے کے قابل ہونگے میرا اسبات پر حق الیقین کہ سنکھیا کی ایک خاص مقدار کے استعمال سے انسان کی جان تلف ہو جاتی ہے۔ مجھے اسکے ناجائز استعمال سے روکنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ اسلئے ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ پر جو ان تمام قوانین کا سرچشمہ۔ اور علت العلل ہے۔ جو اشیاء کو مفید یا ضرررساں جیسی کچھ بھی حالت ہو بنانے اور تیار کرنے والا ہے ایمان لانا ضروری ہے۔ مذہب کے آنے کی حقیقت یہی ہے۔ کہ وہ انسان کو اسکی حرکات و سکنات اور اشیائے متعلقہ میں نیکی اور بدی کی مقدار اور تناسب کا پتہ دے۔ نادانوں نے اسی حقیقت نفس الامری کو تقدیر کے نام نہاد خیال کا موجب حقیقی قرار دیدیا۔ اور اپنے اس من گھڑت خیال کو اسلام کیطرف منسوب کرنا شروع کیا۔ حالانکہ اس تقدیر کے مسئلہ کو اگر صحیح نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے۔ تو اسمیں ترقی کا ہر ایک عنصر موجود ہے۔ اس لئے اس مسئلۂ تقدیر پر ایمان لانا ایک مسلمان کی شرائط ایمان میں سے ساتویں شرط ہے۔ ہم مسلمان جیسا کہ اُوپر بیان کیا جا چکا ہے یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور یہ بھی ہمارا ایمان ہے کہ ہم اپنے ہر ایک قول و فعل کے انکی نیکی اور بدی کے مطابق

ذمہ دار ٹھیرائے جائیں گے۔ اس واسطے بھی اس مہتم بالشان قانون پر ایمان لانا بہت ہی ضروری و لابد ہے۔ کہ ہم میں حس اخلاقی ذمہ داری اور باضابطگی کی رُوح پیدا ہو۔ اگر ہمیں یقین ہو تا کہ ہمارے اعمال کے نتائج کا دائرہ اس زندگی تک ہی محدود ہے اور اس کے بعد کوئی اور نتائج ملنے والے نہیں تو اس صورت میں جہاں تک ہم اپنے اثر۔ طاقت اور دیگر ذرائع سے جرائم کی سزاؤں سے بچ سکتے۔ اور سوسائٹی کے دباؤ سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اس حد تک کوئی بھی چیز ہمیں بدراہوں پر گامزن ہونے سے روک نہیں سکتی لیکن اگر ہمارا یہ ایمان ہو۔ کہ ہمارا ہر ایک قول و فعل کا اثر قائم و برقرار رہتا ہے۔ اور اگر ہم مر بھی جائیں تو بھی ہم ایک اعلےٰ ہستی کے حضور پیش ہونگے جس کو اعمال و اقوال کی جزا و سزا دینے کی پوری قدرت حاصل ہے۔ اور کہ نیکی و بدی کوئی بھی ضائع نہیں ہوگی۔ تو پھر اُس وسیع النظری کی جو اس خیال کے موجودہ اور آئندہ اثرات و نظام کے ساتھ وابستہ ہے بخوبی سمجھ آسکتی ہے۔ یہ ایمان کی ساتویں اور آخری شرط ہے جو مذہب اسلام کی شاندار عمارت کی بنیاد ہے۔ آؤ ہم ان ساتوں شرائط کو اکٹھا ایک ہی مرتبہ دُہرائیں +

"امنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخرۃ والقدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت"۔ میں ایمان لایا اللہ پر جو تمام قوانین کا سرچشمہ ہے۔ ملائکہ پر جو اس کے احکام اور رضا کی راہوں کو اس کے رسولوں تک پہنچانے کیلئے وسائط کا کام دیتے ہیں۔ میں کُتب پر ایمان لایا جنمیں اُن کی شرائع و قوانین منضبط ہیں۔ ان رسولوں پر جن پر ان شرائع کا نزول ہوتا ہے۔ اور یوم آخرت پر۔ اور اس پر بھی کہ نیکی و بدی کے تمام اندازے اسی کے بنائے ہوئے ہیں۔ اور بعد الموت اُٹھائے جانے پر بھی میرا ایمان ہے۔ جبکہ مجھے اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہوگی +

## آپ بھی مُسلم ہیں

اب اگر آپ کسی ایسے مذہب کو ماننے والے ہیں۔ جو خداوند کو حی و قیوم سمجھتا۔ اور اسکی تمام کتابوں اور رسُولوں کو جو ہماری ہدایت کے لئے آتے رہے ہیں ماننے کی تعلیم دیتا ہے اور

بتاتا ہے کہ اس موجودہ فانی زندگی کو طے کرنے کے بعد بھی ہماری ہستی مٹ جانے والی نہیں بلکہ نیک اور عالم میں ہم نے اپنے موجودہ حالات کے نتائج کو حاصل کرنا ہے تو آپ مجھے بتائیں کہ آپ کا یہ پہلو اسلام کے مطابق کیوں نہیں کہا جا سکتا۔ آپ کو اس بات کا کیا حق ہے۔ کہ اپنی ہی قوم کے رسُولوں کو من جانب اللہ تسلیم کریں۔ اور دوسری قوموں کے رسولوں کا انکار کریں! آپ یا آپکے آبا و اجداد کا اللہ تعالے سے کوئی خاص رشتہ نہیں! اللہ تعالے نے سب کا ایک ہی جیسا خدا ہے۔ اس کا تعلق سب کے ساتھ یکساں ہی ہے۔ اگر اس نے تمہارے لئے ایک رہبر دنیا میں بھیجا تو کیا وجہ ہے۔ کہ ایک دوسرا رہبر دوسری ہدایت کیلئے بھی مبعوث نہ فرمائے۔ اس کے علاوہ جب سابقہ کتب دستبرد و آمیزش زمانہ سے اپنی اصلی حالت میں نہ رہ سکیں! اور یہ حقیقت ہے جسکو تمام سابقہ کتب سماوی کے متعلق تسلیم کیا جا چکا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری اور عظیم الشان پیغام ہماری ہدایت کیلئے دُنیا میں بھیجا یعنے قرآن کریم اس نے اپنا آخری عظیم الشان نبی ہمارے لئے بھیجا جس کا اسم مبارک اطہر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ وہ شخص جو خداوند تعالے کے مُرسلوں پر ایمان رکھتا ہے۔ قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کو ماننے بغیر اسے چارہ نہیں ہے اور وہ پیام اس کے اپنے اقوال و اعمال میں تم تک پہنچا ؎

اگر کوئی پیغمبر جس پر آپ کا ایمان ہے کوئی پیغام دُنیا میں لایا۔ جسے وہ اقوال و اعمال کی صُورت میں اپنے بعد باقی چھوڑ گیا لیکن آج آپکے پاس ان کے ان پاکیزہ اقوال و اعمال کا کوئی مُستند مجموعہ نہیں۔ تو کیا یہ ممکن ہے۔ کہ اللہ تعالے نے آپ کو ہدایت کے بغیر تاریکی ہی میں ٹامک ٹوئیں مارنے کیلئے چھوڑ دے۔ اگر ایکدفعہ اس نے تمہارے لئے اپنا ہدیت نامہ بھیجا۔ تو ضروری ہے۔ کہ دوسری مرتبہ بھی نور و ہدایت وہ نازل فرمائے سوائے حضرت محمد اور قرآن کریم کے کسی بھی کے اقوال کا کوئی مُستند مجموعہ ہمارے پاس نہیں۔ اسلئے آپ چاہیں تو انہیں مانیں ورنہ از رُوئے علم و عقل آپ اپنے مذہب پر بھی قائم نہیں رہ سکتے۔ ایک اور سوال میں ان لوگوں سے کرنا چاہتا ہوں۔ جو کسی بھی مذہب سے لگاؤ نہیں رکھتے۔ کیا وہ ان ہدایات شرائط کے قبُول کرنے سے عاری ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ کسی سوسائٹی کے ممبر ہیں۔ تو سوسائٹی کے قوانین سے کسی صورت میں بھی وہ منکر نہیں ہو سکتے۔ خواہ جناب موسیٰ مجھے اپنے احکام کے ذریعہ

وہ چوری کریں یا دوسروں کا مال چرائیں اور اس پر قبضہ کر لینے سے منع کریں۔ یا ہم اپنے ہمسایہ سے یہ سمجھوتہ کریں۔ بہر حال یہ ضروری ہیں اور لازمی ہیں۔ اور ان کے بغیر سوسائٹی کا وجود قائم نہیں رہ سکتا کسی نہ کسی طریق سے وہ قانون کی ضرور پیروی کرنی ہوگی یہی قانون ایک منشا رکھتا ہے جس کو آپ بادشاہ کے نام سے نامزد کرنا پسند کریں گے پھر ان کے نفاذ کیلئے بھی بعض ہستیاں مقرر ہیں جس کو ہم پولیس اور جج کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی طرح مذہبی طور پر یہ کام کرنے والوں کو ہم ملائکہ کہتے ہیں۔ آپ کے پاس بھی ایک ضابطہ قوانین موجود ہے ایسے ضوابط مذہب میں بھی موجود ہیں جنہیں ہم قرآن کہتے ہیں۔ یا دیگر کتب مقدسہ بادشاہ یا حاکم وقت کی منشا سب سے پہلے صرف بڑے بڑے ارکان سلطنت پر ہی ظاہر کیجاتی ہے جنہیں آپ کی اصطلاح میں وزرائے سلطنت کے نام سے پکارا جا سکتا ہے۔ مذہبی اصطلاح میں انہی لوگوں کو اللہ تعالےٰ کے رسل اور نبی کہا جاتا ہے۔ قانون کی پیروی یا اسکی خلاف ورزی پر جزا و سزا کا بھی ملنا ضروری ہے۔ ورنہ اسکی کوئی حقیقت و اہمیت نہیں ہو سکتی اور شریعت بالکل بیسود ہو جائیگی جزا و سزا کا خوف حساب کا متقاضی ہے کہ ہم یوم آخر اور بعث بعد الموت پر ایمان لائیں جو ہمارے ایمانیات کی پانچویں اور ساتویں شرط ہے۔ رہا قانون کی کیفیت کا سوال تو شریعت صرف ہمارے اعمال پر بعض خاص حد بندیاں قائم کر دیتی ہے۔ اور بعض باتوں کی وہ اجازت دیتی ہے اور بعض سے منع کر دیتی ہے۔ اول الذکر پر عامل ہونے کا نام نیکی ہے۔ اور موخر الذکر کا نام بدی۔ یہ اندازے اور حد بندیاں بادشاہ کی طرف سے ہی قائم ہوتی ہیں۔ گویا اسلامی عقیدہ کی چھٹی شرط بالقدر خیرہ وشرہ میں اللہ تعالیٰ نیکی و بدی کے اندازے مقرر کرتا ہے۔ آپ بیشک مذہب کو نہ مانیں۔ لیکن اگر آپ انسانی سوسائٹی میں بود و باش رکھنا چاہتے ہیں۔ تو طوعاً و کرہاً آپکو ان سات شرائط ایمان کو ماننا پڑیگا۔ اور اسطرح سے مذہب اسلام کی سات شرائط ایمان سوسائٹی کی ہر ایک شکل میں تربیت انسانی کے بنیادی اصولوں پر مبنی ثابت ہوتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ اور اسکی شریعت پر ایمان لاؤ۔ اور تم مسلمان ہو یہی اصلی اور سچا مذہب ہے۔ اسکے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ تعصب کہانی ہے اور مشرکانہ خیالات کا نتیجہ +

## مذہبی شرائع اور اُن کی پابندی

لفظ "قانون" بعض قلوب میں کچھ غلط فہمی پیدا کر دیتا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ دنیوی معاملات میں تو قوانین

کی پابندی و پیروی ہو سکتی ہے لیکن رُوحانیات میں اس قسم کی پیروی مشکل ہے۔ اور قواعد زندگی کی دیگر ہر ایک حرکات و سکنات میں تو وہ پابندی کو ملحوظ رکھتے ہیں لیکن مذہبی معاملہ میں شریعت کو لعنت قرار دیتے ہیں۔ لیکن درحقیقت مذہب کے متعلق وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں اگر مذہب ہمیں بعد الموت کسی قسم کی خوشی میسر آنے کی بشارت دیتا ہے۔ تو کیا بشارت کسی ایسی خوشی پر مشتمل ہے۔ جو قواعد و حدود کی پابندی سے باہر ہے۔ کیا ہم اس دن کے منتظر ہیں۔ جب تمام قسم کی رکاوٹیں ہماری خواہشات پر سے اٹھائی جائینگی۔ اور ہمیں اُن کو پورا کرنے کا ایک عمدہ موقع مل جائیگا۔ ایک اوباش بھی اپنی بے اعتدالیوں سے بالآخر تھک جاتا ہے۔ بے اعتدالی کے معنے حد سے گذر جانے کے ہیں۔ خوشی و تکلیف کے عناصر ایک ہی ہیں۔ گو اُن کی مقدار و انداز میں تفاوت ضرور ہے۔ خوشی کے معنے حدود و قواعد کے اندر رہکر مسرت حاصل کرنا ہے علاوہ ازیں لفظ شریعت مذہبی اصطلاح میں تنگ خیالی اور ملاپن کے خیالات کا مظہر نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ وہ صرف ہماری تربیت اور ہمارے قوے کو ٹھیک استعمال میں لانے کیلئے بعض حدود قائم کر دینے کا نام ہے۔ اگر رُوحانیت جو بعد الموت ہمارا توشہ ہو سکتا ہے اخلاق ہی پر مشتمل ہے۔ تو مؤخر الذکر یعنی اخلاق ہی بہت حد تک ہمارے فطرتی جذبات اور محرکات کو مناسب حدود کے اندر قائم رکھتے ہیں۔ جذبات اور اخلاق کے اس توازن ہی کا نام اصطلاح مذہب میں شریعت اور قانون ہے۔ اسلام اپنے لغوی معنوں کے لحاظ سے اور ان معنوں میں جو کہ اسلام کی مقدس کتاب قرآن کریم نے اسکے لئے تجویز کئے ہیں شریعت اور قانون کی کامل اطاعت کا نام ہے۔ اور اگر صحیفۂ فطرت کو اس کے تمام مسلمہ آمد اور نتائج سمیت اس حکیم و علیم خدا یا بالفاظ دیگر اس محدود اور غیر فانی سرچشمہ کی جہاں سے بقول ہربٹ سپنسر قدرت کی تمام نہریں پھوٹتی ہیں صحیح طور پر مظہر سمجھتے ہوئے کسی مذہب کے اختیار کرنے یا اپنے لئے کوئی ضابطہ بنانے میں اپنا رہنما تسلیم کیا جاسکے۔ تو قلب انسانی کو اسلام کے سوائے اور کسی دوسرے مذہب کے اختیار کرنے کی ہدایت نہ کریگا یا بالفاظ دیگر وہی قانون کی پیروی ہی اس کا منشائے اصلی ہے۔ ایک سطحی نظر سے دیکھنے والا بھی یہ دیکھے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔ کہ صحیفہ قدرت کا ایک ایک ذرہ بعض لاتبدیل مقررہ قوانین کی بلا چون و چرا پیروی اور اطاعت میں مصروف ہے۔ یہانتک کہ قدرت کے مختلف اجزا کی ہستی جو

صرف تمام عالم کی منفعت بخش کاروبار اور ہم آہنگی منحصر ہے۔ قوانین مقررہ کی کامل پیروی ہی کا نتیجہ ہے ایک حقیر سے حقیر ذرہ کے اپنے مقررہ قوانین سے ایک لمحہ کیلئے انحراف کو ذرا اپنے ذہن میں لاؤ۔ پھر دیکھو کہ اس کا نتیجہ سوائے دنیا کی تباہی کے اور کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ سورج۔ چاند ستاروں۔ دن رات۔ موسم۔ درخت اور سمندر وغیرہ کو دیکھو سب کے لئے کوئی نہ کوئی طریق اور قاعدہ مقرر ہے جس کی وہ کامل پیروی اور اطاعت کرتے ہیں۔ اور دنیا کی تمام تاریخ میں کوئی بھی ایسا دن نہیں آیا کہ ان کی طرف سے ذرا بھی خلاف ورزی واقع ہوئی ہو۔ یہی اسلام کے لغوی معنے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی کتاب یعنی قرآن کریم جو انہی بیان کردہ صداقتوں کے ثبوت میں ہمیشہ بار بار صحیفۂ قدرت یعنی خدا تعالےٰ کے افعال کو اس کے اقوال کے ساتھ بطور شہادت پیش کرتی ہے۔ یہ سپارہ میں اسلام کی صداقت کے ثبوت میں انہی مظاہر قدرت کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ پیش کرتی ہے جن کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں۔ اور اس طرح سے اسلام یعنے قانون الٰہی کی کامل اطاعت کی ضرورت کو ہم پر واضح کرتی اور اسکی مخالفت سے ہمیں روکتی ہے۔ چنانچہ صاف الفاظ میں اس نے فرمایا ہے کہ

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً وکرھاً والیہ یرجعون ... والشمس تجری لمستقر لھا ذلک تقدیر العزیز العلیم ۝ والقمر قدرنہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم ۝ لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا الیل سابق النہار ط وکل فی فلک یسبحون .... ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخسرین۔ ترجمہ۔ دین (حق) تو خدا کے نزدیک یہی اسلام ہے .... کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا (کسی اور دین) کی تلاش میں ہیں جو (فرشتے) آسمانوں (میں ہیں) اور (جو لوگ) زمین میں ہیں چار و نا چار اسی کے حکمبردار ہیں۔ اور اسکی طرف سبکو لوٹ کر جانا ہے .... اور آفتاب (بھی کہ) اپنے ایک ٹھکانے کی طرف کو چلا جا رہا ہے۔ یہ اندازہ خدا کا باندھا ہوا ہے جو زبردست اور (ہر چیز سے) آگاہ ہے۔ اور چاند (بھی کہ) اس کیلئے ہم نے منزلیں ٹھیرا دیں یہانتک کہ (آخر ماہ گھٹتے گھٹتے) پھر ایسا ٹیڑھا اور پتلا رہجاتا ہے جیسے (کھجور کی) پرانی ٹہنی۔ نہ تو آفتاب ہی سے بن پڑتا ہے کہ چاند کو جالے۔ اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے۔ اور کیا چاند اور کیا سورج سب (اپنے اپنے)

مدار (یعنی گھبیرے) ہیں (پڑے) تیر بہے ہیں .... اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے۔ تو خدا کے ہاں اس کا وہ دین مقبول نہیں۔ اور وہ آخرت میں زیاں کاروں میں ہوگا +

## جناب مسیح ایک مسلم کی حیثیت میں

فطرتاً ہم قانون کی پیروی کرنے کے قابل ہیں۔ اور یہی اسلام کا بنیادی اصول ہے۔ جو اپنے موجودہ عیسائیت سے بالکل علیحدہ کر دیتا ہے کیونکہ مسیح نے کبھی بھی ایسے خیالات کی تعلیم نہیں دی جو آج ان کے کلیسیا کی طرف سے جو پولوس کے زیر ہدایت شریعت کو لعنت قرار دیتا ہے سکھائے جاتے ہیں۔ جناب مسیح سچے مسلمان تھے۔ اور انہوں نے نہایت صاف اور سادے الفاظ میں اپنے حواریوں کو اصل اسلام کی تعلیم دی۔ چنانچہ فرمایا :-

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں" +

"کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلیگا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے"۔

پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑیگا۔ اور یہی آدمیوں کو سکھائیگا وہ آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائیگا۔ لیکن جو ان پر عمل کریگا۔ اور ان کی تعلیم دیگا وہ آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائیگا" + (بہاڑی وعظ متی باب ۵ آیت ۱۷ تا ۲۰)

یہ امر کہ قانون کے بغیر ہم نہیں رہ سکتے ایک حقیقت نفس الامری ہے شریعت اور قانون کے بغیر زندگی بسر کرنا کسی بھی شعبہ زندگی میں خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی قابل رشک نہیں سمجھا جائیگا۔ اسلامی نقطۂ خیال سے بقائے انسانیت کے پیدا شدہ اشیاء کے استعمال کی خاص حدود کو بیان کرنے اور اسکو لگا رکھنے کا نام ہی قانون اور شریعت ہے +

## ذات باری اور یوم آخرت پر ایمان

کوئی انسانی قانون اللہ تعالےٰ پر ایمان لائے بغیر اپنی حقیقی نتیجہ کو حاصل نہیں کر سکتا۔ کیا قلب انسانی تمام انسانی افعال کا سرچشمہ نہیں؟ کیا وہ تمام ارادے جو کہ ہمارے سینوں میں مخفی ہیں ہمارے افعال کے ذمہ وار نہیں۔ کیا اعمال کی تہذیب۔ بانضابطگی دل کی باقاعدگی پر منحصر نہیں۔ نیک اعمالی

اسمیں کوئی شک نہیں کہ دل کی نیکی اور صفات باطنی ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اور بُرے خیالات سے بُرے ہی اعمال سرزد ہوتے ہیں۔ پولیس کے کارندے خواہ کتنی ہی دقیق نظر سے تمہارے افعال کی وجہ سے تمہارے مخفی ارادوں کو پڑھ لیں لیکن کیا وہ تمہارے دل کے اندر بھی داخل ہو سکتے۔ اور تمہاری دلی کیفیات کی نگہبانی کر سکتے ہیں بالکل نہیں۔ تو پھر تمہیں ایک ایسی ہستی کی ضرورت ہے جو تمہاری اِن نیات اور ارادوں کو بھی دیکھ لے۔ جو تمہارے سینوں کے اندر مخفی ہیں تمہیں بقول قرآن کریم ایک ایسے علیم بذات الصدور کی ضرورت ہے جو تمہارے سینوں کی باتوں سے آگاہ ہو۔ تاکہ تمہارے دل کو اعمال حسنہ کا صاف و شفاف سرچشمہ بنا دے۔ اس حقیقت کو عیاں کرنے کا ایک اور پہلو بھی ہے افشائے راز سے پہلوتہی کرنا کیا بہت حد تک جرم کو جاری رکھنے کا موجب نہیں کیا جرائم پیشہ لوگ افعال قبیحہ کیلئے اکثر پولیس کی نگرانی کے اُٹھتے اور تنہائی میسر آنے کے متلاشی نہیں ہوتے کیا آپ کسی کے اعمال کی ہر وقت پوری پوری نگرانی کر سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ یہ صرف اس حاکم اعلےٰ ہی کا خاصہ ہے۔ جو صفت حاضر و ناظر سے متصف ہے۔ آپ کے ایسا ہی اگر جرم کا انسداد بہت حد تک مجرموں کی سزا دہی پر منحصر ہے۔ تو کیا سینکڑوں اور ہزاروں مجرم ایسے نہیں جو سزا سے قطعاً بچے ہوئے ہیں۔ کیا آپ ان تمام کو قانون کے شکنجہ میں جکڑ سکتے ہیں۔ آپ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے

. . . . . . . . ایسا ہی ان لوگوں کو آپ کیونکر سزا دینگے جو جرم کرنے کے بعد فوراً اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ اسلئے اگر سزا واقعی جرم کو روکنے والی چیز ہے تو آپ کا قانون بالکل ناقص رہجائیگا۔ جب تک کہ ان لوگوں کی بھی سزا دہی کا بندوبست نہ کریں۔ جو اس دنیا میں اپنے گناہوں کی سزا نہیں پا سکتے۔ اسلئے سوسائٹی کے نظم و نسق اور قوانین کو مکمل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ آپ پر ایک ایسا حاکم ہو جو دیگر اوصاف کے علاوہ حاضر و ناظر اور عالم الغیب کی صفت سے بھی متصف ہو۔ اور دل کے بعض ارادوں اور رازہائے سربستہ کو جاننے کی بھی طاقت رکھتا ہو۔ ایسا ہی سزا کو موثر اور گناہوں کے انسداد کا موجب بنانے کیلئے بعد الموت ان جرائم کی سزا ملنا ضروری ہے۔ جن کے نتائج یہاں تمہیں نہیں ملے اسلام صرف اسلئے نہیں آیا کہ تمہیں چند ایک شرعی قوانین بتا دے۔ جن کے سکھائے جانے سے پہلے ان کے بغیر دنیا کوئی خسارہ میں نہیں تھی۔ اور نہ ہی اسلام تمہیں کوئی خاص رسومات کے شکنجہ میں جکڑتا ہے۔ اسلام تمہاری

روزمرہ اخلاقی تربیت اور تمہیں ایک بہترین شہری بنانے کیلئے زندگی کا ایک مکمل ضابطہ ہے۔ تمہاری رہنمائی کیلئے چند ایک اصول تمہیں بتاتا ہے۔ اور انہیں عملی جامہ پہنانے کیلئے بعض خاص فرائض تم پر رکھ دیتا ہے کلیسیا کی طرح یہ موجودہ زندگی کی آیندہ حالت کیلئے پروا نہ کرنے کی تلقین نہیں کرتا بلکہ موجودہ اعمال زندگی کو آیندہ زندگی کی خوشی و مصیبت کی اصل بنیاد قرار دیتا ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد من کان فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ۔ جو شخص اس جہان میں اندھا ہے وہ آیندہ کی زندگی میں بھی اندھا ہی رہیگا۔ تمہیں اپنے اعمال و افعال کو راستبازوں کے اعمال افعال کی طرح بنانے کی تلقین کرتا ہے +

---

# بشارتِ صلح و امن

ترجمہ خطبہ جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے مسجد ووکنگ (انگلستان) میں بموقعہ عید الفطر بتاریخ ۲ اگست ۱۹۱۹ء کو پڑھا +

اُس خدا سے جو تمام قوموں کا مالک ہے دُعا ہے کہ وہ اس خوفناک لڑائی کا خاتمہ کرے۔ اور اسکی بجائے ایک عالمگیر اور ابدی امن قائم کرے لیکن ایسا امن نہیں جو کہ آج سے پہلے تھا جبکہ تمام قومیں جنگ کیلئے تیار رہتی تھیں۔ اور نہ ایسی ہنگامی صلح جو بیرحم سائنس کے دیوکو اِس قابل بنا دے کہ وہ اپنی طاقت پھر جمع کرے خلوق خدا کو تباہ اور دُنیا کو ویران کر دے۔ خدا کرے کہ وہ امن اس طرح کا ہو کہ جس سے اُن تمام رذیل اور خود غرضانہ اصول زندگی کا قلع قمع ہو جائے۔ جن کی وجہ سے کبھی کبھی زمانہ ماضی میں کشت و خون ہوتے رہے ہیں۔ مخلوق کے حافظ حقیقی اور رزاق سے دُعا ہے کہ وہ اسکے نئے اعلیٰ ارفع اصول پر امن و آشتی قائم کرے۔ تاکہ ہر فرد بشر اپنے آپ کو پیدائشی آزاد خیال کرے۔ اور ہر ملک کہ وہ اپنا جنم بھوم سمجھ سکے۔ میری مراد صلح و آشتی سے اس جسمانی۔ دماغی اور روحانی آسائش و آرام کا قائم ہونا ہے۔ جو خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے مذاہب کے ذریعہ اس کرہ ارض پر وقتاً فوقتاً دیکھا گیا ہے۔ یعنی وہ امن جو خدائی سلطنت کے ہم معنے اور مترادف ہے۔ اور جس کا ظہور ہم حضرت موسیٰ عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے زمانہ سے ہو رہا ہے۔ اور جس کا آخری جلوہ ہمارے

پاک رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری زمانہ میں دیکھا گیا جبکہ تمام قسم کی ذاتی اغراض کالعدم ہو گئیں۔ اور لوگوں میں انسانیت کی تازہ روح پھونکی گئی اور تمام ذاتی خواہشات نے قومی صورت اختیار کر لی۔ اور جبکہ لفظ **میرا** کا مفہوم لفظ **تیرا** سمجھا جاتا تھا۔ اور جبکہ تمام حاسدانہ مقابلوں اور مفسدانہ رقابتوں کا نام و نشان تک نہ رہا۔ اور انکی بجائے انسانی بہبودی کیلئے سرگرمی اور قربانی نے جگہ لے لی۔ ابدی امن کے حصول کیلئے دنیا کو ضرورت ہے کہ انسانیت و ہمدردی کے معنے ایسے وسیع کئے جائیں کہ ملک و فرقہ اور قومیت کی دیواریں سب منہدم ہو کر پھر ایک دفعہ جیسا کہ حضرت محمد صلعم کے زمانہ میں ہوا تھا۔ انسانوں کے تمام مختلف فرقے اور منتشر اجزاء باہم ملکر ایک جان ہو جائیں +

آج تیرا دن کم چار سال ہوئے ہیں جبکہ یہ عالمگیر آگ سلگی اور اس نے ہر ایک خوبی کو جو انسان میں تھی۔ نہ صرف برباد ہی کر دیا۔ بلکہ بدترین خصائل کو جو ہو سکتی ہیں آشکارا کیا۔ گویا انسان ابلیس کے لباس میں یا بالفاظ دیگر ابلیس انسان کے لباس میں نمودار ہوا ہے۔ شائستگی کی تمام علامات اور انسانیت کے تمام نشانات مٹا دیئے گئے ہیں۔ **شاہ نیرو** بھی اگر اس تباہی کو دیکھتا جو زرخیز زمینوں اور خوبصورت شہروں کو نصیب ہوئی تو شرمانا۔ اس ہیبتناک سفاکی اور ظالمانہ تخریب کا اندازہ انسان خیال میں بھی نہیں کر سکتا۔ جس نے تہذیب اور شائستگی کو صدمہ پہنچایا ہے اور جس کے نزدیک سپاہی اور غیر سپاہی سب یکساں ہیں۔ اور جو میدان جنگ اور شفاخانوں میں خواہ وہ خشکی پر ہوں یا سمندر میں کوئی تمیز نہیں کرتی۔ اور جو خدا کی پرستشگاہوں کو فنا اور ان بیگناہ جانوں کو اچانک تباہ کرتی ہے جو عبادتخانوں میں گھٹنوں کے بل اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے اپنی محبت کرنیوالے خدا سے جو آسمانوں پر ہے التجا کرتے ہیں کہ اس شرارت اور بدذاتی کا جو ظاہر ہو رہی ہے خاتمہ کر دے +

خدا کی شان! یہ سب کچھ صرف انہیں اقالیم میں ہو رہا ہے۔ جو اس آقا کی ہیں جو شیطان کے مارنے کیلئے آیا۔ اور جو اپنی بردبارانہ تعلیم کے باعث مسیح شہزادہ امن کہلایا۔ لیکن کیا کلیسیا میں ایسی قدرت نہیں کہ وہ اپنی براہ جماعت کو واپس بلائے۔ اور دنیا کو اس خطرناک تباہی سے نجات دے لیکن افسوس ہے کہ ایسی طاقت اسمیں نہیں۔ اگر زمانہ وسطیٰ میں مسیحی خون کی ندیاں بہاتیں تو اس کا

باعث جہالت قرار دیا جاتا لیکن آج کل کی کلیسا کی نسبت کیا خیال کیا جائے جبکہ تہذیب اور علوم الٰہیات کی ترقی پہلو بہ پہلو ہو رہی ہے۔ کیا جنگ سے پہلے اہل جرمن ہی مذہب کو بہترین طرز پر بیان کرنے والے خیال نہیں کئے جاتے تھے! اور کیا جیسا کہ سال گذشتہ سینٹ پال کے پادری صاحب نے بیان کیا علم الٰہیات کا اعلےٰ ترین منبع جرمن ہی نہ سمجھا جاتا تھا لیکن افسوس ہے کہ اسی ملک میں کارپردازان جنگ نے مذہبی تعلیم سے جنگ کا کام لیا ہے۔ وہاں تمام گرجوں میں بھی خطبوں کی جگہ اب جنگ کے ہی وعظ ہو رہے ہیں اور کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ جو کچھ جنگ میں ہوتا ہے اسے جائز قرار دیا جائے۔ جناب مسیح کے صاف اور سادہ الفاظ کو جو کہ امن کی حقیقی بشارت تھی بگاڑ کر اسکے غلط معنے کئے گئے ہیں تاکہ اغراض جنگ کو پورا کیا جائے۔ زمانہ ریفارمیشن سے آجتک بدقسمتی ہی سمجھا۔ لوادر نے عوام کو اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ لیکن کلیسا کا حال ہر جگہ مشرق و مغرب میں یکساں ہے۔ ہر جگہ روئے زمین پر مذہب کو نفسانی اور سیاسی اغراض کے حصول کیلئے کم و بیش استعمال کیا گیا ہے۔

- - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - کہا جاتا ہے کہ مذہب کے نام پر اس کے خود مختارانہ پرستاروں نے اسقدر خونریزی کی ہے کہ کسی انسان کے قائم کردہ سلسلہ کی وجہ سے نہیں ہوئی۔ تو کیا اس صورت میں یہ کوئی تعجب کی بات ہے کہ اگر مادہ پرستوں میں سے بعض مذہب کو حقیر ظاہر کریں اور اسے دراصل ظلم اور خونریزی کا سرچشمہ قرار دیکر اسے انسانی دائرہ سے باہر نکالنا چاہیں۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا انہوں نے کوئی بہتر اور زیادہ تر امن کی تجویز روئے زمین پر امن کی بادشاہت قائم کرنے کیلئے کی ہے۔ کیا ان کا اپنا بنایا ہوا فلسفہ زندگی اسی تمام مصیبت کا جو ان خطرناک ایام میں ہم اٹھا رہے ہیں ذمہ دار نہیں۔ کیا یہ لوگ اس جرمن فلاسفر نیٹشے کے قدم بقدم چلنا نہیں چاہتے جو ہر ایک بات اپنی مرضی کے مطابق کرنا چاہتا ہے بلا لحاظ اسکے کہ دوسروں پر اس کا اثر کیا ہوگا۔ کیا یہ سب کچھ اسی سفیہانہ اصول کا نتیجہ نہیں جو اس امر کا مقتضی ہے کہ دنیا میں سب سے اچھا انسان یا سب سے اچھی مخلوق ہے۔ اور ادنےٰ پایہ کی مخلوق کو زمین پر سانس لینے کی بھی اجازت نہ دیجائے۔ یا وہ بہترین مخلوق کے خود غرضانہ مدعا کو حاصل کرنے میں مدد دے۔ جنگ کا لارڈ جو اپنی رعایا کے اپنی قابلیت و فضیلت قائم کرنے اور باقی سب کو پاؤں تلے روندنے کیلئے میدان میں آنکلا ہے۔ اور اب کوئی اصول یا مسئلہ جو یہ دنیاوی فلاسفر کرتے

میں ہمارے لئے مفید نہیں ہو سکتا لیکن مذہب اور فقط مذہب ہی اپنی اصلی صورت میں ہماری نجات کا موجب ہو سکتا ہے لیکن یہ غرض کلیسیا کے ذریعہ پوری نہیں ہو سکتی۔ خواہ وہ مشرق میں ہو اور خواہ مغرب میں۔ بلکہ مغرب میں تو یہ حال ہے اسکے بڑے بڑے شارحوں نے اسے ناتسلی بخش قرار دیدیا ہے۔ جنگ سے پیشتر ہی انہوں نے اس امر کی ضرورت ظاہر کی ہے کہ عیسائی مذہب کی تمام عمارت کی ترمیم کی جائے۔ اور جنگ نے بھی اس عمارت کا کھوکھلا ہونا ثابت کر دیا ہے۔ بلکہ مختلف قسم کے وعظ جو گاہ بگاہ گرجوں میں گذشتہ چار سال کے عرصہ میں ہوئے ہیں ہماری رائے کی تائید کرتے ہیں۔ پادری انجی صاحب تو ایک دوسرے رسول کے ظہور کی امید میں ہیں جو کہ اس موجودہ آفت سے نجات دلائیگا۔ اُن کا یہ خیال گو بہت دلچسپ ہے لیکن اس قوم اور فرقہ کے لئے جس سے پادری صاحب کا تعلق ہے یہ خیال قابل تعریف نہیں لیکن کلیسیا جہاں کہیں بھی ہم جائیں یکساں ہے۔ اور افسوس ہے کہ یہ ایک مایوس کن نظارہ اور دلشکن اُمید ہے۔ مگر ہمیں خود ساختہ مذہبی داعیوں کیطرف توجہ نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ ہمیں بڑی فروتنی سے انسانوں کے ان سرداروں کی طرف جانا ہی چاہئے جن کے پاس خدائی مذہب خدا ہی کی طرف سے پہنچا۔ اور جو اسکی خلوق کے پاس اس کی طرف سے آئے یعنے دُنیا کے پیغمبر۔ لیکن ہمیں عاجزی سے حضرت ابراہیم حضرت اسمعیل حضرت یعقوب اور انکی اولاد کے قدموں میں بیٹھنا چاہئے اور یہی اسلامی محبت وجوش ہے حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ اور حضرت محمد صلعم اور دنیا کے دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرف رجوع کرنا اور انہیں اپنا رہبر ماننا چاہئے۔ تاکہ ہم مخلوق کو فناہ کر دینے والی آفت سے نجات لے ۔

اس موقع پر اسلامی محبت و جوش کے معنے بتلانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور میں اسے قرآن قرآن شریف کے (جو اسلام کی بشارت ہے) اپنے الفاظ ہی سے واضح کرنا چاہتا ہوں۔ اس امر کی تشریح کے لئے کہ مسلمانوں کا اعتقاد دُنیا کے دوسرے پیغمبروں کی نسبت کیا ہے۔ ذیل میں اپنا عقیدہ کتاب اللہ کے حکم کے ماتحت پڑھ دیتا ہوں ۔

کہو: کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم (محمد) پر نازل ہوا۔ اور اس پر جو حضرت ابراہیم یعقوب ، اسمعیل ، اسحق اور اسکی اولاد پر نازل ہوا۔ نیز اس پر بھی ہمارا ایمان ہے۔ جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور دُنیا کے تمام پیغمبروں کو (خواہ وہ جہان کے کسی حصہ میں ہوئے ہوں)

علان کیا گیا ہے۔ ہم مسلمان رسولوں کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ کیونکہ ہم اللہ کے تابعدار ہیں جس نے کہ انہیں ہمارے پاس بھیجا ۔

یہ اسلامی خیال پیغمبروں کے متعلق ہے۔ اور کیا یہ بات مذہبی دنیا میں اختلاف مٹا کر اسمیں اتفاق پیدا کرنے کے لئے کافی نہیں؟ مسلمانوں کیلئے اللہ تعالےٰ کی رضا کے آگے سر جھکانا لازمی ہے۔ اور اسکے وحی کو ماننے کیلئے اسکے ہر ایک پیغمبر کی طرف جانا ضروری ہے یہ خیال کیا جائے کہ کوئی خاص انسان یا گروہ یا قوم خدا کی پسند کردہ ہے۔ بلکہ سب خدا کے یکساں بچے ہیں۔ اگر میرا اللہ جسمانی خوراک کے دینے میں کوئی تمیز نہیں کرتا تو وہ روحانی غذا کے دینے میں یا وہ ترجیح جانبدار ہے۔ ذرہ ان تمام مذہبوں کی تعلیم کو دیکھو۔ ان میں ان کو زندگی کی دائمی بشارت ملیگی جس سے انسان اس خودغرضی کے دوسری نجات پا سکتا ہے ۔

اس مضمون پر لمبے وعظ اور خطبوں کی میں ضرورت نہیں دیکھتا۔ میں صرف آپ کی توجہ مذہبی زندگی کے اس اعلیٰ مقصد کی طرف مبذول کرونگا جس کا نقشہ تمام رسولوں نے مختلف طرز پر ایک ہی جملہ میں کھینچا ہے۔ یعنے دوستی سے خدا کے ساتھ صلح۔ اور جیسا کہ پیغمبر اسلام نے فرمایا ہے۔ اپنے اندر ربانی صفات پیدا کرو۔ تاکہ بالفاظ جناب مسیح یہ کہنے کے قابل ہو جاؤ کہ میں اور میرا باپ ایک ہیں۔ روحانیت کی اس قسم کی منزل پر پہنچکر ہم خدا نہیں بنجاتے۔ اور نہ کبھی کوئی انسان خدا بنا ہے۔ ان بزرگوں کا ذرہ خیال کرو جنہیں جہالت اور سریع الاعتقادی نے خدائی کا جامہ پہنا دیا ہے۔ کیا ان بزرگوں میں معمولی انسانی کمزوریاں نہ تھیں ؟

میرے دوستو اگر آپ میں سے بعض کے دل میں خدا کے ساتھ برابری کا خیال سما جائے تو اسکی نسبت کیا سمجھا جائیگا۔ اس قسم کا خیال محض کفر ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ میں اور میرا باپ ایک ہیں۔ ہمارا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہمنے خودی کو مار دیا ہے۔ ہمنے اپنے آپ کو فنا کر دیا ہے ہم اپنی مرضی کو تابع رضاء مولےٰ کرتے ہیں۔ اور نہایت تابعداری سے اسکے احکام بجالاتے ہیں۔ اور اس اسلامی (فنا جوئی) میں ہم خدا کے ساتھ ایک ہو جاتے ہیں۔ آپ اس بزرگ کی طرف دیکھو جس نے فرمایا۔ کہ میں اور میرا باپ ایک ہیں۔ لیکن اس نے یہ بھی کہا کہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔ (دیکھو یوحنا باب ۱۴ آیت ۲۸) مجھے تم نیک کیوں کہتے ہو سوائے ایک ہستی کے

یعنے خدا کے اور کوئی نیک نہیں ؞

صرف یہی غرض اس مذہب کی تھی جو حضرت مسیح اور دیگر انبیاء نے ہمیں دیا۔ لیکن بدقسمتی سے اُن مقدس بزرگ انسانوں میں سے بعض کو خدا سمجھا گیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی کامل تابعداری کی وجہ سے اس قسم کی اعلےٰ وارفع مقام پر پہنچے۔ اور ہمیں اپنے طرز عمل سے بتلایا کہ ہم کس قابل ہیں۔ اور کہانتک ترقی کر سکتے ہیں۔ اگر جناب مسیحؑ نے فرمایا۔ "کہ میں اور میرا باپ ایک ہیں"۔ اگر کرشن جی اپنی وجد کی حالت میں پکار اُٹھے۔ "کہ میں بھگوان (خدا) ہوں"۔ اگر چہ ایک صدی آج سے پہلے حضرت محمدؐ کے ایک ادنےٰ غلام نے اسی قسم کی کیفیت قلبیہ میں الحق یعنے میں حقیقت (خدا) ہوں کہہ کر دُنیا کو چونکا دیا۔ اور اس قدر معجزے دکھلائے جو زود اعتقاد لوگوں کی نظر میں اُسے خدا سمجھنے کیلئے کافی تھے۔ تو کیا ان لوگوں نے کبھی اس لئے خدائی کا دعوےٰ کیا؟ اور کبھی اُنھوں نے اس امر کا اشارہ بھی کیا کہ انہیں کوئی خاص کمال حاصل ہے۔ وہ انسانوں کی طرح رسولوں کی حیثیت میں بولے۔ ان میں سے ہر ایک انسان کا بیٹا تھا لیکن انہوں نے رُوحانیت کا وہ مقام دکھلادیا جہاں کہ انسان کا ہر ایک بچہ پہنچ سکتا ہے۔ دنیا کو حضرت محمدؐ کا بہت شکرگزار ہونا چاہئیے جنہوں نے اُسے اس جہالت محض سے یہ کہکر نجات دیدی کہ:۔ خدا فرماتا ہے جبکہ انسان کامل طور پر میرا مطیع ہو جاتا ہے تو میں اسسے محبت کرتا ہوں۔ اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اسکی آنکھیں بنجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کے کان بنتا ہوں جن سے وہ سُنتا ہے۔ اسکی زبان ہوجاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور ٹانگیں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے ؞

پس یہی بشارت ہے، جو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے انسانوں تک مذہب اسلام کی صورت میں پہنچائی۔ اور اس سے مذہب ہی اعلےٰ سے اعلےٰ مقام ہی حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس پر اور محض اسی پر جیساکہ میں آگے چلکر ثابت کرونگا امن و جنگ کے ظالمانہ ہاتھ سے دُنیا کی نجات منحصر ہے۔ اور تمام جہان کیلئے ابدی امن کا دار و مدار ہے۔ اسی قانون الٰہی پر عمل کرنے سے جناب مسیح جیساکہ وہ خود فرماتے ہیں یہ کہنے کے قابل ہوگئے کہ میں اور میرا باپ ایک ہیں۔ اور

کرم کنڈ (اطاعت احکام الٰہی) پر کامل طور پر کاربند ہونے سے کرشن جی یہ کہنے کے قابل ہوئے کہ میں بھگوان ہوں + حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس سیڑھی کی اعلےٰ زینہ پر ہی نہیں پہنچے۔ جس پر یہ بزرگ چڑھ رہے تھے۔ بلکہ انہوں نے اپنے بلند ترین مقام سے یہ فرما کر کہ (انا بشر مثلکم) ہمیں بتلایا کہ آپ ہماری طرح انسان ہیں +

ہم سب کے قوے یکساں ہیں۔ اور جسمانی مساوات روحانی مساوات چاہتی ہے۔ حضرت مسیح نے ہمیں اپنے تئیں انسان کا بیٹا بتلایا۔ ہمارے متعلق کہا جاتا ہے کہ ہم خدا کی شکل پر بنائے گئے ہیں۔ اور وہ شکل بغیر روح وجان کے ہے۔ پس اگر یکجا رہی سے ہم خدا کے ساتھ چلیں جیسا کہ حضرت مسیح اور دیگر انبیا علیہ السلام نے کیا تو وہ شکل خدا کی روح سے زندہ ہو جائیگی۔ پھر ہم اندھوں کو بینائی۔ بہروں کو شنوائی۔ اور مردوں میں جان ہی ڈالنے کے قابل ہو جائینگے۔ بلکہ خدا ان کے سینے میں آ جائینگے۔ اور خدا کی بادشاہت ہم پر نازل ہوگی لیکن کیا آپ نے کبھی اسبات کے سمجھنے کی کوشش کی ہے کہ خدا کے اعضا کیا ہوتے ہیں۔ اور اسکی آنکھ اور کان کس قسم کے ہیں۔ اور کس قسم کے ہاتھوں سے وہ چیزیں پکڑتا ہے اور ان کا انتظام کرتا ہے۔ سنئیے اسلام کا مقدس رسول فرماتا ہے۔ کہ تم ربانی صفات (اخلاق) اپنے اندر پیدا کرو۔ اب یہ کہ ربانی صفات کیا ہیں۔ میں اس کے متعلق آپ کو رسول کریم کے حکم کے مطابق بتلاتا ہوں۔ آپ قرآن شریف کھولیں۔ اسکی پہلی سورت کی ابتدا میں اللہ کی چار صفات بتلائی گئی ہیں:۔ الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین

رب العلمین سے تمام جہانوں تمام گروہوں اور قوموں کا ہر وقت اور ہر زمانہ میں خالق۔ رازق قائم رکھنے والا اور تربیت دینے والا مراد ہے جس کی بخشش اور عطا ہر قوم پر بلا امتیاز جاری ہے۔ اور ہر ایک تک پہنچتی ہے۔ اور جو اپنے خدائی انتظام میں اپنی صفت رحمان (بخشش کنندہ) کا اظہار کرتا ہے۔ اور جسکی فیاضی ہر ایک کی ضرورت کے مطابق ہے پیشتر اسکے کہ اس ضرورت کا وجود ظہور میں آیا ہو۔ کیا دنیا کا ذرہ ذرہ بڑی فصاحت کے ساتھ ان ہر دو صفات الٰہی کی تصدیق نہیں کرتا۔ خدا نے کرۂ ارض معہ تمام اس کے خزائن کے انسان کے آگے رکھ دیا ہے۔ لیکن یہ انسان ہی ہے جو اپنے دوسرے بھائیوں کو اسمیں اپنے ساتھ

یا بر حصہ لینے نہیں دیتا۔ کیا یہی امر لوگوں کی تکلیف کا موجب نہیں! اگر انسان نہایت انکساری کے ساتھ خدا کے قدم بقدم چلے جس کا نقش نہایت صاف طور پر ہر زمین کے ہر طبقے پہ ہے تو تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے۔ خونریزی معدوم ہو جائے۔ اور تمام جرائم اپنی مختلف شکلوں میں دنیا سے دور کئے جائیں۔ دوسروں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں رحمان کے بندے بنو۔ چاہئے کہ ہماری فیاضی دوسروں کی ضرورت کیلئے بلا بدل ہو۔ اور بغیر لحاظ ملک۔ رنگ اور قومیت کے ہو کیونکہ ہمارے خالق کا سلوک ہمارے ساتھ اسکے عنایات رحمت کرنے میں اسی طرز کا ہوا ہے اس طریق سے دنیا میں خدائی سلطنت اور امن کا دور قائم ہو جائیگا۔ اللہ کی تیسری صفت رحیم ہے وہ اپنے رحم سے انسان کے کام کا بدلہ کئی ہزار گنا زیادہ دیتا ہے مثلاً دیکھو کہ ہم ایک دانہ زمین میں بوتے ہیں۔ ہمنے زمین میں ہل جوتا ہے۔ اور اسکی مناسب طریق پر آبپاشی کی ہے پس اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں کر سکتے لیکن چند ماہ کی انتظار کے بعد خدا کے فضل کا ظہور ایک دانہ کی بجائے سینکڑوں دانوں کی شکل میں ہوتا ہے۔ اگر انسان کو اسکی قابل تعریف فرومایگی اسے خدا کی اس صفت کے رنگ میں عاجزی کے ساتھ چلنے کی اجازت دیتی تو پھر دولتمندی اور مفلسی کے سوال سے متعلق کسی قسم کی تکالیف پیدا نہ ہوتیں۔ کیا دولتمند مفلسوں کا خون نہیں پیتے اور کوشش نہیں کرتے کہ وہ اپنا مفاد حاصل کریں خواہ مفلس اور مزدوری پیشہ لوگ زندہ رہیں یا مریں دولتمندوں کو چاہئے تھا کہ وہ غرباء کے کاموں کی وجہ سے خدا کا شکر کرتے۔ زبانی شکریہ نہیں کیونکہ اس قسم کے شکریہ کی خدا کے نزدیک کوئی وقعت نہیں شکریہ تو اس طرح ہونا چاہئے کہ کارکن اور مزدور کو اسکے حق سے زیادہ دیا جائے۔ اس طریق عمل سے صاحب مال کو آخیر میں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچتا

لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بدمعاش اور مجرموں کا کیا انتظام کیا جائے یہ بھی تو انسان کے ساتھ ساتھ ہی پیدا ہوئی ہے۔ تو کیا جیسا کہ بعض کہ سکتے ہیں خیر خواہئے عالم کے اصول کے ماتحت ایسے لوگوں کی بدلگامی اور آزادی کیلئے انہیں انعام دیا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ ہر گز نہیں بلکہ ہم کو تو نرمی سے خدا کے ساتھ چلو جو مالك يوم الدين ہے یعنے مالک ہے یوم جزا و سزا اور یوم حساب کا۔ کتاب اللہ نے مالک کا لفظ لکھنے سے جس کے معنے آقا و خاوند کے ہیں ہمیں اس طرز عمل کو واضح اور عملی طور پر سمجھا دیا ہے جو گنہگاروں کے ساتھ خدا برتیگا۔ اسے اس جج یا حاکم کی طرح نہ سمجھنا

ہا ہے جو قانون کی سخت جکڑ بندیوں کی وجہ سے کسی مجرم پر کسی قسم کا رحم نہیں کر سکتا۔ اور اسکی جرم کی پاداش میں اسے سزا دینے کے بغیر رک نہیں سکتا۔ اور قانون کا مدعا پورا کرنے اور نیز اپنی جماعت والوں کی تسکین کے لئے قربانی پر نظر رکھتا ہے۔ اور پھر بطور معاوضہ کفارہ کا انتظام کرتا ہے +

میرے دوستو وہ جج ایسا جج نہیں۔ اس قسم کا معاملہ نہ تو انصاف ہی ہے اور نہ رحم۔ انصاف کم از کم اس شخص کے حق میں نہیں جو دوسروں کیلئے کفارہ ہوتا ہے۔ اور رحم اس حالت میں رحم نہیں جبکہ معاوضہ بھی لیا جائے یہ ایک قسم کا بیوپار یا سودا ہے۔ خدا کی بیشمار عنایات پر غور کرو جو آپکے چاروں طرف ہیں۔ اور جن کے ہم مستحق نہیں تو کیا خدا نے بغیر معاوضہ کے ہم پر اپنا رحم ظاہر نہیں کیا۔ کہ ہمارا گناہ معاف کرنے کیلئے اسے معاوضہ کی ضرورت پڑی ہے۔ اب آپ مالک (آقا) کے معنوں پر توجہ کرو۔ خدا میرا آقا و مالک ہے۔ اور میں تمہارا ہوں۔ لیکن اسکی ملکیت ہوں + کیا مالک اپنے مال کی حفاظت میں گہری دلچسپی نہیں لیتا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے مال میں بعض نقص دیکھتا ہو لیکن وہ اس کے دور کرنے کی کوشش کریگا۔ اور اس طریق پر کہ وہ برباد نہ ہو جائے۔ اور یہی طریق ہے جو فطرت کے تمام کاموں میں دیکھا جاتا ہے۔ قدرت کے ہر ایسے فعل کے بعد جو کسی جسم کو علیحدہ علیحدہ کرنے میں دکھائی دیتا ہے اُس جسم کی ساخت جدید شروع ہو جاتی ہے لیکن کوئی چیز بھی بالکل معدوم نہیں ہوتی کسی جسم کا انحطاط و تنزل اسکی ساخت کو بگاڑتا ہے لیکن شکست و ریخت اسے دوبارہ ترتیب دینے کیلئے ہوتی ہے موسم خزاں اسلئے نہیں آتا۔ کہ ویران کرے۔ بلکہ اسی لئے کہ درختوں کی ٹہنیوں پر سے ردی و زائد چیز کو دور کرکے انہیں نئی زندگی کیلئے تیار کر دے۔ مختلف قسم کی سزائیں ہیں جو خدا کے ہاتھ سے ملتی ہیں۔ اور یہ اسی ہستی کی شان کے شایاں ہیں جسنے مخلوق کے ساتھ اتنی ہی دلچسپی ہے جتنی کہ ایک مالک کو اپنے مال کے ساتھ پس جنہوں نے قانون شکنی کی ہے اور جو شرارت اور گناہ پھیلاتے ہیں انہیں سزا دیجاتی لیکن اسلئے نہیں۔ کہ انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ بلکہ اسلئے کہ انہیں بدحالت سے بہتر حالت میں لایا جائے +

شاید آپ کہیں گے کہ میں ناممکنات پر بحث کر رہا ہوں۔ اور اپنے وعظ میں خیالی پلاؤ پکا رہا ہوں مگر میرے بھائیو ایسا نہیں آپ اس قابل ہیں۔ کہ آپ اپنی طرز زندگی میں حفاظت الٰہی کا اظہار کر سکیں۔ اور یہی کتاب کا حکم ہے جو کہتی ہے۔ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا یعنی خدا کسی کی طاقت

سے زیادہ اس پر بوجھ نہیں ڈالتا۔ آپ غور کریں۔ کہ بلالحاظ اسباب کے کہ ہم میں کسقدر فرومائیگی ہے یا ہم کسقدر خودغرضی میں منہمک ہیں۔ ہم پھر بھی الٰہی صفات گو ایک محدود حلقے کے اندر ظاہر کرتے ہیں۔ ہم ربّ ۔ رحمٰن ۔ رحیم اور مالک کی صفات کے ماتحت چلتے ہیں۔ ہم میں سے تمام یا بہت سے متاہل بھی ہیں۔ ہمارے بچے بھی ہیں۔ کیا ہم ان کیلئے ضروریات مہیا نہیں کرتے۔ کیا ہم انہیں کھلاتے پلاتے اور انکی پرورش نہیں کرتے۔ ہم یقیناً سب کچھ کرتے ہیں۔ اور استعارے کے رنگ میں ہم بچوں کے رب ہیں۔ پھر کیا ہم بعض وقت انکی ضروریات کا انتظام نہیں کرتے سالہا سال پیشتر اس سے کہ وہ ان ضروریات کو محسوس کریں۔ کیا ہم کسی جائداد پر یا کسی اور رنگ میں روپیہ خرچ نہیں کرتے اس غرض کیلئے کہ ہماری اولاد اس سے فائدہ اٹھائے جبکہ وہ خاص عمر کی ہو۔ اور یہ سب کچھ ہم جبر و اکراہ سے نہیں کرتے۔ بلکہ اپنی خوشی اور رضا سے اور بلا کسی معاوضے کے یہ ہمارا فعل صفت رحمان کے ماتحت ہے۔ جب آپ کے بچے اور بعض اوقات آپکے دوست ایک معمولی سا کام آپ کی خوشی کیلئے کر دیتے ہیں۔ تو آپ انہیں معاوضہ کئی سو گنا زیادہ دیتے ہیں۔ اور اس طرح بڑی عاجزی سے اپنے خدا کے ساتھ چلتے ہیں جو رحیم ہے۔ اب بتائیے کہ آپ اپنے بچوں کی شرارت کا کیا انتظام کرتے ہیں۔ کیا انہیں شرارت کی وجہ سے مار مار کر ہلاک کر دیتے ہیں۔ اور انہیں اس طریق پر نصیحت کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک دشمن کرتا ہے نہیں۔ آپ ایک سخت چھڑی ہاتھ میں لیتے ہیں۔ لیکن سزا دیتے وقت آپکے دل میں محبت ہوتی ہے کیونکہ آپ کا تعلق ان سے ایسا ہے۔ جیسا کہ ایک مالک کا اپنی جائداد کے ساتھ۔ ہم تو صرف انہیں بُری حالت سے اچھی حالت میں لانا چاہتے ہیں۔ نہ کہ انہیں تباہ و برباد کرنا ہمارا مقصد ہے۔ اس صورت میں آپ رحمان اور مالک کی صفات اختیار کرتے ہیں۔ گو خاص دائرے کے اندر۔ اب ان صفات کی مشق کے حلقے کو وسیع کرتے کرتے ان تک پہنچا دو۔ جو آپکے قریبی اور پیارے ہیں۔ اور آپ خیال کریں۔ کہ یہ میری درخواست ناممکنات سے نہیں۔ آپ ایسا ہر روز کرتے ہیں۔ جبکہ آپ میں حب الوطنی کا سخت جوش پیدا ہوتا ہے۔ آپ کی کمائی ان لوگوں کی پرورش۔ امداد اور ضروریات پر خرچ ہوتی ہے جو کہ آپ کی فیاضی پر بوجہ حُبّ الوطنی کے جائز طور پر حق رکھتے ہیں۔ اور میرے خیال میں یہ لڑائی بھی ایک لحاظ سے فضل کی صورت میں آئی ہے۔ اسکی وجہ سے تمام یہ صفات ظہور میں آ رہی ہیں۔ ذرا اپنی

عدالتوں کی طرف دیکھو۔ وہ کس طرح ان لوگوں کے قصوروں کو دیکھتی ہیں جو ہمارے لئے لڑ رہے ہیں کیونکہ ہمیں اپنی فوجوں کے قائم رکھنے میں دلچسپی ہے۔ کیا یہ وہی مالک یوم الدین ہی نہیں جو آجکل سزا کے اصولوں کے متعلق ہماری رہنمائی کر رہا ہے۔ ہاں تو آجکل کس بات کی کمی ہے صرف اسکی کہ ہم ان خدائی صفات کو حب الوطنی کے حدود سے باہر تک لیجائیں۔ اور انکو فائدہ پہنچائیں جو ہماری قوم ملک اور فرقے سے تعلق نہیں رکھتے۔ اور میں پھر کہتا ہوں کہ یہ ناممکن نہیں جنگ نے ہمیں ان تمام صفات کے اظہار کا موقع دے دیا ہے۔ کیا تیس سے زیادہ قوموں نے اتحادیوں کے اغراض میں ساتھ نہیں دیا۔ اور کیا آپ کا سلوک ان سے وہی نہیں تھا جو آپ اپنے ہم وطنوں سے کرتے ہیں۔ اور کیا آپ بلجیم کی خاطر نہیں لڑے۔ کیا آپ نے اہل سربیا کے ساتھ فیاضی نہیں دکھلائی۔ کیا آپ نے فرانس کی خاطر اپنا خون نہیں بہایا۔ اس جنگ میں ہر قوم کا خواہ کچھ ہی مقصد پنہاں ہو۔ لیکن اس نازک موقعہ پر دنیا نے جبکہ آدھی ایکطرف اور آدھی دوسری طرف لڑ رہی ہے۔ یہ کافی طور پر بتلا دیا ہے۔ کہ انسان میں قابلیت ہے۔ کہ اپنی ہمدردی اور دلسوزی کا اظہار انکی خاطر بھی کر سکے۔ جن کی قوم اور رنگ اور ملک جدا ہے۔ پس ایک حد تک وہ بڑی عاجزی سے خدا کے ساتھ ساتھ اسکی صفات۔ رب۔ رحمن۔ رحیم۔ اور مالک کے ماتحت چل رہا ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ صفات ضرورت کے وقت ظاہر ہوتی ہیں لیکن آپ ان کی مشق کریں۔ اور انسان کی خاطر انہیں مستقل سرمایہ کے طور پر بنالیں۔ سوسائٹی کی موجودہ حالت جیسا کہ وزیر اعظم صاحب نے تھوڑے دن ہوئے۔ کہا۔ جناب مسیح پر ایک دھبہ ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ خدا اور اسکے تمام پیغمبروں پر مع جناب عیسےٰ (نعوذ باللہ) دھبہ ہے۔ پھر وزیر اعظم صاحب کا خیال ہے کہ آئندہ ہر ایک ملک ہر ایک آدمی کا خیال کیا جائیگا۔ اور ہر شخص کی کمائی دوسرے شخص کی ضرورت کیلئے خرچ کیجائیگی اس صورت میں میں کہتا ہوں۔ کہ خدائی سلطنت زمین پر نازل ہوگی۔ جیسا کہ حضرت محمد صلعم کے زمانے میں ہوئی تھی۔ فرشتے تب زمین پر نزول کرینگے۔ اور رحمت کے پر ہم پر پھیلائینگے۔ پھر زمین پر موعودہ ہزار سالہ سلطنت امن یا خدائی سلطنت دکھائی دیگی۔ اور ہم اپنی اصلی وراثت حاصل کرینگے۔ یعنی خدا انسان کے ساتھ ہوگا۔ ہم الوہیت کے سرحد پر اڑینگے۔ جس کے آگے ہم جا نہیں سکتے۔ لیکن وہ لوگ جن کا خیال اس کے خلاف ہے۔ وہ دھوکے میں ہیں۔ جیسے وہ بعض حالات میں خدا سمجھ بیٹھے ہیں۔ وہ ایک مظہر خدا ہے الوہیت استعداد کے دائرے سے باہر

اور تمثیلات اسکی حقیقت کو ظاہر نہیں کر سکتیں۔ جن متبرک حدود کا میں ذکر کر رہا ہوں اس تک نااہل نہیں پہنچ سکتا۔ خدائی حدود تک پہنچنے کیلئے ضروری ہے۔ کہ ہم فروتنی سی فیاضی اور خیرات کی طرز اختیار کر کے خدا کے ساتھ چلیں۔ پس رب۔ رحمٰن۔ رحیم۔ اور مالک کے سچے پرستار بننے کی کوشش کرو۔ اور جیسا کہ لارڈ ٹالس ٹوئی کا قول ہے کہ خدا کی عبادت اسمیں ہے کہ اسکی خواہش ہماری خواہش ہو۔ اور خدا خلق اللہ کی بہبودی چاہتا ہے۔ اس لئے خلق اللہ کی بہتری کیلئے کوشاں رہو تاکہ خدا کا دروازہ تمہارے لئے کھولا جائے۔ پاک زندگی کیلئے پہلی شرط ہے۔ اس کے بغیر آپ کا تمام علوم آلہیات ایک قسم کا سراب ہے۔ اس میں مدد تو مل سکتی ہے بشرطیکہ یہ شرط پہلے پوری کیجائے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ ہمیں اس شرط کو پورا کرنے کی توفیق دے۔ اور دنیا کو اس آفت سے نجات دے جسمیں کہ وہ انسان کی رذالت اور خود غرضی کی وجہ سے پھنسی ہے۔ آؤ ہم اب اپنے خدا کی حمد کریں۔ اور ان الفاظ میں جو ہمیں ہمارے رسول صلعم نے سکھائے ہیں۔ اسکی حمد و ثنا کریں۔ اور میں اپنے مسلمان بھائیوں سے التجا کرتا ہوں۔ کہ میرے ساتھ تکبیر پڑھیں۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ اللہ اکبر وللہ الحمد۔ خدا بڑا ہے۔ خدا بڑا ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ خدا بڑا ہے۔ خدا بڑا ہے اور سب تعریف اور حمد اسی کیلئے ہے +

## جنوری سنہ ۱۹۱۹ء کا رسالہ اشاعت اسلام

(۱) جن احباب کا چندہ اس رسالہ دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء کے پہنچنے پر ختم ہوتا ہے۔ ازراہ کرم مبلغ تین روپے بابت چندہ سال سنہ ۱۹۱۹ء بذریعہ منی آرڈر بنام امین صاحب ارسال فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ دیگر نہ بصورت دیگر جنوری سنہ ۱۹۱۹ء کا رسالہ ان سب کی خدمت اقدس میں مورخہ ۲۶ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء کو بذریعہ وی۔پی ارسال ہوگا +

(۲) اگر کسی معزز صاحب کو خدانخواستہ کسی وجہ سے ایسے اہم اسلامی رسالہ کے آیندہ خریدار بننے میں پس و پیش ہو تو ازراہ کرم دفتر کو روانگی کے پیشتر ہی مطلع فرمائیں۔ تاکہ دفتر انکو انکار وی۔پی سے محصول ڈاک کا نقصان نہ اٹھانا پڑے

(۳) اس مفید اسلامی رسالہ کا کثرت سے زکات کا اثر بہت حد تک مالی رنگ میں مسلم مشن ووکنگ کو پہنچتا ہے +

(۴) اس رسالہ کے ساتھ فہرست مضامین بابت سال سنہ ۱۹۱۸ء ملفوف کیجاتی ہے معزز ناظرین ازراہ کرم اپنی جلدوں کے شروع میں لگا کر ممنون فرمائیں +

(۵) احباب توسیع اشاعت کی طرف توجہ مبذول فرما کر عند اللہ ماجور ہوں + مینیجر رسالہ

(۵) پتہ امین صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر۔ انگلش ویرہوس مال لاہور

# ووکنگ مسلم مشن کی اجمالی کیفیت

اور

# اس کا حساب آمد و خرچ

اس جگہ تو مجھے اس مشن کو پبلک میں انٹروڈیوس کرانے کی ضرورت ہے اور نہ پبلک پر اسکی اہمیت ظاہر کرنے کی چنداں حاجت ہے۔ جو کچھ بھی اس مشن کی حیثیت ہے۔ وہ پبلک پر ظاہر ہو چکی ہے میں یہاں ایک تو اسکی موجودہ حالت پر کچھ عرض کرونگا۔ کچھ یہ بتلانا چاہتا ہوں۔ کہ ہمیں آئندہ کیا کرنا ہے۔ اسکی موجودہ مالی حالت کیا ہے۔ اور کہاں تک یہ مشن محض فضل ایزدی سے ایک حد تک مستقل طور پر مالی مشکلات سے نکل گیا ہے۔ اور آج تک اسکی آمد و خرچ کی کیا صورت رہی۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں میں اس طرف آیا۔ سنہ ۱۹۱۳ء کی ابتداء میں بعض حالات ... کیا گیا۔ سنہ ۱۹۱۳ء کے اخیر میں لارڈ ہیڈلے بالقابہ کا اعلان اسلام ہوا۔ جس سے کل اسلامی دنیا میں ایک قسم کا تلاطم پیدا ہوا۔ حسب معمول مسلمانوں کا جوش ابھرا۔ اور چند مہینوں میں بیٹھ گیا۔ ہندوستان میں بمقام لاہور تبلیغ بلاد غربیہ نام سے ایک انجمن بنائی گئی۔ جس نے کچھ روپیہ جمع کیا۔ اس کا کچھ حصہ ووکنگ مشن کی امداد میں بھیجا گیا اور کچھ روپیہ ترجمۃ القرآن کی کمیٹی کے حوالے کیا گیا۔ افسوس کہ یہ فنڈ بھی جہاں تھا وہیں رہا۔ سنہ ۱۹۱۴ء کے اخیر میں میں ہندوستان پہنچا۔ اور سنہ ۱۹۱۵ء کے شروع میں میں نے ہندوستان میں تحریک کی۔ سنہ ۱۹۱۶ء کے اخیر میں میں اس طرف آ گیا۔ اور اب تک یہاں ہوں +

سال سنہ ۱۹۱۳ء اور اگست سنہ ۱۹۱۴ء تک یہ مشن اس جگہ میری نگرانی میں رہا۔ اس کا خرچ اسوقت زیادہ تر اسلامک ریویو اور اسکی مفت تقسیم تھی۔ بعد اگست سنہ ۱۹۱۴ء سے لے کر اخیر سنہ ۱۹۱۶ء تک اس مشن کے نگران یہاں اخویم مولوی صدر الدین صاحب تھے۔ ان سے علاوہ تقسیم اسلامک ریویو مشن کو اخراجات مہمان نوازی لندن میں نماز جمعہ کا انتظام مختلف مقام پر لیکچر اور مختلف قسم کے مسلم لٹریچر کی مفت تقسیم کے اخراجات بھی برداشت کرنے پڑے۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں جسقدر آمد ہوئی وہ علاوہ قیمت اسلامک ریویو زیادہ تر چند ذاتی احباب کی امداد تھی جو کسی قدر براہِ راست اور زیادہ تر اخویم شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور کی وساطت سے تھی جسکا بالکل تعلق اسلامک ریویو

وہ تھا یہی حالت قریباً اُس آمد کی ہے جو ۱۹۱۴ء میں مجھے براہ راست یا بوساطت شیخ صاحب موصوف موصول ہوئی ۱۹۱۵ء میں مسلم پبلک کا اس مشن سے زیادہ تر تعلق ہو گیا +

حساب کتاب کے متعلق یہ صورت ہے کہ جو کچھ ابتدا سے ہندوستان میں وصول ہوا۔ وہ ۱۹۱۴ء کے اخیر تک شیخ صاحب موصوف کی کتب حساب میں درج ہے۔ اور ایسا ہی خرچ بھی اس وقت تک کوئی لاہور میں میرا دفتر متعلق مشن تھا اور نہ کوئی آمد و خرچ براہ راست ہوا ۱۹۱۵ء کے شروع میں میں نے دفتر لاہور میں قائم کیا۔ اس وقت سے آج تک جس قدر آمد ہوتی ہے۔ وہ ہندوستان میں تقریباً کُل کی کُل پہلے شیخ صاحب کی کتابوں میں درج ہو جاتی ہے۔ اور اس کے بعد ان کا اندراج تفصیل کے ساتھ ہمارے دفتر لاہور کی کتابوں میں کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی اخراجات کا حساب بھی ہمارے دفتر میں بالتفصیل رکھا جاتا ہے۔ خرچ کیلئے رقوم جو وقتاً فوقتاً شیخ صاحب سے لیجاتی ہیں وہ انکے کتب میں درج ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ جو روپیہ ایجنٹ بھی وصول کرتے ہیں۔ یا جو میں نے بھی ہندوستان کے دوروں میں خود وصول کیا۔ وہ بھی بذریعہ منی آرڈر یا بیمہ براہِ راست شیخ صاحب کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے ماسوائے اُس رقوم کے جو میں نے حیدر آباد میں حصول کیں میرے دوران قیام حیدر آباد میں آمد کا کل حساب نواب صدر جنگ صاحب بہادر کے ہاتھ میں رہا۔ اور انہیں کی وساطت سے روپیہ حضرت مولوی صدر الدین صاحب کے نام بھیجا گیا۔ اس وقت بھی ہندوستان میں آمد کے متعلق یہی دستور العمل ہے۔ انگلستان میں جو آمد وصول ہوتی رہی ہے۔ اس کے حساب کی صورت یہی ہے اگست ۱۹۱۳ء تک میں تنہا انگلستان میں تھا۔ اس کے بعد شیخ نور احمد صاحب بلال یہاں آ گئے۔ آمد کا حساب اندراج میرے اور اُن کے ہاتھ میں رہا لیکن خرچ کا حساب کُلیتہً ان کے ہاتھ میں تھا۔ اگست ۱۹۱۴ء سے لے کر اخیر ۱۹۱۶ء تک آمد خرچ کا حساب شیخ نور احمد صاحب کے ہاتھ سے کتب میں زیر نگرانی مولوی صدر الدین صاحب درج ہوتا رہا۔ آغاز ۱۹۱۷ء سے اس وقت تک کُل آمد جو عموماً کاغذ کی شکل میں ہوتی ہے وہ میری نگرانی میں ملک عبد القیوم صاحب بی اے کے ہاتھ سے کتاب آمد میں درج ہو کر بینک میں چلی جاتی ہے۔ اخراجات یہاں کے میری ہدایت کے ماتحت انہیں کے ہاتھ سے ہوتے ہیں۔ اور وہی کتب حساب میں درج کرتے ہیں۔ یہ ترتیب حساب کی ہے۔ اس سے ظاہر ہوگا۔ کہ اگرچہ آمد و خرچ کے ساتھ میں نے براہ راست کوئی تعلق رکھنا پسند نہیں کیا لیکن وہ ایسے

محفوظ طریق یہ ہے کہ ہمیں ایک پائی بھی اِدھر اُدھر ہونے کا احتمال نہیں جو ہندوستان میں آمد ہوتی ہے۔ وہ شیخ صاحب کے رجسٹروں میں موجود ہے۔ اور جو آمد یہاں ہوتی ہے۔ ماسوا اُن رقوم کے جو شیخ رحمت اللہ صاحب حیثیت مجموعی مجھے بھیجیں یا ایک خاص رقم امداد کی (جس کا ذکر سالانہ رپورٹ میں آجاتا ہے) باقی کُل رقوم لَدن ملک صاحب میں درج ہو کر بنک میں چلی جاتی ہیں۔ جہاں ان کا اندراج ہماری کتب کے مطابق ہوتا ہے۔ رقوم آمدہ از شیخ رحمت اللہ صاحب کا اندراج یہاں کی کتاب آمد میں اسلئے نہیں ہوتا کہ کتب آمد ہندوستان میں وہ ایکدفعہ ہو چکا ہے۔ اگرچہ اس طرح آمد و خرچ کا حساب دوسروں کے ہاتھ میں ہے اور میں نے اپنی ذات کو اس سے الگ رکھا ہوا ہے۔ تاہم مجھے ان دوستوں کی دیانت پر کلی اعتبار ہے۔ اور اگر نقصان ہو تو اخلاقی طور میں ہی اس کا جوابدہ ہوں۔ اس وقت بھی ۱۹۱۷ء کے شروع سے آج تک ہندوستان میں آمد اس کی وصولی شیخ رحمت اللہ صاحب کے ہاتھ میں ہے اور اس کا خرچ آمد شیخ نور احمد بلال صاحب کے ہاتھ میں ہے۔ اور یہاں کی آمد کی وصولی کا حساب بھی آغاز ۱۹۱۷ء سے اس وقت تک ملک صاحب کے ہاتھ میں ہے۔ اور وہی بینک میں جمع کراتے ہیں۔ خرچ اور اس کا حساب انہیں کے ہاتھ میں ہے۔ میں اس سے بہتر اس مسلم روپیہ کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ میرے نزدیک یہ بہترین طریق ہے کہ نہیں میری ذات کو بھی براہ راست آمد و خرچ سے تعلق نہ ہے۔ اور مسلمانوں کے مال کی بھی حفاظت ہو۔ یہ طریق میں نے کسی کے کہنے پر یا کسی دباؤ سے یا کسی جواب دہی کے خیال سے اختیار نہیں کیا۔ بلکہ ابتدا سے آج تک جو کسی نے مدد دی ہے۔ وہ محض عنداللہ دی۔ نہ حساب طلب کرنے کی غرض سے۔ اور نہ کبھی کسی نے مجھ سے انتہا ۱۹۱۳ء سے سال زیر رپورٹ تک کبھی حساب طلب کیا جس نے جو دیا عنداللہ مجھے دیا لیکن اس قدر اعتبار جو میری ذات پر کیا گیا۔ اُس کا مقتضی تھا کہ میری طرف سے بھی ہے کہ میں اُن کے مال کی حفاظت بھی اسی طرح کروں جیسے کہ کوئی اپنے ذاتی مال کی کرتا ہے۔ چنانچہ جب عام طور پر لوگوں نے مدد شروع کی یعنے ۱۹۱۵ء سے میں تب سے حساب شائع کرتا رہا ہوں رسالہ اشاعت اسلام میں آپ ۱۹۱۵ء کا حساب آمد و خرچ ہندوستان پائیں گے۔ جو رسالہ مذکور مجریہ مئی ۱۹۱۶ء میں شائع ہوا۔ اس میں آپ کو نظر آجائیگا۔ کہ جسقدر آمد ہندوستان میں

اس سال ہوئی ہے آنے پائی تک شائع کر دیگئی - میں نے یہ حساب ہندوستان میں مرتب کرایا - اور
شائع کر دیا - انگلستان کا سنہ ۱۹۱۵ء کا حساب اس وقت ہندوستان میں موجود نہ تھا اسلئے اسکو
درج نہ ہو سکا - اس کا خلاصہ میں اس رپورٹ میں درج کر دیتا ہوں - سنہ ۱۹۱۶ء کا حساب رسالہ
اشاعت اسلام مجریہ فروری سنہ ۱۹۱۸ء میں درج ہے - اسمیں بھی جس قدر آمد ہندوستان میں ہوئی ہے
اسم وار آنے پائی تک درج کر دیگئی یہاں بھی آمدنی لیکن اس کا اندراج شیخ نور احمد کی کتب میں ہے
میں نے اسے اس خلاصہ سے لیا - جو وہ اپنے ہاتھ سے کتب آمد کے اخیر میں درج کر گئے تھے خرچ کی بھی تفصیل حسب
ضرورت دیدیگئی - اب سنہ ۱۹۱۷ء کا حساب یہاں درج ہوتا ہے - اسمیں بھی آپ اسموار آمد ہندوستان کو ملاحظہ کریں یہاں
کی آمد بھی اسموار اسلامک ریویو کے کسی آئندہ نمبر میں چھاپ دیجائیگی - جس کا خلاصہ یہاں دیا گیا ہے ۔

جہاں تک اسلامک ریویو کا سوال ہے - اور جس کو میری ذات سے تعلق ہے - میں نے
خریداروں کی آمد کا خلاصہ یہاں دیا - لیکن جو رقم ریویو کی تقسیم بلاقیمت کے لئے وصول ہوئی ہے
وہ بھی اسموار درج کر دیگئی ہے - اور یہ طریق آج ہی نہیں بلکہ آغاز سنہ ۱۹۱۵ء سے لیکر آج تک طبع کی
صورت میں آچکا ہے - اسلامک ریویو کے اس خرچ کا سوال جو مفت تقسیم ہوتا ہے - وہ کسی قدر وقت
طلب تھا - کہ آیا کس قدر اسکی قیمت محسوب کیجائے - یا بالفاظ دیگر کسقدر بطور منافع ایسی آمد سے کچھ
وضع کیا جائے - علاوہ ازیں اگرچہ شروع سے لیکر اخیر سنہ ۱۹۱۶ء تک جس قدر رسالہ چھپا وہ زیادہ تر مفت
ہی تقسیم ہوا لیکن سوائے قیاس کے میں ٹھیک اندازہ اس وقت نہیں کر سکتا - کہ کسقدر مفت تقسیم
ہوا - ہاں سنہ ۱۹۱۷ء میں اور ایسا ہی اس سال بھی ایک تہائی کے قریب یا کچھ زیادہ رسالہ مفت تقسیم
ہوتا ہے باقی خریداروں میں جاتا ہے - جنگ کے باعث بعض بیرونی ممالک میں اول تو رسالہ جانے
نہیں پاتا - اور پھر ڈاک کی تکلیف نے مجھے اسی امر پر آمادہ کیا ہے - کہ میں اس مفت تقسیم کو
انگلستان کے باہر غیر ممالک میں کم کروں - غرض شروع سال سنہ ۱۹۱۷ء سے آج تک ۲/۳ رسالہ خریداروں کو
اور ۱/۳ مفت جاتا ہے - اس سے پہلے تخمینہ نصف سے زیادہ بلاقیمت تقسیم ہوتا رہا - بہر حال
اس وقت میں نے یوں حل کر دی ہے کہ سنہ ۱۹۱۵ء و سنہ ۱۹۱۶ء میں جو کچھ بھی اسلامک ریویو کی آمد میں
وصول ہوا وہ بھی مشن میں ڈالدیا خواہ خریداروں کی طرف سے اور خواہ امدادی طور سے اور جو خرچ
ہوا وہ بھی مشن کے نام دکھلا دیا - ہاں سنہ ۱۹۱۷ء میں جو کچھ بلاقیمت تقسیم کیلئے وصول ہوا وہ آمد

تقسیم بلا قیمت میں دکھلا دیا گیا اور اسکے بالمقابل اسلامک ریویو کے خرچ کی ایک تعداد خرچ میں ڈال دی گئی اور اس خرچ کی تفصیل بھی چھاپ دی گئی +

الغرض شروع سے لیکر آج تک بلا قیمت تقسیم اسلامک ریویو کسی قسم کے ذاتی منافع کی غرض نہیں لگی تھی اور نہ آیندہ کچھ خیال ہے۔ اب رہا سنہ ۱۹۱۳ء لغایت سنہ ۱۹۱۴ء کا حساب آمد خرچ سو جیسا میں نے اوپر عرض کیا ہے اُس کا حساب کتاب جہانتک ہندوستان کا سوال ہے وہ تو شیخ رحمت اللہ صاحب کی کتابوں میں ہے۔ اور جہانتک یہاں کا حساب ہے وہ زیادہ تر شیخ نور احمد کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جس کا ترتیب دینا کسی قدر محنت طلب ہے۔ آسان طریق تو یہ تھا کہ میں کچھ تا میں ہندوستان بھیجدیتا۔ اور شیخ نور احمد صاحب سب ترتیب کر دیتے اور شاید میں ایسا ہی کروں۔ ہندوستان میں نے شیخ رحمت اللہ صاحب کو لکھا ہے کہ وہ سنہ ۱۹۱۳ء تا ۱۹۱۶ء کی آمد و خرچ کا حساب جو ہندوستان میں ہوا مجھے بھیجدیں۔ اور میں یہاں کی کتابوں سے حساب مرتب کروں گا۔ اگر خدا کو منظور ہوا تو سنہ ۱۹۱۳ء کا حساب سنہ ۱۹۱۸ء کے حساب کے ساتھ ابتدائے سنہ ۱۹۱۹ء میں شائع کر دیا جائیگا +

حساب کے شائع کرنے میں دیر اسلئے لگجاتی ہے کہ حساب دو جگہ ہے۔ اول ہندوستان سے خلاصہ حساب یہاں آتا ہے۔ اور اگر اسمیں کوئی رقم تشریح طلب ہوئی تو پھر خط و کتابت ہوتی ہے اسطرح موجودہ انتظام ڈاک کے ماتحت مہینوں کے مہینے یونہی گذر جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہاں کا عملہ اس قدر تھوڑا ہے۔ اور کام اس قدر زیادہ ہے کہ ہفتے کا کام مہینے پر جا پڑتا ہے۔ کیونکہ دوسرے کاموں سے فرصت نہیں ملتی۔ اب میں یہاں گذشتہ تین سالوں کا حساب اجمالاً دیدیتا ہوں جس کی تفصیل آپ اخیر میں پائیں گے۔ تا ناظرین رپورٹ کو سمجھ آجاوے کہ سنہ ۱۹۱۵ء کے آغاز سے لیکر سنہ ۱۹۱۷ء کے اخیر مشن کی مالی حالت کی کیا صورت ہے +

آمد و خرچ سنہ ۱۹۱۵ء و ۱۹۱۶ء جسمیں آمد و خرچ اسلامک ریویو شامل ہے +

| | | | |
|---|---|---|---|
| آمد ہندوستان سنہ ۱۹۱۵ء | ۳۰۰۰۸-۵-۰ | خرچ ہندوستان سنہ ۱۹۱۵ء | ۱۲۹۰۶-۳-۰ |
| در انگلستان ״ | ۲۶۳۰-۱۳-۰ | خرچ انگلستان سنہ ۱۹۱۵ء | ۱۶۱۵۰-۶-۶ |
| آمد ہندوستان و انگلستان سنہ ۱۹۱۶ء | ۲۱۹۰-۱-۶ | خرچ ہندوستان و انگلستان ۱۹۱۶ء | ۲۶۹۶۹-۱۱-۳ |
| میزان | ۵۴۹۲۳-۱۱-۶ | میزان | ۵۶۶۲۵-۸-۹ |
| کمی | ۱۰۰۱-۱۱-۳ | | |
| | ۵۶۶۲۵-۸-۹ | | |

ان دو سالوں میں ۱۰۱۷۱ روپیہ ۱۲ آنے ۳ پائی کی کمی ہے یہ دو سال در اصل بہت سے اخراجات کے تھے غیر ممالک میں لٹریچر کی تقسیم میں موجودہ پیوداور دقتیں اس قدر نہ تھیں چنانچہ کثرت سے اسلامک ریویو اور دوسرا لٹریچر تقسیم کیا گیا ایسا ہی مہمانوں کی کثرت بھی ۔ ان دو سالوں میں زیادہ رہی کیونکہ میدان جنگ نے موجودہ ایام کی طرح کثرت سے اہالیان ملک کو اپنی طرف نہیں بلایا تھا۔ لیکن یہ کوئی کمی نہیں اس کے مقابل جو مجھے سرکار نظام سے رخصتانہ کی رقم ملی اور جو میری ذاتی الاؤنس دو سال تھے ۔ وہ بھی احتیاطاً میں نے مشن میں ڈال دی جو رقم اٹھائیس صد ہوتی ہے سو اس طرح کمی پوری ہو جاتی ہے ۔ اسلئے سر دست میں اخیر سنہ ۱۹۱۶ء کی آمد و خرچ برابر کر کے سنہ ۱۹۱۷ء سے شروع ہوتا ہوں ۔ جب میں نے دوبارہ ہندوستان سے آکر کام کو سنبھالا اس سال کی اجمالی کیفیت آمد و خرچ حسب ذیل ہے ۔ تفصیل اس کے اخیر پر ہے +

| | روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|
| آمد | ۲۰۴۱۳ | ۴ | ۰ |
| خرچ | ۱۴۶۳۷ | ۳ | ۶ |
| بچت | ۵۷۷۶ | ۱ | ۶ |

اسمیں اسلامک ریویو کا وہ آمد و خرچ تو شامل ہے جو تقسیم بلا قیمت ہؤا ۔ ہاں وہ شامل نہیں جو خریداران کے متعلق ہے ۔ اگر اسے شامل کیا جائے تو کل آمد ـ روپیہ ۲۹۶۸۵ ـ آنہ ۹ ـ پائی ۳ ۔ اور خرچ ۲۳۹۵۷ روپیہ ـ ۱۲ آنہ ـ ۶ پائی ہوتا ہے بہر حال ابتدائے سنہ ۱۹۱۸ء میں کل مشن کی بچت ۵۷۷۶ روپیہ ـ ۱ آنہ ـ ۶ پائی جو مجھے یقین ہے کہ سنہ ۱۹۱۳ء کے حساب کرنے سے بڑھ جائے ۔ لہذا اس رقم کی تفصیل یہ ہے ۔ اسکی تقسیم میری اقتضائے رائے کے ماتحت ہے زیادہ تر یہی مینے جو رقم امداد کی ہوئی ہو وہ میں خود ہی مشن کی مدات میں بعض وقت تقسیم کر دیتا ہوں اگر بھیجنے والے نے اپنی مرضی ظاہر نہ کی ہو +

| | روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|
| بمد تقسیم بلا قیمت اسلامک ریویو و دیگر لٹریچر | ۱۵۸۶ | ۶ | ۰ |
| بغرض ترجمہ انگریزی بخاری شریف | ۲۵۸ | ۱۳ | ۰ |
| بغرض نفر مبلغان در انگلستان | ۵۰۰ | ۰ | ۰ |
| بہ اغراض عامہ مشن | ۳۴۳۰ | ۱۴ | ۶ |
| میزان | ۵۷۷۶ | ۱ | ۶ |

یہ ہماری مالی حالت سنہ ۱۹۱۷ء کے اخیر تھی یہ سنہ ۱۹۱۸ء میں بھی جہانتک میں سمجھتا ہوں ۔ شاید خرچ کسی صورت میں اس سے زیادہ نہ ہوگا میں یہ دو سال یعنے جب سے میں دوبارہ اُدھر آیا ۔ زیادہ طرح اسی طرف متوجہ رہا کہ اس مشن کو مالی حالت کے لحاظ سے کسی مستحکم بنیاد پر لے آؤں چنانچہ رسالے کے نکالنے یا مختلف مقامات پر لیکچر اور سرمن دینے کے علاوہ میرا زیادہ وقت اسی معاملے میں گذرا ۔ اور خدا کا احسان ہے کہ میں اپنی کوشش میں ایک حد تک کامیاب ہوگیا ۔ اور اگر مجھے مشن کا کام بڑھانا مدّنظر نہ ہو ۔ اور اس کے موجودہ کام کو ہی کافی سمجھ لوں ۔ تو پھر اگر حالات موافق ہیں تو یہ مشن اب دوسروں کی امداد سے کُلّیتہً فارغ البال ہوگیا ہے لیکن یہ موجودہ کام کسی طرح کافی نہیں +

مثلاً مسجد ووکنگ ۔ اسکی صفائی ۔ اسکی روشنی اُس کا باغ ۔ یہ ہیں کہ ایک آدمی کا بحیثیت خادم مؤذن مستقل طور پر رہنا ۔ یہ ایک مستقل خرچ چاہتا تھا ۔ اور سچ پوچھو تو مسجد ووکنگ کا مسلم مشن ہی ایک کے معنی چیز ہے ایسا ہی اسکی وقتاً فوقتاً مرمت اس کی رونق کے دوسرے اسباب کا مہیا کرنا ۔ یہ باتیں یہاں کے حالات کو سامنے رکھ کر مشن کی عزت کیلئے بھی ضروری ہیں ۔ عدم ذرائع کے باعث صرف حسب ضرورت ہی ہم بعض چیزیں آج تک مہیا کرتے رہے لیکن آج مجھے سرکار بھوپال نے جس کا یہ اسلامی مشن ہر کسی طرح پر اور میں خود ذاتی طور پر بھی مرہون احسان ہوں اس خرچ سے فارغ البال کر دیا ۔ سرکار عالیہ نے ان واقعات کے لکھے جانے پر مبلغ پندرہ صد روپیہ کی سالانہ رقم مسجد کے اخراجات کے لئے مستقل طور پر مقرر فرمادی ۔ یہ رقم ٹرسٹیان[1] مسجد کی نگرانی میں میرے ذریعہ خرچ ہوگی ۔ مسجد سے اگر کچھ بچ رہا ۔ تو میموریل ہوم پر خرچ ہوگا ۔ جہاں اس مشن کا دفتر اور کارکنان مشن کی رہائش ہے ۔ برادران اسلام ۔ اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کریں کہ اس ملک میں جہاں ایک آدمی کا کمرہ خواب ایک سال کے واسطے بہت سے پونڈوں کا خرچ چاہتا ہے ۔ اور جہاں چپہ بھر زمین سونا بچھا کر ملتی ہے وہاں خدا تعالےٰ نے ہمیں ایک مسجد ۔ ایک مکان اور اس کے ملحقہ تین ایکڑ زمین عطا کر رکھی ہے جو ایک دن ایک عمدہ باغ اور ایک مسلم محلہ اپنے اندر بنا سکتی ہے ۔ اور اس کے اخراجات کا انتظام بھی ہوگیا ۔ یہ امر بھی مسلم احباب کی دلچسپی کا موجب ہوگا کہ یہ مسجد بھی سرکار بھوپال کے روپیہ سے سنہ ۱۸۸۶ء میں تعمیر ہوئی تھی ۔ ووکنگ گو ہمارا مرکز ہے اور رہیگا لیکن ضرور تھا کہ لندن میں کوئی مستقل جگہ نماز جمعہ اور مشن کے دیگر کاروبار کی ہو لیکن اس کے معنے ہزارہا روپیہ کا سالانہ خرچ تھا ۔ سنہ ۱۹۱۷ء سے پہلے صرف

[1] فٹ نوٹ ۔ موجودہ ٹرسٹیان حسب ذیل ہیں : رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب ۔ میر عباس علی بیگ صاحب ۔ آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب

نماز جمعہ کا انتظام کسی پبلک ہال میں اور پھر ایک مکان میں جس کا نصف حصہ ہمارے پاس تھا لندن میں ہوتا رہا لیکن یہ امر کافی نہ تھا میں نے یہاں آکر اس معاملہ کا مفصل طور پر آنریبل سید امیر علی صاحب اور مرزا عباس علی بیگ صاحب سے تذکرہ کیا انہوں نے بھی اس مشن کی اہمیت اور اس کے مفید کام پر غور کر کے لنڈن مسلم فنڈ سے ۱۲۰ پونڈ سالانہ کی مستقل امداد کا میرے کہنے کے مطابق خرچ کرنا منظور کر لیا

الغرض اس رقم سے ہمنے ایک مکان نہایت موقع ایک معزز حصہ لندن میں لیلیا۔ یہ مکان نہایت وسیع ہے اس کا ایک کمرہ بطور نمازگاہ کام آتا ہے جہاں معقول تعداد میں نمازی کھڑے ہو سکتے ہیں۔ ایسا ہی ایک کمرہ لیکچر روم کا کام دیتا ہے۔ ایک اور حصہ بطور گول کمرہ اور دفتر۔ اور ایسا ہی اور ضروریات کے کمرے ہیں اسی مکان کا نام لنڈن مسلم ہوس ہے۔ اس کے فرنیچر کیلئے جہانتک نمازگاہ اور لیکچر روم کا تعلق ہے وہ بھی میرے لکھنے پر اسی فنڈ نے قریبًا ایکہزار روپیہ سے اوپر دیدیا۔ باقی فرنیچر بھی جس کی مالیت شاید ڈیڑھ ہزار روپیہ ہو۔ وہ سنہ ۱۹۱۸ء میں ادا ہوا جس کو آیندہ حساب میں دکھلایا جاویگا۔ اس کا ایک حصہ ممکن ہے میں اپنے ذمہ ڈال دوں۔ الغرض اس طرح ہم لندن کے اخراجات مکان تو ہمیشہ کیلئے بالکل فارغ ہو گئے کیونکہ یہ رقم ۱۲۰ پونڈ سالانہ کی ایک مستقل آمد ہے جب تک کہ خود لندن میں مسجد نہ بنے۔ سو تب مکان کی ضرورت نہ ہو گی۔ رہا اس مشن کا آرگن اور اسلامی لٹریچر کا مفت تقسیم ہونا سو اسلامک ریویو اس خدمت کے لئے حاضر ہے۔ کسی مزید خرچ کا محتاج نہیں۔ یہ اپنے پاؤں پر آپ کھڑا ہے اس کا مشن پر بوجھ نہیں جو کوئی قیمت دیتا ہے وہ اسے خریدتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے اس وقت تک مجھے توفیق دی کہ اس کا منافع زیادہ تر مشن کے ہی نذر کروں۔ اور آیندہ بھی انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ اس کی مفت تقسیم کے سرمایہ کا سوال دقت طلب تھا سو ایک بزرگ قوم کی فیاضی طبع نے میری عرضداشت پر چھ ہزار روپیہ سالانہ مستقل طور سے اس مشن کی امداد میں دیا جس کی تقسیم میری اقتضا رائے پر چھوڑی گئی ہے۔ سو اسمیں میں نے تین ہزار روپیہ مفت تقسیم لٹریچر کیلئے الگ کر دیا ہے علاوہ ازیں چھ صد روپیہ سالانہ عالیجناب پرنس حمید اللہ خان صاحب بہادر چیف سکرٹری ریاست بھوپال نے اس مد میں دے رکھا ہے۔ اس طرح تین ہزار چھ صد روپیہ اس خرچ کیلئے مستقل آتا ہے سو جسقدر کاپیاں ہم چھپ سکینگی۔ تو کم از کم تقسیم ہو سکتی ہیں۔ میں مفت تقسیم کیلئے جسقدر رسالہ چھاپتا ہوں۔ اس کا خالص خرچ ہی ایسے سرمایہ پر ڈالتا ہوں۔ اب رہے دیگر اخراجات جسمیں سے

ایک خرچ یہ ہے۔ کہ لنڈن مسلم ہوس میں ایک مستقل ہوس کیپر ہو۔ اس کے علاوہ وہاں روشنی اور کوئلہ کا خرچ ہے۔ ہوس کیپر کا خرچ سالانہ کوئی آٹھ سو روپیہ ہوگا۔ اسی طرح اور اخراجات ووکنگ اور ووکنگ کا عملہ ادنے وغیرہ جس کی تفصیل ہمارے احباب کسی سال کے مطبوعہ اخراجات سے دیکھ سکتے ہیں

اسکے لئے میرے پاس تین ہزار روپیہ سالانہ ہے۔ یعنے اس چھ ہزار میں جس کا اوپر ذکر کیا +

مہمانخانہ کا سوال میں نے امسال بہت آسانی سے طے کر لیا۔ سال ۱۹۱۷ء تک جسقدر یہاں کارکن رہے انکو کچھ تو الاؤنس ملتا تھا اور خوراک انکی مشن کے ذمہ تھی۔ میں نے یہ پسند کیا۔ کہ تنخواہیں زیادہ کی جائیں اور سوائے عملہ ادنے کے باقی کل کارکن اپنی خوراک کا خرچ آپ دیں۔ چونکہ ہم ملکر رہتے ہیں اور نہایت کفایت شعاری سے گذر کرتے ہیں۔ جو رقم اس طرح بطور ریبط بچت حصول امسال ہوئی وہی زیادہ تر مہمانوں کے اخراجات کی کفیل ہو گئی۔ مہمانوں کی تعداد میں جنگ کے باعث کمی ہو گئی ہے۔ تاہم اگر فی وقت ایک مہمان سمجھا جائے تو کل مہمان ووکنگ اور لنڈن مسلم ہوس میں ڈیڑھ ہزار سے اوپر آئے۔ لنڈن مسلم ہوس کے مہمانوں کا خرچ تو میں نے اپنے ذمے ڈال لیا۔ یعنے اس جگہ جو باورچیخانہ پر خرچ ہوا اسمیں سے مشن پر صرف سولہ پونڈ یعنے ہوس کیپر کی خوراک واحتیاج۔ باقی خرچ وہاں کے مہمانوں کا میں نے مشن پر نہیں ڈالا۔ وہ اپنے متعلق کر لیا۔ اور ووکنگ میں جسقدر خرچ باورچیخانہ میں ہوا۔ اسمیں سے مہمانوں کے متعلق صرف ستائیس پونڈ مشن پر ڈالے ہیں یعنے سوا دو پونڈ ماہوار جس کے مقابل ایک وقت کے مہمان اکیماہ میں ۲۰۰ کے قریب تھے۔ اُن کا خرچ کارکنان مشن کے خرچ خوراک سے جو انہوں نے بالکل اپنا جسمیں مکرمی شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بھی شامل ہیں جنکی خدمات بالکل عند اللہ ہیں۔ جن کے متعلق میں آئندہ لکھونگا

رہا میری ذات کا بوجھ۔ سو اسوقت بحمد اللہ مشن پر ہے اور نہ کبھی پہلے مشن پر ہوا۔ میرے لئے یہ کوئی امر عیب تھا۔ کہ میں اپنا روز مرہ مشن سے لیتا۔ میرا ایسا کرنا قرآن اور حدیث کی منشاء کے مطابق ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے محض اپنے فضل سے اس وقت تک اس ضرورت سے الگ رکھا۔ میں نے اس وقت تک کچھ بطور ایڈیٹر اسلامک ریویو گذارہ کے طور پر آمد لے لی اور کچھ میری احتیاج کیلئے سرکار ہز ہائینس حیدر آباد نے ذاتی طور پر میرے لئے منصب اور وظیفہ مقرر کر دیا اس طرح مشن آئندہ کیلئے بھی اس خرچ سے آزاد ہے۔ یہ ہے اس مشن کی اجمالی کیفیت۔ میرے احباب سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس پانچسال کے خاتمہ پر مشن کا پہلا حلقہ زندگی تھا۔ مشن ایک مختصر سا کام کرنے کیلئے بالکل مستحکم پاؤں پر کھڑا ہو گیا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو اب اسکو کوئی مالی خطرہ اس اپنی مختصر سی ہستی کے قیام کیلئے نہیں۔ ہمارے پاس مسجد ہے۔ اور مکان رہائش ہے اور دفتر

کیلئے جگہ ہے لندن میں ایک مکان ہے۔ جہاں نماز جمعہ ہوتی ہے ہر اتوار لیکچر اور سرمن ہوتے ہیں۔ نومسلموں کے جمع ہونے اور دیگر جلسہ کرنے کیلئے عمدہ مکان ہے۔ اپنا ایک آرگن ہے مفت تقسیم لٹریچر کا مستقل سامان ہے۔ ادنے عملہ کیلئے اور دیگر اخراجات کیلئے مختصر سی رقم بھی ہے۔ یعنے اس وقت ہمارے مشن کا اپنا مکان اپنی مسجد اور اسکے علاوہ دس ہزار روپیہ سالانہ کی مستقل آمد اور میری اور میرے ایک معاون کی خدمات مستقل طور پر حاضر ہیں۔ گویا اس وقت یہ مشن پانچ سال کے بعد اپنی مختصر سی ہستی قائم رکھنے کیلئے سوا خدا تعالےٰ کے کسی کا محتاج نہیں۔ لیکن کیا یہ کافی ہے۔ اور کیا یہ ظلم نہیں کہ جب اسی خرچ کے ماتحت اور انہیں وسائل کے ذریعہ موجودہ کام سے دس گنا زیادہ کام ہو سکتا ہو اگر چند کارکن اور ہوں تو ہم کیوں کام نہ بڑھائیں۔ مثلاً اگر اور چار مبلغ ہوں۔ اگر بالفرض موجودہ اشاعت تصنیف کے بالمقابل دس گنا اشاعت ہو عملہ مکان۔ کارکن متفرق اخراجات یہ سب کے سب وہی ہونگے۔ اور کوئی فالتو خرچ نہ ہوگا لیکن کام اور اس کے نتائج کتنے گنا زیادہ ہو گئے۔ اسی دس ہزار روپیہ اور اسی مکان میں چار پانچ اور کارکن چل سکتے ہیں۔ اگر ان کے مایحتاج کا انتظام ہو جائے + میرے نزدیک اشاعت اسلام یہی نہیں کہ لیکچر دیدیئے یا چل پھر کر کسی سے اقرار اسلام لیلیا۔ یہ امر تو بہت ہی تھوڑا خرچ چاہتا ہے اس وقت جس یہاں ایک خاص قسم کا مذہبی انتشار ہو رہا ہے اور عیسائیت سے نفرت پھیلتی جاتی ہے ایسا کام ایک آسان مشغلہ ہے اور یہ طریق چنداں مفید نہیں۔ اصل کام یہ ہے۔ کہ جتنے بھی مسلمان ہوں ان کے ساتھ مستقل طور پر خط و کتابت اُن سے میل جول انکی تعلیم و تربیت۔ پھر عام طور پر اسلامی لٹریچر کی اشاعت مختلف طور پر جو اس وقت اس ملک میں اسلام کے موافق یا مخالف لکھا جاتا اسکی غور پرداخت ان کے جواب پھر اس کے علاوہ مختلف مواقع پر لیکچر و تقریروں کا انتظام کرنا مختلف جلسوں میں جہاں کہیں اسلام پر یا مذہب پر تقریریں ہوتی ہوں وہاں پہنچنا اور بحث میں حصہ لینا دوسرے ایسے مذہبی پلیٹ فارم پر جا کر تقریر کرنا جو عیسائیت سے تو الگ ہو چکے ہیں لیکن مذہب کی تلاش میں ہیں۔ تو یہ ہمارا فرض ہے قبولیت مذہب خدا کے ہاتھ +

اس وقت اگر اس ملک کی حالت مذہبی نقطہ خیال سے دیکھی جائے تو جس قدر اشاعت اسلام کا موقع بلاد غربیہ میں ہے وہ شاید ہی گذشتہ چند صدیوں میں کسی ملک میں پیدا ہوا ہو۔ لاکھ دو لاکھ

آدمی جہاں ایک طرف عیسائیت سے بیزار ہو چکے ہیں وہاں دوسری طرف حقیقی مذہب کی تلاش میں پھر رہے ہیں۔ ان کے دل بہت حد تک تعصب سے خالی ہیں اس جنگ نے رہا سہا عیسائیت کا خاتمہ کر دیا ہے جسقدر مذہبی تحریکیں اس ملک میں نئی پیدا ہوئی ہیں وہ دراصل اسلام کی ہمہ گیر تعلیم کا ایک نہ ایک پہلو ہیں پولیٹیکل۔ مورل۔ سوشل معاملات میں جن حقائق کیطرف مغربی دنیا جا رہی ہے۔ ان سب کا رخ اسلام کی طرف ہے۔ مثلاً گذشتہ سال میں میں نے سوشلسٹوں۔ فری تھنکروں سپرچولسٹوں تھیاسفسٹوں نیو تھاٹ سنٹر و نیو لائٹ سرکل میں۔ الغرض اس قسم کی مجلسوں میں جنمیں آپ میں سخت اختلاف ہے تقریریں کیں۔ اور ہر جگہ قرآن کو ہی پیش کیا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ میرا طریق یہاں مرنجاں مرنج نہیں بلکہ میرے ہاتھ میں ہمیشہ قرآن کی ننگی تلوار ہوتی ہے۔ اور میں غیر اسلامی عقائد پر جرح قدح کرنے میں کبھی سست نہیں ہوا لیکن آج تک ایکدن بھی یاد نہیں کہ میرے سامعین میں سے اکثروں نے مجھ سے اتفاق ظاہر نہ کیا ہو۔ اب حال یہ ہے کہ جسقدر کام چلتے اور چل رہے ہیں اور جن کیلئے جہانتک ابتدائی اخراجات کی ضرورت ہے وہ مہیا ہو چکے ہیں۔ کیا یہ ایک آدمی کر سکتے ہیں۔ لو میرے کام سن لو۔ ہر جمعہ مجھے لندن میں نماز جمعہ اور خطبے کیلئے جانا ہوتا ہے۔ ہفتے میں ایک شام کو درس قرآن لندن میں ہوتا ہے اور ایک لیکچر اتوار کو لندن مسلم ہوس میں ہوتا ہے پھر کم از کم ایک لیکچر ہر ہفتے مجھے کہیں اور جگہ دینا ہوتا ہے۔ ووکنگ میں بدھ کی شام کو درس قرآن ہوتا ہے۔ اور اتوار کو حسب معمول جلسہ وعظ۔ پھر اسکے علاوہ اسلامک ریویو کی مضامین نگاری دونوں گھروں کا انتظام پھر مالی دقتوں کا مقابلہ۔ بعض مہینے اس سال کے آغاز میں ایسے بھی گذرے ہیں کہ جب مجھے ایکماہ میں بیس یا اس سے زیادہ تقریریں کرنی پڑیں۔ پھر یہ لیکچر ہمیشہ مختلف مضامین پر دینے پڑتے ہیں۔ اور سامعین ذی استعداد اور قابل ہوتے ہیں۔ پھر ان لیکچروں میں سوال و جواب کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے اسلامک ریویو میں میرے بعض لیکچر چھپ چکے ہیں جن جن مشکل مضامین پر مجھے بحثیں کرنی پڑیں اور ان کیلئے جس قدر مطالعہ کرنا پڑا وہ بذات خود ایک اہم کام ہے۔ اس محنت شاقہ کا نتیجہ جو میری صحت پر ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ چنانچہ اس وقت میری صحت کی حالت قابل اطمینان نہیں۔ نیند مجھے بہت کم آتی ہے۔ دوران سر کی شکایت ہے میرے پٹھوں پر اس محنت کا ایسا برا اثر پڑا ہے۔ کہ میں اپنے ہاتھ کے ساتھ دو تین گھنٹے سے زیادہ کام نہیں کر سکتا۔ حالانکہ اخیر ۱۹۱۶ء میں میں آٹھ دس گھنٹہ تک متواتر قلم چلا سکتا تھا

آنکھیں تین چار گھنٹے کے مطالعہ کے بعد تھک جاتی ہیں شوء ہضم کی گو شکایت نہیں پھر بھی بھوک کا نہ
ہونا ہی میرے لئے ابھی دو سال ہوئے تین گھنٹے تک تقریر کر لینا کوئی مشکل کام نہ تھا ۔ جیسا کہ
ہندوستان میں میرے احباب اس امر سے واقف ہیں لیکن اب ایک گھنٹے کی تقریر نہ صرف تھکا
ہی دیتی ہے ۔ بلکہ اس دن اگر کوئی اور دماغی کام کرنا پڑ جائے تو تمام شب اس رات جاگتے ہوئے جاتی ہے
ہے ۔ اب میرے احباب خود اس پر غور کریں ۔ کہ ان حالات کے ماتحت میں کب تک اور کہاں تک کام کر سکتا
ہوں ۔ پچھلے سال جس خطرناک بیماری کا مقابلہ کرنا پڑا ۔ وہ بھی اسی محنت شاقہ کا نتیجہ تھی ایسے
مجھے مہینوں بیکار رکھا ۔ اب میری یہ حالت ہے کہ جب کوئی مجھے تقریر کیلئے دعوت دیتے ہیں تو میں
جان چراتا ہوں ۔ یہ کس قدر رنج کا مقام ہے کہ میں نے خود ہی گذشتہ سرما میں مختلف پلیٹ فارموں
پر جا کر اسلام کے متعلق مذاق پیدا کیا ۔ قریب قریب جہاں میں گیا ۔ ان لوگوں پر میں نے اپنی تقریر کا
وہی اثر چھوڑا جو ہندوستان کے جلسوں میں ہوا کرتا تھا ۔ اب جو ان میں شوق پیدا ہو گیا ہے جس نے
ان کے مطالبات بڑھا دیئے ہیں تو میں ان کا ان مطالبات کو پورا نہیں کر سکتا ۔ کاش شیخ القدوائی
پلیٹ فارم پر آنا پسند کرتے تو جس طرح انکی قلم نے مجھے اسلامک ریویو کے ایک حصہ سے فارغ کر دیا ویسے
یہ کام بھی ہو جاتا خدا تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے ۔ اصل کام اشاعت اسلام کا یہ ہے کہ اسلام کے متعلق
پیاس پیدا کی جائے ۔ وہ پیاس پیدا ہو رہی ہے لیکن سقائے اسلام کہاں ہیں ! اچھا اور باتوں کو جانے دو
خود اپنے گھر کا حال سن لو ۔ دو مقام پر ہر اتوار کو لیکچر ہوتا ہے ۔ میں کہاں جاؤں اور کہاں نہ جاؤں
ناچار یہ تجویز کیا ۔ کہ دو اتواریں میں لنڈن میں تقریر کروں اور دو اتواریں ووکنگ میں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے
کہ جس اتوار کو میں لنڈن میں ہوں سامعین کی تعداد نصف بھی نہیں رہتی ۔ چونکہ نوٹس ہماری چھپ جاتے
ہیں بعض لوگ گھروں سے ہی نہیں آتے ۔ اب اس مصروفیت میں ایک اور ضروری کام ہے ! اور وہی
اصل کام ہے وہ بالکل رہتا جاتا ہے ۔ وہ یہ ہے کہ جو اصحاب مشرف باسلام ہوں ان کو اسلامی تعلیم
بتلائی جائیں ۔ اور اسلامی زندگی سے آگاہ کیا جائے ۔ ووکنگ پر ایک وقت تھا ۔ جب ہمیں ایک جمعہ کا
خطبہ ۔ ایک اتوار کا لیکچر رسالے کا لکھنا اور کچھ خط و کتابت کرنی ہوتی تھی ۔ اس وقت بہت خالی وقت
اس کام کیلئے تھا ۔ بدھ اور اتوار کا دسترخوان کھولنے کی یہی غرض تھی ۔ کہ مسلم اور غیر مسلم اصحاب آتے
تھے اور دسترخوان پر یا اس کے بعد دو تین گھنٹوں میں اسلامی مضامین پر کلیتہً گفتگو ہوتی تھی اور

بہت لوگ سیکھ جاتے تھے۔ اب دل تو یہ دوسرا تواریں ہیں ووکنگ میں نہیں ہوتا لندن ہوتا ہوں۔ پھر بعض وقت ووکنگ کی اتوار بھی اور ایسا ہی بدھ بھی کسی اور سوسائٹی میں لیکچر دینے کیلئے مجھے ووکنگ چھوڑنا پڑتا ہے۔ اور اگر میں یہاں بھی ہوں تو بعض وقت اس قدر تھکا ماندہ ہوتا ہوں کہ کسی سے گفتگو کرنے کو جی نہیں چاہتا جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ان دستر خوانوں کی اصلی غرض مفقود ہونی جاتی ہے۔ نومسلموں کا خصوصاً لندن میں تقاضا بڑھتا جاتا ہے کہ ہمیں اسلامی زندگی سکھلاؤ۔ میں حیران ہوں کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ وہ مجھ سے وقت مانگتے ہیں میں جی چراتا ہوں +

ان ذرائع کے علاوہ ایک اور طریق اشاعت و خدمت اسلام کا تھا وہ ہے خط و کتابت پہلے ۱۹۱۴ء میں از حد مفید ثابت ہوئی۔ اب کافی مددگاروں کے نہ ہونے کی وجہ سے کچھ نہیں ہو سکتا پچاس پچاس اور ساٹھ ساٹھ چٹھیاں بعض وقت ہفتوں جواب کیلئے پڑی رہتی ہیں +

اب ان تمام کاموں کے علاوہ ایک نیا کام اور پیدا ہو گیا ہے۔ جو بذات خود ایک عملہ چاہتا ہے ووکنگ مشن اور اسلامک ریویو کی اشاعت نے انگریزی آبادیوں کے مسلمانوں کو اسلام کی طرف متوجہ کر لیا ہے۔ جزائر غرب الہند اور برٹش گائنا ٹرینیڈاڈ مغربی جنوبی مشرقی افریقہ کی بستیاں۔ پائیش سنگاپور فلپائن۔ پی نانگ۔ پورٹ نیو۔ مالابار سب جگہ مادرزاد مسلمان آباد ہیں جو اسلام سے قطعاً ناواقف ہیں۔ ان کے متواتر خطوط آتے ہیں کہ وہ اسلامی شعار سیکھنا چاہتے ہیں انگریزی کسی قدر جانتے ہیں۔ اسلامی لٹریچر مانگتے ہیں۔ مسائل پوچھتے ہیں استفسار کرتے ہیں۔ اب مسلم احباب خود ہی غور کریں۔ کہ ان مطالبات کو کون پورا کرے۔ مغربی افریقہ میں جنگل کی آگ کی طرح اسلام پھیل رہا ہے۔ اور پھیل سکتا ہے۔ چنانچہ وہاں کے عیسائیوں کے متواتر خطوط آتے ہیں جو اسلام چاہتے ہیں تین چار سال ہوئے جب وہاں کے لوگوں نے مجھے لکھا۔ کہ کوئی مشنری وہاں بھیجا جائے۔ نئے لوگونکو اسلام میں داخل کرنا چھوڑ دو۔ کیا ان مادرزاد مسلمانونکو اسلام سکھلانا ہمارا فرض نہیں۔ اور اس فرض کا پہلا بوجھ مسلمانان ہند کی گردن پر نہیں۔ حیرت آتی ہے کہ ہمارے بھائی کس شغل میں پڑے ہوئے ہیں۔ دنیا کدھر جا رہی ہے۔ اور یہ اب تک سو رہے ہیں۔ دنیا اسقدر پیاسی ہے اور طلب اسلام کر رہی ہے۔ اور ہم ہیں کہ ہمیں اس وقت تک فرقہ بندی کے جھگڑے نہیں چھوڑتے سخت ضرورت اس وقت انگریزی زبان میں ہر قسم کے لٹریچر پیدا کرنے کی ہے۔ کتاب راہ نجات

کئی سی کتابیں مختلف مضامین پر کثرت سے لکھی جائیں اور ہزاروں میں چھاپی جائیں۔ وہ تھوڑی سی مدت میں ختم ہو جائینگی۔ مثلاً دو کتابیں ہیں نے پانچ پانچ ہزار کی تعداد میں ۱۹۱۴ء میں چھاپی تھیں مجموعہ حدیث نبوی اور اسلامی نماز۔ پہلی کتاب کا خرچ بیگم صاحب نواب حاکم الدولہ بہادر حیدر آباد نے دیا تھا۔ اور دوسری کتاب کے خرچ کے متحمل میرے محترم بابو محمد صاحب کنہ لدہانہ تھے۔ آج یہ کتابیں چند صد رہ گئی ہیں۔ پچاس سے لے کر دو دوسو تک الغرض لوگوں نے منگوائیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر پیاس اسلامی لٹریچر کی ہے۔ مجھے اگر فراغت ہو تو یہ کام آسانی سے ہو سکتا ہے +

اس وقت اس امر کے علاوہ کہ مختصر اسلامی پمفلٹ مختلف مضمونوں پر نکلیں۔ یہ ضرورت بھی ہے کہ بعض مضامین مہتم بالشان بسیط کتابیں لکھی جائیں۔ اور اُن پر اسلامی بحث ہو۔ اس وقت مٹریلزم کمزور ہو چکا ہے۔ خود طبقہ حکماء میں ایسے لوگوں نے جن کی عمریں طبعیات اور مادیات کے معلوم کرنے میں گذری ہیں۔ اب رُوحانیت کی طرف رُخ کیا ہے۔ میں نے بھی کئی جگہ لوگوں کی درخواست پر ایسے لیکچر دیئے جو مفید ثابت ہوئے اور وہ چھپ گئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ موجودہ فلسفے اور حکمت کو ساتھ ساتھ لیکر قرآنی روشنی میں رُوحانیت اور مذہب پر کتابیں لکھی جائیں۔ یہ وقت اس امر کے لئے از بس موزوں ہے۔ اور یہ کام مشکل نہیں۔ فرصت ہو تو ہو سکتا ہے خدا کرے کوئی بھائی پیدا ہو بہت سے ایسے کام میرے ہاتھ میں ہیں جو وہ آ کر کرے اور میں کسی قدر فارغ ہو کر اس ضروری لٹریچر کے پیدا کرنے کی کوشش کروں۔ اخویم شیخ منیر حسین صاحب قدوائی یہ کام نہایت خوبی سے کر سکتے ہیں خدا تعالے ہی اُن کو جزائے خیر دے۔ اس نے نفسی سے ان تین چار سالوں میں انہوں نے یہاں آکر میرا ساتھ دیا۔ اور کسی قسم کا بوجھ مشن پر نہ ڈالا ہمیشہ قلمی امداد سے ریویو کو مالا مال کیا بعض کتابیں خود چھاپ کر بے سپرد کیں۔ جو بعض دفعہ مفت تقسیم ہوتی ہیں۔ اور جو بکتی ہیں تو قیمت مشن کو جاتی ہے پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میری غیر حاضری میں جب میں کسی اور شہر میں لیکچر دینے جاؤں یا لندن میں ہوں تو گھر اور دیگر معاملات مشن کے نگران ہوتے ہیں۔ الغرض شیخ صاحب عبد اللہ میرا دہنا بازو ہیں۔ خدا تعالے انہیں اجر دے جس دن وہ مع الخیر یہاں سے وطن گئے تو مشن کو معقول معاوضہ دیکر بھی ان کا بدل نہیں ملیگا۔ یہ آدمی ہیں کہ جب قوم میں ان کے ایثار والے پیدا ہوئے تو قوم سرسبز ہو گئی +

یہ یہاں کی اجمالی کیفیت ہے۔ اور یہ یہاں کی مصروفیت ہے جو ہم مٹھی بھر کارکنوں کو دیوانہ بنانے کے لئے

مقام کس قدر ظلم ہے کہ مسلم غیر مسلم کی توجہ تو اس قدر ہماری طرف ہو ہمیں کامیاب نتائج پیدا کرنے کے ذریعے بھی معلوم ہوں مگر منقولہ سبب بھی بفضلہ ہو۔ اور ہم کافی ہاتھوں کے نہ ہونے سے بے بس اور حیران ہو جائیں۔ کیا یہ ظلم نہیں کہ ابتدائی اور ضروری خرچ تو ہو چکے ضروری تھا کہ مستقل طور پر قائم ہو جائیں۔ اور چند کام کرنے والوں کے نہ ہونے سے کام ادھورا رہ جائے۔ بلکہ

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیر ہا

رہا سہا کام بھی بگڑ جائے اچھا ہوتا اگر یہ تمام مصروفیات مجھے نہ ہوتیں صرف تبلیغ دینا ہی کام ہوتا تو کم از کم تین سو فی صد اس سال نومسلم ہونے اس سے دو گنے تگنے ہو سکتے تھے لیکن یہ بات مفید اور پائیدار نہیں کسی سے کلمہ پڑھا لینا جیسے میں نے پہلے اوپر لکھا کوئی مشکل کام نہیں۔ اور کسی کے منہ سے آنحضرت صلعم کا نبی منوا لینا۔ اس کے لئے تو چنداں کوشش کی بھی ضرورت نہیں نبی کا ترجمہ انگریزی میں پرافٹ ہے اور اب تو انگریزی لٹریچر میں آنحضرت کو علی العموم اسی لفظ سے مخاطب کرتے ہیں۔ لیکن اس دھوکے میں نہ پڑنا چاہئے کہ جو آنحضرت کو پرافٹ کہے وہ مسلمان بھی ہے بہرحال جن کاموں کی طرف میں برادران اسلام کو متوجہ کرتا ہوں اُن کو مہیا کرو۔ یہ دنیا تو مسلمان ہو کے رہیگی وہ اصول جن پر تمدن۔ پولیٹکس اور ... حصہ سوشل یہاں مبنی ہے وہ قرآن ہی ہے۔ جن امور پر اب طبعیات اور روحانیات ایکدوسرے سے ہاتھ ملا رہے ہیں وہ صرف اسلام میں ہیں صرف ان باتوں کا تسلیم کرانا باقی رہ گیا ہے سوا لاکھ روپیہ کے لگ بھگ آج اس مشن پر خرچ ہو چکا ہے۔ اس رقم کے نصف سے زیادہ میں خود اپنے پیسے میں رکھ کر لگا لیتا۔ اور یہ میں نے انداز ۱۰ اپنی اس آمد کا کیا ہے۔ جو مجھے سنہ ۱۹۱۲ء میں تھی۔ گویا قوم کا دو لاکھ روپیہ اس مشن کی نذر ہو چکا۔ اگرچہ یہ سب کچھ ان نتائج کے بالمقابل کچھ بھی نہیں جو اس وقت تک مرتب ہو چکے۔ اور کوئی سال ہم پر ایسا نہیں گذرتا جو ایک نہ ایک قیمتی انسان ہم میں شامل نہ کرے۔ اگر پچھلے مسٹر محمد پکتھال جیسے مشہور مصنف و اہل قلم کا اعلان اسلام مجھے خوش کر رہا تھا تو آج **نصیر الدین فورڈ** بی اے ایل ایل بی بیرسٹر ایٹ لاء کا **مسلمان ہونا** میرے مسرت کا موجب ہے لیکن میں ان باتوں کو بے سود اور وقتی خوشی کا موجب سمجھتا ہوں اگر کام کا پیمانہ وسیع نہ کیا جائے۔ یہ تجربہ کے ایام تھے۔ تجربہ ہو چکا۔ راستہ کھل گیا خیبر کا دروازہ ٹوٹ گیا اسلام نے دنیا کو یہاں مخاطب کر لیا۔ اس ملک میں مسلمان ایک قوم بطور پائندہ سمجھے جانے لگے۔ سرکاری اعلانوں

ہیں اس کا اعتبار ہو گا۔ پھر اور کیا ہو سکتا تھا۔ ان روحوں کو چھوڑ دو جو ہم میں تو شامل ہوئیں۔ ایک سال
بھی کوئی مہینہ ایسا نہیں گیا جو دو ایک مسلمان نہ ہوئے ہوں۔ بھیڑوں کا گلہ پیدا کر لینا تو آسان ہے
لیکن اُن کی پرورش ہی اصل چیز ہے۔ میں کہتا ہوں۔ اگر موجودہ جماعت ہی کامل مسلمان ہو جائے
تو ایک مدت کے بعد یہ کس قدر پھیل سکتی ہے لیکن اگر انکو اسلامی تعلیم نہ ملے۔ تو یہ نئے پودے جلد کملا
جائیں گے۔ ان بھیڑوں کو بھیڑیئے کھا جائیں گے۔ کیا فائدہ ہماری تبلیغ کا اور ہمارے مسلمان بنانے کا
اگر ہم اس نئی جماعت کی شیرازہ بندی نہ کر سکیں۔ ان کو اپنے ساتھ ملحق رکھنے کے سامان
نہ کریں۔ ہر وقت ان سے خط و کتابت یا میل جول کا وقت نہ نکال سکیں موجودہ حالات کے ماتحت
ہم پہنچ بھی دیں گے وعظ بھی کرینگے۔ نئے مسلمان بھی بنائیں گے لیکن جو پہلے مسلمان ہو چکے ہیں
عدم توجہ کے باعث جس کا باعث عدم فرصت و عدم وقت ہے الگ ہو جائیں گے۔ اور یہ نئی شاخیں اور
نئی کونپلیں جو باغ اسلام میں پیدا ہوئی ہیں وہ کافی مالیوں کے نہ ہونے سے خشک ہو جائینگی یا ٹوٹ جائینگی
کئی نئے لوگ ملتے ہیں اُن سے گفتگو ہوتی ہے۔ ملاقات پر ان میں اسلام کی طرف آنے کی استعداد معلوم
ہوتی ہے لیکن فرصت نہیں ملتی کہ اس ملاقات کو بڑھا کر کوئی نتیجہ پیدا کیا جائے۔ اور نہیں تو ایک
ایسا ہی آدمی ہو جو ادھر اُدھر پھرتا رہے تو بہت نتائج پیدا کرے ۔

اب میں پھر عرض کرتا ہوں کہ میں جس حالت پر مشن کو لے آیا ہوں اُسے غنیمت سمجھا جائے۔
خدا تعالےٰ کا کم از کم مجھ پر احسان تھا۔ کہ اس نے مجھے اس ابتدائی کام کیلئے جبکہ ایسے کاموں میں
اخراجات مالی بلا تعین و بلا انداز ہوا کرتے ہیں۔ ایسے حالات میں جیسا کہ مجھے نفسانی اغراض کا
کا مقابلہ کرنے میں چنداں تکلیف نہ ہو۔ اور نہ میری آنکھ اسقدر مال کی طرف جاوے جس کو کئی گنا
زیادہ میں آسانی سے کما سکوں اس مشن کے بعض سالوں کی آمد کُل کی کُل جسمیں ہم موٹا موٹا خرچ
تھا ایک کامیاب وکیل کی سالانہ آمد سے بھی کم ہوئی ہے۔ بالمقابل اس مشن کی آمد کے لحاظ سے کامیاب
کامیاب بال اس قدر آمد پیدا نہیں کرسکا کہ جسمیں سے میری ذات کو چھوڑ اگر باقی عملے کی تنخواہ
مطبع اور کاغذ کا بل اور دوسرے مقررہ اخراجات کاٹے جائیں تو باقی جو بچ رہا۔ اس کا دگنا
تگنا بھی میری اُس آمد تو پہنچی جو ۱۹۱۲ء میں تھی۔ پھر میرا دل کس طرح میلا ہو سکتا۔ اور یہ سب اسکے
کرم اور اسکی پُر حکمت طریق ہیں۔ یہ ایک کٹھن کٹھالی تھی جسمیں خدا تعالےٰ نے مجھے نکالا۔ یہ میرا

کمال نہیں بلکہ اس کے افضال ہیں۔ میں تو ایک کمزور انسان ہوں۔ اس کے فضل نے ہی مجھے اس قابل کیا
کہ میں نے آسائش کی زندگی پر درویشی کو ترجیح دی۔ نہایت عسرت کے ساتھ میں نے ۱۹۱۲ء کے آخر تک گذارہ
کیا۔ حالانکہ اس وقت تک زیادہ حصہ مشن کی آمدنی کا روپیہ سے ہی متعلق رکھتا تھا۔ لیکن میں نے
اسکے منافع کو اپنا مال جانتے ہوئے اس سے کوئی تعلق نہیں رکھا بلکہ اپنے ذاتی وظائف اور
دیگر عطیات جو میری ذات سے تعلق رکھتے ہیں انہیں احتیاطاً مشن کی آمد میں دکھلایا۔ کہ
وقت پر کمی کو پورا کر دیں۔ اور یہ کسی پر احسان نہیں۔ یہ مشن میرے ہی سر کا جنون ہے۔ جو میرے مرشد
حضرت اقدس مرزا صاحب نے میرے سر میں پیدا کیا اور یہ مجھے اپنی اولاد سے زیادہ عزیز ہے۔ میں نے
جو کیا اپنے دل کو خوش کرنے کیلئے کیا۔ ابتلاء سے بچنے کیلئے ابتدا سے آج تک میں نے حساب کتاب و آمد
و خرچ دوسروں کے ہاتھ میں رکھا۔ ہاں ۱۹۱۴ء میں مجھے نئی ضروریات لاحق ہو گئی تھیں
جن میں بعض اشد ضروری تھیں۔ ان کے متعلق میں ۱۹۱۵ء میں سوچ رہا تھا کہ کیا انتظام کیا جائے۔ خدا تعالیٰ نے
کے سابقہ فضلوں کا نمونہ بھی گو کسی قدر کمی کے ساتھ ان امور کو حل کرا دیا۔ کہ خدا تعالیٰ نے خود ہی ایک راہ
کھول دی۔ ۱۹۱۵ء کے اخیر میں مشن کے واسطے مالی امداد حاصل کرنے کیلئے میں حیدرآباد گیا۔ وہاں
کے عمائد اور شرفا نے میری بہت قدر افزائی کی۔ اور مشن کی حقیقی امداد اس سال کی میرے خیال میں جو
ہونا تھی ہو گئی۔ لیکن میرے حیدرآباد سے رخصت ہونے سے کچھ پہلے حضور نظام کی حسب معمول
فیاض طبیعت جوش میں آئی۔ اور انہوں نے رخصتانے پر مجھے ایک مستقل ذاتی منصب عطا فرما کر
میرے پیش آمدہ امور کا حل کر دیا۔ بہرحال جس طرح خدا نے مجھے رکھا ہے۔ مجھے اپنی ذات کے سوا کسی کا محتاج
نہ بننے دیا۔ اور مشن کی ذات پر بوجھ ڈالنے سے مجھے الگ رکھا۔ سو آج مشن اُس حال پر پہنچ گیا ہے جہاں
میں اُسے پہنچانا چاہتا تھا۔

گویا اب مشن کا دور اول ختم ہوتا ہے۔ یعنے ہمیں ان مالی مشکلات کے وقت کہ جن کی وجہ سے کئی
دفعہ اسکی ہستی معدوم ہو سکتی تھی۔ اور جس کے باعث بہت سی نئی تحریکیں ختم ہو گئیں۔ وہ دور بحمد اللہ ختم ہو گیا
مشن اپنی مختصر سی ہستی کیلئے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ اگر مشن کے یہ معنے سمجھے جائیں کہ ووکنگ
کی مسجد آباد رہے۔ اسلامک ریویو زندہ رہے۔ لندن میں جمعہ ہوتا رہے۔ اور لندن میں ایک مکان
جلسہ وعظ اسلامی کیلئے ہو۔ جہاں ہفتے میں ایک آدھ لیکچر ہو۔ تو یہ مشن آج مستقل قدموں پر

کھڑا ہو گیا ہے۔ پبلک امداد اکٹھی ہو یا نہ ہو۔ اسلئے میں عرض کرتا ہوں۔ کہ اس کا سخت خطرناک مرحلہ اولین جس سے نکلنا مشکل کام تھا وہ ختم ہو چکا۔

مجھے اسبات کا بھی اب خیال نہیں کہ یہ کاروبار میرے ہاتھ رہے اور نہ یہ تفصیل یہاں چل سکتا ہے۔ جب یہاں لفظ محمڈن تک چھوڑ دیا گیا۔ اور اصل لفظ مسلم اختیار کیا گیا۔ اور محمڈن یا محمڈن ازم کے مقابل مسلم یا اسلام کے نام نے مخاطبوں پر اثر کیا۔ چنانچہ اسی امر پر بڑے بڑے محققین مثلاً سید امیر علی صاحب نے لفظ محمڈن کی جگہ لفظ مسلمان اپنی تحریر اور تقریر میں استعمال کرتے ہیں۔ الغرض جہاں لفظ محمڈن کو چھوڑ کر قرآن کا لفظ مسلم ہمیں اختیار کرنا پڑا۔ وہاں فرقہ کے ساتھ اسلام کو منسوب کرنا محض کہاں تک مفید ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ ہاں ہندوستان کے فرقہ پرست لوگ تو ضرور خوش ہو سکتے ہیں لیکن عمل یہاں وہی مجبوراً کرنا پڑتا ہے جس پر میں نے قدم رکھا ہے۔ فرقوں کے نام تو محض لتعارفوا کی غرض کو پورا کرنے کیلئے پیدا ہوئے۔ مجھے اسبات کا بھی اب خیال نہیں۔ کہ یہ کاروبار میرے ہاتھ میں رہے جو امر مجھے بیچین کر رہا تھا کہ کہیں یہ تحریک مر نہ جائے۔ وہ بفضلہ دور ہو گیا۔ خدا تعالیٰ جس سے چاہے گا اور چاہتا ہے خدمت لے لیتا ہے۔ میری خواہش ہے تو صرف اسقدر کہ یہ کام بڑھے اگر کوئی ایسا بے تعصب انسان ملجائے جو روپے پیسے ایثار کر سکے۔ اپنے مذہب سے پورا واقف ہونیکے علاوہ مغربی طرز خیال سے واقف ہو۔ شعائر اسلام کا سخت پابند ہو۔ جذبات پر کامل قابو رکھ سکے صاحب تقویٰ ہو۔ ایسے آدمی کی ضرورت ہے۔ میری تو اس وقت صحت کی حالت بھی ایک لمبا آرام چاہتی ہے مشن کی ہمیت آپ اسی سے اندازہ کر لیں۔ کہ یہ بزرگ مثلاً سید امیر علی صاحب سر عباس علی بیگ آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خان ہر قسم کے معاملات کو سمجھتے ہیں۔ آخر ان لوگوں نے لندن مسلم ہوس کیلئے مستقل امداد ۲۰۰۰ ہزار روپیہ سالانہ کے قریب کچھ دیکھ کر ہی مناسب سمجھی دلاتی۔ ادھر میرے کہنے اور ان کی سفارش نے سرکار بھوپال سے ایک زائد امداد ۱۵۰۰ صد روپیہ سالانہ کی مسجد ووکنگ کیلئے مستقل دلادی۔ غرض یہ یہاں آپ مشن کی اہمیت کو سامنے رکھ کر موزونیت کہتا ہو۔ ایک نہیں دس مشنری آئیں۔ الگ الگ کام کریں یا اکٹھے کوئی حرج نہیں۔ نقارہ اسلام بج چکا لوگ جوق جوق اٹھے اسلام نے

بہت سے کھنڈرات پر اپنا مکان بنانے کیلئے زمین لے لی - اور یہاں تو کھنڈرات کے کھنڈرات موجود ہیں معمار آئیں اور مصالحہ لائیں جس قدر عمارت چاہیں کھڑی کریں - ہاں مکان ایک ہی وضع کے ہونے چاہئیں +

اسلام کو اس ملک میں فرقے کی ذلّت سے محفوظ رکھا جائے اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ہاں ذاتی غرض کی مصیبتیں ہیں - اور نہ یہ کھیل یہاں چل سکتا ہے - جب یہاں لفظ محمڈن تک چھوڑنا پڑا اور بعض غلط فہمیوں کو دور کرنے کیلئے لفظ مسلم اختیار کیا گیا - حتّٰی کہ سید امیر علی صاحب جیسے محققین بھی اب اپنی تحریر و تقریر میں لفظ محمڈن کی جگہ لفظ مسلمان استعمال کرتے ہیں تو پھر یہاں اسلامی تحریک کو کسی فرقے سے منسوب کرنا محض ہندوستان کے فرقہ پرستوں کو خوش کرنا ہے - ہر ایک شخص یہاں مجبور ہے انہیں قدموں پر چلے جن پر صحابہ نے مجھے چلایا ہے - کسی جماعت کا نام تو حسب نص قرآن "لتعارفوا" کی غرض و غایت کے پورا کرنے کیلئے بعض بزرگوں نے اختیار کیا - ورنہ وہ تو اسلام میں اتفاق پیدا کرنے آئے نہ تفریق - اُن کے بعد گدی پرست اسی تفریق پر گدیاں چلاتے ہیں اور فرقے بناتے ہیں - اسی نص قرآنی کے ماتحت ہمارے مرشد حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت کا نام احمدی رکھا - ورنہ مسلم تو ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کے ماتحت متقی ہی ہے - یاد رکھو اسلام میں کوئی فرقہ نہیں - اگر قرآن کی تعلیم بھی کسی فرقی اختلافوں کی متحمل ہوتی تو نہ اس میں ذیل کی آیت ہوتی - اور نہ یہ خاتم الکتب ہوتی
وما انزلنا علیک الکتٰب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ (اے نبی صلعم)
تم پر جو یہ کتاب ہم نے نازل کی ہے اسکی غرض ان اختلافات کو مٹا دینا ہے - جو دین الٰہی میں لوگوں نے پیدا کر رکھے ہیں آنحضرت صلعم سے پہلے مذاہب ہیں - - - - - - - -

. . . فرقی اختلافات کا پیدا ہونا ضروری تھا کیونکہ نہ تو الہام قدیمہ نہ سابقہ انبیا علیہم السلام کے حالات محفوظ رہے - بالمقابل خدا تعالیٰ نے قرآن اور شارح قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات نہایت صحت کے ساتھ محفوظ رکھے اور اس طرح اسلام کو ہمیشہ کیلئے فرقہ کی مصیبت سے جہاں تک اصول اسلام کا تعلق ہے محفوظ رکھا - سنّی شیعہ مقلدین غیر مقلدین یہ تو معاملات و فروعی میں مختلف آرا کا نام ہے - ان کا نام فرقہ رکھنا نادانی ہے - کوئی بھی اہل اسلام میں سے اُن امور اور عقائد میں

اختلاف نہیں رکھتا کہ جس کا نام ایمان اسلام ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے۔ کہ جسے ہم پر ہمارے مرشد حضرت احمد نے واضح کیا اور ہمیں اس پر قائم کیا۔ چنانچہ خود اُن کا یہ مشن تھا۔ کہ ان سب نام نہاد فرقوں کو ایک راہ قرآن و حدیث پر لایا جائے۔ بلکہ آثار میں آیا ہے۔ کہ آنیوالے مسیح کے وقت سب فرقے ایک راہ پر آجائیں گے۔ اس روایت کی رو سے اسلام پر ایک زمانہ آنیوالا ہے۔ کہ اس کی مختلف شاخیں ایک راہ پر آجائیں۔ وہ کیا ہے وہ ہے قرآن و حدیث ہمارے بعض احمدی دوست غور کریں کہ یہ جو آثار میں موجود ہے تو کیا اسبات کی یہ کافی دلیل نہیں کہ فرقوں کا وجود اسلام میں اور احمدی جماعت کا اصلی مشن اُس اسلام کی تبلیغ ہے جو ان تنازعہ سے خالی ہے۔ وہ مسیح القلب انسان جس نے ہمیں ہندو ان ملہمین کا وجود تسلیم کرایا اور اپنے اجتہاد صحیح سے ان برادران وطن کو جنہیں ہمیشہ کافر کے لفظ سے پکارتے تھے آن واحد میں اہل کتاب کے معزز لقب سے ملقب کردیا۔ کیا وہ اہل قرآن کو کافر کہنا گوارا کرتا جو اپنے پیغام صلح میں ہندو بھائیوں کے مقدس ... کو سب و شتم سے یاد نہ کرنے پر ہر قسم کی مراعات روا رکھنے کو طیار تھا۔ کیا وہ عشاق محمدؐ اور محمدؐ سے محبت رکھنے والوں کو اور کون مسلمان ہے جسے محبت نہیں کافر کہتا۔ ہاں کافر وہ ہے جو ایک اہل قبلہ اور اہل کلمہ اور محمدؐ کے نام لیوا کو کافر کہنے میں سبقت کرتا ہے۔ بہر حال یہ بحثیں ختم ہو چکی ہیں۔ ان میں زیادہ پڑنے کی ضرورت نہیں۔ اب کام کرنے کا وقت ہے +

احمدی قوم غور کرے اس وقت ان میں بھی اصل کام کون کر رہا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے جو بڑا کام کیا وہ یہ تھا۔ کہ انہوں نے اعلےٰ درجہ کا اسلامی لٹریچر پیدا کیا۔ اب دیکھنا ان گذشتہ دو تین سالوں میں کس طرف سے اسلام کی خدمت میں عمدہ تصانیف نکلی ہیں۔ جب ہم قادیان ... آئے وہاں سے کیا نکلا۔ اور لاہور و ووکنگ سے کیا نکلا۔ ہمارا مرشد سلطان القلم تھا اس کے وارث اس وقت کون ہیں۔ اور آئندہ بھی یہ ایک امر ہمیں اور دوسری جماعت میں فیصلہ کر گیا۔ گدی کی ... شاید قادیان سے زیادہ کہیں اور نگاہوں میں ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کن کو اعلے تصانیف اسلامی کے لکھنے کا موقعہ دیتا ہے کیا اور ... کی بحثوں میں کاغذ سیاہ کرنا۔ اور اسمیں بھی قادیان کی ... تصنیف میں جدت کا نام نہیں۔ دینی تصنیف سابقہ کا ہیر پھیر۔ ادھر حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب کی قلم کو دیکھو تو اسی مشکل وقت میں ... نے کیا اچھوتا اور نیا علم کلام پیدا کیا۔ پھر ان ...

آج دنیا کے سامنے اُن کا ترجمۂ قرآن آچکا اور مقبول عام ہو گیا۔ دنیا کے کسی حصے کا نام لو جہاں انگریزی زبان بولی جاتی ہو۔ اور جہاں یہ قرآن نہ پہنچ گیا ہو۔ ہر طرف سے مبارک کے خطوط آئے ہیں مسلم دنیا میں ایک جان پیدا ہو گئی۔ انگریزی پریس نے اس کے خیر مقدم میں بہترین الفاظ کہے۔ ہاں وہ قرآن کا ترجمہ کیا ہوا جس کے لئے قادیان میں ایک جماعت بیٹھی۔ یہ ایک سبق ہے ہمارے ان دوستوں کیلئے جنہوں نے عقل و فکر چھوڑ کر گدی یا انسان پرستی اختیار کی۔ ایک ترجمہ جو اخلاص سے نکلا وہ مقبول عام ہو گیا۔ دوسرا جس کی غرض محض نفسانیت اور ضد تھی وہ ابھی تک ناپید ہے

یہاں میرا فرض ہے کہ میں اُن جانثار خدمات کا بھی ذکر کروں جو مکرم مولوی صدر الدین صاحب نے ترجمہ قرآن کریم کے متعلق فرمائیں۔ اگر حضرت قبلہ امیر قوم احمدی نے اُسے بے نظیر پیرائے میں لکھا تو حضرت خواجہ نے اسے بے نظیر شکل دی۔ اگر ترجمۃ القرآن کی معنوی خوبصورتیوں کے لئے حضرت مولوی محمد علی صاحب قلم شکریہ کے مستحق ہیں تو اس کی صوری خوبیوں نے مولوی صدر الدین صاحب کے سر پر کامیابی کا سہرا باندھا ہے۔ کسی نے اس ترجمہ کی صحت طبع اور خوبصورتی کی کیا تعریف کرنی ہے خود یہاں کے اخبارات اس فن کے نقاد ہیں۔ اس کے حسن صورت پر بھی عش عش کرتے ہیں۔ مولوی صدر الدین صاحب نے رات دن برابر کر دیئے اور اپنی صحت کو اس کام پر قربان کیا۔ یہ آپ کی خدمت ان بیش بہا خدمات کے علاوہ تھی جو انہوں نے اس مشن کے متعلق فرمائیں۔ آپ کا قیام مشن کیلئے موجب برکت ہوا۔ میں جس مکان کو اگست ۱۹۱۴ء میں بنیادوں پر چھوڑ گیا تھا میں نے واپس آکر ایک قابل عمارت کے بالخصوص ایک حد تک اسے اپنی وضع میں تیار پایا۔ مولوی صاحب مکرم یہاں عمدہ صحت لے کر آئے لیکن یہاں وہ صحت گنوا کر گئے۔ اور اپنی محبت کا نقش بہت سے دلوں پر چھوڑ گئے۔ مشن اب بھی انکی توجہ اور خدمات کا محتاج ہے۔ اگرچہ اس وقت مشن کی تبلیغی ضروریات اور فرائض اُن کے جانے پر بہت بڑھ گئے ہیں۔ تاہم ان کا یہاں قیام اور نتائج جبکہ روپے کے انتظام کیلئے میں ہندوستان میں تھا اور وہ اس مصیبت سے آزاد تھے۔ اس بات کا کامل ثبوت ہے کہ اگر یہاں کے کام کرنے والے مالی انتظام کی مصیبت اور اس کے فکر سے آزاد ہوں تو کس قدر کام ہو سکتا ہے +

قرآن کے اسلامی ترجمے کے سوا یہاں کے اسلامی مشن کا وجود محض بے سود تھا۔ یہ بڑا بھاری مرحلہ طے ہو گیا۔ اور اس فضل ایزدی کیلئے احمدی قوم کل مسلمانوں کے شکریہ کی مستحق ہے۔ اشاعت

کے ذریعہ یہ بیش بہا چیز وجود میں آئی۔ اسی جماعت کا ایک ادنیٰ خادم اس عالم اسباب میں اس ووکنگ مسلم مشن کا باعث ہوا۔ جسکے ذریعہ یہ ترجمہ زیور طبع سے آراستہ ہوا۔ اسی مشن نے سب سے اول اس کے اخراجات طبع کا فکر کیا۔ چنانچہ سنہ ۱۹۱۴ء میں ۶۰۰۰ ہزار روپیہ میں نے یہاں سے رخصت ہونے پر مولوی صدرالدین صاحب کے حوالے اخراجات طبع قرآن کے متعلق کیا۔ یہ پہلا زر چندہ تھا جس نے زر زرکشید کے حصول کو سہل کیا اور ہم نے بہت آسانی سے ترجمہ قرآن کریم کو شاندار پیمانے پر شائع کیا۔ اور اس وقت خالص اسکی چھپائی وغیرہ کا عدد ۰۰۰۰ ۵ ہزار روپیہ ہے۔

## ترجمہ بخاری شریف

اب میری ہمت یہ ہے کہ کتاب اللہ کے بعد آج اصح الکتب بخاری شریف کا ترجمہ بھی انگریزی میں ہو جائے جو ترجمے انگریزی میں اب تک ہوئے ہیں وہ مختصر و ناقص ہیں۔ وہ مجھے بخاری کے ترجمہ کے شائع کرنے پر آمادہ رہا ہے۔ میں نے یہاں آتے ہی یہ تحریک کی جس پر میرے مکرم دوست خواجہ کرامت اللہ صاحب آگرہ لکھنؤ [illegible] حیدرآباد دکن [illegible] اور مخدوم عالی جناب شیخ صاحب منگرول نے بھی [illegible] کتاب کے چھپنے کا جلد انتظام ہو جاتا۔ مگر ایک دوست کے ایک خط نے مجھے پورا ایک برس بلکہ اس سے زیادہ ان کے جواب کے انتظار میں رکھا۔ اب اس طرف سے نا امید ہو کر میں نے خود ترجمہ کا ارادہ کر لیا ہے۔ اور اگرچہ طبع اور کاغذ کی دقتیں ہیں لیکن دنیا کے کاروبار چل رہے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ کتاب نہ نکالی جائے۔ میں جانتا ہوں کہ سردست اس کے پہلے چند پارے نکالے ہیں۔ کاغذ جلد چھپائی سمیت [illegible] ہو۔ اگر سو پونڈ اس مد میں جمع ہو جائے تو میں چھپوائی کا انتظام کروں۔ یہ کتاب آسانی سے بک جائیگی۔ اور یہ ایک عمدہ ذریعہ مشن کی آمد متعلق تقسیم بلا قیمت لٹریچر ہوگا۔ صرف امر غور طلب یہ ہے کہ آیا بخاری کے لفظ لفظ کا ترجمہ ہو یا اسکی متن کا یا روات کو قطعی چھوڑ کر صرف احادیث کا ترجمہ پیش کیا جائے۔ بعض کی یہ رائے ہے کہ احادیث کا بھی سردست انتخاب کیا جائے۔ ایسی صورت میں جو میں دیباچہ لکھونگا اسمیں ایک مدلل بحث اس کے امام کی تحقیق پر ہوگی۔ اور ان امور کا بھی ذکر ہوگا جن کو میں چھوڑونگا۔ اب دیگر مسلم احباب بھی مجھے اسمیں مشورہ دیں۔ میں [illegible] صاحبان حیدرآباد کی خدمت میں اپیل کرتا ہوں۔ اور سر [illegible] جنگ اور مسٹر ہمایوں مرزا اور حکیم صاحب ممتاز جنگ کے [illegible] مجھے اسکی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ

پہلے بھی انہیں کی ایک مکرمہ محترمہ نے ہمیں اس معاملہ میں بڑا احسان کیا یعنی بیگم صاحبہ نواب حاکم الدولہ مرحوم انہیں کی طفیل مختصر مجموعہ احادیث کی ہزاروں کاپیاں شائع ہوئیں۔ بخاری شریف کے متعلق اس وقت میرے پاس پانچسو روپیہ ہے۔ ایکہزار کی اور ضرورت ہے۔ اور یہ رقم تو حیدرآباد کی ایک خاتون کر جائے تو دے سکتی ہے بلکہ مجھے تو ایک ہمشیرہ مسز۔۔۔ سے منزل خیریت آباد میں نواب [illegible] جنگ بہادر کے گھر وعدہ بھی کیا تھا
اب میں کچھ باتیں حساب کے متعلق لکھنا چاہتا ہوں سنہ ۱۹۱۵ء سے سنہ ۱۹۱۷ء تک حساب چھپ گیا۔ سنہ ۱۹۱۳-۱۴ء کے متعلق ممکن ہے کہ مکمل کتابیں ہندوستان ہی بھیجدیں وہ شیخ نور احمد کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں جو لاہور میں ہیں۔ اگر اخیر سال تک ہاں کے حساب کا گوشوارہ آگیا تو یہاں سے حساب مرتب کر کے چھاپ دیا جائیگا مصیبت یہ ہے کہ یہاں فرصت ہی نہیں۔

دستخط خواجہ کمال الدین ووکنگ انگلستان

## نقشہ آمد و خرچ سنہ ۱۹۱۵ء

نقشہ آمد و خرچ سنہ ۱۹۱۵ء میں کی وہ رقوم جو میزان اول کے اوپر ہیں تعداد آمد و خرچ میں دکھائی ہیں جو رسالہ اشاعت اسلام ماہ مئی سنہ ۱۹۱۶ء میں بابت حساب کتاب آمد و خرچ سنہ ۱۹۱۵ء چھپ چکا ہے اور باقی اوراق گوشوارہ آف انگلینڈ شیخ نور احمد صاحب سابقہ محاسب دفتر ووکنگ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے کتب میں موجود ہیں جو صفحہ ۲۲-۲۴-۲۶ پر درج ہیں +

| آمد | رقم روپیہ | آنہ | پائی | خرچ | رقم روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| قیمت خریداران اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام | ۱۴۰۶۸ | ۱۰ | ۱ | اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام [illegible] | ۲۰۱۱۲ | ۱۵ | - |
| چندہ امدادی از حیدرآباد | ۲۸۸۵ | ۰ | - | عملہ لاہور و انگلستان | ۶۰۹۳ | ۷ | ۶ |
| چندہ امدادی [illegible] | ۶۷۰۲ | ۹ | ۰ | [illegible] | | | |
| قیمت کتب قرآن مجید وغیرہ | ۱۵۱ | ۶ | - | [illegible] | ۱۱۱۲ | - | ۹ |
| چندہ از صاحبان [illegible] | | | | [illegible] | | | |
| ماہوار [illegible] اسلامک ریویو از آخر مئی سنہ ۱۹۱۵ء تا آخر دسمبر سنہ ۱۹۱۵ء | ۳۰۶ | ۰ | - | [illegible] قرآن مجید وغیرہ | ۲۲ | ۱۵ | ۰ |
| | | | | [illegible] | ۶۳۴ | ۱ | |
| چندہ از جانب معلم لوئیس تقسیم اسلامک ریویو | ۹۶۷ | ۱۱ | ۱۱ | [illegible] قرضہ حسنہ | ۲۰۰ | ۱۰ | ۰ |
| متفرق از انجمن ہائے مختلفہ | ۲۵۷ | | | متفرق | ۳۱۲ | ۲ | ۲ |
| میزان اول | ۳۰۰۰۸ | ۵ | - | میزان اول | ۱۲۴۰۶ | ۳ | - |
| آمد در انگلستان بذریعہ گوشوارہ لندن | ۲۹۳۰ | ۱۳ | - | خرچ در انگلستان بذریعہ [illegible] | ۹۸۵۰ | ۱ | ۹ |
| میزان دوم | ۳۲۹۳۹ | ۲ | - | میزان دوم | ۲۲۲۵۱ | ۹ | ۶ |

اس میں بمد آمد میں نے وہ رقوم بھی صاف طور داخل کر دی ہیں جو مجھے بطور رقم [illegible] اشاعت اسلام ملی۔ اور میرا وظیفہ ذاتی مبلغ اٹھارہ صد روپیہ سال وصول ہوا +

دستخط (خواجہ کمال الدین)

## نقشہ المعت - اصل گوشوارہ آمد مرتبہ شیخ نور احمد بلال در کتاب آمد متعلقہ سنہ ۱۹۱۵ء

| نمبر | مد | خرچ پونڈ | خرچ شلنگ | خرچ پنس | رقم پونڈ | رقم شلنگ | رقم پنس | کیفیت |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | مرسلہ شیخ صاحب | ۲۰۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | |
| ۲ | " | ۱۰۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | |
| ۳ | " | ۴۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | |
| ۴ | " | ۲۵۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | |
| ۵ | " مولوی صاحب ووکنگ مکرمی | ۱۰۰ | | | ۰ | | | |
| ۶ | " خواجہ صاحب از حیدرآباد | ۵۴۰ | | | | | | |
| ۷ | " خواجہ صاحب | ۳۰۰ | | | ۱۵۳۰ | ۰ | ۰ | یہ سب رقوم آمد ہندوستان میں دکھلائی جا چکی ہیں + |
| ۸ | چندہ قرآن و قیمت | ۲۱ | ۱۴ | ۸ | ۰ | ۰ | ۰ | |
| ۹ | کتب قدوائی صاحب | ۲ | ۲ | ۶ | ۰ | ۰ | ۰ | |
| ۱ | چندہ لڑکی کی اعانت [illegible] | ۵۹ | ۱ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | |
| ۱۱ | مسجد ووکنگ سے درست | ۳۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | |
| ۱۲ | مسجد ووکنگ چندہ | ۷ | ۷ | ۶ | ۰ | ۰ | ۰ | |
| ۱۳ | جلسہ لندن بابت کرایہ | ۱۰ | ۹ | ۶ | ۰ | ۰ | ۰ | |
| ۱۴ | مسجد لندن بابت [illegible] | ۱۷ | ۱۱ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | |
| ۱۵ | قیمت کتاب لارڈ صاحب | ۱ | ۱۶ | ۱۰ | ۰ | ۰ | ۰ | |
| ۱۶ | مولوی نصر علی کا ارسال ہوا | ۰ | ۵ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | |
| ۱۰ | امانت بابت | ۱ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | |
| ۱۸ | شیخ الٰہی صاحب | ۳۵ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | چونکہ آمد کی نہیں ان کا حکم کے لئے اپیل دیا گیا |
| ۱۹ | عید از سرکار (عید الفطر) | ۴ | ۱۸ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | |
| ۲۰ | چندہ عید | ۲ | ۵ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | |
| ۲۱ | قیمت سامان متعلقہ سال | ۵۵ | ۷ | ۵ | ۰ | ۰ | ۰ | |
| ۲۲ | محمد الدین سوداگر ریلوے | ۵ | ۸ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | یہ رقم بھی مشن سے تعلق نہیں رکھتی + |
| | میزان | ۱۷۹۱ | ۶ | ۵ | | | | نقل مطابق اصل کے دستخط خواجہ کمال الدین |

اسمیں رقوم امانت ۱۷، ۵، ۵۵، ۱۰۸، ۲۲ منہا کرنی چاہیئے یعنی ۸-۲-۵۹۲ باقی ۹-۳-۱۸۹ جو ۱۳-۱۳-۲۹۳
ہوئی ہیں جو رقوم شیخ صاحب نے بابت ہندوستان بھیجیں وہ ان رقوم میں کہ جو ہندوستان میں وصول ہو کر شیخ صاحب کی کتاب
جمع ہوئیں جو آمد ہندوستان میں دکھلائی جا چکی ہیں +

دستخط - کمال الدین

# نقشہ (ب)

گوشوارہ خرچ سالانہ [illegible] خانہ وغیرہ ووکنگ مشن بابت سال ۱۹۱۵ [illegible]

| نمبر | کھاتہ وار | رقم پونڈ | شلنگ | پنس | کیفیت |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | کھاتہ خوراک | ۸۱ | ۱۴ | ۹ | جمعہ کی [illegible] مولوی صاحب [illegible] مصطفیٰ [illegible] |
| ۱ | خرچ متفرق چھاپہ خانہ | ۳ | ۱ | ۱½ | |
| ۳ | بابت چھپوائی رسالہ | ۲۲۹ | ۹ | ۳ | |
| ۴ | خرچ ڈاک رسالہ از لندن | ۴۱ | ۱۲ | ۱۱ | |
| ۵ | خرچ ڈاک و ماہوار [illegible] دفتر وغیرہ | ۱۳ | ۵ | ۴ | دفتر [illegible] ڈاک [illegible] شامل ہے |
| ۶ | خرچ سٹیشنری دفتر | ۴ | ۲ | ۸ | |
| ۷ | لفافہ جات [illegible] ٹکٹ | ۱ | ۱۴ | ۳ | |
| ۸ | ذاتی خرچ مولوی صاحب | ۵ | ۸ | ۱½ | دھلائی یا [illegible] خرچ دوائی [illegible] |
| ۹ | ذاتی خرچ نذر احمد | ۴ | ۱۸ | ۱½ | |
| ۱۰ | خرچ مسجد ووکنگ | ۴۳ | ۰ | ۱۰ | روشنی بجلی مشین گرم [illegible] |
| ۱۱ | خرچ مکان میموریل ہوس | ۴۴ | ۷ | ۷½ | روشنی بجلی [illegible] و کوئلہ وغیرہ [illegible] |
| ۱۲ | [illegible] تالیف قلوب | ۴۶ | ۵ | ۲½ | |
| ۱۳ | خرچ لنگر خانہ | ۶۸ | ۱۰ | ۷½ | |
| ۱۴ | متفرق کتب و اخبارات و سامان طب | ۱۳ | ۱۱ | ۱۱ | |
| ۱۵ | تنخواہ باغبان | ۲۵ | ۴ | ۱ | |
| ۱۶ | [illegible] پارکنسن (بابت مضامین رسالہ) | ۱۲ | ۰ | ۰ | |
| ۱۷ | پروفیسر نورالدین سٹیفن ″ | ۲ | ۰ | ۰ | |
| ۱۸ | تنخواہ مصطفیٰ بیگ ملازم | ۵ | ۱۵ | ۰ | |
| ۱۹ | محمد علی باورچی | ۲۱ | ۴ | ۹ | [illegible] (یعنی [illegible]) |

[illegible] شلنگ پونڈ [illegible] ۱۹۱۴ [illegible]

# نقشہ (ب)

گوشوارہ جات سالانہ سال اسلامک ریویو لنگرخانہ وغیرہ ووکنگ مشن بابت سال ۱۹۱۵ء از جنوری ۱۹۱۵ء تا آخر دسمبر ۱۹۱۵ء

| نمبر | کھاتہ وار | رقم پونڈ | رقم شلنگ | رقم پنس | کیفیت |
|---|---|---|---|---|---|
| ۲۰ | عرب صاحب | ۱۷ | ۶ | ۸ | |
| ۲۱ | مسٹر خالد شیلڈرک | ۱۱ | ۱ | ۱/۲ | |
| ۲۲ | مسٹر بابٹ بابت بلاک بی | ۲۷ | ۱ | ۱ | |
| ۲۳ | عیدین | ۳۶ | ۸ | ۱۰ | {اسمبر قربانی بیس پونڈ سرکاری لگ گئے تھے جو ۱۹۱۶ء میں وصول ہوئے متعلق عید الضحیٰ جو دسمبر ۱۹۱۵ء میں دکھلائی گئی} |
| ۲۴ | کرسمس | ۶ | ۷ | ۴ | |
| ۲۵ | خرچ مسجد لنڈن | ۳۰ | ۱۴ | ۹ | جون ۱۹۱۶ء تک خرچ جو اس نقشہ میں درج کردہ ہے اس سال پہلے وصول ہو چکا ہے یہ کرایہ مسی ہال کا تھا |
| | میزان | ۱۱۳۳ | ۷ | ۲ ۱/۲ | نقل مطابق اصل ہے۔ دستخط خواجہ کمال الدین |

یہ لفظ بلفظ نقل اس گوشوارہ کی ہے جو شیخ نور احمد بلال صاحب نے کتاب خرچ کے آخر اپنے ہاتھ سے نقل کیا تھا۔ کیفیت میں جو خط وحدانی میں لکھا ہے وہ میں نے بطور تشریح لکھا ہے۔ دستخط

خواجہ کمال الدین

خلاصہ حساب آمد و خرچ بابت سنہ ۱۹۱۶ء از کتب منشی بلال نور احمد منیجر دفتر ووکنگ از جنوری سنہ ۱۹۱۶ء تا ۲۳ ستمبر سنہ ۱۹۱۶ء

و از یادداشت ملک عبد القیوم محاسب دفتر ووکنگ بابت آخری اڑھائی ماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء و کتب خواجہ عبد الغنی

منیجر دفتر لاہور بابت سنہ ۱۹۱۶ء

# نقشہ آمد و خرچ بابت سال سنہ ۱۹۱۶ء

| آمد | پائی | آنہ | روپیہ | خرچ | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| امداد مشن در انگلستان بروئے نقشہ (ا) | ۰ | ۱۰ | ۱۶۳۲۶ | تنخواہ ہائے عملہ ... و دیگر عملہ لاہور و ووکنگ ... (د) | ۰ | ۰ | ۹۳۷۳ |
| امداد مشن در ہندوستان بروئے نقشہ (ب) | ۹ | ۹ | ۴۳۱۱ | | | | |
| آمد رسالہ اسلامک ریویو در انگلستان بمد قیمت | ۰ | ۱۲ | ۱۰۹۶ | خرچ طباعت رسالہ اسلامک ریویو انگلستان (ہ) | ۰ | ۰ | ۷۷۱۹ |
| | | | | اخراجات لنگر خانہ و دیگر اخراجات خانہ ووکنگ (و) | ۰ | ۱۲ | ۸۰۴۴ |
| آمد " " در ہندوستان | ۰ | ۱۰ | ۷۸۵ | کرایہ مکانات تبدیلی عملہ ... (ز) | ۰ | ۶ | ۱۵۸۷ |
| آمد بعوض معاوضت تقسیم رسالہ و دیگر لٹریچر در ہندوستان (ج) | ۰ | ۰ | ۱۲۵۰ | اخراجات دورہ خواجہ صاحب در ہندوستان و دیگر ایجنٹان (ح) | ۰ | ۸ | ۶۳۵ |
| امداد خصوصی برائے مفت تقسیم رسالہ اشاعت اسلام ... | ۰ | ۰ | ۶۰۰۰ | تیاری پارسل وغیرہ عملہ جو دیا گیا | ۰ | ۸ | ۱۲۱ |
| از عالیجناب پرنس محمد حبیب اللہ خان صاحب بہادر بھوپال بابت مفت تقسیم رسالہ و دیگر لٹریچر بابت سال سنہ ۱۹۱۶ | ۰ | ۰ | ۶۰۰ | محصول ڈاک متعلقہ اسلامک ریویو وی پی وغیرہ در ہند | ۹ | ۷ | ۳۸۱ |
| | | | | سلید ... کاغذ ... در ہند | ۹ | ۱۲ | ۷۸ |
| | | | | ... ووکنگ ... در اصل ووکنگ ... کی نہیں | ۰ | ۸ | ۸۳ |
| سفر خرچ از انجمن فرخ آباد | ۰ | ۰ | ۵۵ | قرضہ حسنہ | ۹ | ۶ | ۶۰۰ |
| قیمت کتب ام الالسنہ و دیگر کتب بک ڈپو | ۹ | ۱ | ۳۵۳ | قیمت ... ووکنگ ... | ۰ | ۷ | ۱۲۲ |
| | | | | متفرق ... در ہند ... انگلستان ... دفتر کی الماریاں بھی شامل ہیں | ۰ | ۱۵ | ۱۲۰ |
| میزان کل | ۶ | ۱۰ | ۲۱۶۷۷ | میزان کل | ۳ | ۱۱ | ۲۶۸۶۸ |

دستخط
خواجہ عبد الغنی محاسب دفتر لاہور

دستخط
بلال نور احمد سابق محاسب ووکنگ
حال محاسب اسلامک ریویو دفتر لاہور

دستخط
ملک عبد القیوم محاسب
دفتر اسلامک ریویو ووکنگ

## تفصیل آمد سنہ ۱۹۱۷ء

| | پونڈ | شلنگ | پنس | روپیہ | آنہ | پائی | میزان کل روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| امداد مشن وصول شدہ در انگلستان | ۵۶ | ۳ | ۲ | ۸۴۲ | ۲ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ |
| ″ ″ در ہندوستان (ملاحظہ ہو نقشہ ۱) | ۰ | ۰ | ۰ | ۶۳۱۳ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ |
| امداد مخصوص از جائے معلوم | | | | ۳۰۰۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ |
| آمد بمد کرایہ لنڈن مسلم ہوس از لنڈن مسلم ہوس فنڈ و بر امداد آنریبل سید امیر علی صاحب | ۱۱۵ | ۰ | ۰ | ۲۶۷۸ | ۹ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ |
| بابت فرنیچر لنڈن مسلم ہوس بذریعہ آنریبل سید امیر علی صاحب | ۶۴ | ۱۱ | ۵ | ۰ | ۰ | ۰ | ۲۹۰۳ | ۱۰ | ۰ |
| بغرض مفت تقسیم اسلامک ریویو برائے خاص | | | | ۳۰۰۰ | ۰ | ۰ | ۰۰ | ۰ | ۰ |
| ″ ″ وصول شدہ در انگلستان | ۴۶ | ۹ | ۱۰ | ۶۹۷ | ۶ | ۰ | ۰۰ | ۰ | ۰ |
| ″ ″ در ہندوستان (ملاحظہ ہو نقشہ ۲) | | | | ۲۲۲۵ | ۰ | ۰ | ۰۰ | ۰ | ۰ |
| کتب خانہ در انگلستان | ۱۵ | ۱۰ | ۱۱ | ۲۳۳ | ۳ | ۰ | ۰۰ | ۰ | ۰ |
| در امداد ترجمہ صحیح بخاری شریف | ۱۷ | ۵ | ۰ | ۲۵۸ | ۱۲ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ |
| امداد از رسالہ اشاعت اسلام | ۰ | ۰ | ۰ | ۳۵۰ | ۰ | ۰ | ۶۸۶۴ | ۵ | ۰ |
| آمد بابت ایٹ ہوم | ۳ | ۰ | ۰ | ۴۵ | ۰ | ۰ | ۴۵ | ۰ | ۰ |
| بغرض تقرر مبلغان | ۳۳ | ۶ | ۸ | ۵۰۰ | ۰ | ۰ | ۵۰۰ | ۰ | ۰ |
| امداد متفرقہ ... | ۰ | ۰ | ۰ | ۱۰۰ | ۰ | ۰ | ۱۰۰ | ۰ | ۰ |
| میزان کل | | | | | | | ۲۰۴۱۳ | ۲ | ۰ |

نوٹ: آمد و خرچ اسلامک ریویو ملاحظہ ہو نقشہ (۱۲)

نوٹ: اس کی تفصیل رسالہ اسلامک ریویو میں شائع ہو گی + اس سال نصف فروری تک نماز گاہ لندن میں بمقام ۱۱۱ بذ فورڈ روڈ ہوتی رہی جہاں کا کرایہ بھی لنڈن مسلم ہوس فنڈ سے آیا۔ اس رقم میں شامل نہیں ہے کرایہ کچھ ایام فروری اور اخیر دسمبر سنہ ۱۹۱۷ء تک کا ہے۔

دستخط — خواجہ عبد الغنی محاسب ... لاہور

دستخط — ... شیخ نور احمد مجاہد دو کنگ حال مہتمم دفتر اسلامک ریویو لاہور

دستخط — ... عبد القیوم ... محاسب دفتر اسلامک ریویو دو کنگ (انگلستان)

## تفصیل اخراجات سنہ ۱۹۱۷ء

| | روپیہ | آنہ | پائی | روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|---|---|---|
| مستقل خرچ (نقشہ ۳) | ۵۲۴ | ۳ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ |
| تنخواہ عملہ در انگلستان " نقشہ (۴) | ۱۹۰۹ | ۹ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ |
| کرایہ ریل و ٹیوب " (۵) | ۳۱۵ | ۱۲ | ۰ | ۰ | | ۰ |
| دیگر اخراجات مشن " (۶) | ۳۰۳ | ۱۲ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ |
| خرچ متعلق مشن در ہندوستان " (۷) | ۱۱۷۷ | ۰ | ۶ | ۰ | ۰ | ۰ |
| اخراجات لندن مسلم ہوس الیہ " (۸) | ۱۰۰۴ | ۴ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ |
| کرایہ لندن مسلم ہوس فرنیچر ککر روم و نمازگاہ | ۲۸۷۸ | ۹ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ |
| اخراجات نمازگاہ ... لندن مسلم ہوس نقشہ (۹) | ۶۴ | ۱۳ | ۶ | ۰ | ۰ | ۰ |
| مسجد ووکنگ نقشہ (۱۰) | ۲۰۰ | ۱۰ | ۰ | ۸۲۰۷ | ۹ | ۰ |
| اخراجات تقسیم مسلم لٹریچر و اسلامک ریویو بلا قیمت نقشہ (۱۱) | ۵۰۱۹ | ۳ | ۰ | ۵۰۱۹ | ۳ | ۰ |
| تالیف قلوب | ۱۷۲ | ۳ | ۰ | ۱۷۲ | ۳ | ۰ |
| قرض حسنہ | ۲۲۵ | | - | ۲۲۵ | ۰ | ۰ |
| عیدین و کرسمس | ۶۰۸ | ۳ | ۶ | ۶۰۸ | ۳ | ۶ |
| مہمان خانہ لندن و ووکنگ | ۴۰۵ | ۰ | ۰ | ۴۰۵ | - | ۰ |
| میزان کل | | | | ۱۴۶۳۷ | ۲ | ۶ |

دستخط۔ ملک عبد القیوم بی اے۔ مورخہ ۲۱ اگست ۱۹۱۸ء
محاسب کتب۔ ووکنگ (انگلستان)

نوٹ: یہ دراصل خرچ مہمانوں کا نہیں مہمانوں کی تعداد سال زیر حساب میں اگر فی وقت ایک مہمان لکھا جائے تو ڈھائی ہزار سے اوپر ہے۔ جیسے کہ مفصل رپورٹ سے نظر آئے گا یعنی اوسط ماہواری تعداد مہمانوں کی ۲۰۰ کے لگ بھگ تھی۔ حالانکہ خرچ جو اوپر دکھلایا گیا ہے وہ صرف سالانہ ستائیس پونڈ یعنی سوا دو پونڈ ماہوار ہے بقیہ کل خرچ کارکنان مشن نے امسال اپنے ذمہ ڈال لیا ہے

## نقشہ (۱) امداد عامۂ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

| اسمائے معطی صاحبان | روپیہ | آنہ | پائی | اسمائے معطی صاحبان | روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| چندہ فراہم شدہ معرفت جناب آنریبل غلام حسین صاحب قاسم عارف۔ کلکتہ | ۴۰۰۰ | ۰ | ۰ | جناب بی اے ممتاز الدین محمد ایوب صاحبان دہلی عہ | | | |
| | | | | حاجی محبوب صاحب دہلی عا | | | |
| جناب سیٹھ بیدار شکیہ خانصاحب بصرہ وقتاً فوقتاً ارسال فرماتے رہے۔ | ۵۰۰ | ۰ | ۰ | شیخ عبدالوہاب عطاء الرحمن صاحبان صمہ | | | |
| | | | | شمس العارفین صاحب دہلی عام | | | |
| جناب بشیر بادشاہ صاحب ڈپٹی کلکٹر فیروز | ۱۰۰ | ۰ | ۰ | حبیب احمد صاحب عہ | | | |
| نواب چودھری نواب علی صاحب میمن سنگھ | ۴۵ | ۰ | ۰ | شیخ عبدالرحمن ۸/ | | | |
| محمد رفیع صاحب سوداگر دہلی | ۱۰۰ | ۰ | ۰ | عبدالغنی محمد الدین عہ | | | |
| محمد بخش صاحب لدھیانہ | ۲۰۰ | ۰ | ۰ | احسان اینڈ کو عہ | | | |
| حاجی امیر دین صاحب لدھیانہ | ۱۵ | ۰ | ۰ | ٹرنک والے عہ | | | |
| خدا بخش نور بخش | ۲۱ | ۰ | ۰ | فیاض جان عہ | | | |
| بابو محمد حسین | ۵ | ۰ | ۰ | حاجی محمد یحییٰ صاحب ۶؎ | | | |
| حاجی محمد حسن | ۵ | ۰ | ۰ | عنایت غلام علی ۶؎ | | | |
| منشی دین محمد | ۲ | ۰ | ۰ | محمد اسحٰق عما | | | |
| نواب مزمل اللہ خانصاحب رئیس بھیکم پور | ۵۰ | ۰ | ۰ | حافظ سعید الدین عہ | | | |
| معرفت ایجنٹ دفتر بہ تفصیل ذیل | ۷۳۷ | ۲ | ۹ | شیخ امان اللہ صاحب عہ | ۰ | ۰ | ۰ |
| فضل الٰہی صاحب دہلی ۸/ | | | | عبدالکریم عبدالرحمن ۳؎ | | | |
| عبدالوحید صاحب ۴/ | | | | عزیز الرحمن ۱۳ عہ | | | |
| شیخ ثناء اللہ محمد رفیق صاحبان دہلی ۱ عہ | | | | عبدالوہاب محمد سعید صاحب ۲ عہ | | | |
| کرم الٰہی محمد ابراہیم صاحبان دہلی ۱ عہ | | | | حاجی محمد عمر صاحب ۲ عہ | | | |

کلکتہ کا چندہ جس کی بابت جو سپردگی عالیجناب آنریبل غلام حسین صاحب قاسم عارف وصول ہوا وہ مبلغ ۴۸۳۰ روپیہ تھا جو مختلف اقسام میں تقسیم کر دیا گیا مبلغ ۴۰۰۰ بمد عامۂ اغراض مشن اس نقشہ میں درج ہوا ہے اور مبلغ ۸۳۰ روپیہ بمد مصارف تبلیغ جو نقشہ نمبر ۲ میں درج ہوا ہے اس چندہ میں زیادہ تر رقم عالیجناب آنریبل صاحب کی جیب خاص سے تھی +

## نقشہ (۱) امداد عامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

| اسمائے معطی صاحبان | روپیہ | آنہ | پائی | اسمائے معطی صاحبان | روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| جناب میاں حاجی ابن عبدالرحمن صاحب سوداگر دہلی صہ/ | . | . | . | جناب حاجی اشرف بن محمد بن صالح صاحب دہلی صہ/ | | | |
| ” میاں محمد شفیع صاحب ” ” صہ/ | . | . | | ” عبدالواحد عبدالرشید صاحب دہلی صہ/ | | | |
| ” شمس الحسن نعمان الدین ” [illegible] دہلی عہ/ | | | | ” حافظ اللہ الغنی عبدالحکیم صاحب ” عہ/ | | | |
| ” حاجی عنایت اللہ و احسان اللہ ” صہ/ | | | | ” محمد شفیع عبدالسلام صاحب دہلی صہ/ | | | |
| ” غیاث الدین محمد برادرین صاحب ” غہ/ | | | | ” عبداللہ و اللہ بخش الٰہی ” ” عہ/ | | | |
| ” شیخ عبدالغفور صاحب ” ” صہ/ | | | | ” مولانا عبدالرحیم صاحب [illegible] ” صہ/ | | | |
| ” حافظ نصیرالدین صاحب ” ” [illegible] | | | | ” فضل الٰہی انعام الٰہی دہلی عہ/ | | | |
| ” حاجی شہاب الدین عبدالغنی [illegible] صہ/ | | | | ” حاجی فضل الٰہی انشاء اللہ صاحب دہلی صہ/ | | | |
| ” حاجی علم الدین خان صاحب سوداگر ” ” صہ/ | | | | ” حاجی اللہ بخش محمد ابراہیم صاحب ” عہ/ | | | |
| ” چودھری سلطان احمد ” ” ” [illegible] | | | | ” حافظ عبدالعزیز صاحب دہلی ” ۵/ | | | |
| ” ذکاء الرحمن صاحب ” ” [illegible] | | | | ” حاجی عبدالصمد صاحب دہلی صہ/ | | | |
| ” حافظ عبدالکریم عبدالمجید صاحبان سوداگران [illegible] | | | | ” سیٹھ محمد ہارون صاحب ” [illegible] | | | |
| ” عبدالرحیم حاجی محمد وزیر صاحبان دہلی [illegible] | | | | ” ڈاکٹر مختار احمد صاحب انصاری ” [illegible] ۲۵ | | | |
| ” پیرجی احسان اللہ صاحب ” عہ/ | | | | ” خواجہ عبدالمجید محمد کرم اللہ خان ” [illegible] | | | |
| ” حاجی عبدالغنی صاحب محمد فاروق ” صہ/ | | | | ” حاجی عبدالغنی و عبدالرزاق صاحبان ” [illegible] ۲۰ | | | |
| ” مولا بخش محمد حسین صاحب ” صہ/ | | | | ” حکیم علی جان صاحب [illegible] دہلی [illegible] | | | |
| ” شیخ محمد دوست محمد ” ” صہ/ | | | | ” چودھری الہ یار خان صاحب [illegible] ” [illegible] ۳۰ | | | |
| ” حاجی عبدالکریم خدا بخش ” صہ/ | | | | ” قاضی ناصرالدین احمد صاحب [illegible] آبکاری دہلی ۱۰/ | | | |
| ” عبدالصمد حبیب اللہ سوداگران [illegible] ” [illegible] | | | | ” منشی عبدالغفور صاحب [illegible] ۲۵ | | | |
| ” فخرالدین عبدالوحید ” ” عہ/ | | | | ” محمد یعقوب صاحب [illegible] دہلی [illegible] ۲۰ | | | |
| ” حاجی عبدالرحیم عبدالسلام صہ/ | | | | | | | |

## نقشہ (۱) امداد عامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

| اسمائے معطی صاحبان | رقم | روپیہ | آنہ | پائی | اسمائے معطی صاحبان | رقم | روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| جناب حافظ عبد الحفیظ صاحب مہر دہلی | [illegible] | | | | جناب مرزا اکرم بیگ صاحب سیالکوٹ | ۴/ | | | |
| " نواب حسین علی خان صاحب گائی بناہ | [illegible] | | | | " مرزا منصور بیگ صاحب " | ۴/ | | | |
| " بندۂ خدا دہلی | عـہ | | | | " مرزا داود بیگ صاحب | ۲/ | | | |
| " عبد الشکور خان صاحب فیض بازار " | للعہ | | | | " پیر محمد صاحب " | ۸/ | | | |
| " ڈاکٹر عبد الرحمن صاحب دہلی | عـہ | | | | " مستری غلام محمد صاحب " | ۴/ | | | |
| " معرفت ایجنٹ صاحب از منیر | ۸/ | | | | " جیون بخش صاحب کلکتہ | عـہ | | | |
| " معرفت ایجنٹ صاحب از سفر لکھنؤ | ایجنٹ | | | | " جمعدار خان داد صاحب " | ۴/ | | | |
| ۹۶٫۴ | | | | | " منیر دل صاحب کلکتہ | ۶/ | | | |
| ع مودہ دہلی | | | | | " میاں عبد اللہ صاحب " | عـہ/ | | | |
| معرفت جناب پیر محمد صاحب بازار انبی تال آنریری سفیر مشن مسلم دہلی | | ۱۶۲ | ۳ | ۶ | " حاجی عبد الکریم " " | [illegible] | | | |
| جناب عبد الرحمن صاحب سوداگر الہ آباد " | | | | | " شیخ نعمت اللہ صاحب " | ۶/ | | | |
| " عبد اللہ صاحب " | ۲ | | | | " میاں عبد الرحیم " " | ۱/ | | | |
| " بابو عبد الغفور صاحب | ۲/ | | | | " خواجہ شاہ محمد " " | عـہ/ | | | |
| " عبد الرحیم صاحب سوداگر " | ۸/ | | | | " عبد الباری " | عـہ/ | | | |
| " نور محمد صاحب " | ۲/ | | | | " غلام قادر صاحب " | عـہ/ | | | |
| " نظام الدین صاحب " | ۱/ | | | | " میاں عبد الغفور صاحب " | عـہ/ | | | |
| " محمد یوسف صاحب " | ۲/ | | | | " صوبیدار میر گلاب شاہ " | عـہ/ | | | |
| " سید غلام رسول صاحب راجپوتانہ | ۱/ | | | | " فتح دین " " | عـہ/ | | | |
| " عمر خان صاحب سیالکوٹ | ۱/ | | | | " جمعدار صاحب عالم " | عـہ/ | | | |
| " شیخ فضل الٰہی صاحب " | عـہ/ | | | | " جمعدار نہوار خان " " | ۲/ | | | |
| مرزا محمد بیگ صاحب " | ۴/ | | | | " ماسٹر نذیر احمد " " | عـہ/ | | | |

## نقشہ (۱) امداد عام اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

| اسمائے معطی صاحبان | رقم | روپیہ | آنہ | پائی | اسمائے معطی صاحبان | رقم | روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| جناب شیخ نور محمد غلام نبی صاحب کلکتہ | ٥ | | | | جناب محمد عباس صاحب لیشاور | ۲ر | | | |
| ر خیرالدین خدا بخش ر ر | عہر | | | | ر محمد یوسف ر رحجور | عہر | | | |
| ر میاں محمد علی صاحب | عہ | | | | ر عمر خان ر کنڈیلور | عہر | | | |
| ر میاں محمد بخش ولد حاجی فتح دین ر | عما | | | | ر ماسٹر محمد یوسف صاحب کلکتہ | عما | | | |
| ر ماسٹر غلام محمد صاحب ر | عہر | | | | ر حاجی حبیب صاحب کاٹھیاوار | ۸ر | | | |
| ر غلام محی الدین صاحب سوداگر ر | ۴ر | | | | ر عبدالکریم ر ہبلی | ۸ر | | | |
| ر عبدالقیوم صاحب کلارک ر | عہ | | | | ر سکندر علی ر نوگر بمبئی | عہر | | | |
| ر شیخ عبدالرحیم صاحب رنگون | عہر | | | | ر ماسٹر علم دین صاحب ر | عما | | | |
| ر صوبیدار نذر محمد صاحب کلکتہ | عما | | | | ر مہر دین صاحب ر | ۸ر | | | |
| ر خواجہ عبدالغنی صاحب ر | عہر | | | | ر ماسٹر محمد دین صاحب | عما | | | |
| ر حاجی محمد صاحب رنگون | عہر | | | | ر محمد اسمعیل ر امرتسر | ۸ر | | | |
| ر میاں محمد خان ر | عہر | | | | ر عبدالرحمن ر بمبئی | ۴ر | | | |
| ر حاجی عطا محمد صاحب ر | عہر | | | | ر عبدالغفار ر ر | ٦ر | | | |
| ر خان بہادر پنجابی نوٹس ملتان | ۴ر | | | | ر غلام حسن صاحب امرتسری ر | ۲ر | | | |
| ر حوالدار دیوان علی صاحب ر | ۱۰ر | | | | ر محمد حسین صاحب ر | ۴ر | | | |
| ر شاہ محمد صاحب ر | ۴ر | | | | ر حاجی بخاری ر ر | ۴ر | | | |
| ر چودھری رام لال صاحب انٹے برا | ۴ر | | | | ر محمد یوسف ر ر | ۱ر | | | |
| ر حوالدار رحمت اللہ خان فورٹ سنڈیمن | ۲ر | | | | ر ماسٹر محمد اسمعیل ر | ۸ر | | | |
| ر میمن احمد کاٹھیاوار گجرات | عہر | | | | ر ماسٹر جعفر و محمد حسین ر | عہر | | | |
| ر حوالدار حاجی احمد صاحب لیشاور | ۲ر | | | | ر تجمل حسین صاحب ر | ۴ر | | | |
| ر جعفر علی صاحب فورٹ سنڈیمن | ۴ر | | | | ر عبدالغفور ر ر | ۴ر | | | |

## نقشہ (۱) امداد عامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

| اسمائے معطی صاحبان | رقم | روپیہ | آنہ | پائی | اسمائے معطی صاحبان | رقم | روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| جناب حاجی عبدالرحمن حاجی اسمٰعیل صاحب بمبئی | ر ر | | | | جناب منشی عزیزالدین صاحب کوئٹہ | عہ | | | |
| محمد عمر صاحب " | ۴ر | | | | مہر عالم دیان صاحب " | عالر | | | |
| حاجی عبدالستار صاحب " | ۲ر | | | | پیر محمد صاحب کی معرفت سفیر مشن | مہ | | | |
| حاجی احمد حاجی ...ل " " | عہ ر | | | | میاں روڈا صاحب فیروزپور | ۴ر | | | |
| چاند ماشٹر ٹیلر " " | ۸ر | | | | محمد افضل " " | ۲ر | | | |
| ماسٹر شاہدین سیالکوٹ " | عہ ر | | | | میاں کلو " " | ۲ر | | | |
| ماسٹر وتا " " " | عہ ر | | | | عبدالرحمن " " | ۸ر | | | |
| کرم الٰہی " " " | عا | | | | نور محمد ملتانی " | عہ ر | | | |
| سراج دین " " " | عہ | | | | ماسٹر فیروزدین صاحب " | عہ ر | | | |
| ماہر دعبدالغفار " | ۴ر | | | | مولوی محمد حسین صاحب وکیل " | عا | | | |
| عبدالکریم " " | ۴ر | | | | محمد حسن صاحب | ۸ر | | | |
| ماسٹر عبدالغفار عماد الدین " | عہ ر | | | | معرفت پیر محمد صاحب سفیر مشن | مہ | | | |
| علی بابی سوداگر | ۴ر | | | | شیخ احمد صاحب نینی تال | ۱۳ر / ۸ر | | | |
| مرزا قیوم صاحب " | عہ | | | | محمد یعقوب صاحب " | عہ ر | | | |
| صالح بابی " | عہ ر | | | | حسن " | عالر | | | |
| قادر احمد " " | عہ ر | | | | رحیم اللہ " | ۱ر | | | |
| دین محمد صاحب معرفت شیخ عبدالغفار " | ۴ر | | | | عبدالسلام " | ۴ر | | | |
| عبداللطیف صاحب سہارنپور | ۴ر | | | | محمد " | عہ ر | | | |
| غلام محی الدین " لاہور | ۴ر | | | | نعمت اللہ " | عہ ر | | | |
| بابو بنواری لال " " | ۱۰ر | | | | معرفت جناب پیر محمد صاحب | عہ / ۱آر | | | |
| عبدالرشید صاحب کراچی | عہ ر | | | | عامۂ اعانت مشن از جملہ مسلمین ہند بتفصیل ذیل | ۹ر | ۴۱۳ | ۱۱ | ۰ |
| سیٹھ سبز بخش ابراہیم صاحب | عہ ر | | | | معلوم الاسم معرفت خدا بخش صاحب از دو صاحبان | عہ | | | |
| ماسٹر نورالدین صاحب " | ۸ر | | | | جناب احمد نام خان صاحب | للعہ | | | |
| ماسٹر محمد بخش " " | ۸ر | | | | زین الدین ابراہیم صاحب | مہ | | | |
| نبی بخش " " | عہ ر | | | | مرزا اعجاز الحق صاحب دہلی | عہ | | | |
| رحیم بخش " " | عہ ر | | | | ... لال جی صاحب بمبئی | مہ / ۴ر | | | |
| خدا بخش صاحب کوئٹہ | عہ ر | | | | ... ادریس " " | عہ | | | |
| سراج دین " " | عہ ر | | | | محمد امین بیگ جہلم | عہ ر | | | |
| محمد اسمٰعیل " " | عہ ر | | | | | | | | |
| فضل الٰہی " " | ۸ر | | | | | | | | |

## نقشہ (۱) امداد عامہ اغراض مشن وصول شدہ از ہندوستان

| اسمائے معطی صاحبان | رقم | روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|---|
| جناب عبد الرزاق معرفت محمد صاحب و محمد حسین صاحب معرفت عبد الحنان صاحب سکھر بتفصیل ذیل | [illegible] | | | |
| " مظفر بیگ صاحب سکھر | [illegible] | | | |
| " ابو محمد عبد القیوم صاحب " | [illegible] | | | |
| " منشی کمال منشی نور محمد " | [illegible] | | | |
| " عبد الحنان صاحب " | [illegible] | | | |
| " محمد بخش صاحب ملتانی بمد زکوٰۃ | [illegible] | | | |
| " احمد حسین صاحب بھرت " | [illegible] | | | |
| چندہ معرفت عبد الحنان صاحب سکھر بتفصیل ذیل | | | | |
| " مستری عبد اللہ صاحب سکھر | [illegible] | | | |
| " عبد الحنان طفل محمد " " | [illegible] | | | |
| " داد محمد بن محمد " " | [illegible] | | | |
| " محمد امیں بیگ " | [illegible] | | | |
| " عبد الکریم صاحب | [illegible] | | | |
| " معرفت عبد الحنان صاحب سکھر بتفصیل ذیل بمد زکوٰۃ | | | | |
| " حاجی اللہ بخش صاحب سکھر | [illegible] | | | |
| " فضل کریم محمد صدیق " " | [illegible] | | | |
| " حاجی گل محمد " " | [illegible] | | | |
| " میاں [illegible] | [illegible] | | | |
| " حاجی سلطان محمد [illegible] | [illegible] | | | |
| " ابو سعید صاحب [illegible] | [illegible] | | | |
| " حافظ سیف اللہ خان صاحب [illegible] کابل [illegible] | [illegible] | | | |
| " نامعلوم الاسم | [illegible] | | | |

| اسمائے معطی صاحبان | رقم | روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|---|
| جناب محمد شفیع [illegible] | [illegible] | | | |
| " محمد صدیق صاحب بمد زکوٰۃ [illegible] | [illegible] | | | |
| " [illegible] | [illegible] | | | |
| " [illegible] بمد زکوٰۃ [illegible] | [illegible] | | | |
| " فضل [illegible] صاحبان بمبئی | [illegible] 12 | | | |
| " اے کے صدیق صاحب ڈھاکہ | [illegible] 8 | | | |
| " محمد نور [illegible] صاحب طالب علم [illegible] | [illegible] | | | |
| " [illegible] | [illegible] | | | |
| " [illegible] صاحب [illegible] کراچی | [illegible] | | | |
| " [illegible] | [illegible] | | | |
| نامعلوم صاحب از [illegible] بمد زکوٰۃ | [illegible] 50 | | | |
| محمد صدیق صاحب بمد زکوٰۃ [illegible] | [illegible] | | | |
| انگلوبیالی [illegible] علی پور | [illegible] | | | |
| [illegible] رحمت اللہ [illegible] صاحب سابق [illegible] | [illegible] | | | |
| " محمد رحیم بخش صاحب [illegible] | [illegible] | | | |
| " منہاج الدین صاحب [illegible] ملتان | [illegible] | | | |
| " سید احمد حسین صاحب بی اے [illegible] بمد زکوٰۃ | [illegible] | | | |
| " [illegible] حسین [illegible] صاحب [illegible] | [illegible] | | | |
| " قاضی محمد مرتضیٰ [illegible] صاحب | [illegible] | | | |
| " [illegible] اشاعت اسلام [illegible] بمد زکوٰۃ | [illegible] 10 | | | |
| قیمت کتب انگریزی [illegible] | | 26 | 4 | 9 |

## نقشہ نمبر (۲) تفصیل امداد بغرض مفت تقسیم لٹریچر و اسلامک ریویو

| اسمائے گرامی تقسیم کنندگان مفت لٹریچر | روپیہ | آنہ | پائی | اسمائے گرامی تقسیم کنندگان مفت رسالہ | روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| عالیجناب میجر حاجی پرنس حمید اللہ خاں صاحب بھوپال | ٦٠٠ | ۰ | ۰ | جناب محمد اکرم خان صاحب بی اے چارسدہ | ٤٩ | ۰ | - |
| معرفت آنریبل جناب غلام حسین صاحب قاسم عارف کلکتہ | ٨٢٠ | ۰ | ۰ | معرفت جناب احمد ملا داؤد صاحب چیدا بابرما | ٦٥ | ۰ | ۰ |
| | | | | جناب ڈاکٹر محمد حسین صاحب الہ آباد | ٢٠ | - | ۰ |
| جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب سول سرجن کورم پارا چنار | ١٠٠ | ۰ | ۰ | " شیر محمد خان صاحب ارد لی ہیڈ کلرک کوئٹہ | ٢٠ | ۰ | ۰ |
| | | | | A. Habeeboo Lebbe Ceylon | ٥ | ۰ | ۰ |
| جناب تاج دین صاحب تحصیلدار ڈیلی پوم | ١٠٠ | ۰ | ۰ | جناب غلام نبی صاحب ڈھاکہ | ٢٠ | - | ۰ |
| " شیخ خدا بخش " مردان | ٥٠ | - | ۰ | " ماسٹر محمد سمیع صاحب گورکھپور | ١٠ | - | ۰ |
| " حبیب الرحمن " تنیروانی حبیب گنج | ٥٠ | ۰ | ۰ | معرفت جناب ٹیکا خان صاحب صوبیدار | | | |
| " قاضی مرتضی حسین صاحب ماہٹوبہ | ٥ | ۰ | ۰ | از بصرہ بہ تفصیل ذیل | | | |
| " مرزا امجد علی صاحب نوشہرہ معرفت ڈاکٹر غلام محمد صاحب کورم | ٥ | ۰ | ۰ | ٹیکا خان امیر الدین جمعدار دلال عبد الرحیم صر صر صر صر صر | ٢٠ | ۰ | ۰ |

نوٹ- مبلغ چار ہزار آٹھ سو تیس روپے جو آنریبل جناب غلام حسین صاحب قاسم عارف کلکتہ کی وساطت سے وصول ہوئے ہیں سے مبلغ چار ہزار تو نقشہ نمبر (۱) میں دکھلایا جا چکا ہے۔ اور مبلغ ۸۳۰ روپے اس نقشہ میں اندراج کیا گیا ہے۔ کل رقم مبلغ ۴۸۳۰ روپے کی تفصیل ذیل میں معہ اسمائے گرامی معطی صاحبان بصد شکریہ درج کیجاتی ہے

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| جناب آنریبل غلام حسین قاسم عارف صاحب کلکتہ | ٢٠٠١ | ۰ | ۰ | جناب محمد حسن ماموجی صاحب کلکتہ | ٢٥ | ۰ | ۰ |
| مسرز ابراہیم سلیمان صالح جی اینڈ کو " | ١٥٠٠ | ۰ | ۰ | مسرز یوسف اینڈ کو محمود موسے جی صالح جی " | ١٠٠ | ۰ | ۰ |
| " حاجی زکریا حاجی جان محمد صاحب " | ٢٥٠ | ۰ | ۰ | " " حاجی نور محمد زکریا صاحب کلکتہ | ٥١ | ۰ | ۰ |
| " عبد اللطیف حاجی احمد اینڈ سنز " | ٢٥٠ | ۰ | ۰ | " شیخ عبد الغنی صاحب " | ٥١ | ۰ | ۰ |
| " عبد الرحیم عثمان اینڈ کو " | ٥١ | ۰ | ۰ | " عبد الغنی صاحب " | ٥٠ | ۰ | ۰ |
| " حاجی اعظم غلام حسین اینڈ کو " | ١٠٠ | ۰ | ۰ | سیٹھ اسمعیل سلیمان مایارا " | ٥٠ | ۰ | ۰ |
| " مسٹر عثمان حاجی ابراہیم صاحب " | ٥٠ | ۰ | ۰ | مسٹر بالا حمود ملا ہاشم صاحب " | ٥٠ | ۰ | ۰ |
| " محمد یعقوب " " | ٢٥ | ۰ | ۰ | مسٹر محمد یوسف صاحب " | ٢٥ | ۰ | ۰ |
| " محمد الیاس محمد الخالق " " | ٥١ | ۰ | ۰ | سیٹھ موسیٰ بی حسن اسمال | ٢٥ | ۰ | ۰ |
| " عبد الحریم پیر محمد | ٢٥ | ۰ | ۰ | مسٹر شیخ محبوب علی | ١٠٠ | ۰ | ۰ |

صہ ۱۹۱۲ء میں بھی آپنے یکصد روپیہ مرحمت فرمایا تھا۔ جو مجموعی رنگ میں مد اسلامک ریویو میں شامل کیا گیا۔ اور علیحدہ مشتہر نہو سکا

## نقشہ نمبر (۲) تفصیل امداد بغرض مفت تقسیم لٹریچر و اسلامک ریویو

| اسمائے گرامی تقسیم کنندگان | روپیہ | آنہ | پائی | اسمائے گرامی تقسیم کنندگان مفت رسالہ | روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| جناب محمد حسین صاحب چودھری ریما | ۱۱ | ۰ | ۰ | بمعرفت جناب علی احمد صاحب اور سیٹھ ... عدن | ۳۰۵ | ۰ | ۰ |
| " بیگم صاحبہ شیخ ... صاحب | ۲۵ | ۰ | ۰ | | | | |
| " واجد علی النصاری صاحب پیں از کریٹہ | ۵ | ۰ | ۰ | " محمد حسین صاحب چنڈوبا | ۵ | ۰ | ۰ |
| " عبدالعزیز صاحب ٹمکور میسور | ۵ | ۰ | ۰ | " ابوسعید صاحب علی پور | ۵ | ۰ | ۰ |
| " سید مست حسین صاحب " | ۵ | ۰ | ۰ | " عبدالمجید صاحب حیدرآباد دکن | ۵ | ۰ | ۰ |
| " نامعلوم الاسم طالبعلم از علیگڈھ | ۵ | ۰ | ۰ | | | | |

دستخط

بدال شیخ نور احمد محاسب کتب دفتر لاہور

## نقشہ نمبر ۳

| تفصیل مستقل اخراجات مشن ۱۹۱۷ء | پونڈ | شلنگ | پنس | روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|---|---|---|
| سٹیشنری - - - - | ۴ | ۳ | ۲ | ۰ | ۰ | ۰ |
| متفرق اخراجات مشن روشنی و بجلی و کوئلہ | ۱۳ | ۶ | ۴ | | | |
| میموریل ہوس وغیرہ | ۱۷ | ۹ | ۵ | | | |
| میزان کل | ۳۴ | ۱۸ | ۱۱ | ۵۲۴ | ۳ | ۰ |

دستخط ملک عبدالقیوم بی اے محاسب دفتر ووکنگ (انگلستان)

## نقشہ نمبر ۴

| تفصیل تنخواہ عملہ در انگلستان | پونڈ | شلنگ | پنس | روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|---|---|---|
| تنخواہ باورچی در ووکنگ مسجد جولائی ۱۹۱۶ء لغایت دسمبر ۱۹۱۷ء | ۲۵ | ۱۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ |
| " ملازمان ادنیٰ جو وقتاً فوقتاً رکھے گئے - | ۱۵ | ۲ | ۹ | ۰ | ۰ | ۰ |
| خرچ خوراک ملازمان ادنیٰ مع باورچی | ۵۶ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ |
| ملک عبدالقیوم صاحب از اپریل ۱۹۱۶ء لغایت دسمبر ۱۹۱۷ء بعد از منہائی رقوم جو ۱۹۱۶ء میں ان کے نام جا چکی ہیں | ۳۱ | ۶ | ۸ | ۰ | ۰ | ۰ |
| میزان کل - - - - | ۱۲۷ | ۱۹ | ۵ | ۱۹۱۹ | ۹ | ۰ |

دستخط - ملک عبدالقیوم بی اے محاسب دفتر ووکنگ (انگلستان)

م۔ اسکے علاوہ صدر اور آپکے وصول ہونے۔ چونکہ اس کے متعلق ... [illegible]

## نقشہ نمبر ۵

| تفصیل کرایہ ریل وٹیوب در انگلستان | پونڈ | شلنگ | پنس | روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|---|---|---|
| کرایہ ریل وٹیوب از ووکنگ تا لنڈن جس میں کرایہ معینہ ٹکٹ ۱ پونڈ ۹ شلنگ ۴ پنس ماہوار از ووکنگ تا لنڈن شامل ہے از کھاتہ ووکنگ | ۱۹ | ۱۱ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ |
| از کھاتہ لنڈن مسلم ہوس | ۱ | ۱۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ |
| میزان کل | ۲۱ | ۱ | ۰ | ۳۱۵ | ۱۲ | ۰ |

دستخط۔ ملک عبدالقیوم بی اے۔ محاسب دفتر ووکنگ (انگلستان)

## نقشہ نمبر ۶

| تفصیل دیگر اخراجات مشن | پونڈ | شلنگ | پنس | روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وائیر ایک | ۲ | ۱۰ | ۰ | | | |
| کتب خانہ | ۳ | ۱۳ | ۱۰ | | | |
| اشتہارات | ۷ | ۱ | ۸ | | | |
| تار ہندوستان | ۱ | ۱۳ | ۱۰ | | | |
| مولود شریف | ۲ | ۱۰ | ۰ | | | |
| محصول ڈاک | ۵ | ۱ | | | | |
| کل میزان | ۲۱ | ۱۰ | ۳ | ۳۰۳ | ۱۲ | ۰ |

دستخط۔ ملک عبدالقیوم بی اے۔ محاسب دفتر ووکنگ (انگلستان)

## نقشہ نمبر ۷

| تفصیل اخراجات متعلق مشن در ہندوستان | روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|
| ×جملہ میں ایک کلرک اور ایک محرر کی تنخواہ [illegible] ایک حصہ [illegible] لئے ہے | ۸۷ | ۸ | ۵ |
| اخراجات [illegible] برائے وصولی [illegible] | ۱۰۰ | ۰ | ۰ |
| مصارف [illegible] حضرت مولوی صدرالدین صاحب [illegible] | ۱۰۰ | ۰ | ۰ |
| اشیاء [illegible] از لاہور برائے [illegible] | ۱۳ | ۱۴ | ۰ |
| متفرق سامان دفتر | ۳۲ | ۰ | ۰ |
| گرم پوستین از پشاور بابت عملہ [illegible] ووکنگ | ۳۰ | ۰ | ۰ |
| محصول ڈاک و ایبل برائے [illegible] | ۱۵ | | |
| پارسلہائے برائے انگلستان | ۴۷ | ۶ | ۰ |
| [illegible] قرآن شریف کی [illegible] | ۵۷ | ۱۱ | ۹ |
| اخراجات [illegible] | ۱۰۱ | ۱۰ | ۶ |
| سٹیشنری مشن | ۳۶ | ۱ | ۳ |
| کل میزان | ۱۱۰۷ | ۰ | ۲ |

×نوٹ: خلیفہ عبدالمجید صاحب [illegible] علی [illegible] تنخواہ [illegible] بابت [illegible]
[illegible]

## نقشہ نمبر ۸

| تفصیل اخراجات مسلم نماز گاہ نوٹنگ ہل لندن بابت ۱۹۱۶ء | پونڈ | شلنگ | پنس | روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|---|---|---|
| تنخواہ ہوس کیپر | ۲۵ | ۱۲ | ۰ | | | |
| خرچ ڈاک ہوس کیپر آخر ماہ | ۱۶ | ۰ | | | | |
| کوئلہ برائے سرما مہیچر روم وکرہ مہمان دفتر وغیرہ | ۸ | ۹ | ۹ | | | |
| متفرق | ۱ | ۱۸ | ۸ | | | |
| محصول ڈاک | ۰ | ۶ | ۵ | | | |
| کرایہ ہوس کیپر درمیان لندن و ووکنگ وقتاً فوقتاً برائے ٹور | ۱ | ۱ | ۲ | | | |
| ہوس کیپر و دیگر دھلائی چادر نماز گاہ | ۲ | ۱۲ | ۰ | | | |
| ایٹ ہوم بعد نماز جمعہ و لیکچر اتوار | ۱۰ | ۱۸ | - | | | |
| میزان کل | ۶۶ | ۱۹ | ۰ | ۱۰۰۴ | ۴ | ۰ |

دستخط ملک عبدالقیوم بی اے محاسب دفتر ووکنگ (انگلستان)

لندن میں جس قدر خرچ ہوا کم ہوا۔ اسمیں ۱۶ پونڈ تو ہاؤس کیپر کا کرایہ تھی کل خرچ خواجہ صاحب نے اپنے ذمہ ڈال لیا ہے۔ اسطرح آیندہ سال ایٹ ہوم کے خرچ میں آزاد کر دیا جائیگا۔ خواجہ صاحب نے نکاح خوانی کی فیس کم از کم ایک پونڈ منظور کردی کہ جو ایٹ ہوم کے اخراجات کے لئے ۱۹۱۶ء میں کافی سے زیادہ ہے۔ اس طرح انشاء اللہ ۱۹۱۷ء میں جمعہ اور اتوار کے علاوہ اعلیٰ پیمانہ پر جو دوسرے ایٹ ہوم ہوتے ہیں ان سب کا خرچ اس فیس سے نکل جاویگا

## نقشہ نمبر ۹

پہلے بمقام نوٹنگ ہل میں ایک مکان تھا جس کا کرایہ لندن سوسائٹی دیا جاتا تھا۔ دوسرے اخراجات ہم دیتے تھے چنانچہ مکان کی صفائی کا تمام خرچ کرنا پڑتا تھا یا نماز جمعہ کے وقت مکان کے گرم کرنے کیلئے کچھ خرچ ہوتا تھا۔ اور خرچ خفیف سا چائے پانی بعد نماز جو خرچ ہوتا تھا۔ یہ تمام خرچ ہمارے ذمہ رہا۔ جو کل ۴ پونڈ ۲ شلنگ ۵½ پنس ہوا۔ اسکے انتظام نے مستقل مکان لیا۔ اور دو ماہ ہوئے۔ اس کا سالانہ خرچ نقشہ (۸) میں دکھلایا گیا ہے +

دستخط ملک عبدالقیوم بی اے محاسب دفتر ووکنگ انگلستان

## نقشہ نمبر ۱۰

| تفصیل اخراجات مسجد ووکنگ | پونڈ | شلنگ | پنس | روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|---|---|---|
| کوئلہ | ۴ | ۶ | ۶ | | | |
| روشنی | ۵ | ۱۱ | ۵ | | | |
| آلات باغیچہ | ۳ | ۱ | ۵ | | | |
| متفرق | - | ۰ | ۲ | | | |
| میزان کل | ۱۳ | ۷ | ۶ | ۲۰۰ | ۱۰ | - |

دستخط ملک عبدالقیوم بی اے محاسب دفتر ووکنگ (انگلستان)

## نقشہ نمبر ۱۱

| تفصیل اخراجات بابت مفت تقسیم لٹریچر | پونڈ | شلنگ | پنس | روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|---|---|---|
| چھپائی کتب جدید | ۲۹ | ۸ | ۸ | | | |
| اسٹامپ وغیرہ جس میں ۱۲ پونڈ تقسیم رسالہ ماہ گذشتہ کے بھی شامل ہیں | ۱۳ | ۱۶ | ۰ | | | |
| اسٹیشنری | ۵ | ۳ | ۸ | | | |
| اخراجات طبع رسالہ در انگلستان و ہندوستان بروئے نقشہ ۱۲ | ۲۸۶ | ۳ | ۱۱ | | | |
| میزان کل | ۳۳۴ | ۱۲ | ۳ | ۵۰۱۹ | ۳ | ۰ |

دستخط ملک عبدالقیوم بی اے محاسب فنڈ ووکنگ ۔ انگلستان

## نقشہ نمبر ۱۲ تفصیل آمد و خرچ رسالہ اسلامک ریویو

| آمد | روپیہ | آنہ | پائی | خرچ | روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| قیمت اسلامک ریویو از خریداران ہوئی جو در انگلستان | ۱۵۹۲ | ۴ | - | اخراجات اسلامک ریویو در ہندوستان و انگلستان | ۸۵۸۵ | ۱۴ | ۰ |
| ایضاً در ہندوستان | ۷۶۷۰ | ۸ | | | | | |
| آمد بغرض تقسیم رسالہ قیمت ہندوستان و انگلستان جو وصول ہوئی جس کی تفصیلات نقشہ ۱۳ میں دی گئی ہے | ۵۰۲۲ | ۶ | - | اخراجات بغرض مفت تقسیم رسالہ | ۴۲۹۲ | ۱۵ | ۰ |
| میزان کل | ۱۴۲۸۵ | ۲ | - | کل میزان بروئے نقشہ الف و ب منضبط | ۱۲۸۷۸ | ۱۳ | ۰ |

## نقشہ (الف) اخراجات طبع اسلامک ریویو در انگلستان

| تفصیل اخراجات طبع اسلامک ریویو | پونڈ | شلنگ | پنس | روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|---|---|---|
| اخراجات طبع در انگلستان | ۲۱۶ | ۳ | ۰ | | | |
| کاغذ | ۱۴۱ | ۱۴ | ۴ | | | |
| محصول ڈاک | ۱۱۹ | ۰ | ۷½ | | | |
| سٹیشنری معہ لفافہ جات | ۲۰ | ۰ | ۰ | | | |
| متفرق | ۱۱ | ۱ | ۹ | | | |
| خط و کتابت وغیرہ | ۷ | ۵ | ۰ | | | |
| میزان کل | ۵۱۵ | ۴ | ۵½ | ۷۷۲۸ | ۵ | ۶ |

## نقشہ (ب) اخراجات اسلامک ریویو در ہندوستان

| تفصیل اخراجات اسلامک ریویو در ہندوستان | پونڈ | شلنگ | پنس | روپیہ | آنہ | پائی |
|---|---|---|---|---|---|---|
| محصول ڈاک | | | | ۴۰۸ | ۴ | ۰ |
| سٹیشنری | | | | ۸۰ | ۱ | ۶ |
| تار خرچ | | | | ۵ | ۱۰ | ۰ |
| متفرق و واپسی رقوم | | | | ۵۴ | ۰ | ۶ |
| کرایہ مکان دفتر | | | | ۴۲ | ۸ | ۰ |
| تنخواہ سٹاف | | | | ۷۱۰ | ۰ | ۰ |
| بمد تنخواہ ایڈیٹوریل سٹاف | | | | ۳۸۵۰ | ۰ | ۰ |
| میزان کل | ۳۴۴ | ۷ | ۴ | ۵۱۵۰ | ۸ | ۰ |

باہتمام خلیفہ محمد عبدالمجید صاحب ... [illegible]

# مذہبی دنیا میں ہلچل مچا دینے والی کتابیں

## حضرت مولوی محمد علی صاحب کی تصنیفات جدیدہ

**النبوۃ فی الاسلام**:- اس کتاب میں نبوت کاملہ تامہ اور نبوت ناقصہ یا محدثیت کی خوب تشریح قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ سے کی گئی ہے۔ نبوت کی علت غائی، ختم نبوت محمدیہ پر ایک لطیف درس قرآن سے۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود کے دعاوی پر بھی آپ کی تمام تصنیفات سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ غرض مسئلہ نبوت میں یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہے۔ حجم ... صفحہ قیمت عہ مجلد عہ

**نکات القرآن چہار حصص** قرآن مجید کے پہلے پانچ پاروں پر تفسیری نوٹ ہیں جن میں زمانہ کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مصنف نے لطیف تفسیر کی ہے۔ ملک کے نامور اخبارات زمیندار وغیرہ نے اس پر بہت اچھے ریویو کئے ہیں قیمت عہ

**مسیح موعود** اس کتاب میں نزول ابن مریم پر مبسوط بحث کی گئی ہے حضرت مسیح کس طرح نازل ہوں گے جب نازل ہوں گے۔ ان تمام سوالات کو قرآن مجید اور احادیث سے حل کیا گیا ہے حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانی کے دعاوی مسیحیت و مہدویت پر بھی شرح و بسط سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت عہ مجلد عہ

**جمع قرآن** اس کتاب میں جمع قرآن کے متعلق تمام تاریخی واقعات کو نہایت تحقیق سے لکھا گیا ہے۔ اور جو اعتراضات حفاظت قرآن مجید پر غیر مذاہب کیا کرتے تھے ان کا رد کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر منگانا کے صحف قرآنی کی حقیقت الم نشرح کی گئی ہے قیمت ...

**احمدیہ موومنٹ** (سلسلہ احمدیہ انگریزی میں) حضرت مولوی محمد علی صاحب نے انگریزی میں آرٹیکل لکھے ہیں جن کو ... متعلقہ سلسلہ احمدیہ کو قلمبند کیا ہے بانی سلسلہ کی زندگی کے حالات اس کے کارہائے نمایاں اس کی پیشگوئیاں اس کے خلاف غلط الزامات غرض ان تمام مضامین پر ان چار آرٹیکلوں میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور چوتھے آرٹیکل میں سلسلہ کے اختلافی مضامین پر بحث کی گئی ہے۔ انگریزی خوان حضرات کیلئے یہ کتابیں نہایت مفید ہیں۔ قیمت نمبر اول ۴ر نمبر دوم ۴ر نمبر سوم ۴ر نمبر چہارم ۱۲ر مکمل عہ

**حقیقۃ المسیح** از روئے بائبل و قرآن عیسائیوں کے ان اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے جو وہ حضرت مسیح کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے آنحضرت صلعم کی ذات مقدس پر کیا کرتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کے ہاتھ میں کتاب ہونی چاہئے قیمت ۳ر

**درثمین**: حضرت مسیح موعود جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصوفانہ نظموں کا ایک دیدہ زیب اور دلفریب مجموعہ ہے جس میں اردو فارسی نظموں کو جمع کر دیا گیا ہے۔ ان نظموں کی خوبی کے لئے حضرت مصنف کا نام ہی کافی ہے۔ اسقدر ہم لکھتے ہیں کہ اگر تصوف اور عشق الٰہی کا بہترین نقشہ دیکھنا ہو تو ان نظموں کو پڑھئے۔ قیمت مجلد ۱۲ر بے جلد ۹ر

**ملنے کا پتہ: مہتمم تصنیفات احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور**

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۸۰۱



اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپ کر [illegible]